بوڑھا جادوگر
(قسط نمبر 46)
ے حمید

فہرست

سنو پیارے بچو!

کتاب کے پہلے حصے میں آپ پڑھ چکے ہیں شہر بغداد میں ظالم اٹیلا نے قتل عام کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ عنبر اور ناگ بغداد کے شہر کے ایک پراسرار محلے میں ایک پرانی خانقاہ میں چھپ جاتے ہیں۔

بغداد کا شہنشاہ ہلاکو کی قید میں ہے۔ ماریا پرانی خانقاہ میں چھپے ہوئے باغیوں کی گفتگو پاس جا کر سنتی ہے۔ کیونکہ اس کو کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

عنبر ناگ اور ماریا ان باغیوں سے مل جاتے ہیں اور کسی

طرح شاہی محل میں جا کر اٹیلا کو زہر دے کر ہلاک کر دیتے ہیں اور بادشاہ اور اس کے شاہی خاندان کو ساتھ لے کر ایران کی طرف نکل جاتے ہیں۔

وہاں سے عنبر اکیلا واپس آتا ہے۔ بادبانی جہاز سمندر کے ایک گمنام ساحل پر کھڑا ہے۔ ماریا اور ناگ جہاز پر پہرہ دے رہے ہیں۔

خانقاہ میں جنگ

کوٹھڑی کا دروازہ اندر سے بند کر دیا گیا تھا۔

ماریا اندر چلی گئی تھی۔ باہر قبر کے پاس ستونوں کے پیچھے عنبر اور ناگ چھپے ہوئے تھے۔

کوٹھڑی کا دروازہ بند ہوا تو ناگ نے کہا۔

"مجھے تو اندر والے عرب خلیفہ بغداد عبداللہ بن عبدالعزیز کے حامی معلوم ہوتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ بات تو پورے اطمینان سے ہمیں ماریا ہی باہر آ کر بتا سکے گی ویسے خیال میرا بھی یہی ہے"۔

ابھی وہ باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کسی نے پیچھے سے آ کر بجلی جیسی تیزی کے ساتھ عنبر اور ناگ کی گردنوں میں پھندے ڈال کر دونوں کے ہاتھوں کو رسیوں سے باندھ دیا۔

یہ چار عرب تھے اور تمام کے تمام نوجوان تھے۔ وہ عربی میں باتیں کر رہے تھے۔ عنبر ان کی باتیں سمجھ رہا تھا۔ انہوں نے عنبر سے پوچھا۔

"کیا تم عربی زبان سمجھتے ہو؟"۔

عنبر بولا۔

"ہاں، مگر تم لوگوں نے ہمیں کس لیے جکڑا ہے۔ ہم

تمہارے دشمن نہیں ہیں''۔

ایک عرب نے کہا۔

''اس کا فیصلہ اندر شیخ کے پاس جا کر ہوگا۔ چلو اندر''۔

یہ سارے عرب عنبر اور ناگ کو گھسیٹتے ہوئے کوٹھڑی کے اندر لے گئے۔ اندر بیٹھے عرب آپس میں کوئی خفیہ جلسہ کر رہے تھے۔

تپائی پر شمع رکھی تھی۔ درویش بھی بیٹھا تھا۔ انہوں نے عنبر اور ناگ کو غور سے دیکھا۔

شیخ درویش بولا۔

''یہ لوگ کون ہیں؟''۔

''یہ ہمارے دشمن ہیں۔ چھپ کر خانقاہ میں بیٹھے تھے''۔

درویش نے عنبر کی طرف غصے سے دیکھ کر کہا۔

''کیا تم چنگیزی فوج کے جاسوس ہو؟''۔

عنبر بولا۔

''نہیں اے درویش! ہم جاسوس نہیں ہیں۔ ہم تمہارے ہمدرد ہیں اور چنگیزی فوج کے خلاف جنگ کرنے آئے ہیں۔ اس پر درویش اور دوسرے عرب قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔ درویش نے آگے بڑھ کر عنبر کے منہ پر زور سے تھپڑ مار کر کہا''

''بکواس کرتے ہو، ابھی تم خود اقرار کرو گے کہ تم دشمن کے جاسوس ہو اور ہمیں ہلاک کرتے یہاں آئے تھے''۔

ناگ نے کہا۔

''درویش! میرے بھائی کو اذیت پہنچا کر تم اچھا کام نہیں کر رہے جب تمہیں ہماری طاقت کا پتا چلا تو تم بہت پچھتاؤ

گے اور ہم سے معافی مانگو گے"۔

خاموش گستاخ! تمہاری طاقت کیا ہے؟ ہمیں سب
معلوم ہے۔ ہم نے دشمن کی طاقت کو کچل کر رکھ دینے کا ارادہ
کر رکھا ہے۔

تم نے اور تمہارے سردار اٹیلا نے ہمارے خلیفہ کے
خاندان کو قید کر رکھا ہے۔ یاد رکھو ہم انہیں بہت جلد چھڑا لیں
گے۔

عنبر نے سوچا کہ ماریا اندر کیا کر رہی ہے؟ وہ کہاں ہے؟
وہ کیا سوچ رہی ہے؟۔

اس نے درویش سے کہا۔

سنو درویش! ہم دونوں بھائی ملک ہند سے تمہاری مدد
کرنے یہاں آئے ہیں۔ ہم نے سن رکھا تھا کہ چنگیزی

سپاہیوں کے لشکر نے بغداد شہر میں مسلمانوں پر بڑا ظلم شروع
کر رکھا ہے۔

ہم نے مسلمانوں کی بہت تعریف سنی تھی پس ہم تم لوگوں
سے ملنے اور تمہای مدد کرنے چلے آئے۔ اب تم ہم دونوں
کو قتل کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔

یاد رکھو! اول تو تم ایسا نہ کر سکو گے۔ اگر تم نے ایسا کر بھی
دیا تو تم اپنے دو بہترین مددگاروں سے محروم ہو جاؤ
گے۔ اب بھی وقت ہے۔ سوچ سمجھ کر کوئی اگلا قدم اٹھانا۔

درویش نے غصے میں ہاتھ کا اشارہ کر کے کہا۔

"اس شخص کی زبان کاٹ دی جائے"۔

دو عرب آگے بڑھے۔ انہوں نے عنبر کو زمین پر لٹا دیا۔
اس کا منہ زبردستی کھول دیا گیا۔ اور لکڑی کے شکنجے میں زبان

نال کر جکڑ دی گئی۔ دوسرے عرب نے خنجر نکالا اور زبان
کاٹنے کے لیے آگے بڑھا۔

اب ماریا سے نہ رہا گیا۔ وہ اس وقت سے اندر کونے
میں کھڑی ان لوگوں کی باتیں سن رہی تھی۔ وہ آگے بڑھ کر
عرب پر حملہ کرنے ہی والی تھی کہ اسے خیال آیا کہ عنبر کی زبان
تو کٹ ہی نہیں سکتی۔ پھر اس کی مدد کرنے کی کیا ضرورت
ہے۔ وہ اپنی جگہ پر کھڑی رہی۔

عرب نے خنجر لے کر اسے پتھر پر رگڑ کر تیز کیا اور عنبر کی
زبان پر رکھ کر زور سے جھٹکا دیا۔ سب کو یقین تھا کہ عنبر کی
زبان کٹ کر الگ جا گرے گی۔ اور خون کا فوارہ اچھل پڑے
گا مگر وہاں کچھ نہ ہوا۔

الٹا یہ ہوا کہ جس عرب نے خنجر چلایا تھا۔ اس کے ہاتھ

سے خنجر گر پڑا۔ زبان کے ساتھ خنجر ایسے ٹکرایا، جیسے وہ پتھر کی
زبان ہو۔ اس نے خنجر کو اٹھا کر دوبارہ عنبر کی زبان پر چلانا
شروع کر دیا۔

اس بار بھی ایسا ہی ہوا۔ خنجر زبان پر چل رہا تھا اور ایسی
آواز آ رہی تھی جیسے کسی چاقو کے پتھر کی سل پر گھسنے سے آیا
کرتی ہے۔ درویش نے ہاتھ بڑھا کر کہا۔

"مجھے دو خنجر! یہ تم کیا کر رہے ہو؟"۔

عرب نے کہا۔

"زبان پتھر کی لگتی ہے۔ اس پر خنجر نہیں چل رہا"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ زبان کبھی نہیں کٹ سکے گی درویش!"۔

درویش نے آگ بگولا ہو کر کہا۔

"پھراس کے ساتھی کی زبان کاٹ ڈالو"۔

انہوں نے ناگ کو پکڑ لیا۔اب ماریا گھبرا گئی، کیونکہ ناگ کی زبان کٹ سکتی تھی۔

وہ عنبر کی طرح اپنی زبان کو پتھر کی طرح سخت نہیں کر سکتا تھا۔ناگ بھی گھبرا سا گیا۔اس نے ماریا سے اونچی آواز میں کہا۔

"ماریا! کیا تم میری مدد کرو گی یا میں اپنا بچاؤ خود کروں"۔

ماریا نے ناگ کے کان میں آ کر کہا۔

"میں تمہاری مدد کروں گی"۔

عربوں نے ناگ کو پکڑ کر اس کا منہ کھولنا شروع کر دیا۔

ناگ نے منہ کھول دیا۔ایک عرب نے خنجر والا ہاتھ اٹھایا کہ

وہ ناگ کی زبان کاٹ ڈالے کہ اچانک پیچھے سے کسی نے اس کی گردن پر اتنے زور سے مکا مارا کہ خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گرا۔

وہ تڑپ کر پیچھے مڑا۔ پیچھے کوئی بھی نہیں تھا۔صرف اس کے اپنے ساتھی تھے۔جو اس سے فاصلے پر کھڑے تھے۔اس نے ہڑبڑا کر کہا۔

"یہ مکا میری گردن پر کس نے مارا تھا؟"۔

درویش بولا۔

"کسی نے بھی نہیں"۔

"مگر مکا میری گردن پر پڑا ہے۔میرے ہاتھ سے خنجر چھوٹ کر گرا ہے"۔

ناگ مسکرایا۔

عنبر نے کہا۔

اب بھی تم لوگوں کو سمجھ جانا چاہیے کہ ہم لوگ تم سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ تم ہمارا مقابلہ نہیں کر سکو گے۔

بہتر یہی ہے کہ ہمیں پہچانو اور دوست بنالو۔ ہم تمہارے سچے خیر خواہ ہیں۔ ہم تمہارے دشمن نہیں ہیں۔

مگر درویش بڑا ضدی عرب تھا۔ وہ بھی سچا تھا۔ اس کے خلیفہ اور سارے شاہی خاندان کو قید کرلیا گیا تھا۔ ملک میں افراتفری پھیلی ہوئی تھی۔

کسی کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ دوست ہے یا دشمن۔ اور پھر عنبر اور ناگ تو ان کے خفیہ ٹھکانے خانقاہ میں چھپے ہوئے تھے۔

درویش نے کہا۔

''پیچھے ہٹ جاؤ تم۔ میں خود ان دونوں کی گردنیں اڑاتا ہوں''۔

سارے عرب پرے ہٹ گئے۔ درویش نے تلوار کھینچی اور عنبر کی گردن پر وار کیا۔ اس دفعہ بھی وہی ہوا۔ یعنی تلوار عنبر کی گردن پر پڑی تو ایسی آواز آئی۔

جیسے تلوار کسی پتھر پر گری ہو۔ چھن سے ہوا اور تلوار ٹیڑھی ہوگئی۔ اب درویش نے ناگ کی گردن پر وار کیا۔ ماریا نے پیچھے سے درویش کو ایسا دھکا دیا کہ وہ منہ کے بل سامنے ناگ کے قدموں میں آن گرا۔

''نہیں کچل کر رکھ دو''۔

اب عرب ناگ اور عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ یہ بڑی گھمسان کی جنگ والی بات تھی۔ ماریا نے ناگ سے کہا۔

’’ناگ بھائی کسی طرح اپنا بچاؤ کرے۔ میں تمہیں اتنے
ڈھیر سارے آدمیوں سے نہیں بچا سکتی‘‘۔

ناگ نے زور سے سانس اندر کو کھینچا۔ جب باہر چھوڑا تو
وہ ایک فاختہ بن کر اڑا اور چھت کی شہتیر پر جا کر بیٹھ گیا۔

عرب حیران ہو کر اسے دیکھتے ہی رہ گئے۔

ادھر عنبر پر وہ تلواروں سے اس طرح وار کر رہے تھے کہ
اس کا قیمہ قیمہ کر رہے ہوں مگر ایک بھی وار عنبر کو زخمی نہیں کر سکا
تھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔

’’میں اگر چاہوں تو تلوار لے کر تم سب کو باری باری قتل
کر سکتا ہوں، کیونکہ تم خود دیکھ رہے ہو کہ مجھ پر تمہارے حملوں
کا کوئی اثر نہیں ہو رہا، جبکہ میرا ایک ہی وار تمہیں سخت نقصان
پہنچ سکتا ہے مگر میں ایسا نہیں کروں گا میں تمہاری دوستی کا ہاتھ

بڑھاتا ہوں‘‘۔

درویش نے تلوار اٹھا کر ایک بھرپور وار کرنا چاہا۔ عنبر نے
سوچا کہ یہ لوگ تو پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ انہیں تھوڑا سا
سبق ضرور سکھانا چاہیے۔

عنبر نے ایک عرب کے ہاتھ سے تلوار چھین کر حملہ کر دیا۔
ایک ہی وار میں اس نے درویش کو نیچے گرا کر اس کی گردن
پر تلوار کی نوک رکھ دی۔

’’اب کہو! کیا میں تمہاری جان بخشی کروں یا اسی جگہ
تمہیں ہلاک کر دوں؟‘‘۔

باقی عرب اس پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے ہی تھے
کہ درویش نے ہاتھ اوپر اٹھا کر انہیں روک دیا۔

’’نہیں نہیں۔ اس شخص پر حملہ نہ کرنا۔ یہ ہمارا دوست

ہے“۔

عنبر نے تلوار کی نوک پیچھے کھینچ لی۔

درویش زمین پر سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے عنبر کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

”تم ہمارے دوست ہو۔ مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ خدا نے تمہیں ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ کیونکہ تمہارے اندر بہت بڑی طاقت ہے۔ آؤ ہمارے ساتھ“۔

عنبر کو ساتھ لے کر درویش میز کے گرد بیٹھ گیا۔

اس نے کہا۔

”یہ بتاؤ کہ تمہارا بھائی کس طرح فاختہ بن کر اوپر چھت کی کڑی پر جا بیٹھا ہے؟“۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

”میرا یہ بھی جس کا نام ناگ ہے، ایک جادوگر ہے مگر اسے صرف اتنا ہی جادو آتا ہے کہ یہ جب چاہے پرندہ بن کر اڑ سکتا ہے۔ اس سے زیادہ یہ کوئی جادو نہیں جانتا“۔

سارے عرب اوپر ناگ کو فاختہ بنے دیکھتے رہے۔ پھر درویش نے کہا۔

”اب تم ہمارے دوست بن گئے ہو۔ اپنے اس بھائی سے کہو کہ وہ نیچے آ جائے۔ ہمارے پاس بیٹھے اور ہماری باتوں میں حصہ لے“۔

عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا۔

”ناگ بھائی نیچے آ جاؤ۔ ہماری ان سے صلح ہو گئی ہے“۔

فاختہ اوپر سے اڑتی ہوئی نیچے میز پر آ کر بیٹھ گئی۔ پھر فاختہ ایک دم سے واپس ناگ کی شکل میں آ گئی۔ عرب

تو آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

''خدا کی قسم یہ تو زبردست جادوگر ہے''۔

درویش نے ناگ سے کہا۔

ناگ بولا۔

''ہاں۔ میرے بھائی عنبر نے آپ کو ٹھیک کہا تھا۔ میں جادوگر ضرور ہوں مگر مجھے سوائے اس جادو کے اور کوئی جادو نہیں آتا''۔

درویش بولا۔

''یہ سب سے بڑا جادو ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس کے بعد جادو ختم ہو جاتا ہے۔ کسی انسان میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ انسان سے کسی پرندے کی شکل میں آ جائے''۔

پھر درویش نے عنبر سے کہا۔

''تم کہہ رہے تھے کہ تم ہماری مدد کرنے یہاں آئے ہو؟ یہ بات پھر سے دہراؤ۔ تم ہماری کیا مدد کر سکتے ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

ہم تمہاری یہی مدد کر سکتے ہیں کہ خلیفہ اور اس کے بال بچوں کو ظالم دشمن اٹیلا کی قید سے رہائی دلائی جائے۔

درویش نے کہا۔

''لیکن یہ کام تو بہت مشکل ہے۔ خلیفہ اور اس کے بال بچوں کو اٹیلا کی قید سے چھڑانا اتنا آسان کام نہیں ہے، جتنا تم سمجھ رہے ہو''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ میں بھی مانتا ہوں کہ یہ کام آسان نہیں ہے، لیکن ہمیں کوشش تو کرنی ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم نے مل کر

کوشش کی تو ہم اپنے ارادے میں ضرور کامیاب ہو جائیں
گے‘‘۔

ناگ نے کہا۔

’’یہ بتاؤ کہ خلیفہ کس جگہ قید ہے؟‘‘۔

ایک عرب بولا۔

’’ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ خلیفہ اور اس کے بال
بچوں کو بغداد کے شاہی محل کے کسی تہہ خانے میں الگ الگ
بند رکھا ہے اور ان سب کو بہت جلد قتل کر دیا جائے گا۔ اگر ہم
تے دو ایک دنوں کے اندر اندر خلیفہ کی مدد نہ کی، تو پھر وہ ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے ہم سے جدا ہو جائے گا‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’ہم ضرور خلیفہ کی مدد کو پہنچیں گے مگر پہلے یہ معلوم کرنا

ہوگا کہ خلیفہ کس جگہ پر اپنے بال بچوں کے ساتھ قید ہے۔ یہ
کام کون کرے گا؟ میرے خیال میں یہ کام ہمارا دوست
ناگ بڑی آسانی سے کر سکتا ہے۔ یہ پرندہ بن کر نیچے جا سکتا
ہے‘‘۔

ناگ نے کہا۔

’’لیکن میں پرندہ بن کر وہاں پکڑا بھی جا سکتا ہوں۔ اگر
سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا تو وہ مجھے بڑی آسانی سے بھون کر کھا
جائیں گے، بلکہ چنگیزی فوج کے سپاہی تو پرندوں کو کچا ہی چبا
کر کھا جاتے ہیں‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’اس کے لیے ناگ بھائی تمہیں کوئی دوسری شکل بدل کر
وہاں جانا ہوگا‘‘۔

"ٹھیک ہے میں وہاں جا کر پتا لگا لوں گا"۔

عنبر نے ان عربوں کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ماریا بھی ان کے ساتھ وہاں موجود ہے جس کو وہ آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتے۔ ناگ کے سانپ بن جانے کے بارے میں بھی اس نے کچھ نہیں بتایا تھا۔

ان باتوں کے بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔ عرب درویش نے عنبر اور ناگ سے کہا کہ وہ اسی خانقاہ میں ٹھہر سکتے ہیں؟ چنانچہ انہیں اسی وقت خانقاہ کے اندر ایک کوٹھڑی دے دی گئی۔

وہ اپنی کوٹھڑی میں آ کر بستروں پر لیٹ گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ کوٹھڑی میں آ گئی۔ اس نے کہا۔

"تم لوگوں کو تو کوٹھڑی مل گئی ہے۔ اب میں کس جگہ

سوؤں گی؟"۔

"تم اس جگہ کونے میں سو جانا بہن"۔

"چلو ٹھیک ہے"۔

سانپ اور فاختہ

ناگ شاہی محل کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر ماریا اور درویش دوسرے ساتھیوں کے ساتھ خانقاہ میں ہی رہے، کیونکہ جب تک انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ خلیفہ کس مقام پر قید ہے، وہ اسے بچا نہیں سکتے تھے، کیونکہ شاہی محل کے چپے چپے پر زبردست پہرہ تھا اور چنگیزی سپاہی وحشیوں کی طرح تلواریں لیے شاہی محل کے اندر باہر گھوم پھر

رہے تھے۔

اٹیلا دربار میں تلوار ہاتھ میں لے کر بیٹھتا تھا اور ہر روز جانے کتنے لوگوں کو پھانسی چڑھانے کا حکم سناتا تھا۔ ناگ خانقاہ سے فاختہ بن کر نکلا۔ وہ اڑتا اڑتا بغداد کے شاہی محل کے مینار پر جا کر بیٹھ گیا۔

اس نے گردن جھکا کر نیچے دیکھا۔ شاہی محل کی چھت پر کوئی نہیں تھا۔ وہ اڑ کر نیچے آ گیا اور چھت پر بیٹھ گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔

وہاں کوئی سپاہی نہیں تھا۔ خطرہ یہ تھا کہ کسی سپاہی کی اس پر نظر پڑ گئی تو وہ اسے پکڑ کر مار سکتا تھا۔ اس کے بغیر چارہ بھی کوئی نہیں تھا؟

چنانچہ وہ خدا کا نام لے کر سیڑھیوں میں آ گیا۔ یہاں

اندھیرا سا تھا۔ وہ فاختہ کی شکل میں پھدکتا ہوا سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔

اب وہ شاہی محل کی دوسری منزل کے دالان میں تھا۔ یہاں اسے سپاہی دکھائی دیے جو ادھر ادھر گھوم پھر رہے تھے۔

سامنے والے بڑے کمرے کا دروازہ کھلا اور اندر سے ایک سالار نکل کر باہر چلا گیا۔ باقی سپاہیوں نے اسے جھک کر سلام کیا۔

ناگ فاختہ کی شکل میں ایک جگہ سے اڑ کر ستون کے اوپر جالی میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایک سپاہی نے دیکھا کہ ایک فاختہ اڑ کر جالی پر جا بیٹھی ہے۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا۔ ہاں وہ کچھ ضرور حیران سا ضرور ہوا کہ ادھر فاختہ کہاں سے اڑ کر آ

گئی۔ ناگ اب سوچنے لگا کہ وہ کیا کرے۔

وہ وہاں سے اڑ کر دوسری راہداری میں جالیوں پر جا کر بیٹھ گیا۔

یہاں ایک سپاہی تلوار لیے پہرہ دے رہا تھا۔ ایک اور سپاہی اس کے قریب سے گزرا تو پہرے دار نے ہنس کر کہا۔

"یار! خلیفہ کو کب پھانسی دے رہے ہو؟ ہم تو رات کو تہہ خانے میں پہرہ دے دے کر تنگ آ گئے ہیں"۔

دوسرے سپاہی نے کہا۔

"اٹیلا کوئی فیصلہ کرے گا تو اسے پھانسی ہو گی۔ میرا خیال ہے شاید پرسوں اسے پھانسی مل جائے گی"۔

سپاہی آگے نکل گیا۔ ناگ نے سوچا کہ خلیفہ ضرور اسی جگہ کہیں قید ہے۔

ضرور اسی دروازے سے نیچے کے تہہ خانے کو راستہ جاتا ہوگا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ پہرے دار کی آنکھ بچا کر یہاں سے گزرنے کی کوشش کرے گا۔

وہ اوپر منڈیر پر بیٹھا رہا۔ کچھ دیر کے بعد دوسرا پہرے دار آ گیا۔ اس نے پہلے پہرے دار سے کہا۔

''لو بھائی! اب تم جاؤ چھٹی کرو''۔

پہلا بولا۔

''یار چھٹی کہاں۔ رات کو پھر یہاں آ کر پہرہ دینا پڑے گا۔ بس تھوڑی دیر جا کر آرام کروں گا۔ ہاں خلیفہ کو روٹی پہنچا دی گئی ہے''۔

''بہت اچھا بھائی۔ اب تم جاؤ''۔

پہلا پہرے دار چلا گیا اور دوسرا پہرے دار اس کی جگہ

پہرہ دینے لگا۔

یہ پہرے دار موٹا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ بہت زیادہ کھانا کھا کر آیا ہے، کیونکہ تھوڑی دیر بعد ہی وہ پہرہ دیتے دیتے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر اونگھنے لگا۔

پھر اس کے ہلکے ہلکے خراٹے گونجنے لگے۔ ناگ کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔

وہ اڑ کر نیچے آنے کی بجائے اوپر بیٹھے بیٹھے پھنکار مار کر سانپ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

سانپ بنتے ہی وہ دیوار پر سے رینگتا ہوا نیچے فرش پر آیا اور دروازے کی درز میں سے اندر کمرے میں داخل ہو گیا۔

اندر جا کر اس نے دیکھا کہ جس کو کمرہ سمجھ رہا تھا، وہ کمرہ نہیں تھا بلکہ ایک اونچی چھت والی ڈیوڑھی تھی۔

جس میں ایک طرف دیوار کے ساتھ شمع جل رہی تھی۔ یہ ڈیوڑھی کافی دور تک چلی گئی تھی۔

وہاں ہلکی ہلکی روشنی تھی۔ ساری ڈیوڑھی خالی تھی۔ ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ بائیں طرف کو ڈیوڑھی گھوم گئی۔

اب سامنے پھر ایک دروازہ آ گیا۔ یہاں سیڑھیاں نیچے کو اتر رہی تھیں۔ سانپ سمجھ گیا کہ یہاں سیڑھیاں نیچے تہہ خانے کو جاتی ہوں گی۔ وہ سیڑھیوں پر سے رینگ کر نیچے اترنے لگا۔

سیڑھیوں میں بھی ایک طرف دیوار کے ساتھ لگی شمع جل رہی تھی۔

اس کی روشنی میں سانپ نیچے اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں ختم

ہوئیں تو ایک راہداری بائیں طرف کو گھوم گئی۔ سانپ بھی اسی طرف کو گھوم گیا۔

اسے اب آدمیوں کی باتیں کرنے آواز سنائی دی۔

"یہ کون باتیں کر رہا ہے؟"۔ سانپ نے سوچا۔

وہ آگے رینگتا چلا گیا۔ اب اس کے سامنے ایک دروازہ آ گیا۔

دروازے کے باہر دو سپاہی تلوار لٹکائے پتھر کے بنچ پر نیم دراز تھے اور ناشپاتیاں کھاتے ہوئے بڑے مزے سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

یہ چنگیزی سپاہی تھے۔ ان کی شکلوں سے سنگدلی اور ظلم ٹپک رہا تھا۔ انہیں دیکھ کر صاف پتا چل رہا تھا کہ اس ایک ایک سپاہی نے کم از کم سو سو بے گناہ انسانوں کو ہلاک کیا

ہے۔

سانپ رینگتا ہوا ان کے پہلو میں آ کر دیوار کے پتھروں میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ وہ ان کی باتیں سننے لگا۔

پہلا سپاہی بولا۔

''یار! میں نے شاہی محل کی لوٹ مار میں ایک ایسا ہیرا لوٹا ہے جس کی قیمت ایک گھوڑے کے بوجھ کے برابر سونا ہے''۔

دوسرے کہنے لگا۔

''پھر تو تم بڑے امیر بن جاؤ گے واپس جا کر''۔

پہلا بولا۔

''ارے بھائی! جب واپس وطن جانا ملے گا تو امیر بنوں گا۔ ابھی تو اس کال کوٹھڑی میں پڑا تمہارے ساتھ پہرہ دے رہا ہوں''۔

دوسرے نے کہا

''ہاں یار! اس کم بخت خلیفہ نے تو ہمارا ابھی اب ناک میں دم کر دیا ہے۔ پھر سنا ہے کہ اسے دو ایک دن میں پھانسی چڑھا دیا جائے گا''۔

پہلے نے کہا۔

''اس کم بخت کو پھانسی ملے تو ہماری جان بھی چھوٹے''۔

سانپ کے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں تھا کہ خلیفہ اس کے دروازے کے اندر قید تھا۔

اس کے بچے اور شاہی خاندان کے دوسرے لوگ کہاں تھے؟ یہ سانپ کو ابھی معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ یہ سب کچھ اسے خلیفہ سے ملنے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

اب وہ کسی طرح سے اندر جا کر خلیفہ سے ملاقات کرنا

چاہتا تھا۔ سانپ نے دیکھا کہ اوپر دیوار میں چھت کے پاس ایک گول سوراخ ہے۔ جس کے منہ پر لوہے کا جنگلہ چڑھا ہوا ہے۔

یہ سوراخ شاید اندر ہوا کے لیے رکھا ہوا تھا۔ اندر جانے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی راستہ نہ تھا۔

ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا اس دیوار والے سوراخ میں سے گزر کر دوسری جانب کمرے میں آ گیا۔ یہ کمرہ ایک گم سم اندھیری، کالی دیواروں والی کوٹھڑی تھی جس کے فرش پر گھاس بچھی ہوئی تھی۔

ایک طرف پتھر کی چوکی رکھی تھی۔ سانپ نے دیکھا کہ اس چوکی پر ایک مٹی کا دیا روشن تھا۔

اس دیئے کی کمزور سی روشنی میں قریب ہی گھاس پھوس پر

ایک سفید بالوں اور چوڑے چہرے والا انسان پرانے سے کپڑوں میں لپٹا لیٹا ہوا تھا۔

ضرور یہی خلیفہ بغداد تھا جس کو اٹیلا نے قید کر رکھا تھا۔ ناگ رینگتا ہوا نیچے آ گیا۔ وقت بڑا قیمتی تھا۔ خلیفہ اس وقت بالکل اکیلا تھا۔

ناگ نے فرش پر گھاس پھوس میں اترتے ہی ایک زور سے پھنکار ماری اور انسان کی شکل میں آ گیا۔ خلیفہ نے اپنے پیچھے پھنکار کی آواز سنی تو اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

پیچھے ناگ گھاس پر بیٹھا تھا۔ خلیفہ حیران رہ گیا کہ یہ نوجوان وہاں کہاں سے آ گیا؟ مگر خلیفہ آخر بادشاہ تھا۔ وہ ذرا نہ گھبرایا۔

سمجھ گیا کہ شاید کسی پرانے بادشاہ کی روح اس سے ملنے

آئی ہے۔ اور یا پھر ہو سکتا ہے کہ یہ کوئی بھوت پریت ہو۔ خلیفہ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم کون ہو اور یہاں کس طرح سے آ گئے ہو۔ کیا تم کوئی بھوت ہو؟ یا پھر تم کسی کی روح ہو؟ تم جو کچھ بھی ہو۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اٹیلا کے سپاہی تمہیں بھی میرے ساتھ زندہ نہ چھوڑیں گے"۔

ناگ اٹھ کر خلیفہ کے پاس آ گیا۔ اس نے کہا۔

اے بادشاہ! نہ تو میں کسی کی روح ہوں اور نہ میں کوئی بھوت پریت ہوں، ہاں مجھ میں اتنی طاقت ضرور خدا نے دی ہوئی ہے کہ میں جو شکل چاہوں بدل سکتا ہوں۔ لیکن یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے۔

میں اس وقت تمہاری اور تمہارے خاندان کی جان

بچانے والوں کی طرف سے آیا ہوں۔

خلیفہ نے پوچھا۔

"تو لوگ میری اور میرے خاندان کی جانیں کیسے بچا سکو گے؟ یہاں تو قدم قدم پر سخت پہرہ ہے۔ سپاہی ننگی تلواریں لیے پھر رہے ہیں"۔

ناگ بولا۔

یہ کام آپ ہم پر چھوڑ دیں۔ آپ مجھے صرف یہ بتائیں کہ آپ کے خاندان کو کہاں قید رکھا ہوا ہے۔ اور سارے لوگ کتنے ہیں؟"۔

خلیفہ نے کہا۔

"میری بیگم اور بچے اور شہزادیاں۔ سب ملا کر بیس انسان ہیں۔ جو اٹیلا کی قید میں ہیں۔ لیکن مجھے صرف اتنا ہی

معلوم ہے کہ اس تہہ خانے میں کسی جگہ ان لوگوں کو قید رکھا گیا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"میں ابھی پتا کر کے آتا ہوں"۔

یہ کہہ کر ناگ نے دوبارہ سانپ کا روپ بدل لیا اور دیوار کے سوراخ میں سے باہر راہداری میں آ گیا۔

سپاہی بیٹھے آپس میں اسی طرح ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

سانپ وہاں سے ہو کر آگے چلا گیا۔ یہ راہداری آگے جا کر ایک طرف کو گھوم گئی تھی۔

سانپ بھی دیوار پر رینگتا ہوا ادھر کو گھوم گیا۔ وہ پھر ایک دروازہ پر آ گیا۔ اس دروازے کے باہر بھی دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ دیوار کے ساتھ چمٹا ان کی باتیں سننے لگا۔ وہ لوٹ مار کے مال کی باتیں کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ان لوگوں نے بہت سا مال اسباب لوٹا ہوا ہے۔

ان کی باتوں سے سانپ کو یہ پتا نہ چل سکا کہ شاہی خاندان کے باقی لوگ کہاں پر قید ہیں۔

سانپ نے دیکھا کہ اس دروازے کے اوپر بھی ایک گول سوراخ تھا۔ جس کے منہ پر لوہے کا جنگلہ چڑھا ہوا تھا۔

وہ رینگتا ہوا گول سوراخ میں سے دوسری طرف آ گیا۔

یہ کمرہ کافی کھلا تھا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ شاہی خاندان کی عورتیں اور بچے بے بسی کی حالت میں ایک طرف پڑے تھے۔

شہزادیوں کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ ان کے چہرے

اداس تھے۔ ملکہ بھی اسی کمرے میں تھیں۔ بچے زمین لیٹے سسکیاں بھر رہے تھے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سانپ کا دل بھر آیا۔

نیچے اتر کر ان لوگوں سے بات کرنا بیکار تھا، کیونکہ عورتیں ایک سانپ کو باتیں کرتا دیکھ کر، سانپ کو انسان کے روپ میں بدلتا دیکھ کر ضرور خوف کے مارے چیخ پڑتیں۔

اس لیے سانپ اوپر ہی اوپر سے سوراخ میں سے باہر نکل کر راہداری میں آ گیا۔ یہاں سے رینگتا ہوا وہ واپس خلیفہ بغداد کی کوٹھڑی میں آتے ہی پھر سے انسان کی شکل میں بدل گیا۔

اس نے بادشاہ سے کہا۔

’’میں آپ کے خاندان والوں کو دیکھ آیا ہوں۔ وہ یہاں

سے آگے ایک کوٹھڑی میں قید ہیں‘‘۔

بادشاہ نے پوچھا۔

’’تمہارے ساتھ اور کون کون سے لوگ ہیں؟‘‘۔

ناگ نے بادشاہ کو درویش اور دوسرے عرب ساتھیوں کے بارے میں بتایا جو اپنی جانوں پر کھیل کر بادشاہ اور اس کے گھر بار کو بچانے کا عزم کیے ہوئے تھے۔

بادشاہ کے چہرے پر سن کر خوشی کی لہر آ گئی۔ پھر یہ لہر مرجھا گئی اور اداس ہو کر بولا۔

’’میرے بچے! یہاں سے ہم سب لوگوں کو نکل جانا بڑی مشکل بات ہوگی۔ اٹیلا کے سپاہی بڑے ہوشیار ہیں۔ یہاں کوئی پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔ پھر تم لوگ ہم سب کو یہاں سے کیسے نکال کر باہر لے جا سکو گے؟‘‘۔

ناگ نے کہا۔

"اے بادشاہ! یہ ہم واپس خانقاہ میں جا کر سوچیں گے کہ آپ لوگوں کو یہاں سے کیسے نکالا جائے۔ یہ کام ہمیں کل رات کے وقت کرنا ہوگا، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ اٹیلا آپ لوگوں کو دو ایک دن میں پھانسی دینے کے بارے میں فیصلہ کر چکا ہے"۔

بادشاہ نے سانس بھر کر کہا۔

"اٹیلا نے میری سلطنت کو تباہ کر دیا۔ اب وہ شاہی خاندان کے لوگوں کو بھی ختم کرنا چاہتا ہے، لیکن میرا خدا میری ضرور مدد کرے گا۔ وہ ہر شے سے بڑا اور طاقت والا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"بادشاہ سلامت! اب میں جا رہا ہوں۔ آپ کل رات

یہاں بالکل تیار رہیں اور اگر ہو سکے تو کسی کے ہاتھ شاہی خاندان والوں کو بھی یہ پیغام پہنچا دیں"۔

بادشاہ بولا۔

"میرے بچے! میں کسی کے ہاتھ بھی پیغام نہیں بھجوا سکتا۔ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو وہاں جا کر انہیں خبردار کر دو"۔

ناگ نے کہا۔

"اگر میں ان کے پاس گیا تو وہ ڈر جائیں گے"۔

بادشاہ نے کہا۔

"تم اگر ایسا نہیں کر سکتے تو کوئی بات نہیں۔ انہیں اسی وقت خبر کریں گے۔ جب انہیں یہاں سے فرار ہونا ہوگا"۔

ناگ نے بادشاہ سے اجازت لی اور سانپ کی شکل اختیار کر کے دیوار کے سوراخ میں سے رینگتا ہوا باہر نکل گیا۔

سپاہیوں کے قریب سے رینگ کر وہ راہداری کی دیوار سے ہوتا سیڑھیوں میں آ گیا۔

سیڑھیاں چڑھ کر وہ دروازے میں سے نکل کر وہ اوپر چھت پر آ گیا۔

چھت پر اتفاق سے ایک سپاہی کہیں سے آ کر پہرہ دینے لگا تھا۔ اس نے جو ایک سیاہ رنگ کے سانپ کو دیکھا تو تلوار لے کر اس کی طرف بڑھا۔

سانپ تیزی سے چھت پر بھاگتا ہوا مینار کی طرف گیا۔ سپاہی اس کے سر پر پہنچ گیا اور تلوار لہرا کر وار کر دیا۔ اگر سانپ دوسری طرف نہ پلٹ جاتا تو اس کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔

سانپ نے سوچا کہ شاید سپاہی اس کا پیچھا چھوڑ دے گا

مگر وہ کوئی بڑا ہی ضدی سپاہی تھا۔ دوبارہ تلوار لے کر سانپ کی طرف بڑھا اور اس پر پھر سے تابڑ توڑ حملے شروع کر دیئے۔

سانپ گھبرا گیا۔ اسے اپنی موت سامنے نظر آنے لگی تھی۔ وہ کبھی ادھر جاتا کبھی ادھر بھاگ جاتا۔ سپاہی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔ اور تلوار چلا رہا تھا۔

ایک بار تو تلوار بالکل سانپ کے دم کے اوپر پڑتے پڑتے رہ گئی۔ ناگ نے سوچا کہ یہ بدبخت اس کا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔

چھت پر چکر لگاتے لگاتے اور سپاہی کے آگے آگے بھاگتے وہ تھک گیا تھا۔ اس نے اب کیا کیا کہ آگے بڑھ کر ایک دم سے پلٹا اور پھنکار مار کر سپاہی کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

سپاہی بڑا بہادر اور دلیر تھا اس نے اپنی پنڈلی پر تلوار مار
زخم کردیا تا کہ زہروالا خون باہر نکل جائے۔

سانپ اتنی دیر میں بھاگ کر چھت کی ایک برجی پر چڑھ
گیا تھا۔

اوپر چڑھ کر اس نے ایک دم سے دوبارہ فاختہ کی شکل
اختیار کرلی اور جھک کر نیچے دیکھا۔

سپاہی زخم پر پٹی باندھ رہا تھا مگر اسے کیا خبر تھی کہ جس
سانپ نے اسے کاٹا ہے، وہ کوئی معمولی سانپ نہیں ہے بلکہ
ایک شیش ناگ ہے۔

جس کا زہر بڑا ہی خطرناک ہے۔ سانپ کے زہر نے اپنا
کام کرنا شروع کردیا تھا۔

سپاہی کا سارا بدن کانپنے لگا تھا۔ اس کا چہرہ نیلا ہونے

لگا۔

ہاتھ پاؤں سن ہو گئے۔ وہ بیٹھے بیٹھے چھت پر گر پڑا اور
مر گیا۔

ناگ فاختہ کی شکل میں اڑتا ہوا واپس پرانی خانقاہ میں پہنچ
گیا۔

یہاں اتر کر اس نے پھر سے انسان کی شکل بدلی اور
خانقاہ کے اندر آ گیا۔ عنبر ماریا اور دوسرے عرب اس کا انتظار
کر رہے تھے۔

اس نے آتے ہی انہیں بتا دیا کہ خلیفہ بغداد اور اس کے
شاہی خاندان کے لوگ تہہ خانے میں قید ہیں۔ اس نے
انہیں بادشاہ سے ملاقات کا حال بھی سنا دیا۔

اس کے بعد وہاں کھانا تقسیم کیا گیا اور ماریا کے لیے

عنبر نے الگ کھانا رکھ کر اسے کوٹھڑی میں پہنچا دیا۔

اگلے روز انہوں نے بادشاہ کو چھڑانے کے بارے میں غور کرنا شروع کر دیا۔

آدھی رات کو حملہ

انہوں نے آدھی رات کو حملہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

حملے میں عنبر سب سے آگے تھا۔ عنبر نے اپنے ساتھ ماریا کو بھی رکھنے کا فیصلہ کیا لیکن اس نے اپنا فیصلہ درویش اور عرب ساتھیوں کو نہ بتایا۔

کیونکہ انہیں ماریا کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اور عنبر چاہتا بھی نہیں تھا کہ انہیں ماریا کے متعلق کچھ بتایا جائے۔

www.urdurasala.com

درویش نے کہا۔

’’عنبر! کیا تم اکیلے ہمارے بادشاہ اور اس کے خاندان والوں کو محل سے بچا کر لاسکو گے؟‘‘۔

عنبر بولا۔

محل میں، میں اکیلا نہیں جاؤں گا۔ محل میں تم بھی میرے ساتھ جاؤ گے مگر تم محل کے دروازے پر کھڑے رہو گے۔ بالکل تیار۔ گھوڑوں کو بالکل تیار رکھنا ہوگا۔

میرا کام اندر جا کر بادشاہ اور اس کے بچوں کو وہاں سے نکالنا ہوگا۔

عرب بولا۔

’’میرا خیال ہے تم اکیلے نہ جاؤ۔ اپنے ساتھ ناگ کو بھی لیتے جاؤ‘‘۔

جب ناگ نے بھی عنبر کو مجبور کیا تو وہ ناگ کو ساتھ لے جانے پر تیار ہوگیا۔

ماریا کو اس نے پہلے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اب وہ پرانی خانقاہ میں بیٹھے آدمی رات کا انتظار کرنے لگے۔

درویش نے اپنے عرب ساتھیوں کے لیے گھوڑے منگوا لیے تھے۔ جب رات آدھی ہوگئی تو یہ لوگ پرانی خانقاہ سے محل کی طرف روانہ ہوگئے۔

انہوں نے سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے تاکہ اندھیرے میں کوئی انہیں آسانی سے نہ دیکھ سکے۔ وہ محل کے پچھواڑے والے باغ میں پہنچ کر کھجوروں کے ایک جھنڈ کے نیچے رک گئے۔ انہوں نے گھوڑوں کو درختوں سے باندھ لیا۔

درویش نے کہا۔

''عنبر بھائی، میں ایک بار پھر تمہیں کہوں گا کہ اپنے
ساتھ ہم میں سے دو چار آدمیوں کو ضرور لیتے جاؤ، کیونکہ تم
اکیلے شاید اتنا بڑا کام نہ کر سکو''۔

عنبر نے کہا۔

''نہیں بھائی! تم میرے بارے میں فکر نہ کرو۔ میں اکیلا
ہی یہ کام کرلوں گا اور پھر ناگ بھی تو میرے ساتھ ہے''۔

جانے سے پہلے عنبر نے کہا۔

''تم ہر طرح سے ہوشیار رہنا۔ تمہارا کام یہ ہوگا کہ محل کی
پچھلی دیوار کے پیچھے چھپ کر ہمارا انتظار کرو۔ ہم رسوں کی
مدد سے اوپر والی دیوار سے نیچے اتریں گے''۔

درویش بولا۔

''ہم تیار رہیں گے۔ فکر نہ کرو''۔

عنبر نے ناگ اور ماریا کو ساتھ لیا اور شاہی محل کی دیوار
کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ ایک اونچے سے ریت
کے ٹیلے پر آ گئے۔

یہاں سے محل کی دیوار اتنی اونچی نہیں تھی۔ اوپر دیوار کے
کنگرے بنے ہوئے تھے۔

عنبر نے ناگ کو اشارہ کیا۔

ناگ نے سانس اوپر کو کھینچا اور سانپ کی شکل میں تبدیل
ہو گیا۔ سانپ کی شکل میں تبدیل ہوتے ہی ناگ نے رسی کا
سرا منہ میں پکڑا اور اسے لے کر محل کی دیوار پر چڑھنی شروع
کر دی۔

دیوار کے اوپر جا کر اس نے رسی کو دیوار کے کنگرے کے
گرد تین چار بار گھوم کر لپیٹ لیا۔

نیچے سے عنبر نے رسی کو کھینچا تو وہ اوپر مضبوطی سے بندھ گئی تھی۔ عنبر نے سیٹی مار کر ناگ کو اشارہ دیا کہ ہم اوپر آرہے ہیں۔

سب سے پہلے اس نے ماریا کو اوپر چڑھنے کے لیے کہا۔ ماریا نے رسی کو پکڑا اور آہستہ سے اوپر چڑھنے لگی۔ ماریا اوپر پہنچ گئی تو عنبر بھی رسی کے سہارے لٹکتا ہوا اوپر چڑھ گیا۔

ناگ اور عنبر نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔ ماریا کے لیے سیاہ لباس کی ضرورت نہیں تھی۔

کیونکہ وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب وہ تینوں شاہی محل کی چھت پر تھے۔ سانپ آگے آگے رینگتا ہوا عنبر اور ماریا کو تہہ خانے کا راستہ دکھاتے لگا۔

سانپ چھت پر رینگتا اوپر ایک دروازے میں سے گزر

کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ یہ سیڑھیاں نیچے شاہی محل کی دوسری منزل کے دالان میں چلی جاتی تھیں۔

جب وہ سیڑھیوں کے نچلے دروازے پر آئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ ماریا نے عنبر کے کندھے کو آہستہ سے دبا کر خبردار کیا۔

عنبر نے سانپ کے کان میں کہا۔

''اس سپاہی کو ٹھکانے لگانا ہوگا ناگ بھائی''۔

سانپ یہ سن کر سپاہی کی طرف بڑھا۔ رات کا اندھیرا ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔

پہرہ دینے والے سپاہی کو اندھیرے میں کچھ دکھائی نہ دیا کہ ایک سیاہ سانپ اس کی طرف بڑھ رہا ہے۔ وہ بڑے آرام سے کھڑا تلوار اٹھائے پہرہ دیتا رہا۔

سانپ اس کے پاؤں کے قریب آ گیا۔ پھر وہ دیوار پر رینگتا ہوا اس جگہ آ گیا جہاں سے وہ پہریدار کی گرن کے پاس پہنچ گیا تھا۔

سانپ سپاہی کو ڈسنا نہیں چاہتا تھا، کیونکہ ایسا کرنے سے خطرہ تھا کہ وہ چیخ نہ مار دے۔ سانپ چپکے سے آگے بڑھا اور اس نے سپاہی کی گردن پر چھلانگ لگا کر اس کی گردن کے گرد کنڈلی ماردی۔

سانپ نے اپنے کنڈل سپاہی کے گرد اس زور سے کس دیے کہ سپاہی کا دم گھٹنے لگا۔

اس کی آواز تک نہ نکلی اور وہ اپنی گرن کو دونوں ہاتھوں سے تھامے زمین پر گرتے ہی دم توڑ گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ محل کی دوسری منزل کے دالان میں آ گئے۔

اب سامنے والی سیڑھیوں تک میدان صاف تھا۔ پھر بھی رات کو پہرہ دینے والے سپاہی کبھی کبھی سامنے سے باتیں کرتے گزر جاتے تھے۔

عنبر اور ماریا نے مل کر سپاہی کی لاش کو سیڑھیوں میں اندر کی طرف کھینچ لیا تاکہ پہرے پر گشت کرنے والے سپاہیوں کو شک نہ پڑ جائے اور سارے کیے پر پانی نہ پھر جائے۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"تم ایسا کرو کہ یہاں سے نکل کر کسی طرح بادشاہ کے پاس پہنچو اور اسے جا کر خبر دار کرو کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔ ہم اس کی مدد کو پہنچ رہے ہیں"۔

عنبر کا اشارہ پا کر سانپ دالان کے فرش پر رینگتا ہوا سامنے والے دروازے کی طرف چل دیا۔

جہاں سیڑھیوں پر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ سانپ ان کے اوپر دیوار پر سے ہو کر بڑی آسانی سے گزر گیا۔ وہ سیڑھیوں پر سے ہوتا نیچے تہہ خانے والی راہداری میں آ گیا۔ یہاں سے وہ سارے راستے کو جانتا تھا۔ وہ اس تہہ خانے کے پاس آ گیا۔

جہاں بادشاہ بغداد قید تھا۔ یہاں بھی دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ سانپ دیوار پر رینگتا ہوا قید خانے کی دیوار والے سوراخ میں سے اندر آ گیا۔

کوٹھڑی میں آ کر اس نے زمین پر اترتے ہی دوبارہ انسان کی شکل تبدیل کر لی۔

خلیفہ بغداد نے اسے دیکھا تو تعجب سے کہا۔

''ناگ! تم پھر آ گئے میرے برخوردار! کیا تمہیں اپنی

جان پیاری نہیں ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''بادشاہ سلامت یہ وقت ایسی باتوں کا نہیں ہے۔ ہم لوگ آپ کو بچانے کے لیے آئے ہیں''۔

''ہم لوگ کون؟''۔ بادشاہ نے تعجب سے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

''میں اور میرے عرب ساتھی اور درویش''۔

''کہاں ہے یہ سب؟''۔

''آپ اس کی فکر نہ کریں۔ میں آپ کو صرف یہ خبر دینے آیا ہوں کہ آپ ہوشیار رہیں۔ اور جس وقت ہم آپ کے پاس پہنچیں، آپ فوراً ہی ہمارے ساتھ چل پڑیں''۔

''کیا اپنے بال بچوں کے بغیر ہی؟''

ناگ نے کہا۔

''ان کو ہم خود اپنے ساتھ لائیں گے۔ آپ کا کام فوراً ہمارے ساتھ یہاں سے بھاگ نکلنا ہے۔ اب میں جا رہا ہوں۔ ہم تھوڑی ہی دیر میں پھر واپس آئیں گے''۔

یہ کہہ کر ناگ نے دوبارہ سانپ کی شکل بدلی اور دیوار کے سوراخ میں سے گزر کر باہر نکل گیا۔

اندھیری راہداری میں سے ہوتا وہ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ اب وہ دالان کے فرش پر سے گزرتا عنبر اور ماریا کے پاس آ گیا۔

اس نے عنبر اور ماریا کو بتایا کہ وہ بادشاہ کو ہوشیار کر آیا ہے۔

عنبر نے کہا۔

''شاباش اب ہمیں ان کے سامنے والے دونوں پہریداروں کو بھی ٹھکانے لگانا ہے، یہ بھی ہمارے راستے کے پتھر ہیں''۔

سانپ نے کہا۔

''میں ابھی جا کر انہیں بھی ٹھکانے لگاتا ہوں''۔

ماریا نے کہا۔

''میں بھی تمہارے ساتھ جاؤں گی''۔

ماریا کے ہاتھ میں رسی تھی۔ سانپ اور ماریا دالان میں سے گزر کر پہرے دار سپاہیوں کے پاس آ گئے۔ دونوں سپاہی بڑے آرام سے ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے تھے۔ کسی وقت وہ آپس میں ایک آدھ بات کر لیتے تھے۔ ماریا ایک سپاہی کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گئی۔

سانپ دوسرے سپاہی کے پاس ہی دیوار پر رینگتا ہوا آ گیا۔

ماریا نے ہلکی سی سیٹی بجائی۔ یہ اشارہ تھا حملہ کرنے کا۔
سپاہی نے اوپر دیکھا کہ یہ سیٹی کی آواز کہاں سے آئی؟

اس نے اپنے ساتھی سے بھی پوچھا۔

"تم نے ابھی سیٹی کی آواز نہیں سنی؟"۔

"نہیں تو۔ میں نے تو نہیں سنی"۔

اتنے میں سانپ اور ماریا نے ایک ساتھ دونوں سپاہیوں پر حملہ بول دیا۔

ماریا نے ایک سپاہی کی گردن میں رسی ڈال کر اتنے زور سے بل دیے کہ وہ گردن کو پکڑے، بغیر آواز نکالے زمین پر گر پڑا۔

دوسری طرف سانپ نے بھی چھلانگ لگا کر دوسرے سپاہی کی گردن کے گرد کنڈلی ڈال کر اسے گلے سے دبانا شروع کر دیا۔

دوسرا سپاہی بھی بغیر آواز نکالے زمین پر گر پڑا۔

دونوں سپاہیوں کو گرتے دیکھ کر عنبر لپک کر وہاں آ گیا۔
ماریا نے کہا۔

"یہ دونوں سپاہی بے ہوش ہیں۔ یہ مرے نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ ہوش میں آ جائیں۔ اس لیے بہتر ہے کہ ان لوگوں کے ہاتھ پاؤں اور منہ باندھ دیے جائیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

عنبر اور ماریا نے مل کر دونوں سپاہیوں کے ہاتھ پاؤں رسی سے باندھ کر ان کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تاکہ وہ آواز

نہ نکال سکیں۔

پھر انہوں نے بے ہوش سپاہیوں کو اٹھا کر دروازے کے پیچھے گرا دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عنبر نے ناگ سے کہا۔

''اب ہمیں کس طرف چلنا ہوگا ناگ بھائی؟''۔

سانپ نے نیچے آنے کا اشارہ کیا۔ سانپ آگے آگے سیڑھیاں اترنے لگا۔

عنبر اور ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ سیڑھیاں اتر کر وہ ایک غلام گردش میں آ گئے، جہاں ایک طرف شمع جل رہی تھی۔

سانپ آگے آگے رینگ رہا تھا۔ غلام گردش دور تک روشن تھی۔ سانپ آگے آگے رینگ رہا تھا۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ کر چل رہا تھا کہ کوئی اسے دیکھ نہ لے۔ کیونکہ سانپ

نے اسے کہہ دیا تھا کہ آگے بڑا سخت پہرہ ہے۔

''اب ہم منزل کے قریب ہیں۔ ہوشیار رہنا۔ تہہ خانے کی کوٹھڑی کا دروازہ موڑ مڑتے ہی آ جائے گا۔ اس کوٹھڑی میں بادشاہ قید ہے''۔

''سمجھ گیا''۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

غلام گردش کا موڑ مڑتے ہی سامنے قید کا دروازہ نظر آیا۔ اس دروازے کے باہر بھی دو ہٹے کٹے سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

یہاں عنبر ایک طرف ہو کر چھپ گیا۔ اس نے سرگوشی میں ماریا سے کہا۔

ماریا! سانپ کو لے کر آگے بڑھو۔ اب پھر تم دونوں کا

کام شروع ہوتا ہے۔ جلدی کرو دیر نہ لگاؤ۔ رات گزر رہی ہے۔

اشارہ پاتے ہیں ماریا اور سانپ کوٹھڑی کے باہر پہرہ دینے والے سپاہیوں کی طرف چل پڑے۔ یہ سپاہی بڑے ہٹے اور پہلوان قسم کے سپاہی تھے۔

سانپ نے سرگوشی میں ماریا سے کہا۔

''ماریا! ہوسکتا ہے یہ موٹے سپاہی گلا دبانے سے مرنے یا بے ہوش ہونے کی بجائے شور مچا دیں''۔

ناگ نے کہا۔

میرا تو خیال ہے کہ ان میں سے ایک کو میں ڈس دیتا ہوں اور دوسرے کو تم ہلاک کردو۔

اس کے سوا کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم

نے ایسا نہ کیا تو ہوسکتا ہے، یہ لوگ شور مچا دیں اور دوسری طرف جو سپاہی شاہی خاندان پر پہرہ دے رہے ہیں وہ بھاگ کر یہاں آجائیں اور ہمارا بھانڈا پھوٹ جائے۔

ماریا نے کہا۔

''ایسا ہی کرتے ہیں۔ چلو آگے چلو۔ یہ سپاہی بڑے ظالم ہیں۔ انہوں نے نہ جانے کتنے بے گناہ انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے ہیں''۔

ماریا اور سانپ آگے بڑھے۔

دونوں سپاہی چاندی کے سکوں سے کھیل رہے تھے۔

ماریا اور سانپ ان کے قریب جا کر رک گئے۔ سپاہیوں کو کوئی خبر نہیں تھی۔ کہ ان کی موت ان کے پاس کھڑی ہے۔ وہ آپس میں ہنسی مذاق بھی کر رہے تھے اور سکوں سے کھیل بھی

رہے تھے۔

سانپ دیوار پر چپکے سے رینگتا ہوا اس جگہ آ گیا۔ جہاں سے وہ بڑی آسانی کے ساتھ ایک سپاہی کی گردن پر اپنے زہریلے دانت چبھو سکتا تھا۔

دوسری طرف ماریا نے بھی فرش پر سے ایک بھاری پتھر اٹھا لیا تھا۔ ماریا نے سانپ کے سر پر ہاتھ لگا کر اسے ایک ساتھ حملہ کرنے کا اشارہ کیا۔

دونوں حرکت میں آ گئے۔ ادھر سانپ نے لپک کر موٹے سپاہی کی پھولی ہوئی گردن پر زور سے ڈس دیا۔ دوسری طرف ماریا نے دوسرے سپاہی کی گردن پر اس زور سے پتھر مارا کہ وہ بغیر آواز نکالے چکرا کر فرش پر گر پڑا۔

سانپ کے زہر نے سپاہی کی گردن کو پھندے کی طرح

جکڑ لیا تھا۔ اس کا جسم اکڑنا شروع ہو گیا۔ گلا خشک ہو گیا۔ اور وہ فرش پر دھڑام سے گر پڑا۔ دوسرے سپاہی کا بھی یہی حشر ہوا۔

دونوں مر چکے تھے۔ سانپ نے ماریا کو اشارہ کیا۔ ماریا نے ایک سپاہی کی کمر کے ساتھ لٹکی ہوئی چابیوں کو نکالا اور قید خانے کا تالہ کھول دیا۔ اتنی دیر میں عنبر بھی بھاگ کر وہاں آ گیا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"ان مرے ہوئے سپاہیوں کو دیوار کے ساتھ اس طرح کھڑے کر دو کہ یہی معلوم ہو کہ یہ مرے نہیں ہیں، بلکہ پہرہ دے رہے ہیں"۔

اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ دونوں مردہ سپاہیوں کو دیوار

کے ساتھ لگا کر کھڑا کر دیا۔

دور سے دیکھنے پر یہی معلوم ہوتا تھا کہ وہ زندہ ہیں اور پہرہ دے رہے ہیں جبکہ وہ مر چکے تھے۔

سانپ اور بادشاہ

سانپ پھنکار مار کر ناگ کے روپ میں آ گیا۔

ناگ نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ ماریا اور عنبر بھی ناگ کے ساتھ ہی قید خانے کی کوٹھڑی میں داخل ہو گئے۔

بادشاہ پتھر کے تخت پر اداس بیٹھا تھا۔

ناگ نے جاتے ہی عنبر کا تعارف کروا کر کہا۔

"یہ ہمارا ساتھی ہے عنبر۔ بادشاہ سلامت! ہم آپ کو

یہاں سے آزاد کروا کر لے جانے کے لیے آگئے ہیں۔ آپ
ہمارے ساتھ چلیں''۔

کہاں؟''۔

ناگ نے کہا

''شاہی خاندان کی کوٹھڑی میں۔ وہ یہاں سے قریب ہی
قید میں ہیں۔ میں انہیں دیکھ آیا ہوں''۔

بادشاہ کچھ ہچکچایا اور کہنے لگا۔

''تم لوگ بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہو میرے
بچو!''۔

عنبر نے کہا۔

بادشاہ سلامت! یہ وقت ایسی باتیں سوچنے کا نہیں ہے۔
ہم نے سارا انتظام کرلیا ہے۔

آپ دیر نہ کریں۔ وقت بڑا قیمتی ہے۔ اگر زیادہ دیر
ہوگئی تو ہم ہار جائیں گے۔

ناگ نے کہا۔

''اٹھیے بادشاہ سلامت! جلدی کریں''۔

بادشاہ اٹھ کر عنبر اور ناگ کے ساتھ چل پڑا۔ ماریا بھی
ان کے ساتھ ہی تھی۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

''ماریا! تم ناگ کے ساتھ دوسرے قید خانے کے
دروازے پر جا کر پہرے داروں کی خبر لو۔ ہم تمہارے ساتھ
ہی آرہے ہیں''۔

بادشاہ نے حیران ہو کر عنبر سے کہا۔

''تم کس سے بات کر رہے ہو؟''۔

عنبر بولا۔

"یہ سب کچھ آپ کو بعد میں بتا دیا جائے گا۔ خدا کے لیے ابھی ہم سے کچھ نہ پوچھیں۔ کوئی سوال نہ کریں۔ بس چپ چاپ ہمارے ساتھ چلتے چلے جائیں"۔

ناگ نے اسی وقت سانپ کی جون بدلی اور ماریا کو ساتھ لے کر راہداری میں سے گزرتا دوسرے قید خانے کے دروازے پر آ گیا۔

عنبر نے بھی تلوار کھینچ لی اور ان کے ساتھ ساتھ چل پڑا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اگر پہرے دار سپاہیوں نے شور مچایا تو یہاں ان کی آواز کوئی نہ سن سکے گا۔ سارے کے سارے سپاہی یا بے ہوش تھے اور یا مر چکے تھے۔

جہاں شاہی خاندان قید تھا۔ اس کے دروازے پر چار

سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر بادشاہ کو لے کر پیچھے رک گیا۔

دونوں ایک طرف ہو گئے۔ سانپ اور ماریا آگے نکل کر سپاہیوں کے سر پر جا پہنچے۔ سپاہی ہنسی مذاق میں لگے ہوئے تھے۔ سانپ نے جاتے ہی ایک سپاہی کو کاٹ کھایا۔ اس سپاہی نے چیخ مار کر کہا۔

"سانپ! سانپ!"

تینوں سپاہی اس کی طرف لپکے۔ سانپ نے دوسرے سپاہی کو بھی ڈس دیا۔ بس اس کے بعد ناگ نہیں ڈس سکتا تھا۔ اس کا زہر ختم ہو گیا تھا۔

دونوں سپاہی سانپ کے خطرناک زہر کے اثر سے گر پڑے۔ باقی دو سپاہی سانپ کی طرف تلواریں نکال کر لپکے۔

سانپ تیزی سے دیوار کے اوپر چڑھ گیا۔ ماریا نے تلوار لے کر ایک سپاہی کی گردن پر وار کیا۔

سپاہی کی گردن بہت سخت زخمی ہوگئی۔ ادھر سے عنبر بھی تلوار لے کر باہر نکل آیا۔ چوتھے سپاہی کا عنبر سے مقابلہ شروع ہوگیا۔

مگر وہ عنبر سے مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ عنبر پر اس کے کسی بھی وار کا اثر نہیں ہو رہا تھا۔ دوسرے ماریا بھی تلوار لیے عنبر کی مدد کے لیے تیار کھڑی تھی۔ چنانچہ بہت جلد چوتھے سپاہی کی لاش بھی زمین پر خون میں لت پت ہو کر گر پڑی۔

دو سپاہی سانپ کے زہر سے ہلاک ہوگئے۔ ایک سپاہی ماریا کی تلوار کے وار سے شدید زخمی ہو کر دم توڑ گیا۔ اور

چوتھے سپاہی کا عنبر کی تلوار نے کام تمام کر دیا۔

عنبر نے کہا۔

"جلدی سے دروازہ توڑ دو"۔

انہوں نے تلواروں کے دستے مار مار کر دروازے کا تالا توڑ دیا۔

سانپ نے ناگ کی انسانی شکل تبدیل کر لی تھی۔ تاکہ شاہی خاندان کی عورتیں اور بچے اسے سانپ کی شکل میں دیکھ کر ڈر نہ جائیں۔

عنبر نے بادشاہ سلامت کو ساتھ لیا اور دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوگئے۔

شاہی خاندان کے لوگ اندر بری حالت میں تھے۔ ان میں شہزادیاں بھی تھیں۔ بادشاہ کی ملکہ بھی تھی اور بچے بھی

تھے۔

انہوں نے جب بادشاہ کو دیکھا تو خوشی سے لپٹ گئے۔

ملکہ نے کہا۔

''آپ یہاں کیسے آ گئے؟''۔

بادشاہ نے کہا۔

''ملکہ! یہ لوگ ہمارے وفادار ہیں۔ یہ ہمیں یہاں سے بچا کر لے جانے آئیں ہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''ملکہ سلامت! باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ ابھی، اسی وقت ہمارے ساتھ یہاں سے نکل چلیں''۔

عنبر اور ناگ نے شاہی خاندان کو ساتھ لیا اور بڑی تیزی سے یہ انیس بیس شاہی افراد کی ٹولی غلام گردش میں

سپاہیوں کی لاشوں کو چھوڑ کر بھاگتی ہوئی اوپر دوسری منزل کے دالان میں آ گئی۔

یہاں پر بھی سپاہیوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ عنبر شاہی خاندان کو لے کر محل کی چھت پر آ گیا۔ چھت پر دو سپاہی گشت کر رہے تھے۔

بدقسمتی سے جونہی بادشاہ سلامت، ملکہ اور شاہی خاندان کے شہزادے، شہزادیاں چھت پر آئیں، سامنے سے گشت کرتے سپاہی بھی آ گئے۔

انہوں نے جو بادشاہ اور ملکہ اور سارے شاہی خاندان کو بھاگتے دیکھا تو شور مچا دیا اور تلواریں کھینچ کر ان کی طرف لپکے۔

خدا کا شکر ہوا کہ سپاہیوں کے شور مچانے کی آوازیں کسی

نے نہ سنیں، کیونکہ ایک تو وہ محل کی چھت پر تھے۔ دوسرے
رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔

عنبر اور ماریا تلواریں سونت کر دشمن سپاہیوں کی طرف
بڑھے، سخت مقابلہ شروع ہو گیا۔ دونوں سپاہی بوکھلا گئے کہ
مقابلہ وہ ایک شخص عنبر سے کر رہے ہیں۔

لیکن حملے ان پر دو طرف سے ہو رہے ہیں۔ دوسری
طرف سے ماریا حملے کر رہی تھی جس کو سپاہی نہیں دیکھ سکتے
تھے۔ عنبر بڑھ چڑھ کر تلوار چلا رہا تھا۔ دیکھتے دیکھتے دونوں
سپاہی ڈھیر ہو گئے۔

عنبر نے کہا۔

''جلدی کرو۔ رسی نیچے لٹک رہی ہے۔ ایک ایک کر کے
نیچے اترتے چلو۔ دیر نہ کرو۔ وقت بڑا نازک ہے''۔

سب سے پہلے انہوں نے بادشاہ کو نیچے اتارا۔ پھر ملکہ
اور اس کے بعد آہستہ آہستہ سارے شہزادوں اور چھوٹی
شہزادیوں کو نیچے اتار دیا گیا۔

آخر میں ٹاگ ماریا اور عنبر بھی نیچے آ گئے۔ نیچے آتے
ہیں سارے ٹولے نے عنبر کے پیچھے پیچھے بڑی تیزی کے
ساتھ شاہی محل کی دیوار کے ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔

عنبر نے زور سے سیٹی بجائی۔

کھجوروں کے جھنڈ میں بیٹھے عرب مجاہد خبردار ہو گئے۔
وہ ایکدم سے گھوڑے کھول کر بادشاہ کی مدد کو لپکے۔
انہوں نے دیکھا کہ بادشاہ، ملکہ اور شاہی خاندان کے لوگ
اندھیرے میں ان کی طرف بھاگے چلے آ رہے ہیں۔
درویش نے آگے بڑھ کر انہیں گھوڑے پیش کیے۔

"بادشاہ سلامت! آپ لوگ جلدی سے ان گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے ساتھ یہاں سے بھاگ چلیں"۔

سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہو گئے اور گھوڑے سرپٹ بھاگتے ہوئے رات کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔ ریت کے ٹیلوں میں سے نکل کر انہوں نے ریت کا ایک کافی میدان عبور کیا اور پرانی خانقاہ میں داخل ہو گئے۔

شاہی خاندان کے سارے لوگوں کو خانقاہ کی خفیہ کمیں گاہ میں لے جا کر چھپا دیا گیا۔

درویش نے ساتھیوں سے کہا۔

"آپ لوگ جلدی سے یہاں سے نکل کر مغرب کی طرف دریائے دجلہ کے کنارے جا کر بستی میں چھپ جائیں۔ مناسب وقت پر ہم آپ کے ساتھ آن ملیں گے"۔

تمام مجاہد گھوڑوں پر سوار ہو کر وہاں سے چلے گئے۔

ساری رات تیز ہوا چلتی رہی جس نے ریت پر سے گھوڑوں کے پاؤں کے نشان بالکل مٹا دیئے۔ عنبر اور ناگ اور ماریا اپنی کوٹھڑی میں جا کر سو گئے۔

وہ بے حد تھکے ہوئے تھے۔ درویش بھی اپنی کوٹھڑی میں جا کر پڑ گیا۔ بادشاہ اور ملکہ اپنے بال بچوں کے ساتھ خانقاہ کی سب سے خفیہ کوٹھڑی میں بیٹھے خدا کا شکر ادا کر رہے تھے کہ جس نے غیبی مدد بھیج کر ان کے شاہی خاندان کی عزت آبرو اور جان بچالی۔

درویش نے بادشاہ سلامت سے کہا تھا کہ صبح کو بات چیت شروع ہو گی۔ درویش عنبر اور ناگ کے مشورے کے ساتھ بادشاہ اور شاہی خاندان کو دریائے دجلہ پار کروا کر

وہاں سے افریقہ کے کسی ملک میں پہنچا دینا چاہتا تھا۔

رات گزر گئی۔ دن نکل آیا۔

صبح کی روشنی نکلتے ہی محل میں شور مچ گیا کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کے سارے لوگ سپاہیوں اور پہرے داروں کو قتل کر کے شاہی محل سے فرار ہو گئے ہیں۔

یہ خبر اٹیلا تک پہنچی تو وہ غصے سے کانپنے لگا۔ اس نے تلوار کھینچی اور بھاگتا ہوا تہہ خانے میں آیا۔

وہاں دروازے ٹوٹے ہوئے تھے۔ جگہ جگہ پہرے دار یا تو بے ہوش تھے اور یا ان کی لاشیں پڑی تھیں۔

جو سپاہی بے ہوش تھے انہیں اٹلا نے غصے میں تلوار کا وار کر کے ایک ایک کو موت کی نیند سلا دیا۔

اس کے وزیر نے کہا۔

''حضور! اس سے تو یہ پوچھ لیا جاتا کہ انہیں کس نے بے ہوش کیا تھا؟''۔

اٹیلا نے پاؤں زمین پر مار کر کہا۔

''یہ میں خود معلوم کر لوں گا وزیر! اگر تم نے پھر ایسی بات کی تو میں تمہیں بھی ابھی موت کی نیند سلا دوں گا''۔

''جو حضور کی مرضی سرکار''۔

وزیر نے یہ کہہ کر اپنی جان بچائی۔ اٹیلا واپس اپنے محل میں آ گیا۔

اسے یہ اپنی بڑی زبردست شکست معلوم ہو رہی تھی کہ اس کے کڑے پہرے کے باوجود بادشاہ اور شاہی خاندان کے سارے کے سارے لوگ شاہی محل میں سے بھاگ جائیں۔

اس نے غصے میں کہا۔

”ایک دو نہیں۔ سارے کے سارے بھاگ گئے؟“۔

آخر یہ کیسے ہوا؟ یہ کوئی میرے خلاف بڑی زبردست سازش ہوئی ہے۔ وزیر!“

”جی سرکار!“

اس شہر کے مکانوں کا کونہ کونہ چھان مارو۔ اگر کل تک بادشاہ اور شاہی خاندان کے بھاگے ہوئے لوگ نہ ملے تو اس شہر کی رہی سہی آبادی کو بھی قتل کر دیا جائے۔

یہ میرا حکم ہے۔ شہر میں منادی کرا دو، کہ جس کے گھر میں بادشاہ اور ملکہ چھپی ہوئی ہو، وہ ان کو باہر نکال دے۔ نہیں تو پرسوں اس شہر کے بچے بچے کو ذبح کر دیا جائے گا۔

”جو حکم سرکار!“

یہ ایک بڑا ہی ظالمانہ حکم تھا۔ منادی والے نے شہر کے چوک میں جا کر نوبت بجا بجا کر اعلان شروع کر دیا کہ اگر بادشاہ اور ملکہ کو لوگوں نے باہر نہ نکالا تو شہر بغداد کی رہی سہی آبادی کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔

یہ خبر! یہ اعلان شہر والوں پر بجلی بن کر گری۔ ہر کوئی پریشان ہو گیا، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اٹیلا کا حکم اٹل ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ شہر میں لاکھوں لوگوں کا بے دریغ خون بہا چکا تھا۔

یہ خبر جب خانقاہ میں بادشاہ تک پہنچی تو وہ پریشان ہو کر بولا۔

”میرے بچو! میں اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ میری

وجہ سے غریب اور بے گناہ شہریوں کا اور خون بہے''۔

درویش نے کہا۔

ایسا نہیں ہو سکتا بادشاہ سلامت! ہم اپنی جان پر کھیل کر آپ کو موت کے منہ سے بچا کر لائے ہیں۔

ہم ایک بار پھر آپ کو اور آپ کے شاہی خاندان کو خونخوار وحشی اٹیلا کے حوالے نہیں کر سکتے۔

بادشاہ نے کہا۔

اگر تم یہ گوارا نہیں کر سکتے تو میں بھی یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ صرف میری وجہ سے بغداد کے سینکڑوں شہری ایک بار پھر قتل کر دیئے جائیں۔

میں اپنے خاندان کو ذبح کروا دوں گا مگر بے گناہ شہریوں کے خون کے چھینٹے اڑتے نہیں دیکھ سکتا۔

اس پر عنبر اور ناگ بھی پریشان ہو گئے۔ بادشاہ کا کہنا بالکل درست تھا۔

وہ ایک نیک دل بادشاہ تھا۔ وہ ایک رحم دل اور خدا سے محبت کرنے والا، خدا سے ڈرنے والا بادشاہ تھا۔ وہ یہ کیسے گوارا کر سکتا تھا کہ صرف اس کی وجہ سے سارے شہر والوں کو موت کی نیند سلایا جائے مگر دوسری طرف عنبر اور ناگ بھی یہ نہیں چاہتے تھے کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کو ظالم اٹیلا کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔

آخر وہ بادشاہ اور شاہی خاندان کو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اتنی محنت سے بچا کر لائے تھے۔

عنبر نے ایک فیصلہ کر لیا۔

اس نے کہا۔

"بادشاہ سلامت! نہ آپ واپس اٹیلا کی قید میں جائیں گے اور نہ بغداد کے ایک بھی شہری کا خون بہے گا"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے عنبر میاں؟"۔

درویش نے تعجب سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"میں نے فیصلہ کر لیا ہے اور ایسا ہو کر رہے گا"۔

جادو کے کھیل

رات کو عنبر نے ماریا اور ناگ سے مشورہ کیا۔

عنبر کا خیال تھا کہ وہ اکیلا اٹیلا کے دربار میں جائے اور اس سے جا کر بادشاہ کی رہائی اور بغداد شہر کے لوگوں کی جان بخشی کے بارے میں بات کرے۔

ناگ نے کہا کہ اس کا اکیلا جانا ٹھیک نہیں، کیونکہ اٹیلا ایک وحشی اور جابر بادشاہ ہے۔ وہ اس کی بات پر دھیان نہیں

دے گا۔

عنبر نے کہا۔

"اگر وہ میری بات نہیں مانے گا تو کیا ہو جائے گا؟ وہ مجھے قتل تو نہیں کرا سکے گا"۔

ماریا نے کہا۔

"وہ آپ کو قتل تو نہیں کرائے گا، مگر آپ کو قید تو کر دے گا، اور پھر بغداد کے شہریوں کے قتل عام کو بھی کوئی نہیں روک سکے گا"۔

عنبر نے پوچھا۔

"پھر تمہارا کیا خیال ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ یا میں تمہارے ساتھ جاؤں اور یا

ماریا کو تم ساتھ لے جاؤ۔ تمہارا اکیلا جانا بے فائدہ ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے میں ماریا کو ساتھ لیے چلتا ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"مگر تمہیں جلدی وہاں پہنچنا ہو گا، کیونکہ صرف آج کا دن ہی مہلت کا باقی ہے۔ کل شہر کا قتل عام شروع ہو جائے گا"۔

"تم فکر نہ کرو ناگ بھائی! میرے خدا نے چاہا تو اس شہر سے اٹیلا کی بلا بہت جلد دور ہو جائے گی"۔

عنبر نے درویش اور دوسرے عرب ساتھیوں سے بھی یہی بات کی کہ وہ خود اٹیلا سے ملاقات کرنے جا رہا ہے۔ سب لوگ حیرانی سے اسے تکنے لگے۔

درویش نے کہا۔

"کیا کہا؟ تم اٹیلا کے دربار میں جا رہے ہو؟"۔

"ہاں بھائی! میرا جانا بہت ضروری ہے"۔

"لیکن وہ تو ایک خونخوار وحشی آدمی ہے۔ وہ تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے بھائی! اٹیلا مجھے قتل نہ کروا سکے گا۔ میں کامیاب ہو کر واپس آؤں گا۔ میرے خدا نے چاہا تو بغداد شہر کے ایک بچے پر بھی آنچ نہیں آئے گی"۔

یہ کہہ کر عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور خانقاہ سے باہر نکل گیا۔

ناگ نے درویش سے کہا۔

"اب ہمیں بڑے آرام سے عنبر کی واپسی کا انتظار کرنا ہوگا ہمیں بادشاہ کی پوری طرح حفاظت کرنی ہوگی، کیونکہ بغداد شہر کو اٹیلا کے ظلم سے بچانے کے بعد ہم بادشاہ سلامت اور شاہی خاندان کے لوگوں کو یہاں سے نکال کر سمندر پار کی ریاست میں پہنچا دیں گے"۔

درویش نے فکر مند ہو کر کہا۔

"کاش ہمیں کہیں سے بڑی کشتی مل جاتی"۔

ناگ نے کہا۔

"اس کی بھی آپ لوگ فکر نہ کریں۔ ہم پورے جہاز کا انتظام کر لیں گے"۔

درویش نے تعجب سے کہا۔

"بھائی تم لوگوں کی باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔

آخر اس صحرا میں تم کہاں سے بادبانی جہاز کا بندوبست کرو گے؟ یہاں تو مجھے ایک چھوٹی سی کشتی بھی دکھائی نہیں دیتی''۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

''ایسا ہو کر رہے گا درویش بھائی! بس تم یوں سمجھ لو کہ ایک جہاز ہمارے انتظار میں دریائے دجلہ میں یہاں سے دور تیار کھڑا ہے''۔

درویش سر ہلا کر بولا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو''۔

''انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا''۔

پرانی خانقاہ سے نکل کر عنبر اور ماریا گھوڑوں پر سوار ہو گئے تھے۔

انہوں نے شاہی محل کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔ ماریا

غائب تھی۔ وہ کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کا گھوڑا بھی کسی کو دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

دونوں شہر کی پرانی سڑک پر سے ہو کر شاہی محل کی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔

یہاں آ کر ماریا نے کہا۔

''اب کیا کرنا ہے عنبر بھائی؟ محل میں کسی طرح سے داخل ہونا ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ اٹیلا پر میں اپنی چھپی ہوئی طاقت کا راز کھول دوں اور پھر اسے ڈرا کر اس بات پر آمادہ کروں کہ وہ شہر کے لوگوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا خیال دل سے نکال دے''۔

''کیا تم شاہی خاندان کی جان بخشی کی درخواست بھی کرو گے؟''۔

نہیں ماریا! شاہی خاندان کی جان بخشی ائیلا کبھی بھی نہیں کرے گا۔ ہم اسے یہ ہرگز نہیں بتائیں گے کہ بادشاہ ہماری حفاظت میں ہے۔

''ہم اسے صرف یہ کہیں گے کہ اگر بادشاہ اور شاہی خاندان کے لوگ قید سے بھاگ گئے ہیں تو اس کی سزا بغداد کے شہریوں کو نہیں ملنی چاہیے۔ بس''۔

ماریا نے کہا۔

''بھائی اگر آپ اسے مناسب سمجھتے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ ہاں کوئی اور ترکیب بھی اگر آپ کے دماغ میں ہے تو اس پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''اور کونسی ترکیب ہو سکتی ہے ماریا بہن؟''۔

ماریا بولی۔

''فرض کر لو کہ ائیلا ہماری بات نہیں مانتا۔ وہ تمہاری خفیہ طاقت کے بھی رعب میں نہیں آتا۔ پھر کیا کرو گے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ائیلا مان جائے گا۔ اس کو میری طاقت کے آگے شکست ماننی ہی پڑے گی''۔

ماریا نے کہا۔

''اگر تم یہی سمجھتے ہو تو پھر چلو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں''۔

عنبر بولا۔

"ہاں بس تم نے اتنا خیال رکھنا کہ میرے ساتھ
رہتا۔ مجھ سے ہرگز الگ نہ ہونا"۔

ماریا گھوڑے سے اتر گئی۔

"ان گھوڑوں کو ہم وہ سامنے والے درختوں کی چھاؤں
میں باندھ دیتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے ادھر آ جاؤ"۔

عنبر بھی گھوڑے سے اتر آیا۔ اب ماریا کا گھوڑا دکھائی
دینے لگا تھا۔

ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔ عنبر نے اس کے ساتھ چلتے
ہوئے کھجوروں کے درختوں میں جا کر دونوں گھوڑوں کو ایک
جگہ باندھ دیا۔

پھر وہ بڑی خاموشی سے شاہی محل کی طرف آ گئے۔ شاہی

محل کے دروازے پر بڑا سخت پہرہ تھا۔ بادشاہ کو فرار کرانے
کے شک میں سپاہی کچھ لوگوں کو گرفتار کر کے مارتے پیٹتے محل
کے اندر لیے جا رہے تھے۔

عنبر کو ان پر بڑا ترس آیا۔

ماریا نے کہا۔

"یہ بڑا ظلم ہے کہ ان بے گناہ لوگوں کو مارا پیٹا جائے،
جب کہ ان لوگوں کا کوئی قصور نہیں ہے اور بادشاہ کا شاہی
خاندان ہمارے پاس ہے"۔

عنبر بولا۔

ایسا ہوتا ہی رہتا ہے ماریا بہن! اس مار پیٹ سے کوئی
فرق نہیں پڑتا۔ ہماری تو یہ کوشش ہے کہ ان لوگوں کو قتل نہ کیا
جائے۔

یہ بڑی دردناک بات ہوگی کہ اٹیلا کے سپاہی شہر کے ہر بچے بوڑھے جوان عورت مرد کو ایک ایک کر کے ہلاک کرنا شروع کر دیں۔

''ایسا نہیں ہوگا۔ کبھی نہیں ہوگا''۔ عنبر نے جوش کے ساتھ کہا۔

میں بادشاہ اور شاہی خاندان والوں سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ ان کی رعایا پر اب کوئی آفت نہیں آئے گی۔ شہریوں کی جان و مال محفوظ رہے گی۔ چلو محل کے دروازے میں چلتے ہیں۔

دونوں بہن بھائی شاہی محل کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ چنگیزی سپاہی نیزے، تلواریں اور تیر کمان کے لیے فوجی وردیاں پہنے وہاں بڑی سختی سے پہرہ دے رہے تھے۔

سپاہی بڑے ہٹے کٹے اور صحت مند تھے۔

عنبر کے ساتھ ساتھ ماریا بھی پیدل چل رہی تھی۔ مگر وہ کسی کو دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ جبکہ وہ سب کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

دروازے پر آ کر عنبر نے سپاہیوں کو جھک کر بڑے ادب سے سلام کیا۔ اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بڑے امن اور محبت کے ساتھ کام کرنا چاہتا تھا۔

جاتے ہی وہ کسی کے سر پر لٹھ نہیں مارنا چاہتا تھا۔ ایک سپاہی نے عنبر کو دیکھا اور غصے سے کہا۔

''کون ہو تم؟ یہاں کیوں کھڑے ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

”جناب عالی! میں ملک افریقہ سے پیدل اور قافلوں کے ساتھ سفر کرتا اس شہر میں پہنچا ہوں۔ میں نے آپ کے بادشاہ اٹیلا کی بہت تعریف سنی تھی۔ اس لیے اٹیلا اعظم سے ملاقات کا شوق مجھے یہاں تک کھینچ لایا ہے“۔

ماریا بڑی حیران ہو رہی تھی کہ عنبر کتنی خوبی سے اور اچھی طرح اپنا پاٹ ادا کر رہا تھا۔ وہ اس کے قریب ہی کھڑی مسکرا مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

دربان نے سختی سے کہا۔

”چلو چلو بھاگ جاؤ یہاں سے۔ تم اٹیلا اعظم سے کبھی ملاقات نہیں کر سکتے“۔

عنبر نے جھک کر ادب سے کہا۔

”جناب عالی! میں بڑی دور سے ایک تمنا، ایک خواہش

لے کر آپ کے محل تک پہنچا ہوں۔ برائے مہربانی میری خواہش اپنے بادشاہ تک پہنچا دو“۔

سارے سپاہی قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔

ایک نے کہا۔

”کوئی پاگل معلوم ہوتا ہے“۔

دوسرا بولا۔

”اسے پکڑ کر قید میں ڈال دو“۔

تیسرے نے کہا۔

”میرا خیال ہے، اس کی گردن کاٹ کر ڈیوڑھی میں لٹکا دینی چاہیے“۔

چوتھے نے کہا۔

”نہیں یار! اس کو تو بھون کر کھا جانا چاہیے؟“۔

پھر سب قہقہے لگانے لگے۔ بڑے دربان نے آگے بڑھ
کر عنبر کے سر پر زور سے ہاتھ مار کر کہا۔

''تم تو مجھے کوئی چور اچکے لگ رہے ہو۔ یہ بتاؤ کہ تم کام
کیا کرتے ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میں بیماریوں کا علاج کرتا ہوں۔ سانپ کے کاٹے کا
علاج کرتا ہوں۔ اور جادو بھی جانتا ہوں۔ اگر تم کوئی شے
میرے سامنے رکھ دو تو میں اسے غائب کر کے دکھا دوں گا''۔

اس پر سارے خاموش ہو گئے۔ دربان نے دلچسپی سے
کہا۔

''کیا تم جادوگر ہو؟''۔

''ہاں جناب! میں جادوگر بھی ہوں''۔

''کیا تم چیزوں کو آنکھوں کے سامنے غائب کر سکتے
ہو؟''۔

''کیوں نہیں جناب! آپ آزما کر دیکھ لیں''۔

''آؤ ڈیوڑھی میں میرے ساتھ''۔

عنبر دربان کے ساتھ ڈیوڑھی میں آ گیا۔ یہاں کوئی
دوسرے سپاہی بھی بیٹھے آرام کر رہے تھے یا قہوہ پی رہے
تھے۔

زمین پر قالین اور تخت بچھے ہوئے تھے۔ دربان نے عنبر
کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اگر تم اپنے جادو کے کھیل میں ناکام رہے تو یاد رکھو،
تمہیں میں اپنے ہاتھ سے اسی جگہ قتل کر کے تمہاری کھال میں
گھاس بھر دوں گا۔ کیا یہ شرط تمہیں منظور ہے؟''۔

عنبر بولا۔

”ہاں جناب! منظور ہے۔ آپ بے شک میرے جادو کو آزما کر دیکھ لیں۔ لیکن ایک شرط میری بھی ہے“۔

”وہ کیا؟“۔

دربان نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

”وہ یہ کہ اگر میں جادو کے کرتب میں کامیاب ہو گیا تو آپ مجھے اٹیلا اعظم سے ملا دیں گے۔ کیا آپ کو منظور ہے؟“۔

دربان بولا۔

”مجھ پر شرط کی کوئی پابندی نہیں لگا سکتے تم، لیکن اتنا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر تم نے اپنے جادو کے کھیل سے مجھے خوش

کر دیا تو میں تمہاری ملاقات اٹیلا سے تو نہیں کروا سکتا، لیکن اس کے وزیر ارسلان سے ضرور کرا دوں گا۔ کیا تمہیں منظور ہے“۔

”عنبر بولا۔ ہاں! مجھے منظور ہے“۔

”تو پھر اپنا جادو کا کھیل دکھاؤ“۔

دربان اور سپاہی عنبر کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے درمیان میں تپائی پر کئی ایک چیزیں رکھ دیں۔

عنبر نے کہا۔

”آپ لوگ جس چیز کو کہیں میں اسے غائب کر کے پھر سے ظاہر کر دوں گا“۔

اس عرصے میں عنبر نے ماریا سے سرگوشی میں کہہ دیا تھا کہ وہ اس کی مدد کرے اور دربان یا سپاہی جس چیز کا نام لیں وہ

اسے اٹھا کر غائب کرتی جائے۔

ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ سپاہی عنبر کے اوپر چڑھے ہوئے تھے۔ ماریا کے کھڑے ہونے کو جگہ نہیں مل رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"اگر آپ لوگ اس طرح میرے اردگرد جمگھٹا بنالیں گے تو میں اپنے کرتب نہیں دکھا سکوں گا۔ برائے مہربانی مجھ سے ذرا پرے ہو کر کھڑے ہوں"۔

دربان نے حکم دیا کہ جادوگر سے ہٹ کر کھڑے ہوں۔ سارے سپاہی عنبر سے تھوڑا سا الگ ہٹ گئے۔ عنبر کو اتنی جگہ آسانی سے مل گئی کہ اس کے پاس ماریا کھڑی ہو سکے۔

ماریا عنبر کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ عنبر نے تپائی پر رکھی ہوئی چیزوں کو دیکھ کر کہا۔

"اب آپ بتائیں کہ ان میں سے کونسی چیز کو گم کروں؟"۔

دربان نے ایک گلاس پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اسے گم کر کے دکھاؤ"۔

عنبر نے ماریا کو اشارہ کیا۔

عنبر نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ ماریا نے بھی ہاتھ آگے بڑھا کر گلاس کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

گلاس ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ سب حیران رہ گئے۔ دربان نے آگے بڑھ کر عنبر کے سارے کپڑوں کی تلاشی لی۔ مگر گلاس کہیں بھی نہیں تھا۔

دربان نے کہا۔

اب صراحی کو گم کر کے دکھائیے۔ عنبر نے صراحی کی طرف

ہاتھ بڑھایا ماریا نے ہاتھ آگے بڑھا کر صراحی کو بھی پکڑ لیا۔
صراحی اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہوگئی۔ اس طرح
عنبر نے چھ سات چیزیں گم کر دیں۔ تو دربان اور سارے
سپاہی ہکا بکا ہو کر اسے تکنے لگے۔

زہر کا شعلہ

دربان نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر عنبر کی تلاشی لی۔
اس کے پاس کچھ ہوتا تو نکلتا۔ ساری کی ساری چیزیں تو
ماریا نے اپنے ہاتھوں میں پکڑ رکھی تھیں، اور ماریا کسی کو بھی
دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

دربان نے کہا۔

”اگر تم میری تلوار گم کر کے دکھا دو تو میں تمہیں مان لوں

گا"۔

"ابھی گم کیے دیتا ہوں جناب"۔

یہ کہہ کر عنبر نے دربان کی تلوار نیام سے کھینچ لی۔ ماریا نے تلوار عنبر کے ہاتھ سے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ ماریا کے ہاتھ میں تلوار جاتے ہیں گم ہوگئی۔ دربان نے شور مچا دیا۔

"خبردار! اگر تم نے میری تلوار واپس نہ کی تو میں تمہیں قید میں ڈالوں دوں گا"۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"جناب! آپ کی ہر شے میرے پاس امانت ہے۔ میں ایک تلوار کیا، ساری چیزیں ایک ایک کر کے آپ کو واپس کر دوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے ماریا کے ہاتھ سے ایک ایک

چیز پکڑ کر واپس تپاہی پر رکھنی شروع کر دی، جو جو چیزیں وہ ماریا کے ہاتھ سے پکڑ رہا تھا وہ ظاہر ہوتی جا رہی تھیں۔

سپاہیوں کو یوں لگ رہا تھا۔ جیسے وہ ہوا میں سے چیزوں کو پکڑ اکٹھا کر رہا ہے۔ یہ کرتب اتنا عمدہ تھا کہ دربان اور سارے سپاہی عش عش کر اٹھے۔

عنبر نے جھک کر کہا۔

"کیوں جناب! کیا اب آپ اپنی شرط کے مطابق مجھے اٹیلا اعظم کے وزیر سے ملا دیں گے"۔

دربان نے کہا۔

"تم نے کہا تھا کہ تم سانپ کے کاٹے کا بھی علاج کر لیتے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟"۔

"ہاں جناب! میں ایسا کر سکتا ہوں"۔

دربان نے کہا۔

"میرے پاس ایک عرب قیدی ہے۔ میں اسے سانپ سے ڈسواتا ہوں۔ اگر تم نے اسے اچھا کر دیا تو میں تمہیں اسی وقت وزیر کے پاس لے چلوں گا۔ آؤ میرے ساتھ"۔

اب عنبر گھبرا گیا۔ اس نے کہنے کو تو کہہ دیا تھا مگر ناگ اس کے ساتھ نہیں تھا۔

اس کا خیال تھا کہ دربان کہاں اس کا امتحان لیتا پھرے گا مگر یہ کوئی بہت ہی پاگل قسم کا انسان تھا۔

اس نے آخری شرط سانپ ڈسوانے کی ہی رکھ دی تھی۔

دربان اسی وقت عنبر کو لے کر ڈیوڑھی کی حوالات میں آ گیا۔

یہاں ایک عرب قیدی زمین پر لیٹا تھا۔

دربان نے سپاہیوں سے کہا۔

"سانپ لایا جائے"۔

عنبر قیدی کو اور قیدی عنبر کو دیکھنے لگا۔ جب قیدی نے سنا کہ اسے سانپ سے ڈسوایا جا رہا ہے تو وہ بے چارہ پریشان ہو گیا۔

دربان نے عنبر سے کہا۔

یاد رکھو! یہ سانپ جو یہاں لایا جا رہا ہے۔ صحرا کے سانپ ہے۔ یہ اس قدر زہری ہے کہ اس کے زہر سے ہاتھی جیسا جانور ایک سانس کے اندر اندر ہلاک ہو جاتا ہے۔

اگر تم نے اس قیدی کو اچھا نہ کیا تو میں سمجھوں گا کہ تم جھوٹے ہو اور پھر میں اسی سانپ سے تمہیں بھی ڈسوا دوں گا۔

عنبر گھبرا گیا۔ اس کو اب افسوس ہونے لگا کہ وہ ناگ کو

ساتھ کیوں نہ لے آیا، مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ سپاہی سانپ کی ٹوکری لے کر آ گیا۔

دربان نے کہا۔

"قیدی کو سانپ سے کٹوایا جائے"۔

فوراً ایک سپاہی نے لپک کر قیدی کا ہاتھ پکڑا اور ٹوکری کے اندر ڈال دیا۔ سانپ ٹوکری کے اندر پتوں پر آرام سے سو رہا تھا۔

اس نے جو ایک ہاتھ کو اپنے سر پر گرتے دیکھا تو ہڑبڑا کر اٹھا اور ڈس دیا۔ قیدی نے ہاتھ باہر کھینچ لیا۔ اس کی کلائی پر سانپ کے دانتوں کے نشان تھے اور وہاں سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

سانپ کے زہر نے خون میں پھیلنا شروع کر دیا تھا۔

قیدی کا رنگ زرد ہونے لگا۔

عنبر نے اسی وقت آنکھیں بند کیں اور ناگ کو اپنے خیال میں لا کھڑا کیا۔ پھر اس نے منہ ہی منہ میں ناگ سے کہا۔

"ناگ! میری مدد کرو۔ ایک سانپ نے قیدی کو ڈس لیا ہے۔ اگر تم نے میری مدد کر کے اس عرب بے گناہ کی جان نہ بچائی تو ہمارا کام ادھورا رہ جائے گا اور یہ معصوم عرب خواہ مخواہ مارا جائے گا"۔

ناگ نے خیال ہی خیال میں عنبر کے کان میں کہا۔

"عنبر بھائی! جس جگہ سانپ نے کاٹا وہاں پر میرا نام انگلی سے لکھ دو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا"۔

عنبر نے جلدی سے آنکھیں کھول دیں۔ قیدی کا برا حال ہو رہا تھا۔ زہر اس کے سارے جسم میں پھیل چکا تھا۔ اس کا

بدن زرد ہو کر پھر نیلا پڑ گیا تھا۔

اور وہ اکھڑے اکھڑے سانس لے رہا تھا۔ وہ مرنے کے قریب تھا۔ دربان اور سپاہی مسکرا کر عنبر کو دیکھ رہے تھے۔

دربان نے کہا۔

''جادوگر! اس کے بعد تمہاری باری ہے۔ یہ عرب قیدی تو مر رہا ہے۔ اب تم تیار ہو جاؤ۔ اب تمہیں اسی سانپ سے کٹوایا جائے گا''۔

عنبر نے مرتے ہوئے قیدی کی کلائی اپنے ہاتھ میں پکڑی۔

دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اس نے سانپ کے کاٹے کی جگہ پر ناگ کا نام لکھ دیا۔ ناگ کے نام کا لکھنا تھا کہ ایک عجیب قسم کا اثر وہاں ہوا۔

جس ٹوکری میں سانپ بند تھا۔ اس میں سانپ نے زور سے پھنکار ماری۔ یوں لگتا تھا جیسے سانپ سخت تکلیف میں ہے۔

ٹوکری کا ڈھکنا الٹ کر دور جا گرا اور سانپ اچھل کر ٹوکری سے باہر آ گیا۔

وہ بھاگ کر قیدی کے پاس پہنچا اور جہاں اس نے کاٹا تھا وہاں اپنا منہ رکھ کر زہر کو واپس چوسنا شروع کر دیا۔ سب لوگ آنکھیں پھاڑے یہ سب تماشہ دیکھ رہے تھے۔

سب نے اپنا منہ قیدی کی کلائی پر لگا رکھا تھا۔ زہر قیدی کے جسم سے نکل نکل کر واپس سانپ کے منہ کی تھیلی میں واپس جا رہا تھا۔

کہاں تو قیدی دم توڑ رہا تھا اور اس کا جسم نیلا پڑ گیا تھا،

کہاں اب اسے ہوش آنا شروع ہو گیا تھا۔ اس کے جسم کا نیلا پن بھی دور ہونے لگا۔

تھوڑی دیر بعد قیدی نے آنکھیں کھول دیں۔ سانپ اس کے جسم سے سارا خون چوس لینے کے بعد اٹھا اور ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

قیدی اٹھ کر پرے ہٹ گیا۔ وہ زندہ ہو گیا تھا۔ سانپ نے بڑے غور سے عنبر کو دیکھا اور پھر اس کے اردگرد چکر لگانے لگا۔

ہر چکر پر وہ آگے بڑھ کر عنبر کے سامنے سر جھکا دیتا۔ سات چکر پورے کرنے کے بعد سانپ عنبر کے پاؤں پر سر رکھ کر بیٹھ گیا۔

عنبر سمجھ گیا کہ سانپ ناگ کی پوجا کر رہا ہے۔ وہ اپنی جگہ

خاموش کھڑا رہا۔ ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر سانپ کو چھیڑ دیا۔ سانپ ایک دم غضبناک ہو کر مڑا اور اس نے جھپٹ کر سپاہی کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

خدا جانے اس وقت سانپ کس عالم میں تھا کہ اس کے منہ سے ایک شعلہ نکلا جس نے سپاہی کے جسم میں آگ لگا دی۔

اس سے پہلے کہ عنبر اور دربان اسے بچا سکیں سپاہی جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ عنبر حیران رہ گیا کہ یہ کس قدر خطرناک سانپ ہے۔ جو اس کے پاؤں پر سر رکھے بیٹھا ہے۔

عنبر نے جھک کر کہا۔

"اے سانپ، اب واپس اپنی ٹوکری میں چلا جا۔ تم نے جو کرنا تھا وہ کر لیا ہے"۔

سانپ نے اپنی زبان میں کہا۔

اے شیش ناگ کے بھائی! اس احمق آدمی نے میری پوجا میں خلل ڈالا تھا۔ میں اسے جلاتا نہ تو اور کیا کرتا۔ خدا کی قسم اس وقت اگر پہاڑ بھی مجھے چھیڑتا تو میں اسے بھی بھسم کر ڈالتا۔

اب میں جا رہا ہوں۔ شیش ناگ کو میرا اسلام کہنا۔ میں اس کا پجاری ہوں۔ اس کا غلام ہوں۔ ہم اس کے پاؤں چومتے ہیں اور جو اس کا بھائی ہو اس کے بھی پاؤں چومتے ہیں۔

یہ سارا کھیل اس قدر خوفناک تھا کہ سارے سپاہی خوف زدہ ہو کر پڑے ہٹ گئے۔ دربان بھی عنبر سے ڈر گیا۔ عنبر نے سانپ سے کہا۔

”اے سانپ! واپس اپنی ٹوکری میں جا کر آرام کر“۔

سانپ زمین پر رینگتا ہوا اپنی ٹوکری میں چلا گیا۔ عنبر نے ڈھکنا اٹھا کر ٹوکری کے منہ رکھ دیا۔ اور دربان سے کہا۔

”کیوں جناب! اب تو آپ مجھے وزیر سے ملا دیں گے؟“۔

دربان نے اپنی ہار مان لی تھی۔ اس نے کہا۔

”ہاں میرے بھائی! میں اپنی شرط کے مطابق تمہیں ابھی لے کر وزیر کے پاس چلتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ“۔

دربان نے عنبر کو ساتھ لیا اور اسے لے کر شاہی محل میں وزیر کی بارہ دری کی طرف چل پڑا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

وزیر کی بارہ دری شاہی محل میں بادشاہ کی خواب گاہ کے

ساتھ ہی تھی۔ دربان عنبر کو بارہ دری کے باہر کھڑا کر کے بولا۔
میں تمہیں اٹیلا اعظم کے وزیر خاص سے تو ملا رہا ہوں، مگر
میری دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا۔ پہلی بات یہ ہے کہ وزیر کے
پاس جا کر میری تعریف کرنا۔

کہنا میں بہت ذمہ دار دربان ہوں۔ دوسری بات یہ ہے
کہ جب کبھی مجھے تمہارے جادو کی ضرورت پڑی تو میری مدد
کرنا۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو۔

مجھ سے برا دشمن کوئی نہیں ہوگا۔ اور میرے آگے تمہارا
جادو بھی نہیں چل سکے گا۔

عنبر نے سوچا کہ اس شخص سے دشمنی مول لے کر اسے کیا
کرنا ہے اور پھر وہ کیا کر سکتا تھا۔ یہ عنبر کو خوب معلوم تھا۔ اس
نے کہا۔

"ہاں بھائی! میں یہ دونوں باتیں یاد رکھوں گا اور جس
طرح تم نے مجھے ہدایت کی ہے اس طرح سے ہر کام ہوگا"۔

اس کے بعد دربان عنبر کو لے کر وزیر کے پاس آ گیا۔
وزیر سنہری لباس پہنے ایک بڑے شاندار بستر پر نیم دراز تھا۔
دربان نے جا کر سر جھکا دیا اور بولا۔

"حضور انور! آپ نے ایک بار حکم دیا تھا کہ اگر کہیں
سے کوئی اچھا اور لائق حکیم ملے تو ضرور میرے پاس لانا۔ پس
میں ایک ایسے حکیم کو آپ کے پاس لایا ہوں کہ جو اگرچہ
نوجوان ہے مگر بے شمار خوبیوں کا مالک ہے"۔

وزیر نے آنکھیں جھپکا کر عنبر کو غور سے دیکھا اور کہا۔

"دربان! یہ تو نوجوان سا لڑکا ہے۔ یہ کیا بیماریوں کا
علاج کرے گا"۔

دربان نے سر جھکا کر عرض کی۔

”حضور انور! میں نے عرض کی تھی کہ اگرچہ یہ نوجوان ہے مگر اس کی قابلیت بہت ہے۔ یہ جادوگر بھی ہے اور سانپ کے کاٹے کا علاج بھی جانتا ہے۔ اسے بھی حضور سے ملنے کا بے حد شوق تھا“۔

وزیر نے دربان کو انعام دے کر رخصت کر دیا اور عنبر کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ عنبر قالین پر بیٹھ گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئی۔

وزیر نے کہا۔

”اے نوجوان! تجھے مجھ سے ملنے کا شوق کیوں تھا؟“۔

عنبر نے کہا۔

”اس لیے حضور! کہ میں نے آپ کی بڑی تعریف سنی تھی

کہ آپ بہت علم دوست ہیں یعنی علم سے پیار کرتے ہیں۔ عالم لوگوں سے پیار کرتے ہیں اور ان کی قدر کرتے ہیں۔ اس لیے میرے دل میں شوق پیدا ہوا کہ میں آپ سے ملوں“۔

وزیر نے پوچھا۔

”تم کس ملک کے رہنے والے ہو؟“۔

عنبر نے کہا۔

”حضور میں ملک حبشہ کا رہنے والا ہوں۔ میرا رنگ کالا اس لیے نہیں ہے کہ میں بچپن ہی سے اپنے گرم وطن سے باہر چلا گیا تھا اور زیادہ دیر شمالی ہندوستان کے پہاڑوں میں جوگیوں اور سنیاسیوں کے ساتھ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں پھرتا پھراتا رہا“۔

وزیر نے کہا۔

''کیا تم سانپ کے کاٹے کا علاج بھی کر لیتے ہو؟''۔

''ہاں جناب!''

''کیا تم جادو بھی جانتے ہو؟''۔

''جانتا ہوں حضور!''۔

''کیا تمہیں کالا جادو بھی آتا ہے؟''۔

''ہاں جناب! تھوڑا بہت کالا جادو بھی جانتا ہوں''۔

یہ سن کر وزیر ایک دم سے بستر سے اٹھ بیٹھا اور عنبر کو اپنے قریب بلا کر بولا۔

''شاباش! مجھے تم جیسے نوجوان کی تلاش تھی۔ اگر تم کالا جادو جانتے ہو تو پھر تم میری بڑی مدد کر سکتے ہو۔ سنو! اگر تم میری مدد کرو گے۔ تو میں تمہیں اپنے دربار کا شاہی حکیم بنا

دوں گا''۔

عنبر نے کہا۔

''مجھے آپ کی کیا مدد کرنی ہو گی جناب عالی؟''۔

وزیر نے ہنس کر کہا۔

میں اتنا احمق نہیں ہوں کہ پہلی ہی ملاقات میں تمہیں اپنے دل کا راز بتا دوں۔ پہلے تمہیں امتحان دے کر یہ بات ثابت کرنی ہو گی کہ تم کالا جادو جانتے ہو۔

جب تم امتحان میں کامیاب ہو جاؤ گے تو پھر میں تمہیں بتاؤں گا کہ میں تم سے کیا مدد لینی چاہتا ہوں۔ کیا تم امتحان دینے کو تیار ہو؟۔

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ کہ خواہ مخواہ جادو کی مصیبت کھڑی کر لی۔

اس کے پاس اس قسم کی فضول باتوں کے لیے وقت نہیں تھا۔ اگلے روز بغداد شہر میں اٹیلا کے حکم سے لوگوں کا قتل عام شروع ہونے والا تھا جس کو رکوانے کے لیے وہ شاہی محل میں داخل ہوا تھا اور وہ ابھی تک کوئی ٹھوس کام کرنے کی بجائے صرف جادو کے کھیل ہی دکھا رہا تھا۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

''جناب عالی! آپ نے جو بھی امتحان لینا ہے جلدی سے لے لیں۔ اس کے بعد میں بھی آپ سے کچھ عرض کروں گا''۔

وزیر قہقہہ لگا کر بولا۔

''ٹھیک ہے۔ تمہارا امتحان ابھی سے شروع ہوگا''۔

اس کے بعد وزیر نے تالی بجا کر ایک نوکر کو بلایا اور اسے

کہا کہ وہ ایک سونے کے پیالے میں دودھ بھر کر لائے۔ نوکر اسی وقت سونے کے پیالے میں دودھ بھر کر لے آیا۔

وزیر نے عنبر سے کہا۔

''کیا تم اس دودھ میں کوئی ایسا زہر ڈال سکتے ہو جو اس دودھ میں آگ لگا دے؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''یہ کونسی مشکل بات ہے۔ ابھی کیے دیتا ہوں''۔

یہ کہہ کر عنبر نے جیب میں سے ایک سفوف کی پڑیا نکالی۔ پڑیا میں ایک ایسا زہر تھا۔ جو پانی میں آگ لگا سکتا تھا۔ عنبر یہ زہر اپنے ساتھ لے کر چلا تھا۔

عنبر نے پڑیا میں سے زہر لے کر سونے کے کٹورے والے دودھ میں ڈال دیا زہر دودھ میں گرتے ہی دودھ

آگ کا شعلہ بن کر اڑ گیا۔ وزیر ہکا بکا رہ گیا۔

"شاباش! تم کامیاب ہو۔ تم کامیاب ہو۔ میں تمہیں آج رات کو بتاؤں گا کہ مجھے تم سے کسی کی مدد لینی ہے۔ اب تم اپنے خاص کمرے میں جا کر آرام کرو"۔

عنبر سلام کر کے نوکروں کے ساتھ اپنے خاص کمرے میں آ گیا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ آئی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ سوچنے لگے کہ انہیں کل تک کسی طرح شہریوں کو اشیلا کے قتل عام سے بچانا ہوگا۔

خدا جانے یہ وزیر کس قسم کی مدد طلب کرنا چاہتا تھا؟۔

قتل کی سازش

رات کے پہلے پہر وزیر نے عنبر کو بلایا۔

عنبر غلام کے ساتھ وزیر کے کمرے میں پہنچا تو وہ اپنے پلنگ سے اٹھ کر بے چینی سے فرش پر ٹہل رہا تھا۔

عنبر کو آتے دیکھ کر اس نے ہاتھ کے اشارے سے غلام کو جانے لایا تھا۔ وزیر نے عنبر کو اپنے قریب ہی ایک تخت پر بیٹھنے کو کہا۔

عنبر تخت پر بیٹھ گیا تو وزیر بولا۔

''سنو عنبر! میں آج سے تمہیں اپنا خاص حکیم اور شاہی جادوگر کا خطاب دیتا ہوں۔ تمہیں بغداد شہر کا ایک علاقہ جاگیر میں دے دیا جائے گا۔ مگر اس کے عوض تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا''۔

''وہ کیا حضور؟'' عنبر نے پوچھا۔

وزیر نے آہستہ سے کہا۔

اگر تم نے یہ کام کر دیا تو میں تمہیں بغداد کا گورنر بھی بنا دوں گا اور اگر تم نے اس راز کو کھول دیا تو تمہیں زندہ مگرمچھوں کے آگے ڈال دیا جائے گا۔

کیا تم سمجھ گئے ہو کہ میں کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔

عنبر سمجھ گیا تھا کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ ہزاروں سال سے

عنبر وزیروں کی اس قسم کی خونی سازشوں کو دیکھتا آیا تھا۔ اسے معلوم ہو چکا تھا کہ وزیر نے کسی کے خلاف کوئی زبردست سازش تیار کر رکھی ہے۔ اور وہ عنبر سے کام لے کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا ہے۔

اس نے بڑے بھولپنے سے کہا۔

''جناب عالی! میں سمجھ گیا ہوں۔ لیکن آپ کام بتایئے کہ مجھے آپ کی کیا خدمت کرنی ہوگی؟''

وزیر نے کہا۔

''سنو! میں اٹیلا کو قتل کر کے ملک پر قبضہ کرنا چاہتا ہوں''۔

عنبر وزیر کا منہ تکنے لگا۔ یہ شخص اٹیلا سے بھی دو قدم آگے تھا۔ اٹیلا کو قتل کرنا کوئی معمولی بات نہیں تھی، کیونکہ ایک تو وہ

خود جنگجو سپاہی تھا، دوسرے وہ ہر وقت تلوار اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ پھر اس کے اردگرد اس پر جان نچھاور کرنے والوں کا ہجوم رہتا تھا۔

عنبر نے کہا۔

''جناب عالی! اٹیلا کو قتل کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس راہ میں کیا کیا مشکلیں ہیں؟''۔

وزیر نے زمین پر پاؤں مار کر کہا۔

''میں سب جانتا ہوں۔ اسی لیے میں تیری مدد لے رہا ہوں۔ تم اسے اپنے کالے جادو کے ذریعے سے قتل کرو گے، بلکہ اس کے ساتھ ہی اس کے جان نثاروں کو بھی قتل کرو گے، اس کے بدلے میں میں تمہیں نہ صرف جاگیر دوں گا بلکہ انعام کے طور پر تمہیں بغداد شہر کا گورنر بھی بنا دوں گا''۔

عنبر خاموش ہو گیا۔ وزیر نے کہا۔

''تم خاموش کیوں ہو گئے ہو عنبر؟ کیا سوچ رہے ہو؟''۔

عنبر بولا۔

''جناب عالی! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ یہ بڑا مشکل کام ہے۔ اس میں بڑا خون خرابہ ہو سکتا ہے''۔

وزیر کڑک کر بولا۔

''میں خون خرابے کی پرواہ نہیں کرتا۔ اٹیلا کو قتل کرنے میں اگر ہزاروں آدمیوں کا خون بہتا ہے۔ تو بے شک بہے۔ مجھے پروا نہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''جناب عالی! اس میں دوسرے انسانوں کا ہی نہیں بلکہ آپ کے خون بہنے کا بھی خطرہ ہے۔ ہو سکتا ہے میرا وار اوچھا

پڑے اور آپ کے ساتھ ہم سب کو گرفتار کر کے موت کے
گھاٹ اتار دیا جائے"۔

وزیر سوچ میں پڑ گیا۔ پھر بولا۔

"مگر تمہارا وار اوچھا کیوں پڑے گا؟ کیا تمہیں جادو پر
مہارت نہیں ہے؟ کیا تمہارا جادو ٹھیک نہیں؟ میں نے تو خود
دیکھا ہے کہ تم جادو کے زور سے بہت کچھ کر سکتے ہو۔ اگر تم
چاہو تو میں تمہیں اور انعام بھی دے سکتا ہوں"۔

عنبر آہستہ آہستہ جان بوجھ کر وزیر کو اس طرف لا رہا تھا
جہاں وہ اس سے اپنی ایک شرط منوانا چاہتا تھا، جب عنبر نے
دیکھا کہ وزیر اٹیلا کو قتل کر کے ملک پر قبضہ حاصل کرنے کے
لیے بڑی سے بڑی شرط ماننے پر تیار ہے تو اس نے کہا۔

"میں اٹیلا کو اپنے جادو کے ذریعے قتل کر دوں گا لیکن

اس کے بدلے آپ کو صرف ایک کام کرنا ہوگا"۔

"وہ کیا؟"۔

وزیر نے جلدی سے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"وہ یہ کہ اٹیلا سے کہہ کر آپ کل بغداد میں ہونے والے
قتل عام کو رکوا دیں، کیونکہ شہر میں ہر جگہ لوگوں کا خون بہہ رہا
ہو تو میرا جادو نہیں چل سکتا۔ کیا آپ ایسا کروا سکیں گے؟"۔

وزیر بولا۔

"اگرچہ ایسا ہونا مشکل ہے۔ اٹیلا کو بادشاہ اور شاہی
خاندان کے فرار ہو جانے کا سخت غصہ ہے۔ اس نے فیصلہ کر
رکھا ہے کہ وہ کل سے بغداد شہر کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر
دے گا۔ پھر بھی میں کوشش کروں گا کہ قتل عام نہ ہو"۔

عنبر نے جھٹ کہا۔

''جناب یہ آپ کا کام ہے۔ اگر آپ قتل عام رکوانے میں کامیاب ہو گئے تو اٹیلا کو دنیا کی کوئی طاقت میرے کالے جادو کے شکنجے سے نہیں بچا سکے گی اور اگر آپ کامیاب نہ ہوئے اور کل شہر میں قتل عام شروع ہو گیا تو میں اٹیلا کو اپنے جادو کے زور سے قتل نہ کر سکوں گا۔ میرا جادو بیکار ہو جائے گا''۔

وزیر بولا۔

''لیکن کالا جادو تو خون خرابے میں بڑا چلتا ہے''۔

عنبر نے کہا۔

ٹھیک ہے مگر میرا جادو قتل عام میں نہیں چلتا۔ میں نے یہ کئی بار آزما کر دیکھا ہے۔

آپ کوشش کر کے کل کے خون خرابے کو رکوا دیں۔ میں اٹیلا کا سر کاٹ کر آپ کے پاس لے آؤں گا۔

''اور اس کے جاں نثاروں کا کیا ہو گا، میں ان سب کو بھی ٹھکانے لگانا چاہتا ہوں''۔

عنبر نے کہا۔

''ان کے کٹے ہوئے سر بھی اپنے آپ آپ کے قدموں میں آ جائیں گے''۔

وزیر نے کہا۔

''تو پھر میں کل بغداد میں رعایا کا قتل نہیں ہونے دوں گا''۔

عنبر بولا۔

''یہ قتل عام کم از کم چار دنوں تک رک جانا چاہیے، کیونکہ

میرا جادو چار روز کے بعد اثر کرے گا۔ میں اپنا عمل چار روز تک جاری رکھوں گا''۔

وزیر نے کہا۔

''ایسا ہی ہوگا۔ چار روز تک میں شہر میں لوگوں کا قتل رکوا دوں گا''۔

''ٹھیک ہے۔ میں آج ہی سے اپنا عمل شروع کر رہا ہوں۔ مجھے جس چیز کی ضرورت ہوگی آپ سے کہہ دوں گا''۔

اس سمجھوتے کے طے پا جانے کے بعد عنبر سیدھا اپنے کمرے میں آ گیا۔

یہاں ماریا اس کی راہ دیکھ رہی تھی۔ عنبر نے ساری باتیں ماریا کو سنا دیں۔ ماریا نے حیرانی سے پوچھا۔

عنبر بھائی! کیا آپ جادو کر کے اٹیلا کو قتل کریں گے؟

کیا آپ اس وزیر کے ہاتھ مضبوط کریں گے جو اٹیلا سے کم ظالم نہیں ہے؟۔

عنبر نے کہا۔

''ماریا بہن! تم بھی بڑی بھولی ہو۔ ہم جس کام کے لیے یہاں آئے تھے، وہ ہم نے پورا کر دیا ہے۔ ہم نہیں چاہتے تھے کہ شہر میں رعایا کا قتل عام ہو پس وہ ہم نے رکوا لیا ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے مگر جب تک ہم کل اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ لیں گے، یہاں سے نہیں ہلیں گے''۔

''ایسا ہی ہوگا''۔

دوسری طرف وزیر اپنی خواب گاہ سے نکل کر سیدھا اٹیلا کے محل میں گیا۔

اٹیلا اس وقت کھانا کھانے کے بعد اپنے شاندار پلنگ پر لیٹا تلوار سے کھیل رہا تھا۔ وزیر کو آتے دیکھ کر اس نے نعرہ لگا کر کہا۔

''ہم بغداد کے لوگوں سے بادشاہ کے فرار کا بدلہ لیں گے۔ کل اس شہر کے بچے بچے کو قتل کر دیا جائے گا''۔

وزیر نے آگے بڑھ کر اٹیلا کے پاؤں چومے اور کہا۔

''حضور! عالی جاہ! اگر اس غلام کو اجازت ہو تو ایک بات عرض کرے''۔

اٹیلا نے کہا۔

''تمہیں اجازت ہے''۔

وزیر مکاری سے منہ بنا کر بولا۔

''عالی جاہ! اگر آپ صرف چار روز کے لیے شہروں کے

قتل عام کو روک دیں تو میں بعدہ کرتا ہوں کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کے سارے افراد کو آپ کے قدموں میں لا کر حاضر کر دوں گا''۔

اٹیلا اپنے پلنگ سے ایک دم اٹھ بیٹھا۔

''وزیر! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟''۔

وزیر نے کہا۔

''عالی جاہ! میں سچ عرض کر رہا ہوں''۔

اٹیلا نے پوچھا۔

مگر تم بھاگے ہوئے بادشاہ اور شاہی خاندان کو کہاں سے پیدا کرو گے؟۔

کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟۔

اگر تمہیں معلوم ہے تو ہم ابھی چل کر انہیں وہاں سے پکڑ

لیں گے۔ بولو! یہ کیا راز ہے؟

وزیر بڑا ہوشیار تھا۔ اس نے سر جھکا کر اٹیلا کا گھٹنا چوما اور کہا۔

عالی جاہ! میرے پاس ایک بڑا زبردست بوڑھا جادوگر ہے، اس نے مجھ سے کہا کہ وہ اپنے جادو کے زور سے بادشاہ اور شاہی خاندان کو حاضر کر سکتا ہے۔

شرط یہ ہے کہ چار روز تک شہر والوں کو معاف کر دیا جائے۔

عالی جاہ! اگر ہم نے شہر والوں کا قتل عام شروع کر دیا تو پھر بھی یہ یقین ہیں ہے کہ بادشاہ اور شاہی خاندان گرفتار ہو سکے گا، کیوں نہ ہم اس جادوگر کی بات کو آزمائیں۔

اٹیلا نے کہا۔

''کیا تم کو اس بوڑھے جادوگر پر بھروسہ ہے؟''۔

وزیر بولا۔

''جی ہاں سرکار! وہ بڑا زبردست جادوگر ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میرا جادو چل جائے گا اور بادشاہ جہاں کہیں بھی ہوگا اپنے شاہی خاندان کے ساتھ اٹیلا اعظم کے قدموں میں حاضر ہو جائے گا''۔

اٹیلا نے کہا۔

''بہت اچھا وزیر! ہم تمہاری بات مان لیتے ہیں۔ لیکن ہم اس بوڑھے جادوگر سے مل کر خود اپنی تسلی کرنی چاہتے ہیں۔ کیا تم اس جادوگر کو ہمارے سامنے حاضر کر سکتے ہو؟''۔

وزیر جھٹ بولا۔

''کیوں نہیں حضور! میں صبح اسے آپ کی خدمت میں

حاضر کردوں گا“۔

”بہت خوب! ہم صبح تمہارا اور جادوگر کا انتظار کریں گے“۔

وزیر اشیلا کی خواب گاہ سے نکل کر سیدھا عنبر کے کمرے میں آیا۔

یہ اسے ایک نئی مصیبت پڑ گئی تھی، لیکن اسے یقین تھا کہ وہ اس مصیبت سے بڑی خوبی سے نکل جائے گا۔ اس نے آتے ہی سارے بات عنبر کو کہہ ڈالی۔

عنبر نے کہا۔

”وزیر صاحب! آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ میں خود اشیلا اعظم کے پاس جا کر اسے سمجھا دوں گا۔ وہ میری بات پر اعتبار کرے گا“۔

وزیر نے کہا۔

”دیکھنا! کہیں وہاں کوئی ایسی ویسی بات نہ کر دینا۔ اگر تم نے وہاں میری سازش کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نکالا تو تمہیں اسی وقت ہلاک کر دیا جائے گا۔ میرے سپاہی خنجر لے کر اسی جگہ بھیس بدل کر کھڑے ہوں گے“۔

عنبر نے کہا۔

”ایسا کبھی نہیں ہوگا سرکار! مجھے اپنی جان پیاری نہیں ہے کیا؟ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں آپ کے خلاف وہاں کوئی بات کروں؟“۔

”تو پھر میں صبح تمہیں لینے آؤں گا۔ تم تیار رہنا“۔

”میں بالکل تیار ہوں گا“۔

وزیر چلا گیا۔ عنبر نے ماریا سے کہا۔

"یہ شخص اپنی ہی مصیبت میں پھنس گیا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"بھائی! کیا تم اٹیلا کو اس کی خونی سازش کے بارے میں بتا دو گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

اگر میں چاہوں تو اٹیلا کو خبردار کر سکتا ہوں کہ یہ وزیر تمہیں قتل کر کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتا ہے مگر میں ایسا کیوں کروں؟۔

اس ظالم اٹیلا کی جان کیوں بچاؤں؟ ہمیں صرف اتنی غرض ہے کہ شہر میں لوگوں کا قتل عام نہ ہو۔ ہمیں دو چار دن مل جائیں تا کہ ہم بادشاہ اور شاہی خاندان کے لوگوں کو شہر سے بھگا کر اپنے بادبانی جہاز تک پہنچ جائیں۔

ماریا نے کہا۔

"اور اگر اس کے بعد پھر اٹیلا نے شہریوں کا قتل کرنا شروع کر دیا تو پھر انہیں کون بچائے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"اس کے بعد کی ہم ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ میرا خیال ہے کہ اٹیلا پھر شہریوں پر ظلم نہیں کرے گا، کیوں کہ کسی نہ کسی طرح اسے بتا دیں گے کہ بادشاہ اور شاہی خاندان کے لوگ بغداد سے بھاگ چکے ہیں۔ جب اسے یقین ہو جائے گا کہ بادشاہ شہر میں نہیں ہے تو پھر وہ شہر والوں کا قتل عام نہیں کرے گا"۔

ماریا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اس ظالم اٹیلا سے لوگوں کو

نجات دلا دینی چاہیے۔ نہ رہے گا بانس اور نہ بجے گی بانسری"۔

عنبر بولا۔

تو خدا کے لیے پھر ایسا کر دو۔ اس شہر کے لوگوں پر یہ ظلم حکمران بعد میں بڑا ظلم ڈھائے گا۔ وہ کسی ایک کو بھی معاف نہیں کرے گا۔

وہ بچے بچے کو قتل کر دے گا۔ کچھ ایسا کرو کہ ہمارے جانے کے بعد یہ اٹیلا بھی زندہ نہ رہے۔

"اور اگر میں آج ہی اٹیلا کو جا کر ہلاک کر دوں؟"۔

ماریا نے کہا۔

"تو پھر سارے شہر میں شور مچ جائے گا۔ اٹیلا کے سپاہی شہر کے کسی مرد عورت اور بچے کو معاف نہیں کریں گے۔ وہ

رعایا سے اٹیلا کے خون کا بدلہ لیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

ہاں! تمہارا یہ خیال بڑا درست ہے۔ میں صرف اٹیلا کو ہلاک کروں گا۔

اس طرح ہلاک کروں گا کہ وہ ہمارے یہاں سے چلے جانے کے بعد آہستہ آہستہ بیمار ہو کر مر جائے گا۔

میں اسے ایک زہر کھلا دوں گا۔

جو اس کے خون میں شامل ہو کر اسے ایک مہینے میں ہلاک کر دے گا۔

"بس میں یہی چاہتی ہوں۔ جب ہی لوگوں کو اس ظالم بادشاہ سے نجات مل سکے گی"۔

اس فیصلے کے بعد وہ لوگ سو گئے۔

صبح صبح ہی وزیر آ گیا۔ اس نے عنبر کو نقلی ڈاڑھی لگوا کر بوڑھا جادوگر بنایا اور ساتھ لے کر اٹیلا کے محل کو چل پڑا۔ اس وقت ماریا بھی عنبر کے ساتھ ساتھ چلتی رہی۔

بوڑھا جادوگر

اٹیلا اعظم نے بڑی گہری نظر سے عنبر کو دیکھا۔

وزیر نے جھک کر عنبر کا تعارف کروایا اور کہا کہ یہی وہ عظیم جادوگر ہے جس نے اپنے جادو کے عمل سے بادشاہ اور شاہی خاندان کو آپ کے قدموں پر لا ڈالنے کا وعدہ کیا ہے۔

اٹیلا نے عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے گھورا۔ عنبر بھی کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلا ہوا تھا۔ ایسے کئی بادشاہ اس

نے دیکھے تھے۔ وہ مصر کے فرعون کے زمانے میں رہا تھا۔

اٹیلا نے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے جادوگر؟''۔

عنبر نے کہا۔

''عالی جاہ! مجھے عنبر کہتے ہیں۔ میں ملک حبشہ میں پیدا ہوا۔ پھر جادو کے شوق میں ملک ملک شہر شہر گھومتا پھرا''۔

اٹیلا نے پوچھا۔

''تم نے کالا جادو کہاں سے سیکھا؟''۔

عنبر بولا۔

عالی جاہ! میں نے کالے جادو کا علم ایک ایسے حبشی بوڑھے جادوگر سے سیکھا ہے جو سینکڑوں برس سے جنگل میں ریاضت کر رہا تھا۔

جس کے سر پر چڑیوں نے گھونسلے بنا رکھے تھے۔ اپنے جادو کے زور سے اس نے موت پر فتح حاصل کر لی تھی۔ وہ میرا استاد تھا۔

اٹیلا نے پوچھا۔

''کیا وہ جادوگر ابھی تک زندہ ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

نہیں حضور! وہ جادوگر اپنا سارا علم مجھے دے کر اس دنیا سے غائب ہو گیا۔

ایک روز میرے سامنے وہ درخت کے نیچے سے اٹھا۔

اس نے دونوں ہاتھ بلند کیے اور غائب ہو گیا۔

اٹیلا بڑے غور سے عنبر کو تکنے لگا۔ اس نے اس قسم کی جادو کی باتیں پہلے کبھی نہیں سنی تھیں۔ پھر اس نے بڑے شوق

سے پوچھا۔

''یہ بتاؤ عنبر بابا! کیا تمہیں معلوم ہے کہ بادشاہ بغداد اور اس کے شاہی خاندان کے لوگ کہاں چھپے ہوئے ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''اے بادشاہ! مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہیں، لیکن میں اپنا جادو کا عمل کروں تو وہ جہاں کہیں ہوں گے، باہر نکل کر اپنے آپ شاہی محل میں اسی جگہ آ جائیں گے جہاں میں جادو کر رہا ہوں گا''۔

اٹیلا بولا۔

''کمال کی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمہارا جادو کتنے دن چلے گا؟''۔

''سرکار! میں صرف چار روز عمل کروں گا''۔

''کیا تم شاہی محل میں بیٹھ کر عمل کرو گے؟''۔

نہیں حضور! میں شہر سے باہر کسی ویران جگہ پر بیٹھ کر جادو کے منتر پڑھوں گا۔ اس عرصے میں میرے پاس کسی کو نہیں آنا ہوگا۔

چوتھے روز بھاگا ہوا بادشاہ اور شاہی خاندان کے لوگ اپنے آپ میرے پاس آ جائیں گے۔ بس چوتھے روز آپ فوج لے کر میرے پاس آ جائیں اور اپنے قیدیوں کو پھر سے گرفتار کر کے لے جائیں۔

وزیر بولا۔

''عالی جاہ! یہ بڑا زبردست جادوگر ہے۔ جو کہتا ہے وہ کر کے دکھا دیتا ہے''۔

اٹیلا نے کہا۔

ہم اس جادوگر کی آزمائش کریں گے۔ اگر یہ آزمائش میں پورا اترا تو اسے اجازت ہوگی کہ یہ چار روز تک اپنا جادو کا عمل کرے۔

ہم چار روز تک شہریوں کا قتل عام نہیں کریں گے۔ اگر یہ آزمائش میں پورا نہ اترا تو سب سے پہلے اسی جگہ، ابھی میں خود اسے قتل کر دوں گا اور پھر شہر میں قتل عام کا حکم جاری کر دوں گا۔

عنبر نے کہا۔

''عالی جاہ! آپ بے شک میری آزمائش کر کے دیکھ لیں''۔

کہنے کو تو عنبر نے کہہ دیا تھا مگر دل میں ڈر رہا تھا کہ کہیں اٹیلا اسے کسی ایسے سخت امتحان میں نہ ڈال دے جس پر وہ پورا

نہ اتر سکے۔

ماریا اس کے بالکل قریب کھڑی تھی۔ عنبر نے ماریا کا آہستہ سے ہاتھ دبا کر اسے خبر کر دیا تھا۔

وزیر نے کہا۔

''عالی جاہ! آپ بے شک امتحان لیں۔ یہ جادوگر ہر امتحان میں پورا اترے گا۔ میں اس کی آزمائش کر چکا ہوں''۔

اٹیلا نے تالی بجائی۔ ایک حبشی غلام تلوار لیے اندر آ گیا۔

اٹیلا نے کہا۔

سنو! اے عنبر بابا جادوگر! ہم اس غلام کو حکم دیں گے کہ یہ اپنی تلوار تمہارے سر پر چلائے۔ اگر تم جادو کے زور سے زندہ رہے اور تمہاری کھوپڑی پر زخم نہ آیا تو ہم سمجھیں گے کہ تم سچے

جادوگر ہو۔

اگر تمہاری کھوپڑی پر زخم آ گیا تو ہم سمجھیں گے تم جھوٹے جادوگر ہو اور ہم سے دھوکا کر رہے ہو۔ ہم تمہارے ساتھ وزیر کو بھی اس وقت موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔

یہ امتحان ہم اس لیے لے رہے ہیں کہ تم نے کہا تھا کہ تمہارا استاد مرا نہیں تھا۔ اس کے اندر جادو کی اتنی طاقت تھی کہ وہ زندہ رہا اور غائب ہو گیا کیا تم اس امتحان کے لیے تیار ہو؟۔

وزیر تو تھر تھر کانپنے لگا کیونکہ اسے یقین ہو گیا تھا کہ عنبر اس امتحان پر پورا نہیں اتر سکے گا اور وہ دونوں اٹیلا کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔

وہ پچھتانے لگا کہ خواہ مخواہ کیوں اس کم بخت کو اٹیلا کے

سامنے لے آیا۔ دوسری طرف عنبر کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا تھا۔ اسے اپنے سارے کام بنتے اور سارے منصوبے کامیاب ہوتے نظر آ رہے تھے۔

وہ اس قسم کا امتحان چاہتا تھا۔ یہ تو اس کے لیے بڑا آسان امتحان تھا۔ اگر اٹیلا اسے کسی اور امتحان میں ڈال دیتا تو اس کے لیے بڑی مشکل پیدا ہو سکتی تھی۔

عنبر نے جھٹ کہا۔

"ہاں عالی جاہ! میں امتحان کے لیے تیار ہوں۔ آپ اس غلام کو حکم دیں کہ وہ میرے سر پر تلوار چلائے، بلکہ اس میں جس قدر طاقت ہے، اتنے زور سے میرے سر پر تلوار مارے"۔

اٹیلا نے غور سے عنبر کو دیکھا اور کہا۔

''کیا تم خوب سوچ سمجھ کر کہہ رہے ہو؟ کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ اس پہلوان حبشی کی تلوار کا وار برداشت کر سکو گے؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''ہاں جناب عالی! آپ اسے حکم دیں۔ یہ جتنی زور سے تلوار کا وار کرے گا۔ تلوار کے اتنے ہی ٹکڑے ہو جائیں گے''۔

اٹیلا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''بابا! تم اپنی موت کو آواز دے رہے ہو۔ ٹھیک ہے میں اسے حکم دیتا ہوں۔ تم تیار ہو جاؤ''۔

''میں تیار ہوں''۔

اٹیلا نے حبشی غلام کو اشارہ کیا۔ وزیر نے خوف کے

مارے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ عنبر مسکراتا رہا۔ حبشی پہلوان نے پوری طاقت سے تلوار ہوا میں لہرا کر عنبر کے سر پر دے ماری۔

ایک چھناکے کی آواز پیدا ہوئی اور تلوار حبشی کے ہاتھ سے ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر دور جا گری۔ اٹیلا کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

وزیر نے بھی آنکھیں کھول دیں اور زمین پر گرے ہوئے تلوار کے ٹکڑوں کو حیرانی سے تکنے لگا۔

اٹیلا نے قریب آ کر عنبر کے سر کو دیکھا۔ وہاں اس کا ایک بال بھی نہیں کٹا تھا۔ اٹیلا کا دماغ چکرا گیا۔ اس نے اس طرح کا تماشا اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے عنبر کا ہاتھ تھام لیا۔

"عنبر جادوگر! تم سچ مچ بہت بڑے جادوگر ہو۔ اب مجھے یقین ہے کہ تم بغداد کے بھاگے ہوئے بادشاہ کو ضرور ڈھونڈ نکالو گے۔ بولو! میں تمہیں کیا انعام دوں؟"۔

اب عنبر کی باری تھی کہ وہ اپنا کام دکھائے۔ اس نے مسکرا کر کہا۔

"بادشاہ! میں آپ کی تعریف سن کر اس شہر میں داخل ہوا تھا۔ میری خواہش ہے کہ آپ میرے ساتھ اپنا جام صحت نوش کریں"۔

اٹیلا کھل کھلا کر ہنس پڑا۔

"بس! اس میں بھلا کونسی انوکھی بات ہے۔ میں بڑی خوشی سے تمہارے ساتھ جام صحت نوش کروں گا"۔

اس وقت سونے کی صراحی میں سنگتروں کا رس ڈال کر لایا

گیا۔ سونے کا ایک گلاس عنبر کو دیا گیا۔ ایک گلاس اٹیلا نے تھام لیا۔

ٹھیک اس وقت عنبر نے باتوں ہی باتوں میں اٹیلا کے گلاس میں وہ زہر ڈال دیا جس نے اٹیلا کے خون میں داخل ہو کر اسے ایک مہینے کے اندر اندر آہستہ آہستہ ہلاک کر دینا تھا۔ اٹیلا کو کوئی خبر نہ ہوئی۔

وہ سنگتروں کا رس پی گیا اور خوش ہو کر بولا۔

"عنبر! ہمیں تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ کیا تم ہمیں بھی یہ جادو بتا سکتے ہو کہ تلوار کا اثر ہمارے سر پر بھی نہ ہو؟ اگر تم نے ہمیں یہ جادو بتا دیا تو ہم تمہیں اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کر دیں گے"۔

وزیر گھبرا گیا کہ کہیں عنبر لالچ میں آ کر یہ عہدہ قبول نہ

کرے، کیونکہ اگر وہ سپہ سالار بن گیا تو مکار وزیر اپنی سازش
میں کامیاب نہ ہوسکتا تھا۔

لیکن عنبر کو سپہ سالار بننے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ اس
نے کئی بار تخت اور تاج تک چھوڑ دیا تھا۔ وہ تو ایک مسافر تھا
جو ٹھہر نہیں سکتا تھا۔

وہ صرف شہروں، ملکوں، جنگلوں، دریاؤں اور سمندروں
میں گھوم پھر کر دنیا کی سیر کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کہا۔

"اے بادشاہ! مجھے سپہ سالار بننے کی کوئی خواہش نہیں
ہے۔ میں ایک جادوگر ہوں اور اپنی جادو کی دنیا میں خوش رہتا
ہوں۔ ہاں اگر آپ مجھ سے یہ جادو سیکھنا چاہتے ہیں تو میں
آپ کو سکھا سکتا ہوں"۔

اٹیلا نے کہا۔

"تو پھر ابھی ہمیں سکھا دو۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ تلوار کا
ہم پر بھی کوئی اثر نہ ہو۔ ہم پر دشمن اپنا وار نہ کر سکے"۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن اس کی ایک شرط ہے جناب عالی"۔

"وہ کیا؟ ہم کو بتاؤ۔ ہم اس کے لیے تمہاری ہر شرط مان
لیں گے۔ ہم سب کچھ کر سکتے ہیں۔ ہم اس ملک کے بادشاہ
ہیں"۔

عنبر بولا۔

"شرط صرف یہ ہے کہ میں چار روز کے بعد آپ کو
جادو سکھا سکوں گا۔ میں چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں
آپ کے بھاگے ہوئے قیدیوں کا کھوج لگا لوں، کیونکہ میں
نے اس پر کام شروع کر دیا ہے"۔

اٹیلا نے کہا۔

''ہمیں منظور ہے۔ تم ہمیں سب سے پہلے ہمارے قیدی واپس لا دو۔ پھر ہم تم سے یہ جادو بھی سیکھ لیں گے''۔

عنبر بولا۔

''لیکن آپ پر فرض ہے کہ چار روز تک اس شہر میں کسی بھی شہری کے خون کو نہ بہایا جائے گا''۔

''ہرگز نہیں۔ شہر میں امن امان ہوگا۔ تم اپنا کام کرو''۔

''بہت بہتر! اب اجازت دیں، تاکہ میں شہر سے باہر ایک ویران کھنڈر میں جا کر اپنا جادو کا عمل شروع کر دوں''۔

''تمہیں اجازت ہے۔ چوتھے روز ہم خود اپنے سپاہی لے کر بھاگے ہوئے بادشاہ اور شاہی خاندان کے لوگوں کو تم سے لینے وہاں پہنچ جائیں گے''۔

''جی ہاں، میں آپ کا انتظار کروں گا، لیکن چار روز سے پہلے کسی سپاہی کو اجازت نہیں ہوگی کہ شہر سے باہر کھنڈروں کی طرف جائے''۔

''بالکل اجازت نہیں ہوگی۔ تم بے فکر ہو کر اپنا کام کرو''۔

عنبر وزیر کے ساتھ اٹیلا کے محل سے واپس آ گیا۔

وزیر نے اس کے کمرے میں آتے ہی کہا۔

''کیا اب تم اٹیلا کو قتل کرنے پر تیار ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

کیوں نہیں؟ میں نے آپ سے جو وعدہ کیا ہے میں اس سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

میں جنگل کے کھنڈر میں بیٹھ کر جادو کا وظیفہ کروں۔ دو روز وظیفہ کرنے کے بعد میں تمہیں ایک خنجر دوں گا۔ اس خنجر کو

تم اپنے ہاتھ سے ہوا میں پھینک دو گے۔

اس خنجر کو تم اپنے ہاتھ سے ہوا میں پھینک دو گے۔ یہ خنجر جادو کا خنجر ہوگا۔ یہ ہوا میں اڑتا ہوا اٹیلا کے محل میں پہنچے گا اور سب سے پہلے اٹیلا کے سینے میں اترنے کے بعد اس کے دوسرے ساتھیوں کو بھی باری باری ہلاک کر دے گا۔ بس پھر تم اس ملک کے بادشاہ اور میں گورنر بن جاؤں گا۔

وزیر نے کہا۔

"کیا تم اپنے وعدے سے پھر تو نہیں جاؤ گے؟"۔

عنبر بولا۔

"ہم جادوگر جب کسی سے کوئی وعدہ کر لیتے ہیں تو پھر کبھی اس وعدے سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ ہم وعدے کے بڑے پکے ہوتے ہیں۔ تم بے فکر ہو کر بیٹھو۔ ہاں۔ یہ تمہیں

میری طرف سے تاکید ہے کہ تین روز تک تم بھی کھنڈر کی طرف مت آنا، کیونکہ اس طرح میرے جادو کا اثر ختم ہو جائے گا"۔

وزیر جلدی سے بولا۔

"نہیں نہیں! میں ہرگز ادھر نہیں آؤں گا۔ تم آرام کے ساتھ کھنڈر میں بیٹھ کر اپنا جادو کا وظیفہ کرو"۔

پھر وزیر آہستہ سے جھک کر بولا۔

"کیوں بھئی تم یہ جادو ہمیں نہیں سکھا سکتے؟"۔

"کیوں نہیں! ذرا یہ وظیفہ پورا کر کے اٹیلا اور اس کے ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار لینے دو۔ پھر میں تمہیں سارے جادو ایک ایک کر کے سکھا دوں گا"۔

وزیر بڑا خوش ہوا اور وہاں سے چلا گیا۔

اس روز دوپہر سے پہلے عنبر بھی ماریا کو ساتھ لے کر واپس پرانی خانقاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں درویش، بادشاہ اور دوسرے عرب ساتھی ان کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔

جب وہ خانقاہ میں داخل ہوا تو وہ اسے نیچے تہہ خانے میں لے گئے۔ تہہ خانے میں جا کر عنبر نے ان سب کو ساری کی ساری کہانی سنا ڈالی۔

وہ بڑے خوش ہوئے کہ عنبر نے دانشمندی اور اپنی ہوشیاری سے کام لے کر نہ صرف شہریوں کا بے گناہ قتل عام رکوا دیا تھا بلکہ اتنی اجازت بھی لے لی تھی کہ اس طرف کوئی سپاہی نہ آئے۔

بادشاہ بغداد نے کہا۔

''بیٹا! تم بڑے انمول رتن ہو۔ ہم تم پر جتنا بھی ناز کریں

کم ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''اب ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ آج ہی رات ہمیں اس خانقاہ سے نکل کر دریائے دجلہ کے کنارے کنارے اس طرف سفر شروع کر دینا چاہیے۔ جہاں میرا جہاز کھڑا ہے''۔

''ایسا ہی ہوگا''۔ درویش نے کہا۔

انہوں نے مل کر کھانا کھایا اور بڑی بے تابی سے رات کا انتظار کرنے لگے۔ رات کے اندھیرے میں انہوں نے وہاں سے فرار ہونا تھا۔

بغداد سے فرار

شاہی خاندان کے فرار کا انتظام پہلے سے کرلیا گیا تھا۔
چار اونٹ اور بارہ گھوڑے خانقاہ سے تھوڑے فاصلے پر
ایک خفیہ جگہ پر چھپا کر باندھ دیئے گئے تھے۔
رات آدھی گذر گئی تو سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔
شاہی خاندان کے شہزادوں اور شہزادیوں کو ملکہ کے ساتھ چار
اونٹوں کے کجاووں پر بٹھا دیا گیا۔

عنبر، ناگ اور درویش تین گھوڑوں پر سوار ہو کر سب سے
آگے تھے، ماریا بھی خاموشی سے ایک گھوڑے پر سوار ہو گئی۔
باقی گھوڑوں پر دوسرے عرب مجاہد سوار ہو گئے ان سب نے
سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے تاکہ رات کے اندھیرے میں وہ
دور سے کسی سپاہی کو دکھائی نہ دیں۔
آدھی رات کو یہ شاہی قافلہ پرانی خانقاہ سے نکل کر
دریائے دجلہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات بڑی خاموش تھی۔
آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔
ان کی ہلکی ہلکی روشنی میں صحرا دور تک نظر آ رہا تھا۔ یہ لوگ
بڑی تیز رفتار سے روانہ ہوئے تھے۔ اس خیال تھا کہ جلدی
سے جلدی بغداد کے علاقے سے نکل جائیں۔
ساری رات قافلہ بڑی خاموشی سے صحرا میں چلتا رہا۔ صبح

کی نیلی روشنی نمودار ہوئی تو دور سے انہیں کھجوروں کے جھنڈ نظر آئے۔

عنبر ان راستوں سے پوری طرح خبردار تھا۔ وہ ناگ بادشاہ اور درویش کے ساتھ آگے آگے چل رہا تھا۔ باقی مجاہد شاہی خاندان کے اونٹوں کی حفاظت کرتے ان کے آگے پیچھے چل رہے تھے۔ عنبر نے درختوں کو دیکھ کر کہا۔

''ہم تھوڑی ہی دیر میں دریائے دجلہ پر پہنچنے والے ہیں''۔

بادشاہ نے کہا۔

''ہاں یہ درخت دریا کے کنارے اگے ہوئے ہیں''۔

قافلہ چلتا رہا سورج مشرق سے اپنی سنہری کرنیں لے کر نکلا تو یہ لوگ دریا پر پہنچ گئے۔ عنبر اور ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا

کیونکہ اگر وہ صحرا میں راستہ بھول کر بھٹک جاتے تو پھر وہ ساری زندگی اپنی منزل پر نہیں پہنچ سکتے تھے۔

ناگ نے کہا۔

''ہمیں دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا ہوگا''۔

درویش بولا۔

''دریا میں کس جگہ تمہارا جہاز کھڑا ہے عنبر؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ہمارا جہاز دریا کی ایک کھاڑی میں چھپا ہوا ہے۔ مگر یہ کھاڑی یہاں سے کافی دور ہے۔ ہم نے چنگیزی فوج کے سپاہیوں کے ڈر کے مارے جہاز کو اتنی دور کھڑا کیا تھا۔ ہم ابھی ایک دن اور ایک رات کا سفر کریں گے پھر وہاں پہنچیں گے''۔

بادشاہ نے کہا۔

’’کیا ہمیں دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا ہوگا؟‘‘۔

عنبر بولا۔

’’نہیں بادشاہ سلامت! آج کسی وقت ہم دریا سے الگ ہو جائیں گے اور پھر کل کسی وقت دریا سے دوبارہ آن ملیں گے۔اس کے بعد وہ کھاڑی آجائے گی‘‘۔

درویش نے کہا۔

’’اگر ہمیں دوبارہ دریا کے ساتھ آکر مل جانا ہے تو پھر دریا کے ساتھ ساتھ ہی کیوں نہ سفر کرتے رہیں؟‘‘۔

ناگ نے کہا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاں سے ہم دریا کو چھوڑ دیں گے، وہاں سے دریا کے کنارے دلدلی ہے۔اس میں اونٹوں اور

گھوڑوں کے دھنس جانے کا خطرہ ہے۔ہمیں بہرحال وہی راستہ اختیار کرنا چاہیے جس راستے سے ہم آئے ہیں۔صرف اس صورت میں ہم اپنی منزل تک پہنچ سکیں گے۔نہیں تو خطرہ ہے کہ کسی مشکل میں گرفتار نہ ہو جائیں۔

بادشاہ نے کہا۔

’’ہاں درویش! عنبر اور ناگ کا خیال ٹھیک ہے۔ہمیں اس پرانے راستے پر سفر کرنا چاہیے‘‘۔

چنانچہ قافلہ سفر کرتا رہا۔کچھ دور درختوں کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے وہ دوپہر کے بعد دریا کے کنارے سے الگ ہوگئے۔

اب دریا کے ساتھ ساتھ دلدلی زمین شروع ہوگئی تھی۔ دریا سے دور ہو کر وہ ایک صحرا میں آگئے۔ جہاں کہیں بھی کسی

درخت کا سایہ نہیں تھا۔

ایک جگہ قافلے نے پڑاؤ کر کے کھانا کھایا تھوڑا سا آرام کیا اور پھر سفر شروع کر دیا۔ رات کو وہ ایک جگہ رک گئے۔ یہاں اردگرد ریت کے بے شمار اونچے نیچے ٹیلے تھے۔ آدھی رات تک کھانا کھانے کے بعد قافلے والے مسافر آرام کرتے رہے۔

اس کے بعد پھر سفر پر چل پڑے۔ ساری رات وہ صحرا میں ستاروں کی روشنی میں سفر کرتے رہے۔ صبح کے وقت وہ پھر دریا کے ساتھ آن ملے۔ اب وہ اپنی منزل کے قریب تھے۔ عنبر نے بادشاہ اور درویش سے کہا۔

''ہم منزل سے دور نہیں ہے۔ کچھ فاصلے پر ایک پہر دن گذرنے کے بعد ہمیں دریا کی کھاڑی میں اپنا جہاز نظر

آ جائے گا''۔

وہ چلتے رہے۔ ناگ نے عنبر کو الگ لے جا کر کہا۔

''عنبر! اس خزانے کا کیا کرنا ہے جو ہم نے صحرا میں ایک پرانے کھنڈر میں دبا رکھا ہے؟''۔

ماریا نے بھی عنبر سے یہی سوال کیا۔

''عنبر بھائی! ہم خزانے کو اس صحرا میں بھی نہیں چھوڑ سکتے اور ساتھ بھی نہیں لے جا سکتے''۔

عنبر نے کہا۔

''ساتھ کیوں نہیں لے جا سکتے؟''۔

ماریا بولی۔

''اس لیے کہ ان لوگوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ ہمارے خزانے کو لوٹ لیں''۔

عنبر ہنسا کہنے لگا۔

''یہ لوگ مسلمان ہیں اور مسلمانوں کی ایمانداری ساری دنیا میں مشہور ہے۔ہم خزانہ نکال کر ساتھ لے جائیں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''عنبر بھائی! کہنے کو تو آپ ٹھیک کہتے ہیں ۔مگر ہم خوامخواہ خطرہ کیوں مول لیں اور کسی کی ایمانداری کو کیوں آزمائیں۔بہتر یہ ہوگا کہ ہم چھپ کر خزانہ جہاز میں ساتھ رکھ لیں گے''۔

''وہ کیسے؟''۔

''اس سلسلے میں ماریا کا گھوڑا ہماری مدد کرے گا۔اگر ہم کسی طرح سے خزانہ ماریا کے گھوڑے پر رکھ دیں تو وہ خزانہ کسی کو نظر نہیں آئے گا''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ تو ٹھیک ہے مگر خزانہ کھنڈروں سے جا کر اپنے ساتھ لائے گا کون؟''۔

ماریا بولی۔

''یہ کام میں خود کر لوں گا۔آپ لوگ کھاڑی کی طرف جائیں۔میں صحرا میں جا کر خزانہ اٹھا کر لے آؤں گی''۔

ناگ نے پوچھا۔

''ماریا بہن! تمہیں معلوم ہے، خزانہ کس جگہ دفن ہے؟''۔

''کیوں نہیں ۔میں اس مقام کو جانتی ہوں آپ لوگ کھاڑی کی طرف جائیں۔میں خزانہ لے کر آ جاؤں گی''۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن ہم جہاز پر زیادہ دیر انتظار نہیں کر سکیں گے۔ بہتر ہوگا کہ تم آج شام تک خزانہ لے کر جہاز پر آ جاؤ"۔

ماریا نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ اس میں ایسی مشکل بات کونسی ہے۔ یہاں سے کھنڈر بہت قریب ہے۔ میں شام ہونے تک آ جاؤں گی"۔

"بہت اچھا۔ تم خدا کا نام لے کر جاؤ"۔

ماریا ایک مقام پر ان لوگوں سے الگ ہوگئی۔ اس نے گھوڑے کو راستے پر ڈال دیا جو صحرا میں اس کھنڈر کی طرف چلا گیا تھا جہاں خزانہ دفن تھا۔

چلتے چلتے تھوڑی دیر بعد ہی اسے دور سے کھنڈر نظر آنے لگے۔ ماریا نے گھوڑے کی رفتار تیز کردی۔

ادھر قافلہ بھی کھاڑی کے پاس پہنچ گیا۔ دور سے انہیں جہاز کے مستول نظر آئے تو قافلے میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

بادشاہ نے عنبر سے کہا۔

"عنبر بیٹا! تم نے شاہی خاندان کی مدد کر کے ہمارے دل جیت لیے ہیں۔ اگر خدا اس وقت تمہیں ہماری مدد کو نہ بھیجتا تو میرے سارے خاندان کو قتل کر دیا جاتا"۔

عنبر نے کہا۔

"بادشاہ سلامت! آپ ایک نیک دل مسلمان بادشاہ ہیں۔ آپ کی مدد کرنا میرا فرض تھا۔ میں تو خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اس قابل بنایا کہ میں آپ کی مدد کروں اور آپ کے کسی کام آ سکوں"۔

کھائی کے کنارے پہنچ کر قافلہ رک گیا۔ عنبر اور ناگ

نے مل کر جھاڑیوں میں چھپائی ہوئی کشتی کو باہر نکالا۔ سب سے پہلے اس میں شہزادوں اور ننھی شہزادیوں کو سوار کروایا۔ ناگ کو ان کے ساتھ کیا اور یہ کشتی جہاز کی طرف بہنے لگی۔ جہاز اسی طرح کھڑا تھا۔

اس کے بادبان لپٹے ہوئے تھے۔ ناگ نے رسی کی سیڑھیوں کی مدد سے سارے شاہی خاندان کو ملکہ اور بادشاہ سمیت جہاز کے عرشے پر پہنچا دیا۔ اس کے بعد وہ خود بھی جہاز کے اوپر آ گیا۔

اس نے نیچے جا کر سب کو دونوں کیبنوں میں آرام کرنے کے لیے کہا۔

باورچی خانہ کھول دیا گیا۔ اس نے شہزادیوں سے کہا۔

''میرے بچو! یہاں کھانے پینے کی ہر شے موجود ہے۔

آرام سے جو دل کرے کھاؤ پیو اور خدا کا شکر ادا کرو''۔

اس کے بعد ناگ کشتی میں سوار ہو کر واپس کنارے پر آ گیا۔ تاکہ وہاں سے دوسرے لوگوں کو بھی لا کر جہاز پر سوار کرایا جائے۔

تھوڑی دیر بعد سارے کے سارے مسافر جہاز پر آ چکے تھے۔ گھوڑوں اور اونٹوں کو صحرا میں آزاد کر دیا گیا، کیونکہ جہاز پر ان کا سوار ہونا بیکار تھا اور صحرا میں سفر کر کے وہ واپس جا سکتے تھے، کیونکہ صحرا میں گھوڑے اور اونٹ عام طور پہ اپنا راستہ تلاش کر کے منزل پر پہنچ جاتے ہیں۔

اب ناگ اور عنبر کو ماریا کا انتظار تھا۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی۔ سب لوگ جہاز کے ڈیک پر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

بادشاہ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ میں اگر یہاں سے خلیج فارس کے پانیوں میں سفر کر کے عمارا کی بندرگاہ پر پہنچ جاؤں تو وہاں مجھے اپنے بھانجے کے ہاں پناہ مل سکتی ہے۔ وہاں سے ہم فوج کی کمک لے کر بغداد پر حملہ کر کے اپنا کھویا ہوا تخت حاصل کر سکتے ہیں''۔

درویش نے کہا۔

''بادشاہ سلامت! آپ کا خیال بڑا اچھا ہے۔ عمارا کی فوج اور بھانجا آپ پر جان چھڑکتے ہیں''۔

بادشاہ نے کہا۔

''اس کے لیے ہمیں اب جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ وقت بڑا قیمتی ہے۔ ہمیں اسے ضائع نہیں کرنا

چاہیے''۔

عنبر نے کہا۔

''مشکل یہ ہے کہ ابھی ہوا تیز نہیں ہے۔ اتنی ہوا نہیں ہے کہ بادبانی جہاز کو آگے دھکیل سکے''۔

''تو پھر ہمیں کب تک یہاں رہنا ہوگا؟''۔

درویش نے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

''زیادہ دیر نہیں مجھے امید ہے کہ رات کے وقت ہوا چلنے لگے گی۔ ہم آدھی رات کو کوچ کر جائیں گے''۔

اصل میں عنبر اور ناگ صرف ماریا کے لیے وہاں رکے ہوئے تھے۔ نہیں تو اتنی ہوا ضرور تھی کہ وہ دریا میں سفر کر سکیں۔

اب ذرا ماریا کی بھی خبر لیتے ہیں۔ ماریا گھوڑے دوڑاتی اس کھنڈر میں پہنچ گئی۔ جہاں انہوں نے مل کر خزانے کو کھنڈر کے اندر ایک جگہ زمین پر سے سل اکھاڑ کر دفن کیا تھا۔

وہ ابھی گھوڑے پر سوار ہی تھی کہ کیا دیکھتی ہے، کھنڈر میں سے ایک آدمی نکل کر باہر آیا۔

پھر دوسرا باہر آ گیا۔ دونوں بڑے غور سے صحرا میں دیکھ رہے تھے۔ ایک نے کہا۔

''تمہارا وہم ہے۔ یہاں ہمارے سوا اور کوئی نہیں ہے''۔

پہلے نے کہا۔

''میں نے اپنے کانوں سے کسی گھوڑے کے ہنہنانے اور اس کے قدموں کی آواز سنی ہے''۔

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ ماریا کا گھوڑا ایک بار ہنہنایا بھی تھا

اور کھنڈروں کے پتھروں پر سے اس کے قدموں کی آواز بھی گونجی تھی۔

بہر حال دونوں نے جب دیکھا کہ صحرا خالی ہے تو واپس کھنڈر میں چلے گئے۔ ماریا سوچنے لگی کہ یہ کم بخت کہاں سے آ گئے؟

اور پھر کوئی پتا نہیں تھا کہ وہ دو ہیں یا زیادہ ہیں۔ اس کے لیے کھنڈر کے اندر جا کر دیکھنا بہت ضروری تھا۔

ماریا گھوڑے کو دوڑا لے گئی۔

یہاں ببول کی جھاڑیاں سی اگی ہوئی تھیں۔ ماریا نے ان جھاڑیوں کے پیچھے گھوڑے کو چھپا کر باندھ دیا۔ اور خود گھوڑے پر سے اتر کر کھنڈر کی طرف چلنے لگی۔

مصیبت یہ تھی کہ وہ خود تو نظر نہیں آ رہی تھی۔ مگر ریت پر

اس کے قدموں کے نشان برابر پڑ رہے تھے۔ خدا کا شکر تھا کہ وہاں کوئی ان نشانوں کو دیکھنے والا نہیں تھا۔ نہیں تو ان نشانوں کی مدد سے ماریا کو گرفتار کر کے اپنے قابو میں کیا جا سکتا تھا۔

ماریا جلدی سے کھنڈروں میں آ گئی۔ یہاں پتھر ہی پتھر زمین پر بکھرے ہوئے تھے۔ پتھروں پر ماریا کے پاؤں کے نشان نہیں پڑ رہے تھے۔

ماریا ایک ٹوٹی پھوٹی دیوار کے پیچھے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ اندر سے صرف دو آدمیوں کے بات کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ پھر اس نے سنا کہ جیسے کوئی شخص پتھروں کو زمین میں سے اکھاڑ رہا ہے۔ ماریا جلدی سے اندر آ گئی۔

کھنڈروں میں وہی دو ڈاکو بیٹھے تھے۔ قریب ہی ان کے

گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ دونوں ڈاکو کدالیں ہاتھوں میں لیے ٹھیک اسی جگہ سے پتھروں کی سل اکھاڑ رہے تھے۔ جہاں انہوں نے خزانے کو دفن کیا تھا۔

ماریا پہلے تو پریشان ہوگئی کہ یہ کم بخت ان کے خزانے کو چرانے والے کہاں سے آ گئے؟ اسے اس بات کی بھی حیرانی تھی کہ ان لوگوں کو یہ پتا کیسے چل گیا کہ یہاں خزانہ دفن ہے؟

بہرحال یہ وقت اس قسم کی باتوں کے سوچنے کا نہیں تھا، کیونکہ وہ لوگ خزانہ نکال کر لے جا رہے تھے۔ ڈاکوؤں نے کدالوں سے سل اکھاڑ کر پرے پھینک دی۔

سل کے نیچے سے خزانے کا صندوق نکل آیا۔ دونوں ڈاکوؤں کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔

''مل گیا خزانہ''۔

خزانہ انہیں سچ مچ مل گیا تھا۔ ماریا چوکس ہوگئی۔ انہوں نے صندوق کو باہر نکال کر رکھ لیا۔

ڈھکن کھول کر دیکھا تو سونے کی اشرفیوں اور ہیرے کے جواہرات کے ڈھیر کو دیکھ کر ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ وہ خوشی سے ناچنے لگے۔ ایک نے کہا۔

''چلو اسے جلدی سے یہاں اٹھا کر گھوڑے پر رکھتے ہیں۔ اب ہم بہت امیر ہیں۔ ہم کو یہاں سے نکل جانا چاہیے''۔

انہوں نے خزانے کے صندوق کو گھوڑے پر لادنے کے لیے کام کنا شروع کر دیا۔ ایک ڈاکو نے خزانہ دوسرے ڈاکو کے کندھے پر رکھ دیا۔

اب ماریا کے لیے خاموش رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس نے زور سے گرجدار آواز میں کہا۔

''خبردار! اسی جگہ رکھ دو جہاں سے اٹھایا ہے''۔

دونوں ڈاکو چونک کر ادھر ادھر تکنے لگے۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ انہوں نے پھر سے خزانے کو گھوڑے پر رکھنے کی کوشش شروع کر دی۔

ماریا نے آگے بڑھ کر ایک ڈاکو کی نیام سے تلوار کھینچ لی اور گرجدار آواز میں کہا۔

''اگر تم لوگ خزانے کو یہاں پھینک کر نہ بھاگے تو میں تم دونوں کو قتل کردوں گی۔ میں اس خزانے کا بھوت ہوں''۔

ڈاکو ڈر گئے تھے مگر خزانہ بھی نہ چھوڑنا چاہتے تھے۔ اتنی دولت انہیں ساری زندگی کہیں سے نہیں مل سکتی تھی۔ ایک ڈاکو

تے خزانے کو گھوڑے پر رکھا اور اس پر سوار ہو کر بھاگ اٹھا۔ ماریا بھی فوراً گھوڑے پر سوار ہوئی اور ڈاکو کے پیچھے دوڑی۔ وہ کھنڈر سے باہر نکل کر صحرا میں دوڑنے لگی۔

ماریا نے اس کا تعاقب شروع کر دیا۔ ایک جگہ ماریا کا گھوڑا ڈاکو کے گھوڑے کے بالکل قریب ہو گیا۔ ماریا نے پیچھے سے ڈاکو پر تلوار کا وار کیا۔ تلوار اس کی گردن پر لگی۔ اور وہ گھوڑے پر سے گر پڑا۔

ماریا نے خزانہ گھوڑے پر ہی رہنے دیا۔ گھوڑے کی باگ تھامی اور اسے لے کر ان جھاڑیوں میں آ گئی جہاں اس کا اپنا گھوڑا کھڑا تھا۔

اس نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر دوسرا گھوڑا آزاد کر دیا اور خزانے والے گھوڑے کی باگ تھام کر واپس جہاز کی

طرف روانہ ہو گئی۔

جس وقت وہ دریا کے کنارے پہنچی سورج غروب ہونے شروع ہو گیا تھا اور ناگ اور عنبر اس کا بے چینی سے انتظار کر رہے تھے۔

طوفان کے بعد

عنبر جہاز سے اتر کر دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا۔

رات گہری ہونے لگی تھی۔ صحرا کے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ جہاز پر شاہی خاندان کے بچے آرام کر رہے تھے۔

بادشاہ بی اپنے کیبن میں تھا۔ عرب مجاہد درویش اور ناگ عرشے پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ناگ نے بھی محسوس کیا

کہ اتنی دیر ہو گئی ہے اور ماریا ابھی تک نہیں آئی۔ ضرور کوئی گڑ بڑ کی بات ہے۔ چل کر دیکھنا چاہیے۔

اس نے درویش سے کہا۔

''میرا خیال ہے آج رات ہوا نہیں چلے گی۔ شاید ہمیں صبح یہاں سے لنگر اٹھانا پڑے۔ اس لیے آپ سب لوگ جا کر آرام کریں''

درویش نے کہا۔

''معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے''۔

اس کے بعد وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر نیچے کیبن میں جا کر لیٹ گیا۔

جہاز کا عرشہ خالی ہو گیا تو ناگ جہاز پر سے اتر کر دریا کے کنارے عنبر کے پاس گیا۔ عنبر بھی ماریا کے انتظار میں بے

چینی سے ٹہل رہا تھا۔

اس نے کہا۔

"عنبر بھائی! ماریا کا جلدی پتا کرنا چاہیے۔ خدا خیر کرے وہ ابھی تک نہیں آئی۔ کسی مصیبت میں نہ پھنس گئی ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ میں خود اس کے لیے پریشان ہوں۔ چلو چل کر دیکھتے ہیں"۔

ابھی وہ جانے کی تیاریاں ہی کر رہے تھے کہ انہیں گھوڑے کے چلنے کی آواز آئی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے ایک خالی گھوڑا چلا آ رہا ہے۔

جس پر خزانے کا صندوق لدا ہوا ہے۔ وہ لپک کر اس کی طرف گئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ گھوڑا تھا۔ جس پر ماریا سوار

تھی۔ ماریا اور اس کا گھوڑا غائب تھے۔

عنبر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"ماریا! تم آ گئیں؟"۔

"ہاں عنبر بھائی"۔

ناگ بولا۔

"خدا کا شکر ہے۔ ہم تو بڑے پریشان ہو رہے تھے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"آخر بات کیا ہوئی؟ تم نے اتنی دیر کیوں کر دی؟"۔

ماریا نے کہا۔

"بس وہی پرانی بات۔ دو ڈاکو کہیں سے آ کر خزانے کو چرا کر لے جانے کی کوشش کر رہے تھے"۔

عنبر سر جھٹک کر بولا۔

"ان کم بخت ڈاکوؤں سے نہ جانے کب ہمارا پیچھا چھوٹے گا۔ ہر جگہ آ کر مصیبت ڈال دیتے ہیں۔ آؤ اب جلدی سے جہاز پر چلو"۔

انہوں نے خزانے کے صندوق کو گھوڑے پر سے اتار کر کندھے پر رکھا اور اسے لے کر چھپتے چھپاتے جہاز کے عرشے پر آ گئے۔

ناگ نے بڑی عقل مندی کا کام کیا تھا۔ جو جہاز پر سب لوگوں کو عرشے سے نیچے بھجوا دیا تھا۔ عرشہ بالکل خالی تھا۔ وہ خزانے کے صندوق کو سیڑھیوں پر سے اتار کر چپکے سے اپنے خاص تہہ خانے والے کیبن میں لے گئے۔

وہاں لے جا کر انہوں نے خزانے کو ایک جگہ کونے میں خالی بوروں کے نیچے چھپا کر رکھ دیا۔

اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے اطمینان کا سانس لیا۔

عنبر نے کہا۔

"اب جب کہ ہم خزانے کو جہاز پر لے آنے میں کامیاب ہو گئے ہیں، میرا خیال ہے کہ ہمیں اب جتنی جلدی ہو سکے، یہاں سے نکل جانا چاہیے، کیونکہ ہو سکتا ہے، اٹیلا کے سپاہی ہماری تلاش میں نکل پڑے ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

ہاں! اٹیلا کے جاسوس بڑے خطرناک ہیں اور وہ ضرور ہر جگہ پھیلے ہوں گے۔

اس قوم کی جاسوسی بڑی سخت ہوتی ہے۔ ہم ان کے جاسوسوں سے تبت میں پہلے بھگت چکے ہیں۔

ماریا نے کہا۔

''ہوا ابھی خوب چلنے لگی ہے۔ ہمیں لنگر اٹھا کر یہاں سے نکل جانا چاہیے''۔

عنبر نے جا کر بادشاہ اور درویش کو اطلاع کر دی کہ ہوا چل پڑی ہے اور وہ لوگ جہاز کو لے کر چل رہے ہیں۔ سب لوگ بڑے خوش ہوئے۔

سارے عرب مجاہد عنبر اور ناگ کی مدد کرنے کے لیے اوپر آ گئے۔ انہوں نے لنگر اٹھانے اور بادبانوں کو کھولنے میں مدد دی۔

جہاز دریا میں سمندر کی طرف سفر کرنا شروع کر دیا۔

ساری رات جہاز دریا کی لہروں پر سمندر کی طرف سفر کرتا رہا۔ دن نکلا تو جہاز ابھی دریا میں ہی تھا۔

تیسرے پہر جہاز سمندر میں داخل ہو گیا۔

شام تک جہاز سمندر کے بیچ میں آ گیا تھا۔ اب آسمان پر اچانک گہرے گہرے بادل چھانا شروع ہو گئے۔ تیز ہوا چلنے لگی اور بارش کی جھڑی لگ گئی۔

جہاز تیز ہواؤں میں ڈولنے لگا۔ آدھی رات تک سمندر میں طوفان رہا۔ بارش اور ہواؤں کا زور رہا۔ رات کے پچھلے پہر ہوا اور بارش کا زور ٹوٹ گیا۔

صبح ہوئی تو آسمان پر ابھی تک بادل چھائے ہوئے تھے مگر طوفان ختم ہو چکا تھا۔ بارش بھی ختم ہو گئی تھی۔

سارا دن جہاز سمندر میں سفر کرتا رہا۔

عنبر بڑی مہارت سے جہاز کو ٹھیک راستے پر چلا رہا تھا۔

بادشاہ اور درویش نے اسے بتایا کہ عمارا کی بندرگاہ خلیج فارس

کے جنوب مغرب میں ہے اوراس کی سب سے بڑی نشانی یہ
ہے کہ اس کے کنارے پر سیاہ نگ کی بڑی بڑی چٹانوں کا
سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

شام تک یہ چٹانیں کہیں نظر نہ آئیں۔ اگلا دن شروع
ہوا تو دور سے انہوں نے سیاہ چٹانوں کے سلسلے کو دیکھا۔

بادشاہ نے کہا۔

''میرے بچو! یہی عمارا کا ساحل ہے''۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

''جہاز کے بادبانوں کا رخ ساحل کی طرف موڑ دو''۔

ناگ نے مستولوں کے اوپر چڑھ کر بادبانوں کا رخ
کنارے کی طرف کر دیا۔

جہاز اب آہستہ آہستہ کنارے کی طرف بڑھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد وہ کنارے پر کھڑے تھے۔ عنبر اور ناگ نے
شاہی خاندان کو جہاز سے اتارا۔ جہاز کو ساحل پر ہی لنگر ڈال
کر کھڑا کر دیا گیا تھا۔

عمارہ کی بندرگاہ معمولی سی بندرگاہ تھی۔

یہاں پر کوئی بھی جہاز نہیں تھا۔ ماہی گیروں کی دو
چار کشتیاں دور سمندر میں جال ڈالے مچھلیاں پکڑ رہی تھیں۔

عنبر نے درویش سے کہا۔

''یہاں سے عمارہ کا شہر کتنی دور ہوگا؟''۔

بادشاہ نے کہا۔

''میرے بچے! میرے بھانجے کا شہر عمارہ یہاں سے
زیادہ سے زیادہ ایک دن اور ایک رات کے فاصلے پر ہوگا،
لیکن اب تم تکلیف نہ اٹھاؤ، ہم خود ہی وہاں پہنچ جائیں گے۔

تم نے پہلے ہی ہمارے لیے بے حد تکلیف اٹھائی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں نہیں بادشاہ سلامت! ہم آپ کو عمارہ شہر تک چھوڑ کر آئیں گے۔ یہ ہمارا فرض ہے"۔

درویش نے کہا۔

"عنبر بھائی! بادشاہ سلامت کا خیال صحیح ہے۔ تم لوگ خواہ مخواہ کیوں پریشان ہوتے پھرو گے۔ ہم لوگ خود ہی پہنچ جائیں گے"۔

عنبر بولا۔

"نہیں بھائی ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ ہم بڑی خوشی سے آپ لوگوں کے ساتھ عمارہ شہر تک جائیں گے۔ اور آپ کو اپنی منزل پر پہنچا کر واپس آ جائیں گے"۔

بادشاہ نے کہا۔

"تم اس جہاز کو اکیلے کیسے چھوڑ کر جاؤ گے؟"۔

عنبر بولا۔

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گا اور ناگ اس جہاز کی رکھوالی کرے گا"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ عنبر خود شاہی خاندان کے ساتھ صحرا میں عمارہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا اور جہاز پر ناگ اور ماریا اس کی پہرے داری کے لیے رہ گئے۔

شاہی خاندان پیدل ہی سفر کر رہا تھا۔ ایک پہر کا سفر طے کرنے کے بعد انہوں نے ایک گاؤں میں پہنچ کر وہاں سے کچھ گھوڑے اور اونٹ خریدے اور اس پر سوار ہو کر اپنا سفر شروع کر دیا۔

ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد یہ شاہی قافلہ
عمارہ شہر کے رواز ے پر پہنچ گیا۔ دروازے پر پہرے دار
سپاہیوں نے بغداد کے بادشاہ سلامت اور دوسرے شاہی
خاندان کے لوگوکو مصیبت کی حالت میں آتے دیکھا تو انہوں
نے جلدی سے دروازہ کھول دیا اور جھک کر سلام کیا۔

باشاہ کا بھانجہ خوارزم اپنے ماموں کا خیر مقدم کرنے
شاہی محل کے دروازے پر آ گیا۔

اپنے شاہی خاندان کے لوگوں کی حالت بری دیکھ کر اس
کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اپنے ماموں سے لپٹ گیا۔

بادشاہ نے پیار سے تھپتھپا کر کہا۔

''اچھے بھانجے! دنیا کی تاریخ میں ایسے انقلاب آتے
ہی رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ عزت و آبرو لے کر تمہارے

پاس پہنچ گیا ہوں''۔

شاہی محل میں آ کر بادشاہ نے خوارزم سے عنبر کا تعارف
کروایا اور کہا۔

''بھانجے! اگر یہ نوجوان ہماری مدد نہ کرتا تو آج ہم لوگ
زندہ حالت میں تمہارے سامنے کھڑے نہ ہوتے یہ اس ایک
بہادر نوجوان کا کارنامہ ہے کہ اس نے ہمیں بغداد شہر کے
آگ اور خون کے دریا سے باہر نکال دیا''

خوارزم نے عنبر سے گلے لگ کر کہا۔

''میرے بھائی! میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں تم
نے میرے ماموں کی جان بچا کر مجھے ہمیشہ کے لیے خرید
لیا ہے۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو
میں تمہیں اپنے شہر کا گورنر ہو سکتا ہوں''۔

عنبر بولا۔

''نیک دل بادشاہ! آپ کو یہ شہر مبارک ہو۔ میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا۔ میرا بھائی پیچھے میری راہ دیکھ رہا ہے۔ مجھے اس کے پاس واپس پہنچنا ہے۔ اگر زندگی رہی تو پھر کبھی نہ کبھی ضرور ملاقات ہوگی''۔

وہ رات عمارہ کے شاہی محل میں ٹھہرنے کے بعد عنبر دوسرے روز صبح بادشاہ ، درویش، عرب مجاہدوں اور خوارزم سے مل کر گھوڑے پر سوار ہو کر واپس اپنے جہاز کی طرف روانہ ہو گیا جو سمندر میں کھڑا تھا اور جہاں ناگ اور ماریا اس کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ جہاز پر ایک دن ایک رات تو آرام سے گذر گئی۔

دوسرے روز جب عنبر شہر عمارہ سے واپس چلا تو ادھر جہاز

پر ناگ عرشے کے جنگلے سے لگا سمندر کی لہروں کا تماشا کر رہا تھا کہ اسے دور سے ایک کشتی آتی دکھائی دی۔

ناگ نے نیچے سے ماریا کو بھی اوپر بلا لیا اس نے ماریا کو کشتی دکھا کر کہا کہ اسے یہ کشتی عجیب سی لگ رہی ہے۔ کیونکہ وہ ماہی گیری کی کشتی سے زیادہ بڑی ہے اور اس میں آدمی بھی زیادہ سوار ہیں۔

ماریا نے کہا۔

''آدمیوں کے سروں پر پیتل کے خود ہیں۔ یہ تو کسی ملک کے سپاہی معلوم ہوتے ہیں''۔

ناگ بولا۔

''انہوں نے معلوم ہوتا ہے جہاز کو دیکھ لیا ہے اور وہ اسی جہاز کی طرف بڑھ رہا ہیں۔ ہمیں ہر طرح سے ہوشیار ہو جانا

چاہیے"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ پھنکار مار کر سانپ بن گیا۔ اور مستول کے اوپر بادبانوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ ماریا نے نیچے جا کر جلدی سے اس تہہ خانے کے دروازے پر تالا ڈال دیا جس کے اندر خزانہ چھپا ہوا تھا۔ وہ خود جہاز کے عرشے پر آ کر ایک طرف جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

کشتی والوں نے بھی جہاز کو دیکھ لیا تھا۔ اور وہ جہاز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جب کشتی قریب آ گئی تو ماریا نے دیکھا کہ اس میں دس گیارہ سپاہی بیٹھے تھے ان کے ہاتھوں میں لمبے لمبے نیزے تھے اور کمر کے گرد خمدار تلواریں اور خنجر لٹک رہے تھے۔

کچھ سپاہیوں کے کندھوں پر کمانیں اور ترکش میں تیر

تھے۔ مستول کے ساتھ لپٹا سانپ بھی ان سپاہیوں کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا کہ یہ کون سپاہی ہیں اور جہاز پر کیا کرنے آ رہے ہیں۔

ماریا کے ذہن میں ایک ہی خیال آیا تھا کہ یہ ضرور اٹیلا کے سپاہی ہیں جو بغداد کے مفرور شاہی خاندان اور بادشاہ کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔ وہ خاموشی سے دیکھنے لگی کہ یہ لوگ کیا کرتے ہیں۔

کشتی جہاز کے قریب آ کر رک گئی۔ پھر کشتی نے جہاز کے ارد گرد چکر لگانے شروع کر دیے۔ تین چار چکر لگانے کے بعد کشتی جہاز کے پیندے کے ساتھ لگ کر رک گئی۔

سپاہی کشتی میں سے نکل کر لنگر کے سنگل یعنی زنجیر کے ساتھ لٹک لٹک کر جہاز کے عرشے پر آ گئے۔ عرشے پر آتے

ہی انہوں نے تلواریں نکال کر ہاتھوں میں تھام لیں۔ کمانوں پر تیر چڑھا لیے گئے۔ گویا وہ مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو گئے۔

ایک آدمی جوان کا سپہ سالار لگتا تھا آگے بڑھ کر بولا۔

''کچھ سپاہی یہاں پہرہ دیں۔ کچھ سامنے جا کر کھڑے ہو جائیں۔ میں نیچے جاتا ہوں۔ جہاز خالی معلوم ہوتا ہے لیکن ہو سکتا ہے دشمن نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی ہو''۔

سالار اپنے ساتھ سپاہیوں کو لے کر ننگی تلواریں اور نیزے ہاتھوں میں لیے جہاز کی سیڑھیوں پر سے نیچے اتر گیا۔ ماریا نے سوچا کہ اس کا ان سپاہیوں کے ساتھ نیچے جانا ضروری ہے تاکہ وہ یہ معلوم کر سکے کہ خزانہ تو ان کے ہاتھ نہیں لگ گیا۔

ماریا جلدی سے، بڑی خاموشی سے سیڑھیوں پر پاؤں رکھتی نیچے اتر گئی، اس وقت سپاہی باورچی خانے میں گھسے ہوئے تھے اور ایک ایک چیز کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔

سالار نے چولہے کو ہاتھ لگا کر کہا۔

''چولہا ٹھنڈا نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ جہاز خالی نہیں۔ یہاں لوگ موجود تھے جو شاید ہمیں دیکھ کر اس جہاز پر یا کسی دوسری جگہ جا کر چھپ گئے ہیں۔ ہم انہیں تلاش کر کے چھوڑیں گے''۔

باورچی خانے سے نکل کر یہ لوگ ساتھ والے کیبن میں آ گئے۔ یہاں تپائی پر سمندری راستوں کا نقشہ پھیلا ہوا تھا۔

سالار نے نقشے کو جھک کر بڑے غور سے دیکھا اور کہنے لگا۔

''اس جہاز پر بڑا لمبا سفر کیا گیا ہے۔ یہاں جس جس

جگہوں پر نشان لگے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جہاز ساری دنیا کے چکر لگا چکا ہے"۔

یہاں سے نکل کر یہ لوگ اس کیبن میں آ گئے جہاں ماریا سوتی تھی۔ یہاں ماریا کا بستر دیکھ کر بھی انہوں نے آپس میں باتیں کیں اور پھر تہہ خانے کے دروازے پر آ گئے جس پر بڑا سا تالا لگا ہوا تھا۔

سالار نے حکم دیا کہ تالا توڑ دیا جائے۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر تالا توڑ دیا۔ یہ لوگ تہہ خانے میں داخل ہو گئے۔

یہ وقت بڑا نازک تھا۔ ماریا اس وقت تک حملہ نہیں کرنا چاہتی تھی جب تک کہ سپاہی خزانے پر ہاتھ نہیں ڈالتے تھے۔ سپاہی نے تہہ خانے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ انہوں نے

ایک ایک شے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔

بدقسمتی سے ایک سپاہی نے خالی بوروں کو ہٹایا تو نیچے خزانے کا صندوق نظر آ گیا۔ انہوں نے ڈھکنا کھولا تو زرو جواہرات دیکھ کر سالار کی آنکھیں کھل گئیں۔

اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ خزانے کو نکال کر اوپر لے جایا جائے اب ماریا برداشت نہیں کر سکتی تھی۔ حملہ کرنے کا وقت آ گیا تھا۔

ماریا نے تلوار نکال لی اور وہ تہہ خانے کے دروازے کے باہر کھڑی ہو گئی۔ جونہی ایک سپاہی باہر نکلا ماریا نے ایک ہی وار سے اس کی گردن تن سے جدا کر دی۔

☆ یہ سپاہی کون تھے کہاں سے آئے تھے؟
☆ کیا ماریا خرانے کو ان لوگوں سے بچا سکی؟
☆ کیا عنبر واپس جہاز پر پہنچ گیا؟
☆ ان سوالوں کے جواب کے لیے اسی ناول کی اگلی
یعنی 47 ویں قسط پڑھیے۔

مکار نجومی
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 47)
اے حمید
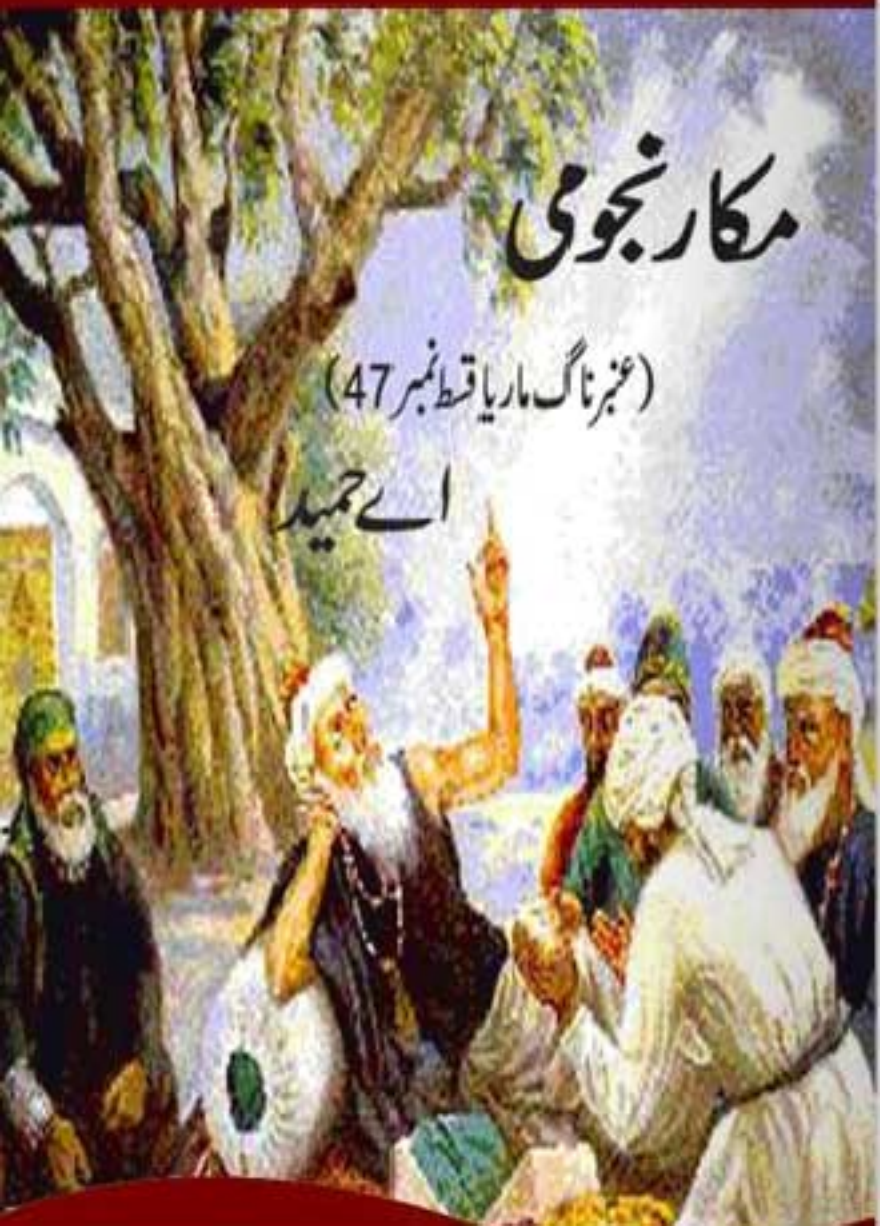
مکار نجومی

عنبر ناگ ماریا

(قسط نمبر 47)

اے حمید

فہرست

مکار نجومی

سپاہی کی گردن اڑتی دیکھ کر اندر والے سپاہی گھبرا گئے۔

سالار تلوار لہراتا باہر آ گیا۔ اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ جبکہ ماریا اس کے قریب ہی دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی۔ لیکن وہ غائب تھی۔

وہ سب کو دیکھ سکتی تھی اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سالار کے ساتھ دوسرے سپاہی بھی تہہ خانے سے باہر آ

گئے۔ سپاہی کی لاش خون میں لت پت پڑی تھی۔

سالار نے کہا۔

"یہاں ضرور کوئی دشمن چھپا ہوا ہے۔ خزانے کو اٹھا کر باہر لے آؤ اور سارے جہاز کی تلاشی لو"۔

چار سپاہی خزانے کا صندوق لے کر باہر آ گئے۔ اب وقت بڑا نازک تھا۔ ماریا آگے بڑھ کر سیڑھیوں میں کھڑی ہو گئی۔

اس نے آگے والے سپاہی کی ٹانگوں پر تلوار کا وار کیا اس کی ٹانگیں کٹ گئیں اور وہ زخمی ہو کر گرا۔ دوسرے سپاہیوں نے اسے سنبھالا۔

ماریا نے دوسرے ایک سپاہی کے سینے میں تلوار گھونپ دی اور پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ چوتھا سپاہی بھوت کا شور

مچا تا خزانہ وہیں چھوڑ کر اوپر بھاگا۔

سالار نے چیخ کر کہا۔

"کم بخت! بھاگ کیوں گیا؟ ٹھہرو"۔

مگر سپاہی اس قدر ڈر گیا تھا کہ اس نے اپنے سالار کی آواز پر پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔ سالار خزانے کو کندھے پر اٹھانے کے لیے جھکا۔

وہ اتنا بڑا خزانہ ویران جہاز میں چھوڑ کر خالی ہاتھ نہیں واپس جانا چاہتا تھا۔ اب ماریا کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا کہ وہ سالار پر بھی حملہ کر دے۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ تلوار کا ایک زوردار وار سالار کے بازو پر کیا۔ اس کا بازو کٹ گیا۔ وہ چیخ مار کر خزانہ وہیں چھوڑ کر اوپر بھاگا۔ وہ ڈر گیا تھا کیونکہ اس کا حشر بھی وہی

ہونے والا تھا جو دوسرے سپاہیوں کا ہوا تھا۔

وہ بھاگتا ہوا اوپر آیا۔

اوپر بھی افراتفری مچی ہوئی تھی۔ ناگ نے اپنا کام دکھا دیا تھا۔ وہ سانپ بن کر مستول کے ساتھ لپٹا ہوا تھا وہاں سے چپکے سے اتر کر اس نے ایک سپاہی کو ڈس کر ہلاک کر دیا تھا۔

نیچے سے سالار کو بھاگتا اور زخمی حالت میں آتا دیکھ کر اوپر والے سپاہی گھبرا گئے۔ پھر بھی سالار نے ایک سپاہی کو حکم دیا۔

"نیچے سے خزانہ لا کر کشتی میں ڈالو اور یہاں سے بھاگ چلو"۔

ایک سپاہی حکم ملتے ہی نیچے تہہ خانے کی سیڑھیوں کی

طرف لپکا۔ سیڑھیاں اتر کر اس نے دیکھا کہ خزانے کا صندوق فرش پر سیڑھیوں کے پاس ہی پڑا تھا۔

وہ جلدی سے جھک کر خزانے کو اٹھانے لگا۔ خزانہ اٹھا کر اس نے کندھے پر رکھا اور بڑی تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا اوپر عرشے پر آ گیا۔

سالار نے جب دیکھا کہ خزانہ اوپر آ گیا ہے تو بڑا خوش ہوا۔

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"میرا ایک بازو کٹ گیا ہے تو کیا ہوا خزانہ تو میں ضرور ساتھ لے جاؤں گا۔ اسے کشتی میں ڈال دو اور جہاز کو چھوڑ دو"۔

اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ ماریا تلوار ہاتھ میں لیے، ان کی

موت بن کر اوپر آ چکی تھی۔ دوسری طرف سے سانپ بھی مستول سے اتر کر ایک سپاہی کے پیچھے پہنچ گیا تھا۔

جونہی خزانے والا سپاہی خزانے کو نیچے لے جانے لگا سانپ نے پیچھے سے اسے ڈس دیا۔ زہر اتنا سخت تھا کہ اس کے اثر سے سپاہی کا سارا جسم پتھر سا بن کر گر پڑا۔

خزانہ عرشے پر رہ گیا۔ دوسرے سپاہی نے خزانے کو اٹھانا چاہا تو ماریا نے تلوار کا وار کر کے اس کی بھی گردن اڑا دی۔

سالار گھبرا گیا۔ اس نے چیخ کر کہا۔

"کشتی میں چھلانگ لگا دو۔ جہاز پر بھوتوں کا قبضہ ہے"۔

سارے سپاہیوں نے سمندر میں چھلانگیں لگا دیں۔

سالار کی بدقسمتی کہ اس کے دل میں پھر لالچ آ گیا۔ اس نے

سوچا کہ کیوں نہ جاتے جاتے خزانے کو بھی سمندر میں پھینک دے۔

یہ سوچ کر اس نے صندوق کو اٹھا کر سمندر میں پھینکنا چاہا۔ ابھی وہ جھکا ہی تھا کہ ماریا نے اس کی پیٹھ پر اس زور سے لات ماری کہ وہ لڑھکنیاں کھاتا ہوا دوسرے سپاہیوں کے ساتھ ہی سمندر میں گر پڑا۔

ماریا قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

جہاز پر ایک عورت کے قہقہے کی آواز سن کر سارے سپاہی اور سالار ڈر گئے۔ وہ سمندر میں تیرتے ہوئے اپنی کشتی تک گئی اور چپو چلاتے سمندر میں بھاگ گئے۔ سانپ بھی اوپر سے اتر کر پھر ناگ کی شکل میں آ گیا۔

اس نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن! تم نے بڑی بہادری دکھائی۔ اگر آج تم جرات سے کام نہ لیتیں تو یہ لوگ خزانہ لے گئے تھے۔ میں اکیلا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا"۔

ماریا نے کہا۔

"اب جلدی سے نیچے چلو اور سپاہیوں کی لاشیں ٹھکانے لگائیں"۔

دونوں نیچے تہہ خانے میں آ گئے۔ انہوں نے بڑی مشکل سے سیڑھیوں اور راہداری میں پڑی ہوئی سپاہیوں کی لاشوں کو سیڑھیوں پر سے گھسیٹ کر اوپر پہنچایا۔

پھر عرشے کی لاشوں کے ساتھ ہی ایک ایک کر کے ان سبھوں کو سمندر میں پھینک دیا۔ پانی سے عرشے کو بالکل صاف کیا۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر بھائی کو اس وقت تک آ جانا چاہیے تھا"۔

ناگ بولا۔

"بس وہ آ رہی رہا ہوگا"۔

شام تک انہوں نے عنبر کی راہ دیکھی۔ مگر عنبر نہیں آیا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو"۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر اگر مصیبت میں پھنس بھی گیا تو وہاں نکل کر واپس آ جائے گا"۔

ناگ بولا۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہر پریشان ہیں۔ ہم اس کا انتظار کر

رہے ہیں۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کہاں اور کس حال میں ہے۔

"خدا نے چاہا تو وہ آج رات تک ضرور آ جائے گا"۔

ادھر چل کر ذرا عنبر کی بھی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

سمارا شہر سے بادشاہ اور شاہی خاندان کو اس کے بھانجے کے حوالے کر کے عنبر گھوڑے پر سوار نکل کھڑا ہوا تھا۔ صحرا میں اکیلا سفر کرتا وہ اپنے بادبانی بحری جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔

یہ صحرا بڑا خطرناک صحرا تھا۔

عنبر اگرچہ ان علاقوں کا رہنے والا تھا پھر بھی اسے اس قسم کے صحرا کا پہلے سے تجربہ نہیں تھا۔ دن نکلتے ہی اس قدر گرمی پڑنے لگی کہ عنبر کا سر چکرا گیا۔

وہ مجبوراً ایک جگہ سائے میں رک گیا۔ اس نے محسوس کیا کہ وہاں کوئی بھی قافلے کا راستہ نہیں ہے اور کہیں، کسی جگہ پر بھی کوئی قافلہ سفر نہیں کر رہا۔

اسے کوئی مسافر بھی میں نہیں ملا۔ اس نے سوچا کہ اس صحرا میں اس قدر شدید گرمی پڑتی ہے کہ مسافر ضرور دن کی بجائے راتوں کو سفر کرتے ہیں۔

یہ بات ٹھیک بھی تھی گرمی کی زیادتی کی وجہ سے اس صحرا میں لوگ رات کو سفر کرتے تھے۔

مگر بہت کم مسافر ادھر سفر کرتے تھے۔ ہاں کبھی کبھی کوئی قافلہ رات کو ضرور سمارا کی ویران سی بندرگاہ کی طرف دکھائی دے جاتا تھا۔

عنبر سارا دن گرمی سے بچ کر ببول کی جھاڑیوں کے

معمولی سے سائے میں بیٹھا آرام کرتا رہا۔ جب شام کو دھوپ ڈھل گئی تو اس نے ایک جگہ سے گھوڑے کو پانی پلایا اور سفر شروع کر دیا۔ سمارا سے اس کے بادبانی جہاز تک دو روز کا سفر تھا۔ وہ راتوں کو سفر کر رہا تھا۔ اس اعتبار سے وہ دو راتوں کا سفر تھا۔

وہ ساری رات سفر کرتا رہا پچھلے پہر وہ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا تھا۔ گھوڑا بڑے مزے سے قدم قدم صحرا میں چل رہا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی کہ اچانک اسے ایک پھنکاری سنائی دی۔

دوسرے لمحے گھوڑے نے زور سے دولتی جھاڑی اور پھر نیچے گرنے لگا۔ عنبر چھلانگ لگا کر گھوڑے سے کود گیا۔ گھوڑا ریت پر گر چکا تھا۔

اس نے دیکھا گھوڑے کی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔ ایک سبز سانپ ریت میں گم ہو گیا۔ گھوڑے کو سانپ نے کاٹ کھایا تھا۔

عنبر کو اس وقت ناگ بہت یاد آیا۔ اگر ناگ اس کے پاس ہوتا تو اس کے گھوڑے کو بچایا جا سکتا تھا۔

گھوڑے کی عنبر کو سخت ضرورت تھی۔ مگر ناگ بہت دور بیٹھا تھا۔ گھوڑا دم توڑ رہا تھا۔ عنبر خود کو تو بچا سکتا تھا لیکن گھوڑے کو بچانا اس کے بس میں نہیں تھا چنانچہ اس کے دیکھتے دیکھتے گھوڑا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر صحرا میں مر گیا۔

عنبر نے گھوڑے کے اوپر ریت ڈالی اور ہاتھ جھاڑ کر سفر پر روانہ ہو گیا۔ اب وہ دل میں کچھ پریشان بھی ہو گیا تھا۔ کیونکہ وہ راستہ نہیں جانتا تھا۔

گھوڑا اپنے آپ ٹھیک راستے پر چلا جا رہا تھا گھوڑے کو راستہ کا پتہ تھا۔ عنبر کو اب یہ ڈر کھانے لگا کہ اگر وہ صحرا میں راستہ بھول گیا تو کیا ہو گا۔ وہ بھوک اور پیاس سے مر تو نہیں سکتا تھا لیکن راستہ بھول کر وہ ناگ اور ماریا سے ہزاروں میل دور ضرور جا پڑتا۔

پر اب کیا ہو سکتا تھا۔ گھوڑے کی لاش صحرا میں پڑی تھی۔ سامنے صحرا ایک ریت کے سمندر کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ عنبر خیال کے مطابق چلتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر میں سورج نکل آیا اور صحرا میں گرمی پڑنے لگی۔ ریت دھوپ میں سورج نکلتے ہی ایک دم سے گرم ہونی شروع ہو جاتی ہے۔ صحرا کی ریت ٹھنڈی بھی بہت جلد ہوتی ہے اور گرم بھی بہت جلد ہو جاتی ہے۔

گرمی نے قیامت مچانی شروع کر دی۔ عنبر پھر بھی چلتا چلا گیا۔ اسے نہ بھوک تھی نہ پیاس۔ نہ تھکن ہی تھی۔ ہاں مگر گرمی اس کو ضرور پریشان کرنے لگی تھی۔ اس نے سوچا کہ کسی جگہ رک جانا چاہیے۔

اچانک عنبر نے دور سے ایک جگہ کھجور کے درختوں کو دیکھا۔ درختوں کے جھنڈ کو دیکھ کر عنبر کی جان میں جان آ گئی۔ یہاں ضرور کوئی چھوٹا سا گاؤں ہو گا۔

وہ یہاں قیام کرے گا اور پھر رات کو اپنا سفر شروع کرے گا۔ وہ درختوں کی طرف بڑھنے لگا۔ جب وہ قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ وہاں گھوڑے اور اونٹ بندھے ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ یہ کوئی قافلہ ہے جو صحرا میں سفر کر رہا ہے اور جس نے گرمی کی وجہ سے وہاں پڑاؤ ڈال لیا ہے۔ عنبر قافلے

کے پاس آ گیا۔

ایک عرب بوڑھے نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''تم کون ہو نوجوان؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میرے محترم! میں ایک مسافر ہوں۔ میرا گھوڑا راستے میں سانپ کے کاٹے سے مر گیا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ کے قافلے کے ساتھ سفر کروں''۔

عرب بوڑھے نے کہا۔

''میں تمہیں اپنے سردار سے ملاتا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ''۔

بوڑھا عنبر کو لے کر سردار کے پاس اس کے خیمے میں آ گیا۔ سردار خیمے کے اندر بیٹھا قہوہ پی رہا تھا۔ اس نے عنبر کو

سلام کا جواب دے کر قہوہ پیش کیا۔

”آؤ نوجوان بیٹھو! تم کہاں سے آئے ہو؟“۔

عرب بوڑھے نے سردار سے عنبر کا تعارف کروایا اور بتایا کہ وہ سمارا سے ساحل کی طرف سفر کر رہا ہے اور اس کا گھوڑا سانپ کے کاٹنے سے راستے میں مر گیا ہے۔

سردار نے کہا۔

”مجھے یہ سن کر افسوس ہوا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں تم ہمارے ساتھ سمندر کے ساحل تک سفر کر سکتے ہو۔ ہمارا قافلہ بھی ادھر ہی جا رہا ہے۔ تم کام کیا کرتے ہو؟“۔

عنبر نے وہی پرانا جواب دیا۔

”میں بیماریوں کا جڑی بوٹیوں سے علاج کرتا ہوں“۔

سردار نے خوش ہو کر کہا۔

”میرے بچے! بیماروں کا علاج کر کے انہیں شفا دینا تو انسانیت کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ میں خوش ہوں کہ ہمارے قافلے میں سفر کرو گے۔ اگر قافلے میں کوئی بیمار پڑ گیا تو تمہارے علاج سے وہ اچھا ہو جائے گا“۔

عنبر نے کہا۔

”میں ہر خدمت کے لیے تیار ہوں جناب“۔

سردار نے کہا۔

”تم سمندر کے ساحل پر کیا کرنے جا رہے ہو؟ سمارا کی بندرگاہ پر تو کبھی کوئی جہاز آ کر نہیں لگتا“۔

عنبر بولا۔

”ہمارے پاس ایک چھوٹا سا بحری جہاز ہے، جو سمارا کی بندرگاہ پر سمندر میں کھڑا ہے۔ وہاں میرا ایک بھائی ناگ

میری راہ دیکھ رہا ہے۔ میں اپنے بھائی کے پاس جا رہا ہوں"۔

سردار نے حیرانی سے پوچھا۔

"کیا کہا؟ تمہارا ایک اپنا بحری جہاز ہے؟"۔

"ہاں سردار!"

"پھر تو تم بہت امیر اور دولت مند ہو"۔

"نہیں سردار! ہم دونوں بھائی دولت مند امیر نہیں ہیں۔ یہ جہاز ہم کو ایک دولت مند دوست نے تحفے میں دیا تھا"۔

"وہ کیوں؟ اتنا بڑا جہاز کون تحفے میں دیتا ہے"۔

"میں نے اس کے بچے کا علاج کر کے اسے اچھا کر دیا تھا۔ وہ ایک دولت مند سوداگر تھا۔ اس نے خوش ہو کر مجھے ایک جہاز دے دیا۔ تا کہ میں دور دور کے ملکوں میں جا کر بھی

لوگوں کا علاج کر سکوں"۔

سردار نے کہا۔

"بڑی اچھی بات ہے یہ۔ تم نے کھانا کھایا؟"۔

اگرچہ عنبر کو بھوک نہیں لگی تھی۔ پھر بھی اس نے سردار سے کہا۔

"جی نہیں"۔

"تو پھر پہلے جا کر کھانا کھاؤ۔ پھر آرام کرو۔ سورج ڈھلتے ہی ہمارا قافلہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا"۔

عنبر کو سردار کا ایک غلام اپنے ساتھ دوسرے خیمے میں لے گیا۔ جہاں بڑے بڑے طشت کھانے سے بھرے رکھے تھے۔

دوسرے مسافر بھی کھانا کھا رہے تھے۔ عنبر ایک طرف

بیٹھ کر مزے سے کھانا کھایا۔

ایک جانب سے ایک مکار آنکھوں والا یہودی اٹھ کر عنبر کے پاس آ گیا اور کہنے لگا۔

”تم عنبر ہو اور تم ایک بادبانی جہاز پر جا رہے ہو کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں؟“۔

عنبر نے تعجب سے یہودی کی طرف دیکھا کہ اسے ان باتوں کا کیونکر علم ہو گیا۔

غیبی انسان کہاں؟

مکار یہودی نے کہا:

”میں ملک مصر کا سب سے بڑا نجومی ہوں۔ اگر تم مجھے اپنے ہاتھ دکھاؤ تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ تمہاری قسمت میں کیا ہے؟“۔

عنبر مسکرا دیا۔

”نجومی میاں! میری قسمت میں جو ہے وہ مجھے معلوم

ہے"۔

مکار یہودی مسکرا کر بولا۔

"ذرا ہاتھ تو دکھاؤ"۔

عنبر نے اپنا ہاتھ نجومی کے سامنے کیا تو وہ چکرا گیا۔ یہ نجومی بہت اچھا تھا۔ اس نے ایسا ہاتھ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اس کے علم نے اسے بتا دیا کہ اس کے سامنے جو شخص بیٹھا تھا وہ ایک بہت بڑی دولت کا مالک ہے۔ لیکن نجومی حیران تھا کہ اگر یہ شخص دولت والا ہے تو پھر یہ اس طرح خانہ بدوشوں کی طرف سفر کیوں کر رہا ہے؟۔

یہودی نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بھائی! کیا تم مجھے ایک بات سچ سچ بتاؤ گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں۔ اگر بتانے والی بات ہوئی تو بتا دوں گا"۔

یہودی نے کہا۔

"تمہارا ہاتھ بتا رہا ہے کہ تم بہت دولت مند شخص ہو۔ یہ ہاتھ کسی ایسے شخص کا ہو سکتا ہے جس کے پاس جواہرات اور سونے چاندی کا خزانہ ہو۔ کیا یہ سچ ہے کہ تم کسی خزانے کے مالک ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے بھائی! میرے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔ میں ایک غریب اور محنتی حکیم ہوں۔ ملک ملک اور شہر شہر جا کر جڑی بوٹیاں اکٹھی کرتا ہوں اور بیماروں کا علاج کرتا ہوں"۔

یہودی مکاری سے ہنسا اور کہنے لگا۔

اگر تم مجھ سے اپنی دولت چھپانا چاہتے ہو تو میں تمہیں
سوچ بولنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔

مگر تمہیں اتنا ضرور بتا دیتا ہوں کہ تمہارا خزانہ سخت
خطرے میں ہے۔ میرے حساب کے مطابق اس پر کئی بار
چرانے کے لیے حملہ ہو چکا ہے۔ کیا میں سچ کہہ رہا ہوں؟۔

عنبر نے کہا۔

"میں اس بارے میں تم سے کوئی بات نہیں کروں گا۔
میرے پاس خزانہ ہے یا نہیں۔ میں یہ نہیں بتاؤں گا"۔

عنبر کھانا کھا کر اٹھ کر چلا گیا۔ مکار یہودی اسے دیکھتا رہا۔

یہ یہودی ایک بہت بڑا نجومی اور ایک کامیاب بہروپیا تھا۔ وہ
بڑی کامیابی سے جو بھیس چاہے بدل لیتا تھا۔

عورت بنتا تو ایسی عورت کہ کوئی اسے پہچان نہیں سکتا
تھا۔ بوڑھا بنتا تو ایسا بوڑھا بنتا کہ کوئی بھی اسے جوان نہیں
کہہ سکتا تھا۔

یہودی کے حساب نے کبھی اسے دھوکہ نہیں دیا تھا اس
کے حساب نے اسے بتا دیا تھا کہ یہ شخص جو اپنے آپ کو حکیم
کہتا ہے کسی بہت بڑے خزانے کا مالک ہے۔ وہ جان بوجھ
کر اپنا خزانہ اس سے چھپا رہا ہے۔

یہودی بڑا لالچی تھا۔ اس کا دل للچا گیا۔ اس نے دل میں
پکا ارادہ کر لیا کہ چاہے کچھ ہو جائے۔ وہ اس شخص عنبر کے
خزانہ کا ضرور پتا لگا کر رہے گا۔

یہودی وہاں سے نکل کر سیدھا اپنے خیمے میں آ گیا۔ وہ
سمارا شہر سے مصر کی طرف سفر کر رہا تھا۔ وہ قافلے کے ساتھ

مصر تک جانا چاہتا تھا۔

یہودی نے خیمے کے اندر جاتے ہی بھیس بدلنا شروع کر دیا۔ کافی دیر تک اندر رہنے کے بعد جب وہ خیمے سے باہر نکلا تو ایک عورت کے بھیس میں تھا۔

اس کے سیاہ بال لانبے لانبے اس کے شانوں پر پڑے تھے۔ سر پر چادر تھی اور کانوں میں جھوٹے سونے کے زیور تھے۔

اسے دیکھ کر کوئی اندازہ تک نہیں کر سکتا تھا کہ یہ شخص ایک مکار یہودی بہروپیا ہے اور عورت نہیں ہے۔ قافلے نے چلنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

یہودی عورت کے روپ میں عنبر کے خیمے کی طرف آ گیا وہ عنبر کے خیمے پر جا کر اندر جھانکنے لگا۔ اندر عنبر ایک قالین پر

آرام کر رہا تھا۔ یہودی نے اندر جاتے ہی عنبر کے پاؤں پر ہاتھ لگا کر کہا۔

"میرے بھائی میری مدد کرو۔ تمہارے چہرے پر مجھے انسانوں سے محبت کا جذبہ نظر آ رہا ہے۔ خدا کے لیے میری مدد کرو"۔

عنبر نے حیرانی سے یہودی عورت کو دیکھا اور پھر بولا۔

"بہن! تم کون ہو اور مجھ سے کس قسم کی مدد چاہتی ہو؟"۔

یہودی عورت بولی۔

بھائی! میں اس قافلے کے ساتھ سفر کر رہی تھی۔ ابھی ابھی ایک شخص نے آ کر اطلاع دی ہے کہ مصر میں میرے ماں باپ اور بال بچوں کو ڈاکوؤں نے ہلاک کر دیا ہے۔

اب میرا اس دنیا میں کوئی نہیں۔ میں ایک اکیلی عورت ہوں اور قافلے کے ساتھ کب تک سفر کرتی رہوں گی۔ اگر تم میری مدد کرو اور مجھے اپنی حفاظت میں لے لو تو میں ساری زندگی تمہارا احسان نہ بھلاؤں گی"۔

عنبر نے کہا۔

"بہن! اگر تم بے یارو مددگار ہو تو میں تمہاری حفاظت کا ذمہ لیتا ہوں۔ لیکن میں تو راستے میں ہی رہ جاؤں گا آگے تم کیسے سفر کرو گی؟"۔

یہودی بولا۔

"میں آگے کا بندوبست بھی کر لوں گی میں تمہارا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ کیا میں اس خیمے میں تمہارے ساتھ بیٹھ سکتی ہوں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں ہاں۔ تم یہاں آرام کر سکتی ہو۔ میرا خیال ہے کچھ ہی دیر بعد قافلہ روانہ ہونے والا ہے"۔

"ہاں میرے بھائی!"

شام ہونے لگی تھی۔ قافلہ روانہ ہو گیا۔ یہودی عورت عنبر کے ساتھ ساتھ سفر کر رہی تھی۔ قافلہ ساری رات سفر کرتا رہا۔

صبح ہوئی تو قافلہ ایک ایسے صحرا میں داخل ہوا جس میں سمندر کے پانی کی ہلکی ہلکی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

عنبر نے یہودی عورت سے کہا۔

"میری بہن! سمارا کی بندرگاہ آنے والی ہے۔ یہ بتاؤ کہ میں جب یہاں سے جدا ہو جاؤں گا تو تم کیا کرو گی؟"۔

یہودی عورت بڑی چالاکی اور مکاری سے آنکھوں میں

آنسو لا کر بولی۔

میرے پیارے بھائی! مجھ پر تم نے جہاں اتنا رحم کیا ہے وہاں ایک اور رحم بھی کر دو۔

میں اب اس دنیا میں اکیلی رہ گئی ہوں مجھے اپنی نوکرانی بنا کر ساتھ رکھ لو۔ میں تمہاری خدمت کیا کروں گی۔ اور ساری زندگی تم سے سوائے تھوڑے بہت کھانے کے اور کچھ طلب نہیں کروں گی۔

عنبر نے کہا۔

"بہن میں بڑی خوشی سے تمہیں اپنے ساتھ رکھ لوں۔ مگر کیا مصر میں تمہارے کوئی رشتے دار نہیں ہے؟"۔

یہودی عورت نے کہا۔

اگر اس دنیا میں کوئی ہوتا تو میں تمہارے آگے اپنی جھولی

کیوں پھیلاتی۔

میرا اب کوئی نہیں رہا اگر میں مصر گئی تو وہاں ڈاکو اور میرے دشمن مجھے بھی مار ڈالیں گے۔ میں ان ظالموں کے کے پاس واپس نہیں جانا چاہتی۔ مجھے ان ظالموں سے بچا لو میرے بھائی۔

"لیکن میری بہن تم کب تک میرے ساتھ رہو گی؟"۔

"جب تک میرے دم میں دم ہے بھائی! میں تمہاری خدمت کروں گی۔ میں تم سے کچھ نہیں مانگوں گی۔ یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے بھائی۔ میری زندگی اور عزت بچا لو"۔

عنبر اب مجبور ہو گیا کہ اس عورت کو اپنے ساتھ رکھ لے۔

کیونکہ اس نے صاف صاف کہہ دیا تھا۔ کہ اگر اس نے اسے

پناہ نہ دی تو اس کی زندگی برباد ہو جائے گی اور عنبر کسی بے کس
عورت کی زندگی تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بھولا تھا۔ یہودی کی مکاری کی تہہ تک نہ پہنچ سکا۔ قافلہ
سفر پر تھا۔

قافلہ سمارا پہنچ گیا۔

ساحل سمندر پر عنبر یہودی عورت کو لے کر قافلے سے
الگ ہو گیا۔ اب وہ سمندر کے کنارے کنارے ایک طرف
چل پڑے۔ عنبر جہاز کی طرف جا رہا تھا۔

یہودی عورت نے پوچھا۔

”میرے بھائی تم کہاں جا رہے ہو؟“۔

عنبر نے سوچا کہ اس عورت کو نہ بتائے کہ وہ کہاں جا رہا
ہے؟ پھر اس نے سوچا کہ اسے بتانے میں کیا حرج ہے کہ وہ

جہاز پر جا رہا ہے۔ آخر اسے جہاز پر جا کر پتہ چل ہی جائے
گا۔

عنبر نے کہا۔

”بہن! یہاں سے تھوڑی دور میرا ایک جہاز سمندر میں
کھڑا ہے۔ وہاں میرا ایک بھائی میرا انتظار کر رہا ہے۔ میں
وہاں جا رہا ہوں“۔

یہودی نے جب یہ سنا کہ عنبر اپنے بحری جہاز پر جا رہا ہے
تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اس کے حساب کا ایک ایک لفظ سچ
ثابت ہو رہا تھا۔

اس کے حساب نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ یہ ایک دولت مند
شخص ہے اور اس کے پاس پانی والا ایک بحری جہاز بھی ہو گا
اور وہی ہوا۔

عنبر نے یہودی عورت کو ماریا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔ یہ بتانے کی اسے ضرورت بھی نہیں تھا۔ اب یہودی نے دیکھا کے سامنے سمندر میں ایک طرف جہاز کھڑا ہے۔ وہ بڑا خوش ہوا۔

اسے پورا پورا یقین ہو گیا تھا کہ اس جہاز میں خزانہ ضرور ہے۔

ناگ اور ماریا جہاز کے اوپر کھڑے تھے۔

ناگ نے دور سے عنبر کو دیکھ کر کہا۔

''وہ دیکھو! عنبر بھائی آ رہا ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''مگر اس کے ساتھ تو ایک عورت بھی ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ عورت کہاں سے آ گئی ہے؟''۔

''عنبر آئے گا تو اس سے پوچھیں گے''۔

تھوڑی دیر بعد عنبر یہودی عورت کو ساتھ لیے اوپر جہاز کے عرشے پر ناگ اور ماریا کے ساتھ کھڑا تھا۔ ماریا نے کوئی آواز نہ نکالی کہ کہیں یہودی عورت کو یہ نہ معلوم ہو جائے کہ وہاں ایک ایسی عورت بھی ہے جو غائب ہے اور کسی کو نظر نہیں آتی۔

عنبر نے کہا۔

''ناگ بھائی! یہ عورت ایک بے یار و مددگار یہودی عورت ہے۔ اس کے ماں باپ اور بچوں کو ڈاکوؤں نے قتل کر کے اس کے مکان کو آگ لگا دی ہے۔ یہ کچھ عرصہ ہمارے ساتھ رہے گی''۔

ناگ نے عنبر کو دوسری طرف لے جا کر کہا۔

عنبر بھائی! یہ آپ نے کیا کیا؟ اس عورت کو ساتھ کیوں لے آئے؟

یہ تو ہمارے لیے بڑی مشکل پیدا کر دے گی۔ ہم اس کے سامنے کھل کر بات نہیں کر سکیں گے۔

عنبر نے کہا۔

"میں جانتا ہوں مگر کیا کروں۔ اس کی بری حالت اور مصیبت کو دیکھ کر مجھ سے رہا نہیں گیا۔ ابھی تو اسے لے آیا ہوں۔ پھر سوچ لیں گے کہ اس کا کیا کرنا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ اسے ابھی یہاں سے واپس روانہ کر دیتے ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ عورت ہمارے لیے

مصیبت کا باعث بن جائے گی"۔

ماریا نے کہا۔

"ہاں عنبر بھائی! ہمیں کسی غیر عورت یا غیر مرد کو اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہیے"۔

عنبر بھی سوچنے لگا کہ اس سے غلطی ہو گئی۔ کہنے لگا۔

"ماریا بہن! اب میں اسے لے آیا ہوں۔ واپس بھیجا تو یہ غریب عورت کہاں جائے گی؟ قافلہ جا چکا ہے یہ تو صحرا میں بھٹک بھٹک کر مر جائے گی"۔

"پھر اس کا کیا کریں؟"۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں کچھ روز تک اسے ساتھ رکھنا چاہیے۔ یہاں سے آگے جو کوئی پہلی بندرگاہ اور شہر آیا اس کو وہاں چھوڑ دیں گے۔ یہ جانے اور اس کا کام"۔

عنبر نے کہا۔

''اچھا بھائی پہلے کوئی بندر گاہ آ جائے پھر سوچ لیں گے''۔

''سوچنا کیا ہے بھائی! اس مصیبت سے تو نجات حاصل کرنی ہی ہوگی''۔

دوپہر کو ناگ، عنبر اور یہودی عورت نے ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔

ماریا بھی ساتھ ہی تھی مگر وہ یہودی عورت سے اپنا راز چھپانے کی غرض سے خاموش رہی اور اس نے ناگ اور عنبر سے کوئی بات نہ کی۔ کھانے کے بعد ہوا چلنے لگی۔

عنبر نے کہا۔

''جہاز کا لنگر اٹھا لو اور بادبان کھول دو''۔

لنگر اٹھا دیا گیا۔ بادبان کھول دیے گئے۔ جہاز نے سمندر میں اپنا سفر شروع کر دیا۔ وہ سب سے پہلے خلیج فارس کے سمندر سے نکل جانا چاہتے تھے۔

کیونکہ ان سمندروں میں طوفانوں کا موسم شروع ہو گا تھا۔ سارا دن ساری رات ان کا جہاز سمندر میں سفر کرتا رہا۔ آدھی رات کو عنبر اور ناگ ایک کیبن میں جا کر سو گئے۔ دوسرے کیبن میں ماریا سو گئی۔

جان بوجھ کر ناگ نے اسی کیبن میں یہودی عورت کو سلا دیا۔ تا کہ ماریا یہ معلوم کر سکے کہ یہ عورت کوئی جھوٹی اور دشمن تو نہیں ہے؟۔

یہودی عورت کا بھیس بدلے خاموشی سے اپنے بستر پر جا کر لیٹ گیا۔ اس کے خیال کے مطابق کوٹھڑی خالی تھی۔ مگر

وہاں ماریا موجود تھی جو اس سے ذرا فاصلے پر دیوار کے ساتھ قالین پر لیٹی سونے کی تیاریاں کر رہی تھی۔

اسے یہودی عورت پر کوئی شک نہیں تھا۔ وہ اسے صرف اپنے جہاز سے الگ کرنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس طرح وہ خزانے کے راز میں شریک ہو جاتے۔

ماریا اونگھنے لگی۔ اس نے آنکھیں اٹھا کر یہودی عورت کی طرف دیکھا۔ وہ بستر پر سیدھی لیٹی جہاز کی چھت کو تک رہی تھی۔

ماریا تھکی ہوئی تھی۔ وہ سو گئی۔ دوسری طرف یہودی عورت کو بالکل نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ جہاز میں چھپے ہوئے خزانے کا راز معلوم کرنے کے لیے بے چین تھی۔

یہودی نے سوچا کہ کیوں نہ حساب لگا کر یہ پتہ کرے کہ

خزانہ کس جگہ چھپا ہوا ہے۔ وہ اٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا اور اس نے تانبے کی طشتری پر ستاروں کا حساب لگایا تو سب سے پہلی چیز جو اسے معلوم ہوئی وہ اس سے خوفزدہ ہو گیا۔

اس کے حساب نے بتایا کہ اس کوٹھڑی میں، اس جہاز کے کیبن میں ایک اور انسان بھی موجود ہے۔

یہودی تو ششدر ہو کر رہ گیا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے اس نے چاروں طرف غور سے دیکھا۔ ساری کوٹھڑی خالی تھی۔ وہاں سوائے اس کے اور کوئی نہیں تھا۔

وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ اس کا حساب کبھی جھوٹا نہیں ہوا تھا۔ وہ بڑے غور سے حساب لگایا کرتا تھا اور اس کے حساب نے اس کے آگے ہمیشہ سچ بولا تھا۔

اس نے سوچا کہ اٹھ کر پتہ کرنا چاہیے کہ وہاں اور کون

ہے؟

یہودی عورت کے بھیس میں بستر سے اٹھا اور دیوار کے ساتھ ساتھ چل کر اس نے ادھر ادھر ہاتھ پھیلانے شروع کر دیئے کہ اگر وہاں کوئی ہوگا تو اس کا ہاتھ اس سے ضرور ٹکرا جائے گا۔

اندھیرے میں جادو

عاریا بے سدھ ہو کر سو رہی تھی۔

یہودی عورت کے بھیس میں دونوں ہاتھوں کو پھیلائے فضا میں ٹٹولتا آگے بڑھ رہا تھا۔ کیبن کی دیوار کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اسے اچانک کسی انسان کے خراٹوں کی آواز سنائی دی۔

یہودی ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ سامنے

جگہ خالی تھی۔ وہاں کوئی بھی نہیں سو رہا تھا۔ مگر خراٹوں کی آواز برابر آ رہی تھی۔ خراٹوں کی آواز ہلکی ہلکی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی نوجوان عورت سو رہی ہے۔

یہودی نے ہاتھ نیچے کر کے ٹٹولنا شروع کر دیا۔ وہ بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا ہاتھ اچانک ماریا کے پیر سے ٹکرا گیا۔

یہ مکار یہودی کی خوش قسمتی تھی کہ ماریا کی آنکھ نہ کھلی وہ اصل میں تھکی ہوئی تھی اور گہری نیند سو رہی تھی۔ یہودی عورت نے جلدی سے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔

ویسے ایک بات تو اس کا دماغ چکر کھا گیا کہ یہ کیا راز ہے کہ ایک انسان، ایک نوجوان عورت سوئی ہوئی ہے اور وہ غائب ہے۔

کسی کو نظر نہیں آ رہی۔ یہودی عورت نے اس سے آگے راز معلوم کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔ وہ واپس اپنے بستر پر آ کر لیٹ گیا۔ وہ صبح دی سوچتا رہا کہ یہ معمہ کیا ہے۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ دن چڑھ گیا۔ ماریا کو اس کے لیے یہودی عورت کے کیبن میں سلایا تھا کہ وہ یہ معلوم کرے کہ اصل میں یہودی عورت کون ہے۔

ماریا تو بے خبر ہو کر سوئی رہی اور الٹا یہودی عورت نے ماریا کے راز کو معلوم کر لیا۔

ایک طرح سے دیکھا جائے تو یہ ماریا کی بہت بڑی شکست تھی۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ یہودی عورت اب اس ٹوہ میں تھی کہ یہ غیبی عورت کون ہے؟۔

اس جہاز کا خزانہ کس جگہ پر ہے۔ دن بھر وہ عرشے پر

خاموشی سے بیٹھی رہی۔ کھانا کھا کر اس نے ناگ اور عنبر کے
ساتھ باتیں کیں اور پھر عرشے پر آ کر آرام کرنے لگی۔ عنبر
نے ماریا سے پوچھا۔

"کچھ پتہ چلا یہ عورت کون ہے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"صرف ایک عورت ہے۔ ساری رات آرام سے سوئی
رہی تھی۔ اس نے کوئی ایسی حرکت نہیں کی جس سے یہ ظاہر ہو
کہ یہ کوئی جاسوس ہے یا ہماری دشمنی کے لیے اسے کسی نے
ہمارے جہاز پر بھیجا ہے"۔

ماریا کے جواب پر ناگ نے کہا۔

میرا خیال ہے یہ ایک سچ مچ بھولی بھالی مصیبت زدہ
عورت ہے۔ اسے کچھ تھوڑی بہت دولت دے کر ہمیں اسے

کسی بندرگاہ پر اتار دینا چاہیے۔

کم از کم دولت اس کے پاس ہو گی تو یہ کچھ کام دھندا کر
سکے گی۔

عنبر بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ اس مصیبت زدہ عورت کی
ہمیں ضرور مدد کرنی چاہیے"۔

یہودی عورت نے ان کی ساری باتیں سن لی تھیں اور وہ
خوش ہو رہی تھی کہ اس نے بھیس بدل کر ان لوگوں کو کیسا بے
وقوف بنایا ہے۔

جس عورت کو وہ مصیبت زدہ سمجھ رہے تھے۔ اصل میں وہ
ایک ہوشیار جاسوس یہودی تھا جوان کے خزانے کو چرا کر لے
جانے کے لیے وہاں عورت کے بھیس میں آیا تھا۔

اس رات ماریا عنبر اور ناگ کے کیبن کے ساتھ والے اکیلے کیبن میں سوئی۔ وہ اکیلی سونے کی عادی تھی اور یہودی عورت کے بارے میں اسے یقین ہو گیا تھا کہ وہ دشمن نہیں ہے۔

رات کا کھانا ناگ، عنبر اور یہودی عورت نے مل کر کھایا۔ ماریا کا کھانا اس کے کیبن میں پہنچایا گیا۔ عنبر نے کھانے کے وقت کہا۔

"بی بی! اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ ہم تو نہ جانے کس لمبے سفر پر نکلے ہوئے ہیں اور کہاں کہاں در بدری کرتے پھریں گے۔ تم اب کہاں جانا چاہتی ہو؟"۔

یہودی بولا۔

"میں تو ساری زندگی آپ کے ساتھ، آپ لوگوں کی

خدمت کرتے ہوئے بسر کرنا چاہتی ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"مگر بی بی! ہم تمہیں کب تک اپنے پاس رکھیں گے؟ ایک نہ ایک دن تو تمہیں ہم سے الگ ہونا ہی ہوگا"۔

یہودی کہنے لگا۔

"کاش! میں ساری زندگی آپ لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے بسر کر سکتی"۔

عنبر نے کہا۔

ایسا ہونا ناممکن ہے۔ ہمارا کوئی پتہ نہیں کہ ہم کس منزل پر کب پہنچیں گے اور وہاں سے کب واپسی ہوگی۔ اس لیے بہتر ہے کہ تم کو ہم کسی پہلی بندرگاہ پر اتار دیتے ہیں۔ تمہیں ہم ساتھ میں اتنی دولت کر دیں گے کہ تم ساری

زندگی اکیلی رہ کر بڑے آرام سے بسر کر سکوگی۔

یہودی عورت نے کہا۔

"میرے بھائیو! تم لوگ مجھے کیا دو گے؟ تمہارے پاس تو مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی؟"۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"ہم شیخی خورے نہیں ہیں۔ لیکن تمہیں کچھ سونے کی اشرفیاں ضرور دے سکتے ہیں۔ ان اشرفیوں سے تم کسی بھی شہر میں اپنا ایک مکان خرید سکتی ہو۔ اس مکان میں تم ساری زندگی اچھی طرح زندگی بسر کر سکوگی"۔

اشرفیوں کا حال سن کر یہودی کو یقین ہو گیا کہ ہو نہ ہو خزانہ اس جہاز میں ضرور چھپا ہوا ہے۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ آج رات خزانے کا ضرور پتا چلائے گا۔

وہ کھانا کھانے کے بعد اپنے کیبن میں چلا گیا۔ بستر پر لیٹ کر وہ خاموش ہو گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ غیبی انسان کیبن میں موجود ہے کہ نہیں ہے؟

اس نے اپنے کان کوٹھڑی میں ہونے والی ہر چیز پر لگا دیئے۔ کمرے کے اندر اور باہر سے ہلکی سے ہلکی آواز اس کے کان تک آ رہی تھی۔

مگر کمرے کے اندر کسی کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

یہودی عورت نے اٹھ کر کمرے کے فرش اور دیواروں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر اس نے تانبے کا طشت نکال کر اس پر ستاروں کے حساب سے زائچہ بنا کر معلوم کیا کہ اندر کوئی ہے یا نہیں؟۔

اس کے حساب نے اسے صاف لفظوں میں بتا دیا کہ کوٹھڑی میں اور کوئی غیبی انسان نہیں ہے۔ وہ مطمئن ہو گیا۔ اب وہ خزانے کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔

رات آدھی ہو گئی تھی۔ یہودی عورت نے سیاہ لباس پہنا اور چپکے سے کیبن سے باہر نکل گئی۔ جہاز رات کے اندھیرے میں سمندر میں چلا جا رہا تھا۔ یہودی عورت راہداری میں سے نکل کر ایک کیبن کے اندر آ گئے۔ یہاں کچھ نہیں تھا۔

وہ دوسرے کیبن میں داخل ہو گئی۔

اس کیبن کے اندر ایک دروازہ تھا جو تہہ خانے میں کھلتا تھا اسی تہہ خانے میں خزانے کو چھپا کر رکھا گیا تھا۔ یہودی چونکہ نجومی تھا۔

اس لیے اس نے کیبن میں جاتے ہی اپنے حساب سے معلوم کر لیا کہ اندر کا دروازہ کہاں ہے؟ وہ ایک دیوار کی طرف بڑھا اور اس نے لکڑی کے ڈرموں کو پیچھے ہٹا کر خفیہ دروازے کھول دیا۔

اب وہ تہ خانے کے اندر آ گیا تھا۔ تہ خانے کے اندر کی فضا میں نمی رچی ہوئی تھی۔ اس نے تلاشی لینی شروع کر دی۔

تلاش کرتے کرتے آخر وہ اس جگہ آ گیا۔ جہاں خالی ٹوکروں اور بوریوں کے نیچے خزانے کا صندوق چھپا ہوا تھا۔ اس نے بوریوں کو پرے ہٹایا تو نیچے سے خزانے کا صندوق نکل آیا۔

یہودی نے جلدی سے اس کا ڈھکنا اٹھایا اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ صندوق ہیرے جواہرات اور سونے کی اشرفیوں

سے بھرا ہوا تھا۔

"میرے خدا یہ تو خزانہ ہے"۔

یہودی کے منہ سے نکل گیا۔ اس نے جلدی سے خزانے کو اسی طرح ڈھک کر بوریوں سے چھپایا۔ اور تہہ خانے سے نکل کر دروازہ کو اسی طرح بند کرتا ہوا واپس اپنے کیبن میں آ کر سوچنے لگا کہ اس خزانے کو وہاں سے اڑا کر لے جانے کی کونسی ترکیب ہو سکتی ہے؟۔

وہاں سے خزانے کو لے جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ یہ بڑا جان جوکھوں کا کام تھا۔ پھر بھی یہودی بڑا چالاک اور مکار شخص تھا۔ اس نے صبح صبح منہ اندھیرے اٹھ کر اپنا علم نجوم کا حساب لگایا کہ اسے اس کام میں کامیابی ہوگی یا نہیں؟۔

اس کے حساب نے اسے بتایا کہ اگر وہ بڑی ہی ہوشیاری

اور مکاری سے کام لے گا تو کامیابی ہوگی نہیں تو اس کی جان چلی جانے کا خطرہ ہے۔

یہودی نے حساب بند کر دیا اور سوچنے لگا کہ ایسا کیا معاملہ ہے۔ کہ یہاں سے خزانے کو نکال کر لے جانے میں اس کی جان کا خطرہ ہے؟۔

اس نے ایک بار پھر تانبے کے طشت پر حساب لگایا۔ اب حساب نے اسے بتایا کہ اس جہاز میں کوئی زبردست پراسرار طاقت ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

اس کا یہودی کو پہلے روز ہی پتہ چل گیا تھا کہ وہ غیر معمولی لوگوں کے ساتھ سفر کر رہا ہے۔ اس نے ایک بار پھر خزانے کو چرانے کے خیال کو بھی ترک کر دیا لیکن اب خزانے کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لینے کے بعد اس کی نیت میں فتور آ

گیا تھا۔

اس نے دل میں ٹھان لی تھی کہ چاہے کچھ ہو وہ خزانہ چرا کر ہی رہے گا۔

ناشتہ ان لوگوں نے مل کر کیا۔

عنبر ناگ بھی موجود تھے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے باتیں سمندری کے سفر اور موسم کے بارے میں تھیں۔

عنبر نے کہا۔

''ہمیں دو ایک روز میں کسی نہ کسی بندرگاہ پر ضرور پہنچ جانا چاہیے۔ کیونکہ ایسا لگتا ہے کہ طوفانوں اور برساتوں کا موسم شروع ہونے ہی والا ہے۔

کسی بھی دن بادل گھر کر آ سکتے ہیں اور طوفان ہمارے جہاز کو گھیر سکتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

''مگر بندرگاہ کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے۔ کہیں زمین دکھائی نہیں دے رہی۔ حالانکہ اپنے حساب سے ہم بالکل ٹھیک جا رہے ہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''بالکل ٹھیک راستے پر جا رہے ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق کل دوپہر کے بعد ہمیں زمین ضرور نظر آ جانی چاہیے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ کس ملک کا ساحل ہوگا؟''۔

عنبر بولا۔

''یہ عمان کا ساحل ہوگا۔ سنا ہے وہاں برمکہ کی حکومت

ہے۔ برمکہ بڑا اعلیٰ خاندان ہے اور وہاں ہر طرف انصاف کا
دور دورہ ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اگر طوفان آ گیا تو ہم راستہ بھی بھول سکتے ہیں۔ جہاز
طوفان میں بھٹک گیا تو خدا جانے ہم کہاں کے کہاں جا کر
نکل جائیں"۔

عنبر بولا۔

"بھائی! ابھی سے تو طوفان کی بات نہ کرو۔ کیا خبر طوفان
آئے ہی نہ"۔

"ہاں ایسا بھی ہو سکتا ہے لیکن ہمیں طوفان سے مقابلہ
کرنے کی ساری تیاریاں مکمل کر کے رکھنی چاہئیں"۔

"ضرور ضرور"

یہودی نے کہا۔

"بھائی! میں اس علاقے سے بے خبر ہوں مگر میں نے
اپنی بوڑھی ماں سے سن رکھا ہے کہ بحیرہ روم کے سمندروں
میں بڑے بڑے غیر آباد اور سنگلاخ جزیرے ہیں جہاں اگر
ایک بار انسان پہنچ جائے تو پھر کبھی واپس نہیں آ سکتا"۔

عنبر نے کہا۔

"بہن! تم فکر نہ کرو۔ اگر خدانخواستہ ہمارا جہاز راستہ
بھٹک کر ایسے جزیرے میں پہنچ بھی گیا تو ہم واپس آ جائیں
گے۔ ہم اس سے پہلے کئی طوفانوں کا مقابلہ کر چکے ہیں"۔

یہودی عورت بولی۔

"خدا کرے کہ ہم صحیح سلامت اپنی منزل پر پہنچ
جائیں"۔

ناگ نے کہا۔

"بہن! کل اسی وقت ہم ایک ایسی بندرگاہ پر پہنچیں گے۔ جس کا نام عمان ہوگا۔ ہم تمہیں کچھ اشرفیاں دے کر اس بندرگاہ پر اتار دیں گے۔ کیا تم وہاں جا کر ایک اچھی اور پرسکون زندگی بسر کر سکو گی"۔

یہودی عورت نے کہا۔

"میرے بھائیو! میں ہرگز نہیں چاہتی کہ تم لوگوں سے الگ ہوں۔ لیکن اگر تم لوگ مجھے کسی نہ کسی جگہ جہاز سے اتارنا ہی چاہتے ہو تو میں کیا کہہ سکتی ہوں؟ تم میرے بارے میں جو بھی فیصلہ کرو گے مجھے منظور ہے"۔

دل میں مکاری یہودی نے سوچ لیا تھا کہ وہ جس بندرگاہ پر اترے گا۔ اسی جگہ خزانہ بھی اپنے ساتھ لے جائے گا۔

ساری رات جہاز میں سفر کرتا رہا۔ دوسرا دن نکل آیا۔ دوسرے پہر سمندر میں زمین کی کالی کالی لکیر دکھائی دینے لگی۔

عنبر نے خوش ہو کر ناگ سے کہا۔

"ناگ بھائی! عمان کا ساحل نظر آنے لگا ہے"۔

"ہاں بھائی! زمین مبارک ہو"۔

ماریا بھی ان کے پاس ہی کھڑی تھی۔ یہودی عورت ذرا پرے جنگلے کے پاس بیٹھی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"ہمیں اس بندرگاہ پر اس یہودی عورت سے نجات حاصل کر لینی چاہیے۔ مجھے یہ کوئی بڑی زبردست مکار عورت دکھائی دیتی ہے"۔

ناگ ہنسا۔

"بہن ماریا! تم خواہ مخواہ اس پر شک کرنے لگی ہو۔ یہ کوئی خطرناک عورت نہیں ہے"۔

عنبر بولا۔

"بہر حال تم فکر نہ کرو۔ ہم اسے پہلی بندرگاہ پر جہاز سے اتار دیں گے"۔

اتنے میں یہودی عورت بھی ان کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے بھی زمین کی لکیر کو ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دور سے دیکھا۔

وہ بھی خوش تھی۔ اس نے ارادہ یہ کر رکھا تھا کہ یہ لوگ بندرگاہ عمان پر کچھ روز تو ضرور ٹھہریں گے۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اسی روز اسے جہاز سے اتار کر واپس روانہ ہو جائیں۔

چنانچہ وہ رات کو جہاز پر چوری چوری آئے گی اور خزانے کو اڑا کر لے جائے گی۔ یہ ایک خطرناک سازش تھی۔

اب زمین قریب آنے لگی تھی۔ دور سے کھجوروں کے جھنڈ نظر آ رہے تھے۔ جہاز ساحل کی کھاڑی میں داخل ہو گیا۔

یہاں پانی نیلا اور گدلا تھا۔ کنارے پر ہر طرف ریت کی اونچی اونچی ڈھیریاں پھیلی ہوئی تھی۔ کنارے سے تھوڑی دور ماہی گیروں کے جھونپڑے تھے۔

ذرا پرے بستی کے کچے پکے مکان نظر آ رہے تھے۔ یہاں خاصی رونق تھی۔ کئی مکانوں میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ دوپہر کا کھانا پکایا جا رہا تھا۔

جہاز کا لنگر پھینک دیا گیا۔ جہاز رک گیا۔ اس کے

بادبان لپیٹ دیے گئے۔

عنبر اور ناگ عرشے پر آ گئے۔

"سیڑھی نیچے لٹکا کر کشتی اتار دو"۔

کشتی اتار دی گئی۔ ماری اوپر عرشے پر کھڑی تھی۔ عنبر اور ناگ نے یہودی عورت کو سونے کی کچھ اشرفیاں دیں اسے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کرایا اور کشتی چلاتے ہوئے سمندر کے کنارے پر آ گئے۔

عنبر نے یہودی عورت سے کہا۔

"لو بہن! اب تم جانو تمہارا کام۔ ہم نے تمہیں اتنی دولت دے دی ہے کہ تم اس شہر میں جہاں چاہو جا کر ایک نئی زندگی شروع کر سکتی ہو"۔

یہودی عوت نے عنبر اور ناگ کا شکریہ ادا کیا اور کنارے

پر اتر کر بستی کی طرف روانہ ہو گئی۔

عنبر اور ناگ بھی بستی کے بازاروں میں نکل گئے تاکہ یہاں سے کھانے پینے کا بہت سا سامان خرید کر جہاز میں بھر لیں۔ کیونکہ کھانے پینے کا سامان ختم ہونے والا تھا۔

چوروں کی ٹولی

عمان کی بستی میں اچھی خاصی رونق تھی۔

عنبر اور ناگ دیر تک چیزیں خریدتے رہے۔ انھوں نے خشک سبزیاں، خشک مچھلی اور کپڑے دھونے کا صابن، نیا لباس، جوتے، کوٹ اور دوسری ضروری چیزیں خریدیں۔

سارا سامان خرید کر وہ واپس جہاز میں آ گئے۔ ماریا جہاز میں سفر کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ شام کو انھوں نے جہاز

میں پینے کا پانی بھی بھروالیا۔ پھر عنبر ناگ ماریا کو لے کر بستی میں سیر کو نکل آئے۔

وہ ایک قہوہ خانے میں جا کر بیٹھ گئے اور قہوے سے دل بہلانے لگے۔

ادھر یہودی عورت نے جاتے ہی بستی کی ایک سرائے میں کمرہ لے لیا یہاں اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنا عورت کا بھیس اتار دیا۔

اب وہ ایک بوڑھے یہودی کے بھیس میں بستی میں نکل آیا۔ اتفاق سے جس قہوہ خانے میں عنبر اور ناگ قہوہ پی رہے تھے۔ یہ بوڑھا یہودی بھی اسی قہوہ خانے میں آ گیا۔

اس نے آتے ہی عنبر اور ناگ کو وہاں دیکھ لیا۔ ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔ وہ ماریا کو نہ دیکھ سکا۔ ویسے وہ ابھی تک

اس بات پر حیران تھا کہ جہاز کے کیبن میں وہ غیبی انسان کون تھا جو ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا۔ اور جس کے پاؤں کو اس نے چھوا تھا؟۔

عنبر اور ناگ تے بوڑھے یہودی کو بالکل نہ پہچانا۔

یہودی بہت جلد اپنے منصوبے پر عمل کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ لوگ بندرگاہ پر زیادہ سے زیادہ ایک رات اور بسر کریں گے۔

اس کے بعد وہ خزانہ ساتھ لے کر وہاں سے نکل جائیں گے۔ اور پھر کبھی یہودی خزانے کی ایک جھلک بھی نہ دیکھ سکے گی۔

مکار یہودی کو خیال آیا تھا کہ ایک بار وہ اس بندرگاہ پر پر اپنے ایک شاگرد سے ملا تھا جو بہت زبردست چور تھا اور کئی

ڈاکے ڈال چکا تھا۔

یہودی نے قہوہ خانے کے مالک کے پاس آ کر پوچھا۔

"کیوں میاں! تم کافکا کو جانتے ہو؟"۔

قہوہ کے مالک نے بڑے غور سے یہودی کو دیکھا اور کہا۔

"تم اس کے کیا لگتے ہو؟"۔

بوڑھے یہودی نے کہا۔

"بھائی! میں اس کا چچا ہوں۔ بڑی دور سے اس سے ملنے یہاں آیا ہوں۔ اگر تم بتا دو تو میں تمہیں ایک اشرفی انعام میں دوں گا"۔

یہودی کے پاس ابھی ایک سو اشرفی پڑی تھی۔ ایک سونے کی اشرفی کے انعام کا سن کر سرائے کے مالک نے

جھٹ کہا۔

"سنو! کافکا یہاں کا بہت بدنام نام ہے اس نے چوریاں اور ڈاکے شروع کر رکھے ہیں۔ اگر تم اس سے ملنا چاہتے ہو تو اس سامنے والی کوٹھڑی میں چلے جاؤ۔ وہ ابھی ابھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر قہوہ پینے گیا ہے"۔

یہودی نے انعام کی ایک اشرفی سرائے کے مالک کو دی اور چپکے سے سامنے والی کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

اندر اس نے دیکھا کہ کافکا اپنی ٹولی کے چھ سات جوانوں کے ساتھ بیٹھا بڑے مزے سے قہوہ بھی پی رہا ہے اور باتیں بھی کر رہا ہے۔

کافکا نے یہودی استاد کو دیکھا تو ایکدم اٹھ کھڑا ہوا اور

بولا۔

"استاد! تم کہاں ہو؟"۔

پھر وہ استاد یہودی کے گلے سے لپٹ گیا۔

یہودی نے جلدی سے کہا۔

"سنو کافکا! بڑا اچھا ہوا کہ تم مل گئے۔ میں نے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ میں اسی کام کے لیے اس شہر میں آیا ہوں"۔

مکار یہودی کافکا کو ایک طرف لے گیا اور اس نے اسے ساری بات سنادی۔

کافکا نے ایک بہت بڑے خزانے کا سنا تو اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ یہودی نے کہا۔

"کافکا! میں نے خزانے کو دیکھا ہے۔ وہ اتنا قیمتی خزانہ

ہے کہ میں بیان نہیں کرسکتا۔

اگر ہم اس خزانے کو جہاز پر سے چرا کر لے آئیں تو ہمیں کیا ہماری سو پشتوں کو بھی چوری کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

کافکا بولا۔

''استاد! میں حاضر ہوں''۔

یہودی نے کہا۔

''ہم وہ خزانہ آدھوں آدھ بانٹ لیں گے۔ آدھا خزانہ تم لے لینا اور آدھا میں لے کر یہاں سے واپس چلا جاؤں گا۔ کیا تمہیں منظور ہے؟''۔

کافکا بولا۔

''کیوں نہیں استاد؟ مجھے منظور ہے''۔

یہودی بولا۔

''جہاز پر صرف دو مسافر سوار ہیں۔ ایک کا نام عنبر ہے اور دوسرے کا نام ناگ ہے۔ دونوں آپس میں ایک دوسرے کو بھائی کہتے ہیں۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں ان کی شکلیں بھی دکھا سکتا ہوں۔ اس وقت وہ قہوہ خانے میں بیٹھے قہوہ پی رہے ہیں''۔

''میں ان کی شکلیں دیکھنا پسند کروں گا''۔

مکار یہودی شاگرد ڈاکو اور چور کافکا کو ساتھ لے کر کوٹھڑی سے باہر آگیا۔

باہر آ کر اس نے کافکا کو عنبر اور ناگ دکھائے اس وقت ماریا بھی ان دونوں کے پاس بیٹھی تھی مگر وہ انہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ ونوں واپس کوٹھڑی میں آگئے۔

یہودی نے کہا۔

”ان کا بحری جہاز سمندر میں کنارے پر کھڑا ہے۔اب تم مجھے بتاؤ کہ خزانے کو وہاں سے کیسے اڑایا جائے گا“۔

کافکا نے مسکرا کر کہا۔

استاد! یہ تم مجھ سے پوچھ رہے ہو؟ بھلا یہ کونسی مشکل بات ہے۔آخر وہ دو ہی تو آدمی ہیں۔میں تو ایسے کئی آدمیوں کو قتل کر کے انہیں لوٹ چکا ہوں۔

میرے لیے یہ کوئی انوکھا کام تو نہیں ہے۔میں آج ہی رات کو اپنے ساتھیوں کو لے کر حملہ کروں گا۔ان دونوں کو جہاز ہی میں قتل کر دوں گا۔بس اتنی سی تو بات ہے۔

یہودی بولا۔

”لیکن بیٹا اس جہاز میں ایک غیبی انسان بھی ان کے

ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہے“۔

کافکا نے حیرانی سے پوچھا۔

”کیا کہا غیبی انسان؟“۔

”ہاں کافکا! غیبی انسان“۔

”استاد! تم کیسی باتیں کر رہے ہو؟ کیا تمہارا دماغ تو ٹھکانے ہے؟ بھلا غیبی انسان کہاں سے آ گیا؟ کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟“۔

یہودی نے کہا۔

”اگر وہ دکھائی دے جاتا تو پھر غیبی انسان کہاں سے ہوتا؟“۔

میں نے اس کے خراٹوں کی آواز سنی ہے۔وہ میرے اپنے کیبن میں دیوار کے پاس سو رہا تھا۔اور ہلکے ہلکے خراٹے

لے رہا تھا۔ پھر میں نے خود اپنے ہاتھوں سے اس کے پاؤں
چھو کر دیکھے ہیں۔

کافکا احمقوں کی طرح استاد کا منہ دیکھ رہا تھا کہ وہ اسے کیا
جادو کا قصہ سنا رہا ہے۔ اسے اپنے استاد کی باتوں پر یقین
نہیں آ رہا تھا۔

اس نے کہا۔

”استاد! تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہوگا“۔

بوڑھا یہودی کہنے لگا۔

نہیں کافکا! میں دھوکا نہیں کھا سکتا یہ خواب نہیں تھا بلکہ
حقیقت تھی۔

میں جاگ رہا تھا۔ میں نے خود اپنے ہاتھوں سے ایک
ایسے انسان کے پاؤں چھوئے ہیں جو ہلکے ہلکے خراٹے لے

رہے تھا اور سو رہا تھا۔ مگر دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

کافکا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

”استاد! اب تم بوڑھے ہو گئے ہو۔ تم ڈاکو اور چوریاں
چھوڑ دو۔ اب یہ کام میں، یعنی تمہارا شاگرد کرے گا۔ تم میے
پاس آرام سے باقی زندگی بسر کرو“۔

یہودی خاموش ہو گیا۔ اس نے پھر اس سلسلے میں کوئی
بات نہ کی بلکہ اسے کہنے لگا۔

”ان باتوں کو چھوڑو۔ تم خزانے کو چرانے کی تیاریاں
کرو۔ تم آدھی رات کو کس وقت یہاں سے نکلو گے اور میں
کس جگہ تمہیں ملوں گا“۔

کافکا نے پوچھا۔

”استاد پہلے یہ بتاؤ کہ خزانہ جہاز میں کس جگہ پر

ہے؟"۔

یہودی نے کہا۔

میرا خیال ہے میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔ ویسے تمہیں بتا بھی دیتا ہوں کہ خزانہ سیڑھیاں نیچے اتر کر دائیں طرف والے دوسرے کیبن کے اندر ہے۔

کیبن کے اندر ایک سامنے والی دیوار میں ایک خفیہ دروازہ ہے۔ اس کو کھولو گے تو اندر ایک تہہ خانہ آئے گا۔ اس تہہ خانے میں پرانے کھوکھوں اور بوریوں کے نیچے انمول خزانے کا صندوق پڑا ہے۔

بس تمہارا کام یہ ہے کہ وہ صندوق جہاز پر سے نکال کر یہاں لے آؤ۔

کافکا نے کہا۔

"استاد! میرا خیال ہے کہ تم میرے ساتھ ہی چلو"۔

یہودی نے خوش ہو کر کہا۔

"یہی تو میں چاہتا تھا۔ تمہیں معلوم نہ ہو سکے گا"۔

اصل میں استاد کو بھی اپنے شاگرد پر بھروسہ نہیں تھا۔ اس کے دل میں بھی چور تھا کہ کہیں شاگرد پورے کا پورا خزانہ لے کر ہی نکل جائے۔

دوسری طرف شاگرد چور نے بھی دل میں یہ ٹھان رکھی تھی کہ خزانہ حاصل کرنے کے بعد وہ استاد چور کو قتل کر کے سمندر میں پھینک دے گا اور خود سارے خزانے پر قبضہ کر لے گا۔

کسی نے سچ کہا ہے کہ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔

انہوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ آدھی رات کو اس جگہ سے باہر نکلیں گے اور رات کے اندھیرے میں جہاز پر چپکے

سے حملہ کر دیں گے۔

ادھر قہوہ پینے کے بعد عنبر اور ناگ ماریا کو ساتھ لے کر قہوہ خانے سے باہر نکل گئے۔

وہ سیدھا اپنے جہاز پر آ گئے۔ جہاز پر آ کر انہوں نے بادبانوں کی مرمت اور جہاز کی صفائی کا کام شروع کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے مل کر کھانا کھایا اور اپنے اپنے کیبن میں جا کر لیٹ گئے۔

ماریا اپنے کیبن میں جا کر سو گئی۔ تھوڑی دیر بعد عنبر اور ناگ بھی سو گئے۔ جہاز پر خاموشی چھا گئی۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ صرف جہاز کے اوپر ایک شمع جل رہی تھی۔

رات آدھی گزر گئی تو پرانے قہوہ خانے کی سرائے کے

پچھلے دروازے سے چور کا فکا اپنے استاد یہودی اور دوسرے آٹھ چوروں کے ساتھ باہر نکلا۔

وہ جہاز پر خزانہ چرانے اور عنبر اور ناگ کو قتل کرنے جا رہے تھے۔ انہیں کوئی خبر ہی نہیں تھی کہ وہ ایک ایسے بہت بڑے پہاڑ سے ٹکر لینے جا رہے ہیں۔ جس سے ٹکرا کر وہ خود پاش پاش ہو سکتے تھے۔

شہر سے باہر نکل کر وہ سمندر کے کنارے آ گئے۔ یہاں گہری خاموشی اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ سمندر کی طرف سے خوشگوار ہوا آ رہی تھی۔

وہ جہاز کے قریب آ گئے۔ یہ چوروں کی ٹولی ایسی ٹولی تھی کہ جس نے سینکڑوں ڈاکے مارے تھے۔ جو سپاہیوں کی موجودگی میں مال و دولت اور خزانہ اٹھا کر لے جاتے تھے۔

اس وقت وہ بڑے خوش اور بے دھڑک تھے۔

کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ جہاز میں صرف دو آدمی ہیں۔

جن سے ان کا مقابلہ ہوگا۔

وہ سیاہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اندھیرے کے ساتھ وہ سائے کی طرح نظر آ رہے تھے۔ ایک طرف سے انہوں نے ایک چھوٹی سی کشتی سمندر میں ڈال دی اور اسے کھیتے ہوئے جہاز کے پچھلے حصے میں آ گئے۔

یہاں انہوں نے بڑے آرام سے کشتی کو لنگر کے ساتھ باندھ دیا۔ اور اس کی زنجیر کے ساتھ لٹکتے ہوئے ایک ایک کر کے خاموشی سے جہاز کے عرشے پر پہنچ کر لیٹ گئے۔

اس خیال سے کہ اگر کوئی وہاں پر پہرہ دے رہا ہو تو وہ انہیں دیکھنے نہ پائے۔ کافکا اور یہودی آگے آگے تھے۔

پیچھے آٹھوں چور تھے۔ انہوں نے ہاتھوں میں تلواریں تھام رکھی تھیں۔

کمر کے ساتھ خنجر لگے تھے۔ آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ وہ تیار تھے کہ کوئی ان کے راستے میں آئے اور وہ اسے ایک پل میں قتل کر ڈالیں۔ جہاز کا عرشہ ویران تھا۔

ویران اس لیے تھا کہ عنبر اور ناگ نے کبھی بھی وہاں پہرہ دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ چور ڈاکوؤں سے وہ خود نپٹ لیتے تھے۔ چور جھکے جھکے آگے بڑھنے لگے۔ یہودی نے کافکا کے کان میں کہا۔

”وہ سامنے والی سیڑھیاں نیچے خزانے کو جاتی ہیں“۔

”استاد! تم آگے آگے لو“۔

یہودی آگے آگے رینگنے لگا۔ سیڑھی پر پہنچ کر اس نے

بڑے آرام اور احتیاط کے ساتھ نیچے اترنا شروع کر دیا۔ کافکا بھی اس کے پیچھے پیچھے رینگتا ہوا سیڑھیاں اتر رہا تھا۔

اس نے اپنے ساتھ دو چور لیے تھے۔ باقی چوروں کو اس نے اوپر عرشے پر ہی رکھا تھا۔ کافکا نے استاد سے کہا۔

"استاد! خزانہ اٹھانے سے پہلے میں عنبر اور ناگ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ وہ شور نہ مچائیں اور ہم بڑے آرام سے خزانہ یہاں سے اڑا کر لے جائیں میں یہ کام پہلے ہی ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ نہ رہے گا بانس اور نہ رہے گی بانسری"۔

یہودی نے کہا۔

"کیا تم اسے ضروری سمجھتے ہو؟"۔

"ہاں استاد! مجھے ان کے کیبن میں لے چلو"۔

"تو پھر میرے پیچھے پیچھے آؤ"۔

مکار یہودی نے بھی سوچا کہ ٹھیک ہے۔ یہ پہلے عنبر اور ناگ کو ختم کر دے تو اچھا ہے۔

وہ کافکا کو لے کر سب سے پہلے عنبر کے کیبن کی طرف بڑھا۔ وہ اس قدر خاموشی سے وہاں رینگ کر چل رہے تھے کہ کسی کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔

عنبر، ناگ اور ماریا اپنے اپنے کیبنوں میں بے سدھ ہو کر سوئے رہے۔ کسی کو ذرا سی بھی آہٹ نہ ہوئی۔

سامنے عنبر کا کیبن آ گیا۔ یہودی نے اشارہ کر کے سرگوشی میں کہا۔

"کافکا! یہ ہے عنبر کا کیبن۔ وہ اس کے اندر سو رہا ہے۔ جاؤ اور اس کا کام تمام کرو۔ اس کے بعد ہم اس کے بھائی کو ختم کر دیں گے"۔

کافکا مسکرایا۔

کسی آدمی کو اور خاص طور پر سوتے ہوئے آدمی کو قتل کرنا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا اس نے اپنے استاد کو وہیں راہداری کے اندھیرے میں چھوڑا اور تلوار لے کر عنبر کے کیبن کو ذرا سا دھکیل کر اندر داخل ہو گیا۔

اس نے دیکھا کہ عنبر ایک تخت پر چادر اوڑھے بے خبر ہو کر سو رہا تھا۔ کافکا ہنسا۔ وہ تلوار لے کر آگے بڑھا اور عنبر کی گردن پر تلوار کا وار کرنے کے لیے اس کے سرہانے آ کر کھڑا ہو گیا۔

خزانہ چوری ہو گیا

عنبر اپنے پلنگ پر چادر اوڑھے سو رہا تھا۔

چور اور قاتل کافکا نے تلوار والا ہاتھ اٹھایا اور پوری طاقت کے ساتھ عنبر کی گردن پر وار کر دیا۔

عنبر کی ایک دم سے آنکھ کھل گئی۔ کیونکہ کافکا کی تلوار اس کی گردن سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی تھی۔ ایک ٹکڑا فرش پر گر پڑا تھا اور دوسرا ٹکڑا قاتل کافکا کے ہاتھ میں ہی پکڑا رہ گیا

تھا۔

کافکا کے دماغ میں ایکدم خیال آیا کہ وار اوچھا پڑا ہے۔ تلوار عنبر کی گردن پر پڑنے کی بجائے پلنگ کی لکڑی کی پٹی پر پڑی ہے بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ کافکا جیسا جوان آدمی پوری طاقت سے کسی سوئے ہوئے آدمی کی گردن پر وار کرے اور تلوار ٹوٹ جائے۔

اس سے پہلے کہ عنبر اپنے بستر سے اٹھ سکے۔ کافکا نے جلدی سے دوسرا وار کر دیا۔ اس دفعہ اس نے ٹوٹی ہوئی تلوار پھینک کر کمر سے خنجر نکال کر عنبر کے سینے میں دل کے بالکل اوپر گھونپ دیا۔

اس کا سارا خنجر عنبر کے سینے میں اتر گیا۔ لیکن نہ عنبر کے جسم سے خون نکلا۔ نہ عنبر نے کوئی چیخ ماری۔ نہ وہ تڑپا۔ اسے

کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ الٹا اس نے کافکا کی کلائی پکڑ کر اسے اس زور سے پٹخنی دی کہ وہ اچھل کر دور جا گرا۔ عنبر پلنگ پر سے اٹھ بیٹھا۔

اس نے تلوار کھینچ کر کافکا کے سینے میں رکھ دی اور کہا۔

”تم کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو؟“۔

کافکا کی آنکھوں میں چمک آ گئی تھی۔ اس وجہ سے کہ وہ عنبر کے پیچھے اپنے چار وفادار سپاہیوں کو آگے بڑھتا دیکھ رہا تھا۔

کافکا نے عنبر کو باتوں میں لگاتے ہوئے کہا۔

”میں چور ہوں۔ چوری کی نیت سے آیا تھا۔ سوچا مالک کو قتل کر دوں گا تو سب کچھ چرا کر لے جا سکوں گا“۔

عنبر نے کہا۔

"تم بکواس کرتے ہو۔ سچ سچ بتاؤ تمہارے ساتھ کون
کون ہے؟ تمہیں کس نے یہاں بھیجا ہے؟"۔

کافکا اس کا جواب دے ہی رہا تھا کہ اس کے وفادار
چوروں نے پیچھے سے عنبر کے گلے میں رسی ڈال کر اسے جکڑ
لیا۔

عنبر نے بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر وہ بے بس ہو کر رہ
گیا۔ چار چوروں کے آگے اس کی کوئی پیش نہ گئی۔ عنبر نے
ماریا اور ناگ کو جگانے کے خیال سے زور سے چیخ ماری۔

چیخ کی آواز سن کر ناگ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

وہ بڑی تیزی سے کیبن میں سے نکل کر باہر کو بھاگا مگر
باہر مکار یہودی اپنے چور ساتھیوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس
نے ناگ کے سر پر زور سے ایک ڈنڈا مارا۔

ناگ چکرا کر زمین پر گر پڑا۔ ناگ بے ہوش ہو گیا تھا۔
ادھر سے کافکا بھی عنبر کو رسیوں میں جکڑے باہر آ گیا۔

"استاد! جلدی سے خزانے کے پاس چلو"۔

یہودی نے کہا۔

"میں نے ناگ کو بھی ختم کر دیا ہے۔ اب سارے جہاز
پر ہمارا قبضہ ہے۔ ہماری حکومت ہے میرے ساتھ نیچے تہہ
خانے میں چلو۔ انمول خزانہ ہماری راہ دیکھ رہا ہے"۔

کافکا، دوسرے چور اور مکار یہودی نیچے تہہ خانے والے
کیبن میں آ گئے۔ یہ ایک عجیب اتفاق کی بات ہوئی تھی کہ
ماریا کی ابھی تک نیند نہیں کھلی تھی۔

وہ اس قدر بے خبر اور غافل ہو کر سو رہی تھی کہ اس کی ایک
پل کے لیے آنکھ نہیں کھلی تھی۔ اور ہلکے ہلکے خراٹے لے رہی

تھی۔

کچھ اس کا کیبن اس قسم کا تھا کہ اگر اس کا دروازہ اچھی طرح سے بند کر دیا جائے تو باہر کی آواز اندر کچھ مشکل ہی سے جاتی ہے۔

کافکا اور یہودی اس بات سے بے خبر تھے کہ جہاز میں ایک اور انسان بھی موجود ہے جو ماریا ہے اور جو ایک کیبن کے اندر گہری نیند سو رہی ہے وہ تہہ خانے میں آ گئے۔

بوریاں پرے ہٹا کر انہوں نے دیکھا کہ خزانے کا صندوق پڑا تھا۔ انہوں نے خزانے کو اٹھایا اور جہاز پر سے نکال کر نیچے کشتی میں آ کر بیٹھ گئے۔

عنبر کو انہوں نے منہ پر رومال باندھ کر جنگلے کی زنجیر کے ساتھ جکڑ دیا تھا۔ ناگ سیڑھیوں کے پاس بے ہوش پڑا ہوا

تھا۔

ماریا اپنے کیبن میں سو رہی تھی۔

چوروں نے خزانے کو کشتی میں ڈالا اور اسے لے کر سمندر کے ساحل پر آ گئے۔ رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا۔ ہر طرف اندھیرا اور خاموشی چھائی ہوئی تھی ساحل پر آ کر یہ لوگ کھجوروں کے جھنڈوں میں سے گذرتے، اندھیری گلیوں اور بازاروں میں ہو کر پچھلے دروازے سے سرائے والے کمرے میں آ گئے۔

سرائے میں سب مسافر سو رہے تھے۔ کسی کو خبر تک نہ ہوئی کہ کافکا اپنے چوروں کے ساتھ ایک بہت قیمتی اور انمول خزانے کو لوٹ کر آ گیا ہے۔

کوٹھڑی میں آ کر کافکا نے تمام چوروں کو باہر بھیج دیا کہ

باہر درختوں تلے جا کر سو جائیں۔ اب اندر کافکا اور اس کا
استاد یہودی رہ گئے۔

استاد یعنی مکار یہودی کے دل میں یہی ایک خیال بار بار
پیدا ہو رہا تھا کہ وہ کونسا ایسا طریقہ ہوگا جس سے کافکا کو قتل کر
کے سارے خزانے پر قبضہ کرلیا جائے۔

دوسری طرف کافکا بھی یہی سوچ رہا تھا کہ استاد کو ہلاک
کر کے سارا خزانہ اپنے پاس ہی رکھ لے۔ وہ بھی مکار
یہودی کو ہلاک کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا۔

خزانہ پلنگ کے نیچے چھپا دیا گیا تھا۔ یہودی نے ہاتھ
رگڑتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز کافکا! میرا خیال ہے کہ ہمیں ابھی سے
خزانے کی دولت کو آدھا آدھا کر لینا چاہیے۔ کیا خیال ہے

تمہارا؟"۔

کافکا بولا۔

"کیوں نہیں استاد! آپ میرے استاد ہیں۔ میں آپ
کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ اگر آپ مجھے دو وقت کی روٹی نہ
بھی دیں تو میں آپ کا اسی طرح وفادار رہوں گا۔ خزانہ کیا ہے
میں تو آپ کو اپنی جان بھی دینے کے لیے تیار ہوں"۔

مکار یہودی بڑا خوش ہوا کہ اس کا شاگرد کافکا اس کی
بہت عزت کرتا ہے۔ اور اس کی چکنی چپڑی باتوں میں آگیا
ہے۔

اب اس نے فیصلہ کیا کہ وہ اس کوٹھڑی میں کافکا کی
کھوپڑی پر لوہے کی چھڑی سے وار کر کے وہ اسے ختم کردے
گا۔ دوسری طرف یہی بات کافکا بھی دل میں سوچ رہا تھا۔

اس نے استاد سے کہا۔

”میں ابھی خزانہ آدھوں آدھ کر لیتا ہوں استاد“۔

اس کے ساتھ ہی کافکا نے پلنگ کے نیچے سے خزانے کا صندوق کھینچ کر باہر نکال لیا۔ صندوق کا ڈھکنا اٹھا دیا گیا۔ یہودی کی آنکھیں سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کی چمک دمک دیکھ کر چکا چوند ہو گئیں۔

اس نے بچوں کی طرح تالی بجا کر کہا۔

”میرے بیٹے! ہم دونوں کو ساری زندگی کچھ کمانے کی فکر نہیں رہے گی۔ یہ اتنی زیادہ دولت ہمارے ہاتھ آئی ہے کہ ہماری نسل سات پشتوں تک بیٹھ کر کھا سکتی ہے۔ وہ بادشاہ کی طرح زندگی بسر کر سکتی ہے“۔

”کیوں نہیں۔ اس خزانے کا پتہ اگرچہ تم نے دیا تھا

لیکن میں نے اپنی جرات اور بہادری سے یہ خزانہ کیبن سے اڑایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب مجھے جلدی سے میا حصہ مل جانا چاہیے“۔

”تمہیں میری طرف سے اجازت ہے کہ اس خزانے کو دو حصوں میں تقسیم کر دو“۔

یہودی کی اس بات پر کافکا نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا۔

”چمڑے کا تھیلا تو باہر صحن میں ہی رہ گیا استاد! کیا تم باہر جا کر چمڑے والا تھیلا اٹھا لاؤ گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہیں اس تھیلے میں تمہاری دولت کا حصہ بند کر کے دوں“۔

یہودی نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہیں! کیوں نہیں! میں ابھی جا کر باہر سے تھیلا لاتا ہوں۔ کہاں رکھا ہے تم نے؟“۔

کافکا بولا۔

"صحن میں لکڑی کے پائیدان کے اوپر رکھا ہے"۔

یہودی کی موت اسے باہر لے گئی۔

اس نے باہر جا کر دیکھا تو تھیلا سچ مچ لکڑی کے ایک پائیدان کے اوپر پڑا تھا۔ یہودی نے تھیلے کو اٹھایا اور کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔

جونہی اس نے کوٹھڑی میں قدم رکھا اس کی آنکھوں کے آگے بجلی سی کوند گئی۔ اس کی آنکھوں میں زبردست قسم کی روشنی ہوئی۔ اور وہ گر پڑا۔

قاتل کافکا پہلے ہی سے دروازے کے پیچھے، دیوار کے ساتھ لگ کر چھپا کھڑا تھا۔ جونہی یہودی اندر آیا اس نے ایک ہی وار سے یہودی کی گردن کاٹ کر نیچے پھینک دی۔

یہودی کو گردن کٹتے ہوئے یوں محسوس ہوا جیسے اس کی آنکھوں کے آگے بجلی چمک گئی ہے۔ اس کے بعد اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا اور وہ مر چکا تھا۔

کافکا نے جلدی سے یہودی کی لاش کو ایک چمڑے کی بوڑی میں بند کر کے کونے میں رکھ دیا۔ فرش پر سے خون کو صاف کیا۔ پھر اپنے دو چور ساتھیوں کو بلا کر کہا۔

"اس یہودی کی لاش کو ابھی جا کر سمندر میں پھینک آؤ۔ یاد رکھنا اس کے ساتھ پتھر باندھنا نہ بھولنا"۔

"جو حکم سردار"۔

چور یہودی کی لاش کے بورے میں بند ٹکڑے لے کر سمندر کے کنارے آ گئے۔ یہاں آ کر انہوں نے بوری کے ساتھ پتھر باندھے اور اسے سمندر میں پھینک دیا۔

یہودی کی لاش نیچے پانی میں آ کر تہہ سے لگ گئی۔ مچھلیوں نے خون کی بو سونگھی تو یہودی کی لاش پر حملہ کر دیا۔ تھوڑی دیر میں انہوں نے چمڑے کی بوری کو پھاڑ ڈالا اور یہودی کی لاش کو نوچ نوچ کر کھانے لگیں۔

کافکا نے خزانے کے صندوق کو ایک اور چمڑے کی بوری میں رکھا پھر اپنے ساتھی کو بلا کر کہا۔

”میں نے یہودی استاد کو ختم کر دیا ہے۔ اس نے مجھ سے خزانے میں حصہ مانگا تھا۔ میرا خیال ہے ہمیں راتوں رات اس شہر سے نکل جانا چاہیے“۔

ساتھی چور بولا۔

”ہاں کافکا! اتنی بڑی دولت لوٹنے کے بعد ہمارا یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا ٹھیک نہیں۔ میرے خیال میں ہمیں سب سے

پہلا کام یہ کرنا چاہیے کہ اپنے ٹھکانے پر جا کر خزانے کو کسی محفوظ جگہ پر رکھ دیں۔ اس کے بعد کچھ اور سوچیں“۔

”ٹھیک ہے۔ ابھی یہاں سے نکل چلو“۔

کافکا نے چوروں کو حکم دیا کہ بڑی خاموشی سے کوچ کرنے کی تیاری شروع کر دی جائے۔ چوروں نے اپنے اپنے گھوڑوں پر زین کسی اور ایک گھوڑے کے اوپر خزانے کے صندوق والی بوری لاد کر رکھ دی اور پچھلے پہر کے اندھیرے میں یہ لوگ سرائے میں سے نکل کر شہر کے سنسان اور ویران بازاروں میں آ گئے۔ بازار خالی پڑے تھے۔

شہر سے باہر وہ پہاڑی ٹیلوں کی طرف گھوڑے دوڑاتے بھاگنے لگے۔

ان ٹیلوں کے اوپر ستارے چمک رہے تھے۔ ان پہاڑی

غاروں میں ایک جگہ غار میں کافکا چور نے اپنا ٹھکانہ بنا رکھا
تھا۔ یہ غار پہاڑوں میں ایک ایسی جگہ چھپا ہوا تھا جہاں کسی
کو شک بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

غار کا دروازہ ایک پرانے قلعے کے کھنڈر میں سے نکلتا
تھا۔ چور کافکا کے ساتھ راتوں رات پرانے کھنڈر والے قلعے
میں آ گئے۔ یہاں پہنچ کر وہ غار میں خفیہ راستے سے گھوڑوں
سمیت چلے گئے۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی خبر بھی لیتے ہیں۔

کافکا چور نے عنبر کے منہ پر رومال لپیٹ کر اسے رسیوں
سے جکڑ کر جنگلے کیساتھ باندھ دیا تھا۔

ماریا اپنے کیبن میں سو رہی تھی اور ناگ کے سر پر اس
قدر چوٹ ماری گئی تھی کہ وہ اپنے کیبن کے باہر راہداری میں

بے ہوش پڑا تھا۔

عنبر بڑا حیران تھا کہ ناگ اور ماریا کہاں ہیں؟

ان کے خزانے کو لوٹ لے جانے کی خبر کیوں نہیں ہوئی؟

آخر وہ اتنے غافل ہو کر کیوں سو رہے ہیں؟

پھر اسے خیال آیا کہ کہیں ناگ کو چوروں نے قتل تو نہیں
کر دیا۔

اگر ناگ کو قتل کر دیا گیا تھا تو ماریا کہاں تھی؟

ماریا تو کسی کو نظر ہی نہیں آتی تھی اسے تو کوئی قتل نہیں ک
سکتا تھا۔

عنبر چیخ کر انہیں آواز بھی نہیں دے سکتا تھا۔

کیونکہ اس کے منہ پر بڑے زور سے رومال باندھ دیا گیا
تھا۔

رات گذر رہی تھی۔ مشرق کی طرف آسمان پر صبح کی نیلی
نیلی روشنی نمودار ہوتی شروع ہو گئی تھی۔ وہ جہاز کے عرشے پر
بندھا ہوا تھا۔

سمندر اب صبح کے ہلکے ہلکے اجالے میں نظر آنا شروع ہو
گیا تھا۔

ماریا کی نیند پوری ہوئی تو اس کی آنکھ کھل گئی۔

وہ آنکھیں ملتی ہوئی بستر پر سے اٹھی اور کیبن کا دروازہ
کھول کر باہر راہداری میں نکل آئی۔

وہ سیدھی باورچی خانے کی طرف جا رہی تھی کہ اچانک
اس نے راہداری کے فرش پر ناگ کو اوندھے منہ پڑے دیکھا
وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچی اور اسے آوازیں دے کر، سر
دبا کر، منہ پر چھینٹے مار کر ہوش میں لے آئی۔

''ناگ بھائی! کیا ہوا؟''۔

ناگ نے اٹھ کر اپنا سر دبانا شروع کر دیا۔

خدا کے لیے عنبر کو جا کر دیکھو۔ میں عنبر کی چیخ کی آواز سن
کر باہر کو بھاگا تھا کہ کسی نے میرے سر پر زور سے کوئی چیز
ماری اور میں بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

ماریا لپک کر عنبر کے کیبن میں گئی۔ کیبن میں عنبر کا بستر
خالی تھا۔ وہاں زمین پر ٹوٹی ہوئی تلوار کے ٹکڑے پڑے
تھے۔

ماریا نے باہر آ کر ناگ کو بتایا کہ عنبر وہاں نہیں ہے۔
ناگ اب ہوش میں آ چکا تھا۔ اگرچہ اس کا سر سخت درد کر رہا
تھا۔ وہ اور ماریا جلدی سے عرشے پر آ گئے۔

صبح ہو چکی تھی۔ ہر طرف روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اوپر عرشے پر آ کر انہوں نے دیکھا کہ عنبر رسیوں میں جکڑا عرشے کے جنگلے کے ساتھ بندھا ہوا ہے۔ اور اس کے منہ پر رومال باندھا ہوا ہے۔

انہوں نے جلدی سے جا کر منہ سے رومال ہٹایا۔ عنبر نے منہ کھلتے ہی کہا۔

"چور خزانہ لے کر فرار ہو گئے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"انہوں نے میرے سر پر ڈنڈا مار کر مجھے بے ہوش کر دیا تھا۔ وہ تو اپنی طرف سے مجھے ہلاک کر کے گئے تھے۔ قسمت اچھی تھی کہ بچ گیا"۔

خزانے کی تلاش

عنبر کی رسیاں کھول دی گئیں۔

نیچے کیبن میں آ کر انہوں نے تہہ خانے میں جا کر دیکھا خزانہ چوری ہو چکا تھا۔

ناگ کے سر میں سخت درد ہو رہا تھا۔ عنبر نے اسے بستر پر لٹا دیا اور اس کے سر پر تیل کی مالش کر کے پٹی باندھ دی۔

اب وہ غور کرنے لگے کہ یہ لوگ جو خزانہ لے گئے تھے؟

اور کہاں سے آئے تھے؟۔

عنبر نے کہا۔

''میں حیران ہو کہ ماریا کی بھی آنکھ نہ کھلی؟''۔

ماریا نے کہا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں۔ کبھی اس طرح غافل ہو کر نہیں
سوئی تھی۔ خدا جانے مجھے کیا ہو گیا کہ بے سدھ پڑی رہی''۔

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

''اس بے چاری کا کوئی قصور نہیں جو ہونا تھا ہو گیا''۔

عنبر بولا۔

''آخر اس اجنبی شہر میں کس کو خبر ہو سکتی ہے کہ ہمارے
جہاز میں ایک خزانہ بھی ہے''۔

ناگ نے کہا۔

میرے خیال میں تو یہ ساری کارستانی اس مکار عورت کی
ہے۔ جس کو ہم نے جہاز پر سوار کرالیا تھا اور ہم نے شہر میں لا کر
چھوڑ دیا۔

وہ ضرور ہمارے خزانے کا راز اپنے ساتھ لے گئی ہو گی
اور اس نے جا کر اپنے چور ساتھیوں کو بتا دیا ہو گا۔

عنبر بولا۔

''یقین نہیں آتا کہ ایک مصیبت زدہ عورت بھی ایسا کر
سکتی ہے''۔

مایا نے کہا۔

عنبر بھائی! وہ ضرور کوئی جاسوس عورت تھی۔ اسے
ہمارے خزانے کی خبر ہو گئی ہو گی۔

اس نے ہمارے ساتھ بے کس مصیبت زدہ عورت بن کر

سفر کیا اور یہاں ضرور اس کے ساتھی ہوں گے۔ ان کو اس نے جا کر خزانے کی خبر کی اور انہوں نے رات کو جہاز پر حملہ کر دیا۔

عنبر نے کہا۔

میں اس شخص کی صورت پہچان سکتا ہوں۔ ہٹا کٹا آدمی تھا۔ تلوار لے کر مجھے قتل کرنے کے لیے آیا تھا۔

اس نے مجھ پر دو بار تلوار چلائی۔ پہلی بار تلوار ٹوٹ گئی۔ پھر اس نے مجھ پر خنجر سے حملہ کیا۔ اگر اس کے ساتھی ایک دم مجھ پر ٹوٹ نہ پڑتے تو میں انہیں قابو کر لیتا۔ مگر انہوں نے ایکدم مجھے رسیوں میں جکڑ دیا۔

ماریا نے کہا۔

”ہمیں اپنے خزانے کو ہر قیمت پر واپس لینا ہو گا۔ ہم

اس وقت تک یہاں سے آگے نہیں بڑھیں گے جب تک کہ ہمیں خزانہ واپس نہیں مل جاتا۔“

میں اس شہر میں جا کر اس مصیبت زدہ مکار عورت کو تلاش کروں گی جس نے ہمارے خزانے کو چرایا ہے میں گھر گھر جا کر اسے ڈھونڈوں گی اور پھر اسے پکڑ کر یہاں لے آؤں گی۔

ناگ بولا۔

شاید وہ عورت اب ہمارے ہاتھ نہ آئے۔ چور بھی بڑے ہوشیار ہوتے ہیں۔ انہوں نے عورت کو غائب کر دیا ہو گا۔ تلاش اگر کرنی ہے تو اس آدمی کی تلاش کرنی چاہیے جس نے عنبر پر حملہ کیا تھا۔

اس کی تلاش صرف عنبر ہی کر سکتا ہے۔ کیونکہ عنبر بھائی

نے اس کی شکل دیکھ لی ہے۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ ٹھیک کہتا ہے۔ میں اس شخص کو پہچان سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے تم لوگ یہاں بیٹھو میں شہر میں جا کر اس شخص کو تلاش کرتا ہوں"۔

ماریا بولی۔

"عنبر بھائی! اس چور کو بھی معلوم ہے کہ وہ پہچان لیا گیا ہے اور تم اسے دور ہی سے پہچان سکتے ہو۔ وہ ضرور یہاں سے چلا گیا ہوگا۔ یا اگر اس شہر میں وہ گا تو بھیس بدل چکا ہوگا۔ اس کو ڈھونڈنا بے کار ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں خزانے کو بھول جانا

چاہیے"۔

ماریا نے کہا۔

ہرگز نہیں۔ ہم اتنا قیمتی خزانہ چوروں کے حوالے نہیں کر سکتے اور پھر ہمیں ناگ پر حملے کا بدلہ بھی لینا ہے۔ کسی چور کو اتنی جرات نہیں ہو سکتی کہ وہ ہمارے بھائی پر حملہ کرے اور ہمارے ہوتے ہوئے ہمارے خزانے کو چرا لے جائے۔

آپ لوگ یہاں بیٹھیں۔ آج کے دن مجھے شہر جا کر چوروں کی تلاش کر لینے دیں۔ اگر میں ناکام ہوگئی تو پھر سوچ لیں گے کہ آگے کیا کریں؟۔

ناگ اور عنبر نے ماریا کو روکنا چاہا۔ مگر وہ نہ رکی۔ اپنی ضد پر اڑی رہی۔ آخر اسے اجازت دینی ہی پڑی۔

عنبر تو ناگ کے پاس جہاز میں ہی رہا۔

ماریا نے خود بھی کھانا کھایا۔ عنبر اور ناگ کو بھی کھلایا اور پھر خدا کا نام لے کر کافکا چور کی تلاش میں جہاز سے نکل کر کنارے پر آ گئی۔

اس نے کنارے پر آ کر شہر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

شہر اتنا بڑا نہیں تھا۔ ایک بستی تھی۔ جس میں دو چار بازار تھے۔ کچھ محلے تھے جہاں زیادہ آبادی ماہی گیروں اور سیپ کی تجارت کرنے والوں کی تھی۔

چلتے چلتے وہ شہر کی بستی میں داخل ہو گئی۔ وہ گھوڑے پر سوار نہیں تھی۔ پیدل چل رہی تھی۔ اس نے ایک چکر ساری بستی کا لگا لیا۔

لوگ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے تھے۔ بچے مکانوں کے باہر کھیل رہے تھے۔ دکانیں کھلی تھیں۔ لوگ سودا

خرید رہے تھے۔ عورتیں گھروں میں کھانا پکا رہی تھیں۔

ماریا نے سوچا کہ گھروں میں جھانک کر دیکھنا چاہیے کہ وہ مصیبت زدہ عورت کہاں ہے۔ اس نے ہر اس گھر میں داخل ہونا شروع کر دیا جس کا دروازہ اسے کھلا دکھائی دیا۔

گھروں میں عورتیں اپنے اپنے کام کاج میں مصروف تھیں۔ کوئی کپڑے دھو رہی تھی۔ کوئی بچوں کو نہلا رہی تھی۔ کوئی کھانا پکا رہی تھی۔

کوئی کپڑے سی رہی تھی۔ کوئی صندوق کھول کر اس میں سے کپڑے نکال رہی تھی۔ کوئی گھر کی صفائی میں لگی تھی۔

ماریا نے کتنے ہی گھروں میں جھانک کر دیکھا۔ اسے وہ عورت کہیں بھی نظر نہ آئی جو مصیبت زدہ عورت بن کر

ان کے ساتھ جہاز میں سفر کر چکی تھی۔

ماریا کچھ ناامید سی ہوگئی۔ ایک مکان میں وہ داخل ہوئی تو کیا دیکھتی ہے کہ صحن میں ایک طرف کوٹھڑی کا دروازہ بند ہے۔ اور اندر سے کسی عورت اور مرد کے بولنے کی آوازیں آ رہی ہیں۔

ماریا نے دروازے کے پاس کان لگا کرنا۔ مرد عورت سے کہہ رہا تھا۔

"اگر تم نے شور مچایا تو میں اسی جگہ تمہارا کام تمام کر دوں گا۔ چپکے سے اپنا زیور اور نقدی میرے حوالے کر دو"۔

عورت سسکیاں بھر کر کہہ رہی تھی۔

"مجھ پر رحم کرو۔ میرا خاوند پردیس محنت کرنے گیا ہے۔ اس نے اپنا پیٹ کاٹ کر مجھے کچھ رقم بھیجی ہے جو ہم نے اپنی

بیٹی کی شادی کے لیے رکھی ہوئی ہے۔ اگر تم یہ رقم لے گئے تو ہم تباہ ہو جائیں گے۔ خدا کے لیے مجھ پر رحم کرو"۔

ماریا سمجھ گئی کہ یہ کوئی چور ہے جس نے عورت کو کوٹھڑی میں بند کر دیا ہے اور اب اس کے زیورات اور نقدی مانگ رہا ہے۔

ماریا نے دروازے کے سوراخ میں سے اندر دیکھا۔ ایک کمزور سی عورت بے چاری ہاتھ جوڑے زمین پر بیٹھی تھی۔ اس کے سامنے ایک ہٹا کٹا خوفناک چہرے والا چور کھڑا تھا۔

اس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ یہ کوئی بڑا ہی قاتل قسم کا چور تھا جو دن دہاڑے اس گھر میں ڈاکہ ڈالنے آ گیا تھا۔

عورت نے کہا۔

"مجھ پر رحم کرو۔ میری بچی پر رحم کرو"۔

چور نے ڈانٹ کر کہا۔

’’خبردار ایک لفظ بھی زبان سے نکالا۔ جلدی سے سارے زیور اور نقدی میرے حوالے کرو۔ نہیں تو ابھی تمہیں خنجر مار کر قتل کر دوں گا‘‘۔

عورت رونے لگی۔ چور نے اس کے بالوں کو کھینچ کر اسے زمین پر گرا دیا اور خنجروں کی نوک اس کی گردن پر رکھ دی۔

عورت کی چیخ نکل گئی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

’’خدا کے لیے مجھے قتل نہ کرو۔ میں تمہیں سارا زیور اور نقدی لا کر دیے دیتی ہوں‘‘۔

عورت اٹھی اور اس نے ایک صندوق میں سے زیور اور نقدی کی پوٹلی نکال کر کانپتے ہاتھوں سے چور کے حوالے کر

دی۔

’’تم کو میری بچی پر ذرا رحم نہیں آتا کیا؟ اگر تم یہ زیور اور رقم لے گئے تو میرا گھر تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ میرا خاوند ساری زندگی پھر یہ رقم نہ کما سکے گا۔ ہم ساری زندگی اپنی بچی کی شادی نہ کر سکیں گے۔ ہم تباہ و برباد ہو کر رہ جائیں گے‘‘۔

’’بکواس بند کر اور بوڑھی کھوسٹ عورت! نہ مجھے تمہاری بچی سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ تمہاری زندگی کی بربادی سے کوئی واسطہ ہے‘‘۔

یہ کہہ کر چور نے نقدی اور زیوارت کی پوٹلی کو مظلوم عورت کے ہاتھوں سے چھین لیا۔

پھر اسے دھکا دے کر پرے زمین پر گرا دیا۔ عورت وہیں پڑے پڑے سسکیاں لینے لگی۔ چور نے دروازے کی کنڈی

اندر سے کھولی اور باہر صحن میں نکل آیا۔

باہر آتے ہی سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ کوٹھڑی کو باہر سے بند کر کے کنڈی لگادی۔

وہ ماریا کے بالکل قریب سے ہو کر آگے نکل گیا۔ ماریا نے سوچا کہ پہلا کام تو یہ کرنا چاہیے کہ اس غریب مظلوم عورت کا زیور اور نقدی چور سے چھین کر واپس دلانی چاہیے۔

اس کے بعد چور کا پیچھا کر کے معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کہاں جاتا ہے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس کا تعلق ان چوروں سے بھی ہو جنہوں نے خزانہ چرایا ہے۔

ماریا چور کو اسی جگہ مار گرا سکتی تھی۔ مگر اس طرح سے دو نقصان ہوتے۔

پہلا نقصان یہ ہوتا کہ چور کی لاش اس گھر میں رہ جاتی۔

دوسرا نقصان یہ ہوتا کہ ماریا چور کا تعاقب کر کے یہ معلوم نہیں کر سکتی تھی کہ اس کا تعلق کس ٹولی سے ہے اور کس گروہ سے ہے۔

ماریا چور کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ مکان سے نکل کر چور گلی میں سے بھاگ کر نکل گیا۔ ماریا بھی بھاگ کر اس کا پیچھا کرنے لگی۔

چور دن دیہاڑے ایک گھر کی ساری پونجی کو لوٹ کر بستی سے باہر کل آیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ چور تیز تیز چل رہا تھا۔

ماریا کو اتنی تیز چلنے کی عادت نہیں تھی۔ وہ بے چاری تھک گئی۔ لیکن اب اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا۔ چور ایک حویلی کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا۔

یہاں کچھ گھوڑے درختوں کی چھاؤں میں بندھے چارہ وغیرہ کھا رہے تھے۔ چور نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر ایک گھوڑے کو کھولا۔

اس پر چھلانگ لگا کر بھاگ گیا۔ ماریا نے بھی یہی کیا۔ آگے بڑھ کر ایک گھوڑے کو کھولا۔ اس پر چھلانگ لگائی اور چور کے پیچھے لگا دیا۔

حویلی کے اندر سے ایک موٹا آدمی بھاگتا ہوا باہر آیا۔

اس نے شور مچا دیا۔

"پکڑو۔ پکڑو۔ چور گھوڑا لے گیا"۔

مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا جو چور کا پیچھا کرتا۔

چور گھوڑے کو بڑی تیزی سے بھگاتا ہوا بستی سے دور پہاڑوں میں آ گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے گھوڑا

دوڑاتی چلی آ رہی تھی۔

پہاڑوں میں آ کر زمین سخت ہو گئی تھی۔ چور نے گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے محسوس کیا کہ اسے پیچھے ایک اور گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دے رہی ہے۔

اس نے بھاگتے ہوئے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

پیچھے میدان دور تک خالی تھا۔ کوئی گھوڑ سوار اس کا پیچھا نہیں کر رہا تھا۔ لیکن گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز برابر آ رہی تھی۔

وہ رک گیا۔ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز بھی رک گئی۔ وہ آگے چلا۔ گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز پھر سنائی دینے لگی۔

اگر وہاں ریت ہوتی تو آواز نہ آتی۔

پتھریلی زمین پر ماریا کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز گونج

رہی تھی۔

ماریا نے محسوس کرلیا تھا کہ چور کو اس کے گھوڑے کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ چور نے گھوڑے کو روکا تو اس نے بھی گھوڑے وک روک لیا۔

چور نے گھوڑے کو چلایا تو ماریا نے بھی گھوڑے کو چلا دیا۔

کافی دور چلنے کے بعد چور ایک جگہ درختوں میں رک گیا۔

یہاں ایک ٹھنڈے پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا۔

چور گھوڑے پر سے اتر کر چشمے پر آ کر پانی پینے لگا۔ اس نے دولت کی پوٹلی اپنے کپڑوں کے اندر چھپا رکھی تھی۔

وہ کچھ گھبرایا گھبرایا سا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کا برابر پیچھا کر رہا ہے۔

کون پیچھا کر رہا ہے؟ یہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا۔ پانی پی کر وہ چشمے پر بیٹھ کر آرام کرنے لگا۔ ماریا بھی اس سے تھوڑے فاصلے پر رک گئی تھی۔

وہ گھوڑے پر سے اترنا نہیں چاہتی تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ گھوڑے پر سے اتری گھوڑا ظاہر ہو جائے گا۔ اور اس گھوڑے کو دیکھ کر چور اٹھ کر بھاگے گا۔ وہ گھوڑے پر ہی سوار بیٹھی رہی اور چور کو تکتی رہی کہ یہ شخص اب کیا کرتا ہے۔

چور آرام کرنے کے بعد اٹھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور پھر آگے کو روانہ ہو گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

دوپہر ہو گئی تھی۔

چور اب پہاڑی غاروں میں سفر کر رہا تھا۔ ماریا اس کا پیچھا کرتے کرتے تنگ آ گئی تھی۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ اس شہر کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر کو جا رہا ہے جو وہاں سے

کافی فاصلے پر ہے۔

کیونکہ اس زمانے میں کوئی بھی شہر قریب نہیں ہوا کرتا تھا۔

ماریا نے پیچھا کر کے چور سے پوچھ گچھ کرنے کا خیال ترک کر دیا۔ اب وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ چور سے غریب بے کس عورت کا مال چھین کر واپس لے جائے اور عورت کو جا کر واپس کر دے۔

اس خیال سے ماریا نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چور کے قریب آ گئی۔

چور نے اپنے پیچھے گھوڑے کے ٹاپوں کی قریب آتی آواز سنی تو وہ باگیں کھینچ کر ایکدم سے رک گیا۔

”کون ہے؟“۔

اس نے زور سے پکارا۔

ماریا رک گئی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ چور نے ادھر ادھر بڑے غور سے دیکھا مگر اسے ماریا کبھی دکھائی دے ہی نہیں سکتی تھی۔

کچھ دیر وہ ہوا میں کچھ سونگھنے، کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا پھر جانے اس کے جی میں کیا آئی کہ وہ گھوڑے پر سے اتر پڑا۔

اس نے گھوڑے کو ایک درخت کے ساتھ باندھا اور پیدل پہاڑوں میں سے ہو کر آگے چلنا شروع کر دیا ماریا بھی گھوڑے سے اتر پڑی۔

اب جو چور نے ایکدم سے پلٹ کر پیچھے دیکھا تو وہاں ایک اور گھوڑا کھڑا تھا۔ وہ تو حیرانی سے پاگل سا ہو گیا۔ کہ یہ

دوسرا گھوڑا کہاں سے آ گیا؟

اس کا سوار کہاں ہے؟۔

چور رک کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ماریا بھی رک گئی۔

پراسرار مسافر

چور آہستہ آہستہ گھوڑے کے پاس آ گیا۔

وہ گھوڑے کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

اس کے لیے یہ گھوڑا کوئی جادو کا گھوڑا تھا جو پہلے غائب تھا اور اب ایکدم سے ظاہر ہو کر سامنے آ گیا تھا۔ ماریا بھی چور کے پاس ہی کھڑی تھی۔

ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ ایک خاص ترکیب پر عمل کیا

جائے۔اس نے گھوڑے کی باگ تھام لی۔ چور نے دیکھا کہ
گھوڑے کی باگ غائب ہو گئی ہے۔ وہ بھاگنے ہی والا تھا کہ
ماریا نے اسے گرجدار آواز میں کہا۔

ٹھہر جاؤ۔ اگر تم نے ایک قدم اٹھایا تو میں تمہیں اسی جگہ
پتھر کر دوں گی۔

میں اس جادو کے گھوڑے کی روح بول رہی ہوں۔

خبردار اپنی جگہ سے مت ہلنا۔

چور نے یہ آواز سنی تو خوف کے مارے جہاں کھڑا تھا
وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔ اس
کا بدن ڈر کے مارے ٹھنڈا پڑ گیا۔

ماریا نے ایک بار پھر کہا۔

''واپس پلٹ کر میری طرف دیکھو''۔

چور واپس انہی قدموں پر مڑا اور گھوڑے کی طرف دیکھنے
لگا۔ اسے ایک عورت کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔
اسے یقین ہو گیا کہ وہ کسی بدروح کے آگے پھنس گیا ہے۔
اس کے پاؤں میں اب اتنی طاقت ہی باقی نہیں رہی تھی کہ وہ
آگے چل سکیں۔ وہ تو اسی جگہ پتھر سا بن کر رہ گیا تھا۔

ماریا نے کہا۔

غور سے میری بات کو سنو! میں جادو کے گھوڑے کی روح
ہوں۔ میں اگر چاہوں تو ابھی شیر بن کر تمہیں چیر پھاڑ کر
ہڑپ کر سکتی ہوں۔

لیکن اگر تم نے میری بات مان لی تو میں تمہیں کچھ نہیں
کہوں گی۔

''بولو! کیا تم میری بات مانو گے؟''۔

چور نے لڑکھڑاتی زبان میں کہا۔

"ہاں میں تمہاری ہر بات مانوں گا اے گھوڑے کی روح
تم مجھ سے کیا چاہتی ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ جس عورت کے زیور اور نقدی تم
نے چوری کی ہے وہ میرے حوالے کر دو۔ دوسری بات یہ ہے
کہ مجھے بتاؤ کہ تم کسی ایسے ڈاکو کو جانتے ہو جس نے ابھی
ایک دن ہوا ایک سمندری جہاز سے ہیرے جواہرات کا
خزانہ چوری کیا ہے؟"۔

چور بولا۔

"میں قسم کھا کر کہتا ہوں اے روح! کہ مجھے کچھ معلوم
نہیں کہ سمندری جہاز سے ہیرے جواہرات کا خزانہ کس نے

چوری کیا ہے"۔

ماریا نے پوچھا۔

"تم جھوٹ تو نہیں بول رہے؟ یاد رکھو اگر تم نے میرے
سامنے جھوٹ بولا تو میں تم پر ایسی بجلی گرا دوں گی کہ تم اسی جگہ
جل بھن کر کوئلہ ہو جاؤ گے"۔

چور نے گڑگڑا کر کہا۔

نہیں نہیں ایسا نہ کرنا روح! میں خدا کو حاضر ناظر جان کر
کہتا ہوں کہ مجھے کسی ایسے چور کا علم نہیں جس نے جہاز میں
سے کوئی خزانہ چرایا ہے۔

میں تو ایک معمولی چور ہوں اور اکیلا ہی چوریاں کرتا
ہوں۔

ماریا نے کہا۔

تم اس طرف چوری کر کے کہاں جا رہے تھے؟۔

کیا تمہارا کوئی خفیہ ٹھکانہ ہے؟۔

”نہیں۔ میرا اس طرف کوئی خفیہ ٹھکانہ نہیں ہے۔ میں
اس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر جا رہا تھا“۔

ماریا نے پوچھا۔

”اچھا یہ بتاؤ، کیا تم کسی ایسے چوروں کے گروہ کو جانتے
ہو جو بڑی بڑی چوریاں کرتا پھرتا ہو؟“۔

چور نے سوچ کر کہا۔

ایک گروہ کسی زمانے میں یہاں ڈاکے ڈالا کرتا تھا۔ میں
نے ان کے ایک آدمی کو اسی بستی عمان کی ایک سرائے میں
دیکھا تھا۔

اس آدمی نے مجھے بھی اپنے گروہ کے ساتھ شامل ہونے

کے لیے کہا تھا۔ لیکن میں نے کہا کہ میں کسی گروہ کے ساتھ
نہیں ملوں گا بلکہ الگ چوریاں کروں گا۔

ماریا نے کہا۔

”وہ سرائے کہاں ہے؟“۔

چور بولا۔

”وہ سرائے سمندر کے کنارے بستی کے شمال میں ہے۔
وہاں لوگ قہوہ پینے بھی جاتے ہیں“۔

ماریا بولی۔

”ٹھیک ہے میں وہاں جا کر معلوم کر لوں گی۔ اب تم
خاموشی سے عورت کا مال میرے حوالے کر دو“۔

چور کی نیت اب بدل گئی تھی۔ اس نے بڑی مشکل سے
چوری کی تھی اور اسے بڑا قیمتی زیور اور نقدی وغیرہ ہاتھ لگی

تھی۔

وہ اس مال کو روح کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ماریا نے جب دوسری بار حکم دیا کہ مال اس کے حوالے کیا جائے تو چور ایکدم اٹھ دوڑا۔

اس نے گھوڑے پر چھلانگ لگائی اور اسے سرپٹ دوڑانا شروع کر دیا۔ ماریا بھی اسی وقت چھلانگ لگا کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی اور گھوڑا چور کے گھوڑے کے پیچھے ڈال دیا۔

ماریا کا گھوڑا اب غائب ہو چکا تھا۔

گھوڑے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگنے لگے۔

پہاڑی ٹیلوں کے بیچ میں ان کی دوڑ شروع ہو گئی۔

گھوڑے دونوں کے بڑے تیز طرار تھے۔ دوڑتے

دوڑتے وہ پہاڑیوں میں سے نکل کر ایک بار پھر صحرا میں آ گئے۔ اب چور کا گھوڑا آہستہ ہو گیا۔

ماریا اپنے گھوڑے کو آگے سے چکر کاٹ کر چور کے سامنے کی طرف لے آئی۔ چور کے لیے ایک بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ ماریا کے گھوڑے کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔ کچھ دور جا کر اس نے محسوس کیا کہ وہ آگے نکل آیا ہے۔ اور گھوڑے کی روح نے اس کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا ہے۔

بس یہی گھڑی اس کی موت کی گھڑی تھی۔

چور ایک جگہ رک گیا۔ وہ راستہ بھول گیا تھا۔

اس نے واپس جانے کے لیے اپنے گھوڑے کو موڑا ہی تھا کہ اسے کسی دوسرے گھوڑے کی زور سے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔

چور کانپ کر رہ گیا۔ جادو کے گھوڑے کی روح اس کا برابر پیچھا کر رہی تھی۔ وہ سیدھا ہو کر بھاگنے ہی والا تھا کہ ماریا نے تلوار مار کر چور کا ایک پاؤں کاٹ دیا۔

چور ایک چیخ مار کر گھوڑے پر سے گر پڑا۔

ماریا نے کہا۔

اگر تم نے میری بات مان لی ہوتی اور مجھے غریب عورت کا زیور واپس کر دیا ہوتا تو میں تمہیں معاف کر دیتی۔ لیکن تم نے ایسا نہیں کیا۔

اب تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا مل کر رہے گی۔

چور ریت پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی کٹی ہوئی ٹانگ سے خون بہہ رہا تھا۔

اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

”اے گھوڑے کی روح! مجھے معاف کر دے۔ میں سارا زیور تمہارے حوالے کرتا ہوں“۔

ماریا نے کہا۔

”اب میں تم سے زیور واپس لے رہی ہوں۔ تم زیور میرے حوالے نہیں کر رہے“۔

ماریا نے گھوڑے پر سے نیچے اتر کر زیور اور نقدی کی پوٹلی چور سے چھین کر اپنے پاس رکھ لی اور چور سے کہا۔

”اب میں تمہیں ایک ایسی سزا دوں گی جو چور کی سزا ہو سکتی ہے“۔

اس کے ساتھ ہی ماریا نے تلوار مار کر چور کا دوسرا پیر بھی کاٹ دیا۔ چور چیخ مار کر تڑپنے لگا۔

ماریا نے کہا

”تم ایک چور ہی نہیں بلکہ پتھر دل ظالم قاتل بھی ہو۔خدا جانے تم نے زیوروں اور روپے پیسے کے لالچ میں کتنے بے گناہ لوگوں کا خون کیا ہے۔

تمہاری یہی سزا ہے کہ تمہارے دونوں پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔تا کہ دوبارہ کسی کے گھر چوری نہ کر سکو۔

یہ کہہ کر ماریا گھوڑے پر سوار ہوئی اور واپس چل پڑی۔

چور ریت پر تڑپتا رہ گیا تھا۔اس ظالم چور کی یہی سزا تھی جس نے ایک بے گناہ عورت کو اس کے مال سے بھی محروم کیا تھا اور اس کے بالوں کو پکڑ کر زمین پر گھسیٹا تھا۔اور اسے مارا بھی تھا۔

ماریا گھوڑا دوڑاتی واپس شہر کے پاس آ گئی۔اس نے اپنے گھوڑے کو اسی حویلی کے باغ میں واپس باندھ دیا۔

جہاں سے اس نے گھوڑے کو لیا تھا۔یہاں سے وہ پیدل ہی مظلوم عورت کے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔سہ پہر کا وقت ہو گیا تھا۔

ماریا اس مصیبت زدہ عورت کے گھر میں داخل ہوئی تو اس نے دیکھا بے چاری عورت لٹنے کے بعد ایک جگہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔

چور اس کی ساری پونجی لوٹ کر لے گیا تھا۔اب اس بے چاری کے پاس کچھ بھی باقی نہیں بچا تھا۔ماریا قدم قدم چلتی اس کے پاس جا کر کھڑی ہو گئی۔

پھر اس نے بڑی خاموشی سے کچھ کہے سنے بغیر سونے کے زیور کی پوٹلی عورت کے آگے پھینک دی۔مصیبت زدہ عورت نے اپنے زیوروں کو دیکھا تو دنگ رہ گئی۔

"اے خدا! میرا زیور واپس مل گیا۔ میں تمہارا کس منہ سے شکر ادا کروں؟"۔

ماریا کا دل خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ اس نے عورت سے کچھ نہ کہا اور وہاں سے بڑی خاموشی کے ساتھ واپس نکل آئی۔

اس کے دل کو بڑی خوشی ہو رہی تھی کہ اس نے عورت کی خوشیاں اسے واپس دلا کر ایک بڑا ہی نیک کام کیا ہے۔ سچی بات بھی یہی ہے کہ دنیا میں وہی انسان ایک اچھا انسان ہوتا ہے جو کسی دوسرے مصیبت زدہ انسان کے کام آتا ہے۔ پریشانی اور مصیبت میں کسی انسان کی مدد کر کے جو خوشی حاصل ہوتی ہے۔ اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی۔

انسان دنیا کی ساری دولت دے کر بھی وہ خوشی نہیں خرید

سکتا۔ مگر نیک کام کرنے والے انسان کو خدا ایسی خوشیاں مفت دے دیتا ہے۔

ابھی کافی دن باقی تھا۔ دوپہر خوب لگی ہوئی تھی۔ دھوپ پڑ رہی تھی اور گرمی بہت تھی۔

ماریا نے سوچا کہ واپس جہاز پر جانے کی بجائے سمندر کنارے شہر کے باہر والی سرائے میں چل کر چوروں کے گروہ کا سراغ لگانا چاہیے۔

وہ شہر کی گلیوں اور تنگ بازاروں میں سے ہوتی شہر کے مغربی کنارے پر آ گئی۔ چور کے کہنے کے مطابق یہاں دور ہی سے اسے ایک سرائے نظر آئی۔

ماریا نے سوچا ہو نہ ہو یہی وہ سرائے ہو گی جہاں چور نے کہا تھا کہ اسے ہیرے چور گروہ کا سراغ مل سکتا ہے۔ سرائے

کے باہر چبوترے پر ایک موٹا یہودی بیٹھا لوگوں میں پیسے لے کر کھانا تقسیم کر رہا تھا۔ اب ماریا کو بھی بھوک لگ رہی تھی۔

ماریا چبوترے کے پاس آ گئی۔ موٹا یہودی مالک مٹی کی رکابیوں میں بکرے کا بھنا گھوشت ڈال کر گاہکوں کو دے رہا تھا۔ جب تک گاہک پیسے نہ دیتے۔ وہ گوشت کی رکابی اپنے ہاتھ میں ہی رکھتا تھا۔

بھوک سے ماریا کی جان نکلی جا رہی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر موٹے یہودی کے ہاتھ سے گوشت کی رکابی چھین لی۔

موٹا تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا تھا۔ اس نے شور مچا دیا۔

''ارے پکڑو میرے ہاتھ سے رکابی کون لے گیا؟''۔

موٹے یہودی نے ایک مسافر کی گردن دبالی۔

''تم نے ہی میرے ہاتھ سے گوشت کی رکابی چھینی ہے۔ لاؤ اس کے پیسے دو''۔

مسافر نے بہتیرا کہا کہ بھائی میں نے تمہارے ہاتھ سے گوشت کی رکابی نہیں چھینی مگر موٹا مالک بھلا کہاں ماننے والا تھا۔

اس نے غریب دبلے پتلے مسافر کو مارنا شروع کر دیا۔ اب تو ماریا کو بڑا غصہ آیا کہ یہ کم بخت خواہ مخواہ ایک شریف آدمی کو مار رہا ہے۔ ماریا نے موٹے مالک کی گردن پر اس زور سے مکا مارا کہ وہ بوکھلا کر پیچھے مڑا۔

''ارے ظالم! یہ مکا کس نے مارا؟ ارے پکڑو۔ ارے مار ڈالا''۔

جس مسافر کو اس نے پکڑ رکھا تھا وہ بھاگ گیا۔ ماریا نے

پیچھے سے کچھ روٹیاں بھی اٹھالیں۔ اور بڑے مزے سے ایک
تخت پوش پر بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا۔

گوشت بڑے مزے سے بھنا ہوا تھا۔ خوب کھا پی کر
ماریا اٹھی اور سرائے کے اندر جا کر ایک بنچ پر کونے میں بیٹھ گئی
اور بڑے غور سے مسافروں کو تکنے لگی جو ادھر ادھر بیٹھے قہوہ پی
رہے تھے۔

یہ وہی سرائے تھی جہاں کا فکا اپنے چوروں کے ساتھ اکثر
قہوہ پینے آیا کرتا تھا۔ اس رائے میں اس نے ایک کوٹھڑی بھی
لے رکھی تھی۔

اب وہ یہاں نہیں تھا کوٹھڑی پر تالا پڑا تھا۔ کیونکہ جہاز
میں سے خزانے کا صندوق چوری کرنے کے بعد کا فکا
پہاڑوں میں اپنی کمین گاہ پر چلا گیا تھا۔ ماریا ایک ایک مسافر

کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔

اچانک باہر سے ایک آدمی سرائے میں داخل ہوا۔

اسے اندر آتے دیکھ کر سرائے کا موٹا مالک بھی اس کے
پیچھے پیچھے اندر آ گیا۔ اس آدمی نے موٹے کو اپنے سامنے
بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

موٹا یہودی بیٹھ گیا تو وہ اجنبی آدمی منہ آگے کر کے اس
سے باتیں کرنے لگا۔ ماریا نے سوچا کہ ان لوگوں کی باتیں
سننی چاہئیں۔

وہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں کے پاس آ گئی۔

موٹا یہودی کہہ رہا تھا۔

"جناب! میرا حصہ ابھی تک مجھ کو نہیں ملا۔ سردار سے کہنا
کہ میں تو ان کا پرانا غلام ہوں۔ پھر اس یار مجھے کیوں بھلا

دیا؟"۔

اجنبی نے کہا۔

"موٹے فکر نہ کرو۔ سردار تمہیں تمہارا حصہ ضرور دے گا۔ اگر کہو تو میں تمہارا حصہ ابھی تمہیں دے دوں؟"۔

اور اجنبی نے خنجر نکال کر موٹے کی گردن پر رکھ دیا۔ موٹا یہودی کچھ گھبرا گیا۔

پھر مسکرا کر بولا۔

"جناب آپ ہمارے آقا ہیں آپ کے لیے تو جان بھی حاضر ہے"۔

اجنبی نے کہا۔

"چلو ابھی کھانا لاؤ۔ تمہاری جان بعد میں نکالوں گا"۔

"جو حکم میرے آقا"۔

یہ کہہ کر موٹا یہودی سر جھکا کر باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہاں کھانا لگا دیا گیا۔ اجنبی کھانا کھا کر باہر نکل گیا۔ ماریا نے سوچا کہ اس آدمی کا پیچھا کرنا چاہیے۔ کہ یہ کہاں جاتا ہے؟ اور اس کا سردار کون ہے؟۔

اجنبی باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوا اور سمندر کے کنارے سے ہٹ کر شہر کے مکانوں کے پیچھے سے میدان کی طرف چلنے لگا۔

ماریا کے پاس گھوڑا نہیں تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ سرائے کے باہر ابھی ایک سپاہی نے گھوڑا لا کر کھڑا کیا ہی تھا۔

ماریا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ آگے بڑھ کر گھوڑے پر سوار ہو گئی اور اسے لے کر اجنبی مسافر کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

گھوڑے کو غائب ہوتے دیکھ کر مالک نے شور مچا دیا مگر وہاں کہیں اس کا گھوڑا تھا ہی نہیں ماریا اجنبی مسافر کا پیچھا کرتے کرتے شہر سے باہر نکل گئی۔

شہر سے باہر آ کر اجنبی مسافر ایک حویلی کے آگے کھڑا ہو گیا۔ خدا معلوم وہ اس حویلی میں کیا کرنا چاہتا تھا۔

ماریا بھی اس کے قریب ہی کھڑی ہو گئی۔

اجنبی مسافر نے حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ ایک عورت نے آ کر دروازہ کھول دیا۔ اجنبی مسافر نے گھوڑے کو ایک طرف کھڑا کیا اور حویلی کے دروازے میں سے ہو کر اندر چلا گیا۔

ماریا نے بھی گھوڑے سے اتر کر اسے ایک طرف درخت کے ساتھ باندھا اور حویلی کے دروازے پر دستک دی۔ اسی

خادمہ نے دروازہ کھول کر ادھر ادھر جھانکا۔

''کون ہے؟''۔

پھر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی حویلی کا دروازہ بند کر کے واپس چلی گئی۔ اس دوران میں ماریا حویلی کے اندر داخل ہو چکی تھی۔

خفیہ غار

حویلی کے اندر ایک لمبی ڈیوڑھی تھی۔

سامنے ایک دالان تھا۔ ماریا ڈیوڑھی سے گزر کر دالان میں آئی۔ یہاں ایک کمرے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ اندر سے آدمیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

ماریا چپکے سے دروازے میں سے ہو کر اندر آ گئی۔

دروازہ ذرا سا کھلا تو اندر کسی نے کہا۔

"یہ دروازہ کس نے کھولا؟"۔

"ہوا کا جھونکا ہوگا سردار"۔

کمرے میں چوروں کا سردار کافکا اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ بیٹھا کھانے سے فارغ ہو کر قہوہ پی رہا تھا۔ ماریا اسے پہچان نہ سکی۔

اس نے کافکا کو پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ان میں وہ اجنبی مسافر بھی تھا جو ابھی سرائے سے نکل کر آیا تھا۔ اس اجنبی مسافر نے سردار سے کہا۔

"کافکا! سرائے کا موٹا آدمی دبی زبان میں آج اپنا حصہ مانگ رہا تھا"۔

ماریا کو معلوم ہوا کہ سردار کا نام کافکا ہے۔

کافکا نے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے اس کا آخری وقت آن پہنچا ہے جو مجھ سے اپنا حصہ مانگ رہا ہے"۔

اجنبی بولا۔

"اگر حکم ہو تو ابھی جا کر اس کی گردن اتار کر لے آؤں؟"۔

سردار کاقکا نے کہا۔

"نہیں اس بے چارے کو کیا مارنا۔ وہ تو پہلے ہی آدھ مرا ہوا چوہا ہے۔ ہاں ایسا کرو کہ اسے خزانے کی اشرفیوں میں سے تھوڑی سی اشرفیاں انعام کے طور پر دے دو۔ آخر یہ ساری سازش اسی قہوہ خانے میں ہوئی تھی"۔

اجنبی مسافر نے کہا۔

"جیسے آپ کی مرضی سردار"۔

دوسرا چور بولا۔

"لیکن سردار! اس طرح اگر ہم نے دوسروں کو اشرفیاں بانٹنا شروع کر دیں تو ہمارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ سارے کا سارا خزانہ ختم ہو جائے گا"۔

سردار کاقکا نے مکا لہرا کر کہا۔

کون ختم کر سکتا ہے میرے خزانے کو؟ میں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس خزانے کو جہاز پر سے لوٹا ہے۔ میرے بہترین دوست اس مہم میں ہلاک ہوئے ہیں۔

یہ خزانہ صرف میرے پاس رہے گا۔ اس کے ہیرے جواہرات اور سونا چاندی سب میرا ہے۔ اگر پھر کسی نے زبان کھولنے کی جرات کی تو میں اس کی زبان کاٹ کر رکھ دوں گا۔

تینوں چور خاموش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد کافکا نے کہا۔

"میں موٹے یہودی سے ایک بات کر کے ابھی آتا ہوں۔ تم لوگوں میں سے کوئی یہاں سے نہ ہلے۔ شاید اسی وقت ہمیں کسی نئی جگہ ڈاکے کے لیے جانا ہوگا"۔

سردار باہر نکل کر چلا گیا۔

ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اسے خزانے کا سراغ مل گیا تھا۔ تو گویا وہ سردار کافکا تھا۔ جس نے جہاز پر رات کو حملہ کر کے خزانہ اڑایا تھا؟

ماریا دل میں بڑی خوش ہوئی کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ ابھی جا کر وہ عنبر اور ناگ کو سارے حالات بتا دے تو اچھا ہے۔

لیکن ابھی تک یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ خزانہ کس جگہ رکھا

گیا ہے؟

وہ یہی باتیں سوچ رہی تھی کہ چور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ اجنبی مسافر جو ہٹا کٹا چور تھا بہت غصے میں لگتا تھا۔ اس نے اپنے دو ساتھیوں سے کہا۔

کافکا کی یہ بات مجھے ہرگز پسند نہیں ہے کہ وہ خزانے کی ساری دولت اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے۔ آخر ہمارے ساتھیوں نے اپنی جانیں کس لیے قربان کی تھیں؟

میں بھی اس چوری میں سردار کے ساتھ تھا۔ جہاز کا بھوت مجھے بھی قتل کر سکتا تھا۔

دوسرا چور بولا۔

"میں مرتے مرتے بچا تھا۔ اگر میں جہاز پر سے چھلانگ نہ لگا دیتا تو سارے کیے کرائے پر پانی پھر جاتا"۔

تیسرے چور نے کہا۔

"سردار کافکا لالچی اور ہٹ دھرم ہے۔خزانے کی دولت پر ہمارا بھی اسی طرح سے حق ہے جس طرح سے دوسرے ساتھیوں کا ہے"۔

اجنبی بولا۔

مگر دوستو! میری ایک بات یاد رکھو۔ سردار کافکا ہم لوگوں کو خزانے میں سے ایک پھوٹی کوڑی تک نہیں دے گا۔

اگر اسے ضرورت محسوس ہوئی تو ہم سب کا خون کر دے گا۔

لیکن ہمارا حصہ ہمیں نہیں دے گا۔کیا تمہیں معلوم نہیں۔

اس نے یہودی کے ساتھ کیا کیا؟ حالانکہ وہ شخص سردار کا پرانا دوست تھا اور اس نے ہمیشہ سردار کو فائدہ پہنچایا تھا۔

مگر سردار نے لالچ میں اندھا ہو کر اسے بھی ہلاک کر دیا

تاکہ وہ اس خزانے میں حصے دار نہ بن سکے۔اب وہ ہم لوگوں کو کیا سمجھتا ہے۔وہ ہمیں کچھ بھی نہیں دے گا۔

ایک چور نے کہا۔

"اگر ایسی بات ہے تو ہم سردار کافکا سے اس کا بدلہ بھی لے سکتے ہیں"۔

دوسرا بولا۔

"ہم سردار کافکا کو قتل کر دیں گے۔ ہم نے سینکڑوں لوگوں کو قتل کیا ہے۔ ہمارے لیے سردار کو قتل کرنا کوئی انوکھی یا مشکل بات نہیں ہے"۔

اجنبی چور ایک دم سے ٹھٹھک گیا۔

"ٹھہرو۔ تم نے بڑی عمدہ بات کہہ دی ہے یہ بات میرے دل میں لگی ہے۔اگر ہم آپس میں مل کر سردار کو ہلاک

کردیں تو نہ صرف ہم خزانے پر قبضہ کر سکتے ہیں بلکہ باقی ساتھیوں پر بھی غلبہ حاصل کر سکتے ہیں“۔

پہلے چور نے کہا۔

”میں سردار کو قتل کرنے پر تیار ہوں۔ اس شخص نے ایک بار میرے بڑے بھائی کو محض اس لیے ہلاک کر دیا تھا کہ وہ اس کے آگے کھڑا تھا“۔

دوسرے چور نے کہا۔

”میں تمہارے ساتھ ہوں۔ لیکن ایک بات کا ہمیں یقین دلانا ہوگا کہ خزانے میں سے ہمیں برابر برابر حصہ ملے گا“۔

اجنبی مسافر نے کہا۔

اس بات کی میں تمہیں ضمانت دیتا ہوں۔ سردار کو قتل

کرنے کے بعد ہم سیدھا پہاڑوں والی اپنی خفیہ غار میں جائیں گے اور فوراً خزانے پر قبضہ کر کے اعلان کریں گے کہ سردار ہم ہیں۔

کافکا کا کٹا ہوا سر ہم غار کے اندر لٹکا دیں گے۔ ہم تینوں گروہ کے سردار بن جائیں گے۔

پہلا چور بولا۔

”اگر دوسرے ساتھیوں نے حصہ مانگا تو کیا جواب دیں گے؟“۔

اجنبی بولا۔

”میرا خیال ہے کہ اگر ہم خزانے میں سے تھوڑا بہت سونا ساتھیوں میں بانٹ دیں تو یہ بات ہمارے حق میں بڑی اچھی ہوگی۔ ہم سردار کافکا کے عبرتناک انجام سے بچ جائیں

گے"۔

"مجھے منظور ہے"۔

"مجھے بھی منظور ہے"۔

اجنبی بولا۔

"تو پھر خاموش ہو جاؤ اور سردار کافکا کا انتظار کرو۔ وہ آ
ہی رہا ہوگا۔ مگر ہم اسے کس جگہ اور کیسے قتل کریں گے؟"۔

پہلا چور بولا۔

میرا تو خیال ہے کہ اس کانٹا ابھی ، اسی وقت ختم کر دینا
چاہیے۔

ہمیں سردار کافکا کو اسی کمرے میں قتل کر کے اس کا سر
اپنے ساتھ لے جا کر غار میں لٹکا دینا چاہیے۔

دوسرے چور نے کہا۔

"یہ مناسب خیال ہے۔ میں آپ کے ساتھ ہوں"۔

اجنبی مسافر نے کہا۔

"سردار کافکا کی گردن کون اڑائے گا"۔

پہلا چور بولا۔

"یہ کام میں کروں گا۔ کیونکہ اس ظالم شخص نے میرے
بھائی کا خون کیا ہے۔ میں اس سے اپنے بھائی کے خون کا
بدلہ لینا چاہتا ہوں"۔

اجنبی مسافر بولا۔

"شاباش! تم ایک غیرت مند بہادر چور ہو۔ تمہیں
ضرور اپنے بھائی کا بدلہ لینا چاہیے۔ تمہیں تو تمہارے بھائی کی
روح آسمانوں میں پریشان رہے گی"۔

"میں تیار ہوں"۔

اجنبی مسافر نے کہا۔

"یہ لو تلوار۔۔۔ یہ تلوار زیادہ تیز اور زیادہ لمبی ہے۔ اپنی تلوار تم مجھے دے دو۔ اب تم تیار ہو جاؤ سردار آتا ہی ہوگا"۔

اتنے میں نوکرانی نے آ کر کہا۔

"سردار کا فکا آ رہا ہے"۔

یہ کہہ کر نوکرانی باہر نکل گئی۔ اجنبی اور دوسرے دونوں چور خبر دار ہو گئے۔ پہلے چور نے اپنی تلوار کو اچھی طرح سے دیکھا اور خاموش ہو کر ستون کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔

اتنے میں سردار کا فکا بہت خوش خوش اندر داخل ہوا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

موٹے یہودی نے ایک ایسے قافلے کے بارے میں بتایا ہے جو پرسوں سرائے میں پہنچ رہا ہے۔ اس میں بڑے بڑے

امیر تاجر سفر کر رہے ہیں۔

بہت زیادہ مال و متاع ان کے پاس ہوگا۔ ہمیں اس قافلے کو راستے میں ہی جا کر لوٹ لینا ہوگا۔

اجنبی مسافر نے کہا۔

"ہم تیار ہیں سردار"۔

سردار نے کہا۔

ہمیں غار میں چل کر دوسرے ساتھیوں کو بھی خبر دار کرنا ہوگا۔ قافلہ پرسوں صبح صحرا میں قریب ہوگا۔

میرا خیال ہے کہ ہم پرسوں پہلے پہر راستے میں حملہ کر دیں اور قافلے کو لوٹ لیں۔

اجنبی بولا۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے سردار!"۔

"تو پھر چلو غار میں چل کر تیاری شروع کرتے ہیں"۔

"ہاں سردار چلیں"۔

اس دوران میں باقی دونوں چور خاموش بیٹھے تھے۔

سردار نے اٹھتے ہوئے ایک چور سے کہا۔

"تم کیوں خاموش ہو؟"۔

اس سے پہلے کہ چور جواب دیتا، اجنبی مسافر نے آنکھ سے اشارہ کیا۔ پہلے چور نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ تلوار لہرائی اور سردار ٹھہر نے بھی نہ پایا تھا کہ تلوار کا وار اس کی گردن پر پڑا اور سر کٹ کر نیچے گر پڑا۔

اجنبی مسافر اور دوسرے چوروں نے جلدی جلدی سردار کی تڑپتی ہوئی لاش کو ایک خالی لکڑی کے صندوق میں ڈال کر بند کر دیا اس کا سر اٹھا کر بوری میں ڈالا اور کہا۔

"اب جلدی سے یہاں سے نکل چلو۔ ہمیں غار میں جا کر اس سر کو لٹکانا ہے"۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گیا کہ ماریا ان کے منہ ہی تکتی رہ گئی۔ ان لوگوں نے سردار کی گردن اڑاتے میں بڑی پھرتی دکھائی تھی۔

وہ تینوں سردار کا سر بوری میں بند کر کے کمرے سے باہر نکل گئے۔ ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے باہر آ گئی۔ وہ اب یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ ان چوروں کا غار کہاں ہے؟

کیوں کہ خزانہ غار کے اندر ہی تھا۔ تینوں چور باہر نکل کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور سرپٹ گھوڑے دوڑاتے نکل گئے۔

ماریا کا گھوڑا بھی ایک طرف بندھا ہوا تھا۔ وہ بھی

گھوڑے پر سوار ہوئی اور چوروں کا پیچھا کرنے لگی۔

تینوں چور بستی سے نکل کر میدان میں آئے۔ میدان کو عبور کر کے وہ کھیتوں میں سے گذرتے اونچی نیچی پہاڑیوں کی طرف نکل گئے۔

ماریا برابر ان کا پیچھا کر رہی تھی۔ اب وہ ایک وادی میں آ گئے یہاں ریت ہی ریت تھی۔ کہیں کہیں کھجوروں کے جھنڈ کھڑے تھے۔ آس پاس پہاڑیاں تھیں۔ ماریا ان کے پیچھے پیچھے چلی آ رہی تھی۔

سامنے ایک پرانا سا کھنڈر آ گیا۔ تینوں چور اس کھنڈر کے پاس آ کر رک گئے۔ انہوں نے ایک جگہ سے پتھروں کی بڑی بڑی سلوں کو ہٹایا۔ نیچے سے ایک دروازہ نکل آیا۔

چوروں نے گھوڑوں کو ایک طرف باندھا اور غار کے اندر

داخل ہو گئے۔ ماریا اس وقت تک اپنے گھوڑے کو ایک طرف چھپا چکی تھی وہ بھی چوروں کے پیچھے پیچھے غار میں داخل ہو گئی۔

اندر دوسرے چور بیٹھے مختلف کام کر رہے تھے۔ کوئی تلوار تیز کر رہا تھا تو کوئی تیر کمان بنا رہا تھا۔

اجنبی مسافر نے جاتے ہی سردار کا فکا کا سر بوری میں سے نکال کر نیزے میں لٹکا کر اوپر کر دیا۔

سنو! میرے ساتھیو! ہم نے اس ظالم سردار کو قتل کر دیا ہے جو ہمارے چرائے ہوئے مال کو اکیلا ہی ہضم کرنا چاہتا تھا۔

اب اس مال میں تم سب کا حصہ ہے۔ آج سے میں تمہارا سردار ہوں اور تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ نہ صرف یہ کہ

تمہیں جہاز میں سے لوٹے ہوئے خزانے کا حصہ ملے گا بلکہ
ہر چرائے ہوئے مال کو تم سب میں تقسیم کر دیا جائے گا۔

پہلے تو چور بڑے حیران ہوئے اور سردار کے سر کو خوفزدہ
ہو کر تکنے لگے۔ پھر جب نئے سردار نے اعلان کیا کہ ان میں
چوری کا مال اور خزانے کا سونا برابر بانٹا جائے گا تو وہ خوش ہو
گئے۔

انہوں نے خوشی سے نئے سردار کے حق میں نعرے
لگانے شروع کر دیے۔

”ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ تم ہمارے سردار ہو کافکا ہمیشہ
سے ہم پر ظلم کرتا رہا ہے۔ اچھا کیا اسے قتل کر دیا گیا“۔

اجنبی سردار نے کہا۔

شاباش! میرے غیرت مند ساتھیو۔۔۔ مجھے تم سے یہی

امید تھی۔ آج سے میں تمہارا سردار ہوں۔ بلکہ میں تمہارا خادم
ہوں۔

میں تمہاری خدمت کروں گا اور تمہیں تمہارا حق دلواؤں
گا۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ یہ سارا مال تم سب میں برابر
تقسیم کر دیا جائے گا۔

پرسوں ہمیں ایک قافلے پر ڈاکا ڈالنا ہے۔ تم لوگوں کو تیار
رہنا ہوگا۔ اس ڈاکے کے مال کو بھی تم سب میں برابر برابر
تقسیم کر دیا جائے گا۔

چوروں نے ”نیا سردار زندہ باد“ کے نعرے لگانے شروع
کر دیئے۔

سردار کافکا کا سر غار کے اندر چھت سے لٹکا دیا گیا۔ ماریا
ایک طرف۔۔۔ کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔ وہ اجنبی

مسافر یعنی نئے سردار کی چالاکی پر بڑی حیران تھی کہ کم بخت نے کس طرح آن کی آن میں سردار کا سر کٹوا دیا اور پھر خود سردار بن بیٹھا۔

ماریا غار کو دیکھ کر بڑی حیران ہوئی کیونکہ یہاں بہت سا مال و دولت جمع تھا ہر طرف بوریوں میں ریشمی کے تھانے اور چاندی کے زیورات تھے۔۔ یہ سارے کا سارا لوٹا ہوا مال تھا۔

وہ اپنا خزانہ دیکھنا چاہتی تھی۔ خزانے کا صندوق اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس وقت تو وہ صرف یہ چاہتی تھی کہ جلد سے جلد وہاں سے نکل کر عنبر اور ناگ کے پاس جائے اور انہیں بتائے کہ خزانے کا پتہ چل گیا ہے۔

اب اس نے باہر کی طرف کھسکنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے پیچھے ہٹتے ہوئے اس کا پیر ایک کانسی کے گلدان سے ٹکرا گیا، جو زمین پر پڑا تھا۔

گلدان لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا۔ تمام چوروں نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا مگر وہاں سوائے الٹے ہوئے گلدان کے اور کچھ نہیں تھا۔

ماریا غار میں سے باہر نکل گئی تھی۔

صحرا میں قتل

غار سے نکلتے ہی ماریا نے گھوڑے کو سمندر کی طرف ڈال دیا۔

شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ عنبر اور ناگ جہاز کے عرشے پر کھڑے تھے۔

ناگ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔ اس کا حال پہلے سے اچھا تھا۔ سر کا درد غائب ہو چکا تھا۔ وہ ماریا کے بارے میں

پریشان تھے کہ اتنی دیر ہو گئی ہے وہ ابھی تک واپس نہیں آئی۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہم نے غلطی کی جو اسے اکیلی کو بھیج دیا۔ ہم میں سے کسی ایک کو اس کے ساتھ جانا چاہیے تھا"۔

عنبر نے کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں۔ ماریا بڑی سمجھ دار اور عقل مند لڑکی ہے۔ وہ ہر مصیبت کا اکیلی مقابلہ کر سکتی ہے میرا خیال ہے وہ آ ہی رہی ہو گی"۔

اتنے میں انہیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے آواز دی۔

"ماریا! کیا یہ تم ہو؟"۔

مایا نے دور سے جواب دیا۔

''عنبر بھائی! میں آ گئی ہوں''۔

''خدا کا شکر ہے''۔

عنبر اور ناگ بڑے خوش ہوئے کہ ماریا واپس آ گئی تھی۔

ماریا گھوڑے سے اتری تو گھوڑا انظاہر ہو گیا۔

عنبر نے کشتی سمندر میں اتار دی۔ وہ خود ماریا کو کشتی میں بٹھا کر جہاز میں لے گیا۔ ناگ عنبر اور ماریا نیچے کیبن میں چلے گئے۔

عنبر نے پوچھا۔

''کہو ماریا! خزانے کا کچھ پتہ چلا؟''۔

ماریا نے کہا۔

''کچھ کیا۔ بلکہ خزانے کا سارا پتہ چل گیا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''سچ کہہ رہی ہو ماریا''۔

''تو اور کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ یہاں سے خزانہ سردار کافکا چرا کر لے گیا تھا۔ سردار کافکا ہلاک ہو چکا ہے۔ خزانہ یہاں سے دور پہاڑیوں کے ایک کھنڈر کے غار میں موجود ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''ہم ابھی چل کر خزانہ وہاں سے لے کر آتے ہیں''۔

ماریا نے کہا۔

''ابھی جانا ٹھیک نہیں۔ وہاں ابھی چور موجود ہیں''۔

''پھر کیا ہوا۔ ہم ان کا مقابلہ کریں گے''۔

عنبر جوش میں تھا۔

ماریا بولی۔

"عنبر بھائی! پرسوں صبح سارے چور ایک قافلے کو لوٹنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس وقت غار میں سوائے دو ایک پہرے داروں کے اور کوئی نہیں ہوگا۔ ہم اس وقت بڑی آسانی سے خزانہ اٹھا کر لے آئیں گے"۔

پھر ماریا نے عنبر اور ناگ کو ساری کہانی سنائی کہ اس نے خزانے کا سراغ کس طرح سے لگایا۔

دونوں بھائی ماریا کی ذہانت پر بڑے خوش ہوئے۔ اب وہ پرسوں کے دن کا انتظار کرنے لگے۔

دوسری طرف نئے سردار نے جا کر سرائے کے مالک موٹے یہودی سے ملاقات کی اور اس کے آنے والے قافلے کے بارے میں پوچھا۔

یہودی کو جب معلوم ہوا کہ کافکا قتل کر دیا گیا ہے تو وہ خاموش سے بولا۔

نئے سردار! میں تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ تم ہی سردار بننے کے قابل تھے۔ کافکا ایک ظالم شخص تھا۔ اس نے کبھی کسی ساتھی کو اس کا حق نہیں دیا تھا۔

خدا کا شکر ہے کہ ہم لوگوں کی جان اس کے عذاب سے چھوٹی۔

نئے سردار نے کہا۔

"یہ فضول بکواس بند کرو اور مجھے بتاؤ کہ نیا قافلہ کہاں سے آ رہا ہے اور اس میں کس کس ملک کے تاجروں کا مال ہے؟"۔

موٹا یہودی بولا۔

میرے مخبروں نے مجھے آ کر خبر دی ہے کہ یہ قافلہ ملک شام سے آرہا ہے۔

اس میں مصر اور بابل کے بڑے بڑے امیر تاجروں کا مال ہے۔ اگر ہم اسے لوٹنے میں کامیاب ہو گئے تو ہم دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔

نئے سردار نے کہا۔

”کیا قافلے کے ساتھ حفاظتی سپاہی بھی آ رہے ہیں؟“۔

یہودی بولا۔

”میں نے یہ بھی معلوم کر لیا ہے۔ قافلے کے ساتھ جو سپاہی آ رہے ہیں ان کی تعداد زیادہ نہیں ہے۔ ہم بڑی آسانی سے ان پر قابو پا سکتے ہیں“۔

نئے سردار نے کہا۔

”ٹھیک ہے ہم پرسوں قافلے کو راستے میں ہی جا پکڑیں گے۔ یہ دولت ہم سے بچ کر نہیں جا سکتی“۔

موٹے یہودی نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

”سرکار! میرے آقا! ہم آپ کے غلام ہیں۔ آپ کو قافلوں کی خبر کر کے روٹی کماتے ہیں۔ اس دفعہ مجھے زیادہ انعام ملنا چاہیے“۔

نئے سردار نے مسکرا کر کہا۔

”فکر نہ کرو۔ اس دفعہ تمہیں پہلے سے زیادہ مال ملے گا“۔

”شکریہ! شکریہ! میں آپ کا غلام ہوں۔ میں آپ کو دعائیں دوں گا“۔

نئے سردار نے قہوہ خانے سے نکل کر غار میں جاتے ہی سب چوروں کو خبردار کر دیا۔ اس نے تیاری شروع کر دی۔

دوسرے روز آدھی رات کو وہ لوگ غار میں سے نکل گئے۔

گھوڑوں پر سوار انہوں نے اس شاہراہ کا راستہ لیا۔ جدھر سے قافلے گذر کر آیا کرتے تھے۔ وہ قافلے کو راستے ہی میں لوٹنا چاہتے تھے۔

ادھر چور غار میں سے نکلے اور دوسری طرف عنبر ناگ اور ماریا۔ تینوں گھوڑوں پر سوار ہو کر غار کی طرف خزانہ واپس لینے چل کھڑے ہوئے۔

چور قافلے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اور عنبر ناگ چوروں کے غار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

دور سے چوروں نے صحرا میں گرد اڑتی دیکھی نئے سردار

نے کہا۔

"ہوشیار ہو جاؤ۔ قافلہ چلا آ رہا ہے"۔

چور ہوشیار ہو گئے۔ وہ دو ٹولیوں کی بٹ گئے اور انہوں نے پہلو سے ہو کر قافلے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ انہیں یہ خبر نہیں ملی تھی کہ قافلے کے ساتھ فوج کی بھاری تعداد سفر کر رہی تھی۔

یہ فوج ایک شہر سے دوسرے شہر جا رہی تھی۔ نئے سردار کو کچھ معلوم نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ قافلے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ پندرہ بیس حفاظتی سپاہی ہوں گے۔ جیسا کہ عام طور پر قافلوں کے ساتھ ہوا کرتے ہیں۔

قافلے کے قریب آ کر نئے سردار نے چیخ کر کہا۔

"قافلے پر حملہ کر کے لوٹ لو۔ عورتوں کو اٹھا لو اور بچوں کو

قتل کر دو"۔

چوروں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ قافلے والوں نے جب دیکھا کہ ڈاکوؤں کا ایک گروہ ان پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے تو فوج خبردار ہو گئی۔

فوج کے سپاہیوں نے گھوڑوں پر سوار ہو کر تلواریں کھینچ لیں اور قافلے سے باہر نکل کر چوروں کو گھیرے میں لے لیا۔

اب نئے سردار کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے۔ مگر اب وقت گزر گیا تھا۔ اب وہ واپس بھی نہیں بھاگ سکتا تھا۔

کیونکہ فوج نے ان کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا تھا۔ مجبور ہو کر چوروں نے مقابلہ شروع کر دیا۔ جنگ چھڑ گئی۔

تلواریں، نیزے اور تیر کمان برسنے لگے۔ مگر چور کے پاؤں نہیں ہوتے۔ گناہ کرنے والا بزدل ہو جاتا ہے۔

چور فوج کا مقابلہ نہ کر سکے۔ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ بھاگنے لگے۔ مگر وہاں سے بھاگ کر کہیں بھی نہیں جا سکتے تھے۔ چاروں طرف سے فوج نے ان کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کٹ کٹ کر مرنے لگے۔ فوج کے سپاہی بڑے بہادر اور تجربہ کار سپاہی تھے۔ انہوں نے ایک ایک کر کے سارے کے سارے چوروں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔

نیا سردار اپنی جان بچا کر بھاگا تو سپاہی اس کا تعاقب کرنے لگے۔ نئے سردار کے سارے ساتھی مارے جا چکے

تھے۔

اسے اس کا بھی بڑا صدمہ تھا۔ وہ اپنی جان بچا کر بھاگ رہا تھا۔

وہ گھوڑے پر سوار بگٹٹ بھاگا جا رہا تھا کہ کھٹ سے ایک تیر آ کر اس کی گردن میں لگا۔ اس کے ہاتھ سے گھوڑے کی باگ چھوٹ گئی اور وہ اوندھے منہ گھوڑے پر سے اچھل کر زمین پر گر پڑا۔

فوج چوروں کے سردار کے سر پر پہنچ گئی۔ ایک سپاہی نے چوروں کے سردار کو نیزے میں پرو لیا۔ نیزہ اس کے سینے میں گھونپ دیا گیا۔ نیا سردار ریت پر تڑپنے لگا۔

فوج کے سپاہی واپس قافلے میں آ گئے۔ میدان ڈاکوؤں سے صاف ہو گیا تھا چوروں کی لاشیں میدان میں

جگہ جگہ بکھری پڑی تھیں۔ قافلہ پھر سے اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

اب ماریا عنبر اور ناگ کی طرف آتے ہیں۔

وہ تینوں بہن بھائی گھوڑوں پر سوار غار کی طرف بڑھ رہے تھے۔

ماریا انہیں پہاڑیوں کے کھنڈروں میں لے آئی۔

عنبر نے پوچھا۔

”ماریا! کیا یہی وہ کھنڈر ہے۔ جہاں ڈاکوؤں کا غار ہے“۔

”ہاں بھائی عنبر! اسی جگہ وہ غار ہے جہاں ہمارا خزانہ چھپا کر رکھا گیا ہے“۔

ناگ نے کہا۔

"یہاں ضرور ارد گرد ڈاکوؤں نے پہرہ لگا رکھا ہو گا۔ ہمیں بڑی ہوشیاری سے آگے بڑھنا ہوگا"۔

عنبر بولا۔

"میرا خیال ہے ہم یہاں ایک طرف چھپ جاتے ہیں۔ ماریا تم آگے جا کر معلوم کرو کہ پہرہ کہاں کہاں لگا ہوا ہے۔ کیونکہ تمہیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا"۔

ماریا گھوڑے پر سے اتر کر غار کی طرف چلی۔ ناگ کا خیال بالکل ٹھیک تھا۔ غار کا جہاں دروازہ تھا اس کے اوپر آمنے سامنے بیٹھے دو ڈاکو تیر کمان لیے پہرہ دے رہے تھے۔

وہ تو ماریا کو نہیں دیکھ سکتے تھے مگر ماریا ان دونوں کو پتھروں کے پیچھے چھپ کر بیٹھے اور آپس میں باتیں کرتے سن رہی تھی۔

ایک کہہ رہا تھا۔

"سردار قافلے پر حملہ کرنے گیا ہوا ہے۔ اس بار ہمیں امید ہے کہ زیادہ مال ملے گا۔ کافکا تو ہمیں کچھ بھی نہیں دیا کرتا تھا"۔

دوسرے پہرے دار نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن ابھی تک یہ لوگ واپس کیوں نہیں آئے۔ پہلے تو اتنی دیر میں واپس آ جایا کرتے تھے"۔

پہلے نے کہا۔

"مال اسباب زیادہ ہاتھ لگا ہو گا انہیں گھوڑوں پر لاد رہے ہوں گے"۔

"ہاں یہ بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے"۔

ماریا چپکے سے واپس چلی گئی۔ اس نے عنبر اور ناگ کو بتایا
کہ غار کے دروازے پر آمنے سامنے دو پہرے دار پہرہ
دے رہے ہیں۔

عنبر اور ماریا نے ناگ کو اسی جگہ کھڑا رہنے دیا اور خود
پہرے داروں کی خبر لینے چل پڑے۔ وہ پہاڑی کے پیچھے
سے اوپر آئے۔

ماریا ایک پہرے دار کے پیچھے سے نکلی اور عنبر دوسرے
پہرے دار کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پہرے دار بڑے
مزے سے باتیں کر رہے تھے۔

ماریا نے زمین پر سے پتھر اٹھا کر پہرے دار کے سر پر
مارا۔ وہ چکرا کر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ دوسرے پہرے دار
نے جب دیکھا کہ اس کا ساتھی گر کر بے ہوش ہو گیا ہے تو وہ

حیران ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

کیونکہ وہاں کوئی بھی آدمی نہیں تھا۔ ابھی وہ پوری طرح
کھڑا نہیں ہوا تھا کہ عنبر نے پیچھے سے پتھر مار کر اسے بھی بے
ہوش کر دیا۔

عنبر اور ماریا نے مل کر ان کے منہ کپڑے سے باندھ کر
ہاتھ پاؤں رسیوں سے جکڑ دیے۔

عنبر نے سیٹی بجا کر ناگ کو خبردار کیا۔

ناگ نے سیٹی کی آواز سنی تو وہ گھوڑوں کو ایک طرف
باندھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ اس وقت ماریا اور عنبر بھی
دروازے کے سامنے آ چکے تھے۔

عنبر نے ناگ کو بتایا کہ دونوں پہرے داروں کو منہ بند کر
کے رسیوں میں جکڑ دیا گیا ہے۔

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! غار کا دروازہ کس جگہ پر ہے؟ یہاں تو مجھے کچھ دکھائی نہیں دے رہا۔ میرا مطلب ہے دروازہ کہیں نظر نہیں آ رہا"۔

ماریا نے آگے بڑھ کر ایک جگہ سے پتھر ہٹا دیا اور کہا۔

"اس کے نیچے جو سل رکھی ہے یہی غار کا دروازہ ہے"۔

عنبر اور ناگ نے مل کر سل کو ایک طرف ہٹا دیا۔ اب غار کا دروازہ نمودار ہو گیا۔

ماریا نے عنبر کو خبردار کیا کہ ہمیں جلدی کرنی چاہیے۔ کیونکہ سردار قافلہ کو لوٹ کر اپنے ڈاکو ساتھیوں کو لیے واپس آتا ہی ہوگا۔

عنبر نے آہستہ سے پوچھا۔

"کتنے کتنے سپاہی ہوں گے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ اندر کوئی بھی نہیں ہوگا"۔

ناگ بولا۔

"ہمیں اس خوش فہمی میں نہیں رہنا چاہیے کہ اندر کوئی ڈاکو نہیں ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے اندر بھی ڈاکو موجود ہوں۔ اتنا بڑا خزانہ اور مال و دولت یہ لوگ خالی نہیں چھوڑ سکتے"۔

ماریا نے کہا۔

"میں پہلے جا کر پتہ کرتی ہوں کہ اندر کتنے سپاہی موجود ہیں"۔

ماریا غار میں آگے بڑھنے لگی۔ بڑے دالان میں جا کر اس نے دیکھا کہ ادھر ادھر چھ سات سپاہی خزانے اور چاندی

سونے کے صندوقوں پر پہرہ دے رہے تھے۔

وہ آپس میں ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے۔ ماریا نے واپس آ کر عنبر اور ناگ کو بتایا کہ چھ سات ڈاکو اندر پہرہ دے رہے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

''عنبر بھائی! ان لوگوں سے میں اور ماریا نپٹ لیں گے۔ آپ اسی جگہ کھڑے رہیں''۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

''میں بھی تم لوگوں کے ساتھ چلوں گا۔ میں یہاں رہ کر کیا کروں گا''۔

ماریا نے کہا۔''تو پھر عنبر بھائی! تم ہمارے پیچھے پیچھے آنا۔ ہم وہاں پہلے چلیں گے''۔

ناگ نے اسی وقت پھنکار کی سانپ کی شکل اختیار کر لی۔ وہ غار کی دیوار پر چڑھ گیا۔ اور رینگ رینگ کر آگے بڑھنے لگا۔

ماریا اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ عنبر بہت پیچھے تھا۔ سپاہی بڑے مزے سے ادھر ادھر پہرہ دیتے ہوئے چل رہے تھے۔ اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

ماریا ان کے بالکل قریب پہنچ گئی تھی۔

اوپر سے سانپ بھی قریب آ گیا تھا۔ سانپ دیوار پر سے اتر کر نیچے آ گیا۔ اس نے ایک بیٹھے ہوئے پہریدار کو چن لیا۔

وہ جلدی سے اس کے پاس آیا اور اس کی گردن پر ڈس دیا۔ ڈاکو نے سانپ کو دیکھ کر چیخ ماری۔

''سانپ۔۔۔سانپ نے ڈس لیا مجھے''۔

وہاں ایک شور مچ گیا۔ڈاکو سانپ کی طرف لپکے۔مگر سانپ غائب ہو چکا تھا۔ڈاکو کے خون میں ناگ کا خطرناک زہر داخل ہو گیا تھا۔

وہ بے ہوش ہونے لگا اور پھر زمین پر گر پڑا۔ادھر ماریا نے ایک ڈاکو کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ڈاکو نے چونک کر پیچھے دیکھا۔وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

اس نے ساتھی سے کہا۔

''میری تلوار کس نے چھین لی ہے؟''۔

''مجھے کیا معلوم۔میرے پاس تو اپنی تلوار ہے''۔

''پھر میری تلوار کون لے گیا؟''۔

اتنے میں ماریا نے تلوار کا وار کر کے ڈاکو کی گردن اڑا

دی۔ناگ نے اس عرصے میں دوسرے ڈاکو کو بھی کاٹ دیا۔وہ بھی زہر کے اثر سے چیخ مار کر نیچے گر پڑا۔اور تڑپنے لگا۔

ماریا نے ایک اور ڈاکو کے سینے میں تلوار گھونپ دی۔یہ قتل عام دیکھ کر باقی کے ڈاکو بوکھلا گئے۔ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟۔

ڈاکو قتل ہو رہے تھے اور قاتل نظر نہیں آ رہا تھا۔اتنے میں عنبر تلوار ہاتھ میں لیے نمودار ہو گیا۔

ڈاکوؤں نے ایک غیر مرد کو دیکھا تو وہ اس پر ٹوٹ پڑے۔

عنبر چار ڈاکوؤں کے ساتھ اکیلا مقابلہ کرنے لگا۔مگر وہ اکیلا ہی ان چاروں پر بھاری تھا۔

اس پر ڈاکو بار بار وار کر رہے تھے۔

عنبر پر تلوار کے کسی وار کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

الٹا عنبر نے دیکھتے دیکھتے تین ڈاکوؤں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

سمندر کا دھارا

ایک ڈاکو رہ گیا تھا۔

ماریا نے اسے بھی ختم کر دیا۔ اب میدان صاف تھا۔ غار میں انہوں نے اپنے خزانے کی تلاش شروع کر دی۔

ڈاکوؤں کے غار میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ صرف عنبر، ماریا اور ناگ خزانے کو تلاش کر رہے تھے۔ آخر ایک جگہ انہیں اپنے خزانے کا صندوق مل گیا۔

ناگ اور عنبر نے صندوق کو کندھوں پر اٹھایا اور اسے لے
کر باہر آ گئے۔ غار کے دروازے پر انہوں نے صندوق رکھ
دیا۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا گھوڑے اسی جگہ لے آؤ"۔

ماریا گھوڑے لینے چلی گئی۔ ناگ نے عنبر سے پوچھا۔

"اس غار میں جو بے شمار مال و دولت پڑا ہے۔ وہ کس
کے کام آئے گا؟"۔

عنبر نے کہا۔

ڈاکو آ کر اسے سنبھال لیں گے۔ ہمیں اتنی دولت لے کر
کیا کرنا ہے۔ کم بخت یہ ہمارا خزانہ پہلے ہی ہمارے لیے
مصیبت بن رہا ہے۔

اگر یہ ہمارے پاس نہ ہوتا تو ہم اس وقت سپین کی بندرگاہ
پر پہنچ گئے ہوتے۔

ناگ نے کہا۔

"عنبر بھائی! یہ سارا مال لوٹا ہوا ہے ڈاکوؤں کا اپنا نہیں
ہے۔ آخر انہیں بھی تو سبق سکھانا چاہیے۔ میں تو کہتا ہوں کہ
اس غار کو آگ لگا کر سارے مال کو جلا دیتے ہیں"۔

عنبر بولا۔

"خواہ مخواہ آگ لگانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ شاید ہماری
طرح سے کوئی دوسرا آدمی یہاں آئے اور ڈاکوؤں کو شکست
دے کر یہ سارا مال اپنے قبضے میں کر لے"۔

اب ماریا گھوڑے لے کر آ گئی۔ اس نے دونوں کی
باتیں سن کر کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ یہاں سے سارے زیورات اور دولت نکال کر اس بستی کے لوگوں میں تقسیم کر دیتے ہیں۔"

عنبر ہنس کر بولا۔

پھر اس بستی کے ہر گھر میں ڈاکو چوریاں کر کے اپنا مال واپس لے لیں گے۔

بڑا قتل عام ہوگا۔ دولت کوئی اچھی چیز نہیں ہوتی۔ یہ بھائی بھائی میں خون خرابہ کرا دیتی ہے۔

ماریا نے کہا۔

"تو پھر اس غار کو آگ لگا دیتے ہیں۔ ناگ ٹھیک کہہ رہا ہے نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری"۔

ماریا بہن۔ عنبر نے کہا۔

"آگ لگانے سے سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوگا کہ

دھواں نکلتا دیکھ کر لوگ ادھر دوڑیں گے۔ دولت کو حاصل کرنے کے لیے ان کی آپس میں لڑائی شروع ہو جائے گی۔ ہمیں کیا ضرورت ہے فساد ڈالنے کی ہمیں اپنا صندوق مل گیا ہے۔

ڈاکو جانیں اور ان کا مال و دولت جانے۔ آؤ اب یہاں سے چلتے ہیں۔ جہاز سمندر میں اکیلا ہے۔

انہوں نے صندوق گھوڑے پر رکھا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس سمندر کی طرف چلنے لگے۔

صبح کا اجالا پھیل گیا تھا۔ جاتے ہوئے انہوں نے غار کے دروازے پر سل رکھ کر اسے بند کر دیا۔ چلتے چلتے جب وہ سمندر کے کنارے آئے تو یہ دیکھ کر ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے کہ ان کا جہاز وہاں نہیں تھا۔

"ارے! ہمارا جہاز کدھر چلا گیا؟"۔

"ہم اسی جگہ چھوڑ کر گئے تھے"۔

"اسے کون لے گیا؟"۔

"وہ اپنے آپ نہیں جا سکتا تھا"۔

وہ حیران اور پریشان ہو کر سمندر کے کنارے اس جگہ کھڑے تھے جہاں تھوڑی دیر پہلے ان کا جہاز لنگر ڈالے کھڑا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"کمال ہو گیا ہے یہ بھی۔ آخر جہاز کدھر چلا گیا؟ اسے کون لے گیا؟ یہاں تو کوئی بھی ایسا نشان نہیں ملتا کہ جہاز کو کسی نے اغوا کیا ہے"۔

اب جو انہوں نے غور سے دیکھا تو ریت پر بہت سے

آدمیوں کے قدموں کے نشان تھے۔

صاف پتا چلتا تھا کہ کسی ڈاکوؤں کے گروہ نے ان کے جہاز کو وہاں سے اغوا کر لیا ہے۔ وہ ریت پر اداس ہو کر بیٹھ گئے۔

خزانہ نہیں تھا تو جہاز ان کے پاس تھا۔ اب خزانہ قبضے میں آیا تو جہاز غائب ہو گیا تھا۔

ٹاگ نے کہا۔

"ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ جن لوگوں نے ہمارے جہاز کو اغوا کیا ہے وہ ابھی سمندر میں زیادہ دور نہیں ہوں گے۔ اگر ہم ان کا پیچھا کریں تو سمندر میں جا کر انہیں پکڑ سکتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارا خیال مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کشتی کہاں سے حاصل کریں گے"۔

"ادھر کچھ کشتیاں نظر آ رہی ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

عنبر بولا۔

"میں وہاں جا کر کشتی حاصل کرتا ہوں تم لوگ اسی جگہ کھڑے رہو"۔

عنبر نے ناگ اور ماریا کو خزانے کے پاس چھوڑا وہ تینوں گھوڑے اور بہت سی سونے کی اشرفیاں لے کر تیزی سے اس جگہ پہنچا جہاں چند ایک ماہی گیروں کی بادبانی کشتیاں کھڑی تھیں۔

کچھ ماہی گیر دھوپ میں بیٹھے جال مرمت کر رہے ہیں۔

عنبر نے جا کر انہیں سلام کیا اور پوچھا۔

"آپ نے یہاں سے ایک بادبانی جہاز کو تو گذرتے نہیں دیکھا؟"۔

ماہی گیر نے کہا۔

ہاں وہ ابھی ابھی یہاں سے لنگر اٹھا کر روانہ ہوا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بن قوم کے سپاہی سوا تھے۔ وہ بن بادشاہ کا جہاز لگتا تھا۔

عنبر سمجھ گیا کہ چنگیزی فوج اس کا پیچھا کرتی وہاں تک آئی ہوگی اور وہی اس کے جہاز کو اوا کر کے لے گئی ہے۔ عنبر نے ماہی گیر سے ایک بادبانی کا سودا کرنا چاہا تو ماہی گیر نے اس کے عوض ایک سو سونے کی اشرفیاں طلب کیں۔

عنبر نے ماہی گیر کے آگے ایک سو سونے کی اشرفیوں کی

تھیلی رکھتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں یہ تین گھوڑے بھی انعام میں دیتا ہوں''۔

ماہی گیر تو اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''کشتی حاضر ہے جناب! آپ اس کشتی کے مالک ہیں''۔

''شکریہ''۔

عنبر کشتی میں سوار ہو گیا۔ یہ کشتی کافی بڑی تھی اور اس کے دو بادبان تھے۔ جو کافی مضبوط تھے۔ سمندر میں اس قسم کی کشتی سفر کر سکتی ہے۔

عنبر نے بادبان کھول دیے اور اسے لے کر ناگ اور ماریا کے پاس آ گیا۔

''جلدی سے کشتی میں سوار ہو جاؤ''۔

ماریا اور ناگ نے خزانے کا صندوق کشتی میں رکھا اور خود بھی اس میں سوار ہو گئے۔ عنبر نے انہیں بتایا کہ ان کے جہاز کو بن قوم کے فوجی اغوا کر کے لے گئے ہیں۔

''ضرور وہ بادشاہ اور شاہی خاندان کی تلاش میں یہاں آئے ہوں گے۔ انہوں نے ہمارے جہاز کو پہچان لیا ہو گا۔ اور بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی کہہ کر ہمارے جہاز ہی کو لے کر چل پڑے ہوں گے''۔

عنبر بولا۔

ہاں بالکل ایسا ہی ہوا ہے۔ اب ہمیں سمندر میں تیزی سے سفر کر کے اپنے جہاز تک پہنچنا ہے۔ اور اسے دوبارہ واپس لینا ہے۔

یہ ہماری بہت بڑی توہین ہے کہ ہم اس بن قوم کے

سپاہی ہمارا جہاز چھین کر لے جائیں۔

ماریا نے کہا۔

''کیا ہم دو بادبانوں والی کشتی میں سفر کرتے ہوئے چھ بڑے بادبانوں والے جہاز کو پکڑ سکیں گے؟''۔

عنبر بولا۔

''کیوں نہیں؟ چھوٹی کشتی کو اگر سمندر کے بیچ میں لنے والی تیز لہر کے اوپر ڈال کر بادبان کھول دیے جائیں تو اس کی رفتار بڑے جہاز سے بھی بڑھ کر زیادہ ہو جاتی ہے''۔

اور انہوں نے ایسا ہی کیا۔ عنبر ایک ماہر ملاح تھا۔ اسے سمندر میں جہاز چلانے کا بہت تجربہ تھا۔ اس نے کشتی کے دونوں بادبانوں کو کھول کر بڑے چپو کی مدد سے کشتی کو کھلے سمندر کی طرف لانا شروع کر دیا۔

قطب نما اور ایک جیبی نقشہ اس کے پاس موجود تھا۔ ویسے بھی وہ ستاروں کی مدد سے سمندر میں راستہ تلاش کر سکتا تھا۔

کھلے سمندر میں آ کر اس نے معلوم کرنے کی کوشش شروع کر دی کہ سمندر کی تیز رفتار لہر کہاں ہے۔ اور اس کا رخ کس طرف کو ہے؟

کافی دیر کی کوشش اور آوارہ گردی کے بعد آخر وہ سمندر کی تیز رفتار لہر کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ڈانڈ سنبھال کر کشتی کو سمندر کی بڑی لہر کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔

ناگ ہوشیاری سے کام لینا۔ جونہی ہماری کشتی سمندر کی تیز رفتار لہر پر آئے گی۔ کشتی کو ایک زبردست دھکا لگے گا۔

تمہارا یہ کام ہوگا کہ بادبانوں کی رسیوں کو مضبوطی سے تھامے رکھنا ہوگا۔

اگر بادبان کی رسیاں ہاتھ سے نکل گئیں تو کشتی قابو سے باہر ہو جائے گی۔

ناگ نے کہا۔

"فکر نہ کرو عنبر بھائی! میں پوری طرح تیار ہوں"۔

عنبر دھیرے دھیرے کشتی کو دھکیلتا سمندر کی بڑی لہر کے قریب لے آیا۔ سمندر میں عام طور پر گرم سمندروں کے بیچ میں ایک بڑی ہی تیز رفتار لہر چلا کرتی ہے۔

جس سے بڑے بڑے جہاز بھی گھبراتے ہیں۔ چھوٹی کشتی کو یہ تیز کر دیتی ہے۔ مگر بڑے جہاز کو چکر دے کر گھمانا شروع کر دیتی ہے۔

اس لیے جہاز کے کپتان عام طور پر اس لہر سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عنبر ایک تجربہ کار ملاح تھا۔

اس نے بڑی ہوشیاری اور تجربہ سے کام لیتے ہوئے آہستہ سے کشتی کو سمندر کے تیز دھارے پر چڑھا دیا۔ ادھر ناگ نے بادبانوں کو مضبوطی سے تھامے رکھا تھا۔

جونہی کشتی سمندر کے تیز دھارے پر آئی کشتی کو ایک زبردست دھچکا لگا ایسے محسوس ہوا جیسے کسی نے ایکدم سے کشتی کو دھکا دے کر اس کی رفتار تیز کر دی ہو۔

ایک بار تو بادبانوں کی رسیاں ناگ کے ہاتھوں سے چھوٹتے چھوٹتے رہ گئیں۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ! مضبوطی سے پکڑے رکھنا"۔

"فکر نہ کرو عنبر بھائی"۔

ماریا ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی تھی۔ کشتی برابر ہچکولے کھا رہی تھی۔ اس کی رفتار بہت بڑھ گئی تھی۔

عنبر اپنی مہارت سے کشتی کو سمندر کے دھارے کے بالکل بیچ میں لے آیا۔ درمیان میں آنے سے کشتی نے ہچکولے کھانے بند کر دیئے۔

اب وہ ڈگمگانے کی بجائے بڑی تیزی سے مغرب کی طرف بڑھ رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ایک بادبان لپیٹ دو ناگ! رفتار اور زیادہ بڑھ جانے سے کشتی کے الٹ جانے کا خطرہ ہے"۔

ناگ نے رسیاں چھوڑ دیں۔ بادبان اپنے آپ

پھڑ پھڑاتا ہوا مستول سے نیچے آن گرا۔ اس کی رفتار اب بھی تیز تھی۔ عنبر نے ڈانڈ چھوڑ دیا۔

ناگ نے کہا۔

"عنبر بھائی! تم نے کمال کر دکھایا۔ اس وقت ہماری کشتی جس رفتار سے چلی جا رہی ہے یہ تو ہمارے جہاز کی رفتار سے دوگنی رفتار ہے"۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"عنبر بھائی! تم ایک بڑے تجربہ کار ملاح ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"اگر میں اس گر سے واقف نہ ہوتا تو ہم اس دو بادبانوں والی کشتی میں اپنے جہاز تک ساری زندگی نہیں پہنچ سکتے تھے۔ اب ہمارا جہاز اگر اسی سمت کو گیا ہے تو ہم ایک روز کے اندر

اندر اس کے قریب جا پہنچیں گے"۔

ماریا نے کہا۔

"اگر وہ اس سمت نہ گیا ہوگا تو پھر ہم کیا کریں گے؟"۔

"ہمارا انجام اس تیز دھارے پر کیا ہوگا؟"۔

ناگ بولا۔

"جہاز کا کسی دوسری سمت کو جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"۔

عنبر نے کہا۔

ماہی گیروں نے مجھے اسی رخ بتایا ہے۔ وہ لوگ جہاز کے کھلے بادبانوں کو دیکھ کر ہی سمجھ جاتے ہیں کہ جہاز کس طرف کو سفر کر رہا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"اس حساب سے تو ہمیں کل صبح تک اپنے جہاز کی دور سے جھلک نظر آ جائے گی"۔

"ضرور نظر آ جاؤں گی"۔

عنبر نے کہا۔

ماریا بولی۔

"سوال یہ ہے کہ ہم اپنے جہاز پر کیسے سوار ہوں گے؟"۔

جہاز پر سوار ہن سپاہی تو دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں گے۔ وہ ہمیں پہچان بھی لیں گے تو وہ یقیناً ہماری کشتی کو آگ لگا کر ہمارے خزانے پر بھی قبضہ کر لیں گے اور ہمیں بھی گرفتار کر لیں گے۔

ہم تو بڑے خطرناک سفر پر نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا

میں سچ نہیں کہہ رہی ؟۔

عنبر نے کہا۔

ماریا بہن! ان ساری باتوں کو سوچ سمجھ کر ہی ہم اپنے جہاز کی طرف جا رہے ہیں۔

تم فکر نہ کرو۔ جس طرح سے تم سوچ رہی ہو ایسا نہیں ہوگا۔ جہاز کی پہلی جھلک دیکھ کر ہی میں تمہیں ایک ترکیب بتاؤں گا۔

اس ترکیب پر عمل کرنے سے ہم جہاز پر پہنچ جائیں گے اور ہمارا خزانہ بھی بچ جائے گا۔

ماریا اور ناگ چپ ہو گئے۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کہ عنبر نے کیا ترکیب سوچ رکھی ہے۔ انہوں نے اس سے پوچھنا بھی مناسب خیال نہ کیا۔

اب تو وہ سمندر میں نکل پڑے تھے۔ بادبانی کشتی سمندر کے تیز دھارے پر بڑی تیزی سے شمال مغرب کی طرف چلتی رہی۔

شام کو انہوں نے کچھ کھایا پیا اور پھر باری باری سونے لگے۔ عنبر ساری رات کشتی کے سفر پر بیٹھا ستاروں کو تکتا رہا۔

ستاروں کے حساب سے وہ درست سمت کو جا رہا تھا۔

☆ کیا بادبانی کشتی جہاز کو پکڑ سکی؟

☆ جواہرات کا خزانہ کس کے ہاتھ آیا؟

☆ ہسپانیہ میں عنبر اور ناگ نے کیا دیکھا؟

☆ ان سوالوں کے جواب آپ کو اسی ناول کی اگلی 48ویں قسط میں ملاحظہ فرمائیں۔

اٹھارہ لاشیں
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 48)
اے حمید

اٹھارہ لاشیں

عنبر ناگ ماریا

(قسط نمبر48)

اے حمید

فہرست

اٹھارہ لاشیں

بن قوم کے سپاہی عمان کی بندرگاہ سے عنبر کا بادبانی جہاز اڑا کر سمندر میں نکل گئے ہیں۔

عنبر، ناگ اور ماریا ایک چھوٹی سی کشتی میں اپنے کھڑے ہوئے جہاز کا پیچھا کر رہے ہیں۔ ایک خوفناک طوفان کے وہ ایک ایسے جزیرے پر پہنچ جاتے ہیں۔

جہاں پر ستاروں سے آئی ہوئی ایک عجیب مخلوق نے

قبضہ کر رکھا ہے۔ ان کے غاروں میں اڑن طشتریاں اڑتی ہیں۔ یہ لوگ دنیا کے انسانوں کا سارا خون اکٹھا کر کے اپنے ستارے پر لے جانے کے لیے آئے ہیں۔

عنبر اور ناگ ان کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں۔

شیطان چمگاڈر ان پر حملہ کرتا ہے۔ مگر آدھی رات کو مارا جاتا ہے۔ ماریا پیچھے جہاز پر موجود ہے۔ عنبر اور ناگ خزانے کی تلاش میں جنگل جاتے ہیں۔

اب آگے پڑھیے۔۔۔

بھیانک طوفان

سمندر میں کشتی ٹھیک سمت میں جا رہی تھی۔

کشتی کے بادبان ہوا میں پھولے ہوئے تھے۔ اور وہ سمندر کے تیز دھارے پر بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی۔

رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ ماریا اور ناگ سو رہے تھے۔ عنبر کشتی میں بیٹھا آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھ رہا تھا۔

قطبی ستارہ آسمان کے شمال میں چمک رہا تھا۔ عنبر اسی ستارے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

عنبر کا خیال تھا کہ اگر وہ اسی رفتار کے ساتھ کشتی کو آگے بڑھاتا رہا تو کل تک بادبانی جہاز ضرور نظر آ جائے گا۔

آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ بن قوم کے سپاہی عنبر کا بادبانی بحری جہاز عمان کی بندرگاہ سے بھگا کر لے گئے تھے۔

وہ شمال مغرب کی طرف سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ عنبر نے سمندر کنارے کے ماہی گیروں سے ایک جھونپڑا خریدا اور بادباقی جہاز کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔

اس جہاز میں عنبر کا قیمتی خزانہ بھی تھا۔ عنبر ماریا اور ناگ کو نہ صرف جہاز کا دکھ تھا بلکہ خزانے کا افسوس بھی تھا جسے سپاہی

www.urdurasala.com

اپنے ساتھ ہی لے گئے تھے۔

بادبانی کشتی ساری رات سمندر کے تیز دھارے پر بہتی آگے بڑھ رہی تھی۔ ہوا بڑی تیز چل رہی تھی۔ صبح کا اجالا سمندر پر پھیل گیا۔

ماریا اور ناگ بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب کی نگاہیں شمال مغرب میں سمندر کی جانب لگی ہوئی تھیں۔ وہ اپنے اغوا کیے ہوئے جہاز کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھے۔ مگر سمندر کا سینہ دور تک خالی تھا۔ ابھی تک انہیں اپنا جہاز دکھائی نہیں دیا تھا۔

ماریا نے کہا۔

”کہیں ہم راستہ تو نہیں بھول گئے عنبر بھائی؟“۔

عنبر نے کہا۔

”ایسا نہیں ہو سکتا ماریا بہن! میں رات بھر ستاروں کی چال دیکھتا رہا ہوں۔ ستاروں کے حساب سے ہماری کشتی ٹھیک سمت کو جا رہی ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”تو پھر ہمیں ابھی تک اپنا جہاز کیوں نہیں دکھائی دیا؟ میرا خیال ہے، ہماری رفتار جہاز کی رفتار کے مقابلے میں سست ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”میرا تو خیال ہے کہ ہم نے جہاز کو کھو دیا ہے۔ اب ہمیں جہاز اور اپنے خزانے کو بھول جانا چاہیے“۔

عنبر مسکرایا۔

بھائی ناگ! مجھے نہ پہلے جہاز اور خزانے کی خواہش تھی

اور نہ اب ہے۔ میں نے بڑے بڑے جہاز دیکھے ہیں اور بڑے بڑے خزانوں کو ٹھکرایا ہے۔ لیکن یہ سوال عزت کا تھا۔ اس لیے کہ دشمن نے ہمارے جہاز پر قبضہ کر کے ہمارے خزانے کو لوٹ لیا ہے۔

ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنی عزت کی خاطر دشمن سے مقابلہ کریں اور اس سے اپنی چیزیں واپس لیں۔

ماریا نے کہا۔

"اگر دشمن ہمیں دکھائی ہی نہ دیا تو ہم اپنی چیزیں کہاں سے حاصل کریں گے؟ کس سے واپس لیں گے؟ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں واپس چلے جانا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

"ایسی بات نہیں ہے ماریا بہن! ہمیں دشمن کا پورا پورا

پیچھا کرنا ہوگا۔ ہم دشمن کو جا پکڑیں گے۔ تم لوگ اتنی جلدی مت گھبراؤ۔ ذرا صبر سے کام لو۔ ہم کامیاب ہو جائیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"صبر تو ہمیں ہر حالت میں کرنا ہوگا، کیوں کہ صبر کرنے کے بغیر اور کوئی چارہ نہیں ہے"۔

انہوں نے کشتی ہی میں تھوڑا بہت کھانا کھایا۔ ماریا لیٹ گئی۔ ناگ عنبر کے پاس بیٹھ گیا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گذری تھی کہ آسمان پر کالے کالے بادل جمع ہونا شروع ہو گئے۔

عنبر نے کہا۔

"طوفان کے آثار نظر آ رہے ہیں۔ ہمیں کھانے پینے کی چیزوں کو کشتی کے نچلے حصے میں چھپا دینا چاہیے"۔

ہوا ایک دم تیز چلنے لگی۔ بادلوں میں ہلکی سی چمک پیدا ہوئی اور پھر بادل گرج اٹھا۔ ماریا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

ناگ نے کہا۔

"ماریا بہن! نیچے آ جاؤ"۔

انہوں نے کھانے پینے کے مرتبان وغیرہ اور پانی کا مشکیزہ اٹھایا اور چھوٹی سی سیڑھی پر سے اتر کر کشتی کے نچلے حصے میں آ گئے۔

کشتی کا یہ حصہ، کشتی کے اندر ایک چھوٹے سے کمرے کی شکل کا بنا ہوا تھا۔ یہ کمرا ایک صندوق کی طرح تھا۔ جہاں زمین پر چٹائی بچھی تھی۔

کمرے کے اندر چھت سے سیڑھی اترتی تھی اور اس کی چھت کو صندوق کے ڈھکن سے بند بھی کیا جا سکتا تھا تا کہ اندر بارش کا پانی وغیرہ نہ آ سکے۔

ماریا چٹائی پر لیٹ کر آرام کرنے لگی۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"تم میرے ساتھ اوپر آ جاؤ۔ ہمیں اب کشتی کو سمندر کے تیز دھارے سے اتار لینا چاہیے کیونکہ اگر آندھی کا طوفان آ گیا تو ہماری کشتی کی رفتار چار گنا زیادہ ہو جائے گی اور یہ ضرور الٹ کر سمندر میں ڈوب جائے گی"۔

ناگ عنبر کے ساتھ اوپر آ گیا۔ اوپر اب آسمان بادلوں میں چھپ گیا تھا۔ تیز ہوا کے ساتھ ساتھ اب بادل بھی گرج رہے تھے۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔

ایک دم سے ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہوگئی۔ ناگ اور عنبر کشتی کو سمندر کے تیز دھارے سے اتارنے کی کوشش کرنے لگے۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ایک بادبان کو کھول دیا جاتا۔

عنبر نے ایک بادبان کھول دیا۔ بادبان کھل کر تیز سمندری ہوا میں بری طرح پھڑ پھڑانے لگا۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

"ڈانڈ کو دائیں طرف گھمانے کی کوشش کرو"۔

ناگ نے ڈانڈ کو پکڑ کر دونوں ہاتھوں سے زور لگایا۔ بادبان کی رسی کو ستون کے ساتھ باندھ کر عنبر بھی اس کے ساتھ مل کر زور لگانے لگا۔

سمندری لہر کا بہاؤ اس قدر تیز ہو گیا تھا۔ کہ وہ کشتی کو اپنے

ساتھ اڑائے لیے جا رہی تھی۔ کشتی کسی طرح قابو میں نہ آئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

عنبر نے دوسرے بادبان کو بھی کھول دیا۔ بادبان کھلتے ہی اس قدر زور سے پھڑ پھڑایا کہ ہوا میں پٹاخوں کے دھماکے سنائی دیے۔

اس کے ساتھ ہی بادبان پھٹ گیا اور اس کا کپڑا پرزے پرزے ہو کر ہوا میں اڑ گیا۔

"بادبان پھٹ کر اڑ گیا ہے۔ ڈانڈ کو ہاتھ سے مت چھوڑنا ناگ"۔

یہ کہہ کر عنبر نے رسی سے دوسرے بادبان کو اور زور سے لپیٹ دیا۔

پھر وہ ناگ کے پاس آ گیا اور ڈانڈ کا رخ موڑنے کی جدو جہد کرنے لگے۔ ایک بادبان کے پھٹ جانے اور دوسرے کے باندھے جانے سے ایک فائدہ یہ ہوا تھا کہ کشتی کی رفتار کم ہو گئی تھی، کیونکہ بادبانوں میں ہوا نہیں بھری جا رہی تھی۔

یہ ہوا ہی کشتی کو زیادہ رفتار سے چلاتی تھی۔ کشتی کی رفتار کم ہوئی تو عنبر اور ناگ نے مل کر کشتی کو بڑی آسانی سے سمندر کے دھارے سے اتار لیا۔

کشتی سمندر کے تیز دھارے سے اتری تو اس میں کچھ سکون آ گیا۔ ناگ نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ اس مصیبت سے تو جان چھوٹی"۔

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھا۔

"اس مصیبت سے تو جان چھوٹ گئی لیکن مجھے ایسا لگتا ہے کہ کوئی زبردست طوفان آنے والا ہے۔ بادل زیادہ گہرے ہو گئے ہیں"۔

بادلوں میں اب بجلی زیادہ زور شور اور کڑاکے سے چمک رہی تھی۔ ہوا آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھی۔ اچانک بادل بڑے زور سے ایک دھماکے کے ساتھ گرجا اور ایک دم سے بارش شروع ہو گئی۔

نیچے ماریا لیٹی لیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ ڈر گئی تھی۔ اس نے اوپر آ کر پوچھا۔

"یہ آواز کیسی تھی؟"۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے سمندر میں کسی جگہ کوئی جوالا مکھی

پہاڑ پھٹ پڑا ہو۔

عنبر نے کہا۔

"بادل گرجا تھا ماریا۔ تم اوپر مت آؤ۔ نیچے ہی آرام سے لیٹی رہو۔ ہم کشتی کو سنبھال لیں گے"۔

ماریا پھر نیچے چلی گئی۔ بارش بڑی زور سے ہو رہی تھی۔

عنبر نے ماریا کے کمرے کی چھت والا ڈھکن بند کر دیا تا کہ نیچے بارش کا پانی نہ جائے۔

اب ہوا نے آندھی کی شکل اختیار کر لی تھی اور سمندر میں بڑی بڑی لہریں اٹھ کر کشتی سے ٹکرا رہی تھیں۔ سمندر کی لہریں کشتی سے ٹکرا کر اسے اوپر لے جاتیں اور پھر اپنے ساتھ ہی تہ تک لے جاتیں۔

ایسی حالت میں کشتی کا رخ سیدھا رکھنے کے لیے عنبر

بادبان بھی نہیں کھول سکتا تھا۔ کیونکہ بادبان کھل جانے سے آندھی کشتی کو اڑا کر لے جاتی اور ہو سکتا تھا کہ اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتی۔

اب یہ حالت تھی کہ ان کی کشتی لہروں کے رحم و کرم پر تھی۔

جو لہر جدھر سے آتی ادھر ہی کو کشتی کو لے کر چلی جاتی۔

ناگ نے کہا۔

"اس طرح تو ہم خدا جانے کدھر کے کدھر جا نکلیں گے؟"۔

عنبر بولا۔

"ایسا ہو سکتا ہے، مگر ہم کیا کر سکتے ہیں۔ طوفان بڑھتا ہی جا رہا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"کہیں ہم کھلے سمندروں میں نہ نکل جائیں؟ پھر تو ہمارا کسی کنارے پر لگنا بڑا مشکل ہو جائے گا"۔

عنبر بولا۔

ہمیں خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیے اور طوفان سے بچ نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ ہم نے سخت غلطی کی کہ تمہیں پرندہ بنا کر نہ اڑایا۔

ورنہ تم آگے جا کر دیکھ سکتے تھے کہ بادبانی جہاز کس طرف کو ہے۔ اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوتا کہ ہمیں پتا چل جاتا کہ ہم ٹھیک رخ پر سفر کر رہے ہیں۔

اب ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ ہم شمال کی طرف جا رہے ہیں یا جنوب کی طرف جا رہے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

"ہمارا قطب نما بھی تو جہاز ہی میں تھا اور پھر اتنے سخت طوفان میں ہم کیا اندازہ لگا سکتے ہیں"۔

عنبر بولا۔

"آسمان پر سورج بھی نہیں۔ اگر سورج نکلا ہوتا تو ہمیں بہت کچھ اندازہ ہو سکتا تھا"۔

طوفان تیز سے تیز ہونے لگا۔ ہوا نے آندھی کی شکل اختیار کر لی۔ بارش تیز ہو گئی۔

سمندر میں بڑی بڑی لہریں اٹھنے لگیں۔ ماریا نیچے گھبرا گئی، کیونکہ کشتی اب بھی طرح سے ڈول رہی تھی، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ وہ طوفان میں ایک معمولی سے تنکے کی طرح بہے جا رہی تھی۔

ایک لہر آتی اور اسے اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیتی۔

دوسری لہر آتی اور اسے اٹھا کر دوسری طرف پھینک دیتی۔

ماریا نیچے سے گھبرا کر اوپر آ گئی۔

عنبر نے چھت کا ڈھکنا کھلتا دیکھ کر ماریا سے کہا۔

''ماریا! اوپر مت آؤ۔ تم سمندر میں گر پڑو گی''۔

ماریا نے کہا۔

''نیچے میں گھبرا رہی ہوں''۔

''واپس جاؤ''۔

ناگ نے چیخ کر کہا۔

''اگر تم سمندر میں گر پڑیں تو ہم تمہیں واپس نہ نکال سکیں گے۔ خدا کے لیے واپس نیچے چلی جاؤ۔ طوفان ابھی دور ہو جائے گا''۔

مگر طوفان تھمنے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا کہ

آج یا طوفان رہے گا یا کشتی رہے گی۔ انہیں بادبانی جہاز تو بھول گیا، اب اپنی کشتی کی فکر پڑ گئی تھی۔

ماریا پھر نیچے جا کر چٹائی پر بیٹھ گئی۔ کشتی بری طرح ڈگ مگ کر رہی تھی۔ ماریا نے گھبرا کر ایک ستون کو پکڑ لیا۔

اوپر عنبر اور ناگ کی طوفان میں بری حالت ہو رہی تھی۔ وہ کشتی کو بڑی مشکل سے سنبھالے ہوئے تھے۔ مگر کشتی ان کے ہاتھ سے نکلی جا رہی تھی۔

اچانک ایک اونچی لہر نے اٹھ کر کشتی کو اوپر اچھالا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ غڑاپ سے سمندر میں جا گرا۔ عنبر نے اسے آواز دی۔ ناگ نے سمندر میں گرتے ہی ایک پھنکار ماری اور وہ ایک دم انسان سے سانپ بن گیا۔

عنبر کو یقین تھا کہ ناگ مرے گا نہیں۔ لیکن اسے یہ خطرہ

ضرور تھا کہ اگر وہ سانپ بن گیا تو ہو سکتا ہے کہ وہ زیادہ اوپر سمندر میں نہ رہ سکے۔

سانپ بن کر ناگ نے لہروں پر تیرنا شروع کر دیا، مگر لہریں اس قدر زبردست تھیں کہ ناگ کو انہوں نے اچھالنا اور ادھر ادھر پٹخنا شروع کر دیا۔

ناگ کی جان پر بن گئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ مر جائے گا، اس نے سانپ کی حالت میں ہی پھنکار ماری اور طوطا بن کر اڑنے لگا۔

ہوا اس قدر تیز تھی کہ اس کے لیے ہوا میں اڑنا مشکل ہو گیا۔ ہوا کے جھونکے اسے سوکھے پتے کی طرح اڑانے لگے۔ ایک بار وہ کشتی کے اوپر آیا تو اس نے اپنے آپ کو کشتی میں گرا دیا۔

کشتی میں گرتے ہی وہ دوبارہ انسان کی شکل میں آ گیا۔

عنبر نے چیخ کر کہا۔

"ناگ! رسی سے اپنے آپ کو باندھ لو"۔

ناگ نے رسی سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور عنبر کے ساتھ مل کر کشتی کو سنبھالنے کی جدوجہد میں لگ گیا۔

طوفان بپھر رہا تھا۔ سارا دن طوفان کی وہی حالت رہی رات ہو گئی۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ بجلی چمکتی تو ہر طرف روشنی پھیل جاتی۔

بارش رک گئی تھی مگر آندھی اسی طرح چل رہی تھی۔ بادل بھی گرج رہے تھے۔ سمندر کی بڑی بڑی لہریں اسی طرح اٹھ رہی تھیں۔ کشتی ڈگمگا رہی تھی۔ لہریں اسے اٹھا اٹھا کر پٹخ رہی تھیں۔

اچانک اندھیرے میں عنبر نے دیکھا کہ اس کے سامنے بڑی بڑی چٹانیں سی کھڑی ہیں۔

عنبر نے چیخ کر کہا۔

"کشتی چٹانوں سے ٹکرانے والی ہے"۔

اور ایسا ہی ہوا۔ ایک لہر نے کشتی کو اٹھا کر چٹان کے ساتھ ٹکرا دیا۔ کشتی اچھل کر چٹان سے ٹکرائی اور پھیل کر سمندر میں الٹ گئی۔

ماریا تیزی سے باہر نکل آئی۔ عنبر نے ایک رسی سے ماریا اور ناگ کو اپنی طرف کھینچا اور انہیں لے کر ساحل کی ریت پر آن گرا۔

تینوں بہن بھائی تھک کر چور ہو گئے تھے۔ ایک اتفاق سے ان کی کشتی ایک جزیرے کے ساحل پر پہنچ گئی تھی۔ عنبر اور

ناگ نے اٹھ کر ماریا کو ساتھ لیا اور جزیرے کے کنارے کے درختوں میں آ کر لیٹ گئے۔ آسمان پر گھرے بادل چھائے ہوئے تھے۔

بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔

موت کا دریا

رات گھٹا ٹوپ اندھیری تھی۔

طوفان نے انہیں بے حد تھکا دیا تھا۔ ساحل کی ریت پر گرتے ہی وہ زمین پر لمبے لیٹ گئے۔ طوفان اب تھم گیا تھا۔

آندھی رک گئی تھی۔ بارش بند ہوگئی تھی۔ سمندر کی طوفانی لہروں کا شور تھم گیا تھا۔ ٹھنڈی ہوا میں نرمی آ گئی تھی۔ آسمان

پر گہرے بادل تھے اور ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ ہم بحیرہ عرب کے کسی دور دراز جزیرے میں آ گئے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہماری کشتی تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی لیکن ہم بچ گئے"۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر بھائی کا تو خیر کچھ نہ بگڑتا لیکن ہم ضرور ہلاک ہو جاتے"۔

عنبر نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آ رہا کہ یہ جزیرہ کونسا ہے"۔

ناگ بولا۔

"اب تو صبح ہی کو معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم کس جزیرے میں

آن اترے ہیں“۔

باتیں کرتے کرتے انہیں تھکاوٹ کی وجہ سے نیند آ گئی اور وہ سو گئے۔ جزیرے کی اندھیری رات کی ٹھنڈی ہوا میں وہ صبح دیر تک سوئے رہے۔

جب ان کی نیند کھلی تو صبح کی روشنی جزیرے کے ساحل پر چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

آسمان پر بادل تھے مگر بارش کا طوفان غائب ہو گیا تھا۔ ساحل کی ریت پر رات بھر کے طوفان کے لائے ہوئے بے شمار گھونگھے اور مردہ مچھلیاں بکھری ہوئی تھیں۔

یہ جزیرہ ایسا تھا کہ اس کے ساحل پر دور تک بھورے رنگ کی سیاہی مائل چٹانیں پھیلی ہوئی تھیں۔

چٹانوں کے پیچھے ناریل کے درختوں کے جھنڈ سمندر کی طرف سے آنے والی ہوا میں جھوم رہے تھے۔

اچانک ناگ نے چیخ کر کہا۔

”ادھر دیکھو عنبر بھائی“

عنبر اور ماریا نے جزیرے کے شمال مغربی ساحل کی طرف دیکھا تو سامنے دور، درختوں کے جھنڈ میں ساحل پر سمندر کے اندر کی جانب ان کا بادبانی جہاز ٹیڑھا ہو کر کھڑا تھا۔

عنبر بولا۔

”یہ تو ہمارا جہاز ہے“۔

ماریا نے کہا۔

”ہاں۔ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے سپاہی طوفان میں

راستے سے بھٹک کر اسی جزیرے پر آ گئے ہیں"۔

ناگ بولا۔

"جہاز ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ شاید طوفانی لہروں نے اسے پانی سے نکال کر ساحل کی ریت پر چڑھا دیا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

اب ہمیں بڑی ہوشیاری سے کام لینا ہوگا۔ دشمن اسی جزیرے میں موجود ہے۔

ماریا! ہم یہاں سامنے والے درختوں میں چھپ جاتے ہیں۔ تم کو چونکہ کوئی نہیں دیکھ سکتا اس لیے تم جا کر معلوم کرو کہ جہاز کی حالت کیسی ہے؟ اور دشمن کی کل تعداد کتنی ہے؟۔

ماریا نے کہا۔

"ابھی جا کر پتا کرتی ہوں"۔

عنبر اور ناگ چٹانوں میں سے بھاگ کر سامنے ناریل کے درختوں کے گھنے جھنڈ میں جا کر چھپ گئے۔ ماریا سمندر کے ساحل پر چلتی جہاز کی طرف روانہ ہوگئی۔

عنبر اور ناگ جس جگہ چھپے تھے، وہاں سے گھنا جنگل شروع ہو جاتا تھا، یہ جنگل جزیرے کے جنگلوں سے ذرا مختلف تھا۔

اس میں درخت بڑے بڑے اونچے اور اتنے گھنے تھے کہ دن کی روشنی ان کے نیچے بڑی مشکل سے پہنچتی تھی۔ زمین پر لمبی اونچی گھاس لگی ہوئی تھی۔

چٹانیں صرف ساحل کے ساتھ ساتھ ریت پر تھیں۔ جنگل میں کوئی چٹان انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے اس جنگل کی بو بتا رہی ہے کہ یہاں دلدل ضرور ہے ہمیں بڑی احتیاط سے یہاں ادھر ادھر پھرنا ہوگا"۔

عنبر نے کہا۔

سوال یہ ہے کہ یہ جزیرہ کہاں پر واقع ہے؟

ہم کس سمندر میں آ گئے ہیں۔ اگر یہ بحیرہ عرب کا کوئی جزیرہ ہے تو یہاں پر کھجوروں کے درخت ضرور ہونے چاہئیں۔

ناگ بولا۔

میرا خیال ہے، ہم بحیرہ عرب سے نکل کر شمالی افریقہ کے سمندر میں آ گئے ہیں۔

اس جزیرے میں پپیتے اور تاڑ کے درخت بھی ہیں۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ ہم افریقہ کے سمندر میں کسی بے آباد

جزیرے پر ہیں۔

عنبر بولا۔

"اگر یہ افریقہ کا جزیرہ ہے تو یہ بے آباد نہیں ہوسکتا، یہاں کوئی نہ کوئی آبادی ہو گی۔ خواہ وہ جنگلی اور آدم خور وحشیوں ہی کی کیوں نہ ہو"۔

ناگ نے کہا۔

"جب تک ماریا واپس نہیں آ جاتی ہم یہاں سے ایک قدم بھی آگے نہیں جا سکتے۔ بہر حال ہمیں اس کا انتظار کرنا ہی ہوگا"۔

عنبر نے کہا۔

ہمارا جہاز کنارے کی ریت پر چڑھ گیا ہے۔ اسے سمندر میں ڈالتے ہوئے بڑی مشکل ہوگی۔ کیا خبر اس کو نقصان بھی

پہنچا ہو۔

خدا نہ کرے کہ وہ کسی چٹان سے ٹکرا کر ٹوٹ چکا ہو۔ بہر حال ماریا ابھی آ کر ہمیں ساری خبر دے گی۔

عنبر اور ناگ ناریل کے جھنڈوں میں چھپے ہوئے ماریا کی راہ دیکھ رہے تھے۔ وہ اس لیے ساتھ نہیں گئے تھے کہ انہیں دیکھ کر بن قوم کے سپاہی چھپ کر ان پر وار نہ کریں۔

وہ خود چھپ کر دشمن کا راز معلوم کرنا چاہتے تھے کہ وہ کہاں ہیں، کیا کر رہے ہیں؟ کہیں وہ خزانے کو نکال کر چھپانے کی کوشش تو نہیں کر رہے؟

ماریا ساحل کی ریت پر چلتی ہوئی جہاز کے پاس پہنچ گئی۔

جہاز کا اگلا تھوڑا سا حصہ خشکی پر چڑھ آیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ تھوڑا سا آگے کو جھک گیا تھا۔

باقی جہاز بالکل درست حالت میں تھا۔ ماریا جہاز کے قریب آ گئی۔ جہاز پر کوئی انسان دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس نے جہاز کے سامنے کی طرف سے رسی کی سیڑھی لٹکتی دیکھی۔

قریب جا کر اس نے ریت پر بہت سے لوگوں کے قدموں کے نشان دیکھے۔

اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ دشمن کے سپاہی یہاں سے جا چکے ہیں۔ وہ ضرور جزیرے میں کسی جگہ یا خزانے کو چھپا رہے ہوں گے اور یا خوراک اور پانی کی تلاش میں ہوں گے۔

ماریا نے سوچا کہ جہاز کے اوپر چل کر معلوم کرنا چاہیے کہ خزانہ موجود ہے یا نہیں؟ یہ سوچ کر ماریا سیڑھی چڑھ کر

جہاز کے اوپر آ گئی۔

جہاز کے رستے پر بھی کوئی نہیں تھا۔ بادبان لپٹے ہوئے تھے۔ جہاز کے اوپر والے حصے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔ عرشے کے فرش پر درختوں کی جھاڑیاں اور پتے جا بجا بکھرے ہوئے تھے۔

ماریا آہستہ آہستہ چلتی سیڑھیوں والے دروازے کے پاس آ گئی۔ اب وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے راہداری میں آ گئی۔ سب سے پہلے وہ کیبن والے تہہ خانے میں جا کر خزانے کا پتا معلوم کرنا چاہتی تھی۔

تہہ خانے میں آ کر اس نے دیکھا کہ خالی بوریاں اور لکڑی کے ڈرم ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ اور خزانے کا صندوق کہیں بھی نہیں تھا۔

خزانہ جہاز میں نہیں تھا۔

تو کیا وہ خزانے کو جہاز میں سے نکال کر لے گئے تھے؟

ماریا نے جہاز کے تینوں کیبن چل پھر کر دیکھ لیے۔ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ میزوں پر چیزیں بکھری ہوئی تھیں۔ رات کے طوفان کی وجہ سے کچھ چیزیں ٹوٹ پھوٹ چکی تھیں۔

ماریا وہاں سے نکل کر باورچی خانے میں آ گئی۔ یہاں چولہا گرم تھا مگر آگ بجھی ہوئی تھی۔ تپائی پر گوشت کی ہڈیاں پڑی تھیں۔ دشمن سپاہی ناشتا کر کے ابھی وہاں سے نکلے تھے۔ ماریا جہاز پر سے اتر کر ساحل پر آ گئی۔

اس نے غور سے آدمیوں کے پاؤں کے نشانوں کو دیکھا۔ یہ نشان جنگل میں چلے گئے تھے۔ ان نشانوں سے

معلوم ہوتا تھا کہ سپاہیوں کی تعداد بارہ تیرہ سے بھی زیادہ ہے۔

ماریا نے آگے جانے کی بجائے یہی سوچا کہ وہ واپس جا کر عنبر اور ناگ کو ساری خبر کرے۔ وہ واپس آ گئی۔ عنبر اور ناگ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

ماریا کو قریب آتے عنبر اور ناگ نہیں دیکھ سکتے تھے۔ کیونکہ وہ غائب تھی اور کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔

انہوں نے ریت پر ماریا کے پاؤں کے نشان پڑتے دیکھے تو سمجھ گئے کہ وہ آ گئی ہے۔ عنبر نے ماریا کو آواز دی تو اس نے کہا۔

”میں آ گئی ہوں عنبر بھائی“۔

ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

”دشمن کہاں ہے؟“۔

ماریا نے بتایا کہ جہاز بالکل خالی ہے اور دشمن کے سپاہی خزانے کو لے کر جنگل میں چلے گئے۔

عنبر نے کہا۔

”وہ خزانے کو لے کر جنگل میں کیا کرنے گئے ہیں؟“۔

ناگ بولا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ خزانے کو کسی جگہ زمین میں دفن کر کے اسے محفوظ کرنا چاہتے ہوں گے“۔

”مگر وہ کس لیے؟“۔

عنبر نے کہا۔

”ان کو کیا ضرورت ہے خزانے کو یہاں چھپانے کی۔ وہ جہاز میں ہی اسے پڑے رہنے دیتے“۔

ماریا بولی۔

”یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو سکتا ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ یہ سپاہی ضرور بحری ڈاکو ہیں جو خزانے کو لوٹ کر اس جزیرے میں دبا کر چلے جائیں گے اور پھر کبھی آ کر اسے اٹھا کر لے جائیں گے“۔

عنبر نے کہا۔

”میری تو رائے ہے کہ ہمیں خود چل کر دیکھنا چاہیے کہ اصل بات کیا ہے“۔

عنبر ناگ اور ماریا۔ بحری جہاز کی طرف چل پڑے۔

جہاز پر چڑھ کر تینوں بہن بھائیوں نے ایک بار پھر جہاز کی تلاشی لی۔ انہیں خزانے کا صندوق کسی جگہ بھی دکھائی نہ

دیا۔

ناگ نے کہا کہ ضرور وہ لوگ خزانے کو ساتھ ہی لے گئے ہیں۔ ان کا پیچھا کرنا چاہیے۔ عنبر تے کہا۔

”اور اگر ایسا ہو گیا کہ ہم ان کا پیچھا کرتے رہے اور وہ کسی دوسری طرف سے آ کر جہاز میں سوار ہو گئے اور اسے لے کر یہاں سے چل دیے تو پھر تو ہم ساری زندگی یہ معلوم نہ کر سکیں گے کہ خزانہ کہاں ہے؟“۔

ناگ بولا۔

”نہیں عنبر بھائی! اتنی جلدی وہ یہاں سے نہیں نکل سکتے اور پھر جہاز بھی تو خشکی پر چڑھا ہوا ہے۔ اسے بھی نیچے سمندر میں اتارنا ہو گا“۔

ماریا نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن ہمیں دشمن کے سپاہیوں کا تعاقب ضرور کرنا ہوگا۔ سپاہیوں کے پاؤں کے نشان جنگل میں جاتے ہیں۔ ہمیں جنگل میں جا کر سپاہیوں کی تلاش کرنی چاہیے"۔

"چلو۔ پیچھا شروع کرتے ہیں"۔

تینوں بہن بھائی دشمن سپاہیوں کے پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے چل دیئے۔ ساحل کی ریت پر سے ہوتے ہوئے وہ بھی قدموں کے نشانوں کے ساتھ جنگل میں داخل ہوگئے۔

جیسا کہ ہم پہلے آپ کو بتا چکے ہیں اس جزیرے میں جنگل بڑے گہرے اور گھنے تھے۔ زمین پر بے شمار جھاڑیاں اور خودرو لمبی لمبی گھاس اگی تھی۔

چلتے چلتے انہیں راستے میں ایک جگہ دلدل بھی ملی۔ اگر ناگ انہیں خبردار نہ کرتا تو وہ ضرور دلدل میں پھنس جاتے۔

قدموں کے نشان اب بھی ان کے آگے آگے جا رہے تھے۔

خدا جانے دشمن اس جنگل میں کس جگہ جا رہا تھا؟

کیا وہ اس جزیرے سے باخبر تھے؟

کیا وہ اس جزیرے میں پہلے بھی آ چکے تھے؟

یہ وہ سوال تھے جو رہ رہ کر عنبر کے دماغ میں آ رہے تھے۔ وہ جنگل کی ایک ایسی پگ ڈنڈی پر سے گزر رہے تھے۔ جس کی دونوں طرف گھنی جھاڑیاں تھیں اور اوپر درختوں کی شاخیں جھکی ہوئی تھیں۔

اچانک ماریا نے کہا۔

"سانپ!"

عنبر نے دیکھا کہ ایک سبز رنگ کا موٹا سانپ درخت کی ٹہنی سے نیچے تک لٹک رہا تھا۔ ناگ عنبر کے آگے آگیا ناگ کی بو درخت کے لٹکتے ہوئے سانپ تک پہنچی تو وہ ایک دم چونکا اور سمٹ کر اوپر اٹھ گیا اور پھر درخت میں کہیں گم ہو گیا۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"اسے پتا چل گیا تھا کہ میں آ رہا ہوں۔ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو یہ ضرور اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا"۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ بھائی! کم از کم کسی سانپ سے ہی پوچھ لو کہ یہ جزیرہ کون سا ہے؟ اور دشمن کے سپاہی کس جگہ ہمارے خزانے کو دفن کر رہے ہیں؟"۔

ناگ بولا۔

"عنبر بھائی! ہر سانپ میری بات کا درست جواب نہیں دے سکتا۔ صرف اژدہا ہی ایک ایسا سانپ ہے جو میری بات کو سن کر، سمجھ کر مجھے سچی خبر دے سکتا ہے، باقی کسی سانپ میں اتنی عقل اور اتنی طاقت نہیں ہے کہ میری بات کو سن کر سمجھے اور پھر جواب دے سکے"۔

عنبر ناامید ہو کر بولا۔

"بھائی اب ہم اژدہا کہاں سے لائیں۔ بس چپکے سے چلے چلتے ہیں۔ قسمت میں ہوا تو خزانہ مل جائے گا، نہیں تو صبر شکر کر کے بیٹھ جائیں گے۔ آخر ہم نے کونسا اس خزانے کو حلال کی روزی سے کمایا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"ہم اپنا خزانہ ضرور حاصل کر کے رہیں گے عنبر بھائی"۔

ماریا کے اس جملے پر عنبر ہنس دیا۔

اب وہ جنگل کے وسط میں سے گزر رہے تھے۔ ان کی نگاہ تھوڑی دیر کے بعد دشمن کے قدموں کے نشان پر پڑ جاتی تھی۔

سپاہیوں کے قدموں کے نشان برابر آگے بڑھ رہے تھے۔ ان میں سے کچھ نشان بھاری بھاری تھے۔ ضرور یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے کندھے پر خزانہ اٹھا رکھا تھا۔ انہیں دور سے دریا کے بہنے کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، ہم کسی دریا کے کنارے پہنچنے والے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"ہاں! دریا کے پانی کی آواز مجھے بھی سنائی دے رہی ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"خدا جانے یہ دریا کون سا ہے؟ کہیں ہم پھر کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں؟"۔

عنبر بولا۔

اب ہمیں مصیبت سے نہیں ڈرنا چاہیے اگر تو ہمیں اپنا خزانہ واپس لینا ہے تو ہمیں ہر قسم کی مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔

اگر ہم مقابلہ نہیں کر سکتے تو پھر ہمیں خزانے کے خیال کو دل سے نکال کر اسی جگہ سے واپس چلے جانا چاہیے۔

ماریا بولی۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ہم خزانے کا خیال دل سے نہیں نکال سکتے۔ ہم خزانہ واپس لیں گے۔ وہ ہمارا ہے۔ دشمن کے سپاہیوں نے اسے ہم سے لوٹا ہے"۔

"پھر خاموشی سے آگے بڑھتی چلو"۔

آگے بڑھے تو انہیں درختوں کے تنوں کے پیچھے سے دریا بہتا دکھائی دیا۔ قریب جا کر انہوں نے دیکھا کہ دریا کا پاٹ چوڑا تھا۔

پانی کا رنگ سیاہ تھا اور رفتار بڑی تیز تھی۔ اس کے علاوہ جو سب سے خطرناک بات تھی وہ یہ تھی کہ اس دریا میں جگہ جگہ لمبے لمبے والے سیاہ رنگ کے مگرمچھ تیر رہے تھے۔

اس دریا کو اگر ہم موت کا دریا کہیں تو غلط بات نہ ہوگی۔

کیونکہ کوئی بھی شخص اس دریا میں اتر جانے کے بعد زندہ نہیں بچ سکتا تھا۔ تینوں دریا کے کنارے جا کر کھڑے ہوگئے۔

سیاہ مگرمچھ بڑی بے فکری سے تیر رہے تھے۔

خونی مگرمچھ

عنبر ناگ اور ماریا ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

وہ سوچ رہے تھے کہ اب کیا کریں؟

موت کا یہ خونی دریا کیسے پار کریں؟

مگرمچھ تیز نوکیلے دانت نکالے دریا میں تیر بھی رہے تھے
اور کنارے کی دلدل میں بھی بیٹھے آرام کر رہے تھے۔

ماریا سہم کر کہنے لگی۔

"اس دریا کو کیسے پار کریں گے بھائی؟"۔

ناگ بولا۔

"دشمن کے پاؤں کے نشان دریا کی طرف جاتے ہیں
سوال یہ ہے کہ انہوں نے دریا کو کس طرح سے پار کیا ہے؟
کیا ان کے پاس کوئی کشتی تھی؟"۔

عنبر نے کہا۔

"اگر کشتی ہوتی تو وہ سامنے والے کنارے پر ضرور بندھی
ہوتی لیکن دریا کا دوسرا کنارہ صاف نظر آ رہا ہے اور وہاں پر
کوئی کشتی نہیں ہے"۔

"پھر وہ لوگ دریا میں کیسے نکل گئے؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

ماریا نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ کشتی کو دریا پار کرنے کے بعد پھر سے اٹھا کر لے گئے ہیں کیونکہ ہوسکتا ہے، انہیں معلوم ہو کہ ایک دریا آگے بھی ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا کی یہ بات غور کرنے کے قابل ہے۔ ہوسکتا ہے دشمن کے سپاہی اس جزیرے میں پہلے بھی آ چکے ہوں۔ ہوسکتا ہے، انہیں معلوم ہو کہ ایک دریا آگے بھی انہیں پار کرنا ہوگا اور وہ کشتی کو کندھوں پر اٹھا کر دریا پار کر کے آگے لے گئے ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"اس کا فیصلہ تو دریا پار کرنے کے بعد ہی ہو سکے گا۔ اس وقت تو یہ مسئلہ سامنے ہے کہ یہ دریا کیوں کر پار کیا

جائے؟"۔

عنبر بولا۔

"ہمیں درختوں کی شاخیں توڑ کر ایک کشتی سی تیار کرنی چاہیے اور پھر اس پر بیٹھ کر۔۔۔"

ماریا نے بات کاٹ کر کہا۔

"ہاں ہاں اس پر بیٹھ کر دریا پار کریں اور میں اور ناگ مگر مچھوں کا شکار ہو جائیں۔ عنبر بھائی! تمہیں تو کوئی مگر مچھ کچھ نہیں کہے گا لیکن وہ ہم دونوں میں سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"پھر کیا کیا جائے؟ کونسی ایسی ترکیب ہو کہ دریا پار کیا جائے؟"۔

ناگ بولا۔

"میرے دماغ میں تو یہی ایک ترکیب آئی ہے کہ میں
پرندہ بن کر دریا کے دوسرے کنارے پر جاؤں اور وہاں جا کر
یہ معلوم کروں کہ دوسرا دریا وہاں سے کتنی دور ہے۔ پھر یہ
معلوم کروں کہ دشمن نے کشتی کو لے کر کہاں چھپایا ہے اور پھر
واپس وہاں آ کر تمہیں بتاؤں کہ کشتی۔۔۔"

عنبر ہنس پڑا۔

یار! یہ تو گورکھ دھندے میں پھنسا دیا تم نے ہم کو۔ تم
جاؤ۔ جا کر پتا کرو کہ کشتی کہاں ہے۔ پھر واپس آ کر ہمیں بتاؤ
کہ کشتی دوسرے دریا کے کنارے پر ہے۔

پھر ہم کیا کر لیں گے؟۔

ہم اس کشتی کا کیا بگاڑ لیں گے؟۔

مقصد تو یہ ہے کہ کہیں سے اس جگہ ہمیں کوئی ایسی شے مل
جائے جس میں سوار ہو کر مگرمچھوں سے بچتے ہوئے دریا پار کر
جائیں۔

ماریا بولی۔

"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں"۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں دریا میں
تیرتے ہوئے مگرمچھ کچھ بے چین سے ہو کر ایک جگہ جمع
ہوتے لگے۔

دریا کنارے ایک طرف آ کر سارے کے سارے
کالے مگرمچھ ریت پر چڑھ کر لیٹ گئے۔ انہوں نے اپنے
منہ بند کر کے اپنے سر ریت پر اس طرح ڈال دیئے جیسے کسی
کے آگے سر جھکا رہے ہوں۔

عنبر نے کہا۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟"۔

ان مگرمچھوں کو کیا ہو گیا ہے؟۔

ماریا نے کہا۔

"میں خود حیران ہوں"۔

عنبر بولا۔

"ضرور کوئی پر اسرار بات ہونے والی ہے۔ ہمیں ان درختوں کے پیچھے چھپ کر دیکھنا چاہیے کہ کیا ہونے والا ہے"۔

تینوں درختوں کے پیچھے جا کر چھپ گئے اور باہر دریا کی طرف دیکھنے لگے۔

مگرمچھ سارے کے سارے دریا کنارے کچھ فاصلے پر

ریت پر لیٹے ہوئے تھے۔

انہوں نے اپنے سر بڑے ادب سے ریت پر ڈال رکھے تھے۔ دریا میں اب کوئی بھی مگرمچھ نہیں تیر رہا تھا۔ دریا کا پانی مگرمچھوں سے خالی ہو کر بڑی تیز رفتاری سے بہہ رہا تھا۔ ہر طرف گہری خاموشی تھی۔

آسمان پر کہیں کہیں بادل پھٹ گئے تھے اور دریا پر دھوپ چمک رہی تھی۔ جزیرے میں بھی خاموشی تھی۔ اس خاموشی میں کسی وقت کسی پرندے کی آواز گونج جاتی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"ایسے لگتا ہے جیسے طوفان آنے والا ہے۔ ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ یہ تو مجھے کوئی بڑا پر اسرار جزیرہ لگتا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"شی! خاموشی سے دیکھتی رہو"۔

اچانک ناگ نے محسوس کیا کہ جزیرے کے جنگل میں
سے سارے سانپ درختوں اور اپنے بلوں سے نکل کر دریا کی
طرف چلے آ رہے ہیں۔ ماریا تو ڈر گئی۔ اس کے منہ سے چیخ
نکل گئی۔

"سانپ آ گئے"۔

عنبر نے کہا۔

یہ جزیرے کے سارے سانپ دریا کی طرف آ رہے
ہیں؟

یہ ادھر کیوں آ رہے ہیں؟

کیا تم کچھ معلوم کر سکتے ہو؟۔

ناگ خاموش تھا۔ وہ خاموشی سے قسم قسم کے چھوٹے
بڑے جنگلی سانپوں کو زمین پر رینگ رینگ کر دریا کی
طرف آتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے سر کھجا کر کہا۔

"بھائی! خود مجھے بھی نہیں معلوم یہ سانپ دریا پر کیا
کرنے آ رہے ہیں؟"۔

عنبر نے مذاق میں کہا۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے کہ جیسے یہ دریا پر کپڑے دھونے آ
رہے ہیں"۔

ناگ ہنس دیا۔

ماریا نے ڈرتے ہوئے کہا۔

"ہائے بھائی عنبر! تمہیں تو اس وقت بھی مذاق ہی سوجھ
رہا ہے۔ میری جان پر بنی ہوئی ہے"۔

ناگ نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

ماریا بہن! فکر نہ کرو۔ جب تک میں تمہارے ساتھ ہوں
کوئی سانپ بھی تمہاری طرف آنے کی جرات نہیں کرے
گا۔

تم کو کوئی بھی سانپ ڈس نہیں سکتا۔ بے فکر رہو میں یہ
سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ یہ اصل معاملہ کیا ہے؟۔

پھر ایک دم سے ناگ چونکا۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا بات ہے ناگ! تم چونک کیوں گئے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے فضا میں ایک بہت بڑے اژدہا کی بو محسوس ہو رہی
ہے۔ ایک ایسا اژدہا جس کے سر پر سنہری تاج ہے اور جو اس

جزیرے کے تمام جنگلی درندوں اور یہاں پر رینگنے والے
کیڑے مکوڑوں کا شہنشاہ ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"وہ تمہیں تو کچھ نہیں کہے گا ناں؟"۔

"وہ مجھے سجدہ کرے گا عنبر بھائی۔ وہ مجھ سے ہر اعتبار
سے چھوٹا ہے۔ اگر وہ اس طرف سے بچ گزرا تو اس کا پہلا
کام یہ ہوگا کہ میرے سامنے آ کر سلامی دے۔ دیکھنا یہ ہے
کہ یہ اژدہا کہاں سے آ رہا ہے"۔

ان کی باتیں کرتے کرتے جنگل میں جتنے سانپ تھے
انہوں نے جنگل میں سے نکل کر دریا کے کنارے ایک قطار
لگا کر وہاں ریت پر لیٹ گئے۔

انہوں نے بھی اپنے سر زمین کے ساتھ لگائے جیسے کسی

کو سجدہ کر رہے ہوں۔

ناگ نے کہا۔

"فضا میں اژدہا کی بو تیز ہوگئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آ رہا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ دریا پر کہاں سے آ رہا ہے؟"۔

اس دوران میں ناگ کے نتھنوں میں اژدہا کی تیز بو گھسنے لگی۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے کہا کہ اژدہا آ گیا۔ عنبر اور ماریا کی نظریں دریا پر لگی ہوئی تھیں۔

اچانک جدھر سے دریا چلا آ رہا تھا انہیں ایک بہت بڑا اژدہا دکھائی دیا۔ اس اژدہا کا رنگ سرخ تھا۔ جسم پر سبز اور سیاہ رنگ کی کوڑیاں بنی ہوئی تھیں۔

اس کا پھن پھیلا ہوا تھا۔ اس نے دریا پر کنڈل مار رکھا

تھا۔ اور ایک بہت بڑے درخت کی طرح دریا پر چلا آ رہا تھا۔ ناگ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

عنبر نے کہا۔

"یہ اژدہا کہاں سے آ رہا ہے ناگ بھائی؟"۔

ناگ نے کہا۔

عنبر! یہ اژدہا اس سارے علاقے کا بادشاہ ہے۔ اس کی بہت بڑی طاقت ہے، لیکن یہ مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہے۔ یہ میرا غلام ہے اور میں اس کا دیوتا ہوں۔

ماریا نے پوچھا۔

"اگر یہ بات ہے تو اسے تمہارا احساس کیوں نہیں ہو رہا؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اسے ابھی معلوم ہو جائے گا کہ میں یہاں کھڑا ہوں"۔

دوسری طرف اژدہا کو دیکھتے ہی سانپ اور مگرمچھ سجدے میں گر پڑے تھے۔ اور لمبے لمبے سانس لے رہے تھے۔ درختوں پر بولتی چڑیاں اور پرندے خاموش ہو گئے تھے۔ سارے جزیرے پر گہری خاموشی چھا گئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی تم لوگوں کو تماشا دکھاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر ناگ نے اژدہا کی طرف منہ کر کے زور سے پھنکار ماری۔ پھنکار مارنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک دم سے اژدہا کا پھن سمٹنے لگا۔

وہ دریا میں تیرتے تیرتے رک گیا اور اپنے سمٹے ہوئے پھن کو اس طرف گھما دیا جس طرف عنبر او ماریا اور ناگ بیٹھے

تھے۔

عنبر نے محسوس کیا کہ فضا میں ایک خاص قسم کی بو پھیلنے لگی ہے۔

اب ناگ درختوں میں سے باہر نکل آیا۔ اب نہ اسے سانپوں کا ڈر تھا اور نہ مگرمچھوں کی فکر تھی۔ سانپوں سے تو وہ پہلے بھی نہیں ڈرتا تھا۔

دریا کنارے آ کر وہ اژدہا کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ اژدہا نے بھی دریا کے کنارے کی طرف آنا شروع کر دیا۔ اسے کنارے کی طرف آتا دیکھ کر سارے کے سارے سانپ اور مگرمچھ پرے پرے دوڑ گئے۔

اژدہا کنارے پر اس جگہ آ گیا جہاں ناگ کھڑا تھا۔ اژدہا نے آتے ہی اپنا پھن ناگ کے سامنے کر کے سمیٹ لیا

اور ادب سے جھک کر کہا۔

"اے شیش ناگ دیوتا! آپ اس جزیرے پر کیسے تشریف لائے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اژدہا! تم اس بات کو چھوڑو کہ میں یہاں کیسے آیا؟ اور کیونکر آیا۔ اس وقت تم ہمارا ایک کام کرو۔ کیا تم تیار ہو؟"۔

اژدہا نے کہا۔

"شیش ناگ دیوتا! تمہاری خاطر اگر مجھے اپنی جان بھی قربان کرنی پڑے گی تو کر دوں گا۔ تم مجھے حکم کرو۔ میں ایک خدمت گار غلام کی طرف آپ کا ہر حکم بجالاؤں گا"۔

ناگ نے کہا۔

"ہمیں یہ دریا پار کرنا ہے۔ میں تو دریا پار کر سکتا تھا مگر

یرے ساتھی اس دریا کو عبور نہیں کر سکتے تھے"۔

اژدہا بولا۔

"میں حاضر ہوں جناب! آپ لوگ میرے اوپر سوار ہو جائیں۔ میں آپ کو لے کر دریا کے پار اتر جاؤں گا"۔

اگر آپ حکم کریں تو میں ان سارے مگرمچھوں کو حکم دوں کہ وہ ساتھ ساتھ لگ کر ایک کشتی بنا دیں اور آپ ان کے اوپر سوار ہو کر دریا پار کر جائیں۔

ماریا نے کہا۔

"اور اگر کسی مگرمچھ نے ہم پر حملہ کر دیا؟"۔

اژدہا نے ناگ سے کہا۔

"اے شیش ناگ! کیا اس عورت کو معلوم نہیں کہ کوئی بھی جانور ہمارے حکم کے بغیر یہاں سانس تک نہیں لے

سکتا؟“۔

ناگ نے کہا۔

”اس عورت کو معلوم نہیں ہے۔ بہرحال مگرمچھوں کو حکم دو کہ ہمیں دریا پار کرائیں“۔

اژدہا نے اسی وقت اپنی زبان سے ایک خاص قسم کی سیٹی بجائی۔ سیٹی کی آواز پر دس بارہ مگرمچھوں نے ایک دم سے دریا میں چھلانگ لگا دی اور وہ تیرتے ہوئے اژدہا کے آگے آ گئے۔

اژدہا نے اپنی زبان میں انہیں کچھ حکم دیا۔

حکم سن کر سارے مگرمچھ ایک ساتھ ہو کر دریا میں تیرتے ہوئے اس جگہ آ گئے۔ جہاں عنبر ناگ اور ماریا کھڑی تھی۔

اژدہا نے کہا۔

”اے دیوتا! اب یہ آپ کے سامنے ایک کشتی کی طرح کھڑے ہیں۔ ان پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہیں کے بے فکر ہو کر ان پر سوار ہو جائیں“۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

”عنبر بھائی! مگرمچھوں پر میرے ساتھ سوار ہو جاؤ۔ ماریا تم بھی میرے ساتھ آ جاؤ۔ ڈرو نہیں۔ ان میں اتنی جرات نہیں کہ ماریا بال بھی بیکا کر سکیں“۔

ماریا ڈرتے ڈرتے مگرمچھ کے اوپر چڑھ گئی۔

مگرمچھ ذرا بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ عنبر اور ناگ بھی ان کے اوپر چڑھ گئے۔ مگرمچھ کچھ ایسی مضبوط سے ایک دوسرے کے ساتھ لگے تھے کہ وہ ذرا بھی نہیں ہل رہے تھے۔

اژدہا نے انہیں حکم دیا۔

"شیش ناگ اور اس کے ساتھیوں کو دریا کی دوسری طرف لے چلو"۔

مگرمچھوں نے دریا کے دوسرے کنارے کی جانب تیرنا شروع کردیا۔ اژدہا بھی ان کے پیچھے پیچھے تیرتا چلا آرہا تھا۔ دوسرے کنارے پر پہنچ کر عنبر، ماریا اور ناگ کنارے پر اتر گئے۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

ناگ اس اژدہا سے دشمن کے سپاہیوں کے بارے میں پوچھو اور یہ بھی پوچھو کہ آگے کوئی اور دریا بھی ہے؟"۔

ناگ نے اژدہا سے یہی سوال کیے تو اس نے کہا۔

شیش ناگ! اس دریا سے آگے بھی ایک دریا ہے مگر اس میں ایک بھی مگرمچھ نہیں ہے۔ اسے اپنے آپ آسانی سے

پار کرلیں گے۔

کیونکہ وہاں جگہ جگہ دریا میں بڑے بڑے پتھروں نے راستہ بنا دیا ہے۔ باقی اس جزیرے کے بارے میں یہ عرض ہے کہ میں آپ کے حکم سے یہاں صرف درندوں اور پرندوں اور کیڑے مکوڑوں پر حکومت کرتا ہوں۔

انسان کے آگے میں بے بس ہوں میں نے کسی انسان کو سوائے آپ لوگوں کے یہاں نہیں دیکھا۔ میں خود یہاں سے کوئی میل دور ایک جنگلی پہاڑی پر گمنامی کی زندگی بسر کررہا ہوں۔

ہاں میں نے سنا ہے کہ اس جزیرے کے جنوب میں کوئی پراسرار قبیلہ رہتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"وہ پراسرار قبیلہ آدم خور جنگلیوں کا ہے کیا؟"۔

اژدہا نے کہا۔

"شیش ناگ! مجھے یہ معلوم نہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"اچھا اب تم جا سکتے ہو۔ دریا پار کرانے کا بہت بہت شکریہ"۔

اژدہا بولا۔

"آپ کی خدمت ہمارا فرض ہے حضور! آپ بادشاہ ہیں، دیوتا ہیں اور ہم آپ کے غلام ہیں"۔

اتنا کہہ کر اژدہا مگرمچھوں کو ساتھ لے کر واپس چلا گیا۔ ناگ، عنبر اور ماریا اب دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے تھے۔

انہیں اژدہا سے یہ کہنا یاد نہ رہا کہ وہ واپس بھی جائیں گے۔ مگر اب اژدہا نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"سب سے پہلے ہمیں دشمن کے پاؤں کے نشان دیکھنے ہوں گے"۔

انہوں نے کنارے پر قدموں کی تلاش شروع کر دی۔

تھوڑی دیر بعد انہیں نشان مل گئے۔ یہ نشان ایک بار پھر کنارے کے جنگل میں چلے گئے تھے۔ ماریا، عنبر اور ناگ بھی جنگل میں داخل ہو گئے۔

کافی دور تک جنگل میں چلنے کے بعد انہیں ایک دوسرا دریا نظر آیا۔ اس دریا میں جگہ جگہ بڑے بڑے پتھر پڑے تھے جنہوں نے ایک پل سا بنا دیا تھا۔

وہ پتھروں پر سنبھل سنبھل کر پاؤں رکھتے دریا میں سے
نکل گئے۔ اس دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر انہوں نے
دیکھا کہ ایک چھوٹی سی کشتی پتھروں کے ساتھ بندھی ہوئی
ہے۔

یہ کشتی انہی کے جہاز کی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ سپاہی اس
کشتی پر دونوں دریا پار کر کے یہاں پہنچے ہیں اور وہ اس جگہ
کہیں موجود ہیں۔

اٹھارہ لاشیں

دریا کنارے پہنچ کر عنبر نے کہا۔

"اب ہمیں زیادہ چوکس ہو کر رہنا ہوگا۔ ہمارا دشمن
کہیں کسی جگہ موجود ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دشمن ہمارے
خزانے کو لے کر کہاں چھپا ہوا ہے"۔

تینوں پھونک پھونک کر قدم اٹھاتے آگے بڑھنے لگے۔
وہ دشمن کے قدموں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ آگے

چل رہے تھے۔ یہاں جنگل زیادہ گھنا نہیں تھا۔ پتھروں کی چٹانیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔

یوں لگتا تھا۔ جیسے یہ کسی سلطنت کے بہت بڑے کھنڈر ہیں۔ قدموں کے نشان ان کھنڈروں میں جا کر ایک جگہ مڑ گئے۔ عنبر ناگ اور ماریا چٹانوں میں نشانوں کے ساتھ ہی گھومے تو آگے ایک خوفناک منظر تھا۔

ماریا کا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا۔

سامنے پتھروں کے بیچ میں جگہ جگہ دشمن کے سپاہیوں کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ عنبر اور ناگ ایک طرف ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اور بڑی حیرانی سے ان لاشوں کو دیکھنے لگے۔

ناگ نے کہا۔

"یہ لاشیں کہاں سے آ گئیں؟"۔

عنبر بولا۔

"مجھے تو ہمارے دشمن سپاہیوں کی لاشیں لگتی ہیں۔ آگے چل کر دیکھتے ہیں"۔

ماریا بھی ان کے پیچھے پیچھے آگے بڑھی۔ قریب جا کر انہوں نے دیکھا کہ وہ بمن قوم کے سپاہیوں کی لاشیں تھیں۔ عنبر ان کی وردیوں کو پہچانتا تھا۔

سوال یہ تھا کہ انہیں کس نے ہلاک کر دیا؟

پھر وہ سارے کے سارے مارے گئے؟

انہوں نے ایک ایک سپاہی کی لاش کو غور سے دیکھا۔ وہ کل اٹھارہ لاشیں تھیں۔ ہر لاش کی گردن پر زخم تھا۔ یہ زخم ایسا تھا جیسے کسی نے منہ میں لے کر اسے چبا دیا ہو۔

گردنیں آدھی کٹی ہوئی تھیں ان پر دانتوں کے نشان
تھے۔

ماریا نے سہم کر کہا۔

''معلوم ہوتا ہے،ان پر کسی بلا نے حملہ کر دیا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

''ہر گردن پر دانتوں کے نشان ہیں، یہ بڑے لمبے لمبے
نشان ہیں۔یا تو یہ دانت مگرمچھ کے ہیں اور یا شیر کے''۔

عنبر بولا۔

''مگر مگرمچھ اور شیر شکار کو مار کر اس طرح نہیں چھوڑ
جاتے۔شیر اپنے شکار کی لاش کو دریا میں لے جاتا ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''پھر یہ بلا کیا تھی؟''۔

عنبر بولا۔

یہی تو دیکھنا ہے کہ یہ کونسی بلا تھی جس نے ان پر حملہ کر
دیا۔

ناگ نے کہا۔

''عنبر بھائی! ہمیں یہ دیکھنے کی کیا ضرورت ہے کہ ان
کو کسی بلا نے ہلاک کیا ہے۔ہمیں تو یہ معلوم کرنا چاہیے کہ
ہمارا خزانہ کہاں ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ارے ہاں! خزانے کو تو میں بھول ہی گیا۔یہ تو ہمارے
دشمنوں کی لاشیں ہیں۔اگر انہیں جزیرے کی بلا نہ مارتی تو یہ
ہمارے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارے جاتے۔اب سوال
یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے خزانہ کہاں چھپایا ہے!''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جن لوگوں نے انہیں قتل کیا ہے وہ لوگ خزانہ بھی اپنے ساتھ ہی لے گئے ہوں۔ مجھے تو یہ کام اسی قبیلے کے لوگوں کا لگتا ہے جس کے بارے میں اژدہا نے کہا تھا کہ وہ جزیرے کے جنوب میں رہتے ہیں''۔

عنبر بولا۔

''ایک بات تو ان کے بارے میں پھر ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ آدم خور نہیں ہیں، کیونکہ اگر آدم خور ہوتے تو یہ لاشیں ہمیں اس جگہ پڑی ہوئی دکھائی نہ دیتیں''۔

ماریا نے کہا۔

''یہ تو درست ہے۔ اگر کسی بلا نے بھی ان پر حملہ کیا ہے تو وہ بلا بھی آدم خور نہیں ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ یہ کام جزیرے کے قبیلے والوں کا ہے۔ خزانے کے لالچ میں آکر انہوں نے ان لوگوں کو مار ڈالا ہے''۔

ماریا نے جھٹ کہا۔

''اور اب وہ ہمارا انتظار کر رہے ہیں کہ ہم وہاں جائیں اور ہمیں بھی موت کی نیند سلا دیں''۔

عنبر نے کہا۔

''ماریا بہن! تم گھبرا مت جایا کرو۔ وہ تمہیں اور ناگ کو کچھ نہیں کہیں گے۔ اگر انہوں تے ہم پر حملہ بھی کیا تو ہم اپنا بچاؤ کرنا خوب جانتے ہیں''۔

ناگ نے پوچھا۔

"تو عنبر بھائی اب تمہارے خیال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے"۔

عنبر بولا۔

"میرے خیال میں تو اب ہمیں ان قبیلے والوں کے پاؤں کے نشانوں کو تلاش کرنا چاہیے جو انہیں ہلاک کرنے کے بعد ہمارا خزانہ لے کر چلے گئے ہیں"۔

تھوڑی سی کوشش کے بعد انہیں جنگلی قبیلے والوں کے پاؤں کے نشان مل گئے۔

یہ نشان بہت سے آدمیوں کے تھے اور سب کے سب ننگے پاؤں تھے۔

عنبر نے کہا۔

"یہ لوگ ننگے پیر ہیں۔ اژدہا نے ٹھیک کہا تھا۔ یہ لوگ

جزیرے کے جنوبی حصے میں رہنے والے جنگلی قبیلے کے لوگ ہیں"۔

ماریا بولی۔

"تو کیا اب ہمیں ان کے علاقے میں جانا ہوگا؟"۔

"ظاہر ہے ماریا بہن! اگر ہمیں اپنے خزانے کو واپس لینا ہے تو پھر ان لوگوں کا پیچھا کرنا ہی پڑے گا۔ اگر تم کہتی ہو کہ خزانے کی ہمیں ضرورت نہیں ہے تو میں اس جگہ سے واپس جانے کو تیار ہوں"۔

ناگ نے کہا۔

"ہاں ماریا بہن! ایک بار تم اس بات کا فیصلہ کرو۔ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بار بار گھبرا رہی ہو۔ اگر تم آگے نہیں جانا چاہتیں تو ہم خزانے کو چھوڑ کر اسی جگہ سے واپس چلے

جاتے ہیں"۔

ماریا نے تنک کر کہا۔

"ہرگز نہیں! میں خزانے کو نہیں چھوڑ سکتی۔ میں ان جنگلی وحشیوں سے خزانہ واپس لے کر ہی چلوں گی"۔

عنبر مسکرا کر بولا۔

"تو پھر خاموشی سے ہمارے ساتھ چلتی چلو۔ چلو عنبر آگے چلتے ہیں"۔

دشمن کی اٹھارہ لاشوں کو اسی جگہ چھوڑ کر انہوں نے چٹانوں، پتھروں اور کھنڈروں میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب دوپہر ڈھلنے لگی تھی۔

آسمان صاف ہو گیا تھا۔ ہوا بھی تیز نہیں چل رہی تھی۔ یہ جزیرہ کافی بڑا تھا، کیونکہ اس میں دو دریا بہتے تھے اور پھر

سمندر وہاں سے کافی دور تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک گھاس میں اتر گئے۔ ان کی دونوں جانب اونچے نیچے ٹیلے تھے۔ ان ٹیلوں پر بڑے عجیب و غریب بدصورت قسم کے درخت اگے ہوئے تھے۔

ان کے پتے کانٹے دار چوڑے تھے۔ اور وہ چھوٹے قد کے بھرے بھرے درخت تھے۔ ان کو آتا دیکھ کر ایک بڑا سا چمگادڑ ایک درخت پر سے اڑ کر بھاگ گیا۔

عنبر نے غور سے اسے دیکھا اور کہا۔

"اتنا بڑا چمگادڑ میں نے پہلے صرف پرانے مصر کے قبرستان میں دیکھا تھا۔ مگر یہ یہاں کیسے آ گیا؟"۔

ناگ نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے ہم کسی بڑی ہی خطرناک اور پراسرار

وادی میں آ گئے ہیں۔ شاید تم نے غور سے نہیں دیکھا کہ ان
درختوں کی شکلیں بھی چمگادڑوں کی طرح ہیں"۔

اب جو انہوں نے دیکھا تو سچ مچ ارد گرد دونوں جانب
ٹیلوں پر جو بھدے درخت اُگے ہوئے تھے، وہ سارے کے
سارے چمگادڑوں سے ملتے جلتے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ
چمگادڑ ٹیلوں پر بیٹھے آرام کر رہے ہیں۔

ماریا نے کہا۔

"کیا یہ چمگادڑوں کی وادی ہے؟"۔

"مجھے تو ایسا ہی لگتا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

پھر عنبر نے ناگ سے پوچھا۔

"ناگ! کیا تم یہاں کسی سانپ کو بلا کر پوچھ سکتے ہو کہ

ہم کس وادی میں ہیں؟ اور یہ چمگادڑ یہاں کہاں سے آ گئے
ہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

عنبر بھائی! اس جزیرے کے اژدہا کو اگر معمولی سی خبر تھی
تو دوسرے کسی سانپ کو بھلا کیا علم ہو سکتا ہے۔

اس بے خبر اژدہا کو تو معلوم نہیں تھا کہ اس وادی میں
چمگادڑ بھی رہتے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ ہم آگے بڑھ کر خود ہی معلوم کر لیں
گے کہ یہاں کون لوگ رہتے ہیں؟ لوگ رہتے ہیں کہ جانور یا
کوئی بلا رہتی ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"بھائی! اگر آپ کہیں تو میں آگے بڑھ کر جا کر معلوم کرتی ہوں۔ تم لوگ اس جگہ آرام کرو"۔

ناگ بولا۔

"نہیں بہن ماریا! ہم تمہیں اتنی تکلیف نہیں دینا چاہتے، آخر ہم مرد ہیں۔ ہم خود چل کر اس وادی کا چپہ چپہ چھانیں گے اور خزانے کا پتا کر کے رہیں گے"۔

وہ گھاٹی میں سے نکل کر ایک اور گھاٹی میں آ گئے۔ یہ گھاٹی بڑی تنگ تھی۔ اور تینوں ایک دوسرے کے پیچھے پیچھے ہو کر چل رہے تھے۔

ماریا نے کہا۔

"اتنی تنگ گھاٹی یہاں کہاں سے آ گئی؟"۔

"ابھی اس میں سے باہر نکل جاتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

عنبر کے منہ سے اتنی بات ہی نکلی تھی کہ اچانک چمگادڑ ان کے سروں کے اوپر سے چیخ مارتا ہوا پھڑپھڑاتا گزر گیا۔

عنبر ناگ اور ماریا نے اوپر کو دیکھا۔

"بڑا خوفناک چمگادڑ تھا۔ کم بخت یہاں کہاں سے آ گیا؟"۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے تو یہاں سب کے سب چمگادڑ ہی نظر آتے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم کسی بڑی خطرناک جگہ پر آ گئے ہیں، مگر یقین کرو کہ خزانہ بھی یہیں کہیں موجود ہے۔ ہم اپنے خزانے کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں"۔

اچانک ایک دھماکا ہوا۔ ہر طرف گرد و غبار سا پھیل گیا۔

نہ ناگ کو عنبر کا پتا چلا اور نہ ماریا کو ان کا ہوش رہا۔ تینوں کے تینوں بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

دھماکے کے ساتھ ہی ان کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسک گئی تھی اور وہ ایک غار میں جا گرے تھے۔

ناگ، عنبر اور ماریا زمین پر گرتے ہی بے ہوش ہو گئے۔ اتفاق سے ماریا ایک پتھر سے ٹکرا کر دور جا گری تھی۔ عنبر اور ناگ قریب بے ہوش پڑے تھے۔

یہ ایک عجیب و غریب قسم کا غار تھا۔ اچانک ایک دیوار میں شگاف ہوا اور دو آدمی جنہوں نے سر سے لے کر پاؤں تک سرخ کپڑا لپیٹ رکھا تھا، اندر آ گئے۔ انہوں نے اندر آتے ہی عنبر اور ناگ کو بے ہوشی کی حالت میں ہی زنجیروں

میں جکڑا اور انہیں اٹھا کر لے گئے۔

دوسری طرف جا کر انہوں نے ایک گول تھالی پر انہیں سوار کرایا۔ پھر خود بھی اسی تھالی پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہی تھالی نے آگے کھسکنا شروع کر دیا۔

یہ تھالی زمین سے تھوڑی سی بلند ہو کر غار میں آگے بڑھ رہی تھی۔ ایک عجیب بات یہ تھی کہ جونہی یہ تھالی کسی دیوار کے سامنے آتی دیوار میں اپنے آپ شگاف پیدا ہو جاتا اور تھالی اندر داخل ہو جاتی۔

یوں دو تین غاروں میں سے گزر کر تھالی ایک جگہ رک گئی۔ یہاں ایک بند کوٹھڑی میں سرخ کپڑوں والے آدمیوں نے عنبر کو ڈال دیا۔

پھر آگے بڑھ کر دوسری کوٹھڑی میں ناگ کو بند کر دیا اور

وہاں سے چلے گئے۔ وہ سیدھے وہاں سے ایک دروازے میں سے گزر کر ایک ایسے کمرے میں پہنچے جس کی چھت کے ساتھ بہت سی نیلی پیلی بڑی بڑی تھالیاں لٹک رہی تھیں۔

نیچے ایک پتھر کا گول تھڑا تھا۔ تھڑے کے اوپر دیوار میں ایک گول سوراخ تھا۔ اس سوراخ میں سے لال رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔

تینوں آدمی اس تھڑے پر لال روشنی والے سوراخ کے آگے آکر جھک گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔

"اور کیا حکم ہے اے جیو پیٹر!"۔

گول سوراخ میں سے آواز آئی۔

"جاؤ۔ میرے دوسرے حکم کا انتظار کرو"۔

تینوں سرخ کپڑوں والے آئے اور دوسری طرف نکل

گئے، پھر دو آدمی زرد رنگ کی تھالی پر سوار ہو کر ایک دروازے میں سے نکلے اور لال سوراخ والے غار میں داخل ہو گئے۔

ماریا کو ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ غار کے فرش پر ایک طرف پڑی ہے۔ وہ بڑی حیران ہوئی کہ یہ زمین کیسے پھٹ گئی اور وہ نیچے کہاں آ سے گئی؟

عنبر اور ناگ کہاں ہیں؟

یہ کونسی جگہ ہے؟

یہ ماریا کی خوش قسمتی تھی کہ وہ کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ نہیں تو وہ سرخ کپڑوں والے اسے بھی زنجیروں میں جکڑ کر عنبر اور ناگ کے ساتھ ہی لے جاتے۔

ان لوگوں کو عنبر اور ناگ تو نظر آ گئے مگر ماریا کو وہ نہ دیکھ سکے۔

ماریا فرش پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ حیرانی سے غار کی دیواروں اور چھت کو دیکھنے لگی۔

دیواروں میں کوئی دروازہ نہیں تھا۔ اوپر چھت پر بھی کوئی ایسا سوراخ اسے دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جس میں سے وہ گرے تھے۔

ماریا اٹھ کر کھڑی ہو گئی اور اس نے دیواروں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھنا اور جانچنا شروع کر دیا۔ دیواریں پتھروں کی تھیں اور سخت تھیں۔

کسی جگہ بھی کسی دروازے کا کوئی نشان نہیں تھا۔ ماریا ابھی ٹٹول ہی رہی تھی کہ اسے گھوں گھوں کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دی۔

اس کے ساتھ ہی ایک جگہ سے دیوار شق ہوئی اور وہی

زرد رنگ کی تھالی زمین سے اوپر اوپر اڑتی ہوئی سامنے والی دیوار کی طرف گئی اور وہاں سے آگے نکل گئی۔

اس پر لال کپڑوں والے آدمی سوار تھے۔ ماریا حیران رہ گئی۔

اڑن طشتری کا راز

جس دروازے میں سے اڑن طشتری نکلی تھی، وہ بند ہو گیا تھا۔

ماریا چل کر دیوار پر وہ جگہ دیکھنے لگی۔ جہاں سے ابھی ابھی ایک دروازہ نمودار ہو کر بند ہو گیا تھا۔ ماریا نے ارد گرد دیوار کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔

مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی کل پرزہ کوئی بٹن یا پتھر

ایسا نہیں تھا جس کو دبانے سے دروازے کھل جاتا۔ ماریا عنبر اور ناگ کے لیے بھی پریشان تھی کہ خدا جانے وہ کہاں مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

یہ اسے یقین تھا کہ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی زمین پر گرے تھے۔ پھر ضرور ان دونوں کو اٹھا کر یہ لال کپڑوں والے لوگ لے گئے ہوں گے۔

ماریا کو اس لیے نہ اٹھا سکے کیونکہ وہ ماریا کو دیکھ نہیں سکتے تھے اور عنبر ناگ کو یہ لوگ اس لیے اٹھا کر لے گئے کہ وہ ضرور بے ہوش ہو گئے ہوں گے۔

اس خیال کے ساتھ ہی ماریا نے اپنے اندر ایک نئی طاقت محسوس کی۔ یہ بات اس کے دل میں بیٹھ گئی تھی کہ عنبر ناگ کو بے ہوشی کی حالت میں اٹھ کر اس غار میں کسی جگہ پر

قید کر دیا گیا ہے۔

مگر یہ اڑتی ہوئی طشتری کیا چیز تھی۔ ماریا نے آج تک کبھی ایسی چیز نہ دیکھی تھی۔ یہ لوگ کیا کوئی بہت بڑے جادوگر ہیں جو جادو کے زور سے تھالی کو زمین کے اوپر اڑا کر چلاتے ہیں؟

کیا یہ لوگ اسی دنیا کے ہیں یا کسی دوسری دنیا سے یہاں آئے ہیں؟

مگر دوسری دنیا کہاں سے ہو سکتی ہے؟

ضرور یہ جادوگر ہیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی ہو گئی ہے۔

وہ سوچنے لگی کہ اس دروازے کے اندر جانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ جب کوئی اڑن طشتری آئے اور اس کے لیے دروازہ کھلے تو وہ بھی جلدی سے اندر داخل ہو جائے

ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور کسی اڑن طشتری کے آنے کا انتظار کرنے لگی۔

اسے یوں کھڑے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ اسے گھوں گھوں کی آواز سنائی دی۔ ماریا ہوشیار ہو گئی۔ کوئی اڑن طشتری آ رہی تھی۔ اتنے میں دیوار اپنے آپ شق ہو گئی۔

دروازہ کھل گیا اور ایک اڑن طشتری گھوں کی آواز کے ساتھ باہر نکل گئی۔ ماریا جلدی سے کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گئی۔

اس کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ اپنے آپ پھر سے بند ہو گیا۔ اب وہ ایک غار میں تھی جس کی چھت نیچی تھی۔ دیواریں پتھروں کی تھیں۔

اندر ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا کی سمجھ میں نہیں آ رہا

تھا کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟

وہ دیوار کے ساتھ ساتھ لگی آگے بڑھنے لگی۔ ایک موڑ گھومنے کے بعد اس نے دیکھا کہ بائیں جانب ایک دروازہ بنا تھا۔ جس کے اوپر ایک بڑے چمگادڑ کا بت بنا تھا۔

ماریا اس دروازے کے اندر چلی گئی۔ یہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ جگہ جگہ گول گول سرخ پتھروں کے میز بنے تھے۔ ان میزوں پر سیاہ رنگ کے مرتبان رکھے تھے۔

کونے میں دیوار کے ساتھ ایک لمبی میز تھی۔ اس میز پر ایک بڑا سا چمگادڑ لیٹا ہوا تھا۔ پہلے تو ماریا ڈر گئی۔ قریب جا کر اس نے دیکھا کہ یہ چمگادڑ زندہ نہیں تھا۔

بلکہ پتھر کا بنا ہوا تھا۔ ماریا یہاں سے بھی آگے نکل گئی۔

اب وہ دوسرے کمرے میں تھی۔ اس کمرے کے دروازے پر

لال کپڑوں والے دو آدمی پہرہ دے رہے تھے۔ لیکن وہ ماریا کو گزرتے نہ دیکھ سکے۔

یہ کمرہ گول تھا۔ اس کی چھت اونچی تھی۔ اس کے درمیان میں ایک گول پنجرہ سا بنا ہوا تھا۔ پنجرہ خالی تھا۔ اس میں لال رنگ کی ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔

یہاں بھی چھت کے ساتھ اڑن طشتریاں لٹک رہی تھیں۔ ماریا حیرانی سے یہ سب چیزیں دیکھ رہی تھی۔ خدا جانے یہ کونسی مخلوق تھی اور کہاں سے آئی تھی۔

ماریا نے گول پنجرے کے قریب جا کر دیکھا۔ پنجرے کا فرش شیشے کی طرح چمک رہا تھا۔ ابھی وہ کھڑی ہی تھی کہ اچانک پنجرے میں روشنی بھڑکی۔

ماریا جلدی سے پیچھے ہٹ گئی۔

روشنی کا رنگ نیلا تھا۔ پہلے نیلے رنگ کی روشنی کا شعلہ بھڑکا۔ پھر یہ سرخ ہوگئی۔ اس کے بعد سفید روشنی لپکی اور پھر اچانک وہاں اپنے آپ کہیں سے ایک اڑن طشتری نمودار ہو گئی۔

اس اڑن طشتری میں ایک ایسا خوفناک چہرے والا آدمی بیٹھا تھا جس کے سر پر دو سینگ تھے۔ اور چہرہ چمگادڑ سے ملتا جلتا تھا۔ اس نے بھی لال کپڑے پہن رکھے تھے۔

کمرے کے دو دروازے کھل گئے۔ بہت سے لال کپڑوں والے آدمی گول پنجرے کی طرف بڑھے۔ پنجرے کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا۔ وہ آدمی باہر آ گیا۔ سب غلام سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔

”مقدس جیوپٹیر! آپ کا واپس آنا مبارک ہو“۔

سینگ والے جیوپٹیر نے اپنی لال لال آنکھیں ادھر ادھر گھما کر کہا۔

”اس کمرے میں کوئی غیر انسان موجود ہے۔ مجھے اس کی بو آ رہی ہے“۔

سب نے گردنیں گھما کر دیکھا۔ ماریا ان کے قریب ہی کھڑی تھی، مگر کسی میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ ماریا کو دیکھ سکتا پہلے تو ماریا ڈر گئی کہ یہ جادوگر لوگ ہیں۔

کہیں اس کا راز فاش نہ ہو جائے۔ اگر انہوں نے ماریا کو دیکھ لیا تو وہ اس کی تکا بوٹی کر دیں گے، مگر خدا کا شکر رہا۔ چمگادڑ جیوپٹیر کو ماریا کے خون کی بو ضرور آ گئی لیکن وہ اسے دیکھ نہ سکا۔

وزیر نے آگے بڑھ کر کہا۔

”مقدس جیوپیٹر! اس غار میں کسی چڑیا میں بھی اتنی طاقت نہیں ہے کہ اندر آ کر پر مار سکے۔ پھر ایک غیر انسان یہاں کیسے داخل ہو سکتا ہے؟“۔

جیوپیٹر نے اپنے دانت کٹکٹا کر کہا۔

”مجھے اس دنیا کے انسان کے خون کی بو آ رہی ہے۔ کوئی غیر یہاں موجود ہے۔ غور سے تلاشی لو اس کمرے کی“۔

اب وہاں تلاشی کا کام شروع ہو گیا۔ سارے لال کپڑوں والے کمرے میں گھوم پھر کر دیکھنے لگے کہ کہیں کوئی انسان چھپا ہوا تو نہیں ہے۔

لیکن وہ ماریا تک نہ پہنچ سکے۔ ماریا ایک گول پتھریلی میز کے نیچے جا کر چھپ گئی تھی۔ جب سب لوگ تلاشی لے چکے

تھے تو وزیر نے کہا۔

”مقدس جیوپیٹر! ہم نے کمرے کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ یہاں سوائے ہمارے اور کوئی نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ چونکہ آپ باہر انسانوں کی دنیا سے آئے ہیں اس لیے آپ کو ابھی تک انسانی خون کی بو آ رہی ہے“۔

چمگادڑ جیوپیٹر نے آنکھیں شیطان کی آنکھوں کی طرح مکاری سے گھما کر کہا۔

”خاموش! تم مجھے نہیں جھٹلا سکتے۔ یہاں بیٹھ جاؤ اور میری بات غور سے سنو!“

سب لال کپڑوں والے فرش پر بیٹھ گئے۔ وزیر چمگادڑ جیوپیٹر کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ چمگادڑ جیوپیٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

سنو! میں نے ایسا بندوبست کر لیا ہے کہ اس دنیا میں جتنے لوگ بھی رہتے ہیں۔ ان کو تباہ کر دیا جائے اور ان کے جسموں کا سارا خون لے کر ہم اوپر اپنے ستارے کی دنیا میں پہنچ جائیں کیونکہ ہمارے ستارے کے لوگوں کو انسانی خون کی بہت سخت ضرورت ہوتی ہے۔

تم لوگ جانتے ہو کہ اگر دو مہینے کے اندر اندر ہم نے اپنے لوگوں کو اوپر خون نہ پہنچایا تو وہ سب لوگ مر جائیں گے اور ہمارا ستارہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔

وزیر نے کہا۔

مقدس جیوپیٹ! آپ ہمارے بادشاہ ہیں اور بڑے منتری ہیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ آپ نے ہمارے لوگوں کی زندگی اور

ہماری دنیا کو تباہی سے بچانے کا سارا کام مکمل کر لیا ہے۔ کیا میں پوچھنے کی جرات کر سکتا ہوں کہ ہم اس دنیا کے انسانوں کا سارا خون کس طرح نکال کر اوپر اپنی دنیا میں لے جائیں گے؟۔

چمگادڑ جیوپیٹر کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ آئی۔ اس نے کہا۔

میں اپنے ساتھ ایک انڈا لایا ہوں۔ اس انڈے کو ہم چاندنی رات میں باہر دنیا کی زمین پر لا کر دریا کے پانی میں ڈال دیں گے۔

پانی میں گرتے ہی انڈے میں سے ایسی شعاعیں نکلنا شروع ہو جائیں گی جو دنیا کی ہوا میں پھیل جائیں گی۔ پھر ان شعاؤں کے اثر سے دنیا کے سارے انسان بے ہوش ہو

جائیں گے۔

یہ شعائیں ہر انسان کے جسم سے ٹکرائیں گی اور اس کا سارا خون نکال کر اس غار میں واپس آ جائیں گی۔ پھر ہم ان شعاروں کا رخ اپنے اوپر والے ستارے کی طرف کر دیں گے۔

یہ شعائیں اس دنیا کے انسانوں کا سارا خون لے کر ہماری دنیا میں پہنچ جائیں گی، جہاں اس خون کو ہمارے لوگوں میں تقسیم کر دیا جائے گا اور وہ پھر سے ہزاروں برس زندہ رہنے کے قابل ہو جائیں گے۔

کمرے میں سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔

وزیر نے کہا۔

مقدس جیوپیٹر زندہ باد! آپ سچے بادشاہ اور منتری ہیں۔

اگر آپ نہ ہوتے تو ہمارا ستارہ تباہ ہو جاتا اور ہماری مخلوق مر جاتی۔

اب سیارہ کی مہربانی ہے کہ آپ ہمارے درمیان آ گئے اور ہمارا ستارہ اور ہمارے لوگ تباہی سے بچ گئے لیکن ہمیں چاندنی رات کا کس لیے انتظار ہو گا؟

کیوں نہ ہم آج سے انڈے کو باہر جا کر دریا میں ڈال دیں؟۔

چمگاڈر جیوپیٹر نے کہا۔

چاند جب پورا ہو گا تو اس میں سے ایسی شعائیں نکلیں گی جو اس انڈے کی شعاؤں کی انسانی خون نکالنے میں مدد کریں گی۔

اگر ہم نے پورے چاند سے پہلے انڈا دریا میں پھینک دیا

تو یہ بے اثر ہو جائے گا اور پورا کام نہ کر سکے گا۔

ہمیں پورے چاند کی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔

وزیر نے سر جھکا کر کہا۔

"مقدس جیو پیٹر! چاند رات میں ابھی پورے سات دن پڑے ہیں"۔

"پھر کیا ہوا؟ ہم سات روز تک انتظار کریں گے"۔

چمگادڑ جیو پیٹر اس کے بعد وہاں سے نکل کو سامنے والے کمرے کی طرف بڑھا۔

اس کے پیچھے پیچھے سارے لوگ چل پڑے۔ سامنے والی دیوار کے دروازے میں سے گزر کر وہ دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

ان لوگوں کے جاتے ہی دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔ اب

ماریا کمرے میں اکیلی رہ گئی تھی۔ وہ گول میز کے نیچے سے باہر نکل آئی۔ اس نے چمگادڑ کی ساری باتیں سن لی تھیں۔

وہ تو ہکی بکی ہو کر رہ گئی تھی۔ کہ یہ لوگ کس ستارے سے آئے ہیں اور کم بخت ساری دنیا کے انسانوں کا خون اکٹھا کر کے واپس اپنے ستارے میں لے جانا چاہتے ہیں۔

یہ تو بڑے خطرناک لوگ ہیں اور اس دنیا کو تباہ و برباد کرنے آئے ہیں۔ ماریا نے دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ان شیطانوں کو اپنے خطرناک اور تباہ کن مقصد میں کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گی۔

لیکن اس کے لیے ضروری تھا کہ عنبر اور ناگ کو تلاش کیا جائے۔

چمگادڑ جیو پیٹر تباہ کرنے والا انڈا اپنے ساتھ ہی دوسرے

کمرے میں لے گیا تھا۔ ماریا ایک بار پھر کمرے میں اکیلی رہ گئی تھی۔ سب دروازے باہر سے بند ہو گئے تھے۔ ایک بار پھر دروازہ اپنے آپ کھلا اور دو آدمی اندر داخل ہوئے۔

ابھی دروازہ کھلا ہی تھا۔ ماریا باہر جانے لگی تو ایک آدمی نے دوسرے سے کہا۔

”آج ان دونوں کا خون نکالا جائے گا۔ میرا بس چلے تو ایک آدمی کا سارا خون میں پی جاؤں۔ مجھ میں بھی خون کی کمی ہے“۔

دوسرے نے کہا۔

”ہم مقدس جیوپیٹر کے حکم کے خلاف نہیں چل سکتے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو وہ ہمیں آگ میں بھسم کر دے گا“۔

دونوں باہر نکل گئے۔

ماریا جلدی سے دروازے سے ان کے ساتھ باہر نکل گئی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ جن دو انسانوں کا یہ شیطان لوگ آج رات خون نکال رہے تھے وہ سوائے عنبر اور ناگ کے اور کوئی نہیں ہو سکتے تھے۔

عنبر کا تو یہ لوگ خون کبھی نہیں نکال سکتے تھے کیونکہ اس کے جسم میں خون تھا ہی نہیں۔ ہاں ناگ کے جسم کا خون ضرور نکالا جا سکتا تھا۔

پھر بھی ماریا کو ان دونوں کے علاوہ ساری دنیا کے انسانوں کی فکر تھی۔ کیونکہ یہ لوگ تو ساری دنیا کے انسانوں کا خون نکالنے کی فکر میں تھے۔

یہ تباہ کرنے والی خطرناک بات تھی۔

ماریا ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئی جہاں دیوار کے

شگاف میں پھل اور مچھلیوں کا گوشت تھالیوں میں رکھا تھا۔

ماریا کو بڑی بھوک لگ رہی تھی۔

اس نے کھڑے کھڑے وہاں ڈٹ کر کھانا کھایا۔ کچھ گوشت اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ جلدی سے جلدی عنبر اور ناگ سے ملنا چاہتی تھی۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں؟ الگ الگ عنبر اور ناگ کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنے آپ کو ایک اندھیری کوٹھڑی میں قید پایا۔ سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ وہ دونوں زنجیروں میں جکڑے ایک پتھر کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔

عنبر سوچنے لگا کہ یہ لوگ کون ہیں جنہوں نے اسے قید کر دیا ہے۔ ضرور ناگ بھی زنجیروں میں بندھا کسی دوسری

کوٹھڑی میں قید ہوگا۔

اس نے بڑے غور سے کوٹھڑی کی چھت اور دیواروں کو دیکھا۔ دیواروں میں کسی جگہ کوئی روشندان تک نہیں تھا۔ اسے خیال آیا کہ جب گھاٹی میں زمین پھٹی تھی تو وہ ماریا اور ناگ کے ساتھ ہی گرا تھا اور بے ہوش ہوگیا تھا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ انہیں بے ہوشی کی حالت میں اٹھا کر اس کوٹھڑی میں قید کر دیا گیا ہے۔

ضرور ماریا بھی کسی کوٹھڑی میں قید ہوگی۔ لیکن ماریا کو تو کسی نے بھی نہیں دیکھا ہوگا۔ وہ یا تو اسی جگہ بے ہوش پڑی ہوگی یا ہوش میں آنے کے بعد ان لوگوں کو آزاد کرانے کی کوشش میں لگی ہوگی۔

یہ ساری باتیں عنبر سوچ رہا تھا دو کوٹھڑیاں چھوڑ کر ناگ

بھی ہوش میں آچکا تھا اور وہ بھی زنجیروں میں جکڑا اسی قسم کی باتیں سوچ رہا تھا۔

ناگ نے بڑے غور سے کوٹھڑی کی چھت اور دیواروں کو دیکھا۔ کہیں کسی جگہ بھی کوئی سوراخ نہیں تھا۔ جہاں سے وہ سانپ بن کر یا پرندہ بن کر باہر اڑ سکے۔

وہ بھی زنجیروں میں جکڑا ایک پتھر کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ اسے بھی رہ رہ کر ماریا اور عنبر کا خیال آ رہا تھا۔ کہ خدا جانے دونوں کس حال میں ہوں گے۔

ناگ نے بھی دماغ پر زور دیا تو اسے بھی یہی خیال آیا کہ وہ عنبر اور ماریا کے ساتھ ایک تنگ گھاٹی میں سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک دھماکا سا ہوا اور وہ ان کے ساتھ ہی نیچے گر پڑا۔

اس کا سر ابھی تک درد کر رہا تھا۔ اتنے میں دیوار میں شگاف ہوا۔ ایک تھالی اندر آئی اور شگاف بند ہو گیا۔ اس تھالی میں کچھ پھل، پانی اور گوشت رکھا تھا۔

تھالی اپنے آپ ناگ کے پاس آ کر رک گئی۔ ایسا ہی عنبر والی کوٹھڑی میں بھی ہوا۔ دیوار میں شگاف ہوا۔ ایک تھالی اندر آئی اور شگاف دوبارہ بند ہو گیا۔

تھالی میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔ ناگ نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور وہاں سے فرار ہونے کی ترکیب سوچنے لگا۔

خونی انڈا

ناگ کو عنبر اور ماریا کا بار بار خیال آ رہا تھا۔

خدا جانے وہ دونوں کہاں ہوں گے اور کس حال میں ہوں گے۔ ناگ کے دل میں ان کی مدد کرنے کا خیال جوش کھانے لگا۔

مصیبت میں اپنے بہن بھائی کی مدد کرنا ہمارا فرض ہوتا ہے۔ ناگ نے سوچا کہ اسے وہاں سے بھاگنے کی کوشش

ضرور کرنی چاہیے۔

اس نے زور سے سانس اندر کو کھینچا اور باہر کو پھنکار ماری۔ اس کے ساتھ ہی وہ سانپ کی شکل میں بدل گیا۔

سانپ کی شکل میں بدلتے ہی ناگ نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ دیوار پر رینگتے ہوئے کسی ایسے سوراخ کی تلاش شروع کر دی جہاں سے وہ باہر جا سکے۔

مگر خدا جانے ان لوگوں نے ان کوٹھڑیوں کو کس کے لیے بنوایا تھا کہ وہاں کسی جگہ کوئی معمولی سا سوراخ بھی نہیں تھا۔

ناگ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے سانس لینے کے لیے تازہ ہوا کہاں سے آ رہی تھی؟

سانپ کوٹھڑی کی چھت پر رینگ رہا تھا کہ کوٹھڑی کی

دیوار ایک بار پھر شق ہوئی ایک چھوٹا سا گول دروازہ بن گیا جس میں سے ایک لال کپڑوں والا آدمی اندر آیا۔

اندر آتے ہی وہ پریشانی سے ادھر ادھر تکنے لگا۔ پھر اس نے ایک چیخ ماری اور باہر کو بھاگ گیا ناگ سمجھ گیا کہ وہ اس کے غائب ہونے سے پریشان ہوا ہے۔

تھوڑی دیر بعد دیوار میں پھر دروازہ بنا اور اس دفعہ وہی چمگادڑ کے سر والا جیوپیٹر بھی اس آدمی کے ساتھ اندر آیا۔ انہوں نے کوٹھڑی میں ہر جگہ گھور گھور کر دیکھا۔

لیکن ناگ کہیں بھی نہیں تھا۔

جیوپیٹر نے چیخ کر کہا۔

”وہ کہاں چلا گیا؟“۔

”مقدس جیوپیٹر! میں اسے اسی کوٹھڑی میں چھوڑ کر گیا

تھا۔ دیوار میں کوئی سوراخ تک نہیں ہے“۔

پھر وہ کہاں بھاگ گیا۔ زنجیر اسی طرح بند پڑی ہے۔ صاف لگتی ہے کہ اس نے زنجیر توڑی نہیں۔ اس میں سے نکل گیا ہے۔

کیا وہ چھلاوا تھا؟ وہ ہمیں دھوکا دے کر کہیں نہیں جا سکتا۔ جاؤ اسے جا کر سارے غار میں تلاش کرو۔ دوسرا آدمی کوٹھڑی میں موجود ہے کیا۔ جا کر دیکھ بدبخت!۔

”جو حکم سرکار“۔

دیوار میں اپنے آپ شگاف ہوا اور دونوں باہر نکل گئے۔ سانپ ان کے ساتھ ہی باہر کو کھسکنے لگا تھا کہ شگاف بڑی تیزی سے بند ہو گیا۔ سانپ کوٹھڑی میں ہی رہ گیا۔

اب اس نے سوچا کہ وہ سوراخ تلاش کرنا چاہیے جہاں

سے ہلکی ہلکی سانس لینے کے لیے ہوا اندر آ رہی ہے۔ سانپ نے رینگنا شروع کر دیا۔

اس نے چھت کو دیکھا۔ ساری چھت پتھر کی تھی۔ وہ پتھر کی ایک ہی سل معلوم ہوتی تھی۔ دیواروں میں بھی کسی جگہ کوئی سوراخ نہیں تھا سانپ اب رش پر رینگنے لگا۔

خوش قسمتی سے فرش پر رینگتے رینگتے اسے ایک جگہ ایک پتھر ٹوٹا ہوا دکھائی دیا۔ سانپ نے منہ آگے کر کے پتھر کو پیچھے ہٹایا تو سامنے ایک سوراخ تھا۔

اس میں سے ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔ ضرور یہی وہ سوراخ تھا جو باہر کو جاتا تھا۔ ناگ اس سوراخ میں سے گذر گیا وہ دوسری طرف ایک تنگ سے راستے میں آ گیا جس کے اوپر چھت پڑی تھی اور پتھر کی دیواریں اونچی اونچی تھیں۔

ناگ نے سوچا کہ اسے آگے جا کر پتا لگانا چاہیے کہ یہ جگہ کون سی ہے اور عنبر اور ماریا کس جگہ پر قید ہیں۔ سانپ دیوار پر رینگتا ہوا ایک طرف کو چل پڑا۔

وہ رینگتے ہوئے ایک گول سوراخ کے پاس آ گیا۔ یہاں سے گذرا تو وہ اسی گول کمرے میں تھا جس کی چھت کے ساتھ اڑن طشتری لٹکی ہوئی تھی۔ وہ بڑی حیرانی سے انہیں تکنے لگا۔

سانپ سوچنے لگا۔ اس کمرے سے نکل کر وہ ایک دوسرے کمرے میں آیا تو یہاں سے ایک تنگ راستہ آگے کو جا رہا تھا۔ ناگ نے یہاں ماریا کی خاص خوشبو کو محسوس کیا۔ وہ چونکا تو ماریا بھی اسی جگہ کہیں قید ہے؟

وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔ ماریا کی خوشبو تیز ہو رہی تھی۔

اصل میں ماریا اس کے قریب ہی ایک پتھر پر بیٹھی غور کر رہی تھی کہ وہ عنبر اور ناگ کو کہاں جا کر تلاش کرے؟۔

ماریا نے بھی ناگ کی بو کو محسوس کیا۔

ناگ نے سوچا کہ اسے اپنی انسانی شکل میں تھوڑی دیر کے لیے واپس آ جانا چاہیے تاکہ اگر ماریا کہیں قریب ہی ہو تو وہ اسے دیکھ سکے۔

چنانچہ سانپ پھنکار مار کر پرے ناگ بن گیا۔ اس کے ناگ بنتے ہی ماریا نے اسے دیکھ لیا وہ اس کی طرف لپکی اور آہستہ سے بولی۔

''ناگ بھائی!''۔

''ماریا بہن!''

''تم ٹھیک ہو ناں؟ خدا کا شکر ہے''۔

''خدا کا شکر ہے کہ تم مجھے صحیح سلامت مل گئے۔ تم یہاں کیسے نکل آئے؟ کیا تمہیں قید نہیں کیا گیا تھا؟''۔

''قید ہی کیا گیا تھا ماریا بہن! مگر میں سانپ بن کر ایک سوراخ میں سے نکل آیا۔ مجھے یہاں تمہاری خوشبو محسوس ہوئی تھی جس کی وجہ سے میں پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا''۔

''عنبر کا کچھ پتا ہے کہ وہ کہاں ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''نہیں ماریا بہن! عنبر کی کوئی خبر نہیں ہے مگر وہ ضرور یہیں کہیں کوٹھڑی میں قید ہوگا''۔

ماریا نے کہا۔

''ہم بے ہوش ہو گئے تھے۔ اور یہ لوگ ہمیں پکڑ کر لے آئے۔ انہوں نے ہمیں قید کر دیا مگر ہم عنبر کی کھوج لگا لیں

گے۔ ہم یہاں سے نکل چلیں گے“۔

ناگ نے کہا۔

”یہ کوئی بڑے پراسرار لوگ لگتے ہیں۔ خدا جانے کہاں سے آئے ہیں۔ ان کی اڑن طشتریاں غاروں کے اندر اپنے آپ چلتی ہیں۔ دیواریں اپنے آپ شق ہوکر بند ہو جاتی ہیں“۔

ماریا بولی۔

”میں نے ان لوگوں کی باتیں سنی ہیں۔ چمگادڑ کے سر والا ایک شیطان جیوپیٹر ان کا بادشاہ ہے۔ یہ لوگ کسی دوسری دنیا سے یہاں انسانوں کا خون لینے آئے ہیں“۔

”کیا کہا؟ انسانوں کا خون لینے دوسری دنیا سے آئے ہیں؟“۔

ناگ نے تعجب سے پوچھا۔

ہاں ناگ بھائی! میں نے ان کو باتیں کرتے سنا ہے۔ جس ستارے میں، جس دنیا میں یہ لوگ رہتے ہیں وہاں انسانوں کے جسموں سے خون ختم ہونے والا ہے۔

انہیں اگر کہیں سے تازہ خون نہ ملا تو وہ مر جائیں گے۔ یہ لوگ ہماری دنیا کو تباہ کرنے اور یہاں کے سارے انسانوں کا خون جمع کرنے آئے ہیں۔

ان کے پاس ایک ایسا انڈا ہے۔ جس کو یہ دریا میں ڈالیں گے اس انڈے میں سے شعائیں نکلیں گی جو ساری زمین پر پھیل جائیں گی اور پھر سارے انسانوں کے جسم سے خون نکال کر اوپر ان کے ستارے میں پہنچا دیں گی۔

ناگ حیرانی سے بولا۔

"کیا تم سچ کہہ رہی ہو ماریا؟"۔

"ہاں ناگ بھائی! میں نے خود جیو پیٹر کی باتیں سنی ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"وہ انڈا کہاں ہے؟"۔

ماریا نے کہا۔

وہ انڈا ایک خاص کمرے میں رکھا ہے۔ میں اس کمرے سے ہو کر آئی ہوں۔ میں جانتی ہوں وہ کمرہ کہاں ہے۔ لیکن اس وقت ہمیں عنبر بھائی کو تلاش کرنا ہے۔ وہ ضرور یہیں کہیں قید ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"آؤ اسے تلاش کرتے ہیں، لیکن میرا انسان کے روپ

130 اٹھارہ لاشیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 48)

میں تمہارے ساتھ چلنا ٹھیک نہیں۔ میں پھر سے سانپ کی شکل میں آ جاتا ہوں"۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ پھر سے سانپ کی شکل میں آ گیا۔

انہوں نے غار میں آگے چلنا شروع کر دیا۔ ماریا دیوار کے ساتھ لگ کر چل رہی تھی۔ سانپ اس کے اوپر دیوار پر رینگ کر چل رہا تھا۔

دوسری طرف سارے غار میں شور مچ گیا تھا کہ قیدی ناگ زنجیروں سے نکل کر بھاگ گیا ہے۔ جیو پیٹر نے حکم دے دیا تھا کہ اسے فوراً تلاش کیا جائے۔

خاص اڑن طشتریوں کے ذریعے غار میں اس کی تلاش

شروع ہوگئی۔ غار کے سارے باہر جانے والے دروازے
بند کر دیئے گئے۔ غار کے اندر چپے چپے پر ناگ کی تلاش
ہونے لگی۔

لال کپڑوں والے پہرے دار اور سپاہی ادھر ادھر پھرنے
لگے۔

کبھی کسی دیوار کا دروازہ کھلتا اور آدمی دوسری طرف کو
بھاگتے۔ کبھی کسی دیوار کا دروازہ کھلتا اور آدمی باہر کو نکلتے۔
اس افراتفری میں ناگ اور ماریا بڑے آرام سے آگے بڑھ
رہے تھے۔

وہ اس کوٹھڑی کی ٹوہ میں تھے جہاں عنبر قید تھا۔ مگر انہیں وہ
کوٹھڑی نہیں مل رہی تھی۔ گھومتے پھرتے وہ ایک جگہ مڑنے
لگے تو ایک سپاہی نے ناگ کو دیکھ لیا۔ اس نے سانپ سانپ

کا شور مچایا۔

دو پہرے دار نیزے لے کر سانپ کی طرف دوڑے۔
ماریا نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے نیزہ چھین کر اس کے سینے
میں گھونپ دیا۔

پہرے دار ہائے کہہ کر گر پڑا۔ ماریا یہ دیکھ کر حیران رہ گئی
کہ اس کے جسم سے نیلے رنگ کا خون باہر نکل رہا تھا۔ دوسرا
پہرے دار سانپ کو کچلنے کے لیے بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے اس
کا بھی کام تمام کر دیا۔

دونوں لاشوں کو وہاں چھوڑ کر سانپ اور ماریا وہاں سے
آگے دوڑے۔ ایک دیوار کا دروازہ کھلا۔ ماریا اور ناگ
جلدی سے اندر داخل ہوگئے۔

یہ ایک گول سا کمرہ تھا جس کی ایک جانب آگ جل

شروع ہوگئی۔ غار کے سارے باہر جانے والے دروازے
بند کر دیئے گئے۔ غار کے اندر چپے چپے پر ناگ کی تلاش
ہونے لگی۔

لال کپڑوں والے پہرے دار اور سپاہی ادھر ادھر پھرنے
لگے۔

کبھی کسی دیوار کا دروازہ کھلتا اور آدمی دوسری طرف کو
بھاگتے۔ کبھی کسی دیوار کا دروازہ کھلتا اور آدمی باہر کو نکلتے۔
اس افراتفری میں ناگ اور ماریا بڑے آرام سے آگے بڑھ
رہے تھے۔

وہ اس کوٹھڑی کی ٹوہ میں تھے جہاں عنبر قید تھا۔ مگر انہیں وہ
کوٹھڑی نہیں مل رہی تھی۔ گھومتے پھرتے وہ ایک جگہ مڑنے
لگے تو ایک سپاہی نے ناگ کو دیکھ لیا۔ اس نے سانپ سانپ

کا شور مچایا۔

وہ پہرے دار نیزے لے کر سانپ کی طرف دوڑے۔
ماریا نے آگے بڑھ کر ایک ہاتھ سے نیزہ چھین کر اس کے سینے
میں گھو

دونوں لاشوں کو وہاں چھوڑ کر سانپ اور ماریا وہاں سے
آگے دوڑے۔ ایک دیوار کا دروازہ کھلا۔ ماریا اور ناگ
جلدی سے اندر داخل ہوگئے۔

یہ ایک گول سا کمرہ تھا جس کی ایک جانب آگ جل

رہی تھی۔ آگ نیلے رنگ کی تھی۔ ایک بوڑھا آدمی وہاں بیٹھا ایک مرتبان سے کوئی نیلے رنگ کی دوائی نکال کر تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آگ میں ڈالے جاتا تھا۔

دوائی ڈالنے سے آگ میں نیلے رنگ کا شعلہ اٹھتا اور پھر بجھ جاتا۔ ماریا اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ سانپ بھی پاس ہی آ گیا۔

پھر وہ بوڑھا اٹھا اور کسی کام کے لیے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

ماریا نے مرتبان کو غور سے دیکھا۔

اتنے میں ایک لال کپڑوں والا آدمی اندر آیا۔ اس نے بوڑھے کو آواز دے کر کہا۔

”جما گوش! میں قیدی کے لیے شربت لے جا رہا

ہوں“۔

بوڑھے نے اندر سے آواز دی۔

”لے جاؤ“۔

لال سپاہی نے ایک پیالے میں مرتبان میں سے نیلے رنگ کی دوائی ڈالی اور چل دیا۔ ماریا نے سانپ کو اس کا پیچھا کرنے کا اشارہ کیا۔

اسے یقین تھا کہ یہ سپاہی جس شخص کے لیے شربت لے کر جا رہا ہے، وہ عنبر ہی ہو سکتا ہے۔ کئی دیواروں کے گول دروازوں میں سے گزر کر آخر وہ لال سپاہی ایک کوٹھڑی کے باہر کھڑا ہو گیا۔

اس نے دیوار پر ایک جگہ زور سے ہاتھ مارا۔

دیوار میں ایک گول دروازہ سا بن گیا۔ لال سپاہی کے

ساتھ ہی ماریا اور ناگ بھی داخل ہو گئے۔ ان کو یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ اندر عنبر زنجیروں میں جکڑا ایک پتھر کے ساتھ اندر بیٹھا تھا۔

لال سپاہی نے شربت کا پیالہ دے کر کہا۔

"اسے پی جاؤ۔ یہ تمہیں طاقت دے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"یہاں رکھ دو۔ میں پی لوں گا"۔

لال سپاہی شربت کا پیالہ زمین پر رکھ کر واپس چلا گیا۔ دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ اس کے جاتے ہی سانپ اور ماریا نے اپنا آپ ظاہر کر دیا۔

عنبر نے جب اپنے قریب ناگ اور ماریا کو دیکھا تو وہ بے حد خوش ہوا۔ اس نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ تم لوگ مجھ سے آن ملے۔ ورنہ میں تو تمہاری امید اتار بیٹھا تھا"۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر بھائی! ہم ایک بڑی ہی خطرناک جگہ آ گئے ہیں۔ میں نے زندگی میں ایسے لوگ نہیں دیکھے جو اس دنیا کے انسانوں کا سارا خون نچوڑنے آئے ہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا مطلب؟"۔

ماریا بولی۔

"مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اس دنیا کے آدمی نہیں ہیں بلکہ کسی دوسری دنیا سے آئے ہیں۔ ان کی دنیا میں جو انسان بستے ہیں ان کا خون ختم ہو رہا ہے۔ خدا جانے کیسے ختم ہو رہا

ہے۔ یہ لوگ اس دنیا کے لوگوں کے جسم سے خون نچوڑنے آئے ہیں“۔

عنبر نے کہا۔

”تم کیا کہہ رہی ہو ماریا؟“۔

ناگ بولا۔

”ماریا ٹھیک کہہ رہی ہے عنبر بھائی“۔

اور پھر ناگ اور ماریا نے شروع سے لے کر ساری کہانی عنبر کو سنا ڈالی۔

عنبر تو اس کا منہ تک کر گیا۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سوچ کر کہا۔

”مصر کے پرانے جادوگر کہا کرتے تھے کہ ہماری دنیا کے علاوہ بھی ستاروں میں ایک ایسی دنیا موجود ہے جہاں ہم

جیسے لوگ بستے ہیں اور وہ ہم سے بہت ترقی کر چکے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ وہی لوگ ہیں“۔

ناگ بولا۔

”عنبر بھائی! اب ہمیں صرف اپنی زندگی ہی نہیں بلکہ ان شیطانوں سے ساری دنیا کے انسانوں کو بچانا ہے اور ہمیں جو کچھ کرنا ہے جلد کرنا ہوگا۔ کیونکہ یہ چاند کی پندرھویں رات کو تباہی کا انڈا دریا میں پھینک دیں گے“۔

عنبر بولا۔

”فکر نہ کرو۔ ہم اس سے پہلے انڈے کو تباہ کر دیں گے“۔

سب سے پہلے تو ہمیں اس قید سے باہر نکلنا ہوگا۔ ان زنجیروں نے مجھے بے بس کر دیا ہے۔ میری یہ زنجیریں کھول

دو۔

ناگ اور ماریا نے مل کر عنبر کے جسم سے ساری زنجیریں کھول دیں۔ وہ آزاد ہو گیا۔ چونکہ ایک قیدی پہلے ہی فرار ہو چکا تھا اس لیے عنبر کی کوٹھڑی کے باہر پہرہ سخت کر دیا گیا تھا۔

ناگ بولا۔

"باہر بڑا سخت پہرہ ہے۔ یہاں سے اب کیسے نکلیں گے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ہم ضرور آزاد ہو جائیں گے"۔

اتنے میں دیوار میں پھر سے گول دروازہ نمودار ہوا اور دو لال سپاہی اندر داخل ہوئے۔ دروازہ پھر سے بند ہو گیا۔

جونہی ان کی نظر عنبر پر پڑی تو وہ چونکے۔ کیونکہ عنبر زنجیروں سے آزاد ہو کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ نہ انہوں نے سانپ کو دیکھا اور نہ ماریا کو۔

وہ شور مچانے ہی والے تھے کہ عنبر نے لپک کر ایک سپاہی کا گلا دبانا شروع کر دیا۔ دوسرے سپاہی کو ناگ نے ڈس دیا۔ تھوڑی دیر بعد دونوں سپاہی مر چکے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ! ہمیں جلدی سے ان لوگوں کا لباس پہن لینا چاہیے تاکہ ہم بھی لال سپاہی نظر آئیں۔ اس طرح ہم آسانی سے اپنا کام کر سکیں گے"۔

ناگ اور عنبر نے فوراً لال سپاہیوں کا لباس پہن لیا ماریا ان کے پاس ہی کھڑی تھی۔ اب وہ باہر نکلنا چاہتے تھے مگر

انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ دیوار میں دروازہ کس طرح کھلتا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"پہرے دار نے باہر کی طرف دیوار پر ہاتھ مار کر دروازہ کھولا تھا۔ میرا خیال ہے ہم بھی وہی کرتے ہیں"۔

انہوں نے دیوار پر کئی بار جگہ جگہ ہاتھ مارا مگر دروازہ نمودار نہ ہوا۔ وہ تھک ہار کر بیٹھ گئے۔ اب وہ اس بات کا انتظار کرنے لگے کہ کوئی لال سپاہی یا پہرے دار اندر آئے تو وہ کھلے دروازے میں سے باہر کو بھاگیں۔ انہیں زیادہ تکلیف نہ اٹھانی پڑی۔

باہر سے گھوں گھوں کی آواز آئی اور اچانک دیوا میں گول دروازہ نمودار ہو گیا۔ دو لال سپاہی اڑن طشتری پر اندر آئے

ان کے اندر آتے ہی ناگ اور عنبر باہر کو بھاگے۔

ماریا بھی ان کے ساتھ تھی۔ طشتری والے سپاہیوں نے اندر دو آدمیوں کی لاشیں دیکھیں تو طشتری سے اتر کر ان کے پاس آئے۔ بہت جلد انہیں معلوم ہو گیا کہ ان کے اپنے آدمی قتل ہو گئے اور قیدی سپاہیوں کے لباس میں غار میں موجود ہیں۔

وہ تیزی سے واپس بھاگے اور مقدس چمگادڑ کو جا کر اطلاع کی۔

وہ غصے سے کھولنے لگا۔

"بدبختو! تم لوگوں سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ دوسرے قیدی کی حفاظت کر سکو۔ وہ بھاگ گیا ہے؟ اب کیا ہو سکتا ہے۔ مگر وہ لال وردی میں غار میں موجود ہیں۔ سارے سپاہیوں کی

تلاشی لو اوان کی پڑتال کرو، قیدی پکڑے جائیں تو ان دونوں
کو اسی جگہ ختم کردو۔ یہ میرا حکم ہے"۔

"جو حکم سردار"۔

لال سپاہیوں نے اس حکم کے آگے سر جھکا دیئے۔ اب تو
سارے غار میں بہت زیادہ شور مچ گیا کہ دوسرا قیدی بھی
بھاگ گیا ہے، فوراً سارے لال کپڑوں والے سپاہیوں کو
مقدس جیو پیٹر کے کمرے میں قطار میں کھڑا کر دیا گیا۔

ان میں عنبر اور ناگ نہیں تھے۔ وہ ایک دوسرے کمرے
میں چھپے ہوئے تھے۔ ماریا نے کہا کہ وہ کب تک چھپ سکیں
گے، انہیں پکڑ لیا جائے۔

ناگ تو اسی وقت سانپ کے روپ میں آ کر ماریا کے
گلے میں لٹک گیا۔ ماریا کے گلے میں لٹکنے سے وہ غائب ہو

گیا۔ اب صرف عنبر باقی رہ گیا تھا۔ وہ لال کپڑوں میں تھا۔

اتنے میں ایک سپاہی اندر آیا۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ تمہیں معلوم نہیں کہ مقدس
جیو پیٹر نے تمام سپاہیوں کو اپنے خاص کمرے میں بلایا ہے؟
چلو میرے ساتھ"۔

عنبر نے کہا۔

"دوست! تم چلو۔ میں ابھی دوائی پی کر آتا ہوں۔ اصل
میں میرا سر درد کر رہا ہے"۔

سپاہی بولا۔

"خبردار دیر نہ کرنا۔ نہیں تو جان سے مار دیئے جاؤ گے"۔

پھر وہ سپاہی جاتے جاتے پلٹ کر بولا۔

"مگر تم کون سے سپاہی ہو؟"

تمہارا نمبر کیا ہے؟

میں نے تمہاری آواز یہاں پہلے کبھی نہیں سنی۔ ذرا اپنے چہرے سے کپڑا اٹھاؤ۔

ماریا گھبرا گئی۔ کیونکہ اب بھانڈا پھوٹ رہا تھا۔

عنبر نے مسکرا کر ماریا سے کہا۔

"ماریا! اپنا کام شروع کر دو"۔

سپاہی نے کہا۔

"میرا نام ماریا نہیں ہے۔ تم کس سے بات کر رہے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہاری موت سے باتیں کر رہا تھا بھائی"۔

"بکواس بند کرو"۔

سپاہی نے اتنا ہی کہا تھا کہ ماریا نے بڑے زور سے اس کے سر پر ایک پتھر مارا۔ سپاہی اچانک پتھر کھا کر گرا اور گرتے ہی بے ہوش ہو گیا۔

عنبر نے کہا۔

"اب کیا کرنا چاہیے۔ میں قطار میں کھڑا ہوا تو صاف پہچان لیا جاؤں گا۔ میرا خیال ہے، ہمیں اس کمرے میں جانے کی کوشش کرنی چاہیے جہاں تباہی کا انتظار کھا ہوا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میں اس کمرے سے واقف ہوں"۔

ماریا، عنبر اور ناگ کو لے کر اس کمرے کی طرف بڑھی

جہاں ایک شیشے کے مرتبان میں وہ خطرناک انڈا رکھا تھا۔
جس نے دریا کی لہروں میں گم ہو کر ساری دنیا کے انسانوں کو ہلاک کر دیتا تھا۔

مقدس چمگادڑ

تینوں بہن بھائی کوٹھڑی سے نکل کر باہر آ گئے تھے۔
ابھی وہ راہداری میں ہی تھے کہ ایک دم سے سارے غار میں زور سے گھنٹی بج اٹھی۔
اس گھنٹی کی آواز کے ساتھ ہی ہر طرف ایک طوفان مچ گیا۔ غار میں ایک آواز گونجی۔
"سب سپاہی ہوشیار ہو جائیں! دونوں قیدی اپنی اپنی

کوٹھڑیوں سے بھاگ گئے ہیں۔ انہیں جہاں وہ دکھائی دیں، پکڑ کر مار ڈالو۔ ان کے پاس ہمارے غار کا راز ہے۔ اگر وہ یہاں سے باہر نکل گئے تو ہم برباد ہو جائیں گے"۔

عنبر چوکس ہو کر بولا۔

"ماریا! ہمیں جلدی جلدی انڈے والے کمرے میں پہنچ کر اسے تباہ کرنا ہوگا۔ اگر ان لوگوں نے مجھے کسی جال میں پکڑ لیا تو ہو سکتا ہے یہ دنیا تباہ ہو جائے اور ہم منہ دیکھتے رہ جائیں"۔

"میرے ساتھ ساتھ آؤ"۔

ماریا اب عنبر کو ساتھ لے کر تیزی کے ساتھ اس کمرے کی طرف بڑھی جہاں اس نے ایک شیشے کے مرتبان میں وہ تباہی کا انڈا دیکھا تھا۔

مگر اب جگہ جگہ سپاہی مل رہے تھے۔ اگر عنبر نے سپاہیوں کی لال وردی نہ پہنی ہوتی تو اسے کب کا پکڑ لیا جاتا۔ پھر بھی خطرہ سر پر منڈلا رہا تھا۔

انہیں قدم قدم پر مصیبت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ ناگ سانپ کی شکل میں ماریا کی گردن میں لٹکا ہوا تھا اور ماریا کے ساتھ وہ بھی غائب تھا۔

ماریا عنبر کو لے کر ایک دیوار کے دروازے میں سے گزری تو سامنے وہ کمرہ تھا جہاں ایک گول میز کے اوپر چبوترے پر وہ مرتبان تھا جس میں انڈا موجود تھا۔

عنبر کو ماریا نے انڈا دکھاتے ہوئے کہا۔

"عنبر بھائی! یہ وہ تباہی کا نشان ہے۔ یہ وہ بربادی کا انڈا ہے جس میں دنیا کی تباہی چھپی ہوئی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

”ہمیں اسے فوراً اپنے قبضے میں کر لینا چاہیے“۔

عنبر تیزی سے مرتبان کی طرف لپکا۔ مرتبان بند تھا۔ عنبر نے مرتبان کے منہ پر پورے زور سے مکا مارا۔ مرتبان کا منہ ٹوٹ گیا۔

عنبر نے مرتبان کے اندر ہاتھ ڈال کر انڈا باہر نکال لیا اور اسے ہاتھ میں لے کر غور سے دیکھنے لگا۔

ماریا نے کہا۔

”عنبر بھائی! اب یہاں سے نکل بھاگنا چاہیے نہیں تو کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں“۔

ابھی وہ بھاگنے کی سوچ ہی رہے تھے کہ دیواروں کے چاروں گول دروازے ایک دم سے کھل گئے۔ اور لال سپاہی

اور چمگادڑ ایک گرج دار غصیلی آواز کے ساتھ شور مچاتا اندر آ گیا۔

”خبردار! جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہو۔ اگر ذرا سا قدم بھی اٹھایا تو اسی جگہ بھسم کر دوں گا“۔

عنبر نے سرگوشی میں ماریا سے کہا۔

”ماریا! یہ انڈا لے کر فوراً یہاں سے باہر نکل جاؤ۔ اگر باہر نہ نکل سکو تو اس انڈے کو ضائع کر کے کسی جگہ پر بھی میرا انتظار کرنا“۔

چمگادڑ جیوپیٹر نے چیخ کر کہا۔

”خبردار! انڈا مرتبان میں واپس رکھ دو۔ نہیں تو تمہاری بوٹی بوٹی کر کے کووں کو کھلا دی جائے گی“۔

مگر عنبر نے بڑی جلدی سے انڈا ماریا کے ہاتھ میں دے

دیا۔ ماریا خود بھی کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ انڈا اس کے ہاتھ
میں گیا تو انڈا بھی غائب ہو گیا۔

سپاہیوں نے عنبر کو جکڑ لیا۔ چمگادڑ جیوپیٹر نے آگے بڑھ
کر عنبر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر غصے میں کہا۔

”کہاں ہے انڈا؟“۔

عنبر نے کہا۔

”انڈا میرے پاس نہیں ہے۔ انڈا میرے پاس کہاں ہو
سکتا ہے؟ تم کس انڈے کی بات کر رہے ہو؟“۔

چمگادڑ جیوپیٹر نے عنبر کے سر پر پوری طاقت سے مارا
جیوپیٹر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس نے کسی چٹان پر مکا مار دیا
ہو۔ وہ اپنا ہاتھ ملنے لگا۔ اس نے زیادہ خیال نہ کیا۔ وہ چیخا۔

”ابھی انڈا تمہارے ہاتھ میں تھا۔ میں نے خود تمہارے

ہاتھ میں انڈا دیکھا ہے۔ بولو! کہاں ہے وہ؟ نہیں تو میں ابھی
تمہیں قتل کر دوں گا؟“۔

عنبر مسکرایا۔

”تم یہ بتاؤ کہ اس غار میں کیا کر رہے ہو؟ تم کس دنیا
سے، کس ستارے سے یہاں آئے ہو؟“۔

”تم یہ پوچھنے والے کون ہو؟“۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

”سنو! اے مکروہ صورت چمگادڑ۔ تم ایک خبیث روح
ہو۔ تم کسی دوسری دنیا کے شیطان ہو۔ میں خوب جانتا ہوں
کہ تم ایک ستارے سے یہاں انسانوں کا خون چوسنے آئے
ہو۔

تم ہماری دنیا کو تباہ کرنے آئے ہو مگر میں ایسا نہیں

ہونے دوں گا۔

تم سمجھتے ہو کہ تم بہت بڑے جادوگر ہو؟ تم غلطی پر ہو۔ میں تم سے زیادہ بڑا جادوگر ہوں۔ تم نے میری جادوگری ابھی دیکھ لی ہے۔ ابھی تمہارا خطرناک انڈا میرے ہاتھ میں تھا۔ مگر اب نہیں ہے۔

چمگادڑ کے تو ہوش اڑ گئے۔ مارے غصے کے اس کے ہونٹوں سے جھاگ بہنے لگا۔ اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس گستاخ شخص کی زبان کاٹ دی جائے اسی وقت ایک جلاد چمکتا ہوا تیز خنجر لے کر عنبر کے سامنے آ گیا۔

دو آدمیوں نے عنبر کو جکڑ لیا۔ تیسرے آدمی نے اس کا جبڑا زبردستی کھولا۔ عنبر نے اپنی زبان باہر نکل دی۔

جلاد نے پوری طاقت سے اس کی زبان پر خنجر چلا دیا،

لیکن وہی ہوا جو اکثر ہوتا تھا، خنجر دو ٹکڑے ہو کر زمین پر گر پڑا۔ چمگادڑ پیچھے ہٹ کر غور سے زمین پر گرے خنجر تک ٹکڑوں کو تکنے لگا۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

اے شیطان! میں تمہیں اب معاف نہیں کروں گا۔ میں تمہارے اور تمام شیطانی چیلوں کو اسی غار کے اندر ایک ایک کر کے ہلاک کر دوں گا۔

تم واپس اپنے ستارے پر ہم انسانوں کا خون لے کر نہ جا سکو گے بلکہ اس زمین پر تمہارے شیطانوں کا خون بہے گا۔

چمگادڑ جیوپیٹر نے تلوار کھینچ کر نکالی اور عنبر کے سر پر چھ سات وار کر دیئے۔ ہر وار پر تلوار کی آواز آتی۔ جیسے پتھر پر پڑ رہی ہو اور عنبر کے سر میں سے چنگاریاں سی نکل پڑتیں۔

سارے لوگ حیران ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ ماریا ان کے پیچھے انڈا جیب میں لیے کھڑی تھی۔ اس نے انڈے کو اپنی جیب کے تھیلے میں رکھا اور ایک سپاہی کا نیزہ لے کر دو سپاہیوں کے سینوں میں باری باری گھونپ دیا۔

دونوں سپاہی زخمی ہو کر گرے اور تڑپنے لگے۔ دوسرے سپاہی دہشت کے مارے پرے ہٹ گئے۔ عنبر نے اونچی آواز میں کہا۔

"اے شیطان کے چیلو! یاد رکھو! تم اب اس زمین پر کوئی دم کے مہمان ہو۔ تم ہماری دنیا کو تباہ کرنے آئے تھے۔ لیکن ہم لوگوں کو یہاں قید کر کے تم خود اپنے ہی جال میں پھنس گئے۔ ہم اپنی زمین کو تباہ ہوتے نہیں دیکھ سکتے"۔

سپاہی عنبر پر ٹوٹ پڑے۔ پیچھے سے ماریا نے بھی حملہ کر

دیا۔ وہ باری باری بڑے آرام سے ایک ایک لال سپاہی کو ہلاک کرتے چلی جا رہی تھی کیونکہ اسے کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔

دوسری طرف ناگ نے بھی ماریا کے گلے میں لٹکے لٹکے دو سپاہیوں کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ عنبر نے اب تلوار سنبھال لی تھی۔ اور دشمنوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹ رہا تھا۔

دیکھتے دیکھتے آدھے سے زیادہ سپاہی ڈھیر ہو گئے۔ کچھ سپاہی بھاگ کھڑے ہوئے۔ جیوپیٹر چمگادڑ بھی اٹھ دوڑا۔

مصیبت سے نجات

چمگاڈر جیوپیٹر کے دوڑتے ہی ماریا نے آواز دی۔

"عنبر! اسے پکڑو۔ ہو سکتا ہے یہ کوئی اور شرارت کرے"۔

عنبر چمگاڈر کے پیچھے دوڑ پڑا۔ اس کے تعاقب میں ماریا بھی بھاگی۔ چمگاڈر بھاگتا ہوا ایک طشتری پر سوار ہو گیا۔ وہ اڑن طشتری ایک گول دروازے میں سے نکل کر دوسرے

کمرے میں داخل ہو گئی۔

عنبر نے ماریا سے کہا کہ وہ ابھی اڑن طشتری میں سوار ہو جائے دونوں فوراً ایک زرد رنگ کی اڑن طشتری پر سوار ہو گئے۔ یہ اڑن طشتری بھی چمگاڈر کی اڑن طشتری کے پیچھے روانہ ہو گئی۔

عنبر یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اڑن طشتری اپنے اگلی اڑن طشتری کے پیچھے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ غار میں کئی کمروں میں گھومنے کے بعد چمگاڈر جیوپیٹر نے جب دیکھا کہ اس کا پیچھا کیا جا رہا ہے تو وہ جلدی سے اس کمرے میں آ گیا جہاں چبوترے پر گول پنجرہ بنا تھا۔

چمگاڈر جیوپیٹر اس پنجرے میں داخل ہو کر وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا۔

www.urdurasala.com

ماریا نے عنبر سے کہا۔

”عنبر! اگر یہ چمگادڑ اس پنجرے میں داخل ہو گئے تو یہ غائب ہو جائے گا“۔

عنبر کی اڑن طشتری چبوترے کے پاس آ کر رک گئی۔عنبر چھلانگ لگا کر اڑن طشتری میں سے کودا۔

اس نے ناگ سے کہا۔

”ناگ! اس شیطان کو دبوچ لو۔یہ یہاں سے بھاگنے نہ پائے۔“

ناگ پہلے ہی سانپ کی شکل میں ماریا کے گلے میں لٹک رہا تھا۔عنبر کا اشارہ پاتے ہی وہ ماریا کے گلے میں سے اچھل کر پنجرے کی طرف آیا۔

چمگادڑ اس وقت پنجرے میں داخل ہو چکا تھا۔اس نے

پنجرے کے لوہے کے جنگلے کو بند کر دیا تھا۔اس نے عنبر کی طرف دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

آخر میں تم سے بچ کر نکل گیا۔تم مجھے پکڑ نہیں سکتے تھے۔

تم اب اپنی دنیا کو بھی تباہی سے نہیں بچا سکو گے، کیا ہوا اگر تم نے خطرناک انڈے کو حاصل کر لیا ہے۔

میرے پاس ایک ایسا زہر ہے جس کو میں ابھی اس غار سے باہر جا کر دریا میں ملا دوں گا۔اس کے اثر سے سمندر کا سارا پانی زہریلا ہو جائے گا۔

پھر سمندر کا پانی لے کر جو بادل بارش برسائیں گے اس بارش کے اثر سے لوگ، حیوان اور پرندے مر جائیں گے اور کھیت بنجر ہو جائیں گے۔

”ایک مہینے کے اندر اندر اس زمین پر کوئی انسان زندہ

باقی نہیں رہے گا اور پھر میں اوپر اپنی دنیا میں چلا جاؤں گا۔ اگر میں اس دنیا کے لوگوں کا خون اپنے ساتھ نہیں لے جا سکا تو تم لوگ بھی زندہ نہیں رہ سکو گے۔ ہاہاہا“۔

چمگادڑ جیوپیٹر پنجرے میں سے ایک بٹن کو دبانے ہی والا تھا کہ اسے ایک خوفناک پھنکار سنائی دی۔

اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ اس کے پیچھے ایک سیاہ رنگ کا سرخ آنکھوں والا سانپ اپنا ڈراؤنا پھن پھیلا اس کی طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

چمگادڑ جیوپیٹر بٹن کو دبانے لگا تو سانپ نے زور سے پھنکار ماری اور لپک کر اس کے ماتھے پر ڈس دیا۔ ناگ نے اپنا سارا زہر ایک ہی وار میں چمگادڑ کے جسم میں داخل کر دیا۔

اس زہر نے چمگادڑ کے سارے جسم کو ایک دم سے سن کر دیا۔

اس کا ہاتھ بٹن کے اوپر ہی دھرا رہ گیا۔ وہ لڑکھڑایا اور پنجرے کے اندر ہی گر پڑا۔

اس کے منہ اور ناک سے نیلے رنگ کا خون بہنے لگا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس نے تڑپ کر ایک ہچکی لی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گیا۔

اب ناگ نے انسان کی شکل اختیار کر لی تھی۔

ماریا ناگ اور عنبر پنجرے کے ساتھ لگ کر کھڑے ہو گئے اور اس شیطان چمگادڑ کی لاش کو غور سے تکنے لگے۔ اس کا سارا جسم نیلا ہو گیا تھا۔ اس کے بال جھڑ گئے تھے اور آنکھیں ابل کر باہر آ گئی تھیں۔

ماریا نے کہا۔

”ہمیں یہاں سے جلد سے جلد باہر نکل جانا چاہیے۔

کوئی پتا نہیں کہ یہ غار ایک خوفناک دھماکے سے پھٹ جائے
یا یہاں کوئی زبردست زلزلہ آ جائے"۔

ناگ بولا۔

"عنبر بھائی ماریا ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں یہاں سے نکل
جانا چاہیے تباہی کا انڈا تو ہمارے قبضے میں آ چکا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن ہم اس انڈے کو لے کر باہر نہیں لے جا سکتے اس
کا باہر لے جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔ ہم اسے باہر تباہ
نہیں کر سکتے۔ ہمیں اسے اسی غار میں ضائع کرنا ہوگا"۔

ماریا نے کہا۔

"میرا خیال ہے اسے زمین کھود کر اندر دبا دینا چاہیے پھر
اس کی شعائیں کبھی باہر نہیں نکل سکیں گی"۔

عنبر بولا۔

"ماریا نے ٹھیک سوچا ہے۔ آؤ گڑھا کھود کر اسے زمین
کے اندر دفن کر دیں"۔

انہوں نے اسی وقت زمین کو ایک جگہ سے پتھر
اکھاڑ کر کھودنا شروع کر دیا۔ پتھروں کے نیچے زمین کافی نرم
تھی۔

جب کافی گہرا گڑھا کھودا جا چکا تو ماریا نے تھیلے میں سے
انڈا نکال کر اس کے اندر رکھ دیا۔ عنبر اور ناگ نے بیلچے سے
گڑھا پر کر دیا۔

پھر اس کے اوپر پتھر جوڑ دیئے۔ اس کام سے فارغ ہو کر
انہوں نے پنجرے میں دیکھا۔

پنجرے میں چمگادڑ کی لاش گل سڑ کر ایک دم سے ہڈیوں

کا ڈھانچہ بن چکی تھی۔

عنبر نے کہا۔

”میرا خیال ہے، اس غار کے اندر تباہی کی شعاؤں کا کوئی پراسرار عمل ہو رہا ہے۔ ہمیں یہاں سے جس قدر جلدی ہو، نکل جانا چاہیے“۔

چمگاڈر کے مرتے ہی سچ مچ ایک پراسرار تبدیلی آنا شروع ہو گئی تھی۔ غار کی روشنی مدہم ہونے لگی تھی۔ چھت کے ساتھ لٹکی ہوئی اڑن طشتریوں نے ہلنا شروع کر دیا تھا۔

چبوترے کے پنجرے پر بھی ہلکا ہلکا لرزہ طاری ہو گیا تھا۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد زمین بھی ہل جاتی تھی۔ جیسے زلزلے کا ہلکا سا جھٹکا آتا ہو۔

ماریا نے کہا۔

”جلدی چلو یہاں سے“۔

ناگ نے کہا۔

”مگر ہمیں باہر جانے کا راستہ معلوم نہیں۔ ہم کدھر سے باہر جائیں گے“۔

ماریا کے ذہن میں ایک خیال بجلی کی طرح چمکا۔

اس نے کہا۔

”میرا خیال ہے ہمیں اڑن طشتری پر سوار ہو جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے یہ طشتری ہمیں یہاں سے باہر لے جائے“۔

”چلو۔ جلدی کرو“۔

ناگ نے کہا۔

تینوں ایک اڑن طشتری میں سوار ہو گئے۔ ایسا لگتا تھا

جیسے اڑن طشتری بھی ان کے سوار ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔ ان کے سوار ہوتے ہی طشتری نے زمین سے تھوڑا سا اونچا ہو کر ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔

طشتری جدھر کو جاتی اس کے آگے دیوار میں گول دروازے نمودار ہو کر کھلتے چلے جاتے۔ انہوں نے ہر کمرے میں سے گذرتے ہوئے لال کپڑوں والے سپاہیوں کی لاشیں ادھر ادھر بکھری پڑی دیکھیں۔

یہ لاشیں گل سڑ کر ہڈیوں کے ڈھانچے بن چکی تھیں۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انہیں مرے کئی سو سال گزر گئے ہوں۔ ہر کمرے میں روشنی دھیمی ہو رہی تھی۔ اور غار کی چھت سے کبھی کبھی زلزلے کی وجہ سے کوئی پتھر گر پڑتا تھا۔

اچانک غار میں انہیں ایک چیخ سنائی دی اور ایک کمرے

کے دروازے میں سے ایک لال کپڑوں والا سپاہی دونوں ہاتھ پھیلائے ان کی طشتری کی طرف بڑھا۔ اس کی آنکھیں باہر کو ابلی ہوئی تھیں اور سارے جسم سے نیلے رنگ کا خون بہہ رہا تھا۔

وہ طشتری پر چڑھنے کے لیے آگے بڑھا۔ ناگ نے لات مار کر اسے گرا دیا۔ اس نے جیب سے ایک خنجر نکال کر ناگ کی طرف پھینکا۔ اگر ناگ نیچے نہ بیٹھ جاتا تو خنجر ضرور اس کی گردن میں کھب جاتا۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا نیچے بیٹھ جاؤ۔ یہ شیطان شاید پھر حملہ کرے"۔

ماریا بھی طشتری پر نیچی ہو کر بیٹھ گئی۔ لال سپاہی طشتری کے پیچھے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

طشتری غار کے جس کمرے میں جاتی، وہ بھی اس کے پیچھے آتا مگر اس کی رفتار طشتری کے مقابلے میں کم تھی۔ آخر وہ تھک گیا۔

اب اس کے جسم کی کھال لٹکنے لگی۔ عنبر، ماریا اور ناگ نے دیکھا کہ اس کا پیچھا کرنے والے لال سپاہی کی گردن ڈھلک گئی تھی۔

اس کی کھال جسم سے علیحدہ ہو کر لٹکنے لگی۔ پھر اس کا گوشت ڈھل گیا اور اس کے بدن کی ساری ہڈیاں نظر آنے لگیں اور پھر وہ ایک بھیانک چیخ مار کر زمین پر گر پڑا۔

ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

”خدایا تیرا شکر ہے۔ دشمن مر گیا ہے“۔

ایک دشمن مر گیا تھا، مگر دوسرا دشمن ان کے سامنے تھا۔

اڑن طشتری غار میں، زمین سے اونچی ہو کر آگے ہی آگے اڑی چلی جا رہی تھی۔ غار کی دیواروں میں ایک کے بعد ایک دروازہ کھلتا جا رہا تھا۔

ایک دروازہ کھلا۔ طشتری دوسری طرف گئی تو انہیں ایک خوفناک آواز سنائی دی۔ ماریا ڈر گئی۔ ان کے سامنے ایک بہت بڑا مکروہ شکل چمگادڑ اپنے پنجے اور پر کھولے کھڑا تھا۔

اس بھیانک چمگادڑ کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔

ناگ نے کہا۔

”نہیں نہیں ناگ! تم مت جانا۔ یہ بلا تمہیں ہلاک کر دے گی۔ ٹھہرو! میں اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ یہ مجھے کچھ نہ کہے گا“۔

ایک عجیب اتفاق یہ ہوا کہ چمگاڈر کے سامنے جا کر طشتری بھی رک گئی ۔جیسے وہ بھی چمگاڈر کی بھیانک چیخ سے ڈر گئی ہو۔

عنبر تلوار کھینچ کر طشتری سے اچھل کر میدان میں چمگاڈر کے پاس آ گیا۔ چمگاڈر نے زو سے چیخ ماری اور عنبر پر حملہ کر دیا۔

عنبر پہلے سے ہی تیار تھا۔ چمگاڈر نے عنبر کو اپنے خونی پنجوں میں جکڑ لیا۔اس کا خیال تھا کہ وہ عنبر کو ایک پل میں ہلاک کر دے گا مگر ایسا نہ ہوا۔

چمگاڈر کے چھریوں جیسے تیز پنجے عنبر کے جسم میں کھب گئے ۔لیکن عنبر کو کچھ نہ ہوا۔ الٹا عنبر نے تلوار سے چمگاڈر پر وار کرنے شروع کر دیے۔

عنبر کی تلوار کے ایک کاری وار نے چمگاڈر کا ایک پر کاٹ کر رکھ دیا۔

درد کی شدت سے چمگاڈر زور سے بلبلا اٹھا۔اس کے منہ سے شعلے نکلنے لگے۔اس نے عنبر کو اپنے پنجوں میں دبوچ کر اپنے منہ کے تیز دانتوں میں جکڑنا چاہا۔

عنبر جب چمگاڈر کے منہ کے پاس پہنچا تو اس نے تلوار کے زوردار وار سے چمگاڈر کی ایک آنکھ پھوڑ دی۔ چمگاڈر وحشیوں کی طرح اچھلنے لگا۔عنبر پر وار کرتا چلا گیا۔

چمگاڈر کے جسم سے نیلے رنگ کا خون جاری ہوگیا۔

چمگاڈر نے جھنجھلا کر عنبر کے سر پر زور سے پنجہ مارا۔ٹھیک اسی وقت عنبر نے تلوار کا وار کیا اور چمگاڈر کا دوسرا پنجہ بھی کٹ کر فرش پر گر پڑا۔

ایک دردناک چیخ بلند ہوئی۔ چمگادڑ نے اپنا سر غار کی دیواروں سے ٹکرایا۔

ناگ نے چیخ کر کہا۔

''عنبر! اسے ہلاک کر دو''۔

غار میں زلزلہ سا آنے لگا تھا۔ روشنی کم سے کم تر ہو گئی تھی۔ ان کے پاؤں کے نیچے زمین تھرتھرانے لگی تھی۔ عنبر نے تلوار کا ایک بھرپور ہاتھ مارا اور چمگادڑ کی گردن پر اتنا گہرا شگاف پڑ گیا کہ اس کی گردن ایک طرف کو لٹک گئی۔

چمگادڑ ایک طرف کو لڑکھڑایا۔ عنبر نے اس کے لڑکھڑاتے ہی اس کی کمر پر ایک اور وار کر دیا۔ اب چمگادڑ نہ اٹھ سکا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

عنبر نے تلوار سے اس پر زوردار وار کرنے شروع کر

دیے۔ چمگادڑ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا ہو گیا۔ عنبر واپس آ کر اڑن طشتری پر سوار ہو گیا۔

اڑن طشتری بھی جیسے مر گئی تھی۔ اس میں کوئی حرکت پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

''اس طشتری کو چھوڑ دو۔ یہ ختم ہو گئی ہے''۔

ماریا نے کہا اور ناگ عنبر اڑن طشتری سے اتر گئے۔

انہوں نے پیدل ہی آگے چلنا شروع کر دیا۔

چمگادڑ کے مرتے ہی اس کے پیچھے دیوار میں ایک شگاف پیدا ہو گیا تھا۔ وہ اس شگاف میں سے آگے نکل گئے۔ یہاں اندھیرا تھا اوپر دور غار کی چھت میں سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"یہ سورج کی روشنی ہے ناگ"۔

وہ پہلی بار غار میں سورج کی روشنی دیکھ رہے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اب آزادی کے قریب تھے۔ انہوں نے روشنی کے پیچھے پیچھے چلتے ہوئے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔

سامنے پتھریلی سیڑھیاں آ گئیں جو اوپر کو جا رہی تھیں۔ سیڑھیاں بائیں طرف کو گھوم گئیں۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو سامنے ایک چبوترہ سا آ گیا۔

اس چبوترے پر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ یہ روشنی بھی چھت کے کسی سوراخ میں سے آ رہی تھی۔

دیوار کے ساتھ دونوں طرف چمگادڑ کے بڑے بڑے بت بنے ہوئے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"باہر جانے کا راستہ ضرور یہیں کہیں ہوگا"۔

ماریا نے کہا۔

"ان دو چمگادڑوں کے درمیان کہیں دروازہ ہو سکتا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"آگے بڑھ کر دیکھتا ہوں"۔

ناگ نے آگے بڑھ کر دیوار کے پتھروں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ ایک پتھر اسے اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہلتا ہوا محسوس ہوا۔

ناگ نے پتھر کو کھینچ کر باہر نکال لیا۔ پتھر کے باہر کھینچتے ہی ایک گڑگڑاہٹ سی سنائی دی۔ اور دیوار میں چھوٹا سا شگاف پیدا ہو گیا۔

یہ شگاف اتنا سا تھا کہ اس میں سے صرف ایک آدمی باہر جا سکتا تھا۔ اس شگاف میں سے باہر کی روشنی کا سیلاب سا اندر آ رہا تھا۔

ناگ نے کہا۔

"یہی راستہ باہر جانے کا ہے۔ جلدی سے اس میں سے گزر چلو"۔

زمین بڑے زور سے ہل رہی تھی۔ غار کی چھت سے پتھروں نے گزرنا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے سیڑھیوں میں سے جھانک کر دیکھا۔

نیچے گہرا اندھیرا چھا گیا تھا۔ انہیں ایسی آوازیں نیچے غاروں سے سنائی دینے لگی تھیں جیسے ساری کی ساری اڑن طشتریاں ایک دوسری سے چکر کھا کھا کر ٹکرا رہی ہوں۔

عنبر، ناگ اور ماریا، باری باری شگاف میں سے رینگ کر باہر نکل گئے۔

باہر جزیرے میں صبح کی روشنی اور چمکیلی دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ آسمان پر کوئی بادل نہیں تھا۔ اس کا رنگ گہرا نیلا تھا۔ خوشگوار ہوا چل رہی تھی۔ اور ناریل کے درخت دھوپ میں چمک رہے تھے۔

غار کی شیطانی مخلوق سے آزادی حاصل کرنے کے لئے انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہ کمال کی بات تھی کہ ان کے باہر نکلتے ہی غار کی دیوار کا شگاف ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا تھا۔

شیطان جہاز میں

غار کے اندر سے خوفناک آوازیں آنے لگی تھیں۔

عنبر نے کہا کہ یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے بھاگ چلو۔

وہ تیزی سے پہاڑی پر سے بھاگنے لگے۔

جب وہ نیچے زمین پر آئے تو ان کا سانس پھولا ہوا تھا۔

وہ سمندر کی طرف دوڑنے لگے، کیونکہ غار کے اندر سے اب دھماکے شروع ہو گئے تھے۔

جب وہ پہاڑی سے دو ناریلوں کے جھنڈوں میں پہنچے تو ایک زبردست دھماکا ہوا اور پہاڑی پھٹ گئی۔ اندر سے آگ کے شعلے بلند ہونے لگے۔

جزیرے کے جنگل کے سارے جانور اپنی اپنی ٹھنیوں سے اڑ گئے۔ بڑے بڑے پتھر اڑ کر جنگل اور سمندر میں گرنا شروع ہو گئے۔

تینوں بہن بھائی ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ سارے جزیرے کی زمین ہل رہی تھی۔

ماریا نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

"معلوم ہوتا ہے سارا جزیرہ سمندر میں ڈوب رہا ہے"۔

ناگ بولا۔

"ایسا نہیں ہو گا۔ غار تباہ ہو رہا ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، پہاڑی کے اندر سے جوالا مکھی پھٹ پڑا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم ٹھیک وقت پر باہر آ گئے، اگر اس وقت ہم اندر ہوتے تو ہم زندہ نہیں بچ سکتے تھے"۔

پہاڑی میں سے اونچے اونچے نیلے رنگ کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ ایسے لگتا تھا کہ اندر بہت زبردست آگ لگی ہوئی ہے۔

پھر ایک اور دھماکا ہوا اور ساری کی ساری پہاڑی زمین کے ساتھ لگ گئی۔ جیسے غار کے اندر کوئی بہت بھیانک سوراخ ہو گیا ہو جس نے ساری پہاڑی کو نگل لیا ہو۔

ماریا بولی۔

"کس قدر خوفناک منظر ہے یہ! پہاڑی زمین سے

غائب ہو گئی ہے"۔

جہاں پہلے پہاڑی تھی وہاں اب ایک گڑھا سا پڑ گیا تھا جس میں سفید رنگ کا دھواں اٹھ رہا تھا اور گڑگڑ کی آوازیں آ رہی تھیں جیسے اندر پانی ابل رہا ہو۔

عنبر نے کہا۔

"یہاں سے اب بھاگ نکلنا چاہیے"۔

وہ چٹان کی اوٹ سے نکل کر سمندر کی طرف دوڑنے لگے۔ ناریلوں کے درختوں سے بھرے ہوئے جنگل میں ہر طرف پہاڑی کے ٹوٹے پھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔

یہ پتھر بڑے گرم تھے اور ان کی گرمی کی وجہ سے جنگل میں کئی جگہوں پر آگ لگ رہی تھی۔ وہ بھاگتے بھاگتے جنگل سے باہر نکل آئے۔

ان کا بادبانی جہاز تھوڑے فاصلے پر کھڑا تھا۔

ناگ بولا۔

"ہمیں جتنی جلدی ہو سکے جہاز پر سوار ہو جانا چاہیے"۔

وہ تھک گئے تھے مگر برابر بھاگ رہے تھے۔ آخر وہ جہاز کے پاس آ گئے۔ جہاز کے سامنے والے جنگلے کے ساتھ رسی کی سیڑھی لٹک رہی تھی۔

وہ بڑی جلدی سے سیڑھی پر چڑھ کر جہاز کے جنگلے پر آ گئے۔ جہاز کے عرشے پر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اب جو انہوں نے دیکھا تو جنگل میں سے دھواں اٹھ رہا تھا اور کہیں کہیں آگ بھی لگ رہی تھی۔

سمندر کی لہریں بڑے زور سے ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔ ان کا جہاز اگرچہ آدھا ریت پر چڑھا ہوا تھا پھر بھی وہ

ہچکولے کھانے لگا تھا۔ ایک لہر بڑے زور سے آ کر جہاز سے ٹکرائی اور جب وہ واپس جانے لگی تو اپنے ساتھ جہاز کو بھی ریت سے اکھاڑ کر واپس لے گئی۔

عنبر نے زور سے کہا۔

"ناگ! لنگر سمندر میں ڈال دو۔ جہاز ریت سے نکل گیا ہے۔ اگر لنگر نہ پھینکا تو یہ ساحل کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا"۔

ناگ نے فوراً لنگر پانی میں ڈال دیا۔

لنگر سمندر میں جا کر ریت میں گڑ گیا۔ لنگر کے گرتے ہی جہاز اپنی جگہ پر مضبوطی سے جم گیا۔ لہروں کا شور ابھی کم نہیں ہوا تھا۔

پہاڑی کے گرنے اور آگ لگنے سے ہوا نے سمندر کی

طرف سے جزیرے کی طرف بڑے زور شور سے چلنا شروع
کر دیا تھا اور یہ لہروں کا طوفان اس طوفانی ہوا کی وجہ سے تھا۔
وہ جہاز کے عرشے پر بیٹھ گئے۔

ماریا تھک گئی تھی۔ وہ لیٹ کر آرام کرنے لگی۔

ناگ نے کہا۔

"کیا ہمیں اس جزیرے پر سے اب نکل جانا
چاہیے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"جب تک ہمیں خزانہ واپس نہیں مل جاتا، ہم یہاں سے
ہرگز ہرگز نہیں واپس نہیں جائیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

تمہیں معلوم ہے کہ ہم مگرمچھوں سے بھرے ہوئے

دریاؤں کو عبور کر کے واپس آئے ہیں۔ اگر خزانہ جزیرے پر
تھا تو وہ ضرور اسی غار میں ہوگا اور غار اب پوری طرح تباہ ہو
گئی ہے۔

ظاہر ہے خزانہ بھی اس کے ساتھ ہی تباہ ہو گیا ہوگا۔ اب
اس کی امید رکھنا فضول ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں اب
واپس چلے جانا چاہیے۔

ماریا نے کہا۔

"میں تم دونوں بھائیوں سے صرف ایک دن کی مہلت
مانگتی ہوں۔ مجھے صرف کل کا دن دے دو"۔

عنبر نے پوچھا۔

"ماریا بہن! تم ایک دن میں کیا کر لوگی؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں کل کے دن جزیرے پر جا کر اپنے خزانے کو تلاش کروں گی۔ مجھے یقین ہے کہ خزانہ کہیں نہ کہیں ضرور دفن ہے۔ میں اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گی"۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"مجھے تو ایسا لگتا ہے ماریا پھر کسی مصیبت کو آواز دے رہی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے"۔

ماریا بولی۔

"مگر میرا یہ خیال نہیں ہے۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ میں خزانہ حاصل کرنے میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گی۔ خزانہ غار میں نہیں تھا۔ خزانہ یہیں کہیں کسی جگہ دفن ہے"۔

عنبر بولا۔

"لیکن دشمن کے سپاہی تو اسے کندھوں پر اٹھا کر دریا کے پار لے گئے تھے۔ ان کی لاشیں دریا کے پار بکھری تھیں"۔

ناگ بولا۔

"تو پھر خزانہ کہاں چلا گیا تھا؟ اگر سپاہیوں کی لاشیں دریا پار بکھری ہوئی تھیں تو خزانے کو بھی وہیں کہیں ہونا چاہیے تھا"۔

عنبر بولا۔

"اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ خزانے کو وہ ساتھ نہیں لے گئے تھے۔ خزانہ انہوں نے دریا کے پاس ہی کسی جگہ دفن کر دیا ہوگا"۔

ناگ نے پوچھا۔

اگر یہ بات مان لیں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ سپاہیوں کو خزانہ کسی دوسری جگہ دفن کر کے آگے جانے کی کیا ضرورت تھی؟۔

کیا وہ غار کی چمگادڑ مخلوق سے ملنے جا رہے تھے؟ وہ تو ان کے دشمن تھے۔ انہوں نے تو سپاہیوں کو راستے میں ہی ہلاک کر کے ان کا سارا خون نکال لیا تھا۔

عنبر نے کہا۔

یہ سارا معاملہ گورکھ دھندا بن گیا ہے۔ اسی لیے میرا خیال تھا کہ ہم خزانے کو بھول کر یہیں سے واپس چلے جاتے مگر ماریا نہیں مانتی۔ یہ کہتی ہے کہ میں خزانہ لیے بغیر واپس نہیں جاؤں گی۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر بھائی، خزانہ یہیں موجود ہے۔ سپاہیوں نے خزانے کو دریا پار کسی چٹان کے نیچے دبایا تھا اور وہ واپس آنے والے تھے کہ غار کی مخلوق نے ان پر حملہ کر دیا۔ انہیں ہلاک کر دیا۔ خزانہ وہ بھی نہ حاصل کر سکتے"۔

ناگ نے کہا۔

"غار کی مخلوق کو خزانے کی نہیں بلکہ سپاہیوں کے خون کی ضرورت تھی، وہ انہوں نے لاشوں میں سے نکال لیا تھا"۔

عنبر بولا۔

"بھئی اگر ماریا کا خیال ہے کہ خزانہ دریا پار کر چٹان کے نیچے دفن ہے اور وہ اسے ضرور واپس کر لے گی تو ہمیں اس کی خوشی کی خاطر وہاں جا کر خزانے کو تلاش کرنا ہوگا"۔

ماریا بڑی خوش ہوئی۔

"اچھے بھائی ایسے ہوتے ہیں۔ میں بڑی خوش ہوں کہ تم نے ایک بہن کا خیال کیا۔ ہم کل صبح خزانے کی تلاش میں یہاں سے نکلیں گے"۔

ناگ ہنس کر بولا۔

"اور اگر خزانہ نہ ملا تو پھر کیا ہو گا؟ کیا ہم اس جزیرے میں ہی ساری زندگی بسر کر دیں گے؟"۔

ماریا نے جھنجھلا کر کہا۔

"ناگ بھائی! آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ میں کہہ رہی ہوں کہ خزانہ ضرور ملے گا۔ میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ خزانہ ضرور ملے گا اور ضرور ملے گا"۔

"اچھا بھئی کل دیکھ لیں گے چل کر"۔

دوپہر کا کھانا انہوں نے جہاز کے باورچی خانے

میں بیٹھ کر کھایا۔

سب سے پہلے تو انہوں نے جہاز کے عرشے کی صفائی کی۔ کھانے کے بعد جو ضروری مرمت تھی، جہاز کی وہ کی۔ عرشے کے ساتھ نئی لکڑی لگائی۔

ٹوٹے ہوئے جنگلے کو پھر سے جوڑا۔ خدا کا شکر تھا کہ ریت پر چڑھنے سے جہاز کے اگلے حصے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا۔

دشمن کے سپاہیوں نے کیبن اور باورچی خانے میں ہر طرف کوڑا کرکٹ بکھیر رکھا تھا۔ ناگ ماریا اور عنبر نے مل کر سارا کوڑا کرکٹ صاف کر کے سمندر میں پھینک دیا۔

شام کو ٹھنڈا ہوا چلنے لگی۔

طوفانی لہریں اب ختم ہو گئی تھی۔ جنگل میں لگی ہوئی آگ

بھی بجھ گئی تھی۔ تباہ شدہ پہاڑی کی طرف بھی اب گہری
خاموشی چھا گئی تھی۔ اڑ کر چلے گئے ہوئے پرندے بھی واپس
آ گئے تھے۔

عنبر نے کہا۔

”ناگ! تم نے دیکھا ہو گا کہ پہاڑی میں دھماکے کے
بعد جنگل کے سارے پرندے اڑ کر ایک قطار کی شکل میں
جنوب کی طرف اڑ گئے تھے“۔

”ہاں میں نے دیکھا تھا اور اب پھر واپس بھی آ گئے
ہیں“۔

”بالکل ٹھیک۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنوب میں
ضرور کوئی ایسا بڑا جزیرہ یا ساحلی شہر موجود ہے جہاں جنگل
ہیں کیونکہ اگر اس جزیرے کے اردگرد ہزاروں میل تک

سمندر ہی سمندر ہوتا تو یہ پرندے اڑ کر کبھی سفر پر روانہ نہ
ہوتے۔ وہ اس جزیرے کے اوپر منڈلاتے رہتے اور پھر
واپس درختوں پر آ کر بیٹھ جاتے“۔

ماریا نے کہا۔

”عنبر کا خیال بڑا اچھوتا ہے۔ اس نے بڑی عقل مندی
کی بات کی ہے۔ پرندوں کا اڑ کر جنوب کو جانا اور پھر واپس آ
جانا ظاہر کرتا ہے کہ ادھر کوئی بہت بڑا جزیرہ یا کوئی ساحلی شہر
ضرور موجود ہے“۔

عنبر نے کہا۔

”پس ہمیں منزل کا نشان مل گیا ہے۔ ہم یہاں سے
جنوب کی طرف سفر کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر یہ شمالی
افریقہ کا کوئی جزیرہ ہے تو جنوب کی طرف ملک ہسپانیہ ہو گا

جہاں آج کل مسلمانوں کی حکومت ہے اور وہاں بڑی ترقی
ہو رہی ہے''۔

ناگ بولا۔

''اگر یہ ہن قوم کے بدبخت سپاہی ہمارے جہاز کو اغوا کر
کے نہ لے جاتے تو ہم اس وقت ہسپانیہ میں ہوتے''۔

عنبر نے کہا۔

''خیر کوئی بات نہیں۔ اس میں بھی خدا نے کوئی نہ کوئی
بھلائی ضرور رکھی ہو گی۔ خدا کا کوئی بھی کام بھلائی کے بغیر
نہیں ہوتا''۔

ماریا نے کہا۔

''بھلا اس میں کیا بھلائی ہے کہ ہمارا خزانہ گم ہو گیا
ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''ماریا بہن! اس میں بھی ضرور کوئی بھلائی ہو گی۔ یہ الگ
بات ہے کہ ہمیں اس کا پتہ نہ ہو کہ بھلائی کیا ہے۔ تمہیں اگر
خزانہ مل گیا تو شاید پتا چل جائے کہ بھلائی کیا تھی''۔

جزیرے پر شام کے سائے پھیلنے لگے۔ جنگل میں
چڑیوں اور پرندوں نے شور مچا دیا تھا۔ ٹھنڈا ہوا کے جھونکے
چل رہے تھے۔ ماریا نے باورچی خانے میں جا کے قہوہ بنایا۔

وہ عرشے پر بیٹھ گئے اور قہوے سے دل بہلانے
لگے۔ قہوہ پی کر وہ اپنے اپنے کیبن میں کھانا کھانے کے بعد
جا کر لیٹ گئے۔

جزیرے پر بہت جلد رات چھا گئی تھی۔ ویسے بھی وہ دن
بھر کے سخت تھکے ہوئے تھے۔ انہیں بستروں پر لیٹتے ہی نیند آ

گئی۔

جزیرے کی رات بڑی خاموشی سے گزرنے لگی۔

پہاڑی کی زبردست تباہی اور بھیانک زلزلے کے بعد جزیرے پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے یہاں کبھی کوئی طوفان نہیں آیا۔

ہر طرف خاموشی تھی۔ جنگل میں پرندوں نے بھی بولنا بند کر دیا تھا اور اپنے اپنے گھونسلوں میں سو گئے تھے۔ چمگادڑ مخلوق کی غار پوری طرح زمین کے اندر غرق ہو گئی تھی۔ ان شیطانوں میں سے کوئی بھی پرندہ نہیں بچا تھا۔ صرف ایک چمگادڑ زندہ رہا تھا جو اس وقت غار سے باہر جنگل میں تھا۔

یہ چمگادڑ شیطان جب جنگل سے واپس آیا تو اس نے غار کو تباہ و برباد ہوتے اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا۔ اسے

بڑا صدمہ ہوا۔

پھر اس نے عنبر اور ناگ کو جنگل میں سمندر کی طرف بھاگتے دیکھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہی دونوں اس تباہی کے ذمے دار ہیں۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان دونوں سے اپنے قبیلے کی بربادی کا ضرور بدلہ لے گا۔

یہ شیطان جنگل میں سے عنبر اور ناگ کا پیچھا کر رہا تھا۔

پھر اس نے دیکھا کہ یہ دونوں جہاز میں سوار ہو گئے۔ شیطان سارا دن جنگل میں درختوں کے پیچھے چھپا رہا۔

وہ عنبر کے جہاز پر حملہ کرنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ آدھی رات کو جب جزیرے پر گہری خاموشی چھا گئی۔ اور ہر طرف اندھیرا پھیل گیا تو یہ شیطان درختوں میں سے نکلا اور دبے پاؤں اس تے سمندر میں کھڑے جہاز

کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

سمندر کے کنارے آ کر شیطان پانی بڑی خاموشی سے اتر گیا۔ لہروں میں تیرتا ہوا وہ جہاز کے پیچھے آ گیا، لہروں میں تیرتا ہوا وہ جہاز کے پیچھے آ گیا، یہاں اس نے لنگر کی زنجیر کا سہارا لے کر جہاز کے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

وہ بڑی ہوشیاری کے ساتھ جہاز کے عرشے پر آ گیا۔ شیطان کو ایک بہت بڑی غلط فہمی ہوئی تھی۔ اسکا خیال تھا کہ جہاز پر صرف دو آدمی یعنی اور ناگ ہی سوار ہیں۔ جب کہ جہاز میں ماریا بھی موجود تھی۔ لیکن ماریا غائب تھی اور شیطان چمگادڑ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

وہ جہاز کے عرشے پر آ کر چپ چاپ جنگلے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اور سننے لگا کہ کہیں نیچے سے کوئی آواز تو نہیں آ

رہی۔

نیچے جہاز میں گہری خاموشی تھی۔ سب اپنے اپنے کیبن میں سو رہے تھے۔ شیطان چمگادڑ نے اٹھ کر بہت ہی آہستہ آہستہ اور دبے دبے قدم اٹھا کر چلنا شروع کر دیا۔ وہ نیچے اترنے والی سیڑھیوں کے قریب آ گیا۔

شیطان کی موت

سیڑھیوں میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔

شیطان چمگادڑ بالکل ایک جانور کی طرح نیچے اترنے لگا۔ وہ دبے پاؤں بڑھتا اس کیبن کے پاس آ کر رک گیا جو ماریا کا کیبن تھا اتفاق سے اس کیبن کا دروازہ اندر سے کھلا رہ گیا تھا۔

شیطان چمگادڑ دروازے کو آہستہ سے کھول کر اندر داخل

ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ کیبن میں ایک دیا جل رہا ہے۔ گھر خالی ہے۔ وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ شیطان نے ادھر ادھر دیکھا۔

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ صرف کونے میں ایک بستر لگا تھا۔ شیطان بستر کے قریب آ گیا۔ اس بستر پر ماریا سو رہی تھی۔ مگر وہ اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔

شیطان ایک بات دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ سرہانہ خالی تھا مگر درمیان سے وہ اس طرح دبا ہوا تھا جیسے کسی نے اس پر اپنا سر رکھا ہوا ہو۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر سرہانے کو چھوا تو اس کا ہاتھ ماریا کے سر سے ٹکرا گیا۔ وہ تڑپ کر پیچھے ہٹ گیا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص سرہانے پر سر رکھے سو رہا ہو اور اسے

دکھائی بھی نہ دے رہا ہو۔

سر پر ہاتھ لگتے ہی ماریا کی آنکھ کھل گئی۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک چمگادڑ کی شکل کا آدمی اس پر جھکا ہوا ہے۔ وہ بڑی تیزی سے اٹھ کر پرے ہٹ گئی۔ شیطان چمگادڑ نے دیکھا کہ سرہانے پر سے سر کا دباؤ ختم ہو گیا اور سرہانہ اپنی حاصل میں آ گیا۔

وہ وہاں کھڑا بڑے تعجب سے سرہانے کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے سرہانے پر ہاتھ پھیرا تو وہاں کسی کا سر نہیں تھا۔ شیطان نے اب سارے بستر کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ بستر بالکل خالی تھا۔ اس لیے کہ ماریا بستر سے اٹھ کر پرے ہٹ کر دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی اور حیرانی سے شیطان کو دیکھ رہی تھی۔

وہ سوچ رہی تھی کہ یہ جانور جیسا آدمی کہاں سے آ گیا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ ضرور اپنے قبیلے کے لوگوں کی تباہی کا بدلہ لینے وہاں آیا ہے، کیونکہ اس کی شکل ان لوگوں سے ملتی جلتی تھی جو غار میں تباہ ہو گئے تھے۔

ماریا خاموشی سے دیکھ رہی تھی کہ وہ کیا کرتا ہے۔ شیطان چمگادڑ نے بستر کو اچھی طرح سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو وہ دبے دبے پیر اٹھاتا بڑی خاموشی سے کیبن سے باہر نکل گیا۔

اس کے باہر نکلتے ہی ماریا بھی ساتھ ہی باہر آ گئی۔

چمگادڑ دیوار کے ساتھ ساتھ چلتا دوسرے کیبن کے پاس آ گیا۔ اس کیبن کے اندر سورہا تھا۔ چمگادڑ نے کیبن کے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔

عنبر اپنے بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔ چمگادڑ نے آہستہ سے دروازے کو دھکایا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ کا ناخن بڑھا کر دروازے کے سوراخ میں سے اندر داخل کیا اور لوہے کے تالے کو کاٹ کر رکھ دیا۔

وہ دروازہ کھول کر چپکے سے اندر داخل ہو گیا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی اندر آ گئی۔ اگر یہ شخص ناگ کے کیبن میں داخل ہوتا تو ماریا اسے اسی جگہ اسی وقت ختم کر دیتی، لیکن اب وہ عنبر کے کمرے میں آ گیا تھا اور عنبر کا وہ کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا تھا، کیونکہ عنبر کو موت نہیں تھی۔ ورنہ عنبر کو ہلاک کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے جسم کو کوئی نقصان پہنچا سکتا تھا۔

ماریا کیبن میں ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور تماشا دیکھنے لگی کہ دیکھتے ہیں یہ چمگادڑ کیا کرتا ہے۔ عنبر

کی طرف سے اسے تسلی تھی کہ اس کو یہ شخص کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اپنی طرف سے چمگادڑ شیطان بڑا خوش ہو رہا تھا کہ اس نے اپنے دشمن کو پا لیا ہے اور اب وہ اس سے بدلہ لے کر رہے گا۔ وہ عنبر کے بستر کے قریب آ گیا۔

اس نے جھک کر دیکھا کہ عنبر سو رہا ہے یا نہیں، یہ اطمینان کر لینے کے بعد اس کا دشمن گہری نیند میں ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا ہے۔ اس نے اپنا ناخن اپنے منہ میں ڈال کر منہ کے اندر سے ایک باریک سوئی باہر نکالی۔

یہ سوئی ایک لمبی نلکی کی طرح تھی۔ جو اس کے منہ سے اندر تک چلی گئی تھی۔

اس سوئی جیسی تیز نلکی کو اس نے عنبر کی گردن میں اس

صفائی سے پیوست کر دیا کہ عنبر کو کانوں کان خبر نہ ہوئی وہ اسی طرح گہری نیند سو رہا تھا۔

ماریا حیران ہوئی کہ یہ شخص کیا کر رہا ہے؟ اس نے آگے بڑھ کر جھک کر دیکھا۔ اب اسے معلوم ہوا کہ یہ چمگاڈر شیطان اپنی طرف سے عنبر کے جسم کا سارا خون نکال کر پی رہا تھا۔ لیکن عنبر کے جسم میں خون تھا ہی نہیں۔

شیطان چمگاڈر کو بڑی حیرت ہوئی کہ عنبر کے جسم سے خون بالکل نہیں نکل رہا تھا۔ وہ پریشان سا ہو گیا۔ اس نے نلکی واپس اپنے منہ میں ڈالی اور دوسرے کیبن میں جانے کے لیے باہر نکلا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ہی باہر آ گئی۔ شیطان چمگاڈر اب ناگ کے کیبن میں داخل ہو گیا۔ اس نے دروازے کے

تالے کو اندر اپنا تیز ناخن ڈال کر کاٹ دیا تھا۔

ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے اندر آ گئی۔

اچانک ماریا کو خیال آیا کہ ناگ تو انسان نہیں بلکہ سانپ ہے۔ اس کے بدن میں خون کی جگہ زہر چل پھر رہا ہے اور اگر اس شیطان نے اس کا خون پینے کی کوشش کی تو یہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ وہ خاموشی سے ایک طرف کھڑی ہو کر تماشہ دیکھنے لگی۔

شیطان چمگاڈر نے اندر جا کر ناگ کو بستر پر سوئے ہوئے دیکھا تو بڑی خوشی خوشی اور تیزی کیساتھ دبے دبے اس کے پاس آ گیا۔

ماریا اس کے بالکل قریب آ کھڑی ہوئی۔ اس خیال سے کہ اگر شیطان نے خون پینے کی بجائے ناگ کو ناخن سے

ہلاک کرنے کی کوشش کی تو وہ اسی وقت خنجر مار کر شیطان چمگادڑ کو قتل کر ڈالے گی۔

لیکن شیطان چمگادڑ نے یہاں بھی وہی کام کیا جو اس نے عنبر کے ساتھ کرنا چاہا تھا مگر وہ ناکام ہو گیا۔ ناخن منہ کے اندر ڈال کر شیطان نے منہ سے لمبی سوئی جیسی نلکی نکالی اور بڑی خاموشی اور پھرتی سے ناگ کے جسم میں چبھو دی۔

کمال کی بات ہے کہ ناگ کو بھی ذرا سا احساس نہ ہو سکا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بھی دن بھر کا بے حد تھکا ماندا تھا اور اب عنبر کے ساتھ ہی گھوڑے بیچ کر گہری نیند سو رہا تھا۔

شیطان چمگادڑ کی موت اس کے سر پر منڈلا رہی تھی۔ پہلے تو وہ بڑا خوش ہوا، کیونکہ ناگ کے جسم سے خون نلکی میں

سے ہو کر اس کے حلق میں آنا شروع ہو گیا تھا۔ چمگادڑ کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔

ماریا بھی ہنس پڑی، کیونکہ اب شیطان کا انجام قریب تھا۔

ناگ کے خون میں ایسا زہر تھا کہ جو بڑے سے بڑے ہاتھی کو بھی نیچے گرا سکتا تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ناگ کے زہر بھرے خون کے دو تین گھونٹ ہی شیطان چمگادڑ کے اندر گئے تھے کہ اس کا سر چکر کھانے لگا۔

اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس نے جلدی سے نلکی ناگ کے بدن سے نکال لی۔ مگر اب زہر بھرے خون نے اپنا کام کر دیا تھا۔

ماریا ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر شیطان کی موت کا

تماشہ دیکھنے لگی۔ شیطان چمگاڈر نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

اسے اپنے سر کے اندر گولے پھٹتے اور دھماکے ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ چکر کھانے لگا۔ ماریا نے ناگ اٹھا دیا۔

ناگ ہڑبڑا کر اٹھا اور اپنے کیبن میں ایک چمگاڈر کی شکل والے آدمی کو پاگلوں کی طرح چکر لگاتے دیکھ کر حیرانی سے بولا۔

"یہ کون ہے ماریا؟"۔

ماریا نے کہا۔

"یہ شیطان چمگاڈر ہے اور اپنے قبیلے کے لوگوں کا بدلہ لینے یہاں آیا تھا۔ اس نے تمہارے جسم کا خون چکھ لیا ہے اور

اب تمہارے خون کے زہر سے خود ہی اپنی موت کے بھنور میں پھنس گیا ہے"۔

شیطان چمگاڈر کو نہ تو ماریا کی آواز سنائی دی تھی اور نہ ناگ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اسے اب ناگ کی شکل بھی دکھائی دینا بند ہو گئی تھی۔

زہر نے اس کی آنکھوں کو بھی اندھا کر دیا تھا اور اس کے کان بھی بہرے کر دیئے تھے۔ اب نہ تو وہ سن سکتا تھا۔ اور نہ ہی دیکھ سکتا تھا۔

ماریا جلدی سے جا کر عنبر کو بھی اٹھا لائی۔ اس نے عنبر کو بھی ساری کہانی سنا ڈالی۔ عنبر بھی بڑا حیران ہوا کہ یہ چمگاڈر بدلہ لینے کے لیے کیسے زندہ رہ گیا۔

چمگاڈر پاگلوں کی طرح چکر کھا رہا تھا۔ اس کے بدن سے

اب جگہ جگہ سے نیلے رنگ کا خون نکلنا شروع ہو گیا تھا۔ اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور دھڑام سے نیچے فرش پر گر پڑا۔

عنبر نے اس کے قریب جا کر کہا۔

"تم کہاں سے آئے تھے؟"۔

چمگاڈر نے بولنے کی کوشش کی مگر ناگ کے زہر نے اس کی زبان کو بھی پتھر کر دیا تھا۔ وہ صرف ہاتھ اٹھا کر غوں غاں کر کے ہی رہ گیا۔ ناگ نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر کہا۔

"تم کون ہو؟ کیا تمہیں خزانے کے صندوق کا کچھ پتا ہے؟"۔

اس کے جواب میں شیطان چمگاڈر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر

دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر ایک بھیانک آواز نکالی۔

زمین پر سے دو فٹ اوپر اچھلا اور دھڑام سے گرا اور گرتے ہی ایک ہچکی کیساتھ اس کی جان نکل گئی۔ عنبر نے ناگ سے کہا۔

"اس نے خزانے کے نام پر دروازے کی طرف کیوں اشارہ کیا تھا؟ کیا خزانہ اسی جہاز میں تو نہیں ہے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جہاز کا تو ہم نے کونہ کونہ کئی بار چھان مارا ہے۔ خزانہ اگر جہاز میں ہوتا تو ہمیں اب تک مل گیا ہوتا۔ وہ یہاں نہیں ہے۔

اس چمگاڈر نے جزیرے کی طرف اشارہ کیا ہے اس کا مطلب تھا کہ خزانہ اسی جزیرے میں کسی جگہ دفن ہے"۔

ماریا بولی۔

''ہاں! ناگ بھائی کا خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے۔ خزانہ جزیرے میں ہی کسی جگہ دفن ہے''۔

عنبر بولا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس غار والی شیطانی مخلوق میں سے یہ شخص باقی تھا تو اور بھی لوگ جزیرے میں زندہ ہوں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''اب وہ اگر زندہ بھی ہوئے تو کچھ نہیں کر سکتے۔ وہ دنیا کے انسانوں کو سوائے اس کے اور کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے کہ سوتے میں ان کا خون پینے کی کوشش کریں گے اور جو آدمی جاگ پڑے گا وہ ضرور انہیں ہلاک کر دے گا۔ ہاں اگر

وہ انڈا کہیں دریا میں پھٹ جاتا تو پھر اس زمین پر کوئی بھی انسان زندہ باقی نہ بچتا''۔

ماریا بولی۔

''یہ شخص جنگل ہی سے ہمارا پیچھا کر رہا تھا۔ یہ ضرور غار سے باہر ہو گا۔ اگر میری آنکھ نہ کھل جاتی تو یہ ہمیں بہت نقصان پہنچا سکتا تھا''۔

''بے چارہ ہمیں کیا نقصان پہنچاتا۔ یہ خود ہی مارا جاتا۔ جیسے اب مارا گیا ہے''۔

''میرا خیال ہے، اب چل کر آرام کرنا چاہیے۔ رات ابھی کافی باقی ہے''۔

وہ دوبارہ اپنے کیبنوں میں جا کر سو گئے۔ اب انہوں نے کیبن کے دروازے بند نہ کیے۔ وہ بند کر بھی نہیں سکتے

تھے کیونکہ دروازوں کے کنڈے چمگاڈر نے اپنے تیز ناخن سے کاٹ ڈالے تھے۔

باقی رات انہوں نے آرام سے سو کر گزار دی۔ صبح وہ اٹھے تو باہر سنہری دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا نے باورچی خانے میں جا کر ناشتا تیار کیا۔

وہ ناشتا لے کر اوپر جہاز کے عرشے پر آ گئی۔ ناشتا کرنے کے بعد عنبر نے کہا۔

اب یہ طے کرتا ہے کہ خزانے کی تلاش میں کون کون جزیرے میں جائے گا؟

کیا اس جہاز پر کسی کی رکھوالی ضروری ہے؟

اگر ضروری نہیں تو کیا ہم تینوں خزانے کی تلاش میں چلیں؟۔

ماریا نے کہا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہم تینوں کو ساتھ ہی چلنا چاہیے۔ جہاز کی رکھوالی کی کوئی خاص ضرورت تو نہیں ہے"۔

ناگ نے جھٹ کہا۔

ارے بھئی رکھوالی کی ضرورت کیوں نہیں ہے؟ ہو سکتا ہے شیطان قبیلے کے لوگ اور بھی یہاں پر ہوں۔ کیا خبر وہ جہاز پر آ کر اسے آگ لگا کر چلے جائیں؟

اگر اس جہاز کو آگ لگ گئی تو ہمارے لیے یہاں سے جانا بے حد مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے جہاز کی رکھوالی کرنی بہت ضروری ہے۔

عنبر نے کہا۔

"تمہارا ٹھیک خیال ہے ناگ بھائی! میرا خیال ہے کہ تم

دونوں خزانے کی تلاش میں جاؤ۔ میں جہاز کی رکھوالی کروں
گا''۔

ناگ بولا۔

''میری تو رائے ہے کہ ماریا کو جہاز کی رکھوالی کرنی
چاہیے اور ہم دونوں خزانے کی تلاش میں جاتے ہیں کیونکہ
ماریا کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ اس لیے وہ زیادہ بہت طریقے
سے اچھی طرح پہرہ دے سکتی ہے''۔

عنبر نے ماریا سے پوچھا۔

''کیوں ماریا؟ تمہارا کیا خیال ہے؟''۔

ماریا بولی۔

''میرے عزیز بھائیو! جو تمہارا خیال ہے، وہی میرا خیال
ہے۔ اگر تم لوگوں کی یہی رائے ہے کہ میں یہاں رہ کر پیچھے

جہاز پر پہرہ دوں تو میں تیار ہوں۔ لیکن تم خزانے کی تلاش
میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھو گے''۔

عنبر ہنس دیا۔

''ارے پگلی کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے بھلا؟ کیا ہمیں
خزانے کی ضرورت نہیں ہے؟ فکر نہ کرو۔ ہم پوری کوشش
کریں گے کہ خزانے کا سراغ لگا لیں''۔

انہوں نے جزیرے کے جنگل میں جانے کی تیاریاں
شروع کر دیں۔ وہ صبح سے لے کر شام تک جزیرے کے
جنگلوں میں گھومنا پھرنا چاہتے تھے۔

اس کے لیے انہوں نے اپنے ساتھ خنجر وغیرہ بھی لے
لیے۔ اگرچہ اس جزیرے میں انہوں نے سوائے کومڑ کے
اور کوئی جنگلی درندہ نہیں دیکھا تھا۔

پھر بھی انہیں خطرہ تھا کہ ہوسکتا ہے، چمگادڑ قبیلے کے کچھ لوگ ابھی باقی زندہ ہوں۔ جب سب تیاریاں مکمل ہوگئیں تو عنبر نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن! تمہیں بڑی ہوشیاری اور چوکسی سے یہاں پہرے داری کرنی ہوگی، کیونکہ اب ہمیں اس جزیرے کو دشمنوں سے خالی نہیں سمجھنا چاہیے۔ یہاں ہوسکتا ہے، ہمارے بہت دشمن ہوں۔ اس لیے بہت ہوشیار رہنا۔ ہم شام تک واپس آ جائیں"۔

ماریا نے کہا کہ وہ پوری ہوشیاری اور چوکسی سے پہرے داری کرے گی۔

عنبر اور ناگ جہاز پر سے اتر کر خزانے کی تلاش میں جنگل میں داخل ہوگئے۔ ماریا نے ان کے جاتے ہی رسی کی سیڑھی

اوپر کھینچ لی۔

وہ جہاز کے جنگلے کے ساتھ لگ کر اس وقت تک کھڑی رہی جب تک کہ عنبر اور ناگ اسے جاتے دکھائی دیتے رہے۔ جب وہ جنگل میں گم ہوگئے تو ماریا جنگلے سے ہٹ کر نیچے اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گئی۔

☆ کیا چمگادڑ شیطان نے جہاز پر حملہ کیا؟

☆ کیا عنبر اور ناگ خزانہ حاصل کر سکے؟

☆ چین میں مسلمانوں پر کیا گزری؟

☆ عنبر اور ناگ کن حالات میں چین پہنچے؟

☆ اس کے لیے پڑھئے اس ناول کی اگلی

49 ویں قسط پڑھئے

جادو کا پہاڑ

عنبر ناگ ماریا

(قسط نمبر 49)

اے حمید

فہرست

پیارے بچو!

پچھلی کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر کا جہاز ایک جزیرے میں پہنچ جاتا ہے جہاں ستاروں کی مخلوق آباد ہے۔ یہاں غاروں کے اندر انہوں نے اڑن طشتریوں کے اڈے بنا رکھے ہیں۔

یہ لوگ آسمان سے اس مقصد کے لیے زمین پر آئے ہیں کہ یہاں کے انسانوں کا سارا خون نکال کر اوپر لے جائیں۔ عنبر اور ناگ ان لوگوں کو تباہ کر کے اپنے خزانے کی تلاش میں نکلتے ہیں۔

ماریا اکیلی جہاز پر پہرہ دے رہی ہے۔ آدھی رات کو سیاہ دھوئیں کا ایک مرغولہ آتا ہے اور ایک زبردست دھماکہ سنائی دیتا ہے عنبر اور ناگ جو کہ خزانہ لے کر واپس جہاز پر جا چکے تھے۔ اس دھوئیں میں غائب ہو جاتے ہیں۔

ماریا خزانہ ساحل پر ایک جگہ دفن کر کے عنبر اور ناگ کی تلاش میں نکل کھڑی ہوتی ہے۔ اچانک ایک پہاڑ کے قریب سے ایک بھیانک آواز سنائی دیتی ہے۔

اب آگے پڑھیے۔

تیروں کی بارش

عنبر اور ناگ دونوں اکیلے جنگل میں جا رہے تھے۔

ماریا جزیرے کے ساحل پر بادبانی جہاز میں اکیلی کیبن میں لیٹی ہوئی تھی۔ جیسا کہ ہم اس ناول کی پچھلی قسط میں لکھ چکے ہیں۔

جزیرے کی شیطانی چمگادڑ مخلوق غار کے ساتھ ہی

تباہ ہو چکی تھی۔ عنبر اور ناگ نے اپنے جہاز پر واپس آ کر دیکھا کہ خزانہ وہاں نہیں تھا۔ ایک دشمن چمگادڑ نے مرتے ہوئے جنگل کی طرف اشارہ کیا تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ جنگل میں کسی جگہ زمین میں دبا ہوا ہے۔

عنبر اور ناگ نے ماریا کو جہاز پر ہی چھوڑا اور خود خزانے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

ماریا اپنے جہاز کے کیبن میں لیٹی تھی۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں، ماریا غائب عورت ہے۔ وہ خود تو سب کو دیکھتی ہے مگر اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔

وہ جہاز کی رکھوالی کر رہی تھی۔ ماریا کو اسی لیے پیچھے چھوڑا گیا تھا کہ وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس

لیے وہ بڑی اچھی طرح سے پہرہ دے سکتی تھی۔

ماریا کیبن میں آنکھیں بند کر کے لیٹی تھی۔ اگر کوئی کیبن کے اندر جا کر دیکھتا تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔

عنبر اور ناگ دونوں دوست دونوں بھائی بڑی خاموشی سے جنگل میں اس دریا کی طرف جا رہے تھے۔ جس کو انہوں نے پار کرنا تھا اور جس میں ہزاروں مگرمچھ تیرتے پھرتے تھے۔

عنبر نے ناگ سے پوچھا کہ دریا کو کس طریقے سے پار کیا جائے گا۔ ناگ نے کہا کہ وہ اژدہا سے مدد لیں گے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو انسان کی شکل میں چل پھر رہا

ہے۔

وہ شیش ناگ یعنی سانپوں کا دیوتا سمجھا جاتا ہے اور دنیا کے سارے سانپ اس کی غلامی کرتے تھے۔

عنبر نے کہا۔

''اگر اژدہا سے ملاقات نہ ہو سکی تو پھر دریا کو کس طرح سے پار کریں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''بھائی! تم تو مگرمچھ کے اوپر بیٹھ کر بھی دریا پار کر لو گے، کیونکہ تم مر نہیں سکتے۔ تمہیں موت نہیں ہے۔ مصیبت تو میری ہے، کیونکہ میں اگرچہ سانپ ہوں مگر میں مر سکتا ہوں''۔

عنبر بولا۔

''میرا خیال ہے کہ اژدہا اسی جگہ پر ہو گا۔ وہ اور کہیں نہیں جا سکتا''۔

ناگ نے کہا۔

''مجھے ڈر ہے کہ کہیں پہاڑی کے تباہ ہونے اور آگ پتھروں کی بارش میں وہ بھی ہلاک نہ ہو گیا ہو''۔

عنبر نے کہا۔

''خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ بہر حال ہمیں ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا ہو گا''۔

وہ جنگل میں چلتے چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے لومڑوں کے ایک گروہ کو دیکھا جو انہیں دیکھ کر زور زور سے چلانے لگے۔

ناگ نے کہا۔

''لومڑوں کا چلانا کوئی اچھا شگون نہیں ہے۔ خدا خیر کرے''۔

عنبر بولا۔

''ناگ بھائی! میں اس قسم کے وہم پر یقین نہیں رکھتا جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا''۔

وہ جنگل کے اس حصے میں آ گئے، جہاں دلدلیں شروع ہوتی تھیں۔ اس جزیرے کی دلدلیں بڑی خطرناک تھیں۔ اوپر سے گھاس کا تختہ معلوم ہوتیں مگر نیچے کیچڑ ابل رہا ہوتا۔ جو کوئی اس میں گرتا، اسے دیکھتے دیکھتے نگل جاتیں۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

''ہمیں دلدل سے ہوشیار رہنا ہو گا۔ یہاں بڑا

خطرہ ہے“۔

عنبر نے کہا۔

”فکر نہ کرو بھائی! میں دلدل کو دور ہی سے پہچان لیتا ہوں“۔

مگر ایسا نہیں تھا۔ ایک جگہ سے عنبر کا پاؤں پھسلا وہ دوسری طرف گھاس پر گرا۔

افسوس کہ یہ گھاس دلدل کے اوپر اگا ہوا تھا۔ دلدل نے عنبر کو جکڑ لیا اور اسے نیچے نگلنا شروع کر دیا۔

عنبر نے زور سے کہا۔

”ناگ، مجھے بچاؤ، دلدل مجھے نیچے کھینچ رہی ہے“۔

ناگ پہلے تو گھبرا گیا۔ پھر ہوش سنبھال کر اس نے

لپک کر درخت کی ایک شاخ توڑی اور اسے عنبر کی طرف بڑھایا۔

”عنبر اس شاخ کو مضبوطی سے پکڑ لو“۔

عنبر نے شاخ کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ ناگ نے عنبر کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ لیکن یہ بڑا کمزور سہارا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی شاخ ٹوٹ گئی اور عنبر پھر دلدل میں دھنسنا شروع ہو گیا۔

عنبر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ناگ! اس درخت کی شاخ کو اوپر جا کر نیچے جھکاؤ“۔

ناگ جلدی سے درخت پر چڑھ گیا۔ اس نے عنبر کے سر کے اوپر پھیلی ہوئی شاخ کو نیچے جھکانا شروع کر

دیا۔ شاخ عنبر کے سر کے قریب آئی تو عنبر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر شاخ کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

اس طریقے پر عمل کرنے سے عنبر بچ گیا۔ دلدل اسے نیچے کھینچ رہی تھی مگر درخت کی ٹہنی اسے اوپر کھینچ رہی تھی۔ عنبر نے پورا زور لگا کر درخت کی ٹہنی کو اپنی طرف کھینچا۔ اپنی طرف کھینچنے سے عنبر دلدل سے باہر نکل آیا۔

اس نے چھلانگ لگائی اور دلدل میں سے نکل کر درخت کی ٹہنی پر چڑھ گیا۔ درخت پر سے اتر کر وہ گھاس پر اتر آیا اور اپنے کپڑوں پر لگے کیچڑ کو دیکھ کر کہنے لگا۔

”ناگ بھائی! اگر آج تم میری مدد نہ کرتے تو

میں اس وقت دلدل کے نیچے ایک زندہ مردہ بن کر پھنسا ہوتا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دلدل کے اوپر درخت تھا۔ میں اگرچہ مر نہیں سکتا تھا مگر یہ میری زندگی موت سے بھی بدتر ہوتی۔ ذرا غور کرو کہ میں دلدل کے نیچے دبا ہوا ہوں اور مر بھی نہیں سکتا“۔

ناگ نے کہا۔

”خدا کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں اس عذاب سے بچا لیا۔ اب میرا خیال ہے، تمہیں ندی پر چل کر اپنے کپڑے صاف کر لینے چاہئیں“۔

راستے میں انہیں ایک چھوٹی سی ندی بہتی ملی۔ عنبر نے کپڑوں سمیت ندی میں چھلانگ لگا دی اور خوب مل مل کر اپنے کپڑوں کو دھو کر صاف کیا۔ پھر اس نے

منہ بھی صاف کیا اور اسی طرح گیلے کپڑے پہنے باہر نکل آیا۔ دن خوب گرم تھا۔ دھوپ چمک رہی تھی۔

پھر دریا کی طرف چل پڑے۔ دریا کے کنارے پہنچتے پہنچتے عنبر کے گیلے کپڑے بالکل خشک ہو گئے۔ دریا کے کنارے آ کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں اسی طرح مگرمچھ اپنے خونخوار دانت نکالے تیرتے پھر رہے تھے۔

یہ ایک بڑا ہی خوفناک نظارہ تھا۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ بھائی! اب کیا کرنا ہے؟ کس طرح دریا پار کرنا ہو گا؟ میرا خیال ہے اژدہا کو بلا کر دیکھو۔ وہ یہاں ہے بھی کہ نہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی دیکھتا ہوں"۔

ناگ نے زور سے اوپر منہ کر کے فضا میں پھونک ماری۔

اس کے پھونک کی بو اسی وقت ہوا میں مل گئی۔ اس کی بو پر ایک پھنیئر سانپ اپنا پھن پھیلائے عنبر اور ناگ کے سامنے آ گیا۔

سانپ نے سر جھکا کر ناگ کو سلام کیا اور کہا۔

"اے شیش ناگ! اس غلام کو کس لیے یاد کیا ہے؟"۔

"اے کوبرا! یہ بتاؤ کہ اژدہا۔۔۔تمہارا اس جزیرے کا بادشاہ کہاں ہے؟"۔

سانپ نے کہا۔

اے ناگ دیوتا! اژدہا یہاں سے جا چکا ہے۔ جس روز غار والی پہاڑی تباہ ہوئی، وہ اسی وقت اپنے ساتھ سارے سانپوں کو لے کر سمندر میں اتر گیا تھا۔ میں اس لیے یہاں رہ گیا ہوں کہ جزیرے پر ایک سانپ کے جوڑے کا رہنا ضروری ہے۔

ناگ نے کہا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ اژدہا کہاں گیا ہے؟"۔

سانپ بولا۔

"اے ناگ دیوتا! اژدہا نے کسی کو نہیں بتایا۔ میرا خیال ہے کہ وہ سمندر میں کسی چٹان پر جا کر اپنا بسیرا بنائیں گے، کیونکہ اس سے پہلے وہ سمندر میں کئی بار جا

کر ڈیرہ لگا چکے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

"پھر تو بڑی مشکل ہو گئی ہے"۔

سانپ نے کہا۔

"اے ناگ دیوتا! مجھے حکم کریں۔ کیا میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا؟ کیا میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا؟"۔

ناگ نے کہا۔

"بات یہ ہے کہ ہمیں اس دریا کو پار کرنا ہے۔ اس سے پہلے ہم نے اس دریا کو پار کیا تھا تو اژدہا نے ہماری مدد کی تھی۔ اس نے ہمیں اپنی گود میں بٹھا کر دریا پار کرا دیا تھا۔ کیا تم کسی طرح ہمیں دریا کے پار پہنچا

سکتے ہو؟"۔

سانپ نے کہا۔

"اے شیش ناگ! میں اکیلا آپ کی صرف اتنی ہی خدمت کر سکتا ہوں کہ کسی ایک مگر مچھ کو ڈس کر اسے ہلاک کر دوں۔ پھر آپ اس مگر مچھ کی لاش پر بیٹھ جائیں اور دریا پار کر لیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا دوسرے مگر مچھ ہم پر حملہ نہیں کریں گے؟"۔

سانپ بولا۔

ناگ دیوتا! مردہ مگر مچھ کی ایک خاص بو ہوتی ہے۔ اس بو کی وجہ سے کوئی مگر مچھ اس کے قریب نہیں

آتا۔ بلکہ وہ اس سے دور دور بھاگتے ہیں۔

جب آپ مردہ مگر مچھ پر سوار ہوں گے تو کوئی مگر مچھ آپ کے قریب نہیں آئے گا۔ سب آپ سے دور بھاگیں گے۔

عنبر نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے ناگ بھائی! سانپ سے کہو کہ وہ کسی مگر مچھ کو جا کر ڈسے اور اسے ہلاک کر دے"۔

ناگ نے سانپ سے کہا۔

"اے سانپ! ہم تمہاری تجویز پر ہی عمل کریں گے۔ جاؤ اور جا کر کسی مگر مچھ کو ہلاک کر دو مگر کسی ایسے مگر مچھ کو ہلاک کرنا، جو دریا کے کنارے پاس ہی ہو"۔

"جو حکم سرکار"۔

یہ کہہ کر سانپ وہاں سے چل کر دریا کے کنارے پر آ گیا۔ دریا کے کنارے پر چار پانچ مگر مچھ ریت پر لیٹے بڑے مزے سے دھوپ تاپ رہے تھے۔

سانپ بڑی خاموشی سے ایک بے مگر مچھ کے پاس گیا اور اس نے بڑی تیزی اور چالاکی کے ساتھ اس مگر مچھ کے کھلے منہ میں ڈس دیا۔

مگر مچھ کو پہلے تو کچھ محسوس نہ ہوا وہ اسی طرح ریت پر لیٹا رہا۔

لیکن بہت جلد زہر نے اس کے خون کو پھاڑنا شروع کر دیا۔ وہ گھبرا کر اچھلا اور واپس دریا کی طرف بھاگا۔ لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد ہی وہ پتھر بن کر

ریت پر رہ گیا۔ اس کا سر ڈھلک گیا۔ وہ مر چکا تھا۔

سانپ نے ناگ کے پاس جا کر کہا۔

"اے مقدس شیش ناگ! میں نے اپنا کام کر دیا ہے۔ اب آپ بڑے شوق سے مگر مچھ کے اوپر سوار ہو کر دریا پار کر جائیں۔ آپ کے پاس ایک بھی مگر مچھ آنے کی جرات نہیں کرے گا"۔

عنبر اور ناگ نے مل کر مگر مچھ کی لاش کو دریا کی لہروں کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔

کنارے سے مگر مچھ کی لاش دریا میں آئی تو عنبر اور ناگ اس پر سوار ہو گئے۔ انہوں نے ہاتھوں سے چپو چلاتے دریا کے دوسرے کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

عنبر کو ایک ذرا سا وہم تھا کہ شاید مگر مچھ اپنے مردہ ساتھی کی لاش کا کوئی احترام نہ کریں اور ان دونوں پر حملہ کر دیں۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ناگ کی تکا بوٹی بڑی آسانی کے ساتھ کر سکتے تھے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔

سانپ نے سچ کہا تھا۔ مگر مچھ اپنے مردہ ساتھی کی لاش کی بو پا کر پرے پرے ہٹتے چلتے گئے۔ جدھر سے ان کی مگر مچھ کی مردہ کشتی جاتی تھی مگر مچھ بھاگ جاتے تھے۔

عنبر نے کہا۔

''سانپ کی بات سچی نکلی اگر یہ ہماری مدد نہ کرتا تو ہمارے لیے دریا پار کرنا بڑا مشکل تھا''۔

ناگ بولا۔

''ہاں بھائی! یہ تو بہت اچھا ہوا کہ سانپ سے ملاقات ہو گئی''۔

اسی طرح باتیں کرتے کرتے وہ دریا پار کر گئے۔

دریا کے دوسرے کنارے آ کر انہوں نے مردہ مگر مچھ کی لاش کو کنارے پر کھینچ لیا۔

عنبر نے کہا۔

''بھائی ہمیں اس مگر مچھ کی لاش کو بڑی حفاظت سے کسی جگہ جھاڑیوں میں چھپا کر رکھنا ہوگا، کیونکہ واپسی پر بھی دریا پار کرتے ہمیں اس کی ضرورت پڑے گی''۔

''ہم اسے یہیں کنارے کی جھاڑیوں میں کسی جگہ چھپا دیں گے ویسے لومڑ مگر مچھ کو نہیں کھا سکتے،

کیونکہ اس جانور کی کھال بہت سخت ہوتی ہے''۔

عنبر اور ناگ نے مل کر مگر مچھ کی لاش کو اوپر کھینچا اور ایک جگہ کنارے کی جھاڑیوں میں لے جا کر چھپا دیا۔ اس کے اوپر بھی جھاڑیاں توڑ کر ڈال دیں۔

اس کام سے فارغ ہو کر عنبر اور ناگ نے دوسرے کنارے کے جنگل میں چلنا شروع کر دیا اب وہ اس مقام پر آ گئے جہاں سے کھنڈر شروع ہوتے تھے۔

غار والی پہاڑی کی تباہی کی وجہ سے یہاں جگہ جگہ بڑے بڑے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ کئی جگہوں پر جھاڑیاں جل کر راکھ ہو گئی تھیں۔ کئی درخت بھی جل چکے تھے۔

ناگ نے کہا۔

''عنبر بھائی! اب ہمیں سوچ کر آگے بڑھنا ہوگا۔ پہلے ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ خزانہ یہاں پر کس جگہ دفن کیا جا سکتا ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''بھائی ہمیں کچھ نہیں معلوم کہ خزانہ کس نے کس جگہ پر دفن کر رکھا ہے۔ ہم تو محض اس خیال سے آگے چل رہے ہیں کہ شاید یہاں سے کوئی ایسا نشان ہمیں مل جائے۔ جسے دیکھ کر ہمیں خزانے کے بارے میں کچھ پتا چل سکے''۔

ناگ نے کہا۔

''مگر ایسا نشان ہمیں کہاں ملے گا بھائی؟''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ میں کیسے بتا سکتا ہوں بھلا؟ بہر حال ہمیں خدا پر بھروسہ کرنا ہوگا۔ اس نے چاہا تو ہمیں خزانے کا ضرور پتا چل جائے گا۔ ویسے بھی جزیرے کا یہ جنگل آگے جا کر ختم ہو جاتا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''بھائی میں تو تھک گیا ہوں۔ میرا خیال ہے اس چٹان کے نیچے سائے میں بیٹھ کر کچھ دیر آرام کرتے ہیں۔ اس کے بعد آگے چل کر خزانے کی تلاش جاری رکھیں گے''۔

''اور کیا ہو سکتا ہے بھائی! یہاں آرام ہی کرتے ہیں۔ میں بھی چلتے چلتے تھک گیا ہوں''۔

انہوں نے چٹان کے سائے میں ایک جگہ گھاس

پر ڈیرا جما لیا۔ موسم گرم ہو رہا تھا۔ دوپہر ہو گئی تھی۔ جزیرے میں حبس ہو گیا تھا۔

سمندر کی طرف بڑی ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔

ناگ کو پیاس محسوس ہوئی۔

اس نے کہا۔

''عنبر بھائی! پیاس کے مارے میرا تو دم نکلا جا رہا ہے۔ میں یہاں کسی جگہ پانی تلاش کرتا ہوں۔ تم اسی جگہ بیٹھے رہنا''۔

عنبر بولا۔

''دیکھنا بھائی زیادہ دور مت جانا۔ ابھی ابھی ایک مصیبت سے نکلے ہیں۔ کہیں دوسری مصیبت میں گرفتار نہ ہو جائیں''۔

''نہیں بھائی! میں زیادہ دور نہیں جاؤں گا۔ تم بے فکر رہو۔ میں ابھی پانی لے کر اور پانی پی کر اسی جگہ واپس آتا ہوں''۔

ناگ عنبر کو چٹان کے پاس چھوڑ کر پانی کی تلاش میں جنگل میں آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ جنگل میں کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ندی یا چشمہ ضرور بہہ رہا ہو گا۔

اس کے کندھے سے ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ وہ خود پانی پی کر اس مشکیزے میں عنبر کے لیے پانی بھر کر لانا چاہتا تھا۔

وہ جنگل میں دور تک نکل گیا۔ کم بخت کہیں بھی کوئی چشمہ یا ندی اسے دکھائی نہ دی۔ وہ واپس آ رہا

تھا کہ اسے قریب ہی کسی آدمی کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔

''وہ چوکنا ہو گیا۔''

دو آدمی آپس میں ہولے ہولے سرگوشیوں میں باتیں کر رہے تھے۔

ناگ جلدی سے درختوں میں چھپ گیا۔ وہ اس طرف بڑھنے لگا۔

جدھر سے سرگوشیوں کی آواز آ رہی تھی۔ ابھی وہ ایک قدم چلا ہی تھا کہ سامنے سے ایک تیر اس کے پاس سے گزر کر درخت میں کھب گیا۔

دوسرے لمحے بے شمار تیروں کی بارش ہو گئی اور ناگ زمین پر لیٹ گیا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکا تھا کہ اچانک چھ سات جنگلی
تیر کمان لیے اس کے سر پر آن کھڑے ہوئے۔
انہوں نے بڑی تیزی سے ناگ کو رسیوں میں
جکڑ کر باندھ لیا اور کندھے پر اٹھا کر ایک طرف کو چل
دیئے۔
ناگ کی ہڈیاں دکھ رہی تھیں۔ وہ اگر سانپ بھی
بن جاتا تو اس رسی سے آزاد نہ ہو سکتا تھا۔

عنبر کا اغوا

عنبر بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا۔
خدا جانے ناگ کہاں چلا گیا تھا۔ عنبر نے سوچا کہ
کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ یہ سوچ کر وہ
اپنی جگہ سے اٹھا اور ناگ کی تلاش میں جنگل میں آ
گیا۔
وہ جنگل میں کافی دیر تک ناگ کو تلاش کرتا رہا مگر

اسے ناگ کہیں بھی دکھائی نہ دیا۔ آخر دوپہر ڈھلنے
لگی۔ سورج غروب ہونا شروع ہو گیا۔
عنبر نے جنگل میں ناگ کو آوازیں بھی دیں مگر کسی
طرف سے اسے کوئی جواب نہ آیا۔ وہ پریشان ہو گیا۔
شام ہو گئی، عنبر نے سوچا کہ اسے واپس جہاز پر جا کر
ماریا کو سارا حال بتانا چاہیے اور پھر اس کے مشورے
سے ناگ کی تلاش شروع کرنی چاہیے۔
یہ سوچ کر وہ واپس مڑا۔ دریا پر آ کر اس نے مردہ
مگرمچھ کی لاش کو جھاڑیوں میں سے کھینچ کر دریا میں
ڈالا اس کے اوپر سوار ہوا اور دریا میں سے گذرتا
دوسرے کنارے پر آ گیا۔
یہاں سے وہ جنگل میں داخل ہو گیا اب شام

گہری ہو گئی تھی۔ جنگل میں اندھیرا چھانے لگا تھا۔ عنبر
جلدی جلدی گزرتا سمندر کے کنارے آ گیا۔
ماریا جہاز کے جنگلے پر مشعل کی روشنی کیے اکیلی
کھڑی تھی۔ عنبر روشنی کی مدد سے جہاز کے اوپر آ گیا
جہاز پر آ کر اس نے ماریا کو بتایا کہ ناگ جنگل میں
کہیں گم ہو گیا ہے۔ ماریا بڑی پریشان ہوئی۔
''ناگ کہاں گم ہو گیا؟''۔
عنبر نے کہا۔
''پاتی کی تلاش میں گیا تھا۔ پھر واپس نہ آیا۔ میں
نے اسے جنگل میں جگہ جگہ تلاش کیا مگر وہ مجھے کہیں بھی
نہ مل سکا میں نے اسے آوازیں بھی دیں''۔
ماریا نے کہا۔

''خدا خیر کرے ناگ کوئی بچہ نہیں ہے، اسے گم
نہیں ہونا چاہیے تھا۔ کیا اس جزیرے میں کوئی اور
لوگ بھی رہتے ہیں؟''۔
عنبر نے کہا۔
''تمہیں یاد ہے، اژدہا نے کہا تھا کہ جزیرے
کے جنوب میں یہاں ایک وحشی قوم آباد ہے جو آدم
خوری بھی کرتی ہے، ہوسکتا ہے ناگ اس وحشی قوم کے
قبضے میں آ گیا ہو''۔
ماریا نے کہا۔
''پھر تو ہمیں فوراً اس کی مدد کو پہنچنا چاہیے کہیں وہ
ظالم خونخوار وحشی اس کی تکا بوٹی نہ کر دیں، وہ تو مر بھی
سکتا ہے''۔

عنبر بولا۔
ایسی فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ ناگ اپنی جون
بدل سکتا ہے۔ اگر اسے رسیوں میں جکڑ کر بھی لے
گئے ہوں گے۔ پھر بھی وہ اپنا بچاؤ کر سکتا ہے۔
اب تو صبح ہی ڈھونڈنے نکلیں گے۔
کیبن میں بیٹھ کر ماریا اور عنبر نے کھانا کھایا اور
پھر دیر تک آپس میں ناگ کے بارے میں صلاح
مشورے کرتے رہے کہ صبح اسے جنگل میں کہاں کہاں
جا کر تلاش کرنا ہوگا۔
ماریا کا خیال تھا کہ انہیں جزیرے کے جنوبی
کنارے کی طرف نکل جانا چاہیے۔
''ناگ ضرور جنوبی ساحل پر وحشی قوم کے قبضے

میں ہوگا۔ اگر انہوں نے اسے کھایا نہیں ہے تو پھر وہ
اب تک ضرور آزاد ہو چکا ہوتا''۔
عنبر نے کہا۔
''اب صبح ہی نکلیں گے۔ جنوبی ساحل کی طرف ہم
ابھی تک نہیں گئے۔ ناگ ہمیں ضرور وہاں مل جائے
گا۔ کاش ہم جزیرے کے کسی سانپ سے ہی اس کا پتا
پوچھ سکتے مگر ہمیں تو سانپ کی زبان نہیں آتی''۔
ماریا نے کہا۔
''بہر حال خدا نے چاہا تو ہم ناگ کو ڈھونڈ لیں
گے''۔
اس کے بعد ماریا اور عنبر اپنے اپنے کیبن میں جا
کر سو گئے۔ جزیرے پر رات کا اندھیرا اور گہری

خاموشی چھا گئی۔ آدھی رات کے بعد زرد زرد چاند نکل
آیا۔
چاند کی پیلی پیلی روشنی سارے جزیرے پر پھیل
گئی۔ جزیرہ اس دھندلی روشنی میں بڑا پراسرار دکھائی
دینے لگا۔ عنبر اور ماریا اپنے اپنے کیبن میں گہری نیند
سو رہے تھے۔
اچانک جزیرے میں ساحل کے قریب جنگل میں
سیٹی کی ہلکی سی آواز گونجی۔
پھر دوسری طرف سے بھی سیٹی کی آواز آئی۔ اس
کے بعد پھر خاموشی چھا گئی۔ تھوڑی دیر بعد دو
زرد آنکھیں جھاڑیوں میں چمکیں، قریب ہی اور دو
آنکھیں چمکیں پھر دو وحشی آدمی تیر کمان کندھوں پر

لنکائے جھاڑیوں سے نکل کر باہر سمندر کے کنارے نکل آئے۔

انہوں نے اشاروں ہی اشاروں میں آپس میں کوئی بات کی اور پھر سمندر میں کھڑے بادبانی جہاز کو بڑے غور اور تعجب سے دیکھا۔

ایک وحشی نے دوسرے سے کہا۔

"یہ کوئی بہت بڑی کشتی ہے۔ اس میں سے آدمی کی بو آرہی ہے۔ تم پرلی طرف سے اوپر چڑھو۔ میں اس طرف سے اوپر آتا ہوں"۔

دونوں جنگلیوں نے مگرمچھ کی طرح سمندر میں بڑی آہستہ سے چھلانگیں لگادیں اور خاموشی سے پانی کے اندر ہی اندر تیرتے ہوئے جہاز کے پاس پہنچ

گئے۔ ایک جنگلی شمال کی طرف اور دوسرا جنوب کی طرف جہاز کے پاس نکل آیا۔

ایک وحشی نے لنگر کی زنجیر کو تھاما اور چھپکلی کی طرح جہاز کے اوپر چڑھ کر جنگلے پر آگیا۔

دوسرا جنگلی بھی جہاز کے جنگلے پر آگیا۔ چاندنی رات میں وہ دونوں وہاں کھڑے بھوت لگ رہے تھے۔ انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے کیے اور عرشے کے فرش پر سانپ کی طرح رینگتے ہوئے اس لکڑی کے چھوٹے سے دروازے کے پاس آگئے۔ جہاں سے نیچے سیڑھی جاتی تھی۔

اتفاق سے دروازہ کھلا رہ گیا تھا۔ ناگ کی پریشانی کی وجہ سے ماریا اور عنبر دونوں میں سے کسی کو بھی

دروازہ بند کرنا یاد نہیں رہا تھا۔

جنگلی آدم خوروں نے نتھنے پھلا کر انسان کی بو سونگھی اور پھر سانپ کی طرح رینگتے ہوئے سیڑھیوں میں سے نیچے اتر گئے۔

نیچے راہداری میں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ صرف عنبر کے کیبن میں ہلکی ہلکی روشنی ہو رہی تھی۔ دونوں آدم خور بڑی مکاری سے دبے دبے چلتے عنبر کے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر آگئے۔

عنبر بستر پر گہری نیند سو رہا تھا۔ وحشی اس کے سرہانے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ پھر ایک وحشی نے تیروں کی تھیلی میں سے کسی جانور کی ہڈی باہر نکالی اور اسے عنبر کی ناک کے سامنے کر دیا۔

عنبر نے دو تین گہرے گہرے سانس لیے، ذرا سا گھبرایا، ہڑبڑا کر آنکھیں کھولیں، ہاتھ بڑھا کر تلوار پکڑنا چاہی مگر اس کا ہاتھ نیچے بستر پر گر پڑا۔

وہ ہڈی کسی ایسے جانور کی تھی جسے سونگھ کر آدمی فوراً بے ہوش ہو جاتا تھا عنبر بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔

آدم خوروں نے عنبر کو اسی وقت رسیوں میں جکڑ کر کندھے پر اٹھایا۔ اور بڑے سکون کے ساتھ سیڑھیاں چڑھ کر عرشے پر آگئے، یہاں سے انہوں نے لنگر کی زنجیر کو پکڑ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی سمندر میں تیرتے ہوئے وہ کنارے پر آئے اور جنگل کے اندھیرے میں گم ہو گئے۔

یہ سب کچھ بڑی خاموشی اور تیزی سے ہو گیا۔

ماریا کے کیبن میں روشنی نہیں تھی اس کے کیبن کا دیا بجھ گیا تھا۔ اگر وہاں روشنی ہوتی تو جنگلی ضرور اس کے کیبن میں بھی جاتے اور پھر شاید عنبر بھی اغوا ہونے سے بچ جاتا مگر ماریا بے خبر سوئی رہی اور عنبر اغوا ہو گیا۔

دن نکل آیا۔ جزیرے میں سورج کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ ماریا کی آنکھ کھل گئی وہ انگڑائی لے کر اٹھی اور سیدھی باورچی خانے میں قہوہ تیار کرنے آ گئی۔

وہ قہوہ تیار کر کے عنبر کو جگانا چاہتی تھی۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ عنبر کو آدم خور اغوا کر کے لے گئے ہیں۔

وہ بڑے آرام سے قہوہ تیار کرتی رہی۔

قہوہ بنا کر اس نے لکڑی کے دو پیالوں میں بھرا،

ایک طشت میں دونوں پیالے رکھے اور عنبر کے کیبن کی طرف چل دی۔

کیبن کا دروازہ کھلا دیکھ کر اس نے سوچا کہ عنبر عرشے پر صبح کی تازہ ہوا کھانے گیا ہوگا۔ کیبن خالی تھا عنبر بستر پر بھی نہیں تھا لیکن کمرے میں ایک عجیب قسم کی تیز بو پھیلی ہوئی تھی۔ یہ بو ماریا کو بڑی ناگوار لگی۔

وہ قہوے کے پیالے لے کر اوپر عرشے پر آ گئی۔

”عنبر بھائی! تمہارے کمرے میں بو کس قسم کی ہے؟“۔

ماریا نے سیڑھیوں میں سے اوپر آتے ہوئے پوچھا۔

اس کا خیال تھا کہ عنبر اوپر جنگلے کے پاس ہی کھڑا

ہوگا اور اس کے سوال کا جواب دے گا مگر وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ جہاز کا عرشہ بالکل خالی اور ویران تھا اب تو ماریا فکر مند ہونے لگی۔

اس نے عنبر کو آوازیں دیں کوئی جواب نہ آیا، وہ جلدی سے نیچے آ گئی۔ طشت تپائی پر رکھ کر اس نے سارے جہاز پر عنبر کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

ماریا پریشان ہو گئی، کہاں چلا گیا عنبر؟ وہ لپک کر اس کے کیبن میں آ گئی۔ اس نے بڑے غور سے جھک کر عنبر کے بستر اور فرش کو دیکھا۔

فرش پر کیچڑ بھرے قدموں کے نشان صاف نظر آ رہے تھے ماریا ان نشانوں کے ساتھ ساتھ اوپر عرشے پر آ گئی۔ جنگلے کے پاس آ کر نشان ختم ہو گئے تھے۔

صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ رات کو دو آدمی وہاں آئے ہیں اور عنبر کو اغوا کر کے لے گئے ہیں۔ عرشے پر دو آدمیوں کے کیچڑ بھرے ننگے پاؤں کے نشان تھے۔

ماریا گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

پھر وہ بھاگ کر عنبر کے کیبن میں آ گئی اور اس نے زور زور سے دو ایک سانس کھینچ کر محسوس کیا کہ اس پر بے ہوشی سی طاری ہو رہی ہے، وہ لپک کر باہر آ گئی۔

اب وہ اس نتیجے پر پہنچی کہ عنبر کو جنگل کے وحشی لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں اور اغوا کرنے سے پہلے اسے بے ہوش کیا گیا ہے ان جنگلیوں کے پاس ایسی دوائیں ہوتی ہیں جن سے انسان بے ہوش ہو جاتا ہے۔

ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

ابھی وہ ناگ کے گم ہونے کا افسوس کر رہی تھی کہ عنبر بھی گم ہو گیا۔ وہ جہاز پر اکیلی رہ گئی تھی۔ ماریا اپنے آپ پر افسوس کرنے لگی کہ اس نے خزانے کے لالچ میں آکر جزیرے پر ٹھہرنے کا کیوں فیصلہ کیا۔

اگر وہ خزانے کا لالچ نہ کرتی تو اس وقت وہ جزیرے سے نکل کر کھلے سمندروں میں سفر کر رہے ہوتے، نہ ناگ گم ہوتا اور نہ عنبر کو وحشی اغوا کر کے لے جاتے۔

مگر اب کیا ہو سکتا تھا؟

ماریا جہاز پر اکیلی تھی، اس سارے خطرناک جزیرے پر اکیلی تھی۔ اس کے دونوں بھائی اس سے

جدا ہو گئے تھے۔ اگرچہ وہ بڑی بہادر لڑکی تھی پھر بھی دونوں بھائیوں کے گم ہو جانے سے وہ پریشان ہو گئی۔

اس نے سوچا کہ جزیرے میں اتر کر عنبر اور ناگ کو تلاش کیا جائے۔ وہ صرف جنگلی لوگوں کے قدموں کے نشان پر ہی اپنی تلاش کی مہم شروع کر سکتی تھی۔

اس نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور اسی وقت جہاز پر سے اتر کر ساحل پر آ گئی۔ ساحل کی ریت پر دونوں وحشیوں کے قدموں کے نشان صاف صاف نظر آ رہے تھے۔

ماریا نے ان قدموں کے نشان کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ ساحل کی گیلی ریت پر تو قدموں

کے نشان بڑے صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن آگے جنگل میں جا کر نشان غائب ہو گئے یہاں گھاس اور جھاڑیاں شروع ہو گئی تھیں۔ یہاں پر کسی کے قدموں کے نشانوں کا سراغ لگانا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا۔

پھر بھی ماریا نے ہمت نہ ہاری اور چلتی چلی گئی۔

جنگل گھنا ہو گیا تھا۔ اسے کئی جگہوں پر دلدل نظر آئی۔ وہ دلدل سے بچ کر سفر کر رہی تھی کئی درختوں پر اس نے چھوٹے چھوٹے سانپ لٹکتے دیکھے۔

ایک جگہ لومڑ اس کی بو پا کر ایک طرف کو چلاتا ہوا بھاگ گیا۔ ماریا آگے بڑھتی جا رہی تھی، دوپہر ہو گئی۔ ماریا اپنے ساتھ مچھلی کا خشک بھنا ہوا گوشت لائی تھی۔

وہ تھک گئی تھی۔ اسے بھوک بھی لگ رہی تھی وہ ایک جگہ چشمہ بہتا دیکھ کر گھاس پر بیٹھ گئی۔

اس نے تھوڑا سا گوشت کھایا پانی پیا کچھ دیر آرام کیا اور پھر اپنے سفر پر روانہ ہو گئی۔

اسے یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ٹھیک سمت پر جا رہی ہے یا غلط راستے پر چلی جا رہی ہے۔ بس اس کا دل کہہ رہا تھا کہ وہ جس راستے کو جا رہی ہے ٹھیک جا رہی ہے۔ اب اس کے سامنے وہی دریا آ گیا جس میں خونخوار قسم کے مگرمچھ گھوم رہے تھے۔

ماریا انہیں دیکھ کر ڈر گئی اس کے پاس دریا پار کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا دریا کنارے بیٹھ کر وہ غور کرنے لگی کہ دریا کس طرح سے پار کرے اس کی سمجھ

میں کچھ نہیں آ رہا تھا اگر چہ وہ غائب حالت میں تھی اور کوئی مگر مچھ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا لیکن مگر مچھ اس کو محسوس ضرور کر سکتے تھے۔

مگر مچھ کی نظر پہلے ہی بہت کمزور ہوتی ہے۔مگر اس کی حس اتنی تیز ہوتی ہے کہ وہ ایک میل سے انسان کی بو پا کر اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیتا ہے۔

دریا میں اترنے کا مطلب یہ تھا کہ مگر مچھ اس کی بو پا کر اس کی طرف بڑھیں اور اس کی تکا بوٹی کر دیں۔ ماریا یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی عنبر اور ناگ کے بارے میں اسے کم از کم ایک تسلی ضرور تھی کہ وہ مر نہیں سکتے۔

ناگ کا اسے خطرہ تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ ناگ

معمولی سا موقع ملتے ہی اپنے دشمن کے جال سے نہ صرف باہر نکل آئے گا بلکہ اسے ڈس کر ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

دریا کنارے وہ کافی دیر بیٹھی غور کرتی رہی آخر اس نے یہی فیصلہ کیا کہ اسے واپس جہاز پر جا کر عنبر اور ناگ کا انتظار کرنا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ وہ بھاگ کر اس جگہ واپس آئیں اور یہ سچ بھی تھا کیونکہ اس سے پہلے بھی عنبر اور ناگ کئی بار گم ہو کر واپس جہاز پر آ گئے تھے

ماریا وہاں سے اٹھی اور اس نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔

جنگل میں سے واپس گزرتے گزرتے دوپہر

ڈھل گئی۔سورج غروب ہونا شروع ہو گیا۔سائے درختوں کے لمبے ہونے لگے، اس وقت ماریا جنگل میں سے نکل کر واپس سمندر کے ساحل پر آئی تو سورج ڈھل چکا تھا اور سمندر میں سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

جاتے ہوئے اس نے سیڑھی اس طرح باہر ہی لٹکا دی تھی۔اس سیڑھی پر چڑھ کر وہ جہاز کے عرشے پر آ گئی عرشے پر آتے ہی اس نے دیکھا کہ لکڑی کے فرش پر کسی آدمی کے تازہ تازہ گیلے پاؤں کے نشان موجود تھے۔

وہ ایک پل میں بھاگ کر مستول کے پیچھے چھپ گئی۔اچانک اسے احساس ہوا کہ وہ تو غائب ہے اور اسے تو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا۔

یہ سوچ کر وہ اپنے دل میں ہنس دی اور پھر بڑی ہوشیاری سے قدم قدم چلتی نیچے جانے والی سیڑھی کے دروازے پر آ گئی۔ یہ سوچ کر وہ اپنے دل میں ہنس دی اور پھر بڑی ہوشیاری سے قدم قدم چلتی نیچے جانے والی سیڑھی کے دروازے پر آ گئی۔

ٹھیک اس وقت کوئی آدمی اوپر چڑھ رہا تھا ماریا پیچھے ہٹ گئی اب دروازے میں ایک آدم خور وحشی نمودار ہوا۔اس کے جسم پر پتوں کا لباس تھا کندھے پر تیر کمان لٹکا ہوا تھا۔ایک ہاتھ میں نیزہ تھا۔

چہرے پر اس نے سرخ رنگ ملا ہوا تھا جس سے اس کا منہ خون کی طرح لال ہو رہا تھا۔

سیڑھیوں کے دروازے پر آ کر اس وحشی نے

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھا اور پھر بھاگ کر سمندر میں چھلانگ لگا دی ماریا تو اسے دیکھتی ہی رہ گئی۔

اس کا خیال تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح وحشی کو زخمی کر کے قابو کرے گی اور اس سے عنبر اور ناگ کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گی اور کچھ نہیں تو وہ کم از کم اس سے یہی معلوم کرے گی کہ ان کے قبیلے کے لوگ کہاں رہتے ہیں؟ مگر اس وحشی نے اسے اتنی مہلت ہی نہ دی۔

وہ آندھی کی طرح بھاگ کر سمندر میں کود گیا۔

ماریا جلدی سے جنگلے کے اوپر جھک کر سمندر میں دیکھنے لگی۔ آدم خور وحشی مگرمچھ کی طرح تیرتا ہوا سمندر

کے کنارے پر پہنچ چکا تھا کنارے پر آ کر اس نے ایک بار پھر پلٹ کر ماریا کے جہاز کو دیکھا اور بھاگتا ہوا جنگل میں گم ہو گیا۔

ماریا جنگلے پر کھڑی اسے جنگل کے اندھیرے میں گم ہوتا دیکھتی رہی۔

اسے خیال آیا کہ چل کر جہاز کے کیبن دیکھے، کہیں یہ وحشی جہاز کو کوئی نقصان نہ پہنچا گیا ہو۔ وہ نیچے کیبن میں آ گئی۔

اس نے سارے کیبن اور باورچی خانہ دیکھا۔ وحشی نے یہاں کسی بھی چیز کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ وہ ضرور کسی آدمی کی تلاش میں جہاز پر آیا ہو گا۔

جب کوئی آدمی نہ ملا تو وہ واپس چلا گیا۔ ماریا کے لیے اب بڑی مشکل پیدا ہو گئی تھی۔ ایک طرف عنبر اور ناگ اس سے بچھڑ گئے تھے۔

دوسری طرف وحشی لوگوں نے جہاز پر حملے شروع کر دیے تھے اب اسے بہت ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی۔

آدمی کھانے والے

ماریا جہاز میں بالکل اکیلی تھی۔

رات آ گئی۔ جزیرے میں اندھیرا پھیل گیا۔

ماریا نے سوچا کہ وہ جہاز پر روشنی نہ کرے کیونکہ وہ سکتا ہے روشنی دیکھ کر آدھی رات کو وحشی آدم خور حملہ کر دیں۔

پھر اس کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے رات کو عنبر یا ناگ

بھاگ کر جہاز پر پناہ لینے آئیں اور جہاز پر روشنی نہ دیکھ کر اسے دقت ہو اور وہ بھٹک جائے۔ ماریا نے مشعل روشن کر کے جہاز کے اوپر جنگلے کے پاس لٹکا دی اور خود کیبن میں آ گئی۔

پھر اسے بھوک لگی۔ اس نے اوپر سیڑھیوں کا دروازہ بند کر دیا تھا۔ باورچی خانے میں جا کر اس نے تھوڑا بہت گوشت گرم کر کے کھایا قہوہ پیا اور اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گئی۔

اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ وہ کیبن سے نکل کر عرشے پر آئی۔ جنگلے کے ساتھ لگ کر دیر تک جنگل کی طرف دیکھتی رہی کہ شاید کہیں سے اسے ناگ یا عنبر آتا دکھائی دے مگر وہاں کچھ بھی نہیں تھا جب وہ

کھڑے کھڑے تھک گئی تو نیچے آ گئی۔

سیڑھیوں کا دروازہ اندر سے بند کیا۔ اپنے کیبن میں آ کر بستر پر لیٹ گئی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں پر ہیں اور ان کے ساتھ کیا گزر رہی ہے۔ سب سے پہلے ہم ناگ کی طرف جاتے ہیں۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ناگ کو جنگل میں آدم خوروں نے اغوا کر لیا تھا۔

وہ اسے رسیوں میں جکڑ کر جزیرے کے جنوبی ساحل پر لے گئے۔ یہاں ان آدم خوروں کی جھونپڑیاں تھیں۔ جہاں وہ رہتے تھے۔ اگر ناگ کو

رسیوں میں کس کر نہ جکڑا گیا ہوتا تو وہ ضرور آزاد ہو جاتا مگر اسے بری طرح رسیوں میں جکڑ دیا گیا تھا۔

آدم خوروں نے اسے لا کر ایک جھونپڑی میں پھینک دیا۔

یہ آدم خور جزیرے کے جنوبی علاقے میں رہتے تھے اور بڑے وحشی اور سنگدل قسم کے آدم خور تھے۔ ان کے دلوں میں کسی کے لیے رحم نہ تھا۔

وہ جس کو دیکھتے، پکڑ کر لے آتے اور پھر اسے بھون کر کھا جاتے اور اپنے قبیلے کے بیماروں اور بوڑھوں کو بھی کھا جاتے تھے۔ ناگ کو انہوں نے اگلے روز بھون کر کھانے کے لیے جھونپڑی میں ڈال دیا تھا۔

شام کو ایک آدم خور اندر آیا اور اس نے ناگ کو پانی پلایا۔ ناگ نے اشارے سے کہا کہ رسی کی وجہ سے اس کی ہڈیاں ٹوٹ رہی ہیں انہیں ڈھیلا کر دے۔

آدم خور ہنسا اور ناگ کے منہ پر زور سے تھپڑ مار کر باہر چلا گیا۔ رات کو اسے کھانے کے لیے کچھ نہ دیا گیا۔ ناگ خاموش گٹھڑی بنا کر جھونپڑی کے فرش پر پڑا رہا۔

آدھی رات کو اس نے کوشش کی کہ رسیاں تھوڑی سی ڈھیلی ہو جائیں۔ اس نے بہت زور لگایا مگر ظالم وحشیوں نے کچھ اس طرح سے گرہیں لگائی تھیں کہ رسی اپنی جگہ سے ذرا نہ ہلتی تھی۔

دوسرے روز صبح دو آدم خور اندر آئے۔ ان میں سے ایک نے ہاتھ میں چھرا پکڑ رکھا تھا۔ اسے جھونپڑے سے باہر نکالا گیا ناگ دل میں خدا سے دعا مانگنے لگا کہ اے خدا یہ لوگ مجھے رسیوں میں جکڑے جکڑے ہی کہیں ہلاک نہ کر دیں کیونکہ اس طرح سے ناگ بے بس تھا۔

آدم خوروں نے اسے لا کر ایک درخت کے نیچے ڈال دیا۔ یہاں پاس ہی آگ جل رہی تھی اور آدم خور اس کے گرد دائرہ بنائے بیٹھے تھے۔

وہ سب لوگ ناگ کو کھاتے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ ان لوگوں کی آنکھیں بھوک سے چمک رہی تھیں۔ ناگ پریشان ہو گیا کیونکہ ابھی تک کوئی بھی

اس کے پاس رسی کھولنے نہیں آیا تھا۔

ناگ نے دل میں سوچا کہ اگر وہ انتظار کرتا رہا تو ہو سکتا ہے بازی ہار جائے۔ ہو سکتا ہے کوئی بھی اس کی رسی نہ کھولے اور اسے اسی طرح چھرا مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ انہوں نے اگر ایسا کیا تو وہ ہلاک ہو جائے گا۔

ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے اسی وقت قسمت آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس نے زور سے پھنکار ماری اور سانپ بن گیا، سانپ بن کر اس نے دیکھا کہ وہ رسیوں میں الجھا ہوا ہے اس نے بڑی تیزی سے باہر نکلنے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے۔

آدم خوروں نے جب دیکھا کہ ان کا شکار ابھی ابھی انسان تھا اور ابھی اس کی جگہ رسیوں میں ایک سانپ تڑپ تڑپ کر باہر آنے کی کوشش کر رہا ہے تو حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

آدم خوروں کا سردار اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اس نے تلوار دور سے ناگ پر پھینکی تلوار رسیوں میں الجھ کر رہ گئی اگر سانپ ایک طرف کو نہ سمٹتا تو تلوار اس کا کام تمام کر گئی تھی۔

سانپ کو پسینہ آ گیا، اس نے اب رسیوں سے باہر نکلنے کی جدوجہد تیز کر دی۔ کم بخت رسیوں کا ایک جال سا اس کے اردگرد بکھر گیا تھا۔

عرصے میں سارے کے سارے آدم خور تلواریں

لے کر اس کی طرف بڑھے۔ عین اس وقت جب آدم خور اس پر تلواروں کے وار کر کے اس کا قیمہ بنانے والے تھے، سانپ کو رسیوں میں سے باہر نکلنے کی جگہ مل گئی۔

وہ بجلی ایسی تیزی کے ساتھ رسیوں کے جال سے نکل کر باہر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے سامنے آنے والے ایک آدم خور کو ڈس دیا۔

آدم خور چیخ مار کر گرا۔ زہر اس قدر خطرناک تھا کہ وحشی کی ٹانگیں پتھر کی بن گئیں۔ دوسرا سانپ کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس نے دوسرے وحشی کو بھی ڈس دیا وہ بھی چیخ مار کر گرا۔

اب سردار نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں اس سانپ کو ماروں گا، یہ سانپ نہیں سانپ شیطان ہے۔ یہ بدروح ہے اسے فوراً مار ڈالنا چاہیے نہیں تو ہمارے قبیلے پر تباہی آ جائے گی"۔

سردار لمبی تلوار لے کر سانپ پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن اس عرصے میں سانپ ایک درخت پر چڑھ چکا تھا۔ آدم خوروں نے درختوں پر تیروں کی بوچھاڑیں مارنی شروع کر دیں۔

سانپ نے اپنے آپ کو ایک موٹی شاخ کے اوپر کر کے چھپا لیا۔ تیر سن سن کرتے اس کے چاروں طرف سے گزر رہے تھے مگر وہ ان کی ہلاکت سے بچا ہوا تھا۔

سردار نے چیخ کر کہا۔

"درخت کو آگ لگا دو"۔

اسی وقت وحشی آگ کی مشعلیں لے کر درخت کی طرف لپکے اور انہوں نے دیکھتے دیکھتے اچھے بھلے درخت کو آگ کا شعلہ بنا دیا یہ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ سارے درخت پر پھیل گئی۔

ناگ کو دھوئیں نے پریشان کر دیا۔ آگ کے شعلے ابھی اس تک نہیں پہنچے تھے مگر دھوئیں نے اس کے ناک میں دم کر دیا تھا۔ آگ کا سینک بھی اسے تنگ کر رہا تھا۔

سانپ کا سر چکرانے لگا۔ اس نے زور سے پھنکار ماری اور ایک چڑیا بن کر درخت سے اڑ کر

دوسرے درخت پر بیٹھ گیا۔

چڑیا کو اڑتے کسی نے نہ دیکھا جس نے دیکھا بھی اس نے یہی سوچا کہ آگ لگنے کی وجہ سے ایک چڑیا اڑ کر دوسرے درخت پر جا بیٹھی ہے۔ کسی کو کیا پتا کہ وہ سانپ ہی تھا جو چڑیا کے روپ میں اڑ رہی تھی۔

سارے کا سارا درخت جل کر خاک ہو گیا۔

درخت زمین کے ساتھ لگ گیا اور کوئلہ بن کر جل گیا۔

آدم خوروں نے بڑی خوشی منائی کہ بدروح کو انہوں نے جلا کر خاک کر دیا ہے۔ سردار نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر بلند آواز میں کہا۔

"اے آسمانوں کے دیوتاؤں، خوش ہو جاؤ کہ ہم

نے ایک بدروح کو جلا کر ختم کر دیا ہے اس جزیرے پر یہ بدروح شیطان نے بھیجی تھی، ہم نے اس ہلاک کر دیا۔ ہماری مبارک قبول کرو اے آسمان کے دیوتاؤ!"۔

آسمان کے دیوتاؤں نے کیا خوش ہونا تھا، ہاں ناگ چڑیا کے روپ میں درخت کی ٹہنی پر بیٹھا بڑا خوش ہو رہا تھا۔ اس کی جان بچ گئی تھی نہیں تو آج اس کی موت اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے سوچا کہ اب اسے اڑ کر اپنے جہاز پر واپس جانا چاہیے۔ ان وحشی آدم خوروں سے کیا بدلہ لینا۔ جان بچی سو لاکھوں پائے۔

وہ ٹہنی پر سے اڑ گیا ابھی اس نے اڈاری ماری ہی

تھی کہ کیا دیکھتا ہے کہ کچھ وحشی عنبر کو اٹھائے لئے چلے آ رہے ہیں ناگ اڑتے اڑتے رک گیا اور واپسی ٹہنی پر آ کر بیٹھ گیا۔ عنبر بے ہوش تھا اسے بھی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔

سردار نے ایک اور انسان کو آتے دیکھا تو خوش ہو کر بولا۔

''اے آسمان کے دیوتاؤ! میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ ایک بدروح کے بدلے تو نے ہمیں ایک اور آدمی بھیج کر انعام دیا، ہم تمہارا جشن منائیں گے اس نئے شکار کو بھون کر خود کھائیں گے اور اس کا خون تمہیں پہنچائیں گے''۔

پھر اس نے اپنے آدمیوں سے کہا۔

''اس شکار کو لے جا کر جھونپڑی میں بند کر دو اور اس کے باہر زبردست پہرہ لگا دو۔ آج رات اس شکار کا جشن منایا جائے گا''۔

سارے وحشیوں نے خوشی سے نعرے لگائے وہ بے ہوش عنبر کو اٹھا کر ایک جھونپڑی میں لے گئے۔ اسے جھونپڑی میں ڈال کر دروازہ بند کر دیا گیا۔ باہر دو وحشی نیزے لے کر پہرہ دینے لگے۔

ناگ چڑیا کے روپ میں اس جھونپڑی کی تکونی چھت پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ عنبر کی کس طرح مدد کرے۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ یہ وحشی اسے ہلاک نہیں کر سکیں گے۔ پھر بھی وہ اسے آزاد کرانے کے لیے بے چین تھا۔

پھر اسے خیال آیا کہ ابھی رات نہیں ہوئی کیوں نہ وہ ماریا کو جا کر سارے حالات بتا دے اور واپس آ کر عنبر کو بچائے؟

وہ چھت پر سے اڑا اور لمبی لمبی اڈاریاں مار کر جنگل کے درختوں کے اوپر سے ہوتا جہاز کی طرف اڑنے لگا۔

جہاز دور ہی سے اسے نظر آ گیا۔ جنگل جنگل چل کر وہ دیر بعد جہاز پر پہنچا تھا لیکن درختوں کے اوپر اوپر اڑنے سے وہ بہت جلدی سے اپنے جہاز پر پہنچ گیا۔ جہاز کا عرشہ بالکل خالی تھا۔

ویسے بھی اگر ماریا اوپر ہوتی تو وہ اسے دیکھ نہیں سکتا تھا۔

ناگ چڑیا کے روپ میں جہاز پر آ گیا۔

عرشے پر آتے ہی اس نے زور سے پھنکار ماری اور واپس انسان کے روپ میں آ گیا۔ اب وہ پہلے جیسا انسان ناگ تھا۔

وہ سیڑھی کے دروازے کی طرف آیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

اس نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع ک دیا۔ نیچے سے ماریا نے اوپر آ کر پوچھا۔

''کون ہے باہر؟''۔

اسے کچھ یقین تھا کہ شاید عنبر یا ناگ میں سے کوئی آیا ہے کسی دوسرے شخص کو بھلا دروازے پر دستکیں دینے کی کیا ضرورت تھی ناگ نے زور سے کہا۔

''میں ہوں ماریا بہن ناگ !''

''ناگ بھائی! تم آ گئے؟''۔

ماریا نے بڑی بے تابی سے دروازہ کھول دیا۔

ناگ نے ماریا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیر کر کہا۔

''خدا کا شکر ہے کہ میں پھر سے اپنی بہن کے پاس آ گیا''۔

ماریا نے کہا۔

''تم کہاں جا کر گم ہو گئے تھے بھائی؟''۔

ناگ بولا۔

''ماریا بہن! یہ ایک لمبی کہانی ہے، میں تمہیں صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ جہاں میں پہلے قید تھا، اب وہاں عنبر بھی قید ہے، میں تو آزاد ہو کر آ گیا اب واپس

جا کر عنبر کو بھی ان آدم خور وحشیوں سے چھٹکارا دلانا ہے''۔

ماریا نے پوچھا۔

''کون آدم خور ناگ بھائی؟''۔

ناگ نے کہا۔

ماریا! اڑدہا نے ٹھیک کہا تھا، یہاں سے جنوب کی طرف جزیرے کے ساحل پر ایک بڑی ہی کمینی قسم کی آدم خور قوم آباد ہے

ان لوگوں نے مجھے رسیوں میں ایکدم سے جکڑ لیا اور قید کر کے لے گئے میں بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا ہوں اور جب چڑیا بن کر اڑنے لگا تو دیکھا کہ دو وحشی آدم خور عنبر کو اٹھائے چلے آ رہے ہیں۔ عنبر بھی

رسیوں میں جکڑا ہوا ہے اور بے ہوش ہے۔

ماریا نے جلدی سے کہا۔

''دیکھا میرا اندازہ صحیح تھا میں پہلے ہی کہتی تھی کہ عنبر بھائی کو بے ہوش کر کے کیبن سے اغوا کیا ہے اس کے کیبن میں بڑی تیز بو پھیلی ہوئی تھی''۔

ناگ نے کہا۔

''جو کچھ بھی ہوا۔ بہر حال میں صرف تمہیں یہ خبر کرنے آیا ہوں کہ میں واپس جا رہا ہوں اور عنبر کو بچا کر اپنے ساتھ لے کر واپس آؤں گا تم بے فکر ہو کر یہاں بیٹھو۔ اچھا میں اب جا رہا ہوں''۔

اتنا کہہ کر ناگ پھر سے چڑیا بن کر وہاں سے اڑ گیا۔ ماریا اسے آسمان پر اڑتے دیکھتی رہی۔

ناگ چڑیا بن کر اڑتے اڑتے جنگل کے اوپر غائب ہو گیا ماریا نے سیڑھی کا دروازہ بند کیا اور اپنے کیبن میں آ کر چپ چاپ لیٹ گئی اور اپنے بھائیوں کے لیے خدا سے دعا کرنے لگی۔

سردار ہار گیا

ناگ دوبارہ آدم خوروں کی بستی میں پہنچ گیا۔

وہ چڑیا کے روپ میں تھا۔ اڑتا اڑتا وہ آیا اور اس جھونپڑی کی تکونی چھت پر آ کر بیٹھ گیا۔ جس کے اندر آدم خور جنگلیوں نے عنبر کو قید کر رکھا تھا۔

جھونپڑی کے باہر دو آدم خور پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ اب جھونپڑی کے اندر جانے کو بے تاب

کر دیا۔

وہ پھر سے انسان کی شکل میں عنبر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عنبر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

''ناگ! تم کہاں؟ میں تو تمہارے لیے پریشان ہو رہا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

''اور میں تمہارے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ یہ لوگ مجھے بھی جنگل سے پکڑ کر یہاں لے آئے تھے میں چڑیا بن کر واپس جہاز پر اڑا جا رہا تھا کہ اچانک تمہیں آتے دیکھا، تم بے ہوش تھے فوراً میں نے جا کر ماریا کو خبر کی اور واپس یہاں آیا ہوں''۔

کر دیا۔

وہ پھر سے انسان کی شکل میں عنبر کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ عنبر اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

''ناگ! تم کہاں؟ میں تو تمہارے لیے پریشان ہو رہا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

''اور میں تمہارے لیے پریشان ہو رہا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ یہ لوگ مجھے بھی جنگل سے پکڑ کر یہاں لے آئے تھے میں چڑیا بن کر واپس جہاز پر اڑا جا رہا تھا کہ اچانک تمہیں آتے دیکھا، تم بے ہوش تھے فوراً میں نے جا کر ماریا کو خبر کی اور واپس یہاں آیا ہوں''۔

عنبر بولا۔

''یہ تم نے بڑا اچھا کیا جو ماریا کو خبر کر دی۔ وہ بے چاری بہت پریشان ہو رہی ہو گی۔ اب کم از کم اسے یہ تو معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں؟ یہ لوگ کون ہیں ناگ! مجھے تو یہ آدم خور معلوم ہوتے ہیں''۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

''معلوم کیا ہوتے ہیں عنبر بھائی! یہ بڑے ظالم قسم کے آدم خور ہیں۔ یہ تو زندہ آدمی کو کاٹ کاٹ کر کھا جاتے ہیں''۔

عنبر بولا۔

''تو اب ہمارے بارے میں ان کا کیا ارادہ ہے؟''۔

ناگ بولا۔

''پہلے مجھے آگ پر بھون کر کھانا چاہتے تھے اب تمہیں آج رات بھون کر کھا رہے ہیں، میں تو خدا خدا کر کے بچ گیا اور تمہارے مرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا؟''۔

عنبر نے کہا۔

خیر! وہ تو میں بچ ہی جاؤں گا، بلکہ الٹا یہ میرے غلام بن جائیں گے اب سوال یہ ہے کہ خزانے کا کہاں سے پتا کیا جائے؟ کیونکہ یہاں سے نکل کر خالی ہاتھ واپس جہاز پر جانا تو بے کار ہے۔

خزانے کی تلاش کے لیے ہمیں ایک بار پھر یہاں واپس آنا پڑے گا کیوں نہ ان لوگوں سے خزانے کے

بارے میں پوچھا جائے میرا خیال ہے کہ یہ ضرور خزانے کے بارے میں جانتے ہوں گے۔

''یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''۔

''بہرحال ان سے معلومات حاصل کر لینے میں کیا حرج ہے، ہوسکتا ہے کچھ سراغ ہی مل جائے''۔

''تو پھر ان سے کب پوچھو گے؟''۔

''آج رات ہی۔ جب یہ مجھے بھون کر کھانا چاہیں گے۔ اور میں مروں گا نہیں اور یہ میرے غلام بن جائیں گے اور مجھے اپنا دیوتا سمجھنے لگیں گے''۔

وہ باتیں کر رہے تھے کہ باہر سے کسی کے دروازہ کھول کر اندر آنے کی آواز آئی۔

ناگ جلدی سے پھنکار مار کر پھر سے چڑیا بن

گیا۔ ایک وحشی آدم خور اندر آ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

دوسرا وحشی بھی اندر آ گیا اس نے عنبر سے پوچھا۔

''تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''اپنے آپ سے''۔

''تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم کس سے باتیں کر رہے تھے''۔

عنبر نے کہا۔

''میں ایک ایسے بھوت سے باتیں کر رہا تھا۔ جس کو تم اور تمہارا سردار۔ کوئی بھی سوائے میرے نہیں دیکھ سکتے''۔

دونوں وحشی قہقہہ لگا کر ہنسے اور پھر عنبر کو ٹھوکر مار کر باہر چلے گئے۔

ناگ پھر سے آدمی کی شکل میں آ گیا۔ اس نے عنبر سے کہا۔

''میں باہر جا کر اس درخت پر بیٹھتا ہوں جس کے نیچے تمہیں یہ لوگ بھون کر کھانے کا بندوبست کر رہے ہیں''۔

''بہت اچھا۔ رات کو ملاقات ہوگی''۔

ناگ چڑیا بن کر سوراخ میں سے پھر سے اڑ گیا۔

شام ہو رہی تھی کہ عنبر کو باہر لایا گیا۔ باہر آگ کا الاؤ روشن تھا اس کے چاروں طرف وحشی اور آدم خور بیٹھے ہوئے گیت گا رہے تھے۔

سرداران سب سے الگ ایک چبوترے پر بیٹھا تھا اس نے گلے میں ہڈیوں کا ہار پہن رکھا تھا۔ اور چہرہ کسی رنگ سے لال سرخ تھا۔

عنبر کو باہر لایا گیا تو سب وحشی زور زور سے نعرے لگانے لگے۔

سردار نے اشارے سے عنبر کو اپنی طرف بلایا اور کہا۔

''یہ تمہارا آخری وقت ہے، تم اب آگ پر زندہ بھونے جاؤ گے اور ہم تمہاری بوٹیاں نوچ نوچ کر کھا جائیں گے اگر تمہاری کوئی آخری خواہش ہو تو ہمیں بتا دو۔ ہم اسے پورا کریں گے''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''سردار! میں تمہیں آخری خواہش اس لیے نہیں بتاؤں گا کہ میں مر نہیں سکتا۔ تم مجھے مار نہیں سکتے۔ اگر میں چاہوں تو ابھی تم سب لوگوں کو قتل کر سکتا ہوں مگر مجھے تم پر رحم آتا ہے، میں تمہیں صرف اتنا کہوں گا کہ آج سے انسانوں کو بھون کر کھانا چھوڑ دو یہ ظلم ہے اور انسانیت کے خلاف ہے''۔

سردار نے گرجدار آواز میں چیخ مار کر کہا۔

''بد بخت ہو تم جو میرے آگے گستاخی کر رہے ہو مگر میں تمہیں اس سے بڑی سزا کیا دے سکتا ہوں کہ تمہیں زندہ آگ پر بھونا جائے۔ اسے آگ پر ڈال دو''۔

دو وحشیوں نے عنبر کو اٹھانے کی کوشش کی اور گر

پڑے، اب عنبر بے ہوش نہیں تھا کہ وہ اسے آسانی سے اٹھا سکتے، وہ جاگ رہا تھا۔ اور جاگتے زندہ عنبر کو اٹھانا بڑا مشکل تھا۔

عنبر نے کہا۔

میں اگر چاہوں تو تم دونوں کو آگ میں پھینک سکتا ہوں مگر میں کسی پر بے وجہ ظلم نہیں کروں گا۔

سردار! میں تمہیں آخری بار کہتا ہوں کہ اس برے کام کو چھوڑ کر خدا کے آگے توبہ کرو۔

سردار چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔

''ٹھہرو! اس گستاخ کو میں خود اپنے ہاتھوں سے آگ میں ڈالوں گا۔ اس کا بھنا ہوا گوشت سب سے پہلے میں کھاؤں گا۔ سب لوگ پرے ہٹ جاؤ''۔

سردار چبوترے پر سے اتر کر عنبر کے پاس آیا۔

اوپر والے درخت پر ناگ چڑیا کی شکل میں بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اب اس کا کام کرنے کا بھی وقت آ گیا تھا۔ اس نے ایک سیٹی بجا کر عنبر کو اشارہ کیا کہ وہ بالکل تیار رہے، عنبر خاموش کھڑا سردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھ رہا ہے۔

سردار نے اپنا نیزہ اٹھایا اور پوری طاقت سے ایک وحشی چیخ مار کر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا۔

عنبر اپنی جگہ پر اسی طرح کھڑا رہا۔ نیزہ عنبر کے سینے سے آر پار ہو گیا۔ سارے وحشی حیرانی سے عنبر کو تکنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ اس کے جسم سے خون کی

دھاریں پھوٹ نکلیں گی اور وہ تڑپ تڑپ کر مر جائے گا مگر ایسا نہ ہوا تھا۔

اس کی بجائے عنبر نے خاموشی سے ہاتھوں کا زور لگا کر نیزہ اپنے سینے سے کھینچ کر باہر نکالا اور وحشی کے سینے میں گھونپ کر کہا۔

سردار! اب اس وحشی کو کہو کہ اپنے سینے سے نیزہ باہر نکالے اور پھر اس کے بدن سے خون بھی نہ بہے اور یہ زندہ بھی رہے۔

وحشی زمین پر گرا اور گرتے ہی تڑپنے لگا۔ وہ خون میں لت پت ہو گیا اور پھر دم توڑ گیا۔ سردار کو بے حد غصہ آیا اس نے غصے میں آ کر ایک وحشی شیر کی طرح عنبر کے سر پر خنجر مارا۔

خنجر اس کے ہاتھ سے ٹوٹ کر گر پڑا۔ سردار نے حیرت سے خنجر کے ٹکڑوں کو دیکھا۔ اس کا پارہ ایکدم چڑھ گیا۔ اس نے طیش میں آ کر کہا۔

''اس بدروح کو آگ میں ڈال دو۔ یہ بدروح ہے۔ یہ ہمارے دیوتاؤں کو شکست دینے ہمارے جزیرے پر آئی ہے''۔

سردار کا حکم سن کر وحشی چیختے ہوئے عنبر کی طرف دوڑے انہوں نے عنبر کو ہاتھوں پر اٹھایا اور آگ میں ڈال دیا۔ عنبر آگ میں بڑی خاموشی سے لیٹا رہا شعلے اس کے ارد گرد رقص کرتے رہے وہ دہکتے ہوئے سرخ کوئلوں پر یوں تھا جیسے اپنے گھر کے بستر پر لیٹا ہو۔

ناگ یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا، اس کے عمل کرنے

کا وقت آ گیا تھا۔ اس نے زور سے پھنکار ماری اور ایک شیر کی شکل میں گرج مار کر سردار کے پاس آیا اور جھپٹا مار کر اس نے سردار کو اپنے پنجے میں دبوچ لیا۔

سردار تھر تھر کانپنے لگا۔ سارے وحشی ادھر ادھر دوڑ کر درختوں میں چھپ گئے۔

اب عنبر بھی آگ کے شعلوں میں سے زندہ سالم باہر نکل آیا۔ یہ سارا حیرت کا کھیل وحشی دیکھ رہے تھے اور حیرت سے ان کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔

سردار بھی کانپ رہا تھا۔ عنبر نے باہر آ کر شیر سے کہا۔

''ناگ! سردار کو چھوڑ دو۔ ہمیں ابھی اس سے ایک کام لینا ہے''۔

شیر نے سردار کو چھوڑ دیا۔ ناگ پھنکار مار کر اپنی اصلی حالت میں آ گیا۔ وہ پھر سے انسان بن گیا تھا۔ سردار دوزانو ہو گیا اس نے جھک کر عنبر کے پاؤں چوم لئے۔

سردار کے جھکنے سے سارے وحشی درختوں کے پیچھے سے نکل آئے اور انہوں نے بھی عنبر اور ناگ کے آگے سجدے کر دیئے عنبر نے انہیں مخاطب کر کے کہا۔

''دستو! دنیا میں سوائے خدا کے کوئی اس قابل نہیں کہ اسے سجدہ کیا جائے۔ سجدہ صرف ایک خدا کو کرو۔ انسان کو سجدہ کرنا گناہ ہے۔ اگر تم آج سے توبہ کرو اور اب انسانوں کا شکار کرنے سے باز آ جاؤ تو اس جنگل پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں گی''۔

سردار نے اعلان کیا۔

''اے مقدس دیوتا! ہم قسم کھاتے ہیں کہ آج کے بعد کسی انسان کا شکار نہیں کریں گے، ہم آدم خوری آج سے چھوڑتے ہیں اب خدا سے کہو کہ ہم پر اپنی رحمتیں نازل کرتے''۔

عنبر نے کہا۔

''خدا سن رہا ہے' خدا دیکھ رہا ہے، اگر تم نیکی اور انصاف کے راستے پر چلتے رہے تو خدا کی رحمتیں تم پر نازل ہوتی رہیں گی''۔

سردار نے عنبر اور ناگ کی بڑی آؤ بھگت کی۔ وہ اسے لے کر اپنے خاص جھونپڑے میں آ گیا اس رات قبیلے کی بستی میں ایک زبردست جشن منایا گیا۔

کھانے کے بعد عنبر نے سردار سے خزانے کے بارے میں بات کی۔ سردار نے ساری کہانی سننے کے بعد کہا۔

مقدس دیوتا! آپ کا خزانہ ضرور ان سپاہیوں نے کسی چٹان کے نیچے دبایا ہوگا جو جہاز میں یہاں آئے تھے اور جنہیں ہمارے آدمیوں نے تباہ ہوتے والی پہاڑی کے پاس قتل کر دیا تھا۔

ناگ نے پوچھا۔

''کیا تمہارے آدمیوں نے سپاہیوں کے پاس خزانے کا صندوق نہیں دیکھا تھا؟''۔

سردار بولا۔

''نہیں ان کے پاس کچھ نہیں تھا، میرا خیال ہے

کہ وہ خزانے کو زمین میں دفن کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے کہ ہمارے آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا''۔

عنبر نے کہا۔

''پھر تم لوگوں نے انہیں کھایا کیوں نہیں؟ ان کی لاشوں کو اسی جگہ پر کیوں چھوڑ دیا''۔

سردار نے کہا۔

''اس لیے کہ نہ معلوم کیا بات تھی کہ ان لوگوں کے خون سخت کڑوے تھے ہمارے آدمیوں نے باری باری ان سب کا خون چکھا وہ اس قدر کڑوا تھا کہ سب کی حالت خراب ہوگئی، شاید ان کے خون میں زہر ملا ہوا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

'' بہت خوب! اچھا سردار! تمہارے خیال میں ہمیں اس خزانے کو تلاش کرنا چاہیے''۔

سردار بولا۔

''ہاں بھائی ناگ! اسی جگہ خزانہ تلاش کرنا چاہیے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس جگہ کہیں زمین میں دفن ہوگا''۔

طے یہ پایا کہ اگلے روز سردار بھی ان کے ساتھ جائے گا اور خزانہ تلاش کرنے میں ان کی مدد کرے گا۔ وہ رات کو جھونپڑیوں کے باہر سو گئے۔

صبح اٹھتے ہی سردار نے عنبر اور ناگ کو ساتھ لیے اور دریا کی طرف روانہ ہو گئے۔ دریا کنارے پہنچ کر عنبر نے کہا۔

''سردار! ہم دریا کو کس طرح پار کریں گے؟ یہ تو مگرمچھوں سے بھرا ہوا ہے؟''۔

سردار نے مسکرا کر کہا۔

''ادھر آؤ۔ ہم نے ایک جگہ کشتی چھپا رکھی ہوئی ہے''۔

سردار ایک طرف جھاڑیوں میں عنبر اور ناگ کو لے گیا۔

یہاں سبز رنگ کی ایک چھوٹی سی کشتی رکھی تھی۔ وہ کشتی کو لے کر دریا کنارے آ گئے۔

سردار نے کمر کے ساتھ بندھا ہوا ہرن کا سینگ نکالا۔ اس میں سے کوئی سفوف نکال کر زور سے دریا پر پھونکا سفوف میں سے ایک پھوار سی نکل کر دریا پر پھیل

گئی اس کی بو سے سارے مگرمچھ پاگلوں کی طرح ایک طرف کو بھاگے، سردار نے کشتی دریا میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''یہ ایک ایسی دوا ہے کہ اس کے اثر سے مگرمچھ دور دور بھاگ جاتے ہیں۔ اب ہم کشتی میں بیٹھ کر بڑے آرام سے دریا پار کر جائیں گے۔''

اور ایسا ہی ہوا، وہ کشتی میں سوار ہو کر بڑے سکون اور اطمینان سے دریا پار کر گئے۔ دریا کے دوسرے کنارے پر آتے ہی انہوں نے ان چٹانوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ جہاں انہوں نے کچھ روز پہلے سپاہیوں کی لاشیں بکھری ہوئی دیکھی تھیں۔

سپاہیوں کی لاشیں اب بھی گھاس پر اسی طرح

بکھری ہوئی پڑی تھیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ گل سڑ گئی تھیں اور لاشوں کی جگہ ہڈیوں کے ڈھانچے پڑے تھے۔

سردار نے کہا۔

''کیا یہی وہ جگہ تھی جہاں تم نے سپاہیوں کو پہلی بار ان سپاہیوں کی لاشوں کو دیکھا تھا''۔

سردار بولا۔

''اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لوگ پیچھے کسی جگہ خزانے کو دفن کر کے دریا کو آگے سے پار کرنے جا رہے تھے''۔

عنبر نے پوچھا۔

''مگر سردار! جہاز تو ان کا پیچھے سمندر میں کھڑا تھا۔

خزانہ بھی انہوں نے چھپا لیا تھا پھر یہ اس طرف دریا پار کرنے کیوں جا رہے تھے؟''۔

سردار نے کہا۔

عنبر بھائی! اس جزیرے میں ایک پہاڑی تھی جو اب تباہ ہو گئی ہے۔ اس پہاڑی میں سنا ہے کہ ایک عجیب قسم کی مخلوق رہتی تھی۔

کبھی کبھی رات کو اس پہاڑی میں سے روشنی کے ستارے سے اٹھ کر آسمان کی طرف جایا کرتے تھے۔ ہم اس پہاڑی کی دور ہی دور پوجا کیا کرتے تھے۔ ہو سکتا ہے، یہ لوگ اس پہاڑی مخلوق سے ملنے جا رہے ہوں۔

عنبر نے سوچا کہ سردار کا خیال غلط نہیں ہو سکتا۔

ایسا ممکن تھا کہ تین سیاہیوں کا اس چمگادڑ مخلوق سے کوئی گہرا تعلق ہو۔ وگرنہ انہیں اس طرف جانے کی کیا ضرورت تھی بھلا؟

اس نے سردار سے کہا۔

''سردار! تم ٹھیک کہتے ہو اب ہمیں خزانے کی تلاش کرنی چاہیے''۔

ناگ بولا۔

''مگر ہم زمین کے اندر دبے ہوئے خزانے کی ٹوہ کیسے لگا سکیں گے؟''۔

سردار نے کہا۔

''اس کا ایک طریقہ میرے پاس ہے''۔

پھر سردار نے ایک درخت کی شاخ کاٹ کر اس

کی غلیل بنائی اور اسے اپنے ہاتھ میں لے کر زمین پر جھک کر چلنا شروع کر دیا۔

وہ شاخ کی غلیل کو زمین کے ساتھ ساتھ لگا کر چل رہا تھا۔ کافی دور تک وہ چلتے چلے گئے جنگل میں آ کر سردار تھک گیا اس نے ایک جگہ بیٹھ کر کہا۔

''میں تھک گیا ہوں، تھوڑی دیر آرام کر لیں پھر تلاش کریں گے''۔

عنبر اور ناگ بھی بیٹھ گئے۔ عنبر نے ناگ سے کہا۔

''ناگ بھائی! تم جا کر ماریا کو یہ اطلاع دے دو کہ ہم دونوں خیریت سے ہیں اور خزانے کی ٹوہ لگا کر ابھی واپس جہاز پر آ جائیں گے''۔

''بہت اچھا''۔

ناگ نے زور سے پھنکار ماری، وہ پھر سے چڑیا بن کر پھر سے اڑ گیا۔ سردار پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے انسان سے چڑیا بن کر ہوا میں اڑتا دیکھتا رہا۔

جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو سردار نے عنبر سے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''اے عظیم انسان! یہ تو بتاؤ کہ اس نوجوان میں اتنی طاقت کہاں سے آ گئی کہ یہ انسان سے جانور اور جانور سے پھر انسان بن جاتا ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ ایک بڑا گہرا راز ہے، تم اسے جان کر کیا کرو گے؟ تمہیں اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے، ہاں میں تمہیں اتنا ضرور بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ کوئی جادو

نہیں ہے''۔

سردار بولا۔

''اگر جادو نہیں ہے تو پھر کیا ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ ایک راز ہے، تم اسے نہیں جان سکتے۔ کیوں کہ تم ایک دفعہ ہمارے دشمن رہ چکے ہو۔ تم نے ہم دونوں پر حملہ کیا تھا اور ہمیں بھون کر کھانے کی تیاریاں کر رہے تھے اگر ہم تمہیں اپنی طاقت نہ دکھاتے تو تم نے ہمیں فنا کر دینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی''۔

سردار بولا۔

''اے مقدس انسان! کیا تم نے اب بھی مجھے معاف نہیں کیا؟ مجھ سے نادانی میں یہ سب کچھ ہوا تھا

اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اتنے بڑے آدمی ہو تو میں کبھی ایسی گستاخی نہ کرتا۔ اچھا اب بتا دو کہ اس طاقت کا راز کیا ہے؟''۔

اب عنبر کو بھی غصہ آ گیا کہ کم بخت حد سے آگے بڑھ رہا ہے، چپ ہی نہیں ہوتا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔

''سردار! اگر تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی تو میں تمہیں اپنی طاقت کے زور سے بھسم کر دینے پر مجبور ہو جاؤں گا''۔

سردار ایکدم عنبر کے پاؤں پر گرا۔ عنبر نے اسے معاف کر دیا۔ سردار نے پھر سے خزانے کی تلاش شروع کر دی۔ دوپہر ڈھل رہی تھی۔

سردار دوبارہ جنگل میں تھک کر آرام کر چکا تھا کہ ایک جگہ لکڑی کی شاخ آگے لے جاتے ہوئے وہ رک گیا اس کے ہاتھ میں شاخ کی غلیل کانپ رہی تھی۔ سردار نے زمین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''خزانہ اس چٹان کے آس پاس ہے''۔

کالا سمندر

اب ناگ بھی وہاں پہنچ گیا تھا۔

اس نے ماریا کو جا کر ایک ایک بات کی خبر سنا دی تھی۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ دونوں بھائی خیریت سے ہیں اور اب وحشی سردار کی مدد سے جزیرے کے جنگل میں خزانے کی تلاش کر رہے ہیں۔

ناگ چڑیا سے پھر سے انسان بن گیا۔ اسے عنبر نے خوش خبری سنائی کہ خزانے کا سراغ مل گیا

ہے۔ سردار غلیل لے کر ایک خاص جگہ پر رک گیا اور پھر خوشی سے چلایا۔

''خزانہ اس جگہ دفن ہے''۔

عنبر اور ناگ خوش ہو گئے۔

عنبر اور ناگ بھاگ کر سردار کے پاس گئے۔ سردار کے ہاتھ میں درخت کی ٹہنی کی غلیل کانپ رہی تھی۔ پھر وہ زمین پر گر پڑی۔

سردار نے کہا۔

''اس جگہ کو کھودو خزانہ مل جائے گا''۔

عنبر نے کہا۔

''تم بھی ہمارا ساتھ دو''۔

انہوں نے مل کر زمین کھودنی شروع کر دی۔

وہاں زمین کھودنی اس لیے بھی آسان تھی کہ وہاں زیادہ تر زمین میں بڑے بڑے پتھر تھے۔ ایک پتھر نکالنے سے دوسرا پتھر اپنے آپ ہل جاتا تھا۔

تھوڑی سی کوشش کے بعد وہاں گڑھا بن گیا اب جو عنبر اور سردار نے ایک پتھر کو اٹھا کر باہر نکالا تو نیچے خزانے کا صندوق صاف نظر آرہا تھا عنبر اور ناگ نے خوشی سے چلا کر کہا۔

"خزانہ واپس مل گیا"۔

پھر انہوں نے مل کر صندوق گڑھے میں سے باہر نکال لیا۔

سردار نے کہا۔

"اے مقدس انسان! اب میرا فرض ہے کہ میں

یہ خزانہ اپنے سر پر اٹھا کر تمہارے جہاز تک لے چلوں"۔

عنبر نے کہا۔

"میں تمہیں یہ تکلیف نہیں دینا چاہتا سردار"۔

سردار بولا۔

"نہیں یہ میری خوشی ہے، اس سے میرے گناہ دھل جائیں گے، مجھے اس حق سے محروم نہ کرو"۔

عنبر نے کہا۔

"جیسے تمہاری مرضی! اگر تمہاری خوشی اس میں ہے تو میں انکار نہیں کرتا"۔

سردار نے خزانے کا صندوق اپنے سر پر اٹھا لیا اور انہوں نے جنگل میں سے واپس سمندر کی طرف چلنا

شروع کر دیا۔ دن آدھا ڈھل گیا تھا۔

سورج آسمان کے وسط میں چمک رہا تھا۔ خزانہ اگرچہ بوجھل تھا مگر سردار بھی بہت مضبوط اور ہٹے کٹے بدن کا تھا۔ وہ بڑی آسانی سے صندوق سر پر اٹھائے عنبر اور ناگ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

اب جنگل ختم ہو گیا اور سمندر کی ہوا آنے لگی، تھوڑی دیر بعد وہ ساحل سمندر پر آگئے۔ انہیں سامنے اپنا جہاز کھڑا دکھائی دیا۔

ماریا جنگلے کے ساتھ لگی کھڑی تھی مگر وہ کسی کو نظر نہیں آرہی تھی، وہ دیکھ رہی تھی کہ سردار نے اپنے سر پر خزانہ لاد رکھا ہے اور عنبر اور ناگ اس کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ اس نے جلدی سے سیڑھی نیچے پھینک

دی۔

سردار نے رسی کی سیڑھی کو اپنے آپ جہاز سے نیچے گرتے دیکھا تو بڑا حیران ہوا، لیکن وہ اس سے بھی زیادہ حیرانی کے تماشے پہلے دیکھ چکا تھا بس چپ چاپ سیڑھی پر سے چڑھ کر جہاز کے اوپر آگیا۔

ماریا نے خوشی سے کہا۔

"عنبر بھائی! تم آگئے؟"۔

سردار اب پھر پریشان ہوا کہ یہ عورت کی آواز کہاں سے آگئی جب کہ وہاں کوئی بھی عورت نہیں کھڑی تھی اس نے عنبر کی طرف حیرانی سے دیکھا۔

عنبر نے سردار سے مسکرا کر کہا۔

"سردار! یہ ایک ہماری بہن ماریا ہے، تم اسے

نہیں دیکھ سکتے ،اسے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا صرف ہم اس کی آواز سن سکتے ہیں وہ ،ہم سب کو دیکھ سکتی ہے“۔

سردار نے صندوق عرشے پر رکھ کر جھک کر کہا۔

”ماریا بیٹی !سردار کو سلام قبول کرو“۔

ماریا نے کہا۔

”تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی بابا“۔

سردار نے کہا۔

”میں کس قدر خوش نصیب ہوں کہ مدت کے بعد کسی نے مجھے باپ کہہ کر یاد کیا ہے۔کاش !میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہ سکتا“۔

عنبر نے کہا۔

”سردار! اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ ہی باقی

زندگی بسر کر سکتے ہو۔ہمیں تمہارے ساتھ سفر کر کے بڑی خوشی ہوگی“۔

سردار نے آہ بھر کر کہا۔

”کاش میں ایسا کر سکتا مگر میرے پیچھے کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ میں واپس اپنے قبیلے کے لوگوں میں جانے پر مجبور ہوں اگر خدا نے چاہا تو زندگی میں پھر کبھی نہ کبھی ضرور ملاقات ہوگی“۔

ماریا نے کہا۔

” بابا! میں جہاں بھی ہوں گی تمہیں ضرور یاد رکھوں گی، میں نے بھی اپنی زندگی میں پہلی بار کسی کو باپ کہہ کر پکارا ہے“۔

سردار نے کہا۔

”بیٹی !میں تمہیں کبھی نہیں بھلاؤں گی خدا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔اچھا !اب اجازت دو“۔

اس کے بعد سردار نے باری باری سب کو جھک کر سلام کیا اور سیڑھی پر سے اتر کر ساحل پر آ گیا۔ساحل پر آ کر اس نے ایک بار پھر سلام کیا اور ریت پر سے گزر کر سامنے جنگل میں غائب ہو گیا۔

عنبر، ناگ اور ماریا اوپر عرشے پر کھڑے دیر تک اس خالی خالی، سنسان جنگل کو دیکھتے رہے جہاں سردار غائب ہو گیا تھا۔

”بھئی ماریا !اب چھوڑو ان باتوں کو اور اپنا خزانہ سنبھالو۔کم بخت اس نے ہمیں بڑے چکر دیئے ہیں۔ آؤ ناگ اسے نیچے لے جائیں“۔

ماریا نے کہا۔

عنبر بھائی! اب اسے کسی ایسی جگہ پر لے جا کر رکھنا چاہیے جہاں سے کوئی بھی اسے نہ چرا سکے۔

ناگ نے کہا۔

”ایسی کوئی جگہ جہاز میں نہیں ہے ماریا بہن!“۔

”میرا خیال ہے کہ اسے اس بار باورچی خانے میں کسی جگہ جا کر چھپا دیتے ہیں۔ چولہوں کے نیچے کیسا رہے گا؟“۔

عنبر نے کہا۔

”گرمی سے جواہرات خراب ہو جائیں گے“۔

”تو پھر اسے میرے کیبن میں کسی جگہ رکھ دو۔ میں اس کی ہر وقت رکھوالی کروں گا“۔

خزانے کے صندوق کو ناگ کے کیبن میں لے جا کر اس کے پلنگ کے نیچے فرش اکھاڑ کر چھپا دیا گیا اوپر تختے جڑ دیئے گئے۔

اس کے بعد انہوں نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور فیصلہ کیا کہ شام ہونے سے پہلے پہلے انہیں جزیرے سے کوچ کر جانا چاہیے، چنانچہ لنگر اٹھا کر بادبان کھول دیئے گئے۔

بڑی مناسب ہوا چل رہی تھی۔ بادبان ہوا میں پھول گئے اور جہاز نے سمندر میں کھسکنا شروع کر دیا۔

سورج غروب ہوا تو جہاز بیچ سمندر میں سفر کر رہا تھا۔ جزیرہ بہت پیچھے رہ گیا تھا۔ ماریا سردار کو یاد کر

کے اداس ہوگئی۔ اسے یوں لگا جیسے وہ اپنے باپ سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ گئی ہے۔

پراسرار دھاکا

سمندر گہرے نیلے رنگ کا تھا۔

ایسا گہرا نیلا سمندر انہوں نے پہلے کہیں نہیں دیکھا تھا۔ عنبر نے اس خیال کا اظہار کیا کہ یہ پائیمٹر وررروم کے سمندروں کا ہے۔

اس سے پہلے عنبر اس سمندر میں کئی بار سفر کر چکا تھا۔ ناگ اور ماریا کے لیے یہ سمندر بالکل اجنبی تھا۔ عنبر کا خیال تھا کہ اگر وہ اسی طرح سفر کرتے رہے تو

ضرور کسی بہت بڑے شہر کے کنارے پہنچ جائیں گے۔

سارا دن اور ساری رات وہ سمندر میں سفر کرتے رہے۔ ہوا بڑی مناسب تھی ان کا جہاز بڑی روانی سے سمندر میں بہتا چلا گیا۔

جزیرے پر آئے ہوئے طوفان کی یاد ابھی تک ان کے سینے میں تھی۔ جزیرے پر گزارے ہوئے مصیبت کے دن انہیں اب بھی یاد آتے تھے۔

دوسرے روز وہ ناشتے کے بعد جہاز کے عرشے پر بیٹھے تھے۔ آسمان چمکیلا نیلا تھا دھوپ خوب نکلی ہوئی تھی۔ فضا میں گرمی کی جگہ اب سردی نے لے لی تھی۔ ہوا میں خنکی ہو رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

''یہاں موسم ٹھنڈا ہونا شروع ہو گیا ہے۔ عنبر بھائی! ہم کس طرح کو جا رہے ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''مجھے یقین ہے کہ ہم ملک اسپین کی طرف جا رہے ہیں۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کی حکومت ہے اور یہ ملک مسلمانوں کی حکومت میں بے حد ترقی کر رہا ہے''۔

ماریا بولی۔

'' ہم جہاں بھی گئے ہیں، ہم نے مسلمان بادشاہوں اور دانا لوگوں کی بڑی تعریف سنی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اب مسلمانوں کو ایک ملک میں حکومت

کرتے اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

''یہی خوشی مجھے ہو رہی ہے۔ میرا قطب نما بالکل ٹھیک کام کر رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہم دو چار دن کے سفر کے بعد ہسپانیہ پہنچ جائیں گے''۔

ناگ اور ماریا کو بھی ہسپانیہ پہنچنے کی خوشی ہو رہی تھی۔ انہیں کوئی خبر نہیں تھی کہ ان کی قسمت میں آگے کیا لکھا ہے۔

ان کے پاس بڑی طاقتیں تھیں۔ پراسرار طاقتیں تھیں۔ کوئی غائب ہو گیا تھا۔ کسی کو موت نہیں تھی۔ اور کوئی جو شکل چاہے اختیار کر سکتا تھا مگر کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کی قسمت میں آگے کیا لکھا ہے؟۔

عنبر نے ایک روز عرشے پر بیٹھے بیٹھے ناگ اور ماریا کو بتایا کہ جس سمندر سے وہ گذر رہے ہیں، وہاں بڑے بڑے جادوگر ہو کر گزرے ہیں۔

ایک زمانے میں یہاں جادوگروں کا بڑا زور تھا۔

یہاں اسے ایسے زبردست جادوگر ملے تھے جنہوں نے اپنا ایک بناوٹی چاند بھی بنا لیا تھا۔

یہ چان ایک کنوئیں سے نکل کر آسمان پر اپنا سفر پورا کرتا تھا اور پھر دوسرے کنوئیں میں غروب ہو جاتا تھا۔

ماریا نے کہا۔

''کیا یہ سچ ہے بھائی عنبر؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ زمین پر بھی ایک چاند نکل آئے؟''۔

''ماریا بہن! میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ میں نے اس چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ میری آنکھوں کو تم نہیں جھٹلا سکتیں؟''۔

ناگ نے کہا۔

''کیا آج بھی اس علاقے میں ایسے ایسے جادوگر رہتے ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ضرور رہتے ہوں گے۔ ویسے میں نے کسی کو دیکھا نہیں اور نہ کبھی ان سے پھر ملاقات ہوئی ہے''۔

اسی طرح باتیں کرتے کرتے دوپہر ہو گئی۔ پھر دوپہر بھی ڈھل گئی سورج مغرب میں سمندر میں

غروب ہونا شروع ہوگیا۔ رات کا کھانا انہوں نے جہاز کے باورچی خانے میں بیٹھ کر کھایا کیونکہ اب باہر ٹھنڈی ہوا میں سرد ہوگیا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے قہوہ پیا اور پھر اپنے اپنے کیبن میں سونے کے لیے چلے گئے۔

ماریا کیبن میں جا کر لیٹ گئی اور ہسپانیہ کے خیال سے خوش ہونے لگی۔

ناگ بھی اپنے کیبن میں سوگیا۔

عنبر کچھ دیر قطب نما اور نقشے پر جھکا غور کرتا رہا۔ پھر اس نے انگڑائی لی اور بستر پر گرتے ہی سو گیا۔

جہاز بڑی ہموار رفتار کے ساتھ سمندر کے نیلے پانیوں میں آگے بڑھتا چلا جارہا تھا کچھ دیر بعد ماریا کو بھی نیند

آگئی۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی جارہی تھی۔ آسمان پر ستارے کھلے ہوئے تھے چاند کہیں بھی نہیں تھا۔ پھر بھی سمندر پر ستاروں کی روشنی پھیلی ہوئی تھی ہوا میں خنکی تھی۔

جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تو اچانک آسمان پر ایک روشنی سی ہوئی اور جیسے کوئی شے دھوئیں کی ایک لکیر کی طرح جہاز کے عرشے پر اتر آئی۔

یہ دھوئیں کا ایک مرغولہ سا تھا جو بل کھا رہا تھا اور اس سے ہلکی ہلکی آواز پیدا ہورہی تھی۔ یہ مرغولہ کچھ دیر جہاز کے عرشے پر گردش کرتا ادھر ادھر پھرتا رہا پھر وہ

کیبن کو جانے والے دروازے پر آکر رک گیا۔

تھوڑی دیر اسی جگہ پر چکر کھانے کے بعد دھوئیں کا یہ مرغولہ بڑے سکون سے بند دروازے میں سے اندر داخل ہوگیا۔ ماریا کے کیبن میں روشنی گل ہوچکی تھی۔ یہ ماریا کی شروع ہی سے عادت تھی کہ وہ بتی گل کر کے اندھیرے میں سوتی تھی۔

عنبر اور ناگ کے کیبنوں میں ہلکی ہلکی روشنی ہورہی تھی۔

دھوئیں کا مرغولہ سب سے پہلے عنبر کے کیبن میں گھس گیا۔ وہاں سے نکل کر وہ ناگ کے کیبن میں چلا گیا اس کے کیبن سے نکل کر دھوئیں کا بھوت راہداری میں گردش کرتا رہا پھر سیڑھیاں چڑھ کر دروازے میں

سے ہو کر اوپر عرشے پر آگیا۔

عرشے پر سناٹا چھایا ہوا تھا دھوئیں کا بھوت اوپر کو اٹھا، ایک دھماکا ہوا جہاز ہل گیا اور بھوت غائب ہو گیا۔

دھماکے کی آواز پر ماریا ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

یہ کیا ہوا؟ کہیں جہاز میں آگ تو نہیں لگ گئی؟ وہ آنکھیں ملتی ہوئی راہداری سے اٹھی۔ اس نے مشعل جلائی اور دروازہ کھول کر راہداری میں آگئی۔

دھماکے کے بعد جہاز بڑے سکون سے چلا جارہا تھا۔ وہ بھاگی بھاگی عنبر کے کیبن میں گئی اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر اس نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا عنبر

کو آوازیں دیں مگر کیبن کے اندر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماریا کے دل میں پریشانی پیدا ہوئی۔

اس نے ایک کلہاڑے سے دروازے کا ایک پٹ توڑ کر الگ کر دیا۔ وہ لپک کر اندر گئی۔ اندر عنبر کا بستر خالی تھا وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

ماریا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ اس نے عنبر کو آوازیں دیں کیبن میں تلاش کیا مگر وہ وہاں ہوتا تو جواب دیتا۔ ماریا وہاں سے بھاگ کر ناگ کے کیبن میں آئی۔

اس کا دروازہ بھی اندر سے بند تھا یہاں بھی پہلے اس نے دروازے پر دستک دی۔ پھر زور زور سے کھٹکھٹایا۔ اندر سے ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ

پریشان ہوگئی۔ اس نے دروازہ توڑ دیا۔ وہ اندر داخل ہوگئی۔

اندر ناگ بھی غائب تھا۔

اس کا بستر خالی تھا۔ وہ ناگ کو بھی آوازیں دینے اور تلاش کرنے لگی۔ اس نے مشعل لے کر سارے جہاز کو اوپر سے نیچے تک چھان مارا مگر وہاں نہ کہیں عنبر تھا اور نہ ناگ تھا۔

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اپنے کمرے میں جا کر رونے لگی۔ زندگی میں شاید دوسری بار اس کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے۔

کچھ دیر آنسو بہانے کے بعد اس کا جی ہلکا ہوا تو وہ سوچنے لگی کہ عنبر اور ناگ کہاں جا سکتے ہیں؟ وہ دھاکا

کیسا ہوا تھا؟ یہ کیا راز ہے؟۔

وہ اٹھ کر دوسری بار عنبر اور ناگ کے کیبنوں میں باری باری گئی۔ اس نے ایک ایک کیبن کی تمام چیزوں کو بڑے غور سے دیکھا الٹ پلٹ کر اس پر غور کیا۔

بستر پر ایک بھی شکن نہیں پڑی تھی۔ عنبر اور ناگ کے البتہ جوتے فرش پر پڑے تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ جلدی میں کہیں چلے گئے ہیں۔

یہ اس کے ذہن میں کبھی نہیں آ سکتا تھا کہ ایک دھوئیں کے بھوت نے ان دونوں کو غائب کر کے اغوا کر لیا ہے۔ بے چاری ماریا ایک طرف سٹول پر بیٹھ کر اپنی قسمت کو کوسنے لگی۔

''میں ہی بری ہوں۔ اگر بری نہ ہوتی تو آج یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا''۔

وہ اپنے بستر پر آ کر لیٹ گئی۔ رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا۔ ماریا کی آنکھوں سے نیند غائب تھی۔ اس کا خیال رہ رہ کر عنبر اور ناگ کی طرف جاتا تھا کہ خدا جانے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے۔

اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی اڑ کر ان کے پاس چلی جائے۔ اچانک اسے خزانے کا خیال آیا۔

کہیں خزانہ بھی تو غائب نہیں ہو گیا؟

خزانے کے بارے میں اسے خیال ہی نہیں آیا تھا۔ وہ بھاگ کر ناگ کے کمرے میں گئی خزانے کو ناگ کے بستر کے نیچے لکڑی کے تختے اکھاڑ کر نیچے

دیکھا۔

انتہائی قیمتی ہار و جواہرات سے بھرا ہوا صندوق پھر سے اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ صندوق موجود تھا خزانہ اپنی جگہ پر موجود تھا۔

اگر خزانہ بھی غائب ہو جاتا تو وہ کیا کر سکتی تھی۔

باقی رات ساری ماریا نے بستر پر پہلو بدل بدل کر کاٹ دی۔ صبح ہوئی تو وہ اوپر جہاز کے عرشے پر آ گئی۔ آسمان پر دن کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے سمندر کی طرف دیکھا۔ سمندر کے نیلے پانی میں دریا کا ریتلا پانی بھی شامل ہونے لگا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ وہ کسی دریا میں جا رہی ہے۔

ضرور وہ ہسپانیہ کے ساحل پر پہنچنے والی ہے۔ وہ

اداس ہو کر جہاز کے جنگلے کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل اداس ہو گیا۔

عنبر اور ناگ بھائی اسے بہت یاد آنے لگے۔ اس کی آنکھوں میں دونوں بھائیوں کو یاد کر کے آنسو آ گئے وہ اکیلی جہاز کو بھی نہیں چلا سکتی تھی۔

اسے دیکھ دیکھ کر تھوڑا بہت نقشہ دیکھنا آ گیا تھا۔ قطب نما کو بھی وہ پہچان لیتی تھی۔ اس کے آگے وہ بالکل کوری تھی۔ سارا دن جہاز دریا کا پانی ملے سمندر میں بہتا چلا گیا۔

ہوائیں اسے اپنے آپ آگے لیے جا رہی تھیں۔

ایک دو بار ماریا نے گھبرا کر قطب نما کو بھی دیکھا۔ وہ ٹھیک راستے پر جا رہا تھا۔

ساری رات جہاز چلتا رہا۔

اگلے روز صبح کو آسمان پر گہرے گہرے بادل چھانا شروع ہو گئے۔ پھر بارش شروع ہو گئی۔ سردی بے حد بڑھ گئی تھی۔ ماریا نے لومڑی کی کھال کا کوٹ نکال کر پہن لیا۔

سر پر سمو کی ٹوپی رکھ لی اور قہوہ پینے کے بعد واپس باورچی خانے میں چوکی پر بیٹھ کر سوچنے لگی کہ اس کا جہاز کدھر کو جا رہا ہے؟

کہاں جا رہا ہے؟

یہ کہاں جا کر ساحل سے لگے گا۔

بارش کا زور بڑھ گیا تھا۔ سمندر کی لہریں جہاز کو ادھر سے ادھر اچھال رہی تھیں۔ ماریا پریشان ہو گئی کہ

کہیں ان کا جہاز کسی چٹان سے نہ ٹکرا جائے۔

وہ باہر عرشے پر آ کر سامنے دیکھنے لگی۔ سامنے دور اسے درختوں کی قطار نظر آئی۔ اس کا مطلب تھا کہ زمین آ گئی تھی۔

کیا وہ ہسپانیہ کے ساحل پر آ گئی ہے؟

ماریا دروازے میں کھڑی ہو کر باہر تکنے لگی بارش اب تھم گئی تھی۔ ہوائیں بھی ہلکی ہو گئی تھیں مگر آسمان پر بادل اسی طرح سے چھائے ہوئے تھے۔

وہ عرشے پر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اب جہاز آہستہ آہستہ ساحل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سب سے نازک کام جہاز کو ساحل سے ٹکرانے سے بچانے کا تھا۔

اگر اس نے عقل مندی اور ہوشیاری سے کام لے

کر جہاز کو نہ بچایا تو وہ ساحل کی چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گا۔ ماریا نے جلدی سے جا کر گول چکر کو رسی سے باندھ دیا۔

اس کے ساتھ ہی اس نے کنارے کی طرف دیکھا کنارا اب زیادہ دور نہیں تھا۔

درختوں کی قطاریں اب صاف نظر آنا شروع ہو گئی تھیں۔ یہ درخت عجیب و غریب قسم کے تھے۔ نہ ناریل کے لگتے تھے اور نہ کھجور کے، عنبر نے ماریا سے ایک بار کہا تھا کہ ہسپانیہ کے ساحل پر کھجور کے درخت نظر آئیں گے مگر یہ درخت کھجور کے نہیں تھے اس کا مطلب یہی تھا کہ جہاز ہسپانیہ کے ساحل پر نہیں لگا تھا۔

جہاز بڑی تیزی سے ساحل کی طرف بہے جا رہا تھا۔

ماریا نے مستول چڑھ کر دونوں بادبانوں کو کھول کر رسیوں سے باندھ دیا۔ بادبانوں کے بند ہونے سے جہاز کی رفتار میں بہت فرق آ گیا۔

وہ آہستہ ہو گیا اور ایک طرف کو جھکے جھکے ساحل کے ساتھ جا کر بڑے آرام سے لگ گیا۔ جہاز کے رکتے ہی ماریا نے لنگر کو سمندر میں ڈال کر زنجیر چھوڑ دی۔ لنگر دریا میں جا کر جم گیا۔

اس کے ساتھ ہی جہاز بھی دریا میں پوری طرح سے رک گیا۔ ماریا نے عرشے پر آ کر دیکھا۔ اس علاقے کا ساحل دور دور تک ویران تھا۔ نہ کوئی آدم نہ

آدم زاد، وہ کہاں نکل آئی ہے؟۔

یہ کس ملک کا ساحل ہے؟

وہ جہاز کو اکیلا چھوڑ کر کہاں جائے؟

یہی باتیں سوچ سوچ کر ماریا پریشان ہو گئی۔ وہ جہاز کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ وہ خاموشی سے ساحل کے ساتھ لگی جہاز پر بیٹھی رہی اس نے ناشتا کیا اور پھر جہاز کے عرشے پر اکر نیچے ساحل کو تکنے لگی۔

وہ غائب تھی اور کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔

ان کا خیال تھا کہ اگر اس علاقے میں کوئی آبادی ہوئی تو لوگ جہاز کو ساحل کے ساتھ لگے ہوئے دیکھ کر ضرور آئیں گے۔

اگر وہ ڈاکو چور لٹیرے بھی ہوئے تو بھی ضرور

آئیں گے، لیکن وہاں تو نہ کوئی ڈاکو تھا نہ شریف آدمی، وہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔ ماریا سارا دن اپنے جہاز پر اکیلی بیٹھی ساحل کی طرف تکتی رہی، شام ہو گئی پھر رات ہو گئی۔

اس نے رات کا کھانا کھایا اور جہاز پر روشنی نہ کی۔ اس خیال سے کہ کہیں رات کو کوئی اس کے سوتے میں ہی جہاز پر حملہ نہ کر دے۔ سب سے زیادہ فکر اسے عنبر اور ناگ کی تھی کہ وہ کہاں چلے گئے؟

کدھر چلے گئے؟

کس نے ان دونوں کو غائب کر دیا۔ اسے عنبر کا جملہ یاد آ گیا، اس نے کہا تھا۔

" اس علاقے میں ابھی تک بڑے بڑے

زبردست جادوگر رہتے ہیں'

تو کیا ان دونوں کو کسی نے جادو کے ذریعے غائب کر دیا تھا؟

مگر اسے وہ کیوں چھوڑ گیا؟

ماریا کیوں نہ ساتھ ہی غائب ہو گئی؟

اس پر جادوگر کا جادو کیوں نہ چلا؟

ماریا کیوں نہ ساتھ ہی غائب ہو گئی اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک وہ غائب ہے، اس پر کسی جادوگر کا جادو نہیں چل سکتا اس قسم کے خیالوں میں الجھی الجھی وہ سو گئی۔

آدھی رات کو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے یوں لگا جیسے جہاز کے عرشے پر کوئی چل پھر رہا ہے۔ وہ جلدی

سے بستر سے اٹھ کر سیڑھیوں والے دروازے میں آ کر درز میں سے باہر تکنے لگی۔

دروازہ اندر سے بند تھا عرشے پر تاروں کی دھیمی دھیمی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک آدمی جس کی کالی لمبی ڈاڑھی ہے، اور گردن تک کالے کالے بال جھول رہے ہیں، لمبا چغہ پہنے عرشے پر ادھر سے ادھر چل پھر رہا ہے۔

پھر وہ شخص سیڑھیوں والے دروازے کے پاس آیا۔ اور درز میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کرنے لگا۔ ماریا پرے ہٹ گئی۔ وہ آدمی کچھ دیر جھانکنے کے بعد واپس عرشے پر جا کر ٹہلنے لگا۔

پھر وہ جہاز کے جنگلے پر چڑھ کر لنگر کی زنجیر کی مدد

سے نیچے اترنے لگا۔ ماریا جلدی سے دروازہ کھول کر عرشے پر آئی اور دبے پاؤں جنگلے کے پاس جا کر نیچے دیکھنے لگی۔

وہ شخص نیچے اتر کر سمندر میں تیرتا ہوا ساحل پر گیا اور رات کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔ ماریا دیر تک کھڑی سوچتی رہی کہ یہ کون شخص تھا؟۔

جنگل میں چیخ

دن چڑھ گیا۔ ہر طرف روشنی پھیل گئی۔

ماریا ناشتے کے بعد جہاز کے عرشے پر آ گئی۔

ساحل پر زندگی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ ماریا بڑی حیران تھی کہ یہ کس ملک کا ساحل ہے، کہ یہاں کوئی آبادی ہی نہیں ہے اگر ماریا کو خزانے کا خیال نہ ہوتا تو وہ ضرور جہاز سے اتر کر ساحل پر جا کر معلوم کرتی کہ

یہاں کون لوگ آباد ہیں وہ رات کو اس پراسرار لمبے بالوں والے آدمی کا پیچھا بھی کرتی مگر اسے خزانے کے لٹ جانے کا ڈر تھا، نہیں تو وہ ضرور جہاز سے نکل جاتی۔

وہ سوچنے لگی کہ یہ پراسرار آدمی کون تھا جو آدھی رات کو جہاز پر آیا تھا۔ ہوسکتا ہے کوئی چور ہو اور لوٹ مار کرنے آدھی رات کو جہاز پر آیا ہو۔

ضرور وہ چور ہی ہوگا لیکن اب ماریا نے جہاز سے اتر کر نیچے ساحل پر جانے کا فیصلہ کرلیا۔ وہ خزانے کو کہاں رکھے؟ اس نے سوچا کہ خزانے کو باہر کسی جگہ زمین میں دفن کر دینا چاہیے اس طرح سے خزانہ محفوظ ہو جائے گا۔ کسی کو کیا معلوم کہ خزانہ کہاں دفن ہے؟۔

ماریا نے اس خیال کے ساتھ ہی رسی ساحل کی طرف لٹکا دی۔ وہ رسی کی مدد سے ساحل پر اتر آئی۔ اس نے ریت پر ادھر ادھر کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی شروع کردی جہاں وہ خزانے کو دبا سکے۔

ساحل پر یہاں وہاں پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ ذرا پرے گھنے درخت اگے ہوئے تھے۔ ان درختوں کے نیچے گہرے سائے تھے۔

ماریا ان درختوں کے پاس گئی۔ یہ جگہ خزانہ دفن کرنے کے لیے بڑی اچھی تھی وہ جلدی سے واپس جہاز پر گئی۔

باورچی خانے سے وہ ایک پھاوڑا سا اٹھا لائی۔ اس نے ایک درخت کے نیچے زمین کھودنی شروع کر

دی۔ زمین ریتلی اور نرم تھی بہت جلد اس نے ایک گڑھا کھودلیا۔

اب وہ واپس جہاز پر آگئی سب سے مشکل کام خزانے کے صندوق کو جہاز سے اتارنا تھا۔ اس نے ناگ کے کمرے میں جاکر خزانے کے صندوق کو فرش اکھاڑ کر نکالا۔ اسے کندھے پر اٹھایا اور بڑی مشکل سے لے کر اوپر عرشے کے جنگلے پر آگئی۔

اس نے خزانے کو رسی سے باندھا اور نیچے ساحل پر لٹکا دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ چاروں طرف دیکھ بھی لیتی کہ کہیں کوئی اسے خزانہ اتارتے ہوئے دیکھ تو نہیں رہا؟

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ ساحل پر سناٹا چھایا ہوا

تھا۔ خزانہ نیچے ساحل پر اتار کر وہ خود بھی سیڑھی سے اتر کر نیچے آگئی۔ اب اس نے ایک بار پھر خزانے کو کندھے پر اٹھایا اور گڑھے کی طرف چل پڑی۔

خزانہ اگرچہ بھاری تھا مگر اسے ہلکا ہلکا محسوس ہو رہا تھا۔ شاید اس لیے کہ اس میں دنیا جہان کی دولت بھری ہوئی تھی۔ وہ خزانے کو لے کر درخت کے نیچے گڑھے کے پاس آگئی۔ خزانے کو اس نے جلدی سے گڑھے میں رکھ دیا اور اوپر پتھر اور ریت ڈالنا شروع کردی۔

تھوڑی دیر میں خزانہ زمین کے اندر دبا کر اس نے اوپر سے زمین برابر کردی۔ اب کسی کو شک نہیں ہوسکتا تھا کہ اس جگہ پر ایک بڑا ہی انمول اور قیمتی خزانہ دفن

ہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر ماریا جہاز پر واپس گئی۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا۔ نئے کپڑے پہنے۔ موسم سرد تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

اگرچہ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ اس نے کیبن کے دروازوں کو بند کیا، باہر سیڑھیوں والے دروازے پر تالہ لگایا اور سیڑھی سے اتر کر نیچے ساحل پر آ گئی۔ اس نے سیڑھی کو اچھال کر واپس اوپر جہاز پر پھینک دیا۔

وہ خدا کا نام لے کر ایک طرف کو چل پڑی۔

ریت کے ساحل پر سے نکل کر وہ ایک ایسے کچے راستے پر آ گئی جس کے دونوں جانب گھنے درخت لگے ہوئے تھے۔ ان کی چھاؤں میں ٹھنڈک تھی۔

ماریا بڑی خاموشی سے آگے چلتی گئی۔ اسے آبادی کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ ذرا دور اسے پتھروں کے بنے ہوئے کچھ چورس مکان دکھائی دیئے۔ اس نے ان مکانوں کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

قریب پہنچ کر اس نے دیکھا کہ سارے کے سارے مکان ویران اور خالی پڑے ہیں۔ مکانوں میں کئی آدمی نہ تھا، کوئی سامان نہ تھا، بس کھنڈر بنے ہوئے تھے۔ کچھ دیر ماریا ان مکانوں میں گھومتی پھرتی رہی۔

پھر اچانک وہ رک گئی اسے دو آدمیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ باتیں ایک دیوار

کے پیچھے ہو رہی تھیں۔ ماریا دیوار کے سامنے آ گئی کیا دیکھتی ہے کہ وہی لمبے بالوں اور لمبی کالی داڑھی والا آدمی اپنے ساتھی کے پاس پتھروں پر بیٹھا قہوہ پی رہا ہے اور باتیں کر رہا ہے۔

اس کے ساتھی کی ایک آنکھ کانی تھی اور سر سے گنجا تھا۔ کپڑے دونوں کے پرانے اور میلے تھے۔ دونوں نے تلواریں کمر کے ساتھ لٹکا رکھی تھیں۔ لمبے بالوں والے نے کہا۔

''میں نے سارے جہاز کو اوپر سے دیکھ لیا ہے۔ صرف ایک دروازہ ہے جو نیچے جاتا ہے مگر رات کو وہ بند تھا۔ معلوم ہوتا ہے اندر لوگ رہتے ہیں''۔

کانے نے کہا۔

''تم نے غلطی کی۔ تمہیں اسی وقت دروازہ توڑ کر اندر چلے جانا چاہیے تھا۔ ضرور ہمیں کچھ نہ کچھ مل جاتا۔ آخر جس آدمی کا اتنا بڑا جہاز ہے، اس کے پاس سونے کی بہت سی اشرفیاں تو ضرور ہوں گی''۔

لمبے بالوں والا بولا۔

''اب کیا ہو گیا ہے، چلو اب جا کر جہاز پر ڈاکا ڈالتے ہیں۔ اب جانے میں کیا حرج ہے؟''۔

''چلو! میں تیار ہوں۔ میری تلوار بھی کئی روز سے انسان کے خون کی پیاسی ہے''۔

دونوں ڈاکو اٹھے اور جہاز کی طرف چل پڑے۔ ماریا سمجھ گئی کہ یہ دونوں ڈاکو ہیں۔ اور ڈاکو بھی معمول سے ہیں، جو محض سونے کی چند اشرفیوں کے لیے

انسان کا خون بہا دیتے ہیں۔

خواہ مخواہ انہوں نے ماریا کے سفر کو کھوٹا کر دیا تھا۔ وہ واپس جہاز پر نہیں جانا چاہتی تھی مگر اب واپس جانے پر مجبور تھی۔

اسے ڈر تھا کہ جب ڈاکوؤں کو وہاں سے کوئی اشرفی نہیں ملے گی تو وہ ہوسکتا ہے، جہاز میں توڑ پھوڑ کریں۔

ہوسکتا ہے یہ بدبخت جہاز کو آگ لگا دیں۔ ماریا ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ جہاز کے قریب جا کر دونوں ڈاکو رک گئے۔

ایک نے کہا۔

''میں اندر جاتا ہوں، جا کر دیکھتا ہوں کہ اندر

کون کون ہے، تم اسی جگہ کھڑے رہو''۔

''بہت خوب مگر جلدی آنا اور سنو۔ کسی نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی تو اس کی گردن کاٹ کر میری طرف پھینک دینا۔ ہا۔ ہا۔ ہاہا''

کانا ڈاکو جانوروں کی ہنسا۔ کالے بالوں والا زنجیر کی مدد سے جہاز کے اوپر چڑھ گیا۔ کانا ڈاکو وہیں ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ ماریا اس کے پاس ہی کھڑی سوچنے لگی کہ وہ کیا کرے؟۔

کیا کالے بالوں والے ڈاکو کے باہر آنے کا انتظار کرے یا اس کانے ڈاکو کو یہاں سے نو دو گیارہ کر دے؟

ابھی وہ سوچ ہی رہی تھی کہ اوپر سے کالے بالوں

والے ڈاکو نے آواز دی۔

''اندر کوئی نہیں ہے، کم بخت سارے کے سارے لوگ کہیں چلے گئے ہیں۔ مال بھی نہیں ہے۔ برتن بھانڈے پڑے ہیں''۔

نیچے سے کانے ڈاکو نے کہا۔

''آگ لگا دو اس جہاز کو جہاں سے ہمیں کچھ نہیں ملا''۔

''بہت اچھا''۔

اب ماریا گھبرا گئی۔ یہ الو کے پٹھے تو جہاز کو آگ لگا رہے تھے۔ وہ لپک کر لنگر کی زنجیر کی طرف گئی زنجیر کی مدد سے عرشے پر چڑھی اور بھاگ کر نیچے گئی۔

عرشے پر کسی کے قدموں کے بھاگنے کی آواز سن

کر کالے ڈاکو نے چونک کر سیڑھیوں میں دیکھا اور آواز دی۔

''کون ہے اوپر؟''۔

ماریا اوپر عرشے پر ہی رک گئی۔ کالا ڈاکو اوپر آ گیا۔ پھر وہ عرشے کے جنگلے کے پاس جھک کر ساحل پر بیٹھے اپنے ساتھی سے بولا۔

''اوپر تم آئے تھے؟''۔

''نہیں۔ میں کہاں آیا تھا، میں تو یہیں بیٹھا ہوں''۔

''مجھے عرشے پر کسی کے قدموں کے دوڑنے کی آواز آئی تھی''۔

''تمہارا دل خراب ہو گیا ہے، جلدی سے آگ لگا

کر واپس آ جاؤ۔کوئی اچھی شے ہو تو اٹھا کر لے آؤ"۔

"ابھی آتا ہوں فکر نہ کرو"۔

کالے بالوں والے ڈاکو نے عرشے پر سے اپنے ساتھی کو آواز دی اور پتھروں کو رگڑ کر بادبانوں میں آگ لگانے کی کوشش کرنے لگا۔

ماریا اب صبر نہ کرسکتی تھی۔انتظار کرنا موت کو دعوت دینا تھا کیونکہ پتھروں کی رگڑ سے شرارے چمکنے لگے تھے۔ ماریا نے پیچھے سے آ کر کالے ڈاکو کے ہاتھ پر اس زور سے لات ماری کہ پتھر دور جا گرے۔

ڈاکو تو چونک کر پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"کون ہے؟ کون ہو تم؟ کہاں ہو تم؟"۔

ماریا نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"بد بخت! میں تمہارے سامنے کھڑی ہوں میں اس جہاز کی چڑیل ہوں"۔

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی، میں تیری موت بن کر یہاں آئی ہوں"۔

ڈاکو تھر تھر کانپنے لگا تھا۔ماریا نے لپک کر اس کی کمر سے تلوار چھین کر باہر نکال لی اور پھر اس کی نوک ڈاکو کے سینے میں چبھو کر کہا۔

"یہاں سے چھلانگ لگا کر بھاگ جا اور اپنے ساتھی کو بھگا کر لے جا، میں نے تمہاری جان بخشی کر دی ہے۔نہیں تو میں اس وقت تمہاری گردن بھی اڑا سکتی تھی۔اور سنو!

خبردار اگر پھر کبھی اس جہاز کا رخ کیا۔

ڈاکو تھر تھر کانپتے ہوئے بولا۔

"کبھی نہیں آؤں گا۔کبھی نہیں آؤں گا"۔

یہ کہہ کر کالے ڈاکو نے چھلانگ لگا دی اور سمندر میں کود گیا دوسرا ڈاکو اسے سمندر میں چھلانگ لگاتے دیکھ کر اس کے پاس آیا اور بولا۔

"ارے بد بخت! تجھے کیا ہو گیا؟ سمندر میں چھلانگ کیوں لگا دی تم نے؟"۔

اس ڈاکو نے جانے اس کے کان میں کیا کہا کہ دونوں وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے کہ انہوں نے پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔

ماریا نے تلوار وہیں جہاز کے عرشے پر پھینکی اور

نیچے سمندر کے کنارے پر اتر آئی۔ان لوگوں نے خواہ مخواہ اسے پریشان کیا تھا۔وہ اچھی بھلی جا رہی تھی۔

ماریا نے دوبارہ آگے چلنا شروع کر دیا۔

پتھروں کے کھنڈروں سے نکل کر وہ ایک اور کچے راستے پر ہو گئی۔اس راستے پر بھی درختوں کے سائے تھے۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ راستہ اور سایہ دار درخت مسافروں کے لیے لگائے گئے ہیں۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ قریب ہی ضرور کوئی شہر آباد تھا۔ چلتے چلتے ماریا تھک گئی۔ وہ ایک درخت کے نیچے پتھر پر بیٹھ گئی۔

اتنے میں اسے گھوڑوں کی آوازیں سنائی دیں۔

ایک گھوڑ سواروں کا دستہ اس کے قریب سے گذر گیا۔

ان لوگوں کی شکلوں سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ کسی ملک کے سپاہی نہیں ہیں بلکہ ڈاکو ہیں۔

ماریا نے سوچا۔ کیا اس سارے علاقے میں ڈاکو ہی آباد ہیں۔ اس نے پھر آگے چلنا شروع کر دیا۔ اب ایک ڈاکو گھوڑے پر سوار وہاں آیا اور ماریا سے دس بارہ قدم آگے جا کر وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ گھوڑے کو درخت کے ساتھ باندھ کر وہ ایک طرف درختوں میں چلا گیا۔

ماریا نے سوچا کہ اس شخص کے گھوڑے کو کھول کر لے چلے وہ شخص بھی چہرے سے ڈاکو ہی لگتا تھا۔ ماریا آگے بڑھی گھوڑے کے پاس آ کر وہ اسے کھول ہی رہی تھی، کہ درختوں میں سے کسی لڑکی کی چیخ سنائی

دی۔

ماریا چونکی اس نے درختوں کی طرف دیکھا۔ ایک بار پھر لڑکی کی چیخ سنائی دی۔ اس نے گھوڑے کو توو ہیں چھوڑا اور جدھر سے چیخ کی آواز آئی تھی ادھر کو دوڑ پڑی۔

آگے جا کر کیا دیکھتی ہے کہ درختوں میں جنگلی جھاڑیوں کے پاس ایک پتھر کا چھوٹا سا جھونپڑا بنا ہے۔ چیخ کی آواز اس جھونپڑے میں سے آ رہی ہے۔ ماریا بھاگ کر وہاں آ گئی۔

مکان کا دروازہ اندر سے بند تھا ایک لڑکی کی چیخ کی آواز برابر اندر سے آ رہی تھی۔ ماریا نے زور سے دروازے پر ہاتھ مارا۔

اندر ایک دم سے خاموشی چھا گئی۔ ماریا نے پھر زور سے دروازے پر دستک دی۔ ڈاکو نے آ کر دروازہ کھولا، اپنی لال لال آنکھوں سے جھانک کر باہر دیکھا اور کرخت آواز میں کہا۔

"کون الو کا پٹھا ہے باہر؟"۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا اس نے اندر داخل ہونے کی کوشش کی مگر ڈاکو سارے دروازے کو گھیر کر بیچ میں کھڑا تھا۔ ڈاکو نے دروازہ بند کر دیا اور اندر چلا گیا۔

ماریا نے سوچا کہ اب کیا کیا جائے اندر سے لڑکی کی چیخ پھر بلند ہوئی۔ ماریا نے زور زور سے دروازے پر لاتیں مارنی شروع کر دیں۔ اب ڈاکو

غصے میں منہ سے جھاگ پھینکتا دروازہ کھول کر باہر نکلا اور تلوار کھینچ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"کون ہو الو کی دم؟ کون ہو تم؟"۔

اب ماریا کو دروازے میں سے اندر جانے کا موقع مل گیا وہ تیزی سے دروازے سے اندر داخل ہو گئی اندر ایک کمرے میں جا کر دیکھا کہ ایک سنہرے بالوں والی بڑی ہی خوبصورت لڑکی رسیوں سے بندھی ہے۔

اس کے بدن پر ہنٹروں کے نشان ہیں اور وہ رو رہی ہے۔ یہ ڈاکو ضرور اس پر ظلم کر رہا ہوگا۔ اتنے میں ڈاکو زور سے دروازہ بند کر کے اندر آ گیا۔

"جانے کون گدھا تھا۔ اب بولو! میرے ساتھ

چلو گی یا میں تمہارے ابھی اس جگہ ٹکڑے ٹکڑے کر
دوں"۔
سنہری لڑکی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔
"مجھے معاف کر دو، میں تم سے رحم کی بھیک مانگتی
ہوں۔تم نے میرے ماں باپ کو قتل کر دیا۔اب مجھ پر
رحم کرو"۔
ڈاکو نے قہقہہ لگا کر کہا۔
"کبھی نہیں معاف کروں گا۔ اگر تمہیں حاصل
کرنے کے لیے مجھے تمہارے سارے خاندان کو قتل
کر دینا پڑے تو قتل کر دوں گا، کاش مجھے تمہارا خاوند
کہیں سے مل جاتا۔ میں اس کو بھی ایک پل میں ہلاک
کر دیتا، سیدھی طرح سے میرے ساتھ چلو، نہیں تو

تمہارا قیمہ کر دوں گا"۔
سنہری لڑکی نے رو رو کر کہا۔
"میں بے گناہ ہوں، ایک یتیم کے دل کی آہیں
مت لو۔ میں یتیم ہو گئی ہوں، اب اس زندگی میں میرا
خاوند ہی میرا ایک سہارا ہے، تم مجھ سے میرا سہارا مت
چھینو مجھے اپنے خاوند کے پاس چلے جانے دو۔ وہ
میرے رور رہا ہوگا"
ڈاکو نے ایک اور قہقہہ لگا کر کہا۔
کبھی نہیں! کبھی نہیں! میں تمہیں کبھی معاف نہیں
کروں گا۔ میں تمہاری بوٹی بوٹی الگ کر دوں گا، لیکن
تمہیں واپس تمہارے خاوند کے پاس نہیں بھیجوں گا۔
لو اب آخری بار تم سے کہتا ہوں یا تو میرا کہا مان یا

مرنے کے لیے تیار ہو جا۔ بول کیا مرضی ہے تیری؟۔
سنہری بالوں والی لڑکی نے آنکھیں بند کر کے
کہا۔
"اگر تم باز نہیں آتے تو پھر میری آخری بات سن
لو۔ میں تمہارے ساتھ کبھی نہیں جاؤں گی، میں مر
جاؤں گی مگر اپنے خاوند سے بے وفائی نہیں کروں گی تم
بے شک میری گردن اڑا دو۔ مجھے ہلاک کر دو میری
بوٹی بوٹی الگ کر دو۔ میں حاضر ہوں"۔
ڈاکو نے چیخ کر کہا۔
احمق لڑکی! کیوں اپنی جوانی پر ظلم کرتی ہے؟
کیوں اس عمر میں موت کو آوازیں دے رہی ہے؟
میری بات مان لے۔اپنے اوپر ظلم نہ کر۔

تمہاری عمر ابھی کھانے پینے کی عمر ہے۔ تمہیں مرنا
نہیں چاہیے، زندہ رہنا چاہیے۔ ایک بار پھر سوچ
لے۔ میں تمہیں مہلت دیتا ہوں۔
لڑکی نے کہا۔
"میں ایک مسلمان کی بیٹی اور مسلمان کی بیوی
ہوں۔ میں اپنی جان قربان کر دوں گی مگر اپنی عزت پر
دھبہ نہیں لگنے دوں گی"۔
ڈاکو نے چیخ کر کہا۔
"اے مسلمان کی بچی! پھر مرنے کے لیے تیار ہو
جا"۔
لڑکی نے آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں کلمہ
شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ ماریا نے دیکھا کہ ڈاکو

نے تلوار والا ہاتھ اوپر اٹھایا ابھی اس کا ہاتھ اوپر ہی تھا کہ ماریا نے اس زور سے اس کی کمر پر لات ماری کہ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور اس کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور منہ سے خون جاری ہوگیا۔

ڈاکو گھبرا کر اٹھا اور چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے دھکا کس نے دیا؟

سنہری لڑکی بھی آنکھیں کھول کر تکنے لگی کہ یہ ڈاکو کیسے گر پڑا اور زخمی ہوگیا۔

اس نے کہا۔

"اے ظالم! اپنے انجام سے خوف کھا کر میرا اللہ مجھ بے نوا کی مدد کر رہا ہے۔ اگر اب بھی تو باز نہ آیا تو تیرا انجام سوائے موت کے اور کچھ نہ ہوگا"۔

ڈاکو نے آستین سے منہ کا خون صاف کرتے ہوئے کہا۔

"دیکھ لوں گا تیرا اللہ کیا کرتا ہے، میرا پاؤں لڑکھڑا گیا تھا اس لیے گر پڑا۔ میں تجھے ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا"۔

یہ کہہ کر تلوار سونت کر ایک بار پھر آگے بڑھا۔

اب کی دفعہ پھر ماریا نے آگے بڑھ کر اس زور سے ڈاکو کو دھکا دیا کہ وہ دھڑام سے زمین پر گر پڑا اس کے ساتھ ہی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا پڑی۔

ماریا اسی لمحے کے انتظار میں تھی اس نے لپک کر تلوار اٹھالی۔

ڈاکو تلوار ڈھونڈنے لگا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ابھی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری تھی پھر کہاں چلی گئی؟

اسے دوسری بار دھکا کس نے دیا تھا؟ وہ کچھ سٹپٹا سا گیا۔ اس نے سنہری بالوں والی لڑکی پر اپنا غصہ نکالنا شروع کر دیا۔

وہ اسے دونوں ہاتھوں سے مارنے لگا۔ اب ماریا سے صبر نہ ہوسکا اس نے پیچھے سے تلوار مار کر آدھی گردن کاٹ دی۔

ڈاکو کی گردن لٹک گئی اس کی آنکھوں کے آگے بجلی سی چمکی اور وہ پیچھے گر پڑا۔ خون اس کی گردن سے نکل نکل کر بہنے لگا۔

سنہری لڑکی خوف کھا کر پرے ہٹ گئی۔ ماریا نے دوسرا وار کر کے ڈاکو کو ختم کر دیا۔ سنہری لڑکی آنکھوں کے سامنے یہ سب کچھ ہوا کہ ایک بار تلوار سے اپنے آپ ڈاکو کی گردن لٹک گئی اور پھر کٹ کر دور جا گری۔

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کانپنے لگی۔ اس پر خوف سے لرزہ طاری ہوگیا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی کہ خدا نے اس کی عزت بچالی ہے مگر وہ ڈر گئی تھی۔

ماریا نے سوچا کہ تلوار وہیں پھینک کر وہ واپس چلی جائے اور اس لڑکی سے کوئی بات نہ کرے کیونکہ ہوسکتا ہے وہ اور زیادہ ڈر جائے۔ پھر اس نے سوچا کہ وہ بے چاری رسیوں میں بندھی ہے، ہوسکتا ہے یہاں اس

ڈاکو کا کوئی دوسرا ساتھی آ جائے اور وہ اپنے ساتھی کے قتل کا بدلہ اس غریب لڑکی سے لے۔

یہ سوچ کر ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ لڑکی کو آزاد کرا کر اس کے گھر پہنچائے گی۔ اس نے بڑی نرمی اور محبت بھری آواز میں لڑکی سے کہا۔

''تمہارا نام کیا ہے بہن؟''۔

کمرے میں ایک اجنبی عورت کی آواز سن کر سنہری لڑکی کے منہ سے ایک خوف کے مارے چیخ نکل گئی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر تکنے لگی اسے جس عورت کی آواز سنائی دی تھی وہ عورت اسے کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔

ماریا نے پھر اس سے پوچھا۔

''تمہارا نام کیا ہے بہن؟''۔

لڑکی پھٹی پھٹی آنکھوں سے جدھر سے آواز آئی تھی، ادھر دیکھنے لگی۔ وہاں کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اب ماریا نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

پیاری بہن! گھبراؤ نہیں میں بھی تمہاری طرح ایک عورت ہوں، مجھ میں اور تجھ میں صرف اتنا فرق ہے کہ تم دکھائی دیتی ہو اور میں دکھائی نہیں دیتی۔

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھ پر ایک جادوگر نے ایسا جادو کر دیا ہے کہ میں غائب ہو گئی ہوں اور کسی کو نظر نہیں آتی۔ اب تو مجھ سے نہیں گھبراؤ گی ناں؟ بولو! تمہارا نام کیا ہے؟۔

ماریا کی گفتگو سے لڑکی کی کچھ تھوڑی بہت ڈھارس

بندھی۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

''میرا۔۔۔میرا نام سمارا ہے۔۔۔''

ماریا نے کہا۔

''سمارا! کتنا پیارا نام ہے۔ کیا تم مسلمان ہو؟''۔

سمارا نے کہا۔

''الحمدللہ! میں مسلمان ہوں''۔

ماریا نے پوچھا۔

''تمہارا گھر کہاں ہے؟ آؤ میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتی ہوں، فکر نہ کرو۔ اب یہ ڈاکو تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا میں نے اسے ہمیشہ کی نیند سلا دیا ہے''۔

سمارا نے کہا۔

''میں یہاں سے ایک دن کے فاصلے پر اپنے شہر

کی ایک حویلی میں اپنے خاوند کے ساتھ رہتی ہوں۔ میں تمہاری بے حد شکرگزار ہوں کہ تم نے میری عزت بچائی''۔

''یہ میرا فرض تھا سمارا۔۔۔''

ماریا نے سمارا کی رسی کھول کر اسے آزاد کر دیا ڈاکو کی لاش کو اسی جگہ چھوڑ کر وہ دونوں پتھروں کے مکان سے باہر آ گئیں، باہر درخت کے ساتھ ڈاکو کا گھوڑا بندھا تھا۔ ماریا سمارا کو لے کر گھوڑے کے پاس آ گئی۔

گمنام شہر کی طرف

گھوڑے کے پاس آ کر ماریا نے سمارا سے کہا۔

''سمارا بہن !اب تمہیں میرے ساتھ اس گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے گھر جانا ہوگا۔ جب تم میرے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو گی تو یہ گھوڑا غائب ہو جائے گا گھبرانا نہیں''۔

ویسے وہ دل میں بڑی گھبرا رہی تھی۔ یہ زندگی میں

پہلی بار ایسا ہو رہا تھا کہ وہ کسی غائب عورت سے باتیں کر رہی تھی۔ ماریا نے سب سے پہلے سمارا کو گھوڑے پر سوار کرایا۔ ابھی تک سمارا کو گھوڑا نظر آ رہا تھا جب ماریا اس پر سوار ہوئی تو گھوڑا غائب ہو گیا اور سمارا بھی غائب ہو گئی۔

اب انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔ ابھی دن شروع ہی ہوا تھا۔

ماریا نے کہا۔

''سمارا! تم راستے سے واقف ہو؟ کیا تم اس گھوڑے کو اپنے شہر کی طرف لے جاؤ گی؟''۔

سمارا نے کہا۔

''ہاں بہن! میں راستے کو جانتی ہوں میں تمہیں

یہاں سے سیدھا اپنے گھر لے جاؤں گی''۔

گھوڑا قدم قدم چلتا اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

سمارا نے کہا۔

''اگر ہم تیز تیز نہ چلے تو شاید رات کو بھی ہم اپنے گھر نہ پہنچ سکیں گے''۔

ماریا نے کہا۔

''میں گھوڑے کی رفتار تیز کر دیتی ہوں۔ تم سنبھل کر بیٹھی رہنا''۔

ماریا نے گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔ گھوڑا تیزی سے دوڑنے لگا۔ راستہ بڑا صاف تھا۔ راستے کی دونوں جانب درخت اگے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ اس راستے پر قافلے سفر کرتے

رہتے ہیں۔ شام تک سفر کرنے کے بعد وہ تھک گئے۔ انہوں نے ایک جگہ گھوڑا روک لیا۔ گھوڑے سے اترتے ہی سمارا اور گھوڑا ظاہر ہو گئے۔

ماریا نے کہا۔

''میں اپنے ساتھ کھانے کے لیے کچھ نہیں لا سکی سمارا بہن! کیا تمہیں بھوک لگی ہے؟''۔

سمارا نے مسکرا کر کہا۔

''بھوک تو ضرور لگی ہے۔ بہن! مگر یہاں سے ہمیں کھانے کو کچھ نہیں مل سکتا''۔

ماریا نے ایک طرف دیکھا۔ وہاں ایک جگہ درختوں میں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"اس طرف سے دھواں اٹھ رہا ہے۔ میں ادھر جا کر دیکھتی ہوں۔ ہوسکتا ہے کچھ کھانے کو مل جائے۔ تم اسی جگہ بیٹھی رہنا"۔

سمارا نے کہا۔

"جلدی آ جانا ماریا بہن! مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

ماریا بولی۔

"فکر نہ کرو۔ میں جلدی واپس آ جاؤں گی"۔

یہ کہہ کر ماریا گھوڑے پر سوار ہو کر ادھر کو چل دی جدھر سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ سمارا درختوں کے پاس پتھروں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئی۔

وہ بے چاری گھبرائی ہوئی تھی کہ کہیں ڈاکو کے ساتھی اس کی تلاش میں وہاں نہ پہنچ جائیں۔

ادھر ماریا گھوڑے پر سوار ان درختوں کے جھنڈ کے پاس پہنچ گئی۔ جہاں سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ جا کر دیکھا کہ وہاں تین شکاری بیٹھے آگ پر گوشت بھون رہے ہیں۔ وہ مرغابیوں کو بھون بھون کر ایک ٹوکری میں مصالحہ لگا کر رکھتے جا رہے تھے۔

وہاں مرغابیوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ ماریا نے گھوڑے کو ذرا پرے باندھا اور چپکے سے شکاریوں کے پاس آ گئی۔

شکاری بڑے مزے سے گوشت بھی کھا رہے تھے اور ایک دوسرے سے ہنس ہنس کر باتیں بھی کر رہے تھے۔

ایک شکاری نے کہا۔

"ماریا! اس دفعہ شکار پر چلیں گے تو کسی طرح سے ہرن کا شکار کر کے لائیں گے۔ کم بخت اس طرف ہرن دور دور تک نہیں ملتا"۔

دوسرا شکاری بولا۔

"میرا تو خیال ہے کہ ہرن کی بجائے اگر ہم سور کا شکار کریں تو زیادہ آسان کام ہو گا"۔

تیسرے نے کہا۔

"یار! سور کی جگہ اگر تمہارا شکار کر لیں تو ایک ہی بات ہو گی، کیا خیال ہے"۔

چوتھا بولا۔

"بات تو تم نے ٹھیک کی ہے مگر کبھی اپنی صورت بھی دیکھی ہے؟ قسم لے لو سور سے بالکل ملتی جلتی

ہے"۔

پہلے شکاری نے کہا۔

"جب سے اس علاقے میں مسلمان آ کر آباد ہوئے ہیں، سور کو انہوں نے حرام کر دیا ہے، نہیں تو پہلے بڑے سور مل جاتے تھے"۔

دوسرا بولا۔

"چلو یار یہ بھی غنیمت ہے کہ مرغابیاں تو یہاں مل جاتی ہیں۔ کھاؤ۔ مزے سے کھاؤ"۔

ماریا اس ٹوکری کے پاس آ گئی تھی جس میں گرم گرم بھنی ہوئی مرغابیاں رکھی تھیں اس نے ہاتھ بڑھا کر بڑے آرام سے دو مرغابیاں اٹھا لیں۔ وہ چلنے لگی تو ایک شکاری نے کہا۔

"ارے یار! یہ ٹوکری میں سے دو مرغابیاں کہاں غائب ہو گئیں؟ میں نے ابھی ابھی یہاں تین مرغابیاں بھون کر رکھی تھیں اب ایک ہی رہ گئی ہے۔ یار یہ مذاق اچھا نہیں۔ جس نے بھی مرغابی لی ہے واپس رکھ دے"۔

دوسرے نے کہا۔

"بھئی ہم نے تو تمہاری ٹوکری کو ہاتھ تک نہیں لگایا"۔

"مجھے کیا معلوم؟"۔

"ارے میں تمہارے باپ سے بھی اپنی مرغابیاں وصول کر لوں گا۔ تم نے ہی مرغابیاں چرائی ہیں۔ نکال کر رکھ دے باہر نہیں تو گردن توڑ دوں

گا"۔

"مجھے ہاتھ تو لگا کر دیکھ۔ ابھی ساری کر کری نکال کر رکھ دوں گا"۔

وہ آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ماریا مرغابیاں لے کر گھوڑے پر سوار ہوئی اور گھوڑا دوڑاتی سمارا کے پاس آ گئی۔

سمارا بے چاری سہمی ہوئی بیٹھی ماریا کی راہ دیکھ رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے زیادہ دیر تو نہیں لگائی سمارا؟"۔

"نہیں ماریا بہن! ارے یہ بھنی ہوئی مرغابیاں کہاں سے مل گئیں؟"۔

"بس بہن! خدا نے سبب بنا دیا ہماری بھوک مٹانے کا"۔

انہوں نے بڑے مزے سے مل کر بھنی ہوئی مرغابیاں کھائیں۔ گھوڑے کو بھی دانہ دنکا کھلایا اور اس پر سوار ہو کر تیزی سے اپنے سفر پر دوبارہ روانہ ہو گئیں۔

سمارا اسے برابر راستہ دکھائے جا رہی تھی۔ رات ہو گئی تھی۔ آسمان پر چاند نکلا تو دور شہر کی دیوار دکھائی دینے لگی۔

سمارا کا گھر

آدھی رات کو ماریا شہر کے دروازے پر پہنچ گئی۔

شہر کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اندر پہرہ لگا تھا۔

ماریا نے سمارا سے پوچھا کہ اس شہر میں وہ کیسے اندر داخل ہو گی؟

سمارا نے کہا۔

"میرا خاوند اس شہر کا بہت بڑا تاجر ہے۔ میں ان

سے کہوں گی تو پہرے دار مجھے نہیں روکیں گے"۔

ماریا نے کہا۔

"پھر تم ایسا کرو کہ اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ میں پیدل بھی دروازے کے اندر داخل ہو سکتی ہوں۔ بلکہ اس طرح سے مجھے آسانی ہو گی"۔

سمارا نے دروازے کے باہر کی زنجیر ہلائی۔ اندر گھنٹی بجی، پہرے دار سپاہی نے دروازے کی کھڑکی میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

"کون ہے؟"۔

سمارا نے کہا۔

"میں ابن خلیل کی بیوی ہوں"۔

"تم اس وقت کہاں سے آرہی ہو؟"۔

سمارا نے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بولا کرتی، مجھے ایک ڈاکو اغوا کر کے لے گیا تھا، اس سے بچ کر واپس آرہی ہوں"۔

پہرے دار نے اسی وقت دروازہ کھول دیا ماریا بھی سمارا کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گئی۔

پہرے دار نے کہا۔

"بہن! کیا ڈاکو تمہارا پیچھا تو نہیں کر رہا؟ ہمیں بتاؤ، وہ کہاں ہے، ہم ابھی جا کر اس کا کام تمام کرتے ہیں"۔

سمارا نے کہا۔

"شکریہ بھائی! میں نے ڈاکو کا کام تمام کر دیا ہے"۔

"شاباش! ہمیں ایک عزت والی عورت سے ایسی ہی امید رکھنی چاہیے"۔

سمارا نے سلام کیا اور ماریا کو ساتھ لے کر شہر کے دروازے سے داخل ہو کر ایک سڑک پر چلنے لگی۔ پھر ماریا بھی گھوڑے پر بیٹھ گئی اس کے بیٹھتے ہی گھوڑا غائب ہو گیا۔ اب پکی سڑک پر گھوڑے کے قدموں کی آواز تو آرہی تھی مگر گھوڑا نظر نہیں آرہا تھا۔

وہ تو شکر ہے کہ رات کا وقت تھا۔ نہیں تو دن کو وہاں لوگ جمع ہو جاتے۔

ماریا نے پوچھا۔

"یہاں سے تمہارا گھر کتنی دور ہے"۔

سمارا نے کہا۔

"بس دو ایک بازار چھوڑ کر ایک جگہ ہے"۔

"تمہارا خاوند تمہیں دیکھ کر بے حد خوش ہو گا"۔

"کیوں نہیں۔ ہم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں"۔ اب گھوڑا ایک گلی میں سے گزر رہا تھا۔

مکان کے باہر کہیں کہیں لیمپ روشن تھے۔

مکان پکی اینٹوں کے بنے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس شہر کے لوگ خوشحال ہیں۔ سامنے سے ایک چوکیدار لٹھ کندھے پر رکھے آرہا تھا۔ اس نے جو گھوڑے کے قدموں کے کلپ کلپ کی آواز سنی تو دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔

وہ گھوڑے کو دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر گھوڑا گلی میں کہیں نہیں تھا۔ حالانکہ اس کی آواز اسی طرف سے

آ رہی تھی۔ وہ چکر کھا گیا، کبھی ادھر کو گھومتا۔ کبھی ادھر کو گھومتا۔ ماریا کی بے اختیار ہنسی نکل گئی۔

عورت کی ہنسی کی آواز سن کر چوکیدار نے گھبرا کر چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی نظر نہ آیا۔ ماریا ایک بار پھر ہنس پڑی۔

چوکیدار سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔

سمارا نے کہا۔

''ماریا بہن! تم تو بڑے بڑے تماشے کر سکتی ہو''۔

ماریا نے کہا۔

''ہاں سمارا بہن! مگر مجھے تماشے کرنے کی فرصت ہی نہیں ہے''۔

سمارا نے پوچھا۔

''بہن! میں تو تم سے یہ پوچھنا بھول ہی گئی کہ تم کون ہو اور اس شہر میں کہاں سے آئی ہو؟''۔

ماریا خاموش ہو گئی۔ وہ سمارا کو بتا کر کیا کرے۔ اس کا کوئی فائدہ ہی نہیں لیکن پھر سمارا کی ہمدردی اور محبت دیکھ کر اس نے کہا۔

''سمارا! وقت آئے گا تو سب سے پہلے تمہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں اور کب سے یہاں ماری ماری پھر رہی ہوں''۔

سمارا نے کہا۔

''کیا اب نہیں بتاؤ گی بہن ماریا؟''۔

ماریا نے کہا۔

اری پگلی! ابھی تو ہم تمہارے گھر تمہارے خاوند کے پاس جا رہے ہیں۔ پہلے تو تمہارا خاوند میری باتیں سن کر چکر کھا جائے گا۔

میرا خیال ہے سمارا کہ میں اس پر اپنا ظاہر نہیں کرتی تم خود ہی گھر چلے جاؤ۔ میں یہیں سے واپس ہو جاتی ہوں۔

سمارا چلا کر بولی۔

''نہیں نہیں میں ایسا نہیں چاہتی بہن! تم بات کرو گی تو میرے خاوند کو یقین آ جائے گا۔ تم تو جانتی ہو کہ یہ مرد لوگ بڑے شکی ہوتے ہیں''۔

ماریا بولی۔

''مگر وہ حیران جو ہو گا''۔

سمارا نے کہا۔

''تو پھر کیا ہوا۔ ہم اس کی حیرانی دور کر دیں گے۔ جس طرح سے تم نے مجھ سے باتیں کی تھیں اسی طرح سے کہہ دینا، وہ مطمئن ہو جائے گا''۔

''جیسے تمہاری مرضی''۔

ان کے سامنے ایک حویلی آ گئی جس کی پیشانی پر ایک فانوس روشن تھا۔ حویلی کا دروازہ بند تھا اور شہ نشین میں بھی روشنی ہو رہی تھی۔

سمارا نے کہا۔

''میرا خاوند جاگ رہا ہے بے چارا۔ ضرور اسے میرا انتظار ہو گا۔ مجھے دیکھے گا تو کس قدر خوش ہو گا''۔

سمارا نے دروازے کی زنجیر کھینچنی چاہی تو یہ دیکھ کر

حیران سی ہوئی کہ زنجیر کسی نے اندر سے کھینچ رکھی تھی۔

”یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ زنجیر آج تک کسی نے اندر نہیں کھینچی۔ ضرور کوئی گڑ بڑ ہے“۔

ماریا نے ایک دم کہا

”سمارا! تم ایک طرف ہوکر چھپ جاؤ اور مجھے بتاؤ کہ کیا اس حویلی میں داخل ہونے کا کوئی اور راستہ بھی ہے“۔

سمارا نے کہا۔

”ہاں! ایک راستہ پیچھے سے جاتا ہے“۔

”آؤ مجھے دکھاؤ۔ تم بھی میرے ساتھ ہی اندر چلو“۔

سمارا ماریا کو ساتھ لے کر حویلی کے پچھواڑے آ

گئی۔ یہاں زیتون کے ایک درخت کے پاس ہی ایک چھوٹا سا پرانا دروازہ بنا ہوا تھا۔

سمارا نے ہاتھ بڑھا کر ایک سوراخ میں سے کنجی نکالی او اسے تالے میں گھما کر تالا کھول دیا۔ دروازہ آرام سے کھل گیا۔

سمارا نے کہا۔

”ماریا بہن! میرے پیچھے پیچھے آؤ“۔

ماریا چپکے سے سمارا کے پیچھے پیچھے چل دی۔ وہ تنگ اور اندھیری سیڑھیوں میں اتر گئے پھر دائیں طرف کو گھوم کر اوپر سیڑھیاں چلنے لگے۔

سمارا نے سرگوشی میں کہا۔

”اب ہم خواب گاہ میں پہنچ جائیں گے۔ میرا

خاوند وہیں ہوگا“۔

سیڑھیاں چڑھ کر اوپر ایک دروازہ آیا۔ اندر سے دو آدمیوں کے بولنے کی آواز آ رہی تھی۔ سمارا نے ایک جگہ سے تھوڑی سی تختی ایک طرف کھسکا دی۔ اب اندر کا منظر صاف نظر آ رہا تھا۔

سمارا کی تو چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ دو ڈاکو تلواریں لیے اس کے خاوند کے سر پر کھڑے تھے۔ انہوں نے اس کے خاوند کی مشکیں کس دی تھیں۔

ماریا نے یہ تماشا دیکھا تو سرگوشی میں سمارا کے کان میں کہا۔

یہ تمہاری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت میں تمہارے

ساتھ ہوں۔ اب تم گھبراؤ نہیں تمہارے خاوند کا یہ لوگ بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ یہ ضرور اس ڈاکو کے ساتھی ہیں جس نے تمہیں اغوا کیا تھا میں ابھی ان کی خبر لیتی ہوں۔ یہ بتاؤ کہ یہ دروازہ کھل سکتا ہے؟۔

سمارا نے سرگوشی میں کہا۔

”ہاں۔۔۔ یہ ذرا سا دھکا دینے سے کھل جائے گا“۔

”ٹھیک ہے تم اسی جگہ کھڑے رہنا اور ہرگز ہرگز میرے ساتھ اندر مت آنا، اسی جگہ چھپی رہنا۔ میں خود اندر جاؤں گی۔ اور ڈاکوؤں کی خبر لوں گی“۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

”ابن خلیل! ہم نے تمہاری ساری دولت سمیٹ

کر اس گٹھڑی میں باندھ لی ہے، اب تم غریب بھکاری ہو۔ ہمیں یہ بتاؤ کہ تمہاری بیوی سمارا کہاں ہے؟ وہ ہمارے ایک ساتھی کو قتل کر کے بھاگ گئی ہے“۔

ابن خلیل نے کہا۔

”مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری بیوی کہاں ہے؟ صرف اتنا جانتا ہوں کہ میرے پیچھے اسے کسی نے اغوا کرلیا ہے، میں تو صبر شکر کرکے بیٹھ رہا ہوں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ کہاں ہے تو میں جا کر اسے لے نہ آتا“۔

دوسرے ڈاکو نے کہا۔

بکواس بند کرو۔ تم کو معلوم ہے کہ تمہاری بیوی اور

ہمارے دوست کی قاتلہ کہاں ہے؟

وہ ضرور ہمارے ساتھی کو قتل کرنے کے بعد تمہارے پاس آئی ہے، تم نے اسے کہیں چھپا دیا ہے ہماری قاتلہ ہمارے حوالے کر دو، نہیں تو ہم اپنے ساتھی کا بدلہ تمہیں قتل کر کے لیں گے۔ بولو! کیا چاہتے ہو؟۔

ابن خلیل بولا۔

”اپنی عزت کے مقابلے میں مجھے اپنی زندگی پیاری نہیں ہے مگر میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری بیوی کہاں ہے“۔

اس پر طیش میں آ کر ایک ڈاکو نے بڑے زور

سے ابن خلیل کے منہ پر طمانچہ مارا۔ اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ اس کی بیوی سمارا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

اس کی چیخ کی آواز سن کر دونوں ڈاکوؤں نے تہہ خانے والے بند دروازے کو دیکھا جس کے پیچھے وہ دونوں کھڑی تھیں۔

”ہاہاہا! مل گئی ہمیں ہماری قاتلہ“۔

دونوں ڈاکو لپک کر تہہ خانے والے دروازے کی طرف آئے۔ ماریا نے سمارا کا پیچھے کرنا چاہا۔ مگر اس عرصے میں ڈاکوؤں نے دروازے کو چوپٹ کھول دیا۔

ماریا کو تو وہ دیکھ نہیں سکتے تھے، سمارا سامنے کھڑی

تھی۔ اس کا خاوند بھی سمارا کو دیکھ کر حیران بھی ہوا اور خوش بھی ہوا۔

”سمارا! تم آ گئیں؟“۔

”میں آ گئی میرے سرتاج!“۔

ابن خلیل کے دونوں ہاتھ پاؤں کس کر پلنگ کے ساتھ باندھے ہوئے تھے۔ ڈاکوؤں نے سمارا کی گردن دبوچ کر قالین پر گرا لیا۔

”بول! تو نے ہمارے ساتھی کو کس لیے ہلاک کیا تھا؟“۔

”اس نے میری بےعزتی کی تھی کہ میں آپے سے باہر ہوگئی۔ میں اگر اسے نہ مارتی تو وہ مجھے مار ڈالتا“۔

ڈاکو نے زور سے سمارا کے گال پر تھپڑ مارا اس کا
خاوند تڑپ کر رہ گیا۔ وہ اپنے بستر سے اٹھ نہیں سکتا
تھا۔ سمارا کی چیخ نکل گئی۔

اب ماریا سے نہ رہا گیا۔ وہ تہہ خانے والے
دروازے سے نکل کر سامنے آ گئی۔ اسے کوئی نہیں
دیکھ سکتا تھا۔

ڈاکو نے کہا۔

"دونوں میاں بیوی کو قتل کر دو، ہم اپنے ساتھی
کے خون کا پورا پورا بدلہ لیں گے"۔

ایک ڈاکو نے تلوار کھینچ لی۔ دوسرا اس کے بالکل
پاس ہی کھڑا تھا اس کی پیٹھ ماریا کی طرف تھی۔ تلوار کا
دستہ اس کی کمر کے ساتھ لگا تھا ماریا نے ہاتھ آگے

بڑھا کر تلوار اس کے نیام سے کھینچ لی۔

تلوار کھینچتے ہی ڈاکو نے پلٹ کر پیچھے دیکھا پیچھے
کوئی نہیں تھا مگر اس کی تلوار غائب تھی۔

"میری تلوار کہاں گئی؟"۔

دوسرا ڈاکو جواب دینے کے لیے پیچھے ہٹا۔

پہلے نے کہا۔

"ابھی کسی نے اسے میرے نیام میں سے کھینچ لیا
ہے"۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے"۔

"میں جھوٹ نہیں کہہ رہا"۔

"یار! تم اس آدمی اور عورت کا تو کام تمام کرو۔
بعد میں تمہاری تلوار کو بھی تلاش کر لیں گے"۔

ڈاکو تلوار لے کر ابن خلیل کی طرف بڑھا۔ ماریا
بھی تلوار لے کر ڈاکو کے ساتھ ساتھ آگے بڑھی۔
جونہی ڈاکو کا ہاتھ اوپر اٹھا ماریا کی تلوار بھی اوپر اٹھی ڈاکو
کا ہاتھ نیچے وار کرنے ہی والا تھا کہ ماریا نے زور سے
ایک ہاتھ مارا اور ڈاکو کا بازو کٹ کر تلوار کے ساتھ ہی
فرش پر گر پڑا۔ دوسرا ڈاکو تلوار لے کر آگے بڑھا۔

ماریا نے اس کا بھی تلوار والا بازو کاٹ کر رکھ دیا۔
وہاں افراتفری سی مچ گئی۔ دونوں بازو کٹے ڈاکو نیچے
بھاگنے لگے ماریا نے ایک ایک ہاتھ مار کر باری باری
دونوں ڈاکوؤں کو ہلاک کر کے رکھ دیا۔

سمارا نے کہا۔

"بہن ماریا! تم نے بالکل ٹھیک کیا۔ شاباش"۔

اس کے خاوند نے کہا۔

"سمارا! تم کس کے ساتھ باتیں کر رہی ہو؟"۔

سمارا نے کہا۔

"میرے سرتاج! یہاں میری ایک محسن بہن
کھڑی ہے۔ اس کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ مگر وہ ہم کو
دکھائی نہیں دے سکتی۔ اس عورت نے یہاں سے دور
جنگل میں ایک ڈاکو سے میری عزت بچائی تھی اور مجھے
اپنے ساتھ گھر تک چھوڑنے آئی تھی کہ ہم نے یہاں
یہ تماشا دیکھا اگر یہ میری بہن میرے ساتھ نہ ہوتی،
ہماری مدد نہ کرتی تو اس وقت ہماری لاشیں اس فرش پر
پڑی تڑپ رہی ہوتیں"۔

"سمارا! کاش میں اپنی بہن کو دیکھ سکتا مگر یہ ہماری

پیاری بہن غائب کیوں ہے؟"۔

ماریا نے کہا۔

خلیل بھائی! سارا نے جو کچھ کہا ہے، حرف بہ حرف سچ ہے۔ جنگل میں اس کی چیخ مجھے اس کے پاس لے گئی۔ اور یہ لے کر مجھے تمہارے پاس آ گئی ہے، میں خوش ہوں کہ میں نے ظالم ڈاکوؤں کو ہلاک کر کے دو بچھڑے ہوئے میاں بیوی کو آپس میں ملا دیا۔

اب باقی رہی یہ بات کہ میں نظر کیوں نہیں آتی؟ یہ ایک بڑی لمبی کہانی ہے، جس سے تم لوگوں کو کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔

"بس تم اتنا ہی سمجھ لو کہ مجھے کسی بہت بڑے جادوگر نے جادو کے زور سے غائب کر دیا ہے اور اس

کے سوا کچھ نہیں"۔

سارا نے ماریا کو ساتھ لیا اور باورچی خانے میں جا کر نوکرانی کو جگایا اس نے گرم گرم دودھ لا کر خود بھی پیا اپنے خاوند اور بہن ماریا کو بھی پلایا۔

پھر انہوں نے لاشوں سے کمرہ صاف کیا۔ لاشوں کو تہہ خانے میں پھنکوا دیا۔ رات ابھی آدھی باقی تھی۔ ابن خلیل گھوڑے پر سوار ہو کر ڈاکے کی خبر دینے شہر کے کوتوال کے ہاں چلا گیا اور ماریا اور سارا باتیں کرنے لگیں۔

سارا کا گھر بڑا خوبصورت تھا جگہ جگہ چاندی کے فانوس لگے تھے۔ فرش پر ریشمی قالین بچھے تھے۔ ماریا کو نیند آنے لگی۔ وہ قالین پر ہی لیٹ کر سو گئی۔

جادو کا پہاڑ

صبح ماریا اٹھی تو کافی دن نکل آیا تھا۔

وہ اب وہاں سے چلے جانا چاہتی تھی۔ اس نے سارا کو اس کے گھر پہنچا دیا تھا۔ اب اس کا وہاں کوئی کام نہیں تھا۔ ناشتے پر اس نے ابن خلیل سے پوچھا۔

"یہ شہر کونسا ہے اور یہاں کس کی حکومت ہے؟"۔

ابن خلیل نے بتایا۔

"ماریا بہن! اس شہر کا نام اراگوس ہے اور اس پر رومن قوم کی حکومت ہے مگر یہاں مسلمان بھی رہتے ہیں"۔

پھر سارا نے پوچھا۔

"ماریا بہن! تم نے میرے گھر پر اتنا بڑا احسان کیا ہے۔ کہ جی چاہتا ہے ساری زندگی تمہیں اپنے پاس ہی رکھوں"۔

ماریا نے کہا۔

"کاش میں ایسا کر سکتی۔ مجھے اور بھی بہت سے کام کرنے ہیں"۔

پھر اس نے سارا کے خاوند سے پوچھا۔

"خلیل بھائی! یہ بتاؤ کیا یہاں پر جادوگر بھی کوئی رہتا ہے؟"۔

خلیل نے کہا۔

"جادوگر کا تو مجھے پتا نہیں بہن لیکن اس شہر سے شمال کی طرف دو دن اور دو رات کے سفر پر ایک پہاڑ ہے، کہتے ہیں کہ اس پہاڑ میں جادو وغیرہ ہوتا ہے، جو کوئی ادھر جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا"۔

ماریا نے پوچھا۔

"یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا؟"۔

"ہم شروع ہی سے سنتے ہیں، بہن کہ ان پہاڑوں میں کسی پرانے جادوگر کو قتل کر دیا گیا ہے، اب اس جادوگر کی روح بھوت بن کر وہاں رہتی ہے۔ اور جو

کوئی ادھر جاتا ہے، اسے ہڑپ کر جاتی ہے، بس مجھے صرف اتنا ہی معلوم ہے مگر تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"یونہی پوچھ رہی تھی"۔

دوپہر کے کھانے کے بعد ماریا نے کہا۔

"اچھا خلیل بھائی! اب مجھے اجازت دو میں جاؤں گی"۔

سمارا اور خلیل نے بڑی محبت سے ماریا کو رخصت کیا۔ اس نے ایک تھیلے میں خشک گوشت اور مشکیزے میں پینے کا پانی بھر لیا۔

انہوں نے ایک کالے رنگ کا خوبصورت گھوڑا بھی ماریا کو دیا۔ ماریا ان سے جدا ہو کر حویلی سے باہر

نکل آئی اور گلیوں میں سے گزرتی شہر کے باہر چل دی۔

اسے یقین تھا کہ عنبر اور ناگ کو جادو کے زور سے ضرور جادوگر کی روح اپنے پاس لے گئی ہے۔

شہر میں بڑی رونق اور چہل پہل تھی۔ یہ بڑے خوشحال لوگوں کا شہر تھا۔

رومن قوم کے سپاہی اور امیر لوگ بازاروں میں چل پھر رہے تھے۔ ماریا گھوڑے پر سوار چلی جا رہی تھی، وہ شہر سے باہر نکلنے لگی تو دروازے پر پھر وہی پہرہ لگا تھا۔

ہر باہر جانے والے اور اندر آنے والے سے پوچھ گچھ ہو رہی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ وہ یہاں سے

کیسے باہر نکلے۔ دروازے کا آدھا پٹ کھلا تھا۔ اس میں سے گھوڑا باہر نہیں جا سکتا تھا۔

ماریا گھوڑے کو بھی نہیں چھوڑ سکتی تھی۔ کیونکہ آگے سفر بڑا لمبا تھا۔

وہ غور کرنے لگی کہ کیسے باہر نکلے۔

اس کے دماغ میں سوائے اس کے اور کوئی خیال نہ آیا کہ وہ کسی طرح سے ڈیوڑھی میں آگ لگا دے، وہاں ایک افراتفری مچ جائے گی اور اسے باہر نکلنے کا موقع مل جائے گا۔

ڈیوڑھی میں آمنے سامنے دکانیں تھیں۔ ایک دکان میں آگ کے کڑاہے پر گوشت بھونا جا رہا تھا۔ لکڑیاں دھڑا دھڑ جل رہی تھیں۔

ماریا نے آگے بڑھ کر ایک جلتی ہوئی لکڑی اٹھائی اور اس کوٹھڑی کے آگے پھینک دی۔ جہاں کپڑوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ ایکدم سے کپڑوں کو آگ لگ گئی۔

ماریا نے جلتے کپڑوں کو اٹھا کر دوسری طرف پھینکنا شروع کر دیا۔ اب ہر طرف آگ کا کھیل شروع ہو گیا۔ سپاہیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ آگ کون لگا رہا ہے۔

پہرے دار آگ بجھانے کو بھاگے۔ دروازہ کھلا رہ گیا۔ ماریا نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور تیزی کے ساتھ کھلے دروازے میں سے باہر نکل گئی۔

ڈیوڑھی میں لوگ آگ بجھا رہے تھے۔ اور ماریا وہاں سے نکل کر شہر سے باہر والی سڑک پر آ گئی تھی۔

اب اس کی منزل شمال کے آسیبی پہاڑ تھے۔

جس سڑک پر ماریا جا رہی تھی۔ اس کے دونوں جانب درخت لگے تھے۔ سڑک کچی تھی مگر ہموار بڑی تھی کافی دور چلنے کے بعد ابن خلیل کی ہدایت کے مطابق وہ بائیں طرف ایک خشک نالے کے ساتھ گھوم گئی۔ یہ نالہ آگے چلا گیا تھا۔ وہ نالے کے ساتھ ساتھ کافی آگے آ گئی۔

یہاں سے اس نے دائیں جانب کسی قلعے کے پرانے کھنڈروں میں سے ہو کر شمال کے پہاڑوں کی طرف سفر شروع کر دیا۔

بہت دور سے اسے پہاڑ نظر آ رہے تھے۔ وہ شام تک چلتی گئی۔ شام کو وہ ایک جگہ رک گئی۔ یہاں راستہ

زیادہ تر بنجر تھا۔ جنگلی جھاڑیاں جگہ جگہ اگی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ وہ ایک جگہ پتھروں کے پاس بیٹھ گئی۔ گھوڑے کو اس نے باندھا اور تھیلے میں سے خشک گوشت اور روٹی نکال کر تھوڑی سی کھائی۔

مشکیزے میں سے پانی پیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر آگے چل دی۔

گھوڑے کو بھی پیاس لگی تھی۔

مگر راستے میں کہیں پانی نہیں تھا۔ ماریا نے دور بگلوں کی قطار اڑتی دیکھی، وہ سمجھ گئی کہ ادھر ضرور کوئی تالاب ہے۔ وہ گھوڑا دوڑاتی ادھر آ گئی۔ یہاں جنگلی رستوں کے بیچ میں ایک چھوٹا سا تالاب بنا ہوا تھا۔

ماریا نے گھوڑے کو یہاں کھلا چھوڑ دیا۔ گھوڑے نے جی بھر کر جنگلی گھاس کھایا، پانی پیا گھوڑا ابھی تازہ دم ہو گیا۔

رات کو ماریا سفر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس نے اسی جگہ رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ تالاب کے پاس درختوں کے ایک جھنڈ میں آ گئی۔

گھوڑے کو درخت کے ساتھ باندھا۔ اس کے اوپر قالین اتار کر زمین پر بچھایا اور اس پر لیٹ کر آرام کرنے لگی۔

میدان میں ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس علاقے میں گرمی بالکل نہیں تھی۔ موسم بڑا خوشگوار تھا بلکہ رات کو ماریا کو سردی لگنے لگی۔

اس نے گھوڑے پر ڈالا ہوا سمور اٹھایا اور اسے
اوڑھ کر سوگئی۔ وہ جانے کتنی دیر تک سوتی رہی ہوگی کہ
کسی کے قدموں کی آہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

آسمان پر دور چاند نکل آیا تھا۔ اس کی روشنی میں
ماریا نے دیکھا کہ ایک ہٹا کٹا ڈاکو قسم کا رومن سپاہی
گھوڑے کی باگ پکڑے ماریا کے گھوڑے کے پاس
جا کر رک گیا اور اسے بڑے غور سے تکنے لگا۔

پھر پیچھے سے ایک اور رومن سپاہی گھوڑے پر سوار
وہاں آ گیا۔ پہلے نے کہا۔

''دیکھو! کتنا خوبصورت سیاہ گھوڑا ہے، معلوم نہیں
کس کا ہے، یہاں اس کا مالک کہیں نظر نہیں آ رہا''۔

دوسرے سپاہی نے کہا۔

''ارے مالک کا ہوگا بھی تو ہمارا کیا کرے گا۔ ہم
رومن فوج کے بہادر سپاہی ہیں، ہم ایک منٹ میں
اس کی گردن اڑا کر رکھ دیں گے''۔

''میرا خیال ہے، اس گھوڑے کو ہمیں یہاں سے
ساتھ لے چلنا چاہیے''۔

''ارے خیال کیا ہے لے چلو اسے ساتھ۔ اب
یہ گھوڑا ہمارا ہے۔ اگر کہیں اس کا مالک آ گیا تو اسے
بھی غلام بنا کر ساتھ لے چلیں گے مگر نہیں اسے مار
ڈالیں گے کون اسے کھلاتا پلاتا پھرے گا''۔

ماریا کو اگر گھوڑے کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ خوا
مخواہ رومن سپاہیوں سے کبھی نہ الجھتی مگر گھوڑے کی
اسے سخت ضرورت تھی۔

ابھی پوری ایک دن کا جنگل میں سفر باقی تھا۔ وہ
گھوڑے کو اپنے سے کسی طرح بھی الگ نہیں کر سکتی
تھی۔ اس نے سوچا کہ ان بدتمیز لٹیروں کو ڈرا دھمکا کر
بھگا دینا چاہیے۔ انہوں نے گھوڑے کو پکڑ کر کھولنا چاہا
تو اس نے دولتی جھاڑی۔

سپاہی پیچھے ہٹ گیا۔

دوسرے نے کہا۔

''ارے! مضبوطی سے پکڑو گدھے! کیا کر رہے
ہو؟ کبھی گھوڑے کو قابو میں نہیں کیا پہلے؟''۔

سپاہی نے گھوڑے کو دوبارہ پکڑنا چاہا تو اس نے
پھر زور سے ہنہنا کر دولتی جھاڑی۔ اب دوسرا سپاہی
گھوڑے سے اتر کر ماریا کے گھوڑے کے پاس آیا۔

''پرے ہٹ جاؤ تم، تم اس قابل نہیں ہو کہ
گھوڑے کی سواری کرو۔ کم بخت تم گدھے پر سوار رہا
کرو''۔

دوسرے سپاہی کو بھی گھوڑے نے زور سے دولتی
مارنے کی کوشش کی۔

اس نے کہا۔

یہ بڑا منہ زور گھوڑا ہے۔ مگر ہم اسے لے کر ہی
ٹلیں گے۔ اس کی بڑی قیمت پڑے گی۔

شاہی اصطبل کے داروغے کو دے کر ہزاروں
اشرفیاں کمائیں گے۔

اس نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو کھول کر قابو کر لیا۔

اب ماریا نے بستر پر سے اٹھ کر تلوار کھینچ لی۔ وہ

گھوڑے کو اپنے سے کسی بھی صورت بھی جدا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اور پھر وہ دونوں لٹیرے چور قسم کے رومن سپاہی تھے۔

اس نے تلوار لے کر آگے کو جا کر ایک ہاتھ مارا اور ایک رومن سپاہی کا ہاتھ کٹ گیا۔

دوسرا بولا۔

''ارے یہ کیا ہوا؟ یہاں دشمن کہاں چھپا ہوا ہے''۔

پہلے سپاہی نے چیخ مار کر اپنے ہاتھ کو بغل میں چھپا لیا۔

''میں مارا گیا۔ ارے مارا گیا۔ خدا کے لیے یہاں سے بھاگ چلو۔ کوئی بھوت آ گیا ہے''۔

''ارے بہت دیکھے ہیں میں نے بھوت! دیکھتا ہوں کون دشمن یہاں ہے''۔

ماریا نے اس سپاہی کی ٹانگ پر بھی تلوار ماری اس کی ٹانگ زخمی ہو گئی، لیکن اس نے اندھوں کی طرح تلوار گھمانی شروع کر دی۔

ماریا پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ تلوار گھماتے گھماتے سپاہی نے دوسرے سے کہا۔

''تم کالا گھوڑا لے کر بھاگ جاؤ۔ اب میں کسی قیمت پر یہ گھوڑا یہاں نہیں چھوڑ سکتا''۔

اس سپاہی نے ماریا کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اس پر سوار ہونا چاہا ہی تھا کہ ماریا نے پیچھے سے آ کر تلوار اس کی پشت میں گھونپ دی وہ چیخ مار کر نیچے گرا۔

ماریا پرے ہٹ گئی دوسرا سپاہی اس کی طرف آیا۔

''میں دشمن بھوت کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں اس سے تمہارا بدلہ لوں گا''۔

اور پھر اس نے وحشیوں کی طرح تلوار ہوا میں چلانی شروع کر دی۔ پہلا سپاہی گہرا زخم کھا کر زمین پر گرا تڑپ رہا تھا۔

اس کے خون سے زمین لالہ زار بن گئی تھی۔ ماریا کے لیے یہ دوسرا سپاہی ایک مصیبت بن گیا تھا۔ اس نے دو تین بار اس پر حملہ کرنا چاہا مگر وہ تو پاگلوں کی طرح گول دائرے کی شکل میں تلوار گھما رہا تھا بلکہ اب تو ماریا کو بھی ڈر پیدا ہو گیا تھا کہ کہیں اسے بھی تلوار نہ لگ جائے۔

سپاہی تلوار چلاتا چلاتا گھوڑے کی طرف بڑھا اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اس حالت میں کالے گھوڑے پر سوار ہو کر اسے اپنے گھوڑے کے ساتھ بھگا کر لے جائے۔

ماریا نے دو تین بار اس پر تلوار مارنی چاہی مگر وہ ناکام رہی۔ اچانک ماریا کی نظر تڑپ تڑپ کر مر چکے سپاہی کی طرف گئی۔

اس کا تیر کمان زمین پر پڑا تھا ماریا نے تلوار پھینک ادرس کا تیر کمان اٹھا لیا۔ اس نے کمان میں تیر چڑھایا اور نشانہ باندھ کر تیر چھوڑ دیا۔

تیر کمان سے بجلی کی طرح نکل کر تلوار چلاتے سپاہی کی گردن میں پیوست ہو گیا۔ وہ وہیں کا وہیں

کھڑا رہ گیا۔ پھر دھم سے نیچے زمین پر گر پڑا۔
ماریا نے ان دونوں کو اسی جگہ تڑپتے چھوڑا اور اپنے گھوڑے پر بستر اور قالین باندھ وہاں سے آگے چل پڑی۔
ابھی کافی رات باقی تھی مگر ماریا ان لوگوں سے پریشان ہو گئی تھی۔ اس نے اپنی ساری زندگی میں اتنے چور اور لٹیرے کہیں نہیں دیکھے تھے۔
جتنے اس نے اس رومی شہر میں آ کر دیکھے تھے۔
وہ چاندنی رات میں سفر کرتی رہی۔ وہ اب میدان سے نکل کر اونچے نیچے پہاڑی سلسلے میں داخل ہو گئی۔
یہاں زمین ہموار نہیں تھی۔ جنگلی جھاڑیاں یہاں بھی بے شمار اگی ہوئی تھیں۔ صبح تک ماریا سفر کرتی

رہی۔ صبح کے وقت سورج نکلا تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک وادی میں داخل ہو چکی ہے۔
شمال کے جادو بھرے آسیبی پہاڑ اس کے سامنے اب تھوڑے فاصلے پر ہی تھے۔ اسے نیند سی آنے لگی۔
آدھی رات کو وہ بے آرام ہوئی تھی۔
اس نے سوچا کہ یہاں کسی جگہ تھوڑی دیر رک کر اسے آرام کر لینا چاہیے۔ اس نے ایک درخت کے نیچے گھوڑے کو کھڑا کیا۔ وہیں قالین بچھایا اور تھوڑا بہت گوشت روٹی کھا کر سو گئی۔
جب وہ سو کر اٹھی تو سورج کافی نکل آیا تھا۔ اسے سخت پیاس لگی تھی۔ وہ گھوڑے کو لے کر آگے پیدل ہی چل پڑی۔ ذرا فاصلے پر اس نے ایک چھوٹی سی

بڑی خوبصورت پہاڑی ندی کو بہتے دیکھا۔
اس ندی پر آ کر اس نے گھوڑے کو ہرا بھرا گھاس کھلایا۔ پانی پلایا خود بھی منہ ہاتھ دھو کر تازہ دم ہوئی اور سامنے پہاڑوں کی طرف دیکھا۔
پہاڑوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ شمال کے آسیبی پہاڑ اس کے سامنے کھڑے تھے۔ یہی وہ پہاڑ تھے جہاں جادوگر کی خوفناک خونی روح رہتی تھی اور جہاں اس کے خیال کے مطابق عنبر اور ناگ کو اغوا کر کے رکھا گیا تھا۔ اس نے خدا کا نام لیا اور پہاڑوں کی طرف چلنا شروع کر دیا جب وہ سب سے بڑے پہاڑ کے قدموں میں پہنچی تو اسے پہاڑوں کی طرف سے ایک گونج سنائی دی۔

اس قسم کی گونج اسے دھوئیں کے مرغولے کے ساتھ جہاز پر بھی سنائی دی تھی۔ ماریا رک گئی اور پر اسرار آواز کو بڑے غور سے سننے لگی۔

☆ یہ پراسرار آواز کس کی تھی؟۔

☆ آسیبی پہاڑوں میں کون رہتا تھا؟۔

☆ کیا جادوگر کی روح ماریا کو ملی؟۔

☆ عنبر اور ناگ کہاں تھے؟۔

☆ یہ سب کچھ پڑھنے کے لیے اس سیریز کی 50ویں قسط پڑھئے۔

آنکھیں نکال دو
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 50)

فہرست

دیباچہ

ماریا پہاڑ کی خوفناک پراسرار آواز کو غور سے سنتی ہے۔ یہ ایک جادو کا پہاڑ ہے۔ یہاں ایک بہت بڑا جادوگر رہتا ہے۔ جادوگر نے عنبر اور ناگ کو گم کر کے اسی پہاڑ میں قید کر رکھا ہے۔

ماریا پہاڑ کے غار میں داخل ہو جاتی ہے۔ جادوگر کو اپنے جادو کے زور سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی انسان غار میں داخل ہوا ہے مگر وہ کسی کو نظر نہیں آتا۔

ماریا جادوگر کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ یہاں ایک لڑکی کی لاش غار میں پڑی ہے۔ ماریا بڑے رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات کے بعد عنبر اور ناگ کو بچاتی ہے۔ پہاڑ لاوے کے طوفان میں غرق ہو جاتا ہے۔

جادوگر کی قید میں

ماریا آسیبی پہاڑ کے قدموں میں کھڑی تھی۔

گھوں گھوں کی آواز آنا بند ہوگئی تھی۔ ماریا نے اسی قسم کی آواز اپنے جہاز پر آدھی رات کو سنی تھی۔ جب عنبر اور ناگ غائب ہوگئے تھے۔ ماریا کچھ دیر پتھروں کے پاس کھڑی رہی دن کا وقت تھا۔

ماریا یہ سوچ کر پہاڑ کی طرف آ گئی تھی۔ کہ شاید

اسے عنبر اور ناگ کا کچھ سراغ مل جائے کیونکہ سمارا اور ابن خلیل نے اسے بتایا تھا کہ شمال کے آسیبی پہاڑوں میں پرانے جادوگر کی ایک ایسی روح رہتی ہے جو لوگوں کو تنگ کرتی ہے۔ اور انہیں راہ چلتے غائب کر دیتی ہے۔

ماریا گھوڑے سے اتر آئی۔ اس نے پیدل چلنا شروع کر دیا۔ اب آسمان پر ایک طرف سے گہرے سیاہ رنگ کے بادل آنا شروع ہوگئے۔

ہوا بھی ٹھنڈی ہوگئی۔ تھوڑی دیر میں آسمان پر بادل چھا گئے اور بجلی چمکنے لگی۔ بجلی کی چمک کے ساتھ ساتھ بادلوں میں گرج سنائی دینے لگی۔

ماریا نے سوچا کہ یہ بارش کا موسم نہیں ہے۔ پھر بادل کہاں سے آ گئے؟۔

وہ چلتی چلتی ایک پہاڑی درے میں آ گئی۔ یہ درہ تنگ سا تھا اور اس کی دونوں جانب پہاڑ کھڑے تھے۔ وہ پہاڑوں کو دیکھتی اور ہر شے پر کان لگائے آگے آگے چلی آ رہی تھی۔

گھوڑا اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ ماریا نے سامنے سے ایک مسافر کو آتے دیکھا۔ مسافر ادھیڑ عمر کا تھا۔ ماریا ایک طرف رک گئی۔

مسافر نے دیکھا کہ ایک گھوڑا اکیلا چلا آ رہا ہے۔ اس کے ساتھ کوئی سوار نہیں ہے۔ سوار تھا مگر مسافر

ماریا کو دیکھ نہیں سکتا تھا۔

بجلی چمکی۔ بادل زور سے گرجا۔ گھوڑا ہنہنایا۔ ماریا نے اس کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا۔ مسافر گھوڑے کے پاس آ کر اسے غور سے تکنے لگا۔ پھر مسافر نے گھوڑے کی باگ تھامنے کی کوشش کی۔ ماریا نے زور سے باگ اپنی طرف کھینچ لی۔

مسافر ٹھٹھک گیا۔ اس نے دوسری بار گھوڑے پر قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ ماریا نے زور سے مسافر کو دھکا دیا۔ وہ گر پڑا اور حیرانی سے گھوڑے کو دیکھنے لگا۔

ماریا نے دیکھا کہ مسافر پھر اٹھ کر گھوڑے کی طرف آ رہا ہے۔

مسافر کا خیال تھا کہ یہ گھوڑا منہ زور ہے۔

ماریا نے سوچا کہ یہ کیا مصیبت اس کے پیچھے لگ گئی ہے۔ اس سے کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہیے۔ اس نے زور سے ایک چیخ ماری۔ چیخ کی آواز سن کر مسافر کے چھکے چھوٹ گئے۔ اس نے پہلے ہی سن رکھا تھا کہ ان پہاڑوں میں مرے ہوئے جادو گروں کی روحیں رہتی ہیں۔

وہ پتھر سا بن کر وہیں کھڑا رہا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر مسافر کی گردن پر زور سے ایک مکا مارا۔

مسافر گر پڑا۔ ماریا نے کہا۔

''تم یہاں سے دفع کیوں نہیں ہو جاتے؟''۔

مسافر زمین پر سے اٹھ کھڑا ہوا اور کپڑے جھاڑ کر بولا۔

''کیا تم کسی جادوگر کی بدروح ہو؟''۔

ماریا نے اس سے پیچھا چھڑانے کے لیے کہا۔

''میں میں جادوگر کی روح ہوں۔ تم کیا چاہتے ہو''۔

مسافر نے کہا۔

''اے روح! مجھے روحوں سے ملاقات کرنے کا بہت شوق ہے۔ میں روحوں کی تلاش میں ہی اس جادو کے پہاڑ پر آیا ہوں۔ یہ میری خوش قسمتی ہے کہ تم سے ملاقات ہوگئی''۔

ماریا نے سوچا کہ یہ تو خواہ مخواہ اس کے گلے پڑ رہا ہے۔ پھر اس نے روحوں سے ڈرنے کی بجائے روحوں سے محبت اور ان سے ملنے کے شوق کے جذبے کو ظاہر کیا تھا۔

ماریا نے غصے سے کہا۔

''بہتر یہی ہے تمہارے لیے کہ یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ نہیں تو تمہارا روحوں سے ملاقات کرنے کا شوق تمہیں لے ڈوبے گا''۔

مسافر بولا۔

''اے روح! اگر میں تمہاری تلاش میں مر بھی جاؤں تو مجھے افسوس نہیں ہوگا۔ تمہیں سامری کی قسم

ہے۔ مجھے اپنی صورت دکھا دو۔ پھر میں ساری عمر تم کو کوئی کام نہیں کہوں گا''۔

ماریا نے خیال کیا کہ وہ ایسا تو کر ہی نہیں سکتی، کیونکہ وہ غائب ہے اور کسی کو اپنی اصلی شکل دکھانا اس کے اختیار میں ہی نہیں ہے۔

اس نے کہا۔

''میں ایسا نہیں کر سکتی مسافر۔ روح تم نہ دیکھ سکو گے اس لیے ضد نہ کرو اور یہاں سے بھاگ جاؤ۔ کسی جادوگر کی روح نے تمہیں دیکھ لیا تو تمہیں اسی جگہ بھسم کر دیں گے''۔

مسافر نے کہا۔

''اچھا پھر مجھ پر ایک مہربانی کرو''۔

''بولو! کیا چاہتے ہو؟''۔

مسافر بولا۔

''پھر تم ایسا کرو کہ مجھے یہاں سے اٹھا کر میرے وطن اراگوس پہنچا دو۔ مگر اس طرح کہ میں ہوا میں تیرتا ہوا اپنے گھر کی چھت پر اتروں''۔

ماریا یہ بھی نہیں کرسکتی تھی۔ اس نے کہا۔

''سنو! اگر تم نے پھر بھی زبان سے ایسی باتیں نکالیں تو میں تمہیں زندہ درگور کر دوں گی۔ ہاں تمہارے لیے ایک کام کرسکتی ہوں کیونکہ تم میرے شہر کے رہنے والے ہو اور تم نے مجھ سے خوف نہیں

کھایا''۔

''جلدی بتاؤ اے روح!''

ماریا بولی۔

''میں تمہیں یہ گھوڑا دے سکتی ہوں۔ اس گھوڑے پر بیٹھ کر تم یہاں سے دفع ہو جاؤ''۔

مسافر نے کہا۔

''تمہارا شکریہ اے روح!''

ماریا نے اسے گھوڑا دے دیا۔ وہ گھوڑا لے کر وہاں سے چلا گیا۔

اب ماریا پھر پہاڑوں کے بیچ والے درے میں اکیلی رہ گئی۔ اس نے قدم قدم آگے چلنا شروع کر

دیا۔ آسمان پر بادل اسی طرح گرج رہے تھے۔ ماریا کے لیے بارش کی صورت میں سر چھپانے کو جگہ نہیں تھی۔

ماریا تھوڑی دور گئی تھی کہ اس نے ایک نوجوان گڈریئے کو دیکھا جو اپنی بکریوں کو لیے شاید بارش سے بچنے کے لیے اپنے گھر کی طرف بھاگا جا رہا تھا۔

ماریا کے دل میں خیال آیا کہ وہ اس گڈریئے سے اس درے اور پہاڑوں کے بارے میں پوچھے۔

اس نے گڈریئے کے قریب آ کر کہا۔

''اے نوجوان چرواہے! کیا تم بتاؤ گے کہ یہ آسیبی پہاڑ کہاں جا کر ختم ہوتے ہیں؟''۔

گڈریا پہلے تو ڈرا۔ ماریا نے جھٹ کہا۔

''سنو چرواہے! میں ایک بڑی ہی بے ضرر اور شریف روح ہوں۔ میں بڑی دور سے یہاں اپنے ایک بھائی ناگ کی تلاش میں آئی ہوں۔ وہ میرے جہاز پر سے غائب ہو گیا ہے''۔

چرواہے نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

اے نیک روح! میں تم سے اس لیے بات کرتے زیادہ گھبرایا نہیں کیونکہ اس پہاڑ کے دامن میں اکثر ایسی آوازیں آیا کرتی ہیں۔ سنو! نیک روح! یہ پہاڑ آگے جا کر ختم ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف ایک گہری کھائی ہے۔ اس پہاڑ پر

جن بھوت رہتے ہیں۔ اگر تم نیک روح ہو تو خدا کے لیے یہاں سے چلی جاؤ کیونکہ یہاں ایک ایسے جادوگر کی روح رہتی ہے جو زندہ انسانوں کو اٹھا کر لے جاتی ہے۔

اس وادی میں ہر سال چھ سات نوجوان گم ہو جاتے ہیں اور اگلی صبح کو ان کی ہڈیاں یہاں پتھروں میں پڑی ہوئی ملتی ہیں۔

ماریا نے کہا۔

''چرواہے! میں اس جادوگر سے نہیں ڈرتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے میرے ناگ بھائی کو یہاں کہیں دیکھا ہے؟ وہ نوجوان ہے اور اس کا رنگ سانولا،

ناک تیکھا ہے''۔

چرواہے نے کہا۔

''نیک روح! میں نے اس شکل کے کسی نوجوان کو نہیں دیکھا۔ مجھے تم پر ترس آ رہا ہے۔ کیونکہ میں نے بڑے بوڑھوں سے سنا ہے کہ پہاڑ کے جادوگر کی روح نیک دل اور معصوم روح کو بھی اپنے جال میں جکڑ کر قید کر لیتی ہے اور پھر اس سے اپنی مرضی کے مطابق کام لیتی ہے''۔

ماریا بولی۔

''بھائی تم گھبراؤ نہیں۔ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اچھا۔ اب میں جاتی ہوں۔ بادل گرج رہے ہیں

شاید بارش ہو۔ یہ بتاؤ یہاں بارش سے بچنے کے لیے کوئی جگہ ہے؟''۔

چرواہے نے کہا۔

''ان پہاڑیوں میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے مگر تم تو روح ہو، تمہیں بارش سے بچنے کی کیا ضرورت ہے؟''۔

ماریا باتوں ہی باتوں میں بھول گئی تھی کہ وہ روح نہیں ہے۔ آخر وہ انسان تھی۔ کب تک جھوٹ بول کر روح بنی رہتی۔ کہنے لگی۔

''معاف کرنا بھائی! میں جب زندہ تھی وہ ڈر اب تک میری روح کے ساتھ آ رہا ہے۔ اچھا خدا

حافظ''۔

''خدا حافظ''۔

چرواہا بکریوں کو ہانک کر آگے نکل گیا۔ ماریا اسی جگہ کھڑی سوچنے لگی کہ اب اگر بارش شروع ہو گئی تو کہاں جائے گی۔ اس نے ایک طرف کو چلنا شروع کر دیا۔

دور اسے درختوں کا ایک جھنڈ دکھائی دیا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ بارش میں ان درختوں کے نیچے پناہ لے سکے گی۔

اب وہاں ایسا ہوا کہ جادوگر کی روح اتفاق سے ادھر سے گزر رہی تھی۔ اس نے جو دیکھا کہ وادی کا

چرواہا کسی عورت سے باتیں کر رہا ہے اور عورت اسے دکھائی نہیں دیتی۔

تو وہ چکر کھا گیا۔ اس نے چرواہے کے قریب آ کر ان دونوں کی باتیں سننی شروع کر دیں۔ ان کی باتوں سے جادوگر نے اندازہ لگا لیا کہ ماریا کسی کی روح نہیں ہے۔

بلکہ کسی نے زبردستی جادو کے اثر سے اسے غائب کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر وہ روح ہوتی تو سب سے پہلے اس کا جسم غائب ہو گیا ہوتا۔

لیکن اس کا جسم غائب تھا اور وہ روح نہیں تھی۔

جادوگر کی باچھیں کھل گئیں۔ اسے اسی طرح کی ایک

عورت چاہیے تھی۔ جو غائب ہو۔

کسی کو دکھائی نہ دیتی ہو اور انسان بھی ہو وہ ایسی عورت سے بہت سے کام لینا چاہتا تھا۔ جب ماریا اکیلی رہ گئی تو جادوگر نے اس شخص کا خیال دماغ میں اتارا جس کا نام ناگ تھا اور جس کی تلاش میں ماریا گھوم رہی تھی۔

اس نے جلدی سے ناگ کا جھوٹا روپ بھرا اور ماریا کے سامنے آ گیا۔ ماریا نے جو ناگ کو دیکھا تو خوشی سے چیخ کر بولی۔

”ناگ بھائی! تم کہاں؟“۔

جادوگر جو کہ ناگ کی شکل میں تھا ہاتھ پھیلا کر

بولا۔

''ماریا بہن! میں خود تمہاری تلاش میں تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئیں''۔

ماریا نے پوچھا۔

''عنبر بھائی کہاں ہے؟''۔

جادوگر نے سوچا کہ ضرور یہ عنبر بھی اس عورت ماریا کا کوئی بھائی ہوگا اور گم ہو گیا ہوگا۔

اس نے کہا۔

''وہ اس پہاڑ کے اندر ایک جگہ پر آرام کر رہا ہے۔ ماریا بہن! آؤ اس کے پاس چلتے ہیں''۔

ماریا کو بھلا کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ اس کا بھائی

ناگ اس کے سامنے تھا۔ وہ بڑی خوشی سے ناگ کے ساتھ چل پڑی۔

جادوگر ناگ کی شکل میں ماریا کو ساتھ لے کر پہاڑ کے درے سے نکل کر ایک بہت بڑی چٹان کے سامنے آ گیا۔

ماریا نے پوچھا۔

''یہ چٹان کیسی ہے بھائی ناگ؟''۔

جادوگر نے کہا۔

''ماریا بہن! ہم بڑی مشکل سے ایک جادوگر کے چنگل سے بچ کر نکلے ہیں۔ میں عنبر کو غار کے اندر چھوڑ کر تمہیں لینے یہاں سے نکلا تھا۔ آؤ اندر چل کر عنبر

سے ملتے ہیں"۔

جادوگر نے چٹان کے پہلو میں ایک پتھر کو دبایا۔
چٹان آہستہ آہستہ پرے ہٹنا شروع ہو گئی۔ جب وہ پوری طرح کھسک گئی تو جادوگر ناگ بنا، ماریا کو ساتھ لے کر غار کے اندر آ گیا۔ اب وہ ایک لمبی سی سرنگ میں سے گزر رہے تھے۔

ماریا نے کہا۔

ناگ بھائی! آخر تم لوگ یہاں کیسے آ گئے؟
تمہیں کس نے غائب کر دیا؟
میں نے ایک بڑی خوفناک آواز سنی تھی۔ اس کے بعد دھماکا سا ہوا اور میں نے اوپر جا کر دیکھا۔ تم

دونوں غائب تھے۔

جادوگر بولا۔

"بس ماریا بہن! ہماری قسمت اچھی تھی کہ بچ گئے۔ نہیں تو اس پہاڑ کے جادوگر کالار نے تو ہمیں ختم ہی کر کے رکھ دیا تھا"۔

ماریا نے پوچھا۔

"کیا اس پہاڑ کے جادوگر کا نام کالار ہے؟"۔

جادوگر بولا۔

ہاں! کالار جادوگر اس کا نام ہے۔ وہ بہت طاقتور جادوگر ہے۔ میرا خیال ہے وہ تمہیں بھی شاید دیکھ سکتا ہے۔ مگر خیر اب تو ہم نے اسے یہاں سے بھگا دیا

www.urduraja.com

ہے۔

''بھگا دیا ہے؟''۔ ماریا نے خوش ہو کر کہا۔

''جادوگر نے کہا۔

''ہاں ماریا بہن! ہم نے جادوگر کالار کو یہاں سے بھگا دیا ہے۔ اب وہ کسی مسافر کی روح قبض نہیں کر سکے گا۔ اور کسی زندہ انسان کو غائب کر کے ہڑپ نہیں کرے گا''۔

ماریا بولی۔

''شاباش میرے بھائیو! تم نے انسانوں کی بھلائی کے لیے یہ ایک ایسا کام کیا ہے کہ میرا سر فخر سے بلند ہو گیا ہے''۔

جادوگر ہنس کر بولا۔

''یہ تو ہمارا فرض ہے ماریا بہن! ہم انسان کی بھلائی کا جذبہ لے کر ہی گھر سے نکلے تھے۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ ہم نے ایک بار سمندر میں ہزاروں لوگوں کو ڈوبنے سے بچایا تھا؟''۔

ماریا نے کہا۔

''وہ کب ناگ بھائی؟''۔

جادوگر گھبرا گیا۔ کیونکہ ناگ کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش نہیں آیا تھا۔ اس نے جھٹ کہا۔

''ارے بھئی معاف کر دینا ماریا بہن! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ دراصل تم لوگوں کے پاس آتے سے

پہلے میں نے ایک بار ایک کشتی کے مسافروں کو سمندر
میں ڈوبنے سے بچایا تھا''۔

ماریا ہنس پڑی۔

''تم کتنے نرم دل ہو میرے بھائی!''

غار کے آگے جا کر ایک چشمے پر آ گئی۔ جہاں
ایک دروازے میں سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔

ماریا نیچے جاتے ہوئی بولی۔

''مجھے تو یہاں سے ڈر لگتا ہے بھائی! کیا عنبر اس
کے نیچے تہہ خانے میں بیٹھا ہے؟''۔

جادوگر نے کہا۔

''خوب پہچانا تم نے ماریا بہن! ہاں عنبر ان

سیڑھیوں کے نیچے ایک تہہ خانے میں لیٹا آرام کر رہا
ہے۔ کیا تم اس کے پاس نہیں چلو گی؟''۔

''کیوں نہیں ناگ! میں اپنے بھائی عنبر سے ضرور
ملوں گی''۔

''تو پھر میرے ساتھ ساتھ نیچے آؤ''۔

ماریا۔ جادوگر کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں اتر کر تہہ
خانے میں آ گئی۔ ماریا کو کسی وقت خیال سا آتا کہ
ناگ کی آواز کچھ کچھ بدلی سی ہے۔

چہرے پر بھی وہ ناگ کے چہرے پر ایسی شگفتگی
اور تازہ پن نہیں تھا۔ لیکن پھر وہ اس خیال کو دل سے
نکال دیتی۔ اس نے سیڑھیاں اترتے ہوئے پوچھا۔

''ناگ بھائی! تم آج اداس اداس کیوں ہو!

تمہارے چہرے پر وہ پہلے جیسی تازگی نہیں ہے''۔

جادوگر نے کہا۔

''ایسی کوئی بات نہیں! اصل میں میں اور عنبر دو

راتوں سے نہیں سوئے۔ اس لیے میں پریشان اور تھکا

ہوا ہوں''۔

ماریا خاموش ہوگئی۔ اب وہ نیچے تہ خانے کے سرد

اندھیرے میں کھڑی تھی سامنے لوہے کا ایک دروازہ

تھا۔ اس کی دوسری طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔

ماریا نے پوچھا۔

''عنبر کہاں ہے ناگ بھائی؟''۔

جادوگر نے کہا۔

''اس دروازے کی پرلی جانب سو رہا ہے۔ آؤ

اندر چل کر اس سے ملاقات کرتے ہیں''۔

''چلو''۔

جادوگر نے لوہے کے جنگلے کا تالا کھولا اور بولا۔

''آؤ ماریا بہن!''

ماریا اس کے ساتھ ہی لوہے کے دروازے میں

سے گزر کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوگئی۔

دوسری طرف ایک ایسی کوٹھڑی تھی جس کی چھت بہت

ہی نیچی تھی۔

زمین پر گھاس بچھی تھی اور دیواروں سے ٹھنڈک

اور سیل ٹپک رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"ناگ بھائی! عنبر کہاں ہے؟ ذرا آواز دینا"۔

ماریا کے پیچھے سے کسی سے جواب نہ دیا۔ اس
نے حیران ہو کر پلٹ کر دیکھا، مگر وہاں کوئی بھی نہیں
تھا۔ ماریا بڑی حیران ہوئی کہ ناگ کہاں چلا گیا۔ ابھی
تو وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

اس نے زور سے آواز دی۔

"ناگ بھائی۔ ناگ بھائی؟"۔

کھٹاک سے ماریا کے پیچھے لوہے کا دروازہ اپنے
آپ بند ہو گیا اور پھر جادوگر کا قہقہہ سنائی دیا۔

"ہاہاہاہا۔ ماریا میں ناگ نہیں ہوں بلکہ اس پہاڑ
میں رہنے والے جادوگر کی بد روح ہوں۔ اب تم
میری قید میں ہو اور میرے حکم کے بغیر یہاں سے نہیں
نکل سکتیں"۔

یہ سن کر ماریا پر تو سکتہ طاری ہو گیا۔

اس کے ساتھ زبردست دھوکا ہوا تھا۔ اس نے
لپک کر لوہے کے جنگلے کو پکڑ کر ہلایا مگر جنگلا اس قدر
مضبوط تھا۔ کہ ماریا اسے ذرا سا بھی نہ ہلا سکی۔

ماریا نے چیخ کر کہا۔

"بد بخت جادوگر کی روح! غور سے میری بات
سن لے۔ اگر تو نے مجھے آزاد نہ کیا تو عنبر اور ناگ آ

کر تجھے برباد کر دیں گے"۔

جادوگر کی آواز آئی۔

"اب عنبر اور ناگ کو بھول جا۔ وہ پہلے ہی میری قید میں ہیں۔ وہ ایک ایسے سرد خانے میں بند ہیں جہاں سے اگر وہ ساری زندگی بھی کوشش کرتے رہیں تو باہر نہیں نکل سکتے"۔

ماریا نے کہا۔

"آخر تو نے مجھے کس لیے قید کیا ہے؟ میں نے تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا"۔

جادوگر نے کہا۔

مجھے تم سے ایک ایسا کام لینا ہے جو صرف تم ہی کر

سکتی ہو۔ میں ایک مدت سے ایسی عورت کی تلاش میں تھا جس پر سامری کا جادو چلا ہو اور جو غائب ہو۔ اب میں کامیاب ہو گیا ہوں۔

ماریا نے کہا۔

اچھا اگر تم نے مجھے قید کر لیا ہے تو بے شک قید کر لو۔ مگر یہ بتاؤ کہ تم نے عنبر اور ناگ کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟۔

انہوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟

ان سے تمہیں کون سا کام لینا ہے؟۔

جادوگر نے کہا۔

عنبر کے پاس ایک ایسی طاقت ہے کہ مر نہیں

سکتا۔ موت کا وار اس پر اثر نہیں کر سکتا۔ ناگ ایک سانپ ہے جو پانچ سو برس تک زندہ رہا ہے۔

میں ان دونوں کے خون سے ایک ایسی دوائی بنا کر پیئوں گا جو مجھے پھر سے زندہ کر دے گی اور میں کبھی نہیں مر سکوں گا۔

ماریا نے کہا۔

”لیکن عنبر کے جسم میں تو خون بالکل نہیں ہے؟ اس کا خون تم کہاں سے حاصل کرو گے؟“۔

جادوگر کی آواز آئی۔

”میں عنبر کا خون نہیں لوں گا۔ بلکہ اسے بے ہوش کر کے اس کی کھوپڑی میں سے مغز نکال کر کھا جاؤں

گا۔ اس کے بعد کھوپڑی پھر سے سی دوں گا۔ اس کے بعد عنبر زندہ تو رہے گا مگر نہ تو وہ کسی کو پہچان سکے گا اور نہ ہی کسی سے بات چیت کر سکے گا۔ وہ گونگا بہرہ اور نیم پاگل ہو جائے گا“۔

ماریا نے کہا۔

”یہ ظلم ہے۔ اس ظلم کا تم سے بدلہ لیا جائے گا“۔

”ہا ہا ہا ہا! ابھی تک مجھ سے بدلہ لینے والا اس دنیا میں کوئی پیدا نہیں ہوا“۔

ماریا نے کہا۔

”جادوگر کالار! اب بھی اپنے ناپاک ارادوں سے باز آ جا، ابھی وقت ہے۔ پھر بعد میں تمہیں

پچھتانا پڑے گا"۔

جادوگر نے زور سے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کا ماریا کو اس طرح سے علم ہوا کہ اس نے دو تین بار جادوگر کو آوازیں دیں مگر کوئی جواب نہ آیا۔

اب وہ تہہ خانے میں اکیلی رہ گئی تھی۔ تہہ خانے میں اندھیرا اور سردی تھی۔ وہ سوکھی گھاس پر بیٹھ گئی۔

قریب ہی بھیڑ کی دو کھالیں پڑی تھیں۔ اس نے ایک کھال اوپر لے لی اور دوسری نیچے بچھا لی۔ وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ یہاں سے کیسے چھٹکارا ملے گا۔

اسے عنبر اور ناگ کا خیال بھی آ رہا تھا۔ ایک طرح سے وہ مطمئن بھی تھی کہ عنبر اور ناگ کا اسے پتا چل گیا ہے اور وہ بھی اس پہاڑ کے غار میں قید ہیں مگر وہ بے چین تھی کہ کسی طرح اڑ کر ان کے پاس چلی جائے۔ یا کم از کم انہیں یہی معلوم ہو جائے کہ وہ بھی ان کے ساتھ ہی غار کے ایک تہہ خانے میں قید کر دی گئی ہے۔

آنکھیں نکال دو

اب ذرا عنبر اور ناگ کا حال بھی معلوم کریں۔

جہاز پر عنبر اور ناگ بڑے سکون سے سو رہے تھے۔ کہ جادوگر کی روح کالا رنے ان کو جادو کے زور سے غائب کر دیا۔

جب ان کی آنکھیں کھلیں تو انہوں نے اپنے آپ کو آسیبی پہاڑ کے غار کے نیچے ایک تہہ خانے

میں پایا۔ عنبر ایک الگ تہہ خانے میں تھا اور ناگ الگ دوسرے تہہ خانے میں تھا۔

عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اس کے چاروں طرف سلاخ دار پنجرے کی دیواریں تھیں اور اوپر چھت پتھر کی تھی۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے کسی جادوگر نے جادو کے زور سے غائب کر کے یہاں قید کر لیا ہے۔

دوسری طرف ناگ نے بھی جب آنکھیں کھولیں تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک کسی غار کے تہہ خانے میں ایک ایسے لوہے کے پنجرے میں قید ہے جس کی چھت پتھر کی ہے۔

اس نے اٹھ کر سلاخوں کو ہاتھوں سے ہلایا۔ سلاخیں اس قدر مضبوطی سے پتھروں میں گڑھی ہوئی تھیں کہ ان کے ہلانے جلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

اس نے عنبر کو آواز دی۔

"عنبر بھائی! کیا تم میری آواز سن رہے ہو؟"۔

اسے کوئی جواب نہ ملا۔ عنبر تک اس کی آواز نہیں پہنچتی تھی، کیونکہ عنبر وہاں سے ایک منزل نیچے پنجرے میں بند تھا۔

دوسری جانب عنبر نے بھی ناگ کو آواز دے کر معلوم کرنا چاہا کہ وہ کہاں قید ہے مگر ناگ تک اس کی

آواز بھی نہ پہنچی۔

وہ بھی عنبر کی طرح صبر شکر کر کے بیٹھ گیا۔ ماریا بھی اوپر والی منزل کے ایک پنجرے میں بلبل کی طرح بند پڑی تھی۔

جادوگر کالا رکی روح ساری غار میں چل پھر کر ان کا تماشہ کر رہی تھی۔ اس نے اسی وقت کالی دوا تیار کرنے کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔

اس کے لیے اسے ناگ کا خون اور عنبر کا دماغ چاہیے تھا لیکن سب سے پہلے اسے ارگوس کے بادشاہ کے اکلوتے بچے شاہزادے کی آنکھیں چاہیے تھیں۔

ان آنکھوں کو دوائی میں ڈالنے کے بعد وہ عرق تیار کر

سکتا تھا۔

اس کام کے لیے اس نے ماریا کو اغوا کیا تھا۔

کیونکہ شہزادہ ایک ایسے کاہن کے قبضے میں تھا کہ جس نے اپنے کالے علم کے زور سے اس کے ارد گرد ایک ہوا کی دیوار سی بنا رکھی تھی۔

اس دیوار کو کوئی جادوگر یا جادوگر کی روح پار نہیں کر سکتی تھی۔ یہ کام صرف ایک ایسی عورت ہی کر سکتی تھی جو انسان بھی ہو عورت بھی ہو اور غائب بھی ہو۔

یہ تینوں باتیں ماریا میں موجود تھیں۔

جادوگر نے اسی لیے ماریا کو بھی اغوا کر لیا تھا۔

اب سب سے مشکل کام یہ تھا کہ ماریا کو کس طرح سے

اس مہم پر روانہ کیا جائے؟

کیونکہ ہو سکتا تھا کہ وہ وہاں سے بھاگ جائے۔

جادوگر کالار کی بد روح اس کی کڑی نگرانی نہیں کر سکتی تھی۔ اس کام کو پوری مکاری سے انجام تک پہنچانے کے لیے جادوگر نے ایک سازش سوچی۔

وہ سیدھا نچلی غار میں ماریا کے پاس گیا اور بولا۔

”ماریا! اگر تم میرا ایک کام کر دو تو میں تم سے سامری کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں چھوڑ دوں گا اور تمہارے دونوں بھائیوں کو بھی چھوڑ دوں گا“۔

ماریا نے پوچھا۔

”وہ کون سا کام ہے؟ مجھے بتاؤ“۔

جادوگر نے کہا۔

"کام یہ ہے کہ تمہیں بادشاہ اراگو اس کے محل میں جا کر سب سے چھوٹے شہزادے کی آنکھیں نکال کر لانی ہیں"۔

ماریا تڑپ اٹھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں یہ ظلم ہرگز ہرگز نہیں کر سکتی۔ میں انسان ہوں۔ کوئی حیوان نہیں ہوں میں یہ کام کبھی نہیں کروں گا"۔

جادوگر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر میں تمہیں اور تمہارے بھائیوں کو کبھی آزاد نہیں کروں گا۔ تم کو اپنی سرد خانوں میں

سسک سسک مر جانا ہوگا۔ اگر عمر نہ مرتا تو نہ مرے مگر تم اور ناگ ایک نہ ایک روز ضرور مر جاؤ گے"۔

ماریا نے کہا۔

"ہم یہاں سے بھاگنے کی کوشش کریں گے اور ضرور بھاگ جائیں گے"۔

جادوگر ہنس کر بولا۔

بد نصیب عورت! اس خیال کو دل سے نکال دو۔ یہاں سے تم کبھی نہیں نکل سکتے۔ اس آسیبی پہاڑ کے چاروں طرف جنوں اور بھوتوں کا پہرہ ہے۔ اس سے باہر نکلنے کا سوائے ایک چٹان کے اور کوئی راستہ نہیں اور تمہارے اندر آ گئے کے بعد میں نے اس دروازے

کو بھی بند کر دیا ہے۔

ایک بار پھر سوچ لو۔ اگر تم نے میرا یہ کام کر دیا تو میں نہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے دونوں بھائیوں کو بھی آزاد کر دوں گا۔

ماریا نے سوچا کہ اس کے آگے ہاں کر دینے میں کیا حرج ہے۔ میں یہاں سے ایک بار نکل تو جاؤں گی۔

اس کے بعد عنبر اور ناگ کو بھی اپنی کوشش سے آزاد کروا لوں گی۔ اس نے جھٹ جادوگر سے کہا۔

”مجھے یہ شرط منظور ہے ۔ میں شہزادے کی آنکھیں نکال لانے پر تیار ہوں“۔

جادوگر خوش ہو کر بولا۔

”شاباش! تم بہت عقل مند عورت ہو۔ تم نے بڑا درست فیصلہ کیا ہے۔ میں تمہیں تمہارے اس فیصلے پر مبارکباد دیتا ہوں۔۔۔ بولو! تم یہاں سے کب نکلنے پر تیار ہو“۔

ماریا نے کہا۔

”میں ابھی اسی وقت جانے کو تیار ہوں“۔

جادوگر کی روح بولی۔

نہیں ابھی تم یہاں سے نہ جاؤ۔ صبح ہو جانے دو۔ میں صبح صبح اندھیرے میں تمہیں یہاں سے لے کر بادشاہ کے محل میں لے چلوں گا۔

میں محل کے باہر کھڑا ہوں گا تم اندر جا کر سوئے
ہوئے شہزادے کے پاس جا کر چاقو سے اس کی
آنکھیں نکال کر لے آنا۔

ماریا نے کہا۔

''ایسا ہی کروں گی''۔

جادوگر نے کہا۔

''لیکن ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم نے میرے
ساتھ دھوکا کرنے کی کوشش کی تو میں آتے ہی سب
سے پہلا کام یہ کروں گا کہ تمہارے بھائی ناگ کو قتل کر
دوں گا''۔

دھمکی بڑی خوفناک تھی۔ لیکن ماریا دل میں فیصلہ

کر چکی تھی کہ وہ یہاں سے باہر بھی چلی جائے گی اور
جادوگر کو شہزادے کی آنکھیں بھی لا کر نہیں دے گی اور
اسے ہلاک کر کے غار میں سے عنبر اور ناگ کو آزاد
کرانے کی پوری کوشش بھی کریگی۔

اس سازش کا عنبر اور ناگ کو کچھ علم نہیں تھا۔

وہ رات کو اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں حیران و ششدر
سے بیٹھے تھے یہ ان کے ساتھ کیا ہو گیا۔ دوسری جانب
جادوگر نے ماریا کو ساتھ لیا اور غار سے باہر آ گیا۔ باہر
آ کر اس نے ماریا کو بھی ایک گھوڑے پر سوار کیا ایک
گھوڑے پر خود سوار ہوا۔

ماریا نے گھوڑے کی باگ اپنے ہاتھ میں پکڑی

اور شہر میں بادشاہ کے محل کی طرف روانہ ہوگئی۔ ابھی رات کافی باقی تھی۔ ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ سفر ایک رات اور ایک دن کا تھا۔ جادوگر اس حساب سے چلا تھا کہ وہ جب بادشاہ کے محل کے باہر پہنچے تو اس وقت رات آدھی گزر رہی ہو۔

ماریا پھنس گئی

ماریا اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت میں نہیں پھنسی تھی۔

وہ کالا جادوگر کی روح کے ساتھ گھوڑے پر سوار اراگوس شہر کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ جادوگر کی بد روح بڑی اذیت میں پھنسی تھی۔

وہ اپنے کالے جادو کے زور سے بڑی طاقت ور

بن گئی تھی اور ماریا کو ہر طرح سے اپنے قبضے میں کیئے
ہوئے تھی۔ ماریا اگر اس سے الگ ہو بھی جاتی تو اسے
کوئی فائدہ نہیں تھا۔

اس لیے کہ عنبر اور ناگ اس خبیث جادوگر کی قید
میں تھے اور یہ بد روح واپس جا کر بڑی آسانی سے
ناگ کو قتل کر سکتا تھا۔ اور عنبر کو یہ نقصان پہنچا سکتا تھا کہ
اس کی کھوپڑی میں سے دماغ نکال لے اور اسے
پاگل بنا دے۔

ماریا بڑی کش مکش میں الجھ گئی تھی۔ وہ بھاگنا بھی
چاہتی تھی مگر بھاگ نہیں سکتی تھی۔ بس جادوگر کی روح
کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔

جادوگر نے اپنے کالے جادو کے زور سے ایک
انسان کی شکل اختیار کی ہوئی تھی۔ جب کہ ماریا اپنے
گھوڑے پر غائب تھی۔

ساری رات وہ صحراؤں اور میدانوں میں سفر
کرتے رہے۔ صبح کے وقت انہوں نے ایک جگہ
آرام کیا۔ ناشتا کیا اور پھر شاہی محل کی جانب چل
پڑے۔

دوپہر تک انہوں نے سفر کیا۔ دوپہر کو تھوڑا سا
آرام کیا۔ تیسرے پہر وہ پھر چل پڑے۔ شام ہو گئی۔
پھر رات سر پر آ گئی۔ آسمان پر ستارے چمکنے لگے۔
رات کے پہلے پہر کے گذرنے کے بعد انہیں شہر

اراگوس کی فصیل پر جلتی ہوئی روشنیاں دور سے نظر پڑیں۔

گھوڑوں پر سفر کرتے ہوئے وہ شہر کی فصیل کے پاس آ گئے۔

جادوگر نے ماریا سے کہا۔

اب تمہارا کام شروع ہوتا ہے۔ یاد رکھو اگر تم نے مجھے ذرا سا بھی دھوکا دینے کی کوشش کی تو میں تم کو بھی معاف نہیں کروں گا۔

میں عنبر اور ناگ کو جاتے ہی ختم کر دوں گا۔ اس لیے تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح کرتی چلی جاؤ۔

ماریا نے کہا۔

”جیسا تم کہو گے ویسا ہی میں کروں گی۔ میں تمہارے قابو میں پھنس گئی ہوں۔ میں تم سے دھوکہ کر کے اپنے دونوں بھائیوں کی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتی۔ اس لیے تم بے فکر رہو“۔

دل میں ماریا یہ بھی سوچ رہی تھی کہ وہ شہزادے کی آنکھیں کبھی نہیں نکالے گی، لیکن جادوگر کو بھی آنکھیں دکھانی ضروری تھیں۔

اس نے خدا سے دعا کی کہ وہ اسے آزمائش میں سے کامیابی سے نکال دے۔ وہ شہر کی فصیل کے بڑے پھاٹک کے سامنے آ کر رک گئی۔

www.urdurasala.com

ماریا نے کہا۔

''اب شہر میں تم کیسے داخل ہو گے؟ میں تو اس لیے داخل ہو جاؤں گی کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ سکے گا''۔

جادوگر ہنسا اور کہنے لگا۔

''تم مجھے کیا سمجھتی ہو؟ کیا میں دودھ پیتا بچہ ہوں؟ میرے ساتھ چلو۔ ہم دونوں اس دروازے میں سے گزریں گے۔ اور اس شان سے گزریں گے کہ سب پہرے دار اور سپاہی مجھے سلام کریں گے''۔

ماریا خاموشی سے جادوگر کے پیچھے پیچھے گھوڑے پر چل پڑی۔ اب جادوگر نے کوئی جادو کیا اور اپنے اوپر پھونک ماری تو اس کا لباس شہزادوں جیسا ہو گیا،

وہ آگے آگے چل پڑا اور پیچھے پیچھے ماریا آنے لگی۔ ماریا اپنے گھوڑے پر دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ اس کا گھوڑا خالی تھا۔

پہرے داروں نے جب ایک شہزادے کو بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ آتے دیکھا تو انہوں نے آگے بڑھ کر فوراً دروازہ کھول دیا اور ادب سے جھک کر کوتوال نے کہا۔

''حضور انور! کس ملک سے تشریف لا رہے ہیں؟''۔

جادوگر نے گردن اٹھا کر کہا۔

''ہم کالا جار کے ملک کے شہزادے ہیں اور آپ

کے بادشاہ سلامت سے ملاقات کرنے جا رہے ہیں"۔

"تشریف لے چلیں حضور اقور!"

جادوگر بڑی شان سے گردن اٹھائے، ماریا کے گھوڑے کی باگ تھامے دروازے میں سے نکل گیا۔

پہرے داروں اور سپاہیوں نے اس بات کو بہت محسوس کیا کہ یہ کیسا شہزادہ ہے کہ اپنے ساتھ ساتھ ایک خالی گھوڑے کو بھی لیے پھر رہا ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ کوئی حفاظت کرنے والا دستہ بھی نہیں۔ پھر انہوں نے سوچا کہ شاید یہ شہزادہ جنگل میں اکیلا شکار کر رہا ہو اور کسی خاص کام سے بادشاہ

سے ملاقات کرنے آ گیا ہو۔

فصیل کے اندر آ کر جادوگر نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا۔

اب ہم محل کی طرف جا رہے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ ہی شاہی محل میں جاؤں گا اور اپنے آپ کو کالا جار کا شہزادہ کہہ کر رہوں گا۔

"تمہارا کام یہ ہے کہ تمہیں کسی نہ کسی طرح ملکہ کے سونے کے کمرے میں پہنچ کر شہزادے کی آنکھیں نکالنی ہوں گی۔ کیا تم سمجھ گئی ہو ناں؟"۔

ماریا نے کہا۔

"ہاں خوب سمجھ گئی ہوں"۔

ماریا اس جادوگر کی مکاری پر بڑی حیران ہو رہی تھی۔ تاکہ کم بخت نے کس ہوشیاری سے اسے اپنے قابو میں کر لیا ہے اور اس سے ایک بھیانک کام لینے والا ہے۔

اگرچہ ماریا نے اس بھیانک کام کو نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ پھر بھی وہ بہت پریشان تھی۔ محل اب سامنے تھا۔ محل کے اندر کہیں کہیں شمع دانوں کی روشنیاں ہو رہی تھیں۔

جادوگر شاہی محل کے خاص دروازے کی طرف آ گیا۔ دروازے پر بڑا زبردست پہرہ تھا۔

حبشی سپاہی ننگی تلواریں لیے پہرہ دے رہے

تھے۔

جادوگر نے ماریا سے کہا۔

''خبردار! زبان سے ایک لفظ مت نکالنا۔ بس جو میں کروں اسے دیکھتے جانا۔ جو کچھ میں کہوں اسے سنتی جانا سمجھیں''۔

''سمجھ گئی ہوں''۔ ماریا نے اداس ہو کر کہا۔

شاہی محل کے دروازے پر گھوڑے سے اترتے ہوئے جادوگر شہزادے کے لباس میں بڑی شان سے چلتا ہوا پہرے داروں کے پاس آ گیا۔

پہرے داروں نے جب ایک شہزادے کو شاہی لباس میں وہاں آتے دیکھا تو وہ ادب سے اٹھ کر

کھڑے ہو گئے اور حیران بھی ہوئے کہ آدھی رات کو
یہ کون شہزادہ کہاں سے آ گیا؟۔
ان کے قریب جا کر جادوگر نے بڑی رعب دار
آواز میں کہا۔
سنو! میں کالا جار ملک کا ولی عہد شہزادہ ہوں۔
میں اس شہر کے قریب شکار کھیل رہا تھا کہ راستہ بھول
گیا۔ بادشاہ اراگوس میرا دوست ہے۔
اس کا محل قریب دیکھ کر آ گیا ہوں۔ شاہی محل
میں خبر کرو کہ شہزادہ کالا جار آ رہا ہے۔
”جو حکم جناب عالی! آپ شاہی مہمان خانے
میں تشریف رکھیں“۔

کوتوال جادوگر کو لے کر شاہی مہمان خانے میں آ
گیا۔ ماریا بھی خالی گھوڑے پر بیٹھی اس کے ساتھ
ساتھ چل رہی تھی۔
شاہی مہمان خانے میں آ کر کوتوال نے ہاتھ
باندھ کر کہا۔
”شہزادہ صاحب! آپ تھوڑی دیر یہاں آرام
کریں میں ابھی بادشاہ سلامت کو بتا کر خبر کرتا
ہوں“۔
جادوگر بولا۔
”لیکن ٹھہرو! ہم نہیں چاہتے کہ بادشاہ سلامت کو
اس وقت جا کر پریشان کیا جائے۔ ہم باقی رات

آرام کرتے ہیں۔ بادشاہ سلامت کو بھی آرام کرنے دو۔ ہم صبح ان سے ملیں گے"۔

"حکم سرکار"۔

کوتوال نے جھک کر کہا۔

"آپ اس شاہی مہمان خانے میں آرام کریں۔ یہاں آپ کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ آپ کو ہر طرح کا آرام ملے گا۔ میں صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا"۔

کوتوال جھک کر سلام کر کے چلا گیا۔

جادوگر نے شاہی لباس اتارا اور شاہی بستر پر لیٹ گیا۔ اس نے ماریا سے کہا۔

"تم بھی یہیں کسی جگہ پڑ کر سو رہو۔ صبح تم سے بات ہوگی"۔

ماریا نے کہا۔

"بہت اچھا"۔

ماریا بھی ایک کونے میں ریشمی نرم قالین پر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر بعد جادوگر خراٹے لینے لگا۔ ماریا کے دل میں خیال آیا کہ وہ سوتے میں جادوگر کو ہلاک کر دے۔

مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ وہ جادوگر کو جاگتے میں بھی ہلاک کر سکتی تھی۔ لیکن ایسا کرنے سے الٹا اسے نقصان ہونے کا ڈر تھا۔

پہلی بات تو یہ تھی کہ وہ جادوگر کو ہلاک نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ وہ روح تھا۔ بد روح تھا۔ انسان نہیں تھا۔ دوسری بات یہ تھی کہ ہو سکتا ہے جادوگر کی روح کے مر جانے سے آسیبی پہاڑ کے سارے غار بھک سے اڑ جائیں یا انہیں آگ لگ جائے۔

بہتر یہی ہے کہ وہ جادوگر کے ساتھ ساتھ رہے۔ اس کے کہنے پر سوائے شہزادے کی آنکھیں نکالنے کے، ہر بات پر عمل کرے اور وقت کا انتظار کرے چنانچہ وہ بھی اس قسم کے خیالات سوچتی سو گئی۔

آدھی رات گزر چکی تھی۔ وہ سارے سفر کی بے حد تھکی ہوئی تھی۔ وہ گھوڑے بیچ کر سو گئی۔ جب اسے

ہوش آیا تو دن نکل آیا تھا۔

شاہی مہمان کی چاندی سونے کی کھڑکیوں میں سے سنہری سورج کی روشنی اندر آ رہی تھی۔ جادوگر پہلے ہی سے اٹھ چکا تھا۔ شاہی ملازم ناشتہ لے کر آ گئے۔

کوتوال نے جھک کر کورنش کی اور کہا۔

"شہزادہ سلامت! بادشاہ سلامت کو آپ کی تشریف لانے کی خبر کر دی گئی ہے۔ بادشاہ سلامت! آپ سے ملاقات کرنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں"۔

جادوگر نے کہا۔

"ہم ابھی حاضر ہوتے ہیں"۔

کوتوال واپس چلا گیا۔ اس کے جادوگر نے کہا۔

"سنو ماریا! بادشاہ سے ملاقات کرنے میں مجھے سوائے اس کے اور کوئی فائدہ نہیں کہ میں بجائے جنگل میں چھپ کر تمہارا انتظار کرنے کے شاہی محل میں بیٹھ کر تمہارا انتظار کروں گا۔

میں بادشاہ سے ملنے جا رہا ہوں۔ تمہارا یہ کام ہے کہ تم ابھی شاہی محل میں جا کر یہ معلوم کرو کہ ملکہ شہزادے کو لے کر کہاں سوتی ہے۔ تم واپس اس کمرے میں آ جانا۔

ماریا نے کہا۔

"بہت اچھا"۔

ماریا جادوگر کے ہر حکم پر بہت اچھا کہنے پر مجبور تھی۔ جادوگر شاہی لباس پہن کر بادشاہ سے ملاقات کرنے چلا گیا۔

بادشاہ نے جادوگر کو کالا جار کا سچ مچ شہزادہ سمجھا اور اس سے مل کر بڑا خوش ہوا۔

اس نے کہا۔

"شہزادہ صاحب! آپ نے کوئی پہلے سے آنے کی اطلاع ہی نہیں کی۔ آپ اگر ہمیں پہلے سے اطلاع کرتے تو ہم آپ کا بڑی گرم جوشی سے خیر مقدم کرتے۔ ہم اپنی فوج لے کر شہر کے دروازے پر آپ کو لینے جاتے"۔

جادوگر نے کہا۔

بس حضور ایسا ہوا کہ ہم اکیلے ہی اپنے شوق کے مارے شکار کے لیے شاہی محل سے نکل کھڑے ہوئے۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم دو ایک روز میں شکار کھیل کر واپس چلے جائیں گے مگر ہم راستہ بھول گئے اور پورا دن جنگل میں بھٹکتے رہے۔

وہ تو ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہمیں آپ کے محل کی روشنیاں نظر آ گئیں۔ نہیں تو نہ جانے ابھی ہمیں کتنی پریشانی اٹھانی پڑتی۔

بادشاہ نے کہا۔

''یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ ہمارے محل کی

روشنیاں دیکھ کر ہمارے محل کی طرف تشریف لے آئے نہیں تو ہم آپ کی مہمان نوازی سے محروم رہ جاتے''۔

جادوگر نے بڑی مکاری سے کہا۔

''ہمارے ابا جان نے آپ کو شہزادے صاحب کی پیدائش پر مبارک بادی کے تحائف روانہ کیے تھے جو آپ نے بڑی محبت سے قبول کر لیے تھے۔ ہمیں بھی شہزادے صاحب کی پیدائش پر بڑی خوشی ہوئی تھی''۔

بادشاہ نے کہا۔

''آپ کے ابا جان بڑے محبت کرنے والے

نیک دل بادشاہ ہیں۔ ہمیں ان کی مبارکباد اور تحائف
وصول کر کے بڑی خوشی ہوئی تھی''۔

جادوگر نے کہا۔

''خیر سے ولی عہد کی عمر اب سات آٹھ ماہ کی ہوگئی
ہوگی؟''۔

بادشاہ نے کہا۔

''نہیں شہزادہ صاحب! ولی عہد تو اب چشم بد دور
ایک برس کا ہوگیا ہے''۔

''اوہ! دیوتا اس کی نگہبانی کریں۔ بڑی خوشی ہوئی
یہ سن کر۔ ویسے آپ اس کی بڑی رکھوالی کیا کریں۔
اسے دشمنوں کی بری نظر سے بچائیں رکھیں''۔

بادشاہ نے کہا۔

''دیوتا ہماری نگہبانی کریں۔ آپ فکر نہ کریں۔
ہم نے ولی عہد کی حفاظت کا پورا پورا بندوبست کر رکھا
ہے''۔

''میرا مطلب ہے۔ آپ اسے بڑی خاص جگہ
پر سلایا کریں جہاں دشمن چڑیا بھی پر نہ مار سکے''۔

بادشاہ نے کہا۔

وہ ولی عہد خیر سے محل کی دوسری منزل کے آخری
کمرے میں اپنی میں کے پاس سوتا ہے۔ اور اسے
ایک پل کے لیے بھی وہاں سے باہر نہیں نکالا جاتا اور
نہ اس کمرے میں کسی شخص کو جانے کی اجازت ہے''۔

جادوگر بولا۔

''یہ سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے ولی عہد کی حفاظت اور اسے دشمن کی نظر سے بچانے کا پورا پورا انتظام کر رکھا ہے''۔

''ولی عہد ہماری جان ہے۔ شہزادہ صاحب! اتنے عرصے کے بعد ہمارے محل میں امید کی کرن پھوٹی ہے۔ ہم تو اس کی حفاظت میں اپنی جان بھی لڑا دیں گے''۔

بادشاہ کے اس خیال پر جادوگر نے خوش ہو کر کہا۔

ولی عہد کے ساتھ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں بھی ہیں۔ ہم اس کی زندگی اور لمبی عمر کے لیے

دعا گو ہیں۔ دیوتا اسے اپنی پناہ میں رکھیں۔

جادوگر کی ان چکنی چپڑی باتوں سے بادشاہ بہت خوش ہوا۔ اس نے جادوگر کی بڑی آؤ بھگت کی۔ جادوگر کچھ دیر وہاں بیٹھا رہا۔

پھر بادشاہ سے اجازت لے کر واپس اپنے شاہی مہمان خانے میں آ گیا۔ اس نے شہزادے کے بارے میں جو معلومات حاصل کرنی تھیں وہ کر لی تھیں۔

اسے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ شہزادہ شاہی محل کی دوسری منزل میں ملکہ کے ساتھ خاص کمرے میں سوتا ہے۔

جادوگر نے شاہی مہمان خانے میں آ کر ماریا کو آواز دی۔

"ماریا! کیا تم کمرے میں ہو کہ یہاں سے جا چکی ہو؟"۔

ماریا اسے نظر آتی نہیں تھی۔ وہ آواز دے کر ہی اس سے بات کر سکتا تھا۔ ماریا وہاں موجود نہیں تھی۔ جادوگر سمجھ گیا کہ ماریا اپنے خاص کام پر گئی ہوئی ہے۔

وہ بستر پر لیٹ کر شہزادے کی آنکھیں نکال کر واپس لے جانے اور جادو کا عرق تیار کرنے کے خیال سے بڑا خوش ہو رہا تھا۔

نیلی آنکھیں

ماریا شاہی مہمان خانے سے نکل کر محل میں چلنے پھرنے لگی۔

یہ محل بھی اسی قسم کا محل تھا جس قسم کے محل اس نے اس سے پہلے دیکھے تھے۔ وہ محل کی پہلی منزل میں ادھر ادھر گھومنے لگی۔

اس نے شاہی دربار بھی دیکھا اور امیروں

وزیروں کو ستونوں کے پاس اور فوارے کے قریب باتیں کرتے بھی دیکھا۔ کمروں میں غلام اور کنیزیں صفائی وغیرہ میں لگی تھیں۔

ماریا کو اس کمرے کی تلاش تھی جہاں ملکہ اپنے ولی عہد شہزادے کو لے کر سوتی تھی۔

محل کی پہلی منزل میں اسے کوئی ایسا کمرہ دکھائی نہ دیا۔ جہاں ملکہ ولی عہد کے ساتھ لیٹی یا بیٹھی ہو۔ وہ ایک شاندار سیڑھیاں چڑھ کر اوپر دوسری منزل میں آ گئی۔

ان سیڑھیوں پر ریشمی قالین بچھے تھے۔ دوسری منزل بھی پہلی منزل کی طرح بڑی شاندار اور

خوبصورت تھی۔ ماریا کئی کمروں میں چپکے چپکے خاموشی سے گھومی لیکن اسے ملکہ اور شہزادہ کہیں نہیں ملا۔

آخر اس نے ایک کنیز کو دیکھا کہ سونے کے طشت میں کچھ پھل رکھ کر لے جا رہی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ یہ کنیز ضرور ملکہ کے کمرے میں جا رہی ہوگی۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ کنیز ایک غلام گردش میں سے گزر کر ایک کمرے کا عالی شان سرخ مخملیں پردہ ہٹا کر اندر داخل ہوگئی۔

یہاں آگے چاندی کے ایک بند دروازے کے باہر دو ہٹی کٹی حبشی عورتیں ننگی تلواریں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔

کنیز کو دیکھ کر حبشی عورتوں نے دروازہ آدھا کھول دیا۔ کنیز اندر داخل ہوئی تو ماریا بھی جلدی سے اس کے ساتھ ہی داخل ہوگئی۔

اتفاق سے ماریا کی اندر داخل ہوتے وقت کہنی ایک حبشی عورت سے چھوگئی اس عورت نے چونک کر کنیز کی طرف دیکھا ماریا کی کہنی اس وقت چھوئی تھی جب کہ وہ دوقدم آگے نکل گئی تھی۔

حبشی عورت کو وہاں سوائے کنیز کے اور کوئی دکھائی نہ دیا۔ وہ چکر میں آگئی اور خاموش رہی۔

ماریا نے اندر جا کر دیکھا کہ دیواروں پر ریشمی پردے پڑے ہیں۔ چھت سے ایک چاندی کا فانوس

لٹک رہا ہے۔ درمیان میں سونے کے پاؤں والا ایک عالی شان پلنگ بچھا ہے۔ جس پر ملکہ اپنے خوبصورت ولی عہد شہزادے کو ساتھ لے کر لیٹی ہوئی ہے۔

ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ شہزادے کی آنکھیں نیلی تھیں اور وہ بڑا خوبصورت لگ رہا تھا۔

ماریا نے سوچا کہ اگر اس کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ ضرور اس کی آنکھیں نکال کر لے جاتا اور یہ کس قدر ظلم کی بات ہوتی۔

اسے شہزادے پر بڑا ترس بھی آیا اور اس پر پیار بھی آیا۔ وہ پہلے بھی شہزادے کے ساتھ ظلم کرنے اور اس کی آنکھیں نکالنے پر تیار نہیں تھی۔

شہزادے کی بھولی بھالی صورت اور نیلی آنکھیں
دیکھ کر تو اس نے اور بھی فیصلہ کر لیا کہ جادوگر کو شکست
دے کر رہے گی تا کہ وہ پھر کبھی کسی دوسرے شخص سے
شہزادے پے ظلم نہ کروا سکے۔

اب ماریا کے دماغ میں ایک ترکیب تھی۔ اس
نے دل میں یہ ٹھان لی تھی کہ وہ کسی طرح سے کسی بکری
کے بچے کی نیلی آنکھیں حاصل کر کے جادوگر کو جا کر
دیدے گی اور یہی کہے گی کہ وہ شہزادے کی آنکھیں
ہیں۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ جادوگر عنبر اور ناگ کو پھر بھی
قید رکھنا چاہتا ہے۔

ماریا وہاں سے نکل کر سیدھی باورچی خانے

میں آئی۔

وہ کسی ایسے بکرے کے بچے کی تلاش میں تھی جس
کی آنکھیں نیلی ہوں۔ شاہی باورچی خانے کے لیے
بکرے بکریاں کہاں ہوتی ہیں۔

ایک غلام کو اس نے باتیں کرتے سنا۔ وہ شاہی
باورچی کہہ رہا تھا۔

"جناب عالی! اگر قورمے کے لیے گوشت کم ہو تو
اور بکرا لے آؤں؟"۔

شاہی باورچی بولا۔

"ہاں۔ ایک بکرا حلال کر کے لے آؤ"۔

"جو حکم جناب عالی"۔

غلام یہ کہہ کر باہر نکل گیا۔ ماریا یہی چاہتی تھی۔ وہ جلدی سے غلام کے ساتھ ہی باہر نکل گئی۔ غلام وہاں سے نکل کر دو تین سیڑھیاں اتر کر ایک باڑے میں آ گیا۔ جہاں کتنی ہی بکریاں اور بکرے بندھے ہوئے تھے۔

ماریا نے ایک ایک کر کے بکرے بکریوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ وہ کسی ایسی بکری یا بکرے کی تلاش میں تھی جس کی آنکھیں نیلی ہوں۔

اس نے آدھی سے زیادہ بکریاں دیکھ لیں۔ کسی کی آنکھیں نیلی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ غلام ایک بکری کے بچے کو اٹھا کر پیار کر رہا ہے۔ ماریا جھٹ

اس کے پاس گئی۔

غلام شاہی رکھوالے سے کہہ رہا تھا۔

"آج ملکہ عالم کے لیے اس بکری کے بچے کے کباب تیار ہوں گے۔ میں اسے بھی لیے جا رہا ہوں"۔

شاہی رکھوالے نے کہا۔

"ضرور لے جائیں جناب! ضرور لے جائیں"۔

ماریا نے دیکھا کہ بکری کے بچے کی آنکھیں بالکل شہزادے کی طرح نیلی اور بڑی خوبصورت تھیں۔ ماریا خوش ہو گئی۔ اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔

اور ولی عہد شہزادے کی زندگی بچ گئی تھی۔ وہ غلام کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ اب وہ چاہتی تھی کہ جہاں جا کر غلام کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔

اب وہ چاہتی تھی کہ جہاں جا کر غلام عباس اس بکری کے بچے کو حلال کرے گا وہ اس کی آنکھیں نکال لے گی۔ ماریا کو اس کام سے بھی نفرت تھی کہ وہ کسی مردہ بکری کے بچے کی آنکھیں نکالے۔

مگر یہ مجبوری تھی۔

غلام بکری کے بچے کو لے کر اس کمرے میں آ گیا جہاں بکریوں وغیرہ کو حلال کیا جاتا تھا۔ یہاں ہر طرف بکریوں اور غلاموں کا شور سا مچا ہوا تھا۔

ماریا ایک طرف جا کر کھڑی ہو گئی۔ غلام بکری کے بچے کو ایک شاہی قصاب کے پاس لے گیا اس نے جا کر کہا۔

”آج ملکہ عالم کے لیے اس بکری کے بچے کے کباب بنیں گے اس سب سے پہلے حلال کر دو“۔

”لاؤ بھائی! یہ کام تو میں سب سے پہلے کروں گا“۔

غلام نے بکری کا بچہ شاہی قصاب کے حوالے کیا۔ شاہی قصاب نے بکری کے بچے کو حلال کر دیا۔ اس کی گردن کٹ کر پرے جا گری۔

ماریا نے جیب سے پہلے ہی خنجر نکال رکھا تھا۔ جو

بی گردن کٹ کر پرے گری۔ ماریا لپک کر اس طرف
گئی۔اس نے گردن اٹھا کر پاس رکھی۔

اسے غور سے دیکھا اور پھر خنجر نکال کر بکری کے
مردہ بچے کی آنکھیں کھرچ کر جیب میں ڈال لیں۔

آنکھیں نکال کر ماریا جلدی سے وہاں سے
اٹھی۔اس نے گردن پرے پھینکی۔شاہی قصاب نے
دیکھا کہ بکری کے بچے کی سری اس کے پاس آ کر
گری ہے اور اس کی دونوں آنکھیں نہیں ہیں۔

شاہی قصاب نے چیخ مار کر کہا۔

"اس کی آنکھیں کون کھرچ کر لے گیا؟"۔

وہاں ایک شور مچ گیا، کیونکہ بکری کی آنکھوں پر

جادو کیا جاتا تھا۔مگر ماریا وہاں سے جا چکی تھی۔وہ
سیدھی شاہی مہمان خانے میں آ گئی۔ابھی تک جادو
گر بادشاہ سے ملاقات کر کے واپس نہیں آیا تھا۔

ماریا نے آنکھوں کو گیلے کپڑے میں لپیٹ کر تھیلے
میں رکھا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔وہ ابھی جادوگر
کو آنکھیں نہیں دینا چاہتی تھی۔کیونکہ اس طرح جادو
گر کو یقین نہیں آ سکتا تھا کہ ماریا نے اتنی جلدی سے
شہزادے کی آنکھیں حاصل کر لی ہیں۔وہ کچھ وقت
ٹالنا چاہتی تھی۔

ادھر ادھر سے گھوم پھر کر جب ماریا کمرے میں
آئی تو جادوگر وہاں پہلے ہی سے موجود تھا۔کھٹکے کی

آواز سن کر جادوگر نے پوچھا۔

''کیا تم ماریا ہو؟''۔

''ہاں! میں ہی ماریا ہوں۔ میں آ گئی ہوں''۔

جادوگر نے پوچھا۔

''کیا تم دیکھ آئی ہو کہ ولی عہد شہزادہ اس محل کی کون سی منزل اور کس کمرے میں اپنی والدہ کے ساتھ سوتا ہے؟''۔

ماریا نے کہا۔

''ہاں! میں یہ سب کچھ معلوم کر آئی ہوں۔ ولی عہد شہزادہ اس محل کی دوسری منزل کے ایک کمرے میں ملکہ کے ساتھ سوتا ہے۔ اس کمرے کے باہر دو

حبشی عورتیں ننگی تلواریں لئے ہر وقت پہرہ دیتی ہیں''۔

جادوگر کی معلومات کے مطابق ماریا بالکل سچ بول رہی تھی۔ جو کچھ بادشاہ سے معلوم ہوا تھا ماریا وہی کچھ کہہ رہی تھی۔ اس نے خوش ہو کر ماریا سے کہا۔

''بس اب تمہارا کام یہ ہے کہ آج یا کل رات کو کسی طرح سے ملکہ کے کمرے میں جا کر شہزادے کی آنکھیں نکال کر لے آؤ''۔

ماریا نے کہا۔

''یہ کام تو میں ضرور کر لوں گی مگر اس طرح تو شہزادہ بہت شور مچائے گا۔ کوئی ایسی ترکیب نہیں

ہو سکتی کہ شہزادہ رو نہ سکے۔ وہ پہلے بے ہوش کر دیا
جائے“۔

جادوگر بولا۔

”اور تم کیا مجھے احمق سمجھتی ہو؟ میں نے تو اس کا
بھی پورا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔ میرے پاس ایک
ایسا تیل ہے کہ جب تم اسے ولی عہد شہزادے اور اس
کی ملکہ کے نتھنوں پر جا کر رکھ دو گی تو وہ ایک پل کے
اندر اندر بے ہوش ہو جائے گا۔ اس طرح وہ آنکھوں
کے نکلنے کی تکلیف سے بھی بچ جائے گا“۔

ماریا نے کہا۔

”شکریہ! بس مجھے کسی ایسی ہی دوائی یا تیل کی

ضرورت تھی۔ اب میں آج ہی رات کو جا کر ولی عہد
کی آنکھیں نکال کر لانے کی کوشش کروں گی“۔

جادوگر بولا۔

”اگر تم آسانی سے آج رات یہ کام کر سکتی ہو تو
کرنا نہیں تو مجھے بادشاہ کے محل میں شاہی مہمان کی
حیثیت مل چکی ہے۔ میں اگر چاہوں تو اس شاہی محل
میں ابھی چھ سات روز تک بھی رہ سکتا ہوں“۔

ماریا نے کہا۔

”یہ تو میں آج آدھی رات کے بعد ہی تمہیں بتا
سکوں گی کہ کیا صورت ہے۔ اگر میں شہزادے کو بے
ہوش کر کے اس کی آنکھیں نکالنے میں کامیاب ہو گئی

تو پھر ہمیں زیادہ دیر رہنے کی ضرورت نہیں ہے"۔

جادوگر ہنس کر بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم یہ کام آج ہی کر لو گی، کیونکہ تم جتنی دیر لگاؤ گی تمہارے بھائیوں کو میرے قید خانے میں اتنی ہی تکلیف اٹھانی پڑے گی"۔

ماریا بکری کی آنکھیں تو پہلے ہی نکال کر لا چکی تھی۔ یہ تو وہ محض اس لیے کر رہی تھی کہ جادوگر کو یقین آ جائے کہ وہ شہزادے کی آنکھیں نکالنے کے لیے بڑی محنت اور دردسری سے کام لے رہی ہے۔

اس نے کہا۔

"کالا جار! میں اپنی تکلیف برداشت کر سکتی ہوں

مگر یہ نہیں دیکھ سکتی کہ میرے بھائیوں کو تکلیف پہنچے۔ اس لیے میں آج ہی رات کو پوری پوری کوشش کروں گی۔ بلکہ میں اپنی جان لڑا دوں گا اور شہزادے کی آنکھیں آج رات ہی نکال کر تمہارے پاس لے آؤں گی"۔

جادوگر نے خوش ہو کر کہا۔

"شاباش! مجھے تم سے یہی امید تھی"۔

ماریا کچھ دیر جادوگر سے باتیں کرتی رہی اور پھر اس کو یہ کہہ کر وہ اوپر ملکہ کے محل میں جا کر صورت حال کا مطالعہ کرنا چاہتی ہے۔ وہاں سے باہر نکل گئی۔ وہ شاہی محل کے باغ میں پھولوں کے پاس آ کر ایک

ہاتھی دانت کے بنے ہوئے تخت پر بیٹھ گئی۔

ہر طرف پھولوں کی خوشبو پھیلی تھی۔ ماریا نے سوچنا شروع کر دیا کہ یہاں سے نکل کر وہ سیدھی جادو گر کے ساتھ پہاڑ کے تہہ خانے میں جائے گی اور اگر جادو گر نے عنبر اور ناگ کو چھوڑنے سے انکار کر دیا تو پھر وہ کیا کرے گی؟۔

شاید عنبر کچھ ہمت کرے اور کسی بہت بڑے جادو گر کی مدد لینے کی کوشش کرے۔ اسے اسی جگہ بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی۔

بکری کے بچے کی نیلی آنکھیں اس نے پہلے ہی سے جیب میں رکھ لی تھیں۔

جب رات ہونے لگی تو اسے بھوک محسوس ہوئی۔

وہ شاہی باغ میں سے نکل کر سیدھی باورچی خانے میں آ گئی۔

پراسرار سایہ

باورچی خانے میں شاہی کھانوں کے طشت لگائے جا رہے تھے۔

ماریا نے ایک طشت میں سے مور کی بھنی ہوئی گردنوں کو دیکھا۔ اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اس نے آگے بڑھ کر ایک پلیٹ اٹھائی اور اس میں مور کی چھ سات گردنیں ڈال کر اسے کھانے لگی۔

کسی کو خبر نہ ہوئی کہ ماریا نے طشت میں سے چھ سات گردنیں اٹھالی ہیں۔ پھر اس نے چاندی کا ایک گلاس اٹھایا اور پانی پینے لگی۔

اتفاق سے ایک غلام نے چاندی کے گلاس کو میز پر سے غائب ہوتے دیکھ لیا۔ اس تے اپنے ساتھی سے کہا۔

''بھوت! گلاس غائب ہو گیا ہے''۔

دوسرے غلام نے کہا۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ اپنے دماغ کا علاج کراؤ''۔

اس وقت ماریا پانی پی رہی تھی۔ پانی پی کر اس نے

تپائی پر گلاس واپس رکھا تو غلام نے چیخ کر کہا۔

''وہ دیکھو! گلاس پھر واپس آ گیا''۔

دوسرے غلام نے گلاس کو دیکھا تو کہا۔ ''مگر یہ تو پہلے بھی اسی جگہ پڑا تھا''۔

پہلے غلام نے کہا۔

''پڑا تھا۔ لیکن ایک بار غائب ہو گیا اور اب پھر ظاہر ہو گیا ہے''۔

''تم بکواس کرتے ہو۔ کبھی پہلے بھی ایسا ہوا ہے کیا! ہٹو یہاں سے۔ تم میرا وقت ضائع کر رہے ہو''۔

ماریا نے سوچا کہ یہ جو دوسرا غلام ہے، اس کو تھوڑا سا مزہ چکھانا چاہیے، کیونکہ یہ ماریا کی کرامت کو نہیں

مانتا۔ ماریا آگے بڑھ کر دوسرے غلام کے قریب آ گئی۔

وہ سونے کے پیالوں میں باداموں کی یخنی بھر رہا تھا۔ اس کے آگے تین سونے کے پیالے رکھے تھے۔

ماریا نے ہاتھ آگے بڑھا کر یخنی کا ایک پیالہ اٹھا لیا۔

غلام نے پیالے کو غائب ہوتے دیکھا تو بغلیں جھانکنے لگا۔

''یہاں! ابھی ابھی پیالہ پڑا تھا؟ کون لے گیا؟ ارے تم لے گئے ہو''۔

پہلے غلام نے کہا۔

''قسم لے لو جو میں نے تمہارے پیالے کو ہاتھ

بھی لگایا ہو۔ میں نہ کہتا تھا کہ اس کمرے میں بھوت آ گیا ہے۔ پہلے میرا گلاس گم ہوا تھا اب تمہارا پیالہ گم ہو گیا"۔

دوسرا غلام اب بھی نہیں مان رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"نہیں نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ میرا وہم ہے۔ اس تپائی پر پہلے ہی دو پیالے پڑے تھے۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تین پیالے رکھے ہوں اور ایک گم ہو جائے۔ میں نہیں مان سکتا۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں کبھی تسلیم نہیں کروں گا"۔

اور پھر وہ اپنی حماقت پر خود ہی ہنسنے لگا۔ ماریا کو اس پر غصہ آیا کہ کم بخت کا ایک پیالہ اس کی آنکھوں

کے سامنے گم ہوا ہے اور یہ ماننے کو تیار نہیں ہے۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے پیالے میں سے بادام کی یخنی پی لی اور پیالہ پھر سے میز پر رکھنے کی بجائے دوسرا پیالہ بھی اٹھا لیا۔

غلام نے جب دوسرے پیالے کو گم ہوتے دیکھا تو چونکا۔ ماریا نے تیسرا پیالہ بھی اٹھا لیا۔ اب تپائی پر کوئی پیالہ نہیں تھا جبکہ اس سے پہلے تین پیالے رکھے تھے۔

دوسرے غلام نے تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

"اب بتاؤ۔ میں نے کہا تھا کہ اس کمرے میں بھوت آ گیا ہے؟"۔

پہلا غلام بڑا ضدی تھا۔ بولا۔

’’میرا خیال ہے کہ یہ میری نظروں کا دھوکا ہے۔ تینوں پیالے گم نہیں ہوئے۔ ضرور مجھ سے کہیں ادھر ادھر رکھے گئے ہیں‘‘۔

اب تو ماریا کو بڑا طیش آ گیا۔ اس کم بخت غلام کو تو پورا مزہ چکھانا پڑے گا۔ ماریا نے دوسرے میز پر سے پانی سے بھرا ہوا جگ اٹھایا اور پورے کا پورا پانی غلام کے سر پر انڈیل دیا۔ اور پھر زور سے جگ زمین پر دے مارا۔

اب دوسرے غلام کی بھی چیخ نکل گئی۔

’’بھوت۔ بھوت‘‘۔

دونوں غلام وہاں سے سر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔

ماریا کو بے اختیار ہنسی آ گئی۔ وہ اپنی بھوک مٹا چکی تھی۔ وہ باہر نکل گئی۔ اس نے محل کی دوسری منزل کے صحن میں ٹہلنا شروع کر دیا۔

جب رات آدھی گزر گئی تو ماریا وہاں سے اٹھ کر یونہی ملکہ کی خواب گاہ کی طرف آ گئی۔ ملکہ کی خواب گاہ کے باہر اسی طرح حبشی عورتیں تلواریں لیے پہرہ دے رہی تھیں۔

ماریا نے سوچا کہ اگر اس کی جگہ کوئی دوسری غائب عورت ہوتی تو وہ ان دونوں حبشی عورتوں کو قتل کر کے

اندر چلی جاتی اور شہزادے کی آنکھیں نکال لاتی۔

اسے بڑی خوشی ہوئی کہ اب شہزادے کو کوئی کچھ نہیں کہہ سکے گا۔

وہ چپکے سے واپس اپنے مہمان خانے کی طرف آ گئی۔ اس نے راستے میں باورچی خانے کا رخ کیا۔ یہاں ایک بنچ پر ایک تازہ کٹی ہوئی بھیڑ تھی۔ اس کی گردن سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔

ماریا نے جیب سے بکری کی نیلی آنکھیں باہر نکالیں بکری کی گردن پر سے خون لے کر ان آنکھوں پر لگایا۔

پھر اس خون میں اپنا خنجر بھگویا اور آنکھوں کو گیلی

پٹی میں لپیٹ کر چل پڑی۔

شاہی مہمان خانے میں آ کر اس نے بناوٹی گھبراہٹ کا اظہار کیا۔ جیسے وہ سچ مچ بڑی مشکل سے شہزادے کی آنکھیں نکال کر لائی ہو۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی آواز دی۔

”کالا جار! میں اپنا کام کر آئی ہوں۔ اب جتنی جلدی سے ہو سکے اس محل سے نکل چلو۔ نہیں تو بھانڈا پھوٹ جائے گا“۔

کالا جار جاگ رہا تھا۔ وہ بے چینی سے ٹہل رہا تھا۔

اس نے ماریا کی آواز سنی تو خوش ہو کر بولا۔

''کہاں ہیں شہزادے کی آنکھیں؟''۔
ماریا نے خون میں لپٹی ہوئی آنکھیں جیب سے نکال کر جادوگر کے سامنے رکھ دیں۔
جادوگر نے شمع کی روشنی میں لے جا کر شہزادے کی آنکھوں کو غور سے دیکھا۔ وہ نیلی نیلی تھیں۔
جادوگر بڑا خوش ہوا۔
اس نے ماریا سے کہا۔
''شاباش! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے''۔
ماریا نے کہا۔
''شہزادہ بے ہوش پڑا ہے۔ اس کی ماں ملکہ بھی بے ہوش ہے۔ وہ جاگ پڑی تھی۔ اس لیے مجھے اسے

بھی بے ہوش کرنا پڑا۔ شہزادے کا چہرہ خون میں لتھڑا ہوا ہے۔ میں نے پہرے دار عورتوں کو بھی قتل کر دیا ہے۔ اب یہاں سے نکل چلو۔ نہیں تو مصیبت آ جائے گی''۔
''میں تیار ہوں۔ چلو بھاگ چلتے ہیں''۔
ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ جادوگر نے بکری کے بچے کی نیلی آنکھوں کو شہزادے کی نیلی آنکھیں مان لیا تھا۔ جادوگر ماریا کو لے کر تیزی سے شاہی مہمان خانے سے باہر آ گیا۔
وہ شاہی محل کے پچھلے دروازے کی طرف آ گیا۔ یہاں ایک چور دروازہ سا تھا۔ جادوگر نے ماریا سے کہا

کہ وہ اس دروازے میں سے باہر نکلیں گے۔ وہاں بھی ایک سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ جادوگر باہر نکلنے لگا تو پہرے دار نے اسے روک لیا۔

جادوگر نے تلوار نکال کر اس کے سینے میں گھونپ دی۔

ایک چیخ کے ساتھ پہرے دار زمین پر گرا اور تڑپنے لگا۔

''ماریا! جلدی سے باہر نکل چلو''۔

دونوں بھاگ کر چور دروازے سے باہر آ گئے۔

انہوں نے شاہی اصطبل کے باہر جا کر دو گھوڑے چرائے اور ان پر سوار ہو کر محل سے باہر نکلنا تھا۔ جادو

گر اب بھی شاہی شہزادے کے لباس میں تھا۔

پہرے داروں نے ڈیوڑھی میں اسے روکا تو اس نے مسکرا کر کہا۔

''مجھے ایک ضروری کام سے آدھی رات کو شہر سے باہر جانا پڑ گیا ہے۔ بادشاہ سلامت کو بھی بڑا افسوس تھا مگر مجھے ضروری اپنے ملک جانا ہے''۔

پہرے داروں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ انہوں نے دروازہ کھول دیا۔ اور ماریا جادوگر کے ساتھ گھوڑے سرپٹ دوڑاتے آسیبی پہاڑ کی طرف روانہ ہو گئی۔

رات بھر وہ میدانوں میں سفر کرتے رہے۔ سارا

راستہ ماریا یہی سوچتی رہی کہ اگر مکار جادوگر نے غار میں پہنچ کر عنبر اور ناگ کو رہا کرنے سے انکار کر دیا تو وہ کیا کرے گی۔

وہ کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔ ماریا نے سوچا کہ اگر جادوگر مکر گیا اور اس نے عنبر اور ناگ پر اپنا تجربہ کرنے کا ارادہ کر لیا تو اسے بڑی چالاکی اور مکاری سے کام لینا ہوگا۔

مکاری اس نے ساری زندگی نہیں کی تھی، لیکن اپنے بھائیوں کی زندگی کے لیے اسے یہ بھی کرنا پڑ رہا تھا۔

سوال یہ تھا کہ وہ کسی قسم کی مکاری کرے؟

یہی ہو سکتا تھا کہ وہ جادوگر کو کسی طرح سے اپنے

اعتماد میں لے لے۔ اس پر یہ ظاہر کرے کہ وہ عنبر اور ناگ کی دشمن ہے اور جادوگر کی حمایت میں ہے۔ وہ اس کی شاگرد بن جائے اور اس کی بہت تعریف کرے۔

دوسری طرف جادوگر کالار بھی سوچ رہا تھا کہ شہزادے کی آنکھیں تو اس نے اپنی ہوشیاری سے ماریا کو استعمال میں لا کر حاصل کر لی ہیں۔

اب وہ جاتے ہی ناگ کو ہلاک کر کے اس کا خون حاصل کرے گا اور عنبر کا دماغ باہر نکال کر اس میں بکرے کا دماغ بھر دے گا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے چلتے چلتے ماریا سے کہا۔

''شاباش ماریا! میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے میرے لیے وہ کام کیا ہے جو سوائے تمہارے اور کوئی نہیں کر سکتا''۔

ماریا نے کہا۔

''اب تمہیں بھی چاہیے کہ ہم تینوں بھائی بہن کو آزاد کر دو''۔

جادوگر بولا۔

''ضرور ضرور۔ یہ کام تو میں جاتے ہی کر دوں گا۔ تم بالکل فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اور تمہارے دونوں بھائیوں کو جاتے ہی چھوڑ دوں گا''۔

لیکن ماریا کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اسے اچھی طرح

معلوم تھا کہ جادوگر جھوٹ بول رہا ہے۔ رات بھر سفر کرتے رہنے کے بعد صبح ہو گئی۔

وہ اب اراگواس کے شاہی محل سے کافی دور نکل آئے تھے۔ جادوگر کو معلوم تھا کہ اس وقت تک محل میں کہرام مچ گیا ہو گا۔ کیونکہ ولی عہد شہزادے کی آنکھیں چھری سے نکال کر لے جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

مگر وہ شاہی فوجوں کی زد سے باہر نکل چکا تھا۔ ویسے بھی وہ ایک بدروح تھا۔ اسے شاہی فوج نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

اب ذرا عنبر اور ناگ کی طرف چلتے ہیں۔

دیکھتے ہیں وہ کس حال میں ہیں؟

عنبر اور ناگ دو الگ الگ تہہ خانوں میں قید تھے۔ ناگ جس کوٹھڑی میں قید تھا اس کے اندر کوئی بھی روشندان یا کھڑکی نہیں تھی۔

لوہے کے جنگلے کی سلاخیں اتنی قریب قریب تھیں کہ اس میں سے وہ سانپ بن کر بھی نہیں نکل سکتا تھا۔

اسے اب تک یہ معلوم نہیں تھا کہ عنبر بھی اس کے قریب ہی ایک کوٹھڑی میں قید ہے۔

عنبر کی کوٹھڑی بھی چاروں طرف سے بند تھی۔ اس کے اندر بھی دیوار میں کوئی روشندان اور کوئی کھڑکی نہیں تھی۔ جہاں سے وہ فرار ہو سکتا۔

وہ بھی ناگ اور ماریا کے بارے میں پریشان تھا۔

وہ اپنے دماغ پر زور دے کر سوچنے لگا کہ اس قید خانے سے کیوں کر نجات حاصل کی جائے اور ماریا اور ناگ کو کیسے تلاش کیا جائے۔

اس کی سمجھ میں کوئی ترکیب نہیں آ رہی تھی۔ صرف ایک ہی آخری طریقہ اس کے پاس باقی رہ گیا تھا کہ وہ سلامبو کی لاش کو وہاں بلائے اور اس سے مدد حاصل کرے اس نے سلامبو کی لاش کو بلانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ کوٹھڑی کے فرش پر دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے دونوں آنکھیں بند کر لیں اور پراسرار منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ کوئی دس منٹ منتر پڑھتے رہنے کے

بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور ایک ہاتھ ہوا میں اٹھا کر کہا۔

"اے سلامبو دیوی! میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں۔ تو جہاں کہیں بھی ہے۔ میرے پاس آ اور میری مدد کر مجھے اس جہنم کی کوٹھڑی سے نکال کر باہر لے جا"۔

اس کے ساتھ ہی ایک ہلکا سا دھما کا ہوا اور سلامبو کی بجائے کوٹھڑی کے سامنے والی دیوار کے ساتھ ایک سایہ سا آ کر کھڑا ہو گیا۔

عنبر نے کہا۔

"سلامبو! کیا تم آ گئی ہو؟"۔

سائے میں حرکت ہوئی اور پھر ایک آواز آئی۔

"میں سلامبو نہیں ہوں۔ میں ایک روح ہوں جو ہزاروں سال سے بھٹک رہی ہوں۔ مجھے سلامبو نے ہی تمہارے پاس بھیجا ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"سلامبو کہاں ہے بھائی؟"۔

سائے نے کہا۔

"سلامبو اس وقت اس دنیا میں نہیں ہے۔ وہ یہاں سے کروڑوں سالوں کے فاصلے پر ایک ایسے ستارے پر بیٹھی ہے جہاں سے وہ اگر کوشش بھی کرے تو ایک سو برس سے پہلے پہلے نیچے اس دنیا میں نہیں ا

سکتی“۔

عنبر نے کہا۔

”مگر کیوں؟ آخر اسے اتنی دور ستارے میں جانے کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟“۔

سایہ بولا۔

”یہ خدا کے بھید ہیں۔ انہیں کوئی نہیں جان سکتا۔ تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ ہماری طرح سے تم بھی خاموش ہو جاؤ۔ کچھ نہ پوچھو۔ کوئی سوال نہ کرو“۔

عنبر نے کہا۔

”مگر میں اس وقت ایک بھاری مصیبت میں پھنس گیا ہوں، مجھے سلامبو کی مدد کی ضرورت تھی“۔

سایہ بولا۔

”کاش میں تمہاری کچھ مدد کر سکتا۔ مگر میں خواہش کے باوجود تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا“۔

عنبر بولا۔

”مگر روحیں تو بڑے بڑے کام کیا کرتی ہیں“۔

سائے نے کہا۔

”ضرور کرتی ہوں گی۔ لیکن میں ان روحوں میں سے نہیں ہوں، میں خود عذاب میں ہوں۔ میں کیا کسی کے کام آؤں گا۔ اس لیے تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ یہاں سے فوراً نکل جاؤ“۔

’’یہی تو مسئلہ ہے کہ میں یہاں سے کیسے فرار ہو جاؤں؟‘‘۔

سائے نے کہا۔

’’اگر تم یہ دیوار توڑ سکتے ہو تو توڑ کر نکل جاؤ اس بارے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’اگر تم میرے کسی کام نہیں آ سکتے ۔تو پھر تمہارے آنے اور میرے پاس ٹھہرنے کی کیا ضرورت ہے۔تم جاؤ اور جا کر آسمانوں میں سیر کرو میں اپنا برا بھلا خود دیکھ لوں گا‘‘۔

’’بہت بہتر۔میں جا رہا ہوں‘‘۔

روح واپس جانے لگی تھی کہ عنبر نے پوچھا۔

’’کیا تم میرا ایک چھوٹا سا کام کر سکو گے؟‘‘۔

’’وہ کیا‘‘۔روح نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

کیا تم مجھے یہ بتا سکتے ہو کہ اس غار میں میرا بھائی ناگ موجود ہے؟

دوسرے یہ معلوم کرو کہ ماریا کہاں ہے؟۔

سائے نے کہا۔

’’پہلی بات تو یہ ہے کہ تمہارے بھائی کی موجودگی کے بارے میں مجھے علم ہے کہ وہ تمہارے قریب ہی کوٹھڑی میں قید ہے‘‘۔

"اور ماریا؟"۔

"ماریا کو میں نے یہاں ابھی تک نہیں دیکھا"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا تم ناگ کو جا کر کہہ سکتے ہو کہ میں بھی اسی غار میں اس کے پاس ہوں؟"۔

"کیوں نہیں۔ میں ابھی جا کر ناگ کو اطلاع کرتا ہوں"۔

سایہ دیوار پر سے غائب ہو گیا۔

ایک قریبی کوٹھڑی میں ناگ بیٹھا فرار ہونے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ اچانک سامنے دیوار پر ایک سایہ نمودار ہوا۔

ناگ نے سائے کو غور سے دیکھا اور پوچھا۔

"تم کون ہو؟ اور یہاں کیا کرنے آئے ہو؟"۔

سائے نے کہا۔

"کیا تمہارا نام ناگ ہے؟"۔

"ہاں! مگر تم کون ہو؟"

سایہ بولا۔

"میں عنبر کا پیام لے کر آیا ہوں"۔

"کہاں ہے عنبر بھائی؟"۔

ناگ نے بے تابی سے پوچھا۔ سائے نے کہا۔

"میں تمہیں یہ کہنے آیا ہوں کہ عنبر تم سے چار کوٹھڑیاں چھوڑ کر قید ہے اور تم سے غافل نہیں ہے"۔

ناگ نے کہا۔

''خدا کا شکر ہے کہ مجھے یہ تو معلوم ہو گیا کہ عنبر میرے ساتھ ہی اس آسیبی محل میں قید ہے۔ مگر یہ بتاؤ کہ یہاں سے نکلنے کا راستہ کون سا ہے؟''۔

سائے نے ناگ کے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا اور غائب ہو گیا۔ اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اب سایہ عنبر کی کوٹھڑی میں آ گیا۔

اس نے کہا۔

''اے عنبر! میں نے ناگ کو تمہارے بارے میں بتا دیا ہے کہ تم بھی اسی جگہ قید ہو''۔

عنبر نے کہا۔

''اب تم یہ بتاؤ کہ تم ماریا کی کوئی خبر لا سکتے ہو؟ ہم جب غائب ہوئے تو وہ دریا کنارے جہاز میں سو رہی تھی''۔

سائے نے کہا۔

''میں ابھی جہاز پر جا کر معلوم کر کے آتا ہوں''۔

سایہ غائب ہو گیا۔ سایہ ایک پل کے اندر اندر میدانوں پہاڑوں، صحراؤں اور وادیوں میں سے ہوتا ہوا دریا کنارے بادبانی جہاز میں پہنچ گیا۔

وہاں جا کر اس نے سارے جہاز کا کونا کونا دیکھ لیا۔ ماریا وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ وہ جہاز پر سے واپس آسیبی پہاڑ کی طرف چل پڑا۔

اچانک ایک جگہ راستے میں اس نے دیکھا کہ ایک ایسی لڑکی جو غائب ہے، ایک جادوگر کی بدروح کے ساتھ گھوڑے پر سوار چلی آ رہی ہے۔

چونکہ سایہ خود ایک روح تھی اور وہ کسی کو نظر انداز نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے اس نے ماریا کو غائب حالت میں بھی دیکھ لیا۔ وہ نیچے آ گیا۔ اس نے ماریا کے قریب جا کر اس کے کان میں کہا۔

''کیا تمہارا نام ماریا ہے؟''۔

ماریا چونک پڑی۔

''کون ہو تم؟ کس کی روح ہو؟''۔

سایہ بولا۔

''میں اپنی ہی روح ہوں۔ سنو! میں تمہیں ایک خبر دینے آیا ہوں۔ عمبر اور ناگ آسیبی پہاڑ کی کوٹھڑیوں میں بند ہیں۔ انہوں نے مجھے تمہارا پتا کرنے جہاز پر بھیجا تھا۔ میں جہاز پر سے واپس آ رہا تھا کہ راستے میں تم مل گئیں''۔

ماریا نے کہا۔

''کیا تم ہماری مدد نہیں کر سکتے؟''۔

سایہ بولا۔

کاش میں ایسا کر سکتا۔ مگر میں ایسا نہیں کر سکتا۔ میں صرف تم لوگوں کا پیغام ایک دوسرے تک پہنچا سکتا ہوں۔

لیکن تمہیں اس مکار جادوگر کی قید سے نہیں چھڑا
سکتا۔ میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے۔ اس کے لیے
تمہیں خود محنت کرنی پڑے گی۔

"تو پھر تم واپس جاؤ اور عنبر سے جا کر کہہ دو کہ مجھے
بھی جادوگر نے قید کر رکھا ہے، لیکن میں کوشش کروں
گی کہ انہیں آزاد کرا لوں۔ اور سنو! عنبر اور ناگ سے
یہ بھی کہنا کہ جادوگر عنبر کی کھوپڑی میں سے اس کا دماغ
نکالنا چاہتا ہے اور ناگ کا خون چوسنا چاہتا ہے"۔

سایہ بولا۔

"بہت اچھا۔ میں ابھی جا کر اسے اطلاع کرتا
ہوں"۔

یہ کہہ کر سایہ وہاں سے غائب ہو گیا۔ جادوگر کالا ر
ماریا کو لے کر اپنے غار کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔
اس نے ماریا اور سائے کی سرگوشیاں بالکل نہیں سنی
تھیں۔ سایہ ان سے پہلے آسیبی پہاڑ پر پہنچ گیا۔

کھولتا ہوا لاوا

پراسرار سایہ عنبر کی کوٹھڑی میں پہنچ گیا۔

اس نے آتے ہی عنبر کو بتا دیا کہ ماریا بھی جادوگر کالار کے قبضے میں آ چکی ہے اور اس وقت وہ جادوگر کے ساتھ آسیبی پہاڑ کی طرف چلی آ رہی ہے۔

نہیں معلوم وہ کہاں گئی تھی اور کیا لے کر واپس آ رہی ہے۔ عنبر ایک طرح سے خوش بھی ہوا کہ ماریا کا پتا

چل گیا اور دوسری طرف اسے فکر بھی لگ گیا کہ کہیں کالار جادوگر اسے کوئی نقصان نہ پہنچا دے کیونکہ ماریا کو نقصان پہنچ سکتا تھا۔

وہ اپنا بچاؤ ایک بار دیکھے جانے کے بعد نہیں کر سکتی تھی۔ اسی طرح سائے نے ناگ کو بھی جا کر ماریا کے بارے میں خبر دی۔

ناگ بھی پریشان ہو گیا۔ اس نے سائے سے کہا۔

"اگر تم یہی کام کر سکتے ہو تو پھر عنبر کو جا کر کہو کہ اپنی کوٹھڑی میں ہی رہے، میں آج رات یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔"

سائے نے کہا۔

"بہت بہتر"۔

سایہ چلا گیا۔ اس نے عنبر کو جا کر پیغام پہنچا دیا۔

اب ناگ سوچنے لگا کہ وہ کس طرح سے وہاں سے فرار ہو۔ جادوگر ایک روح تھا۔ اس کو وہ سانپ بن کر ڈس بھی نہیں سکتا تھا۔

ایک بد روح کو ہلاک کرنے کے لیے ایک ایسی جہنمی آگ کی ضرورت تھی جس میں اس روح کو ڈال دیا جائے مگر وہ جہنمی آگ ناگ کہاں سے لا سکتا تھا؟ اس غار میں اور کوئی پہرے دار بھی کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

ماریا جادوگر کالار کے ساتھ واپس آ گئی۔

جادوگر نے اسے ایک بار پھر اس کی تہہ خانے والی کوٹھڑی میں بند کر دیا تھا۔ ماریا نے جادوگر سے کہا بھی کہ اسے اپنا وعدہ پورا کرتے ہوئے اب اسے آزاد کر دینا چاہیے۔ اس پر جادوگر نے ایک مکروہ قہقہہ لگا کر کہا۔

کیا تم مجھے احمق سمجھتی ہو کہ میں تمہیں چھوڑ دوں گا؟ ہرگز نہیں۔ میں تمہیں ہرگز ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے تمہارے بھائی ناگ کا خون نکالنا ہے اور تمہارے دوسرے بھائی عنبر کی کھوپڑی میں سے سارا دماغ نکالنا ہے۔

پھر ان کو ایک دوائی میں ملا کر مجھے وہ عرق تیار کرنا ہے جس کو پی کر میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غیر فانی بن جاؤں گا۔

اور جادوگر کی بدروح قہقہے لگاتی وہاں سے چلی گئی۔

ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ اس نے اس سے پہلے کبھی ایسی مصیبت اور پریشانی نہیں دیکھی تھی۔ وہ اپنے آپ کو پوری طرح بے بس سمجھ رہی تھی۔ وہ تینوں بہن بھائی اتنی پر اسرار طاقتوں کے مالک ہوتے ہوئے بھی مجبور اور بے بس ہو کر رہ گئے تھے۔

ادھر جادوگر نے اپنے خاص غار میں جا کر غیر

قانونی عرق تیار کرنے کے سلسلے میں تیاریاں شروع کر دیں۔

اس نے تھیلے میں ولی عہد شہزادے کی آنکھیں نکال کر مرتبان میں ڈال دیں اور الو کی کھوپڑی کو ایک کھرل میں ڈال کر پیسنے لگا۔

ناگ اپنی کوٹھڑی میں خاموش بیٹھا تھا کہ اسے سامنے سے ایک غلام حبشی کھانے کا کٹورہ لیے اپنی طرف آتا دکھائی دیا۔

ضرور یہ غلام ناگ کے لیے کھانا وغیرہ لے کر آ رہا تھا۔ ناگ چپکے سے لیٹ گیا جیسے سو رہا ہو۔ غلام نے باہر سے دروازے کو ذرا سا کھولا اور اندر آ کر پھر سے

دروازہ بند کر دیا۔

وہ ناگ کے پاس آ کر اسے جگانے لگا۔ ناگ اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے زور سے پھنکار ماری اور سانپ کی جون بدل لی۔ سانپ کی شکل میں آتے ہی اس نے حبشی غلام کے گلے میں اپنے کنڈل کا پھندا ڈال کر کس دیا۔

غلام ایک آواز بھی نہ نکال سکا اور اس کا سانس ایک دم سے گھٹ گیا۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے بہتیرا سانپ کو ہٹانے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔

سانپ نے بل اور کسنے شروع کر دیے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ غلام بے ہوش ہو کر فرش پر گر پڑا۔ سانپ نے اپنے کنڈل غلام کی گردن سے اتار لیے اور چپکے سے کھلے دروازے میں سے باہر نکل آیا۔

اب اس نے رینگ رینگ کر غار میں چلنا شروع کیا۔ وہ سیدھا عنبر کی کوٹھڑی میں جانا چاہتا تھا۔ دو تین کوٹھڑیاں چھوڑ کر اس نے ایک کوٹھڑی دیکھی جس کی سلاخیں بہت چھوٹی چھوٹی تھیں۔

ناگ نے سوچا کہ عنبر ضرور اسی کوٹھڑی کے اندر ہو گا۔ وہ سلاخوں میں سے نکل کر اندر چلا گیا۔

سچ مچ عنبر اس کے سامنے ایک پتھر پر دیوار کے

ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

عنبر نے ناگ کو سانپ کے روپ میں دیکھا تو بہت خوش ہوا۔ سانپ نے فوراً پھنکار مار کر دوبارہ انسان کی شکل اختیار کرلی۔

دونوں بھائی ایک دوسرے سے گلے لگ کر ملے۔

عنبر نے کہا۔

''تمہیں سائے نے میرا پیغام دیدیا تھا؟''۔

ناگ بولا۔

''ہاں دے دیا تھا مگر یہ سایہ کون تھا؟''۔

''اصل میں، میں نے سلامبو کی لاش کو اپنی مدد کے

لیے بلایا تھا۔ وہ تو نہ آئی اور یہ سایہ آ گیا''۔

''وہ کیوں نہیں آئی؟''۔

''سلامبو بے چاری خود پریشانی میں پھنسی ہوئی ہے۔ وہ اس دنیا میں رہنے کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے یہاں سے کروڑوں سال کے فاصلے پر ایک ستارے پر خدا سے عبادت کر کے اپنے گناہ بخشوا رہی ہے''۔

''پھر اب کیا ہوگا؟''۔

''سائے نے ماریا کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ بھی جادوگر کے ساتھ اسی غار کی طرف آ رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جادوگر نے ماریا کو بھی قید کرلیا

ہے''۔

''میں ابھی جا کر پتا کرتا ہوں کہ ماریا کہاں ہے؟
وہ ضروری اسی غار میں کسی جگہ قید ہے چلو خدا کا شکر
ہے کہ ہم تینوں ایک جگہ اکٹھے تو ہو گئے۔اب خدا نے
چاہا تو یہاں سے نکل بھی جائیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

سائے نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ یہ جادوگر کا لارکا
آسیبی پہاڑ ہے۔وہ ایک بدروح ہے۔وہ ایک عرق
تیار کر رہا ہے۔جس کو پی کر وہ انسان کی شکل میں ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے آ جائے گا۔

اور اس کے لیے اسے تمہارے خون اور م یرے

دماغ کی ضرورت ہے۔

ناگ ہنسا۔

یہ ایک پاگل جادوگر ہے۔ میں آزاد ہو گیا
ہوں۔۔۔اب وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔تم
بھی ہوش میں آ گئے ہو۔تمہارا کام یہ ہونا چاہیے کہ تم
کسی صورت میں بھی بے ہوش مت ہونا۔کیونکہ وہ
صرف تمہاری بے ہوشی کی حالت میں ہی تمہاری
کھوپڑی کھول کر دماغ نکال سکتا ہے۔

عنبر بولا۔

تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔اگر میں بے ہوش نہیں
ہوں تو اس جادوگر کے باپ کی بھی اتنی جرات نہیں کہ

میرے سر کو زخم تک لگا سکے، لیکن بے ہوشی کی حالت
میں مجھ میں اور ایک پتھر میں کوئی فرق نہیں ہوتا کہ جس
کو توڑا جا سکتا ہے۔

میں تو مر نہیں سکتا نہ یہ جادوگر مجھے مار سکتا ہے مگر
بے ہوشی کی حالت میں یہ میرے جسم کے ٹکڑے ضرور
کر سکتا ہے۔

"اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ تم کبھی بے ہوش نہ
ہونا۔ خواہ یہ جادوگر ایڑی چوٹی کا زور لگائے"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں کبھی بے ہوش نہیں ہوں گا۔ اگر
کہیں اس وقت سلا مبو آ جاتی تو ہم اس سارے غار کو

تہہ و بالا کر سکتے تھے۔ مگر خیر خدا مالک ہے۔ ہم حق پر
ہیں۔ اس جادوگر کو ضرور ختم کر کے رہیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ ایک بد روح ہے۔ یہ صرف جہنم کی آگ میں
گرنے سے ہی جل کر راکھ ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس
بد روح کے لیے جہنم کی آگ کا جلانا بہت ضروری
ہے"۔

عنبر بولا۔

"اگر ہم اس سارے غار کو کسی طرح سے آگ لگا
دیں تو یقین کرو یہ جہنم کی آگ ہی ہو گی"۔

ناگ نے کہا۔

میں سانپ ہوں اور ہمیشہ سے زمین کے اندر رہنے والا کیڑا ہوں۔ مجھے زمین کے اندر سے بڑی واقفیت ہے۔ میں کئی روز سے اس غار میں ایک ایسی بو سونگھ رہا ہوں جو ایک ایسے پہاڑ سے اٹھا کرتی ہے جس کے اندر لاوا اچھلنے والا ہو۔

مجھے تو ایسے لگتا ہے کہ یہ پہاڑ ایک آتش فشاں پہاڑ ہے۔ اور اس کے اندر کھولتا ہوا لاوا کسی وقت بھی پھوٹ کر باہر آ سکتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

''اگر تمہارا اندازہ درست ہے تو اس سے بڑھ کر خوشی کی بات اور نہیں ہو سکتی۔ دنیا میں صرف لاوے کی

کھولتی اور پگھلتی ہوئی آگ ہی ایک ایسی شے ہے جس میں جل کر اس جادوگر کی بد روح بھسم ہو سکتی ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا خیال ہے، مجھے ماریا سے جا کر ملنا چاہیے۔ تاکہ ہم کوئی ترکیب سوچ کر جتنی جلدی ہو سکے اس آتش فشاں پہاڑ کے جہنمی پیٹ سے باہر نکل سکیں''۔

''ہاں ہاں تم جاؤ۔ میں اسی کوٹھڑی میں تمہارا انتظار کروں گا۔ لیکن اس حبشی غلام کا کیا ہوگا؟ اسے تو ہوش آئے گا تو وہ شور مچا دے گا''۔

ناگ نے کہا۔

"بے شک شور مچا دے۔ اس کے شور مچانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اب میں آزاد ہو چکا ہوں اور یہ جادوگر مجھے دوبارہ قید نہیں کر سکتا"۔

عنبر نے کہا۔

"بہت اچھا۔ اب تم جاؤ اور ماریا کو جا کر اطلاع کرو کہ ہم یہاں سے نکل بھاگنے کی تیاریاں کر رہے ہیں"۔

"بہت اچھا"۔

یہ کہہ کر ناگ دوبارہ سانپ کی شکل میں آ کر وہاں سے نکل گیا۔

وہ غار کے اندر چکر لگانے لگا۔ اسے کوئی ایسا

راستہ نہیں مل رہا تھا جو اس کوٹھڑی کی طرف جاتا ہو جہاں ماریا قید تھی۔

وہ دیوار کے اوپر سے ہو کر رینگتا تو کبھی چھت پر رینگنے لگتا۔

دوسری طرف جادوگر کے دل میں خیال آیا کہ سب سے پہلے چل کر ناگ کو دیکھنا چاہیے کہ خون اس کے اندر کتنا ہے۔

کیوں کہ جادوگر نے سب سے پہلے ناگ ہی کا خون نکالنا تھا۔ جادوگر کالار اپنے جادو کے غار سے نکل کر سیدھا ناگ کی کوٹھڑی میں آ گیا۔

یہاں آ کر اس کی آنکھیں دہشت سے کھل

گئیں۔اس نے دیکھا فرش پر حبشی غلام مردہ پڑا ہے۔ اس کے گلے پر ایسا نشان ہے جیسے کسی نے اس کا گلا دبا دیا ہو۔

جادوگر نے غلام کو زور سے ایک ٹھوکر ماری اور باہر نکل گیا۔اس نے سارے غار میں شور مچا دیا۔اس کے سارے کے سارے غلام اور کنیزیں اپنی اپنی کوٹھڑیوں سے باہر نکل آئیں۔

انہوں نے مل کر ناگ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

مگر ناگ انسان کی شکل میں وہاں ہوتا تو انہیں ملتا۔وہ تو سانپ کی شکل میں غار کی چھت کے ساتھ ساتھ رینگ رہا تھا۔

ناگ کا گم ہو جانا جادوگر کے لیے بہت بڑا نقصان تھا، کیونکہ اب اسے ایسا آدمی کہیں قسمت سے ہی مل سکتا تھا جو آدمی نہ ہو بلکہ ایک سانپ ہو اور انسان کی شکل میں چل پھر رہا ہو۔

لیکن جادوگر نے سوچا کہ آخر اس غار سے نکل کر ناگ کہاں جائے گا؟

اسے یہ خیال بھی نہیں آیا تھا کہ ناگ کرنا چاہیے تو وہی پلٹ کر انسان سے سانپ بھی بن سکتا ہے۔

جوالامکھی پھٹ گیا

جادوگر نے ماریا اور عنبر کی کوٹھڑیوں کے باہر پہرہ سخت کر دیا۔

سانپ پھر بھی کسی کو نہیں ملا تھا۔ اب وہ ماریا کی کوٹھڑی کے قریب آ گیا تھا۔

ماریا کو اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ ناگ اگر ہے تو وہ ضرور اس کوٹھڑی میں آئے گا۔ ناگ کا قید سے فرار ہو

جانا ایک اچھا شگون تھا۔

ماریا ناگ کا انتظار کر رہی تھی۔ مصیبت یہ تھی کہ کوٹھڑی کے باہر حبشی غلام پہرہ دے رہے تھے۔ یہ غلام بار بار کوٹھڑی کو دیکھتے اور پھر جب اسے اندر کچھ بھی نظر نہ آتا تو بڑے حیران ہوتے۔ ایک غلام نے دوسرے سے کہا۔

”کیوں یار! ہم کس کے لیے پہرہ دے رہے ہیں؟ اندر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ کوٹھڑی خالی پڑی ہے“۔

دوسرے غلام نے کہا۔

”خاموش رہو! جادوگر آقا نے کہا ہے، اندر ایک

ایسی عورت قید ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی"۔

پہلے غلام نے پوچھا۔

"یار! اگر وہ باہر نکل گئی تو ہمیں کیسے دکھائی دے گی؟"۔

دوسرے نے کہا۔

"بند دروازے سے وہ نہیں نکل سکتی۔ وہ غائب ہے تو کیا ہوا۔ ہاں اگر ہم نے سلاخوں والا دروازہ کھول دیا تو وہ ایک دم سے نکل جائے گا اور ہم اسے دیکھ بھی نہ سکیں گے"۔

یہ سن کر پہلا غلام اور زیادہ ہوشیار ہو کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ہاتھ میں تیزہ تھا، مگر صاف لگتا تھا کہ وہ

اندر سے ڈر رہا ہے کہ جانے کوٹھڑی میں کون جن بھوت بند ہے۔

ادھر سانپ اس کوٹھڑی کے اس پاس آ گیا تھا۔ وہ چھت پر خاموشی سے رینگتا ہوا کوٹھڑی کے سامنے آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ کوٹھڑی خالی ہے مگر باہر پہرہ لگا ہے اور دو حبشی غلام تیزے ہاتھوں میں لیے پہرہ دے رہے ہیں۔

سانپ سمجھ گیا کہ ماریا اسی کوٹھڑی میں بند ہے۔ وہ رینگتا رینگتا دونوں حبشی غلاموں کے سروں کے اوپر آ گیا۔ اب اس نے سوچا کہ ان حبشیوں کو کس طرح سے حملہ کرے کہ ایکدم سے دونوں قابو میں آ جائیں،

کیونکہ یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر سانپ ایک غلام پر حملہ کرے تو دوسرا نیزہ مار کر سانپ کو ہلاک کر دے۔

سانپ چپکے سے چھت کے ساتھ کونے میں لگا رہا۔

ایک دم سے سانپ کے دماغ میں ایک بات آئی، وہ تو سانپ کے علاوہ شیر اور ہاتھی کے روپ میں بھی آسکتا ہے۔

تو پھر کیوں نہ وہ شیر بن کر ان دونوں غلاموں پر حملہ کردے۔ اگر وہ شیر بن گیا تو اس میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ وہ ایک وقت میں دونوں غلام کو یا ہلاک کر دے یا انہیں اتنا خوف زدہ کر دے کہ وہ ڈر کر وہاں سے بھاگ جائیں۔

سانپ خاموشی سے دیوار پر سے ہو کر نیچے اتر آیا۔ وہاں ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

فرش پر آتے ہی سانپ نے اپنا پھن اوپر اٹھایا اور زور سے پھنکار ماری اور شیر کا خیال دل میں کیا۔

پھنکار کی آواز سن کر دونوں غلام چونکے۔

شیر نے دھاڑ ماری اور ایک غلام پر حملہ کر دیا۔ وہ گر پڑا۔ شیر دوسرے کی طرف آیا دونوں غلام چیختے چلاتے سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گئے۔

اب میدان صاف تھا۔ شیر نے زور سے پنجہ مار کر کوٹھڑی کا تالا توڑ دیا۔ شیر دروازہ کھول کر اندر چلا گیا اور پھر سے انسان کے روپ میں آ کر ماریا سے بولا۔

"ماریا۔تم کہاں ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

"ناگ بھائی!میں تمہارے پاس کھڑی ہوں"۔

ناگ بولا۔

"جلدی سے یہاں سے باہر نکل چلو۔میں ایک بار پھر سانپ کی جون میں آرہا ہوں۔تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔اب تمہیں جادوگر تلاش نہیں کر سکے گا"۔

ماریا کو لے کر سانپ باہر آ گیا۔ناگ ایک بار پھر سانپ کی شکل میں سامنے آ گیا تھا۔وہ ماریا کو لے کر وہاں سے واپس بھاگا اور عنبر کی کوٹھڑی کے باہر آ گیا۔

یہاں بھی دو غلام پہرہ دے رہے تھے۔شیر کی دھاڑ سن کر ان کے بھی ہوش اڑ گئے تھے۔وہ ابھی سنبھل ہی رہے تھے کہ سانپ نے ایک کو ڈس دیا۔وہ گرا تو دوسرے غلام کا نیزہ چھان کر ماریا نے اس کے سینے میں گھونپ دیا۔

وہ گر کر تڑپنے لگا۔ماریا نے وہی نیزہ تالے میں پھنسا کر زور لگایا تو تالا ٹوٹ گیا۔

سانپ اور ماریا!عنبر کی کوٹھڑی میں آ گئے۔

"عنبر بھائی!جلدی سے باہر نکل آؤ"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر نہ کرو ماریا بہن!اب میں آزاد ہوں۔اب

جادوگر کی بد روح کا باپ بھی اگر آ جائے تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا"۔

تینوں بہن بھائی وہاں سے نکل کر ایک طرف کو بھاگے۔

تینوں بہن بھائی وہاں سے نکل کر ایک طرف کو بھاگے۔

شکل یہ تھی کہ انہیں یہ نہیں معلوم تھا کہ باہر کو راستہ کون سا جاتا ہے۔ وہ یونہی غار میں ادھر ادھر بھاگ رہے تھے کہ سامنے سے جادوگر کالا را اپنے بہت سے غلام کے ساتھ ان کے سامنے آ گیا۔

"خبردار! اگر ایک قدم آگے بڑھانے کی کوشش

کی نہیں تو تم دونوں کو اسی جگہ جلا کر بھسم کر دوں گا"۔

جادوگر نے ماریا اور عنبر کو تو دیکھ لیا تھا مگر سانپ کو نہیں دیکھا تھا۔ سانپ جلدی سے دیوار پر سے ہو کر اوپر چھت پر چڑھ گیا تھا۔

کیونکہ وہ جادوگر کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا، اس نے یہی بہتر سمجھا کہ چپکے سے چھت کے ساتھ لگ جائے۔

عنبر نے ہنس کر جادوگر سے کہا۔

"اے بدبخت جادوگر! میری بات کو غور سے سن! جب تک میں بے ہوش اور قید تھا تو مجھے بہت نقصان پہنچا سکتا تھا۔ مگر اب نہ تو میں بے ہوش ہوں اور نہ میں

قید میں ہوں اب تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور تو ماریا کو بھی کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

جادوگر نے زمین پر پاؤں مار کر کہا۔

"میں تمہیں زندہ زمین کے اندر دفن کر دوں گا جہاں تم نہ مرو گے اور نہ باہر آسکو گے"۔

یہ کہہ کر اس نے اپنا نیزہ اٹھا کر زور سے زمین پر مارا۔ جس جگہ اس نے نیزہ مارا وہاں ایک گہرا کھڈ بن گیا تھا۔

پھر جادوگر نے نیزے کا اشارہ عنبر کی طرف کیا۔ نیزے میں سے شعائیں نکل کر عنبر پر پڑنے لگیں۔

ان شعاؤں میں یہ تاثیر تھی کہ انسان کو کھینچ کر گڑھے میں گرادیں مگر عنبر اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔

ان شعاؤں نے عنبر پر بھی کوئی اثر نہ کیا، وہ اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔

اب عنبر نے کہا۔

"ہوشیار ہو جا جادوگر کالار! اب میں تم پر وار کرنے والا ہوں، تم میں اگر طاقت ہے تو میرے وار کا مقابلہ کر"۔

یہ کہہ کر عنبر نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر جادوگر کی طرف پھینکا۔ جادوگر جلدی سے نیچے ہوگیا۔ پتھر دو غلاموں سے ٹکرایا ان سے ٹکراتے ہی پتھر میں

آگ لگ گئی اور دیکھتے دیکھتے دونوں غلام شعلوں کی لپیٹ میں آ کر بری طرح جلنے لگے۔

انہوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا۔

باقی غلاموں نے ان پر پانی پھینکا۔ پانی پھینکنے سے آگ اور بھڑک اٹھی۔ جادوگر نے غلاموں کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ اس نے جیب میں سے ایک مٹھی بھر ماش کی دال نکالی اور عنبر پر پھینک دی۔

ماش کی دال کے دانے گولیوں کی طرح آئے اور عنبر کے سینے سے پار ہو کر نکل گئے۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو وہ سینے میں سوراخ ہو جانے سے اسی وقت مر جاتا مگر عنبر کو کچھ بھی نہ ہوا۔

وہ اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔

اب عنبر نے بھی تھیلے میں سے ایک سیب باہر نکالا اور اس پر کچھ پڑھ کر غلاموں پھر پھینک دیا۔

سیب ایک دھماکے سے پھٹ گیا۔ اور سب غلام جلنے لگے۔ غار میں ایک کہرام مچ گیا۔ غلام چیخیں مار کر جلتے بجھتے ایک طرف کو بھاگ اٹھے۔ اب غار میں آمنے سامنے صرف عنبر اور جادوگر رہ گئے تھے۔

عنبر کی ایک طرف ماریا کھڑی تھی۔ جادوگر نے جب اپنے لشکر کا یہ حشر دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔ وہ چونکہ ایک بدروح تھا، اس لیے اس نے تمام زمین پر موجود بدروحوں سے مدد چاہی۔ اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر

بلند آواز میں کہا۔

''اے زمین کی بد روحو! میری مدد کو آؤ۔ میں مصیبت میں پھنس گیا ہوں''۔

اسی وقت غار میں اتنی زور سے چیخیں بلند ہوئیں کہ ماریا ڈر کر عنبر کے ساتھ لگ گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ غار میں چاروں طرف سے بدروحوں نے حملہ کر دیا ہے۔

ان میں ہر بد روح کے سر پر سینگ تھے اور منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ ساری کی ساری بدروحیں دوزخ کے بھڑکتے شعلوں سے نکل کر آ رہی ہیں۔

ناگ بھی چھت کے ساتھ لگا ایک بار تو گھبرایا۔

مگر عنبر بالکل نہیں گھبرایا تھا۔ وہ غار میں بدروحوں کے بیچ میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔ جادوگر نے بدروحوں سے کہا۔

''یہ شخص جو غار میں کھڑا ہے ہمارا دشمن ہے۔ یہ ہمیں زمین سے مٹانا چاہتا ہے۔ اسے ختم کرو''۔

بدروحوں نے چیخیں ماریں اور عنبر پر حملے شروع کر دیئے۔ انہوں نے ہاتھوں کو اوپر کیا اور عنبر پر تیر، تلوار اور نیزے برچھیاں اور کلہاڑیاں عنبر کو آ کر لگتے رہے اور اپنے آپ اس کے جسم سے ٹکرا کر نیچے گرتے رہے۔

عنبر نے ماریا سے کہہ یا تھا کہ وہ اس کے پیچھے ہو
کر کھڑی ہو جائے۔ کیونکہ اس کو تیر لگ سکتا تھا۔ ماریا
بے چاری سچ مچ گھبرا گئی تھی۔

وہ عنبر کے پیچھے لگ کر کھڑی تھی اور خوف کے
مارے کانپ رہی تھی۔ اس لیے کہ اس نے ایسی
خوفناک لڑائی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ عنبر نے اب
بد روحوں پر جوابی حملہ کیا۔

اس نے زمین پر سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور
اسے سر کے اوپر سے لا کر روحوں کے طرف اچھال
دیا۔

مٹی ایک بادل بن کر روحوں کے سروں پر چھا

گئی۔

پھر اس بال میں سے سیاہ رنگ کا دھواں نکال
جس نے روحوں کے ارد گرد ایک دیوار کھڑی کر دی۔
روحوں نے اس دیوار کے اندر بند ہونے پر چیخنا شروع
کر دیا۔

ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ ان کا دم گھٹ گیا ہے۔ وہ
جادوگر کو برا بھلا کہنے لگیں کہ اس نے ان کو بلا کر مروا
دیا۔ جادوگر نے اپنے گلے میں سے پٹکا نکال کر عنبر کی
طرف پھینکا۔

پٹکے نے دیوار کے ساتھ ٹکرا کر دیوار کو توڑ پھوڑ کر
رکھ دیا تھا۔ پھر وہ پٹکا ایک شیر بن کر گرجا۔

لیکن عنبر اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔ شیر نے اسے آ کر ایک پنجہ مارا۔ عنبر نے شیر کو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر اوپر اچھالا۔

شیر نیچے گرا تو عنبر نے اس کے سینے پر ایک ٹانگ رکھ کر دوسرے ہاتھ سے اسے چیر پھاڑ کر رکھ دیا۔ شیر کی غضب ناک دھاڑ گونجی اور وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

عنبر نے وہ شیر اٹھا کر جادوگر کی طرف پھینکا۔ شیر کی کھال ہوا میں ہی الگ ہو گئی اور وہ پتھر کی چٹان بن کر جادوگر سے ٹکرائی۔ مگر جادوگر ہٹ کر پرے ہو گیا۔

ناگ نے سانپ کی شکل میں چھت کے ساتھ لگے لگے ہی محسوس کیا کہ زمین کے اندر ہلکی ہلکی لرزش

پیدا ہو رہی ہے۔ اس نے وہیں سے سیٹی بجا کر عنبر کو اشارہ کیا کہ غار میں خطرہ بڑھ گیا ہے۔

عنبر نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! میرے ساتھ ساتھ چلنا۔ میں باہر نکل رہا ہوں۔ ناگ بھی باہر آ رہا ہے"۔

اب عنبر نے جادوگر اور بدروحوں کے ساتھ مقابلہ کرتے کرتے غار کی ایک دیوار کی طرف کھسکنا شروع کر دیا۔

یہ دیوار ایک طرف گھوم گئی تھی۔ عنبر جب موڑ مڑنے لگا تو بدروحوں اور جادوگر نے چیخ مار کر اس کا پیچھا کیا۔

عنبر نے ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر ان کی طرف پھینکا۔ وہ پتھر راستے میں دیوار بن کر کھڑا ہو گیا۔ بد روحیں اور جادوگر اس پتھر سے ٹکراتے رہے مگر وہ اس دیوار کو نہ گرا سکے۔

عنبر نے ماریا اور سانپ سے کہا۔

''یہاں سے بھاگ چلو''۔

ناگ نے کہا۔

''اس غار میں کوئی بہت بڑا زلزلہ آنے والا ہے۔ یہاں سے جتنی جلدی ہو سکے باہر نکل چلو''۔

ناگ، عنبر اور ماریا۔۔۔ غار میں سے باہر کو بھاگے انہیں ایک جگہ ہلکی ہلکی روشنی نظر آئی۔ وہ اس

روشنی کی طرف لپکے۔

یہ ایک سوراخ تھا جو پہاڑ کے دامن میں وادی کی جانب جا نکلتا تھا۔ وادی میں آ کر انہوں نے نہر کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

نہر پر آ کر انہوں نے پانی میں چھلانگیں لگا دیں۔ نہر کے پار جا کر وہ چٹانوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گئے اور غار والے آسیبی پہاڑ کو دیکھنے لگے۔

پہاڑ کی طرف سے گھوں گھوں کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔ انہوں نے دیکھا تھا کہ پہاڑ آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔

پھر ایک ایسا خوفناک دھماکا ہوا کہ ان کے نیچے

سے زمین ہل گئی۔ اب جو انہوں نے دیکھا تو سامنے آسیبی پہاڑ پھٹ گیا تھا اور لاوا پگھل کر غار میں جا رہا تھا۔

ساری غار کھولتے ہوئے گرم گرم لاوے سے بھر گئی۔ انہوں نے بدروحوں کی آخری چیخیں سنی۔ اس کے بعد وہاں گہری خاموشی چھا گئی۔ صرف کسی وقت کھولتے ہوئے لاوے کی بڑ بڑ سنائی دے جاتی تھی۔

جادو سمیت تمام بدروحیں فنا ہو چکی تھیں۔

لاش غائب

ساری تباہی ایک پل کے اندر اندر ہو چکی تھی۔

نہر سے نکل کر عنبر، ماریا اور ناگ نے سب سے پہلے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے انہیں ایک بہت بڑی مصیبت سے نکال دیا۔

اب وہ وہاں سے نکل جانا چاہتے تھے۔ عنبر نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن! ہم تو جہاز میں سوتے میں ہی غائب کر کے یہاں پہنچا دیئے گئے تھے۔ تم وہاں جہاز پر تھیں تم بھی ہماری تلاش میں وہاں سے نکل آئیں۔ یہ بتاؤ کہ پیچھے جہاز والا خزانہ کہاں ہے؟"۔

ماریا نے کہا

"خزانے کو میں جہاز میں چھوڑ کر نہیں آسکتی تھی۔ میں نے اس دریا کے کنارے ایک بہت بڑے گنجان درخت کے نیچے دفن کر کے اوپر ایک خفیہ نشانی رکھ دی ہے"۔

ناگ کہنے لگا۔

"تمہیں کسی نے وہاں خزانہ دباتے ہوئے دیکھا

تو نہیں تھا"۔

ماریا بولی۔

"وہاں اس وقت نہ آدم تھا نہ آدم زاد۔ چاروں طرف ویرانی ہی ویرانی تھی۔ کوئی آدمی دور دور تک نہیں تھا"۔

"پھر تو ٹھیک ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"پھر بھی ہمیں جتنی جلدی ہو سکے واپس پہنچ کر اپنے خزانے اور جہاز پر قبضہ کرنا چاہیے کیونکہ یہ بھی خطرہ ہے کہ ڈاکٹر ہمارے جہاز ہی کو واڑا کر نہ لے جائیں"۔

ناگ نے کہا۔

’’جہاز جہاں کھڑا ہے، وہ دریا یہاں سے تین دن اور تین راتوں کے سفر پر ہے۔ ہم پیدل تو وہاں تک نہیں جا سکتے۔ اس وقت ہمارے پاس گھوڑے بھی نہیں ہیں۔ سب سے قریبی شہر اراگوس میں جا کر ہم گھوڑے حاصل کر سکتے ہیں مگر اس کے لیے ہمارے پاس پیسے بھی نہیں ہیں‘‘۔

ماریا نے کہا۔

’’اراگواس میں ہم سمارا کے گھر جا کر اس کے خاوند ابن خلیل سے گھوڑے لے سکتے ہیں۔ وہ امیر تاجر ہے اور اس کی ڈیوڑھی میں گھوڑے بندھے رہتے

ہیں‘‘۔

عنبر بولا۔

’’لیکن سوال یہ ہے کہ سمارا کے گھر تک کیسے پہنچیں گے‘‘۔

میرا خیال ہے کہ وہ بھی یہاں سے اور کچھ نہیں تو ایک رات اور ایک دن کے سفر پر ہو گا‘‘۔

ماریا نے کہا۔

’’جی ہاں۔ میں ایک رات اور ایک دن کے سفر کے بعد ہی یہاں پہنچی تھی‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’پھر اب ہم کس طرح سے سمارا کے گھر تک

پہنچیں گے؟"۔

ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے، ہمیں یہاں کسی گاؤں میں چل کر گھوڑوں کا بندوبست کرنا چاہیے۔ کیوں عنبر کیا خیال ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ تو صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ یہاں قریب کوئی گاؤں ہو۔ مجھے تو یہاں دور دور تک کچھ بھی نظر نہیں آتا"۔

ماریا بولی۔

"بھائیو! کچھ بھی ہو۔ ہمیں کم از کم اس وقت تو

یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کوئی خبر نہیں کہ کوئی اور مصیبت ہمیں نہ گھیر لے"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک خیال ہے"۔

تینوں بہن بھائی آسیبی پہاڑ کو تباہی اور بربادی کی حالت میں چھوڑ کر ایک طرف روانہ ہو گئے۔ اس وقت شام وادی میں چھانا شروع ہو گئی۔

سفر ایک رات اور ایک پورے دن کا تھا۔ اور وہ پیدل تھے۔ راستہ دشوار گزار تھا۔ زمین پر جگہ جگہ پتھر بکھرے ہوئے تھے۔

تھوڑی دور پیدل چلنے کے بعد ماریا بے چاری کے پاؤں درد کرنے لگے۔ ایک مدت سے اسے

پیدل چلنے کی مشق نہیں رہی تھی۔

اس نے کہا۔

''بھائی عنبر! میں تو تھک گئی ہوں۔ میرے تو
پاؤں درد کرنے لگے ہیں''۔

عنبر بولا۔

''ماریا بہن! کسی طرح سے تکلیف کر کے تھوڑی
دور تک اور چلی چلو۔ ہوسکتا ہے اس پہاڑی کے
دوسری طرف کوئی گاؤں مل جائے اور ہمیں وہاں
رات بسر کرنے کی سہولت میسر آجائے''۔

ناگ نے کہا۔

''لیکن بھائی! ہم رات بسر کر کے کیا کریں

گے۔ ہمیں رات نہیں بسر کرنی بلکہ کہیں سے سواری
کے لیے کوئی چھکڑا یا گھوڑے حاصل کرنے ہیں''۔

عنبر بولا۔

''میاں جی! یہاں جادو کے زور سے تو میں آپ
لوگوں کے لیے گھوڑے پیدا نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر
آپ کچھ دور پیدل چلیں تو ہوسکتا ہے کوئی گاؤں مل
جائے''۔

ماریا نے کہا۔

''میں نے تو یہاں کوئی گاؤں نہیں دیکھا''۔

عنبر نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں کوئی نہ کوئی، کہیں نہ کہیں

گاؤں ضرور مل جائے گا''۔

''ہاں کوشش ضرور کرنی چاہیے''۔

اور وہ آگے چل پڑے۔ شام غروب ہو گئی۔ رات کا اندھیرا چاروں طرف وادی میں پھیل گیا۔ سیاہ پہاڑ بھوتوں کی طرح دکھائی دینے لگے۔

انہوں نے ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا کھاتے سے فارغ ہو کر وہ پھر کچے راستے پر سفر پر روانہ ہو گئے۔ راستہ دشوار قسم کا تھا۔

وہاں درخت بہت کم تھے۔ بڑے بڑے پتھر جگہ جگہ راستے میں پڑے تھے۔ اور اندھیرے میں چلنے میں بڑی مشکل ہو رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ اس جگہ آرام کر لیا جائے۔ رات گزر جائے تو صبح دن کی روشنی میں یہاں سے چلیں گے۔ اندھیرے میں راستہ دکھائی نہیں دے رہا''۔

عنبر نے کہا۔

''جیسے تمہاری مرضی ہے۔ ویسے ہمارے پاس اگر گھوڑے ہی ہوتے تو ہمیں راستہ تلاش کرنے اور چلنے میں یہی دشواری ہوتی اس لیے میری تو رائے ہے کہ ہم چلتے چلے جاتے ہیں''۔

ناگ بولا۔

’’اگر ماریا آگے نہیں چل سکتی تو ہمیں اس کے آرام کی خاطر اسی جگہ کہیں رک جانا چاہیے‘‘۔

انہیں قریب ہی سے کسی چشمے کے بہنے کی آواز سنائی دی۔

عنبر نے کہا۔

’’ہاں۔آواز تو صاف سنائی دے رہی ہے‘‘۔

’’میرا خیال ہے اگر چشمہ قریب ہی بہہ رہا ہے تو پھر یہاں کوئی نہ کوئی گاؤں ضرور ہوگا۔چل کر دیکھتے ہیں‘‘۔

وہ تینوں جس طرف سے پانی کے بہنے کی آواز آ رہی تھی۔اس طرف چل پڑے۔یہ آواز پہاڑی کی

پرلی جانب نیچے سے آ رہی تھی۔

رات کے اندھیرے میں وہ آگے بڑھتے پھونک پھونک کر قدم رکھتے پہاڑی کی دوسری جانب آ گئے۔

یہاں انہوں نے ایک کچا مکان دیکھا جس کی کھڑکی میں سے دیئے کی ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔

اس مکان کے پاس ہی پتھروں میں چشمہ بہہ رہا تھا۔جس کا پانی بڑے زور سے پتھروں سے ٹکرا کر نیچے وادی کی طرف بھاگ رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔

’’یہ مکان کس کا ہوسکتا ہے‘‘۔

’’میرا خیال ہے،سوائے کسان کے اور کس کا

مکان ہوسکتا ہے"۔

ماریا نے کہا۔

"اس کے اندر روشنی بھی ہو رہی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"ہمیں اس مکان کے مالک سے اجازت لے کر رات وہیں بسر کرنی چاہیئے"۔

"بڑا اچھا خیال ہے"۔

وہ چشمے کے بڑے بڑے پتھروں پر پاؤں رکھتے مکان کے باہر آ گئے۔

اس مکان کا دروازہ پتھروں کا تھا جس میں ایک پٹ لکڑی کا لگا ہوا تھا۔ کھڑکی اوپر کر کے بنی تھی جس

میں سے دھیمی روشنی باہر آ رہی تھی۔

انہوں نے کھڑکی میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی مگر وہ زمین سے کافی اونچی تھی۔ وہ بالکل روشندان معلوم ہو رہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ میں چاہتا ہوں کہ دروازے پر دستک دینے سے پہلے تم اوپر جا کر کھڑکی میں سے جھانک کر اندر دیکھو کہ اندر کیا ہو رہا ہے؟ اور یہاں کون رہتا ہے"۔

"ٹھیک ہے عنبر بھائی۔ ابھی معلوم کرتا ہوں"۔

یہ کہہ کر ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کی اور

دیوار پر رینگتا ہوا اوپر کھڑکی پر پہنچ گیا۔ وہ کھڑکی میں سے اندر کی جانب آ گیا اور اندر جھانک کر واپس زمین پر آیا اور دوبارہ انسانی شکل میں آ کر بولا۔

’’عنبر بھائی! اندر تو زمین پر ایک لڑکی کی لاش پڑی ہے۔ جس کے سرہانے موم بتی جل رہی ہے‘‘۔

’’لاش؟‘‘۔

’’ہاں لاش‘‘۔

’’لڑکی کی لاش ہے‘‘۔ ماریا نے تعجب سے پوچھا۔

ناگ نے کہا۔

’’ہاں ماریا بہن ایک لڑکی کی لاش ہے‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’پھر تو بڑا ضروری ہو گیا ہے کہ اندر چل کر معلوم کیا جائے کہ یہ کس کی لاش ہے اور کس نے اس لاش کو یہاں رکھا ہوا ہے؟‘‘۔

عنبر نے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔

عنبر نے کہا۔

’’دروازہ اندر سے بند ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اندر ضرور کوئی موجود ہے‘‘۔

’’شی‘‘ ناگ نے کہا۔

’’کوئی دروازہ کھول رہا ہے‘‘۔

وہ تینوں ایک طرف ہو کر کھڑے ہو گئے۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک سیاہ فام ڈاکوؤں جیسی شکل والے ہٹے کٹے حبشی نے دروازہ کھولا اور باہر جھانک کر بولا۔

''کون ہے؟''

عنبر ایک دم سامنے آ گیا اور کہنے لگا۔

''بھائی صاحب! ہم دو بھائی ہیں جنگل میں سفر کرتے کرتے ہمیں رات ہو گئی ہے۔ ہم راستہ بھی بھول گئے ہیں۔ کیا ہمیں رات بسر کرنے کو یہاں جگہ مل جائے گی؟''۔

حبشی نے اپنی لال لال آنکھوں سے گھور کر عنبر

اور ناگ کو دیکھا۔ ماریا اسے نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے بھاری آواز میں رعب سے پوچھا۔

''تم لوگ کہاں سے آ رہے ہو اور کہاں جاؤ گے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ہم جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتے ہیں۔ جڑی بوٹیوں کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہتے ہیں۔ ہم سمارا سے آئے تھے۔ اور اب شہر اراگوس کی طرف جا رہے ہیں''۔

حبشی نے کہا۔

''ٹھیک ہے اندر آ جاؤ''۔

عنبر اور ناگ بڑے حیران ہوئے کہ یہ شخص لاش
کے ہوتے ہوئے بھی ان کو اندر بلا رہا ہے۔ اسے اتنا
بھی خیال نہیں ہے کہ ہم لاش کو دیکھ کر کیا سوچیں
گے؟۔

بہر حال اب ان کے سامنے سوائے اندر جانے
کے اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

حبشی نے کہا۔

"بھئی تم لوگ جھجک کیوں رہے ہو؟ اندر کیوں
نہیں آتے؟ کیا تمہیں رات بسر نہیں کرنی؟"۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آپ کا بہت بہت
شکریہ"۔ اور عنبر ناگ کیساتھ اندر کوٹھڑی مس ی آ

گیا۔

ماریا بھی ان کے ساتھ ہی اندر آ گئی۔ اب اندر جا
کر انہوں نے دیکھا کہ وہاں کوئی لاش نہیں تھی۔ زمین
پر دری بچھی تھی۔ جس پر کھانے کی ایک تھالی رکھی تھی۔
تھالی میں بھنے ہوئے ہرن کا گوشت پڑا تھا۔ معلوم
ہوتا تھا کہ حبشی کھانا کھا رہا تھا۔

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھا۔ جیسے اس سے
پوچھ رہا ہو کہ وہ لاش کہاں ہے جو تم نے کھڑکی میں
سے دیکھی تھی اور جس کے سرہانے موم بتی جل رہی
تھی؟

ناگ بھی بڑا حیران ہوا، کیونکہ اس نے خود اپنی

آنکھوں سے کوٹھڑی کے فرش پر ایک خوبصورت لڑکی
کی لاش دیکھی تھی جس کے سرہانے موم بتی جل رہی
تھی۔

اس وقت کوٹھڑی بھی خالی تھی اور حبشی کہیں نہیں
تھا۔وہ حیران تھا کہ لاش کہاں چلی گئی اور یہ حبشی آدمی
کہاں سے اندر آ گیا؟۔

حبشی نے کہا۔

''تم لوگ میرے ساتھ کھانا کھا سکتے ہو''۔

عنبر بولا۔

''شکریہ! ہمارے پاس تھوڑا بہت کھانا تھا جو ہم
نے راستے میں بیٹھ کر کھا لیا ہے۔ ہاں اگر پانی مل

جائے تو ہم شکر گزار ہوں گے بڑی پیاس لگی ہے''۔

حبشی بولا۔

''تم لوگ یہاں بیٹھو۔ میں باہر چشمے سے ابھی
پانی لے کر آتا ہوں''۔

حبشی مٹی کا کٹورا پکڑ کر چشمے پر پانی لینے چلا
گیا۔اس کے جانے پر عنبر نے کہا۔

''ناگ! تم تو کہتے تھے کہ اندر کسی لڑکی کی لاش
رکھی ہے۔جس کے سرہانے موم بتی جل رہی ہے۔مگر
یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے؟ کہاں ہے وہ لاش؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اپنی آنکھوں

سے لاش دیکھی ہے۔ لاش ایک بڑی ہی نازک اور حسین لڑکی کی تھی۔ جس کے سیاہ بال اس کے جسم پر پڑے تھے اور اس کے سرہانے کی جانب موم بتی جل رہی تھی''۔

ماریا نے کہا۔

''مگر یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ زمین پر صرف ایک دری بچھی ہے اور یہ درمیان میں گوشت کی تھالی پڑی ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''ناگ بھائی! ضرور تمہاری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے''۔

ناگ بولا۔

''عنبر بھائی! میری نظریں دھوکا نہیں کھا سکتیں مجھے کبھی میری آنکھوں نے دھوکا نہیں دیا۔ میں سچ کہتا ہوں میں نے اپنی آنکھوں سے فرش پر لیٹی لڑکی کی لاش دیکھی ہے''۔

عنبر بولا۔

''سوال یہ ہے، وہ کہاں چلی گئی؟''۔

''یہ راز میں نہیں جانتا۔ ضرور یہ شخص کوئی جادوگر ہے۔ جس نے ہمارے آتے ہی لاش غائب کر دی ہے''۔

''کمال ہے بھائی یہ بھی۔ میں اب یہی کہوں گی

کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے“۔

”کبھی نہیں ۔کبھی نہیں۔ میں اسے ہرگز نہیں مانوں گا۔تم دیکھ لینا۔لاش ظاہر ہو کر رہے گی“۔

”مگر بھائی کہاں سے ظاہر ہو کر رہے گی۔ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ حبشی پانی لینے باہر گیا ہے اور کوٹھڑی بالکل خالی ہے۔ یہاں سوائے ہمارے اور کوئی بھی نہیں ہے“۔

ناگ حیرانی سے بولا۔

”زندگی پہلی بار میں بھی حیران ہو کر رہ گیا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے، کسی نے ہمیں بے وقوف بنایا ہے۔ وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک لاش ابھی ابھی فرش پر

لیٹی ہو۔اس کے سرہانے موم بتی جل رہی ہو۔اور پھر ایک دم سے وہ لاش غائب ہو جائے“۔

”اسی بات پر تو ہم حیران ہیں“۔

ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔اس حبشی نے ضرور لاش کو کسی جگہ چھپا دیا ہے۔ ہمیں ساری کوٹھڑی کی تلاشی لینی چاہیے۔

”مگر بھائی کوٹھڑی کی تلاشی کیا لو گے؟ یہاں تو سوائے یہ سامنے والے تخت کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ تخت کے نیچے بھی فرش خالی صاف نظر آ رہا ہے۔

اتنے میں حبشی پانی لے کر اندر آ گیا۔

”یہ لو پانی پیو۔اور تم دونوں بھائی اس کونے میں

سو سکتے ہو۔ تم میں سے اگر کوئی چاہے تو تخت پر بھی سو سکتا ہے“۔

عنبر نے کہا۔

”نہیں نہیں جناب! تخت پر آپ سوئیں۔ ہم زمین پر ہی رات بسر کرلیں گے“۔

حبشی بولا۔

”نہیں بھائی! تم لوگ سوؤ۔ میں نہیں سوؤں گا۔ میں رات کو جاگ کر دیوتاؤں کی عبادت کیا کرتا ہوں“۔

عنبر نے پوچھا۔

”کیا آپ کاہن ہیں بھائی صاحب؟“۔

”کاہن نہیں ہوں میاں۔ میں ایک معمولی کسان ہوں۔ یہاں زمین پر کاشت کرتا ہوں۔ اور اس کوٹھڑی میں رہتا ہوں۔ کبھی کبھی جنگل سے ہرن شکار کر کے لے آتا ہوں اور اس کا گوشت بھون کر کھا جاتا ہوں“۔

ناگ نے کہا۔

”آپ کب سے یہاں رہ رہے ہیں؟“۔

حبشی نے کہا۔

”کئی سالوں سے رہ رہا ہوں۔ مگر تم لوگ اس قسم کے سوال مجھ سے کیوں کرتے ہو! تم رات بسر کرنے آئے ہو۔ آرام سے رات بسر کرو اور چلے جاؤ۔ اب

سو جاؤ اور مجھ سے زیادہ باتیں کرنے کی کوشش نہ کرو"۔

"معافی چاہتے ہیں"۔

"کوئی بات نہیں۔ تم لوگ یہاں سوؤ میں باہر چٹان کے پاس جا کر دیوتاؤں کی عبادت کروں گا"۔

حبشی اٹھ کر کوٹھڑی سے باہر چلا گیا۔ عنبر اور ناگ پھر لاش کے بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے۔ انہیں دال میں کچھ کالا نظر آ رہا تھا۔

لیکن ان کی سمجھ میں یہ نہیں آتا تھا کہ لاش غائب کہاں ہو گئی۔ اتنا انہیں پتا چل گیا تھا کہ یہ حبشی کوئی جادوگر ہے اور لاش کے سر پر بیٹھ کر کوئی چلہ کر رہا ہے۔

مگر سوال یہ ہے کہ اس نے ان لوگوں کو کوٹھڑی میں آنے کی اجازت دیدی۔

شاید وہ ان کو اپنے جال میں پھنسانا چاہتا ہے۔ بہر حال وہ صورتحال سے پریشان تھے۔

خفیہ خنجر

عنبر نے ماریا سے کہا۔

”ماریا بہن! تم تخت پر جا کر سو جاؤ۔ ہم خود ہی معلوم کرلیں گے کہ لاش کا راز کیا ہے۔اور یہ شخص کون ہے؟“۔

ماریا بولی۔

”مجھے نیند نہیں آرہی۔ میں بھی تمہارے ساتھ ہی

بیٹھوں گی“۔

عنبر بولا۔

”نہیں ماریا! تم تھکی ہوئی ہو۔ جا کر آرام کرو۔ ہم تمہارے پاس ہی ہیں۔ اگر کوئی گڑ بڑ ہوئی تو تمہیں جگا دیں گے“۔

”دل تو نہیں چاہتا۔ لیکن تم کہتے ہو تو سو جاتی ہوں“۔

ماریا تخت پر جا کر آرام کرنے لگی۔ عنبر نے سرگوشی میں ناگ سے کہا۔

”ناگ! تم سانپ کی شکل میں باہر جا کر دیکھو کہ یہ حبشی باہر چٹان کے پاس کیا کر رہا ہے“۔

www.urdurasala.com

"بہت اچھا۔ ابھی جا کر پتا کرتا ہوں"۔

ناگ نے اسی وقت سانپ کا روپ بدلا اور کھڑکی میں سے رینگ کر باہر چلا گیا۔

اندر عنبر نے کوٹھڑی کا کونہ کونہ دیکھ لیا۔ اسے لڑکی کی لاش کہیں دکھائی نہ دی۔ وہ خاموشی سے دری پر بیٹھ گیا۔ اتنے میں ناگ جلدی سے رینگتا ہوا اندر آیا اور آتے ہی انسان کی شکل بدل کر بولا۔

"عنبر! بھائی حبشی کہیں نہیں ہے"۔

"یہ کیسے ہوسکتا ہے ابھی ابھی تو وہ یہ کہہ کر گیا ہے کہ وہ چٹان کے پاس بیٹھ کر دیوتاؤں کی عبادت کرے گا"۔

"لیکن چٹان کے پاس کوئی نہیں ہے"۔

"ہوسکتا ہے، وہ نیچے چشمے کے کنارے بیٹھا ہو۔ جا کر وہاں دیکھو"

ناگ سانپ بن کر ایک بار پھر کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔

وہ چٹان کے قریب سے گھاس پر رینگتا ہوا دوسری طرف چشمے کے کنارے آ گیا۔ سفید پانی رات کی خاموشی میں آواز پیدا کر کے اچھل اچھل کر بہہ رہا تھا۔

سانپ نے ادھر ادھر، یہاں وہاں، چاروں طرف گھوم پھر کر حبشی کو تلاش کیا، لیکن وہ کہیں بھی نہیں

تھا۔

اس کو تو جیسے زمین کھا گئی تھی۔ ناگ واپس چلنے
کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک طرف پتھر
کی دیوار ہے جس میں ایک سوراخ ہے۔

سانپ دیوار کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ بھی
ایک چھوٹی سی کچی کوٹھڑی ہے۔ اس کوٹھڑی کی دیوار
میں ایک چھوٹا سا سوراخ ہے جس میں سے ہلکی سی
روشنی باہر آ رہی ہے۔

سانپ دیوار پر چڑھ کر اس سوراخ کے پاس آیا۔

اندر وہی لڑکی کی لاش زمین پر پڑی تھی۔ سرہانے
ایک موم بتی جل رہی تھی اور حبشی لاش کے پاؤں کی

طرف بیٹھا آنکھیں بند کیے منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ رہا
تھا۔

سانپ وہاں سے بھاگتا ہوا واپس عنبر کے پاس
آیا اور اسے سب کچھ بتایا۔

عنبر نے کہا۔

"میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں"۔

عنبر کوٹھڑی میں سے لپک کر باہر نکلا اور بھاگتا ہوا
چشمے کی دوسری جانب چھوٹی کوٹھڑی کے پاس آ کر
رک گیا۔

پھر اس نے پتھروں کو جوڑ کر اس پہ پاؤں رکھے
اور سوراخ میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔

اندر کچھ بھی نہیں تھا۔ ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ عنبر نے نیچے اتر کر کہا۔

''ناگ! اندر تو سوائے اندھیرے کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یا تمہاری عقل ماری گئی ہے''۔

سانپ چکر کھا گیا۔ کہنے لگا۔

''عنبر بھائی! مجھ سے میرے ماں باپ کی قسم لے لو، میں نے اپنی آنکھوں سے اس لڑکی کی لاش کو اندر زمین پر لیٹے اور حبشی کو اس کے پاؤں کی طرف بیٹھ کر منتر پڑھتے دیکھا ہے۔ اس کے سرہانے وہی موم بتی جل رہی تھی''۔

''مگر اندر تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ جا کر اپنی آنکھوں سے ایک بار پھر دیکھ لو''۔

سانپ جلدی سے دیوار پر چڑھ کر سوراخ میں جھانکنے لگا۔ اس وقت اندر واقعی کچھ نہیں تھا۔ کوٹھڑی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

نہ لاش تھی نہ موم بتی جل رہی تھی اور نہ حبشی بیٹھا منتر پڑھ رہا تھا۔ ناگ نیچے آ گیا۔

عنبر نے پوچھا۔

''اب بتاؤ۔ تم نے کیا دیکھا اندر؟''۔

سانپ نے کہا۔

''سچ مچ اب اندر کچھ بھی نہیں ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''اگر اندر کچھ نہیں ہی ہے تو پھر یہ حبشی کہاں چلا گیا؟ واپس کوٹھڑی میں چلو۔ کہیں ماریا کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ یہ حبشی مجھے کوئی بڑا خطرناک جادوگر لگتا ہے''۔

عنبر اور ناگ بھاگ کر واپس اپنی کوٹھڑی میں آئے۔ عنبر اور ناگ ماریا کو تخت پر سوتے دیکھ نہیں سکتے تھے۔

انہوں نے تخت پر جا کر سرہانے کی طرف سے ماریا کے جسم کو چھونے کی کوشش کی۔ عنبر کا ہاتھ ماریا کے سر پر اور ناگ کا ہاتھ ماریا کی گردن سے ٹکرایا۔

ماریا ہڑ بڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''کون بدتمیز ہے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ہم ہیں ماریا بہن! کوئی بات نہیں۔ سو رہو''۔

ماریا اٹھ کر بیٹھ گئی۔

''نہیں اب میں نہیں سوؤں گی۔ مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ حبشی کہاں چلا گیا ہے؟''۔

عنبر اور ناگ نے حبشی کے بارے میں لاش کی تازہ صورتحال اسے بتائی تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی''۔ کیا تم سچ کہہ رہے ہو ناگ بھائی۔

''ہاں بہن ماریا! مجھے سچ کہنا ہی پڑتا ہے۔ کیونکہ

ہمارے قبیلے میں اگر کوئی جھوٹ بولے تو دیوتا اس
سے بدلہ اس طرح سے لیتے ہیں کہ اسے زندہ آگ
میں ڈال دیا جاتا ہے''۔

ناگ کے اتنا کہنے پر ماریا اور زیادہ حیران ہوئی۔
اس نے کہا۔

''میں بھی چل کر دیکھتی ہوں''۔

عنبر نے جھٹ کہا۔

نہیں نہیں ماریا۔ ہمیں اس قسم کی کوئی حرکت نہیں
کرنی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پھر کسی خطرناک جال
میں پھنس جائیں۔

''ہمیں بڑی احتیاط اور سمجھ بوجھ سے کام لینا

ہوگا۔ تم آرام کرو۔ ناگ تم بھی سو جاؤ۔ صبح اٹھ کر پتا
کریں گے کہ یہ کون سا راز ہے؟''۔

ماریا اور ناگ سو گئے۔ عنبر بھی دری پر لیٹ کر
سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اتنے میں اسے باہر کسی
کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔

اس نے بھی جان بوجھ کر آنکھیں بند کرلیں اور
یوں ظاہر کیا جیسے وہ سو رہا ہے۔

ناگ سچ مچ سو گیا تھا۔ ماریا بھی سو گئی تھی۔ ان
دونوں کے خراٹوں کی ہلکی ہلکی آواز کوٹھڑی میں گونج
رہی تھی۔

عنبر نے ایک آنکھ کھول کر دیکھا۔ حبشی دبے

پاؤں چلتا کوٹھڑی میں داخل ہوا۔

اس کے دونوں ہاتھ پیٹھ پر تھے۔ عنبر کو حیران ہوا کہ یہ شخص چھپ چھپ کر اندر کیوں آ رہا ہے؟ حبشی ایک پل کے لیے کوٹھڑی کے دروازے پر کھڑا رہا۔ اور سونے والوں کو تک رہا تھا۔

پھر وہ دبے دبے عنبر کی طرف بڑھا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر کانی آنکھ سے دیکھا کہ حبشی ناگ کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ناگ کے قریب جا کر حبشی نے جھک کر ناگ کے سینے پر سر رکھا اور ایک دم پلٹ کر عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے آنکھیں آدھی کھول رکھی تھیں اور وہ بے سدھ

 آنکھیں نکال دو (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 50)

ہو کر سونے کا بہانہ کر رہا تھا۔

حبشی قدم قدم چل کر عنبر کے قریب آیا۔ اس نے یہاں بھی سر جھکا کر عنبر کے سینے پر ایک کان آگے کر کے کچھ سنا اور پھر عنبر کے پاؤں کی طرف چلا گیا۔ عنبر کانی آنکھ سے اسے دیکھ رہا تھا اور حیران تھا کہ یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے؟۔

حبشی اب دوبارہ عنبر کے سرہانے کی طرف آ گیا۔ اس نے جھک کر اپنے کان ایک بار پھر عنبر کے سینے سے لگایا۔

جیسے اس کے دل کی دھڑکن سننے کی کوشش کر رہا ہو۔ پھر اس نے اچانک پوری طاقت سے اپنے ہاتھ

میں چھپا ہوا خنجر نکال کر عنبر کے سینے میں گھونپ دیا۔

دوسرے ہاتھ سے اس نے عنبر کا منہ بند کر دیا۔ اس خیال سے کہ چیخ کی آواز دوسرے آدمی کو سنائی دے۔

عنبر تو حیران رہ گیا کہ یہ اس کم بخت نے کیا کیا۔

ادھر حبشی بھی حیران رہ گیا، کیونکہ خنجر عنبر کے سینے میں گھس گیا تھا۔ مگر نہ تو خون نکلا تھا اور نہ عنبر ایک پل کے لیے تڑپا تھا۔

اس کی آنکھ بھی نہیں کھلی تھی۔ حبشی نے ایک بار پھر عنبر کے سینے میں خنجر مارا۔ پھر بھی نہ خون نکلا اور نہ عنبر کی آنکھ کھلی۔ اب حبشی نے بار بار چلانا شروع کر

دیا۔

عنبر نے اچک کر حبشی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ حبشی نے ہاتھ چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر عنبر کے ہاتھ نے حبشی کے ہاتھ کو یوں پکڑ رکھا تھا۔ جیسے وہ کسی شکنجے میں آ کر پھنس گیا ہو۔

حبشی کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا ہاتھ کسی بہت بڑی چٹان کے نیچے آ گیا ہے۔

حبشی نے زور سے عنبر کے سر میں ٹکر ماری۔ عنبر نے ناگ کو آواز دی۔

"ناگ! خبردار ہو جاؤ"۔

ناگ نے اٹھ کر دیکھا کہ حبشی اور عنبر آپس میں

لڑتے ہوئے گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ اس نے پھنکار مار کر اسی وقت سانپ کی جون بدلی اور حبشی کو ڈسنے کے لیے آگے بڑھا۔

عنبر نے زور سے کہا۔

"ناگ! یہ کام نہ کرنا۔ ڈسنا نہیں۔ اس سے بہت کچھ معلوم کرنا ہے۔ اسے زندہ رہنے دو"۔

سانپ پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس نے حبشی کو قابو میں کرنا چاہا مگر وہ تو کسی کے ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔

بڑا ہٹا کٹا اور موٹا تازہ تھا۔ وہ عنبر اور ناگ کی گرفت سے نکل نکل کر بھاگ رہا تھا۔ اس افراتفری

اور شور میں ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ وہ ساری صورتحال کو سمجھ گئی۔

اس نے فرش پر پڑے ہوئے خنجر کو اٹھایا اور چپکے سے پیچھے سے آ کر حبشی کی گردن پر وار کرنے ہی والی تھی کہ عنبر نے ماریا کا کندھا اپنے کندھے سے لگتا محسوس کر کے کہا۔

"ماریا! اسے مارنے کی کوشش نہ کرنا۔ اس سے بہت کچھ راز معلوم کرنے ہیں"۔

"مگر بھائی عنبر! یہ تمہیں مار رہا ہے"۔

"یہ مجھے مار نہیں سکتا۔ ابھی اس کا مزاج درست ہو جائے گا"۔

جبشی کوٹھڑی میں ایک عورت ایسی عورت کی آواز
سن کر دنگ سا ہو کر رہ گیا جو اسے کوٹھڑی میں کہیں نظر
نہیں آ رہی تھی۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔ ماریا
نے آگے بڑھ کر خنجر جبشی کی گردن پر رکھ کر کہا۔

’’خبر دار! اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں اسی
وقت تمہیں ہلاک کر دوں گی، میں اس جنگل کا بھوت
ہوں اور ان دو بھائیوں کی مدد کو آیا ہوں‘‘۔

جبشی نے ہنس کر کہا۔

’’میں تم کو ایسا مزہ چکھاؤں گا کہ ساری زندگی یاد
رکھو گے‘‘۔

’’اگر تم بھوت ہو تو میں بھی بھوتوں کی ماں

ہوں‘‘۔

جبشی نے زور سے پھونک ماری۔ اس کے منہ
سے ایک زبردست شعلہ نکلا اور اگر ماریا جلدی سے
نیچے نہ بیٹھ جاتی تو وہ ضرور آگ میں بھسم ہو کر رہ
جاتی۔

عنبر اور ناگ بھی پرے ہٹ گئے۔ جبشی نے یہ
موقع غنیمت جانا اور چھلانگ لگا کر کوٹھڑی کے
دروازے میں سے باہر کودا اور جنگل کے اندھیرے
میں غائب ہو گیا۔

مردہ زندہ

عنبر اور ناگ حبشی کے پیچھے باہر کو بھاگے۔

وادی میں ہر طرف اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ حبشی جادوگر نہ جانے کہاں جا کر غائب ہو گیا تھا۔ دونوں اسے تلاش کرتے کرتے تھک گئے تو ناگ نے کہا۔

"ہمیں تلاش ترک کر دینی چاہیے۔ ماریا جھونپڑی میں اکیلی ہے۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ

پھنس جائے"۔

وہ واپس کوٹھڑی میں آ گئے۔ ماریا وہاں بیٹھی تھی۔

رات اب ڈھلنی شروع ہو گئی۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اب یہاں سے آگے چلنا چاہیے خواہ مخواہ کی مصیبتوں میں پھنسنا کوئی اچھی بات نہیں"۔

عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم ابھی یہاں سے روانہ ہوتے ہیں۔ لیکن ہم گھوڑے اب بھی حاصل نہیں کر سکتے۔ کیوں ماریا؟ تم پیدل سفر کر سکو گی؟"۔

ماریا بولی۔

''اب میں تازہ دم ہوں۔ میں پیدل چل سکوں گی''۔

کوٹھڑی سے نکل کر انہوں نے جنگل میں سفر شروع کر دیا۔ ابھی وہ تھوڑی دور گئے تھے کہ انہوں نے کسی لڑکی کے کراہنے کی آواز سنی۔ صبح کی ہلکی ہلکی روشنی اب نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

''یہ کون عورت کراہ رہی ہے؟ معلوم ہوتا ہے جیسے بڑی تکلیف میں ہے''۔

ماریا بولی۔

''چل کر دیکھنا چاہیے آواز ان درختوں کے پیچھے سے آ رہی ہے''۔

ناگ بولا۔

''شی! آہستہ بات کرو۔ تم لوگ اس جگہ بیٹھ کر چھپ جاؤ۔ میں پہلے جا کر معلوم کرتا ہوں کہ قصہ کیا ہے۔ ہو سکتا ہے یہاں بھی کوئی خطرناک چال بچھا ہو''۔

ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور گھاس میں سے رینگتا ہوا ان درختوں کی دوسری طرف آ گیا جہاں سے عورت کے کراہنے کی آواز آ رہی تھی۔

سانپ نے درختوں کے پیچھے سے سر نکالا ہی تھا

کہ کیا دیکھتا ہے کہ سامنے وہی لڑکی کی لاش گھاس پر پڑی ہے۔ اس کے سرہانے رکھی ہوئی موم بتی بجھ گئی ہے اور وہ آہستہ آہستہ کراہ رہی ہے۔

سانپ بھاگ کر عنبر کے پاس آیا اور انسان کی شکل میں آ کر بولا۔

"جلدی چلو عنبر! وہی لڑکی لیٹی ہے"۔

"لڑکی یا اس کی لاش"۔

دونوں ہی ہیں۔ "جلدی چلو"۔

عنبر، ناگ اور ماریا بھاگتے ہوئے درختوں کے پار گئے۔ وہاں ایک لمبے کالے بالوں اور بھولے بھالے چہرے والی لڑکی گھاس پر لیٹی کراہ رہی تھی۔

اس کے سرہانے کی موم بتی بجھ چکی تھی۔ عنبر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر غور سے دیکھا۔ لڑکی کی آنکھیں بند تھیں۔

عنبر نے انگلیوں سے اس کی آنکھیں کھولیں۔ وہ بالکل سفید ہو رہی تھی۔

لڑکی کا جسم لاش کی طرح ٹھنڈا تھا۔ مگر وہ زندہ تھی۔ عنبر نے اسے آواز دے کر پوچھا کہ وہ کون ہے اور یہاں اسے کون ڈال گیا ہے؟

لڑکی نے اپنے جسم کی پوری طاقت لگا کر کہا۔

"وہ۔۔۔وہ۔۔۔ جادو۔۔۔جن۔۔۔بھوت"۔

لڑکی بے ہوش ہو گئی۔

عنبر نے کہا۔

''اس لڑکی پر اس مکار حبشی جادوگر نے جادو کر رکھا تھا۔ اب وہ اس کے اثر سے نکل گئی ہے۔ میرا خیال ہے حبشی جادوگر کا جادو ٹوٹ گیا ہے''۔

ماریا نے کہا۔

''خدا کے لیے اس لڑکی کو بچا لو میرے بھائی!''

''ایسا ہی کر رہا ہوں ماریا۔ تم گھبراؤ نہیں۔ جا کر جلدی سے سرخ گھاس کے پتے توڑ لاؤ''۔

ماریا جلدی سے جنگل میں گئی اور ایک جگہ سے سرخ گھاس کا گچھا توڑ کر لے آئی۔

عنبر نے اس گھاس کو پتھروں سے کچل کر بے ہوش

لڑکی کے ماتھے پر رکھ دیا۔

کچلی ہوئی گھاس کے دو تین قطرے پھسل کر لڑکی کے ہونٹوں پر آ گئے۔ لڑکی نے آہستہ سے آنکھیں کھول دیں۔

''میں کہاں ہوں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''تم اپنے بھائیوں کے پاس ہو۔ گھبراؤ نہیں''۔

لڑکی نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ عنبر اور ناگ نے لڑکی کے پاؤں پر مالش شروع کر دی۔ دوپہر کی گرم دھوپ میں لڑکی کی طبیعت بحال ہو گئی۔ عنبر نے اسے جنگلی پھلوں کا رس پلایا۔

لڑکی تندرست ہو کر بیٹھ گئی۔

عنبر نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے بہن اور تم اس جادوگر کے قبضے
میں کیسے آ گئیں؟"۔

لڑکی نے کہا۔

میرا نام ہیلنا ہے۔ میں ایک رومن تاجر کی بیٹی
ہوں جو اراگوس میں رہتا ہے۔ یہ جادوگر ایک عورت کا
بھیس بدل کر مجھے میرے گھر سے ورغلا کر یہاں
لے آیا۔

اس نے مجھے دس روز بے ہوش رکھا۔ وہ ساری
ساری رات میرے سرہانے اور پائینتی کھڑے ہو کر

منتر پڑھتا رہتا۔ وہ مجھ پر کوئی خاص چلہ کر رہا تھا اور
چلے کے آخری روز اسے میری گردن کاٹ کر میرا
سارا خون پی جانا تھا۔

یہ ایک روز اس نے میرے سرہانے کھڑے ہو کر
کہا تھا جسے میں نے بے ہوشی میں بھی سن لیا تھا۔ خدا کا
شکر ہے کہ آپ لوگ آ گئے اور میری جان بچ گئی۔

عنبر نے کہا۔

"مگر ہم نے تمہاری جان نہیں بچائی۔ تم تو کوٹھڑی
سے غائب ہو گئی تھیں"۔

ہیلنا بولی۔

شاید آپ کو معلوم نہیں کہ جب آپ پر جادوگر

نے جادو کیا تو میں اسی کوٹھڑی میں تھی۔ مگر آپ مجھے
دیکھ نہیں سکتے تھے۔

جادوگر کا جادو ٹوٹ گیا جب اس کا وار آپ پر اثر
نہ کر سکا۔ اسی وقت وہ آگ میں جلتا ہوا جنگل میں
بھاگا۔ اس نے جادو کے زور سے مجھے بھی یہاں بلا
لیا۔ مگر وہ میری آنکھوں کے سامنے جل کر راکھ ہو گیا
اور اس کے جسم کی راکھ ہوا میں اڑ گئی۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا۔ ہیلنا بہن! اگر تم اپنے
ماں باپ کے ہاں جانا چاہتی ہو تو ہم تمہیں تمہارے
گھر پہنچا دیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں بہن! اتفاق سے ہم بھی اراگوس شہر کی
طرف جا رہے ہیں"۔

وہ دن اور شام انہوں نے جنگل میں آرام کیا۔

عنبر نے کہا۔

"اب ہمارے لیے ضروری ہو گیا ہے کہ کہیں
سے کسی بیل گاڑی یا گھوڑوں کا انتظام کیا جائے کیونکہ
یہ بیمار لڑکی ابھی پیدل سفر نہیں کر سکتی"۔

ناگ بولا۔

"مگر یہاں سواری کہاں سے آئے گی؟"۔

ہیلنا نے کہا۔

''بھائی! آپ پریشان نہ ہوں۔ یہاں سے
تھوڑے فاصلے پر ایک غار میں جادوگر نے اپنی ایک
گاڑی رکھی ہوئی ہے۔ جسے چار گھوڑے چلاتے ہیں۔
ہم وہ گاڑی جا کر لے سکتے ہیں''۔
عنبر نے کہا۔
''کیا وہ گاڑی ابھی تک کھوہ میں موجود ہو
گی؟''۔
''کیوں نہیں؟''۔
''کیا جادوگر کے مر جانے سے وہ جادو کی گاڑی
غائب نہیں ہوگئی ہوگی''۔
''میرا خیال ہے وہ جادو کی گاڑی نہیں تھی۔ وہ

ضرور کھوہ میں اسی طرح پڑی ہوگی''۔
''ابھی چل کر دیکھ لیتے ہیں''۔
ناگ نے کہا۔
وہ لوگ اس پہاڑ کی طرف چلے جس کے کھوہ میں
جادوگر کی گھوڑا گاڑی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر یہ غار
سامنے آگیا۔
کھوہ کے دروازے پر گھاس کاٹ کر ڈال دی گئی
تھی۔ ہیلنا ناگ اور عنبر کو لے کر غار کی کھوہ میں آ گئی۔
ماریا سے اس کا تعارف نہیں کرایا گیا تھا۔
عنبر نے ماریا سے کہہ دیا تھا کہ جتنی دیر ہیلنا ساتھ
ہے، وہ نہ بولے۔

انہیں ڈر تھا کہ ہیلنا ڈر جائے گی۔ غار میں داخل ہو کر وہ بائیں طرف کو گھومے تو انہیں گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی۔

عنبر اور ناگ کے چہروں پر رونق آ گئی۔

لڑکی نے کہا۔

''دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ گھوڑا گاڑی غار میں ضرور موجود ہو گی''۔

انہوں نے دیکھا کہ ایک طرف چار گھوڑے بڑے مزے سے گھاس کھا رہے تھے۔ پاس ہی گاڑی کھڑی تھی۔

عنبر اور ناگ مل کر گھوڑے اور گاڑی کو باہر لے

آئے۔ جنگل میں آ کر انہوں نے گھوڑوں کو گاڑی کے آگے جوتا۔ گاڑی پر سب کو سوار کرایا اور وہ بڑی تیزی سے گاڑی کو لئے اراگوس شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

دن بھر وہ میدانوں اور جنگلوں میں سفر کرتے رہے ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ وہ اراگوس شہر میں داخل ہو گئے۔

ہیلنا انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے ماں باپ کے گھر آ گئی۔ یہ مکان ایک بڑی سی حویلی میں تھا جس کی ڈیوڑھی پر نوکر پہرے دے رہے تھے۔

ہیلنا کی ماں اور باپ نے اپنی بچھڑی ہوئی بیٹی کو

دیکھا تو خوشی سے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ہیلنا نے کہا کہ اگر عنبر اور ناگ نہ ہوتے تو وہ جادوگر کے پنجے سے کبھی نہیں چھوٹ سکتی تھی۔

ہیلنا کے باپ اور ماں نے عنبر اور ناگ کا ماتھا چوم کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

وہ رات انہوں نے ہیلنا کے مکان کی چھت پر بڑے مزے سے سو کر گزاری۔ صبح کو انہیں پھر سفر پر چلنا تھا۔

ان کا بادبانی جہاز بہت دور دریا کے کنارے کھڑا تھا۔ اور خزانہ قریب ہی ایک درخت کی چھاؤں میں دفن ان کی راہ دیکھ رہا تھا۔

انہیں یہ بھی ڈر تھا کہ کہیں ان کا خزانہ اور بادبانی جہاز ڈاکو نہ لوٹ کر لے جائیں، کیونکہ اس سے پہلے ان کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا۔

اراگوس شہر سے نکل کر عنبر، ناگ اور ماریا نے بادبانی جہاز والے دریا کی طرف سفر شروع کر دیا۔

☆ کیا عنبر اور ناگ کو خزانہ مل سکا؟۔

☆ کیا انہیں جہاز واپس ملا؟۔

☆ ہسپانیہ کی پہلی اذان انہوں نے کہاں سنی؟۔

☆ یہ سب کچھ ناول کی اگلی یعنی 51 ویں قسط میں پڑھئے

سرخ روشنی کا راز

(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 51)

اے حمید

فہرست

02 سرخ روشنی کا راز (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 51)

پیارے بچو!

ہم نے آپ کے پسندیدہ سلسلہ وار پر اسرار ناول ''موت کا تعاقب'' کی پچاسویں قسط کے آخر میں لکھا تھا کہ اگر آپ نے اس سلسلے کو پسند کیا تو یہ کہانی آپ کو آگے بھی سنائی جائے گی۔

ہمیں بڑی خوشی ہے اور ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ پیارے بچوں نے ہماری اس دلچسپ تاریخی اور

پر اسرار کہانی کو بے حد پسند کیا ہے۔ چنانچہ ہم مہماتی طلسماتی مگر تاریخی کہانی کا سلسلہ آگے بھی شروع کر رہے ہیں۔

اب کہانی یہاں سے شروع ہوتی ہے کہ جونہی عنبر، ناگ اور ماریا دریا کنارے اپنے جہاز کے پاس پہنچتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ جہاز پر ڈاکوؤں نے قبضہ کر رکھا ہے۔

عنبر بھیس بدل کر جہاز پر نوکری حاصل کر لیتا ہے۔ مگر وعدے کے مطابق ناگ اور ماریا جہاز پر نہیں پہنچتے اور جہاز روانہ نہیں ہوتا۔

آگے آپ خود پڑھیں۔

پھانسی کی کوٹھڑی

ماریا، ناگ اور عنبر منزلوں پر منزلیں طے کرتے سفر کرتے رہے۔

ان کی منزل وہ دریا تھا جس میں ان کا بادبانی جہاز کھڑا تھا اور جس کے کنارے کھجور کے ایک درخت تلے ماریا نے خزانہ دفن کر رکھا تھا۔

اپنے سفر کے ساتویں روز وہ ایک ایسی جگہ پہنچے

www.urdurasala.com

جہاں ریتلے خشک میدانوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ اب سامنے ہری بھری کھیتیاں تھیں جن میں کہیں کہیں کسان ہل چلاتے نظر آتے تھے۔

عنبر نے کہا، معلوم ہوتا ہے، اس ٹیلے کے پیچھے کوئی شہر آباد ہے۔ وہ کھیتوں کھیت چلتے ٹیلے کا چکر کاٹ کر دوسری جانب آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے ایک شہر کی فصیل ہے جس کے اندر مکانوں کی چھتیں اور ممٹیاں نظر آ رہی ہیں۔

تینوں ایک لمبے سفر کی تکان سے چور تھے اور شہر کی کسی سرائے میں آرام کر کے پھر سے تازہ دم ہونا چاہتے تھے۔

چنانچہ وہ شہر کی فصیل کی طرف بڑھے۔ دروازے پر پہرہ لگا تھا۔ انہوں نے اپنے آپ کو مسافر ظاہر کیا اور تھے بھی وہ مسافر ہی۔

انہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔ یہ کافی لمبا چوڑا آباد شہر تھا۔ لوگوں کا لباس صاف ستھرا تھا۔ اور ان کے چہروں سے معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کے لوگ خوش حال ہیں۔

مکان پختہ ہے۔ امیر آدمیوں کی حویلیوں کے باہر پہریدار کھڑے تھے۔ تاجر لوگ گھوڑوں پر سوار گھوم پھر کر شہر کی منڈی سے مال وغیرہ خرید رہے تھے۔

عورتیں چادروں میں لپٹی آ جا رہی تھیں۔ ایک امیر کی سواری چلی آ رہی تھی۔ حبشی غلاموں نے تخت کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔

تخت کے اوپر چاندی کی کرسی تھی جس پر امیر بیٹھا تھا۔ کنیزیں اور غلام آگے آگے ہاتھ باندھے چل رہے تھے۔ ایک جگہ غلام بڑے بڑے پتھر ریڑوں پر لادے لیے جا رہے تھے۔

سپاہی ان پر چابکیں برسا رہے تھے۔ غلام درد سے تڑپ کر رہ جاتے مگر زبان سے اف تک نہ کرتے۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

08 سرخ روشنی کا راز (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 51)

''اس شہر کا حاکم کوئی ظالم بادشاہ معلوم ہوتا ہے۔ غلاموں کی زندگی یہاں جانوروں سے بھی بدتر ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''میرے خیال میں ہمیں یہاں کے حاکم کے بارے میں کوئی بات نہیں کرنی چاہیے۔ بس ایک رات گزارنے آئے ہیں۔ ایک رات گذار کر آگے نکل چلیں گے''۔

ماریا ان کے ساتھ ساتھ گھوڑے پر سوار چل رہی تھی۔ لیکن چونکہ وہ غائب تھی اس لیے دیکھنے والے کو اس کا گھوڑا خالی دکھائی دیتا تھا۔

وہ بولی۔

''شام سر پر آ گئی ہے۔ مجھے بھوک لگ رہی ہے۔کوئی سرائے تلاش کرو عنبر بھائی''۔

ایک جگہ انہیں کچھ اونٹ ایک حویلی کے دروازے کے باہر بیٹھے جگالی کرتے ملے۔قریب ہی سامان کے بورے پڑے تھے۔

معلوم ہوا کارواں سرائے ہے۔ یہاں عنبر اور ناگ کو ایک کوٹھڑی مل گئی۔ایک کونے میں ماریا کا بھی بستر لگا دیا گیا۔

انہوں نے غسل کیا۔کپڑے بدلے۔کھانا کھایا اور عنبر ماریا اور ناگ کو کارواں سرائے میں چھوڑ کر خود شہر کی سیر و سیاحت کرنے نکل کھڑا ہوا۔

رات ہو گئی تھی۔شہر کے مکانوں میں، بازاروں میں اور فصیل کے برجوں میں روشنیاں ہو رہی تھیں اور شہر کے بیچ میں ایک ٹیلے پر شہر کے بادشاہ کا محل تھا جہاں چاروں میناروں پر مشعلوں کے فانوس جگمگا رہے تھے۔

عنبر سیر کرتے کرتے ایک گلی میں آ گیا۔ یہ ایک تنگ سی گلی تھی۔مکانوں کی دیواروں پر جنگلی گلاب کی بیلیں چڑھی تھیں۔ایک مکان کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے کسی عورت کے رونے کی آواز سنائی دی۔

عنبر چلتے چلتے اپنے آپ رک گیا۔ یہ کون عورت ہے جو رو رہی ہے؟

اس نے سوچا۔ گھر کا دروازہ بند تھا۔ ایک کھڑکی میں چھوٹی سی درز تھی جس میں ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔

عنبر نے اس درز میں سے دیکھا کہ اندر کوٹھڑی میں ایک بوڑھی عورت ٹوٹی ہوئی چارپائی پر سر جھکائے بیٹھی سسکیاں بھر کر رو رہی ہے۔ طاق میں دیا جل رہا ہے۔

عنبر کا دل اس بوڑھی عورت کی ہمدردی سے بھر گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ معلوم کرنا چاہیے، اس عورت کو کیا دکھ ہے۔

عنبر نے دروازے پر دستک دی۔ عورت نے

دروازہ کھول کر پوچھا کون ہے؟

عنبر نے جھک کر سلام کیا اور کہا۔

ماں جی! میں اس شہر میں پردیسی ہوں۔ اس گلی میں سے گزر رہا تھا۔ کہ آپ کے رونے کی آواز آئی۔ قدم وہیں رک گئے۔

کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ کس کے غم میں رو رہی ہیں؟ شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں۔

بوڑھی عورت کو کوٹھڑی میں لے گئی اور سسکیاں بھرتے ہوئے بولی۔

"بیٹا! خدا تمہاری حفاظت کرے لیکن تم میرے غم کو دور نہیں کر سکتے۔ میرا دل جس صدمے سے پاش

پاش ہوا جا رہا ہے، وہ مجھ بوڑھی ماں کو اکیلے ہی اٹھانا پڑے گا۔ اب اگر دیوتا بھی چاہیں تو میری مدد نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا۔

"ماں جی! ناامید نہ ہوں۔ آپ مجھے بتائیں تو سہی کہ آپ پر کیا مصیبت آن پڑی ہے۔ شاید میں آپ کی کچھ مدد کر سکوں"۔

بوڑھی عورت نے میلے دوپٹے سے اپنے آنسو پونچھ کر کہا۔

بیٹا! اگر تم مجبور کرتے ہو تو سن لو۔ میرا ایک ہی جوان بیٹا تھا جو میرے بڑھاپے کا سہارا تھا۔ اس شہر

کے ظالم حاکم کی سواری ایک بار بازار میں سے گزر رہی تھی۔ میرے بیٹے نے اپنا سر اس کے آگے نہ جھکایا۔

حاکم نے طیش میں آ کر اسے گرفتار کرا دیا اور حکم دیا کہ اس کی گردن اڑا دی جائے۔ آج رات پچھلے پہر میرے آنکھ کے تارے، میرے جگر کے ٹکڑے خماش کی گردن اڑا دی جائے گی اور میں کچھ نہ کر سکوں گی۔

اتنا کہہ کر بوڑھی عورت پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اس کی درد بھری کہانی سن کر عنبر کا دل بھر آیا۔ اس

نے اسی وقت اس کے بیٹے کی مدد کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

''ماں جی! یہ بتائیں کہ آپ کا بیٹا کس جگہ قید ہے؟''۔

بوڑھی عورت نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا کہ شاہی محل کے قید خانے میں کسی جگہ ہے۔

عنبر نے کہا۔

''ماں جی! فکر نہ کریں۔ آپ کا بیٹا صبح آپ کے قدموں میں زندہ لے آؤں گا''۔

ایک بار تو غم زدہ ماں نے چونک کر عنبر کی طرف دیکھا لیکن پھر سر جھکا کر رونے لگی۔

''میرے دل کو جھوٹی تسلیاں نہ دو بیٹا! اب میں

نے اپنے بیٹے کی موت کو قبول کرلیا ہے۔ میری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ اپنے جگر کے ٹکڑے کا کٹا ہوا سر دیکھوں''۔

بوڑھی عورت کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔ عنبر نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

ماں! جیسا میں کہتا ہوں، ویسے ہی کرو۔ تم اسی وقت شہر سے نکل کر ٹیلے کے پیچھے آخری کھیت میں چٹان کے پاس میرا اور اپنے بیٹے خماش کا انتظار کرو۔ میں اسے لے کر تمہارے پاس آدھی رات کے بعد کسی بھی وقت پہنچ جاؤں گا۔

اٹھو! جلدی کرو۔ میری باتوں پر یقین کرو۔ میں

جھوٹ نہیں کہہ رہا۔ میں خدا کے حکم سے تمہارے بچے
کو موت کے منہ سے نکال کر تمہارے پاس لے آؤں
گا۔ پھر تم راتوں رات اس علاقے سے دور نکل جانا۔

عنبر جو کچھ کہہ رہا تھا، بوڑھی عورت کو اس پر یقین
نہیں آ رہا تھا۔ پھر بھی اس پر عنبر کی باتوں کا اثر ہو گیا
اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

عنبر نے اسے اپنا گھوڑا دیا۔

بوڑھی گھوڑے پر سوار ہو کر رات کے اندھیرے
میں شہر کے دروازے کی جانب چل دی۔ عنبر وہاں
سے سیدھا کارواں سرائے میں آ گیا۔

ناگ اور ماریا کو بوڑھی عورت کی دکھ بھری کہانی

سنا کر میں اس عورت کی مدد کرنے شاہی محل جا رہا
ہوں۔ آدھی رات کے بعد لوٹوں گا۔

ناگ نے کہا۔

تم اکیلے وہاں جا کر کیا کرو گے۔ ایسا کرتے
ہیں۔ تم یہاں بیٹھو۔ میں اور ماریا جا کر اس مظلوم کو
بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کیونکہ ماریا غائب ہو گی
اور میں سانپ کا روپ بدل لوں گا۔

پھر ہمیں کوئی دیکھ نہ سکے گا اور ہم بڑی آسانی سے
اس نوجوان کو چھڑا لائیں گے۔

یہ بات عنبر کی سمجھ میں آ گئی۔ اس نے ماریا اور
ناگ کو شاہی محل کی طرف بھجواتے ہوئے کہا۔

"خماش کو شہر سے باہر ٹیلے کے عقبی کھیت میں
چٹان کے پاس اس کی بوڑھی ماں کے حوالے کر کے
آنا۔ اور انہیں تاکید کرنا کہ وہ جتنی جلدی ہو سکے وہاں
سے فرار ہو جائیں"۔

"فکر نہ کرو۔ ایسا ہی ہوگا۔ تم کارروان سرائے
میں ہی ہمارا انتظار کرنا"۔

ناگ اور ماریا اتنا کہہ کر کارروان سرائے سے نکل
کر شاہی محل کی طرف روانہ ہو گئے۔ دونوں گھوڑوں
پر سوار نہ ہوئے بلکہ اپنے گھوڑے کارروان سرائے
میں ہی چھوڑ گئے۔

گھوڑے ان کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتے

تھے۔ شہر کے حاکم کا محل وہاں سے تھوڑی ہی دور تھا۔
اب رات خاصی بھیگ چکی تھی۔

سارے شہر میں ہو کا عالم تھا۔ گلیاں بازار
اندھیرے میں ڈوبے تھے۔ کہیں کہیں چوراہوں میں
لیمپ جل رہے تھے اور چوکیدار لٹھ اٹھائے جاگتے رہو
کی آواز لگاتے پھر رہے تھے۔

ماریا غائب تھی وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔
ناگ ایک انسان کی شکل میں اس کے ساتھ ساتھ چل
رہا تھا۔ ایک جگہ چوکیدار نے اسے روک کر پوچھا کہ
وہاں کہاں جا رہا ہے؟

ناگ نے کہا۔

"ہم اسی شہر کے رہنے والے ہیں۔ پردیس سے سفر کر کے اب آئے ہیں اور اپنے گھر جا رہے ہیں"۔

چوکیدار نے تعجب سے کہا۔

"تم تو اکیلے ہو پھر تم ہم کیوں کہہ رہے ہو؟ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟"۔

اب ناگ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اس نے خواہ مخواہ ماریا کا بھی ساتھ ذکر کر دیا۔

جلدی سے بولا کہ اصل میں اس کا چچا زاد بھائی بھی ساتھ تھا۔ جس کو وہ اپنے گھر چھوڑ کر آ رہا ہے۔

چوکیدار نے اسے کچھ شک کی نظر سے دیکھا لیکن آگے جانے کی اجازت دے دی۔

اگر وہ ناگ سے یہ پوچھ بیٹھتا کہ اس کا گھر کس محلے میں ہے؟

تو وہ اس کا کبھی جواب نہ دے سکتا۔ بہر حال اسی طرح شہر کے بازاروں میں سے گزرتے وہ رات کی خاموشی میں بادشاہ کے محل کے قریب پہنچ گئے۔

اب انہیں بڑی احتیاط کی ضرورت تھی، کیونکہ بادشاہ کے محل میں داخل ہونا اور پھر قید خانے تک جانا کوئی آسان کام نہ تھا۔

ناگ نے ماریا سے کہا کہ وہ سانپ بن کر اس کے کندھے پر بیٹھ جاتا ہے۔ اس طرح سے وہ بھی غائب ہو جائے گا اور دونوں بڑی آسانی سے شاہی

محل میں داخل ہو جائیں گے۔

ماریا نے کہا کہ انہیں یہ اطلاع کہاں سے ملے گی کہ بدنصیب خماش جس کی آج پچھلے پہر گردن اڑائی جانے والی ہے، کس مقام پر قید ہے؟

اس اطلاع کو حاصل کرنے کے لیے اسے انسان کی شکل میں آ کر محل کے کسی شخص سے بات کرنا ضروری ہے۔

”تم فکر نہ کرو۔ ایسا کرتے ہیں کہ محل میں داخل ہو کر میں کسی نہ کسی شکل میں ظاہر ہو جاؤں گا اور پوچھ گچھ کرنے کی کوشش کروں گا“۔

یہ کہہ کر ناگ سانپ کی شکل میں بدل گیا اور ماریا

کے کندھے پر جا بیٹھا۔ اس کے ساتھ ہی وہ غائب ہو گیا۔ اب ان دونوں کو کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ماریا محل کے دروازے پر پہنچ کر رک گئی۔ بڑا دروازہ بند تھا۔ اس کے دونوں جانب سونے کی دو بڑے فانوس روشن تھے۔ چار سپاہی تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔

سوال یہ تھا کہ اس دروازے کے اندر کیسے داخل ہوا جائے؟ ماریا نے سرگوشی میں کندھے پر بیٹھے ہوئے ناگ سے مشورہ کیا۔

ناگ نے کہا۔

”ایسا کرو کہ مجھے محل کے قریب اتار دو۔ میں کسی

طرح سے اندر جا کر دروازہ کھلوانے کی کوشش کرتا
ہوں۔ جب دروازہ کھلے تو تم فوراً اندر داخل ہو جانا۔
کیونکہ تمھیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا"۔

ماریا نے ناگ کو کندھے سے اتار دیا۔ ناگ ماریا
کے کندھے پر بیٹھا تھا تو ماریا کی وجہ سے دکھائی نہ دیتا
تھا۔

اب زمین پر آیا تو ظاہر ہو گیا۔ لیکن رات کے
اندھیرے نے جلد ہی اسے اپنی سیاہ چادر میں چھپا
لیا۔ ناگ زمین پر رینگتا ہوا شاہی محل کی طرف چل
پڑا۔

ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ماریا محل

کے دروازے کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ سانپ
ایک جگہ اندھیرا دیکھ کر دیوار پر چڑھ گیا۔ اور رینگتا ہوا
محل کی دوسری جانب آ گیا۔

یہاں محل میں کہیں کہیں روشنیاں ہو رہی تھیں۔
چاق و چوبند پہرے دار گشت کر رہے تھے۔ سانپ
دیوار کے ساتھ لگ کر رینگتا ہوا دروازے کی پشت پر آ
گیا۔ یہاں ایک ڈیوڑھی تھی جس میں سپاہی پہرہ
دے رہے تھے۔

اب سانپ نے چالاکی سے کام لیا دروازہ کے
بالکل قریب جا کر اس نے اپنی شکل بدل لی اور ایک
نہایت حسین عورت کی صورت میں ظاہر ہو کر زور زور

سے چیخنا شروع کر دیا۔

پکڑو! پکڑو! دروازہ کھولو! دروازہ کھولو!“

ساتھ ہی اس نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے شروع کیے۔ پہرے داروں نے ایک خوبصورت عورت کو چیختے چلاتے دیکھا تو اس کی طرف لپکے۔

ناگ عورت کی شکل میں چلائے جا رہا تھا۔ سپاہیوں نے اسے پکڑ لیا اور ڈیوڑھی میں لے آئے۔ اس کی چیخ و پکار کا یہ اثر ہوا کہ دروازے کی دوسری جانب سپاہیوں نے گھبرا کر کہ اندر کون چیخ و پکار کر رہا ہے، دروازے کی چھوٹی کھڑکی کھول دی کہ اندر جا کر

دیکھیں معاملہ کیا ہے۔

ماریا تو باہر اسی انتظار میں کھڑی تھی۔ جونہی کھڑکی کھلی، ماریا جھٹ سے محل کے اندر ہو گئی۔ اندر آ کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک حسین و جمیل عورت سپاہیوں کی قید میں ہے۔

ماریا تو باہر اسی انتظار میں کھڑی تھی۔ جونہی کھڑکی کھلی، ماریا جھٹ سے محل کے اندر ہو گئی۔ اندر آ کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک حسین و جمیل عورت سپاہیوں کی قید میں ہے۔ اور سپاہی اس سے پوچھ رہے ہیں کہ وہ کون ہے اور محل میں کیسے آ گئی اور کیوں شور مچا رہی تھی؟۔

ماریا نے پہلے تو ناگ کو بالکل نہ پہچانا۔ پھر جب

اس نے اس عورت کی آنکھوں کو دیکھا تو سمجھ گئی کہ یہ تو ناگ ہے جو عورت کے روپ میں ہے۔ وہ اس کے قریب آ کر سرگوشی میں بولی۔

"ناگ جلدی کرو۔ وقت کم ہے"۔

اس کی سرگوشی کی آواز ایک سپاہی نے سن لی۔ اس نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا اور بولا۔

"یہ تم کس سے باتیں کر رہے ہو عورت؟"۔

ناگ نے کہا۔

"ابھی بتاتا ہوں۔ مجھے پیاس لگی ہے۔ ذرا پانی پلا دو"۔

سپاہی پانی لینے گیا۔ دوسرا سپاہی دیوار کے ساتھ

لگ کر کھڑا ہو گیا۔ ناگ ایک دم سے اٹھ کر محل کو جانے والی روش پر بھاگا۔

سپاہی شور مچاتے اس کو پکڑنے لپکے۔ جھاڑیوں میں جا کر ناگ عورت کا روپ بدل کر پھر سے سانپ بن کر ماریا کے کندھے پر بیٹھ گیا۔

سپاہی ششدر ہو کر رہ گئے کہ ابھی ابھی عورت وہیں تھی، کہاں چلی گئی۔

وہ جھاڑیوں میں تلاش کرتے رہ گئے۔ اور ماریا ناگ کو لے کر محل کے اندر آ گئی۔ اب مشکل اس قید خانے کو تلاش کرنے کی تھی جہاں بدقسمت بوڑھی عورت کا بیٹا خماش قید تھا۔

ماریا نے ناگ سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ وقت بہت کم ہے۔ میرے خیال میں ہمیں کوئی ایسا دروازہ تلاش کرنا چاہیے جس کی سیڑھیاں نیچے جاتی ہوں۔ ضرور ادھر ہی کہیں تہہ خانہ بھی ہوگا۔

آخر انہیں ایک دروازہ مل گیا۔ اس کا ایک کواڑ کھلا تھا اور سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ وہ دونوں سیڑھیاں اتر کر نیچے آئے تو اندھیرے میں تھوڑی دور چلنے کے بعد ایک اور دروازہ ملا۔

یہ بند تھا۔ ماریا نے اسے دھکیلا تو وہ کھل گیا۔ اندر کونے میں ایک دیا جل رہا تھا۔ یہ ایک راستہ تھا جو گھوم کر دوسری طرف ایک تہہ خانے کو نکل گیا تھا۔

آخر ماریا اس کوٹھڑی کے پاس پہنچ گئی جہاں ایک نوجوان دیئے کی مدھم روشنی میں اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں پوری کر رہا تھا۔

ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

"میرا خیال ہے، یہی وہ نوجوان خماش ہے جس کو آج قتل کر دیا جائے گا"۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ تاریک غلام گردش میں مشعل کی روشنی ہوئی اور سامنے سے سپاہیوں کا ایک دستہ جیل کے داروغے کے ساتھ وہاں نمودار ہوا۔

انہوں نے کوٹھڑی کھول کر نوجوان کو زنجیر میں

جکڑا اور ساتھ لے چلے۔ ماریا اور ناگ کو یقین ہو گیا
کہ یہی وہ نوجوان ہے۔

اب اسے ان ظالموں سے بچا کر لے جانا تھا
اور لے جانا بھی اس طرح تھا کہ اس کا کوئی پیچھا نہ
کرے۔

تا کہ وہ اپنی ماں کو ساتھ لے کر شہر سے بھاگ
سکے۔ ماریا اور ناگ بھی سپاہیوں کے ساتھ ساتھ اس
مقام پر آگئے جہاں ایک جلاد بڑا سا کلہاڑا لیے گردن
کاٹنے کو تیار کھڑا تھا۔

ماریا بولی۔

"کچھ کرو ناگ! یہ لوگ تو اس کی گردن کاٹ

ڈالیں گے"۔

ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

"گھبراؤ نہیں۔ ابھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا"۔

وہاں کل چھ سپاہی ایک داروغہ اور ایک جلاد تھا۔
سپاہیوں نے کندھوں پر تلواریں رکھی تھیں۔ کمر پر تیر
کمان لگے تھے۔

وہ پہرہ دے رہے تھے۔ داروغے نے بادشاہ کا
حکم پڑھ کر سنایا۔ نوجوان خماش کا رنگ زرد تھا۔ جلاد
نے آگے بڑھ کر خماش کی گردن پر ہاتھ رکھا تا کہ اسے
جھکائے۔

اب وقت بالکل نہیں تھا۔ ناگ نے ایک زوردار

پھنکار ماری اور اچانک وہ ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں وہاں نمودار ہو گیا۔ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔

قتل گاہ میں ایکا ایکی اژدہا کو دیکھ کر سپاہیوں کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ داروغہ پیچھے کو ہٹا۔ جلاد کا کلہاڑا وہاں کا وہیں رک گیا۔

ناگ ان لوگوں کو کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ اس نے آگ کا شعلہ پچکاری کی طرح منہ سے نکالا اور سب سے پہلے جلاد پر پھینکا۔

جلاد شعلوں میں جل اٹھا۔ اس کے بعد ناگ نے سپاہیوں پر شعلوں کی پچکاری ماری۔ ان سبھوں کو

آگ لگ گئی۔

داروغہ باہر بھاگنے لگا تو ماریا نے اس کی پیٹھ پر لات ماردی۔ وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ ناگ نے اسے بھی آگ کے شعلوں کے سپرد کر دیا۔

شعلے اس قدر بھیانک تھے کہ وہ لوگ ایک پل میں جل بھن کر راکھ ہو گئے۔ نوجوان حیرت زدہ یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے۔ اب ناگ ایک دم سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس نے نوجوان کا ہاتھ تھام کر کہا۔

ہمارے ساتھ جلدی سے بھاگ چلو۔ شہر کے باہر

تمہاری بوڑھی ماں تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔ حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔

ہم بھی تمہاری طرح انسان ہیں اور تمہاری مدد کو آئے ہیں۔ جلدی کرو اور میرے ساتھ آؤ۔

ناگ اور ماریا اس نوجوان کو لے کر تہہ خانے سے باہر آ گئے۔ اب مرحلہ شاہی محل سے باہر نکلنے کا تھا۔

ناگ نے کہا۔

''ماریا! ہم اس نوجوان کو لے کر محل کے دروازے سے باہر نہیں نکل سکتے۔ میرا خیال ہے میں ایک طرف سے دیوار کو گرا دیتا ہوں''۔

ماریا نے کہا۔

''اس طرح شور ہوگا۔ سپاہی آ جائیں گے''۔

''پھر کیا کریں؟''۔

ناگ نے ایک پل سوچا۔

پھر کہنے لگا۔

''میں نے ایک درخت کو دیکھا ہے جو ایک جگہ دیوار پر جھکا ہوا ہے۔ خماش کو اس درخت پر سے کود کر دوسری طرف جاتا ہوگا''۔

نوجوان خماش کو حیرانی پر حیرانی ہو رہی تھی۔ پہلی حیرانی یہ کہ ایک اژدہا اس کی قتل گاہ میں آ گیا جس نے نہ صرف اس کی جان بچائی بلکہ دیکھتے دیکھتے چھ سات آدمیوں کو بھون کر رکھ دیا۔

اب یہ حیرانی تھی کہ یہ شخص ناگ باتیں کس سے کر رہا تھا؟

کیونکہ ثماش کو ماریا بالکل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ناگ نے ثماش کی حیرت اس کے چہرے سے پڑھ لی اور بولا۔

"حیران بعد میں ہوتے رہنا۔ اس وقت بھاگو میرے پیچھے"۔

ناگ نوجوان کو لے کر محل کی دیوار کے ساتھ ساتھ چل پڑا۔

تھوڑی دور جا کر ایک سنگ مرمر کی بارہ دری کے

پاس گھنا درخت اگا ہوا تھا جس کی شاخیں دیوار پر جھکی ہوئی تھی۔

ناگ نے ثماش سے کہا کہ وہ اس درخت پر چڑھ کر دوسری طرف کود جائے۔ نوجوان ثماش درخت پر چڑھنے لگا۔

ماریا اور ناگ بھی اس کے پیچھے چڑھنے لگے۔

درخت کی ٹہنیاں کافی نیچے تک جھکی ہوئی تھیں۔ وہ بڑے آرام سے محل کی دوسری جانب چلے گئے۔

ایک جگہ انہیں اصطبل دکھائی دیا جس میں گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔

ناگ نے اندر جا کر چار گھوڑے کھولے۔ ان پر

زین کسے اور لے کر باہر آ گیا۔

ادھر خماش کی سوگوار ماں اپنے بیٹے کے انتظار میں شہر سے دور کھیتوں کے پاس چٹان کی اوٹ میں بیٹھی گھڑیاں گن رہی تھی۔

تھوڑی دیر میں اس نے دیکھا کہ اس کا لختِ جگر ایک نوجوان کے ساتھ گھوڑے پر سوار چلا آ رہا ہے۔ بیٹا ماں کے قدموں میں گر پڑا۔

ناگ نے عورت کو بتایا کہ اسے عنبر نے بھجوایا ہے اور اب انہیں چاہیے کہ جتنی جلدی ہو سکے بادشاہ کی حکومت سے باہر نکل جائیں۔

عورت نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور ناگ کو دعا

دی۔ پھر دونوں ماں بیٹا گھوڑوں پر سوار ہوئے اور رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

ناگ اور ماریا واپس کارروان سرائے کی طرف چل پڑے۔

موت کا تعاقب

عنبر کو یہ خوش خبری سنا دی گئی کہ بوڑھی عورت کو اس کے بیٹے خماش کے ساتھ شہر سے بھگا دیا گیا ہے۔

عنبر بڑا خوش ہوا۔

دوسرا دن انہوں نے سرائے میں سو کر گذار دیا۔

شام کو انہوں نے نئے گھوڑے خریدے۔ ان پر راستے کے لیے خوراک وغیرہ کا ذخیرہ رکھا اور اس شہر سے

روانہ ہو گئے۔

ان کے سامنے ایک جنگل تھا جو درختوں سے بھرا پڑا تھا۔ ناگ جنگل کے راستوں سے واقف تھا۔

چنانچہ آدھی رات تک وہ جنگل میں چلتے رہے۔ پھر ایک جگہ لیٹ کر سو گئے۔ صبح اٹھے اور پھر سفر جاری کر دیا۔

غرض کہ اس طرح سفر کرتے کرتے وہ ایک روز اس دریا کے پاس پہنچ گئے جس میں ان کا جہاز لنگر انداز تھا۔ وہ دریا کے کنارے کنارے اوپر کی اوپر سمت چلنے لگی۔

شام تک چلتے گئے لیکن ان کے جہاز کی صورت

نظر نہیں آئی تھی۔ تھک گئے تو وہیں دریا کے کنارے
ڈیرہ جمالیا اور کچھ تھوڑا بہت کھا پی کر سو گئے۔

صبح اٹھے تو دھوپ ان کے سروں پر چمک رہی
تھی۔ اور گرمی بڑھ گئی تھی۔ ناگ، ماریا اور عنبر۔۔
تینوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور پھر سفر شروع کر دیا۔

دوپہر کے بعد انہیں دور سے اپنے جہاز کے
مستول نظر آ گئے۔ عنبر خوشی سے ناگ سے لپٹ گیا۔
ماریا کے بھی پاؤں خوشی سے زمین پر نہ نکلتے تھے۔
انہیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے برسوں کی دربدری کے
بعد وہ اپنے وطن پہنچ گئے ہوں۔

ابھی ان کے چہروں پر مسرتوں کے چراغ جل

رہے تھے کہ عنبر نے جہاز کی طرف غور سے دیکھتے
ہوئے کہا۔

"ناگ! غور سے دیکھ رہے ہو جہاز کو۔ تم کو کوئی
تبدیلی نظر نہیں آئی؟"۔

"مثلاً کونسی تبدیلی؟"۔

ماریا نے پوچھا۔

اب جو انہوں نے جہاز کی جانب آنکھیں سکیڑ کر
غور سے دیکھا تو انہیں محسوس ہوا کہ جہاز کے مستول
پر انہوں نے جو سفید جھنڈا چڑھا رکھا تھا اس کی بجائے
وہاں ایک سیاہ رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا وہ بڑے حیران
ہوئے کہ یہ معاملہ کیا ہے۔

ماریا نے کہا۔

" میرا خیال ہے ڈاکوؤں نے ہمارے جہاز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ یہ سیاہ جھنڈا سمندری ڈاکوؤں کی نشانی سمجھا جاتا ہے"۔

عنبر بولا۔

" اب یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہوگا"۔

" لیکن کیا ہمارا مل کر ایک ساتھ وہاں جانا ٹھیک ہوگا؟"۔

ناگ کے اس خدشے پر ماریا نے کہا۔

" جہاز کے قریب تو پہنچیں۔ پھر میں وہاں جا کر ساری خبر لے آؤں گی۔ مجھے تو کوئی دیکھ نہ سکے گا"۔

کچھ دیر بعد وہ جہاز کے قریب پہنچ گئے۔ جہاز کے عرشے پر کچھ اس قسم کے لوگ چل پھر رہے تھے۔ جو شکل سے جرائم پیشہ لگتے ہیں۔

سروں پر رومال بندھے ہیں۔ کانوں میں لوہے کی بالیاں ہیں۔ ماریا نے کہا کہ یہ تو سمندری قزاق ہیں۔

جنہوں نے ہمارے جہاز پر قبضہ کرلیا ہے جہاز کے نچلے حصے کے سوراخوں میں انہیں کچھ ایسی شکلیں باہر دیکھتی نظر آئیں جن پر پریشانی اور مصیبت کے آثار نظر آ رہے تھے۔

صاف لگتا تھا کہ یہ لوگ مصیبت زدہ غلام ہیں اور

انہیں گرفتار کر کے کسی دوسری جگہ لے جایا جا رہا ہے۔

عنبر نے کہا۔

”معاملہ کچھ مشکوک ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”بہر حال ہمیں جہاز پر پہنچ کر پتا کرنا ہو گا کہ اصل بات کیا ہے۔ اس کے بعد سوچیں گے کہ جہاز کو ان لوگوں سے کیونکر بچایا جائے“۔

عنبر بولا۔

تم دونوں تو بغیر کسی وقت کے جہاز پر سوار ہو سکتے ہو۔ رہ گیا میرا معاملہ تو میں جہاز پر نوکری حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔

یوں ہم تینوں جہاز پر سوار ہو جائیں گے۔ اب سوال رہ جاتا ہے کہ جو خزانہ ہم نے کنارے کے جھنڈ میں دفن کیا ہے، اس کا کیا کریں؟۔

ماریا کہنے لگی۔

”ظاہر ہے، وہ ہم ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ جب جہاز کو ان ڈاکوؤں سے پاک کر لیں گے تو واپس اسی جگہ آ کر خزانہ نکال کر چلتے بنیں گے“۔

ناگ نے کہا۔

”اس کے سوا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ بہر حال عنبر بھائی! تم جہاز پر نوکری حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ ہم تمہارے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں۔ ہم اوپر جہاز کے

ڈیک کے شمالی کونے میں تمہارا انتظار کریں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"اور اگر انہوں نے مجھے نوکر رکھنے سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا؟"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ پھر سوچیں گے کہ اب کیا کریں۔ فی الحال تو تم جہاز کی طرف چلو"۔

عنبر اپنے ساتھیوں سے رخصت ہو کر سیدھا اپنے جہاز کے پاس گیا۔ جہاز کو سیڑھی لگی تھی اور اس پر مزدور بڑے بڑے مٹکے اٹھائے لا د رہے تھے۔

بادبان مستولوں کے ساتھ لپٹے تھے۔ عرشے پر

ایک سیاہ رو حبشی کھڑا مٹکوں کا حساب لکھ رہا تھا۔ کنارے پر ایک کانا موٹا تازہ ہسپانوی ہاتھ میں ہنٹر پکڑے موٹی گردن میں جواہرات کے منکوں کی مالا ڈالے بیٹھا غلاموں کو گالیاں بک رہا تھا۔

عنبر سمجھ گیا کہ یہی جہاز کا کپتان ہے۔ کیونکہ سارے جہازی اس کے آگے جھک کر اور اسے سلام کر کے اوپر گذر رہے تھے۔

عنبر نے بھی جھک کر سلام کیا اور کہا وہ تیونس کے عرب سوداگر کا بیٹا ہے۔ باپ مر گیا ہے۔ نوکری چاہیے۔

کانے کپتان نے ہنٹر ہوا میں لہرا کر پوچھا۔

"فرش صاف کرلیا کروگے۔سوداگر بچے؟"۔

عنبر نے جھک کر کہا۔

"ضرور صاف کرلوں گا حضور!"

کانے کپتان نے قہقہہ مار کر ہنٹر اس کے پاؤں میں شڑاپ سے مارا اور کہا۔

"تو پھر میرا منہ کیا تک رہے ہو۔چلو جہاز کے اوپر مجھے تم جیسے نوجوانوں کی ضرورت ہے"۔

عنبر نے کہا۔

"جناب میں اپنی بڑی پھوپھی کو جا کر کہہ آؤں کہ مجھے نوکری مل گئی ہے میں جا رہا ہوں۔کیا اجازت ہے؟"۔

کانے کپتان نے ہنٹر ایک بار پھر زور سے زمین پر مارا۔

"کم بخت! تمہاری پھوپھی کو چور لے جائیں گے؟ جاؤ اپنی پھوپھی کے پاس رہو۔نوکری کی تمہیں کیا ضرورت ہے"۔

عنبر نے جھٹ لجاجت سے کہا۔

"معاف کرنا جناب! پھر کبھی پھوپھی کا نام نہیں لوں گا"۔

اتنا کہہ کر عنبر جہاز کے اوپر چڑھ گیا۔اس نے سوچا کہ ذرا ٹھہر کر موقع ملا تو کوئی بہانہ بنا کر جہاز سے اترے گا۔پیچھے جائے گا اور جھاڑیوں کے پاس ماریا

اور ناگ سے مل لے گا۔

سب سے زیادہ فکر اسے اپنے خزانے کی تھی۔ شام کے وقت فرش صاف کرتے کرتے وہ کسی بہانے نیچے اترا اور چھپتا چھپاتا جھاڑیوں کے پاس چلا گیا۔

یہاں اس نے ماریا اور ناگ کو آوازیں دیں مگر کسی نے جواب نہ دیا۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ یا اللہ! یہ لوگ کہاں چلے گئے۔

ابھی تو وہ انہیں یہاں چھوڑ کے گیا تھا اور پھر وہ دونوں بڑی آسانی سے عنبر کو مل سکتے تھے۔ ماریا ویسے ہی غائب رہتی ہے اور ناگ کوئی بھی پرندہ بن کر اس

کے پاس جہاز پر آ سکتا تھا۔

عنبر نے ان دونوں کو کافی تلاش کیا۔ آوازیں دیں۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ نا امید ہو کر وہ واپس اپنے جہاز پر آ گیا۔

اب کرنا خدا کا کیا ہوا کہ جس کھجوروں کے جھنڈ میں عنبر، ناگ اور ماریا نے خزانہ دبا رکھا تھا، ٹھیک اسی جگہ پر جہاز والوں نے زمین کھود کو مٹی نکالنی شروع کر دی۔

جہاز میں کانے کپتان کا ایک یار غار تھا جو نجومی تھا۔ اس نے نجوم کا حساب لگا کر کپتان سے کہا کہ کھجوروں کے اس جھنڈ کے نیچے خزانہ دفن ہے۔

بس پھر کیا تھا۔ ٹھیک آدھی رات کو کپتان اپنے چند آدمیوں کے ساتھ وہاں پہنچا۔ اور مشعلوں کی روشنی میں انہوں نے زمین کھودنی شروع کر دی۔

عنبر اس وقت جہاز کے عرشے پر لیٹا جاگ رہا تھا۔ اس نے عرشے کے جنگلے کے ساتھ لگ کر دیکھا کہ کپتان کے آدمی مشعلوں کی روشنی میں زمین کھود رہے تھے۔

بوڑھا نجومی اس کے قریب کھڑا تھا۔ عنبر کا دل دھڑکنے لگا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ خزانہ وہاں سے ابھی نکل آئے گا۔

خزانہ تو انہوں نے وہاں دبا ہی رکھا تھا۔ کاش!

اس وقت ماریا اور ناگ ہوتے تو خزانے کو بچا لیتے۔ وہ خود کیا کرے۔ اس جہاز کو بچائے کہ خزانے کو؟ اور پھر اکیلا وہ کس کس کا مقابلہ کرتا۔

جہاز پر کم از کم ڈیڑھ سو کے قریب طاقتور غنڈے جہازی تھے۔ اس کے پاس کوئی ایسا ہتھیار بھی نہیں تھا کہ جس کی مدد سے وہ ان کو ہلاک کر سکتا۔

آخر کار دل میں یہ سوچ کر وہ مطمئن ہو گیا کہ چلو خزانہ اس جہاز پر ہی آئے گا۔ جس وقت وہ جہاز پر قبضہ کرے گا تو خزانہ بھی اپنے آپ اس کے قبضے میں آ جائے گا۔

اس وقت اسے سب سے زیادہ جو خیال پریشان

کر رہا تھا وہ یہ تھا کہ ناگ اور ماریا کہاں غائب ہو گئے؟۔

جہازی زمین کھود رہے تھے۔ ابھی انہوں نے تھوڑی سی زمین ہی کھودی تھی کہ نیچے سے خزانہ نکل آیا۔ کانے کپتان نے خوشی کا نعرہ لگایا اور آگے بڑھ کر نجومی کا منہ چوم لیا۔

''اس خزانے میں سے تمہیں بھی حصہ ملے گا میرے دوست''۔

خزانے کا صندوق جہاز کے نچلے تہہ خانے میں رکھ دیا گیا۔ عنبر نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ خزانہ کس مقام پر رکھا ہے۔

جہاز کو ابھی وہاں دو چار روز مزید رکنا تھا۔ کیونکہ کچھ اور غلام افریقہ سے آرہے تھے۔ عنبر ہر روز دریا کے کنارے کی جھاڑیوں میں جا کر ناگ اور مایا کو آوازیں دیتا لیکن وہ تو جیسے وہاں کبھی بھی نہیں تھے۔ ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر پر سینگ۔

خدا جانے انہیں کون اٹھا کر لے گیا تھا؟ کہ وہ بالکل ہی بے بس ہو گئے۔ ناگ بھی اپنے دشمن پر حملہ نہ کر سکا اور ماریا بھی جو کہ غائب تھی اور کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔

اس کے قابو میں آ گئی عنبر رات کو بھی ڈیک یعنی عرشے پر نکل کر یونہی ادھر ادھر ٹہلنے لگتا۔ اس خیال

سے کہ شاید کہیں ناگ اور ماریا آ گئے ہوں۔ اور اسے آوازیں دیں! لیکن ان کو نہ آنا تھا اور نہ آئے۔

آخر کار جہاز کی رخصتی کا وقت آ گیا۔ افریقہ سے مزید غلاموں کا ایک گروہ جہاز پر پہنچ گیا۔ اب عنبر کو ان غلاموں کی حقیقت معلوم ہو گئی تھی۔

یہ جہاز کانے کپتان کا تھا جو غلاموں کی تجارت کرتا تھا اور وقت آنے پر بحری ڈاکو بھی بن جاتا تھا اور سمندر میں اکیلے اکیلے جہاز کے مسافروں پر حملہ کر کے انہیں لوٹ لیا کرتا تھا۔

یہ ایک بد کردار بدمعاش آدمی تھا جس کے لیے کسی انسان کی گردن اڑا دینا ایسے ہی تھا جیسے گاجر یا

مولی کی گردن قلم کر دی جائے۔ جہاز پر نوکری کے دوسرے ہی دن کانے کپتان کی درندگی کا ثبوت عنبر کو مل گیا۔

ہوا یہ کہ ایک غلام کسی نہ کسی طرح نیچے سے اوپر عرشے پر تازہ ہوا لینے آ گیا۔ اتفاق سے کانا کپتان اس وقت وہیں کھڑا تھا۔

غلاموں کا تہہ خانے سے نکل کر اوپر عرشے پر آنا ایک سنگین جرم تھا۔ اس نے کالے غلام کو اپنے قریب بلایا۔

پھر جہازیوں سے کہا کہ اسے جہاز کے مستول کے ساتھ باندھ دو اور غلام کو باندھ دیا گیا۔ کپتان

نے جیب سے خنجر نکالا اور اسکی نوک غلام کی آنکھوں
کے سامنے لا کر کہا۔

"میں تمہاری ایک دکھا رہا ہوں۔ ذرا غور سے
دیکھتے رہنا"۔

غلام کو معلوم تھا کہ اس کی موت آ گئی۔ اس نے
شدت خوف سے آنکھیں بند کر لیں۔ کپتان نے
جلدی سے خنجر کی نوک غلام کی آنکھ میں گھونپ دی۔
ایک فلک شگاف چیخ بلند ہوئی اور غلام کی ایک آنکھ
نکل کر فرش پر گر پڑی۔

کانے کپتان نے زور سے قہقہہ لگایا اور
جہازیوں سے کہا۔

"ابھی اس کے لیے اتنی سزا ہی کافی ہے۔ لے
جاؤ اسے نیچے"۔

بے ہوش غلام کو جہاز اٹھا کر نیچے لے گئے۔ عنبر خون
کے گھونٹ پی کر رہ گیا، لیکن اس نے اسی وقت دل
میں فیصلہ کر لیا کہ وقت آنے پر وہ کانے کپتان سے
ایسا ہی بدلہ لے گا۔

چار روز کے بعد جہاز کا لنگر اٹھا دیا گیا۔ بادبان
کھل گئے اور جہاز نے دریا میں سیدھے رخ سمندر کی
طرف سفر شروع کر دیا۔

عنبر کو اس جہاز کے ایک ایک کمرے، ایک ایک
تہہ خانے کا علم تھا، کیونکہ یہ تو اس کا اپنا جہاز تھا اور اس

نے ناگ اور ماریا کے ساتھ مل کر اس جہاز پر کئی سمندروں کا سفر کیا تھا۔

دو روز جہاز دریا میں چلتا رہا۔ تیسرے روز وہ دریا کے ساتھ ہی سمندر میں داخل ہو گیا۔ یہ نیلا سمندر تھا اور عنبر کو اس سمندر کے متعلق پوری معلومات تھیں وہ دن بھر جہاز کے عرشے پر کام کرتا اور رات کو وہیں پڑ کر سو رہتا۔

اس نے معلوم کر لیا تھا کہ یہ جہاز قرطاجنہ جا رہا ہے جہاں ایک دولت مند یہودی تاجر کے ہاتھ یہ سارے غلام اونے پونے بیچ دیئے جائیں گے۔

وہ سنگدل یہودی تاجر ان غلاموں سے جانوروں

کی طرح اپنے کھیتوں میں کام لے گا۔ دن میں ایک بار انہیں روکھی سوکھی کھانے کو دے گا اور دن بھر بیلوں کی طرح کام پر لگائے رکھے گا۔

عنبر نے دل میں اس بات کا بھی فیصلہ کر لیا کہ وہ جہاز پر قبضہ کرتے ہی ان غلاموں کو بھی آزاد کر دے گا۔ جہاز کو نیلے پانیوں والے کھلے سمندر میں سفر کرتے چار روز ہو گئے تھے۔

ماریا اور ناگ کا کہیں نام و نشان تک نہ تھا۔ اور اب تو وہ سمندر میں چل کر مل بھی نہیں سکتے تھے۔ اکیلے عنبر کے لیے ڈیڑھ سو ہٹے کٹے جہازیوں کا مقابلہ کر کے جہاز پر قبضہ کرنا کچھ ٹیڑھی کھیر تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ عنبر پر موت حرام ہو چکی تھی۔ یعنی اسے سوائے خدا کی ذات کے دنیا کا کوئی انسان نہیں مار سکتا تھا لیکن وہ اکیلا ڈیڑھ سو آدمیوں کے خلاف کب تک تلوار یا نیزہ چلا سکتا تھا اور پھر جہاز میں اس کے پاس ایسا اسلحہ بھی نہیں تھا کہ وہ چھپ کر بیٹھ جائے اور جہازیوں پر تیر چلاتا جائے۔ اور جہازی بھی ایک قطار میں تو اس کے سامنے آنے سے رہے۔

بس ان ہی خیالات میں گم عنبر رات کو جہاز کے عرشے پر پر لیٹا آسمان پر چمکتے ستاروں کو دیکھتا رہا۔

جہاز کو ابھی پورا ایک مہینہ سمندر میں سفر کرنا تھا۔

اچانک اسے خیال آیا کہ وہ سلامبو کی روح سے مدد مانگے۔ لیکن سلامبو تو خود اپنے اعمال کا کفارا ادا کرنے کے لیے کسی دور دراز ستارے پر جا چکی تھی۔ پھر کیا کرے؟۔

کیا سلامبو کی تابع روح کو بلائے؟

ایک بار سلامبو کی تابع روح نے آ کر اس کی مشکل میں مدد کی تھی مگر ساتھ ہی ساتھ اس نے کہہ دیا تھا کہ اسے بار بار تنگ نہ کیا جائے۔

آخر عنبر نے سلامبو کی تابع روح کو بلانے کا فیصلہ کر لیا۔

ایک رات جب کہ بارش ہو رہی تھی اور آسمان پر

بادل چھائے تھے۔ سارے جہازی جہاز کے نچلے
ڈیک میں آرام کر رہے تھے۔

اوپر والا عرشہ بالکل خالی تھا۔ عنبر نے سلامبو کی
تابع روح کو بلانے کی کوشش شروع کر دی۔ تھوڑی
دیر بعد ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور سلامبو کی تابع روح
سامنے آ گئی۔

''تم نے پھر مجھے پریشان کیا ہے۔ میں نے
تمہیں منع کیا تھا کہ مجھے ہرگز نہ بلایا جائے۔ لیکن
تم باز نہیں آئے''۔

عنبر نے بڑے ادب سے کہا۔

''اے نیک دل روح! میں اپنی اس گستاخی کی تم

سے معافی مانگتا ہوں۔ لیکن میں بڑی مشکل میں پھنس
گیا ہوں۔ میرے خزانے اور جہاز پر ان ڈاکوؤں
نے قبضہ کر لیا ہے۔ میں اکیلا ان کے آگے بے بس
ہوں۔ میری مدد۔۔۔''

روح نے بات کاٹ کر کہا۔

''صاف صاف بتاؤ کیا چاہتے ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ میں اس جہاز اور اپنے
خزانے پر پھر سے قبضہ کر لوں''۔

تابع روح نے کہا۔

سنو! جب میں یہاں سے جاؤں گی تو جس جگہ

میں کھڑی ہوں اس جگہ تمہیں ایک سفید شتر مرغ کا انڈا ملے گا۔

تم اس انڈے کو لے کر رکھ لینا اور پھر جب تمہیں ضرورت ہو اسے لوگوں کے درمیان پھینک دینا۔ جو کوئی جہاں ہوگا وہیں بے ہوش ہو جائے گا۔

اتنا کہہ کر روح غائب ہو گئی۔ عنبر نے دیکھا کہ جہاں وہ کھڑی تھی، وہاں جہاز کے عرشے پر ایک سفید رنگ کا انڈا پڑا تھا۔

عنبر نے اسے اٹھا کر جیب میں رکھا اور نیچے آ گیا۔ اب وہ اس انتظار میں رہنے لگا کہ کب سارے جہازی اوپر ڈیک پر ایک ساتھ جمع ہوتے ہیں۔

72 سرخ روشنی کا راز (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 51)

یہ بات مشکل تھی۔ آخر عنبر کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے چپکے سے ایک ایک جہازی کے پاس جا کر کہا کپتان ان سب کو اوپر ڈیک پر بلا رہا ہے۔

جہازی اوپر آنا شروع ہو گئے۔ کانا کپتان اس وقت اپنے کیبن میں سو رہا تھا۔ جب عنبر نے دیکھا کہ تقریباً سارے جہازی عرشے پر جمع ہو گئے ہیں تو اس نے جیب سے انڈا نکال کر ان کے درمیان پھینک دیا۔

انڈے میں سے دھواں نکلا جس کی وجہ سے سبھی جہازی غش کھا کر گر پڑے۔ عنبر نے ایک ایک جہازی

اٹھا کر سمندر میں پھینکنا شروع کر دیا۔ وہ آخری انڈا جہازی سمندر میں پھینک رہا تھا کہ کانے کپتان کے ایک وفادار جہازی نے اسے دیکھ لیا یہ شخص اوپر آنے سے بچ گیا تھا۔

اس نے بھاگ کر کپتان کو جگایا اور اس بھیانک حادثے کی خبر دی۔

کانا کپتان غصے سے پھنکارتا ہوا اوپر آیا۔ اس وقت عنبر آخری جہازی کو سمندر میں پھینک کر ہاتھ جھاڑ رہا تھا۔

کانے کپتان نے تلوار نکال لی اور گرج کر کہا۔

"او بد بخت! تو نے میرے سارے جہازیوں کو

ہلاک کر دیا۔ میں تجھے زندہ نہ چھوڑوں گا ایک ایک ملاح کے نام پر تمہارے ایک ایک ہزار ٹکڑے کروں گا"۔

عنبر نے بھی کمر کے ساتھ بندھا ہوا خنجر نکال لیا۔

کانے کپتان کا وفادار ملاح تلوار لہراتا ہوا آگے بڑھا کہ عنبر کے دو ٹکڑے کر دے۔

عنبر ایک طرف ہٹ گیا۔ ملاح نے پینترا بدل کر حملہ کیا اور تلوار عنبر کے پیٹ میں اتار دی تلوار کی نوک پیٹ سے دوسری جانب نکل گئی۔

عنبر وہیں کھڑا رہا۔ خون کا ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔

بلکہ پلٹ کر عنبر نے خنجر ملاح کے دل میں گھونپ دیا۔

ملاح چیخ مار کر گرا اور مر گیا۔ عنبر نے خنجر پھینک کر اس کی تلوار ہاتھ میں لے لی۔ کانا کپتان اس کرامت کو حیرانی سے تکتا رہ گیا۔

مگر اپنے جہازیوں کے قتل عام سے اس کے سر پر خون سوار تھا۔ اس نے لپک کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر ایک ماہر شمشیر باز تھا اس نے سوچا کہ کانے کپتان کو ذرا شمشیر زنی کے ہاتھ دکھانے چاہئیں۔

بڑی گھمسان کی جنگ ہونے لگی۔ تلوار سے تلوار ٹکرانے لگی۔ ایک بار تو کانے کپتان کو بھی نانی یاد آ گئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اس کا مقابلہ کسی معمولی آدمی سے نہیں ہے۔

اس کو کیا خبر تھی کہ عنبر کوئی معمولی آدمی ہے بھی نہیں بلکہ ایک فرعون مصر کا شہزادہ بیٹا ہے جس سے اس کا تخت و تاج چھین لیا گیا ہے اور جو پانچ ہزار برس سے زندگی کے صحراؤں میں بھٹک رہا ہے۔

جسے ایک فقیر نے دعا یا بد دعا دی تھی کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اور جب تک خدا کی مرضی نہیں ہو گی، وہ مر نہیں سکے گا۔

لیکن کانا کپتان بھی بڑا ماہر تلوار زن تھا۔ قسم قسم کے تلوار چلانے والوں سے اس کا پالا پڑ چکا تھا۔ اس نے بھی خوب خوب اپنے کمال دکھائے ایک ایسا وار کیا جو عنبر کے کندھے پر پڑا۔

اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا تو تلوار کندھے کو چیرتی ہوئی رات تک نکل جاتی۔ اتنا بھرپور وار لیکن وہاں ایسا ہوا کہ تلوار کندھے سے اچٹ کر واپس آ گئی اس نے چیخ کر کہا۔

''تم کون ہو؟''۔

عنبر نے تلوار کانے کپتان کی گردن میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''تمہارا والد صاحب ہوں''۔

تلوار دستے تک کپتان کی گردن میں چلی گئی اور ساری کی ساری دوسری طرف سے نکل آئی۔ عنبر نے زور سے تلوار کھینچ لی۔

خون کا ایک فوارہ اچھل کر نکل آیا۔ لیکن کانا گرا نہیں بلکہ تلوار چلاتا رہا۔ عنبر نے دوسرا وار اس کے سینے پر کیا۔

کانا کپتان پھر بھی ڈٹا رہا آخر عنبر کا ایک اور وار کھا کر گرا اور لڑکھڑاتا ہوا سمندر میں پھسل گیا۔ عنبر نے اس کے وفادار ملاح کی بھی لاش گھسیٹ کر سمندر میں پھینک دی۔

اب وہ جہاز کے عرشے پر تنہا تھا اور ایک طرح سے جہاز کا مالک بن چکا تھا مگر ابھی کانے کپتان کا ساتھی بوڑھا نجومی اور ایک اور ملاح باقی تھا۔

یہ ملاح نیچے قید غلاموں کے پنجرے کے باہر پہرہ

www.urdurasala.com

دے رہا تھا۔ بوڑھا نجومی اپنے کیبن میں زائچہ بنا کر
بیٹھا سوچ رہا تھا کہ اب وہ کونسی چال چلے کہ عنبر سے
اپنی جان بخشی کرائے۔

اس نے سارا ڈرامہ ایک سوراخ میں سے دیکھ لیا
تھا۔ عنبر ملاحوں اور کپتان کا کام تمام کر کے نیچے کپتان
کے کیبن میں آ گیا۔

اس نے جہاز کے نقشوں پر قبضہ کر لیا۔ ستاروں کا
راستہ دکھانے والی رہنما کو جیب میں رکھا۔ کپتان کی
ٹوپی سر پر رکھی اور تلوار ہاتھ میں لے کر نجومی کے
کمرے میں آ گیا۔

نجومی زائچہ سامنے رکھے کسی گہری سوچ میں گم

تھا۔ عنبر نے اندر آتے ہی زور سے دروازہ بند کیا
اور کہا۔

اے ستارہ شناس! تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے
تمہارے دوست کپتان کو اس سارے ملاحوں سمیت
ہلاک کر کے سمندر میں پھینک دیا اور جہاز پر قبضہ کر لیا
ہے جو در اصل میرا جہاز ہے۔

اب مجھے یہ بتاؤ کہ کپتان نے وہ خزانہ کہاں رکھا
ہے جس پر سوائے میرے اور کسی کا حق نہیں، کیونکہ وہ
میرا ہی ہے۔

ستارہ شناس نجومی زائچے کے ذریعے یہ بھی معلوم
کر چکا تھا کہ وہ خزانہ اس شخص عنبر کی ملکیت ہے جو

پانچ ہزار برس سے زندہ چلا آرہا ہے اور جو فرعون مصر کا بیٹا ہے۔

نجومی عنبر کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھا اور سر جھکا کر ادب سے بولا۔

''شہزادے عنبر! میں آپ کی تعظیم بجالاتا ہوں۔ بے شک آپ مصر کے فرعون کے شہزادے ہیں۔ مجھے میرے زائچے نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ زائچہ ایک آئینہ ہے جس میں ماضی اور آنے والے زمانے کے سارے واقعات کا عکس دکھائی دیتا ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''اچھا اے نجومی! اب جب کہ تمہیں معلوم ہو گیا

ہے کہ میں فرعون مصر کا بیٹا ہوں اور پانچ ہزار برس سے زندہ ہوں اور موت کا تعاقب کر رہے ہوں، لیکن موت مجھ سے بھاگ رہی ہے، مجھے بتاؤ کہ خزانہ کہاں ہے؟''۔

نجومی نے کہا۔

''شہزادے! تمہاری امانت خزانہ اسی جہاز کے سب سے نچلے تہہ خانے میں بند ہے، مگر اس کی چابیاں کپتان کے ساتھ ہی سمندر میں چلی گئی ہیں''۔

عنبر بولا۔

''کوئی بات نہیں۔ میں دروازہ توڑ سکتا ہوں''۔

پراسرار محل میں

عنبر نجومی کو ساتھ لے کر جہاز کے تہہ خانے میں آ گیا۔

تہہ خانے کا دروازہ بند تھا اور باہر بڑا مضبوط تالا پڑا تھا۔ عنبر کے سامنے بڑے سے بڑا تالہ کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا۔

اس کے ایک ہی مکے سے تالہ ٹوٹ کر نیچے گر

پڑا۔ وہ تہہ خانے میں داخل ہو گئے۔ یہاں بڑا کاٹھ کباڑ پڑا تھا۔ پھٹے ہوئے بادبانوں کے ڈھیر پرانے رسّے اور کنڈے وغیرہ ان کے نیچے آخر وہ صندوق عنبر کو نظر آ گیا جس میں خزانہ بند تھا۔

عنبر نے کھول کر دیکھا۔ ہیرے جواہرات جوں کے توں پڑے تھے۔ اس نے صندوق بن کر کے اپنا تالہ لگا دیا۔

تہہ خانے کے دروازے پر بھی اس نے اپنا قفل ڈال دیا۔ اس کام سے فراغ ہو کر وہ اوپر جہاز کے کپتان کے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔

نجومی نے قہوہ بنا کر عنبر کو پیش کیا۔

www.urdurasala.com

عنبر نے پوچھا۔

''یہ جہاز اس وقت کس سمت کو جا رہا ہے؟''۔

نجومی نے کہا۔

''ہم چار ڈگری عرض بلد پر جنوب مغرب کی طرف جا رہے ہیں۔ ہماری رفتار اگر یہی رہی اور کوئی طوفان راستے میں نہ آیا تو ہم پچیس روز کے بعد قرطاجنہ کی بندرگاہ پر پہنچ جائیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

تمہیں معلوم ہے کہ میں نے سارے بدمعاش اور قاتل ملاحوں کو کچھ نہیں کہا جو جہاز چلا رہے تھے اور کھانا تیار کرتے ہیں۔

انہیں جا کر سمجھا دو کہ اپنا فرض ہوشیاری سے ادا کرتے جائیں ورنہ ان کا بھی وہی انجام ہوگا جو ان کے دوسرے بھائیوں کا ہوا۔

نجومی نے سر جھکا کر کہا۔

''میں ابھی جا کر انہیں خبردار کرتا ہوں۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ وہ میرے ساتھ آپ کے غلام ہیں''۔

عنبر بولا۔

''ہاں! ایک بات اور میں صاف بتا دینا چاہتا ہوں۔ میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ قرطاجنہ پہنچتے ہی سارے قیدی غلاموں کو آزاد کر دوں گا۔ کیا تمہیں اس

پر کوئی اعتراض ہے؟"۔

نجومی بولا۔

"شہزادہ سلامت! مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور عرض کروں گا کہ اگر آپ انہیں یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیں تو آپ کو کافی رقم مل جائیگی"۔

عنبر نے ڈانٹ کر کہا۔

"مجھے کسی رقم کی ضرورت نہیں ہے اور پھر ان مظلوم غلاموں کو فروخت کر کے میں گناہ نہیں کمانا چاہتا۔ میرے پاس خزانہ ہی کافی ہے اور یہ بھی میں اس لیے ساتھ رکھ رہا ہوں کہ مجھے کسی نے تحفہ میں دیا

تھا۔ اگر کوئی ایسا وقت آیا تو میں اسے تقسیم کر دوں گا"۔

نجومی خاموش ہو گیا۔ عنبر اسے کیبن میں ہی چھوڑ کر نیچے تہہ خانے میں اس مقام پر آیا۔ جہاں غلام قید تھے۔ قید خانے کے باہر ایک موٹا تازہ ملاح ننگی تلوار کندھے پر رکھے پہرہ دے رہا تھا۔ اندر غلام بھیڑ بکریوں کی طرح بند تھے۔

عنبر نے پہریدار سے کہا۔

"دروازہ کھول دو۔ میں جہاز کا کپتان ہوں اور تمہیں حکم دیتا ہوں"۔

موٹے پہرے دار نے تلوار لہرا کر کہا۔

"اے جا۔ گھاس کھا گیا ہے؟ بڑا آیا کپتان بن کر ابھی تیری خبر لیتا ہوں"۔

پہرے دار ملاح تلوار چلاتا آگے بڑھا۔ عنبر نے اسے منع کیا کہ آگے مت بڑھو۔ آگے تمہاری موت کھڑی ہے۔ مگر ملاح تو موت کے انتظار میں تھا۔ اس نے عنبر پر حملہ کر دیا۔

تلوار سیدھی اس کے پہلو میں ماری۔ عنبر کی جگہ کوئی اور ہوتا تو پہلو کٹ گیا تھا لیکن وہاں تلوار جیسے پتھر سے ٹکرائی اور ملاح کے ہاتھ میں جھنجھنا کر رہ گئی۔

عنبر نے کہا۔

"الو کی دم! تم خواہ مخواہ میرا وقت ضائع کر رہے

ہو"۔

اتنا کہہ کر اس نے تلوار کے ایک ہی وار سے پہرے دار کا کام تمام کر دیا۔ پھر اس کی کمر سے چابیوں کا گچھا نکال کر دروازہ کھولا اور غلاموں سے کہا۔

میرے بھائیو! میں عنبر ہوں۔ میں نے ظالم کپتان اور جہاز کے سارے سنگدل بدمعاش ملاحوں کو سمندر میں پھینک کر جہاز پر قبضہ کر لیا ہے۔

دراصل یہ میرا ہی جہاز تھا۔ بہر حال آج سے تم لوگ آزاد ہو۔ تم جہاز پر جہاں چاہے آزادی سے چل پھر سکتے ہو اور قرطاجنہ پہنچتے ہی تمہیں آزاد کر دیا

جائے گا۔

یہ سن کر غلاموں کے چہروں پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ انہوں نے خوشی سے نعرے لگا کر عنبر کا خیر مقدم کیا۔ سارے غلام جیل کی تنگ کوٹھڑی سے نکل کر اوپر عرشے کی ٹھنڈی ہوا میں آ کر لیٹ گئے۔

انہیں کھانا وہیں دیا گیا۔ جہاز میں اتنا راشن پانی تھا کہ وہ بڑی آسانی سے چھ ماہ تک گذر بسر کر سکتے تھے۔ نجومی نے جہاز چلانے والوں کو بھی جا کر یا خبر کر دیا کہ عنبر نامی ایک شخص نے کپتان اور سارے ملاحوں کو ہلاک کر کے جہاز پر قبضہ کر لیا۔

ملاح ششدر ہو کر رہ گئے۔ نجومی بھی دل میں بڑا

پریشان تھا اور اس کی نیت صاف نہیں تھی۔ وہ عنبر کا دشمن بن چکا تھا، کیونکہ اس نے نجومی کے بہترین دوست اور ساتھی کو مار ڈالا تھا۔

مگر وہ کچھ نہ کر سکتا تھا کیونکہ عنبر پر کوئی وار اثر نہ کرتا تھا۔ اس نے چاروں ملاحوں سے کہا کہ وہ رات کو آئے گا۔

یہ کہہ کر نجومی چلا گیا۔ عنبر اپنے کیبن میں نقشے پر جھکا اسے غور سے دیکھ رہا تھا نجومی نے اسے بتایا کہ چاروں ملاح اس کے وفادار بن گئے ہیں۔

انہوں نے قسم کھائی ہے کہ وہ عنبر شہزادے کے غلام بن کر زندہ رہیں گے۔ اب کیا ہوا کہ آدھی رات

کو نجومی ان چاروں ملاحوں کے پاس پہنچ گیا۔

ان کی خفیہ میٹنگ ہوئی جس میں طے پایا کہ اگر عنبر کو کسی طرح سے سمندر میں اٹھا کر پھینک دیا جائے تو وہ کچھ نہ کر سکے گا۔

نجومی نے کہا۔

''صرف یہی ایک راستہ رہ گیا ہے۔ جس پر چل کر ہم اس جہاز پر قبضہ کر سکتے ہیں۔ پھر ہم خزانے کے چار حصے کر کے اسے آپس میں بانٹ لیں گے''۔

ایک ملاح نے کہا۔

''لیکن یہ غلام تو سارے کے سارے عنبر کے وفادار ہیں اور اس کے ایک اشارے پر اپنی جان قربان

کر دیں گے۔ اگر عنبر نے سمندر میں گرتے ہوئے شور مچا دیا تو یہ حبشی غلام ہمیں زندہ نہ چھوڑیں گے''۔

نجومی نے کہا۔

''گھبراتے کیوں ہو؟ اس کا بھی بندوبست کر دیا جائے گا۔ یہاں سے ایک روز کے سفر پر بائیں جانب ایک جزیرہ پڑتا ہے جو آباد ہے میں عنبر کو کسی نہ کسی طرح مجبور کر دوں گا کہ وہ اس جزیرے پر ان غلاموں کو آزاد کر دے۔ پھر جب جزیرے سے جہاز آگے چلے گا تو ہم عنبر کو سمندر میں پھینکنے کے لیے آزاد ہوں گے''۔

ملاح بوڑھے نجومی کی عقل مندی پر عش عش کر

اٹھے۔

"کیا بات ہے! لاجواب ترکیب ہے۔ میں جہاز کی بڑی چرخی میں کوئی جھوٹ موٹ کا نقص پیدا کر دیتا ہوں اور کہہ دوں گا کہ اگر یہ نقص کسی قریبی بندرگاہ پر جا کر درست نہ کیا تو جہاز قرطاجنہ نہ پہنچ سکے گا"۔

نجومی نے ملاح کا سر چوم لیا۔

"کیا ترکیب تمہارے گدھے جیسے دماغ میں آئی ہے۔ ایسا ہی کریں گے"۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ دوسرے روز جہاز چلانے والے ملاح نے جہاز کی رفتار کم کر دی۔

عنبر وجہ معلوم کرنے ملاح کے پاس آیا تو دیکھا کہ

وہ چرخی کی دیکھ بھال کر رہا ہے۔

"کیا بات ہے؟ جہاز کی رفتار کیوں کم کر دی گئی ہے؟"۔

نجومی بھی اس کے ساتھ تھا۔ ملاح نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"کپتان! چرخی میں کوئی نقص پیدا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے جہاز کا رخ ہر بار مشرق کی سمت مڑ جاتا ہے۔ اگر یہ نقص دور نہ کیا گیا تو ہمارا جہاز قرطاجنہ کی بجائے ملک چین پہنچ جائے گا"۔

نجومی نے کہا۔

"یہ نقص کیسے دور ہو گا؟ تم اسے ٹھیک نہیں کر

سکتے ؟"۔

ملاح بولا۔

حضور! یہ کام میرے بس کا نہیں ہے۔ میں نے بڑی کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکا۔ یہاں سے تھوڑی دور مغرب کی جانب ایک جزیرے کی بندرگاہ ہے۔

وہاں جہاز ساز موجود ہیں اگر ہم ایک روز کے لیے اس جزیرے میں چلے چلیں تو یہ نقص بہت جلد دور کر دیا جائے گا۔

نجومی نے کہا۔

"شہزادے! ملاح ٹھیک کہتا ہے۔ یہاں سے

ایک روز کے سفر پر ایک بڑا آباد اور بارونق جزیرہ ہے۔ وہاں جہاز سازی کا ایک کارخانہ بھی ہے۔ ہم وہاں بڑی آسانی سے اپنے جہاز کی چرخی کی مرمت بھی کرا سکتے ہیں اور ضرورت کی اشیاء بھی خرید سکتے ہیں"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کتنی دیر تک یہ کام ہو جائے گا؟"۔

ملاح بولا۔

"حضور! صرف ایک دن کافی ہو گا۔ میں چرخی لے کر کارخانے میں جاؤں گا اور اس میں نیا دھرا ڈھلوا کر واپس آ جاؤں گا۔ پھر ہم بڑی آسانی سے اپنی

منزل تک سفر کر سکیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ جہاز کا رخ جزیرے کی بندرگاہ کی
طرف موڑ دو"۔

نجومی اور ملاح یہی چاہتے تھے۔ جہاز کا رخ
جزیرے کی جانب موڑ دیا گیا۔ شام کے کھانے کے
بعد نجومی عنبر کے پاس بیٹھا قہوہ پی رہا تھا کہ اس نے
غلاموں کی بات چھیڑ دی اور کہا۔

شہزادے! اب جب کہ ہم بندرگاہ کی طرف جا
رہے ہیں تو کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ان حبشی غلاموں کو اسی
بندرگاہ پر آزاد چھوڑ دیا جائے۔

یہاں سے یہ لوگ با آسانی واپس اپنے
ملکوں کو جہازوں پر سوار ہو کر سفر کر سکیں گے۔ اس
طرح سے ہماری ذمہ داری بھی ادا ہو جائیگی اور ان
کے خواہ مخواہ کے ایک مہینے کے اخراجات سے بھی بچ
جائیں گے۔

عنبر نے سوچا کہ نجومی بوڑھے نے بڑی اچھی
صلاح دی ہے۔ جب ان غلاموں کو چھوڑنا ہی ہے تو
کیوں نہ کسی قریبی بندرگاہ پر چھوڑا جائے۔

بجائے اس کے کہ اتنی دور قرطاجنہ کی بندرگاہ پر جا
کر آزاد کیا جائے۔

اس نے کہا۔

"تمہارا خیال ٹھیک ہے! غلاموں کو جا کر خوش خبری سنا دو کہ انہیں ایک روز بعد آزاد کر دیا جائے گا"۔

نجومی نے غلاموں کو جا کر جھٹ یہ خوشخبری سنا دی کہ جہاز ایک روز بعد ایک قریبی بندرگاہ پر لنگر انداز ہو گا جہاں انہیں آزاد کر دیا جائے گا۔

اس بندرگاہ سے جہاز پر سوار ہو کر وہ اپنے وطن کو واپس جا سکیں گے۔ اس خبر نے غلاموں کے گروہ میں خوشی کی لہر دوڑا دی۔

انہوں نے فلک شگاف نعرے لگائے اور عنبر کی تعریف کے گیت گاتے اور خوشی سے رقص کرنے

لگے۔

بڈھے نجومی کی چال کامیاب رہی تھی۔ تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔ اب ذرا ناگ اور ماریا کا بھی حال سنیں کہ ان کے ساتھ کیا گزری۔

جس وقت انہوں نے عنبر کو جہاز پر ملازم ہونے کے لیے بھیجا، انہیں دور آسمان پر ایک روشنی سی نظر آئی جس کا انہوں نے کوئی خیال نہ کیا۔

عنبر کو گئے کچھ دیر ہو گئی تھی اور انہوں نے عنبر کو جہاز کی سیڑھیاں چڑھتے دیکھا تھا۔ جس کا مطلب یہی تھا کہ اسے کپتان نے جہاز پر نوکر رکھ لیا ہے۔

اس کے بعد وہ دونوں جھاڑیوں کے پاس بیٹھ کر

باتیں کرنے اور وقت گزارنے لگے۔ خیال تھا کہ تھوڑی دیر بعد وہاں سے اٹھ کر جہاز پر پہنچ جائیں گے اور پھر اتنی دیر میں عنبر بھی واپس آ جائے گا۔

باتیں کرتے کرتے ان کی نظر مشرق کی جانب گئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ روشنی دھوئیں کے ایک گولے میں تبدیل ہو چکی ہے۔

وہ تعجب خیز نظروں سے اس گولے کو دیکھنے لگے کہ یہ کیا چیز ہے۔ دھوئیں کا گولہ ان کی طرف بڑھ رہا تھا اور آسمان سے آہستہ آہستہ نیچے اترتا چلا آ رہا تھا۔

ناگ نے کہا۔

''یہ کیا شے ہو سکتی ہے ماریا بہن؟''۔

ماریا بھی حیرانی سے مشرق کی جانب دھوئیں کے مرغولے کو دیکھ رہی تھی۔

''کیا کہہ سکتی ہوں ناگ! میں نے تو اس سے پہلے کبھی اس قسم کا گولہ نہیں دیکھا''۔

دیکھتے دیکھتے گولہ ان کے سر پر آ گیا اور پھر اس نے ناگ اور ماریا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

ان کا دم گھٹنے لگا۔ وہ کھانسنے اور بار بار آنکھیں ملنے لگے۔ اس کے بعد جیسے ان پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔ انہیں ہوش آیا تو دیکھتے ہیں کہ ایک قلعہ نما اونچی اونچی چھت والی عمارت کے فرش پر پڑے ہیں۔

ناگ نے آنکھیں مل کر ادھر ادھر دیکھا۔ لمبے

لمبے خوبصورت ستون چھت تک چلے گئے تھے۔ اس
نے آہستہ سے ماریا کو آواز دی۔

"ماریا! میرے ساتھ ہو نا؟"۔

"ہاں ناگ! مگر یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟ ہم کہاں
سے کہاں آ گئے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"جو کچھ بھی ہوا ہے کسی پراسرار ہستی کے ہاتھوں
ہوا ہے۔ بہر حال ہمیں ہر مشکل کا مقابلہ کرنے کے
لیے تیار رہنا ہوگا۔ دیکھتے ہیں آگے کیا ہوتا ہے"۔

اتنے میں انہیں سخت پیاس لگی۔ وہ دونوں اٹھ کر
قلعے کے بڑے ہال کمرے میں آ گئے۔ یہاں انہوں

نے ایک سنگ مرمر کا میز دیکھا جس پر ٹھنڈے
اناروں کا سرخ شربت شیشے کے مرتبانوں میں پڑا تھا
انہوں نے لپک کر اپنی پیاس بجھائی۔

اسی طرح جب انہیں بھوک لگی تو کیا دیکھتے ہیں
کہ ایک کمرے میں کھانے کا سارا سامان لگا ہے۔
رات کو نیند آنے لگی تو ایک شاہی خواب گاہ میں
عالیشان بستروں کو سجے ہوئے پایا۔

رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ دونوں بہن
بھائی اپنے اپنے پلنگ پر سنہری لحافوں میں لپٹے باتیں
کر رہے تھے کہ جانے عنبر کس حال میں ہوگا اور وہ
جہاز پران کے بارے میں کیا سوچ رہا ہوگا۔

اتنے میں انہیں یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شخص بھاری قدموں کے ساتھ ان کی خواب گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔

ماریا اپنے پلنگ پر لیٹی نظر نہیں آتی تھی۔ ناگ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کو کہا اور آہستہ سے بولا۔

''تم بالکل خاموش رہنا۔ ہو سکتا ہے، یہاں جو بھی کوئی جادوگر یا کوئی پراسرار ہستی ہے، اسے تمہارے بارے میں کوئی علم نہ ہو۔ اس طرح تم یہاں سے نکلنے میں بڑی مدد دے سکتی ہو''۔

ماریا ایک دم سے خاموش ہو گئی۔ اس نے پلنگ پر

لحاف اس طرح اوپر کھینچ لیا جیسے وہ بچھونے کی طرح بچھا ہوا ہے اور پلنگ پر کوئی بھی نہیں لیٹا ہوا۔

تھوڑی دیر بعد خواب گاہ کا دروازہ اپنے آپ کھل گیا اور ماریا اور ناگ کو یہ دیکھ کر حیران سے ہو گئے کہ ان کے سامنے ایک قوی ہیکل دیو قامت انسان کھڑا تھا جس کے سر سے میں ایک سینگ نکل کر اوپر چھت کو چھو رہا تھا۔

اس نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''مجھے خوشی ہے کہ تم میرے محل میں آرام کر رہے ہو، تمہیں کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

"آخر مجھے یہاں کس لیے لایا گیا ہے؟"۔

دیو قامت ہنس پڑا۔

"یہ تمہیں کل معلوم ہو جائے گا۔اس وقت تم آرام کرو"۔

یہ کہہ کر دیو قامت باہر نکل گیا۔ ایک بات کا ثبوت صاف مل گیا تھا کہ اس دیو قامت انسان کو ماریا کی موجودگی کا علم نہیں ہے۔

یہ بڑی اچھی بات تھی بلکہ یہ کہنا زیادہ درست ہوگا کہ یہ ہی امید کی ایک کرن تھی۔

ماریا کی مدد سے اپنا بچاؤ کیا جا سکتا تھا اور وہاں سے فرار ہوا جا سکتا تھا۔ دیو قامت انسان چلا گیا تو

ناگ نے سرگوشی میں ماریا سے کہا کہ یہ کیسا جن ہے یا دیو ہے کہ جس کی آنکھ تمہیں نہیں دیکھ سکی؟

ماریا نے کہا۔

"ناگ! جس طاقت کے حکم سے میں غائب ہوئی ہوں اس نے مجھے کہہ دیا تھا کہ تمہیں جن بھوت اور چڑیلیں بھی نہ دیکھ سکیں گی"۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے ماریا! اب خاموش ہی رہنا۔ خدا جانے یہ دیو قامت مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے؟"۔

ماریا کہنے لگی۔

"میرا خیال ہے، تمہارا ناگ ہو کر پانچ سو سال

زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر لیتا ہی
تمہارے آگے آ رہا ہے’’۔

ناگ نے پوچھا۔

‘‘کیا مطلب؟’’۔

ماریا بولی۔

‘‘مطلب یہ کہ اس کو بھی کسی ہمیشہ کی زندگی یا کسی
اور کام کے لیے کسی ایسے سانپ کی ضرورت ہو گی جو
انسان کی شکل اختیار کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور وہ تم
ہو۔ دیکھ لینا یہی بات ہو گی’’۔

ناگ کچھ دیر غور کرنے کے بعد بولا۔

‘‘ماریا! تمہارا خیال ٹھیک معلوم ہوتا ہے اس دیو

قامت کو بھی اپنے کسی تجربے کی تکمیل کے لیے میری
ضرورت پڑ گئی ہے۔ بہر حال دیکھتے ہیں کل کیا ہوتا
ہے’’۔

ماریا نے کہا۔

‘‘مجھے تو عنبر کی فکر لگی ہے۔ خدا جانے وہ اکیلا کیا
سوچتا ہو گا؟ خزانہ وہ اکیلا کیونکر نکال کر جہاز پر لے
جائے گا؟’’۔

ناگ بولا، مگر اب ہم اس کی تو کوئی مدد نہیں کر
سکتے۔ اس وقت تو ہمیں اپنی فکر پڑی ہے۔ اگر ہم اس
دیو قامت انسان کے چنگل سے بچ کر نکل گئے تو پھر
عنب کو بھی تلاش کر لیں گے۔

ماریا نے کہا۔

''کیا خیال ہے؟ یہ جن یا دیو قامت انسان جو کچھ بھی ہے، یہ جادوگر بھی تو ضرور ہوگا۔ یعنی جہاں چاہے آگ لگا دے۔ جہاں چاہے سمندر کا پانی لے آئے اس کا ہم کیا علاج کریں گے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ اس کا بھی کوئی نہ کوئی علاج ڈھونڈ نکالیں گے۔ ذرا کل اس سے بات تو ہو جائے''۔

دوسرے روز دو خادمائیں ان کا ناشتہ لے کر آئیں ان میں سے ایک بالکل نوجوان تھی اور دوسری ذرا پکی عمر کی تھی۔

دونوں کے چہروں پر اداسی اور گہری خاموشی تھی جیسے وہ کسی بہت بڑے راز کو اپنے سینے میں دفن کیے ہوئے ہیں۔

اس خادمہ کا نام شوراگا تھا اور اس کا تعلق شمالی سوڈان سے تھا۔ جب وہ ناشتہ رکھ کر جانے لگی تو ناگ نے کہا۔

''بہن شوراگا! تم یہاں کب سے ہو؟''۔

شوراگا نے دوسری نوجوان خادمہ کی طرف دیکھا اور باہر نکل گئی۔ ماریا اور ناگ اس موضوع پہ بات کرتے رہے کہ اگر کسی طرح اس خادمہ شوراگا سے کچھ معلومات حاصل ہو جائیں گی تو بڑی اچھی بات

ہو گی۔

شوراگا کو ضرور کسی بات کا علم ہے جسے وہ چھوٹی خادمہ کے سامنے بیان نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اب وہ انتظار کرنے لگے کہ شوراگا برتن لینے اکیلی آئی تو اس سے مزید بات کی جائے گی۔

اتفاق ایسا ہوا کہ شوراگا بالکل اکیلی کمرے میں داخل ہوئی اور چاندی کے تھال میں خالی برتن رکھنے لگی۔

ناگ نے کہا۔

''شوراگا بہن! کیا تم اپنے بھائی کو یہ نہیں بتاؤ گی کہ یہ محل کس کا ہے اور یہ دیو قامت انسان کون ہے''۔

شوراگا نے گھبراہٹ میں ادھر ادھر دیکھا۔

ناگ نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ یہاں میرے سوا اور کوئی نہیں ہے''۔

حالانکہ ماریا اس کے بالکل قریب پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ شوراگا اسے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ وہ تو یہی سمجھتی تھی، کہ اس کمرے میں یا وہ ہے اور یا پھر ناگ ہے اس نے سرگوشی میں کہا۔

تم نے مجھے بہن کہا ہے جس کی وجہ سے میرے دل میں تمہارے واسطے بھائیوں والا پیار جاگ پڑا ہے ایک مدت ہوئی کہ میں اپنے گھر والوں سے بچھڑ

گئی ہوں۔

مجھے کبھی کسی نے بھائی نہیں کہا تھا۔ اب تم نے مجھے بھائی کہا ہے تو سنو! یہ دیو قامت انسان ایک بہت بڑا جادوگر ہے۔ ایک عمل الٹ جانے کی وجہ سے اس کے سر پر سینگ نکل آیا اور اس کی شکل کالی سیاہ اور مکروہ ہو گئی۔

اب دنیا کی کوئی طاقت اسے پھر سے اصلی شکل پر نہیں لا سکتی۔ سوائے اس کے کہ کوئی ایسا انسان اسے ملے جو پانچ سو برس تک سانپ رہنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کر گیا ہو۔

اس انسان پر یہ کوئی عمل کرے تو پھر جا کر اسے

اپنی اصلی شکل مل سکتی ہے۔

ناگ نے کہا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ عمل کیا ہے؟"۔

شوراگا بولی۔

یہ میں نہیں جانتی۔ لیکن اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس جادوگر پر دنیا کا کوئی جادو اپنا اثر نہیں کر سکتا۔ تم اگر حقیقت میں ناگ ہو تو اس جادوگر کے شکنجے سے بچ کر نہیں جا سکتے۔

خواہ تم سانپ بن جاؤ اور خواہ کسی جانور کا روپ بدل لو۔ اگر تم شیر بھی بن گئے تو یہ جادوگر تمہیں بڑی آسانی سے قابو کر کے تہہ خانے میں بند کر دے گا۔

ناگ نے پوچھا۔

"عزیز بہن! آخر اس جادوگر کی بھی تو کوئی کمزوری ہوگی"۔

شوراگا بولی!۔

میں نہیں جانتی۔ ہاں اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس نے ہسپانیہ کے بادشاہ کی بیٹی سامونا کو اغوا کر کے اپنے تہہ خانے میں قید کر رکھا ہے۔

"اس شہزادی سامونا کے لیے وہ اپنی مکروہ صورت سے نجات حاصل کر کے پھر سے انسانی شکل اختیار کرنا چاہتا ہے کیونکہ وہ اس سے شادی۔۔"

شوراگا ایک دم سے رک گئی۔ باہر پاؤں کی آواز آ

رہی تھی۔ شوراگا نے جلدی سے برتن طشت میں رکھے اور دوسرے کمرے سے باہر نکل گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ دروازہ کھلا اور دیو قامت انسان اندر آ کر کمرے کے وسط میں کھڑا ہو گیا۔

اس کی آنکھوں سے شعلے سے نکل رہے تھے اور سر کا سینگ چھت کو چھو رہا تھا۔ وہ بولا۔

سنو ناگ! میں ایک چلہ کرنے والا ہوں اس کے لیے مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ تمہیں صرف سوا مہینہ اس محل کے ایک کمرے میں بند رہنا ہوگا۔

تمہارے ارد گرد صبح شام عنبر ولوبان سلگائے

جائیں گے اور میں کچھ منتر پڑھا کروں گا۔ بس! سوا
مہینہ گزرنے کے بعد تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔ اور
جہاں سے تمہیں لایا گیا تھا یا جہاں تم کہو گے، وہیں پر
چھوڑ دیا جائے گا۔

ناگ نے کہا۔

''لیکن آخر مجھے اس عمل کے لیے کیوں چنا
گیا؟''۔

دیو قامت انسان ہنس کر بولا۔

اس لیے کہ صرف تم ہی ایک ایسے انسان ہو جو
میرے کام آ سکتے ہو۔ صرف تم ہی وہ ناگ ہو جو پانچسو
برس زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل میں زندہ ہو۔

اگر تم نے میرا کام پورا کر دیا تو میں تمہیں دنیا کی ساری
دولت سے مالا مال کر دوں گا۔

اور اگر تم نے میری اس پیش کش کو قبول نہ کیا تو
تمہیں ایک ایسے سرد تہہ خانے میں ڈال دیا جائے گا
جہاں تم گھٹ گھٹ کر مر جاؤ گے۔ بولو! کیا تمہیں یہ
سودا منظور ہے؟۔

ناگ ذرا موقع شناسی سے کام لینا چاہتا تھا۔ وہ
چاہتا تھا کہ اس دیو قامت کو اپنا عمل کرنے والے اور
اس دوران بڑے اطمینان کے ساتھ ہسپانیہ کی شہزادی
سامونا کو بھی یہاں سے نکال کر فرار ہونے کی تدبیر پر
غور کر سکے۔

اسے نہ تو دیو قامت نے ہی بتایا تھا اور نہ شوراگا کو ہی علم تھا کہ دیو قامت جادوگر کا عمل کس قدر سنگین اور خونی شکل اختیار کرلے گا۔

حقیقت یہ تھی کہ دیو قامت جادوگر کو پورا سوا مہینہ ناگ کو اس کی مرضی کے مطابق ایک تہہ خانے میں اگر بتی اور عتب کے دھوئیں میں بند رکھنے کے بعد اسے قتل کرکے اس کے خون سے غسل کرنا تھا۔

یہ آخری بھیانک بات اس نے ناگ کو نہیں بتائی تھی کیونکہ پھر وہ سوا مہینے کے عمل کے لیے بھی اپنی مرضی سے تیار نہیں ہوسکتا تھا۔

چونکہ ناگ ان حقائق سے بے خبر تھا اس لیے وہ

تیار ہوگیا۔

اس نے کہا۔

”ٹھیک ہے اے جادوگر انسان! مجھے تمہاری پیشکش قبول ہے لیکن مجھ سے وعدہ کرو کہ تم سوا مہینے کے بعد مجھے جہاں میں کہوں گا، وہاں پہنچا دو گے“۔

دیو قامت جادوگر کو اور کیا چاہیے تھا۔ بھلا۔ جھٹ سے حامی بھر لی۔

”میں وعدہ کرتا ہوں“۔

ناگ نے کہا۔

”سامری کی قسم کھاؤ“۔

دیو قامت نے کہا۔

"میں سامری کی قسم کھاتا ہوں"۔

جادوگر نے سامری کی قسم جھٹ سے اس لیے کھا لی کہ وہ سامری کا پیروکار نہیں تھا بلکہ افریقہ کا قدیم جادوگر اروشی اس کا گرو تھا۔

اگر ناگ اسے اروشی کی قسم کھانے کو کہتا تو وہ کبھی قسم کھانے پر تیار نہ ہوتا۔ ناگ کو یقین ہو گیا کہ جادوگر اپنے وعدے سے نہیں پھرے گا۔

اس نے کہا کہ وہ نیچے تہہ خانے میں جانے اور اپنے اوپر عمل شروع کروانے پر تیار ہے۔ جادوگر سے جب یہ پوچھا گیا کہ وہ یہ عمل کس لیے کر رہا ہے تو اس نے کہا کہ اس میں اس کی زندگی اور موت کا معاملہ

درپیش ہے۔

ویسے بھی ناگ کو یقین تھا کہ وہ اسے یونہی نہیں جانے دے گا۔ بہتر یہی تھا، اس کی بات مان لی جائے اور موقع ملتے ہی شہزادی سامونا کو وہاں سے نکال کر ساتھ لے لیا جائے۔

اسی روز شام کو ناگ کو تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ ماریا بھی چپکے سے اس کے ساتھ ہی نیچے آ گئی۔ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات تھی کہ اتنا بڑا جادوگر ہونے کے باوجود اس نے ماریا کو نہیں دیکھا تھا۔

چار لاشیں

بحری جہاز عنبر اور غلاموں کو لے کر جزیرے میں
پہنچ گیا۔

عنبر نے سارے غلاموں کو وعدے کے مطابق
وہاں آزاد کر دیا۔ ملاح چرخی کا ایک پرزہ لے کر
جھوٹ موٹ اس کی مرمت کروانے بندرگاہ کے
کارخانے میں چلا گیا۔

دوسرے روز پرزہ مرمت ہو کر واپس مل گیا۔ اب
جہاز پر سوائے نجومی اور چار ملاحوں کے اور کوئی نہیں
تھا۔ جہاز کے جزیرے پر تین روز قیام کیا گیا۔

کچھ کھانے پینے کی چیزیں حاصل کر کے جہاز
میں رکھیں اور چوتھے روز تیسرے پہر بندرگاہ کو خیر با
کہا۔

نجومی اور ملاح بڑے خوش تھے کہ انہوں نے عنبر کو
اپنی حکمت عملی کے مطابق جہاز پر بے یار و مددگار کر دیا
تھا۔

اب وہ بڑی آسانی سے اسے کسی مناسب موقع پر
سمندر میں پھینک کر جہاز اور خزانے پر قبضہ جما سکتے

تھے۔ چنانچہ جہاز جب کھلے سمندر میں نکل آیا تو
چاروں ملاح خوشی سے گانے لگے اور رقص کرنے
لگے۔

عنبر نے نجومی سے پوچھا۔

"یہ کس بات کی خوشی منا رہے ہیں؟"۔

مکار نجومی کہنا تو یہ چاہتا تھا کہ تمہیں سمندر میں
پھینک کر تمہارے خزانے پر قبضہ جمانے کی خوشی منا
رہے ہیں مگر وہ ایسا کہہ نہیں سکتا تھا۔

ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"صرف اس بات کی خوشی منا رہے ہیں کہ اتنی
مدت بعد ایک ظالم بحری ڈاکو سے نجات ملی ہے اور

اپنے اپنے گھر جا رہے ہیں"۔

عنبر نے ایک زمانہ دیکھا تھا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے
کہ بہت سے زمانے دیکھے تھے۔ تاریخ کا ہر دور اس
کی آنکھوں کے سامنے سے گزرا تھا۔

بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے جہازوں میں وہ
شریک ہوا تھا۔ اپنے آپ کو سب سے عظیم شہنشاہ
کہلانے والے اس کی آنکھوں کے سامنے مر گئے، وہ
زندہ رہا۔

بڑے مکار سازشیوں کو اس نے حکومتوں کے
تختے الٹتے دیکھا اور آخر وہ بھی ملک عدم کو
سدھارے۔

مکار نجومی کے سامنے کوئی عجیب و غریب انسان نہ تھا اس کی باتوں اور ملاحوں کے بے موقع رقص کرنے کے انداز سے اس کا ماتھا ٹھنکا۔

دال میں ضرور کچھ کالا ہے۔ وہ اس بات کی تہہ تک جانا چاہتا تھا۔ اس نے ہوشیار رہنے کا فیصلہ کر لیا۔

کیونکہ غافل رہ کر انسان ویسے بھی بے حد نقصان اٹھاتا ہے۔ انسان کو ہر عالم، ہر حالت میں ہوشیار رہنا چاہیے اور غفلت کو ایک پل کے لیے بھی قریب نہیں پھٹکنے دینا چاہیے۔

جہاز سمندر میں اپنی منزل قرطاجنہ کی طرف چلا جا

رہا تھا۔ ابھی سفر بہت باقی تھا۔

ہوا موافق تھی۔ بادبان پھولے ہوئے تھے اور جہاز بڑی یکساں رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں تھا۔ شام ہو گئی۔ سورج سمندر میں ڈوب گیا رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔

موسم خوشگوار ہو گیا۔ رات کو ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ جہاز میں مشعلیں اور چراغ روشن کر دیئے گئے۔ جہاز سائیں سائیں کر رہا تھا۔

اس میں کل چھ آدمی سفر کر رہے تھے۔ یعنی ایک عنبر دوسرا بوڑھا نجومی اور باقی چار ملاح۔ جہاز پر ایک عجیب سناٹا طاری تھا۔

عرشے پر کوئی نہیں تھا۔ عنبر کو بھوک محسوس ہوئی۔
اس نے سوچا کہ باورچی خانے میں چل کر کچھ ابلا ہوا
گوشت کھایا جانا چاہیے یہ سوچ کر وہ عرشے کی
سیڑھیوں سے اتر کر ایک تنگ راہداری میں آ گیا۔

یہ راستہ ایک نصف دائرے کا چکر کھا کر سیدھا
باورچی خانے کو جاتا تھا۔ جب وہ نجومی کے کیبن کے
قریب سے گزرا تو اس نے اندر سے ہلکی ہلکی
سرگوشیوں کی آواز سنی۔

اس کے قدم وہیں رک گئے۔ کواڑ اندر سے بند
تھے۔ ایک درز میں سے چراغ کی روشنی باہر آ رہی
تھی۔ اس نے درز میں سے جھانک کر دیکھا۔

بوڑھا نجومی زائچہ کھول کر بیٹھا تھا۔ چاروں ملاح
اس پر جھکے ہوئے تھے۔ وہ کہہ رہا تھا۔
"نہیں نہیں! آج کی رات نہیں۔ کل کی رات
بالکل ٹھیک رہے گی۔ آج کا دن ہمیں صبر کرنا ہوگا"۔

عنبر کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ وہ کوٹھڑی کے آگے
سے گزر گیا۔ باورچی خانے میں جا کر اس نے ایک
تسلے میں سے کچھ ابلا ہوا گوشت اور روٹی لے کر تھالی
میں رکھی اور اپنے کیبن میں آ کر آرام سے کھانے اور
سوچنے لگا کہ یہ لوگ اس کے خلاف کسی قسم کی سازش
کر رہے ہیں؟۔

ظاہر ہے یہ لوگ اسے ہلاک کرنا چاہتے تھے اور

چونکہ نجومی کو علم تھا کہ عنبر مر نہیں سکتا۔ چنانچہ اگر وہ اسے
سمندر میں پھینک دیں تو اس سے چھٹکارا حاصل کیا جا
سکتا تھا۔

یہی ایک طریقہ تھا جس پر عمل کر کے وہ عنبر سے
نجات حاصل کر سکتے تھے۔ اس کا شک درست ثابت
ہوا تھا۔

عنبر ہوشیار ہو گیا وہ ان لوگوں کو ہرگز ہرگز یہ موقع
نہیں دے سکتا تھا کہ وہ اٹھا کر یا دھکا دے کر سمندر
میں پھینک دیں۔

کیونکہ ٹھیک ہے، وہ مر نہیں سکتا تھا لیکن اپنے
جہاز اور خزانے سے ضرور محروم ہو سکتا تھا۔ اسے اپنے

جہاز اور خزانے کی ضرورت تھی۔

ابھی اس نے ناگ اور ماریا کو بھی تلاش کرنا تھا۔
اگر سمندر میں گرا دیا جاتا تو پھر اس کی ساری امیدوں
پر پانی پھر جاتا ہے اور خدا جانے پھر ناگ اور ماریا
سے ساری زندگی ملاقات نہ ہو سکے۔

عنبر نے سوچا کہ اسے کیا کرنا چاہیے؟ کیا وہ اس
موقع سے انتظار کرے کہ جب ملاح اسے سمندر میں
پھینکنے لگیں تو وہ ان پر اچانک حملہ کر کے انہیں ہلاک کر
دے؟۔

نہیں یہ خطرہ اسے کبھی مول نہیں لینا چاہیے۔ بہتر
یہی ہے کہ سر اٹھانے سے پہلے ہی سانپ کا سر کچل کر

رکھ دیا جائے۔ یعنی ان چاروں ملاحوں کو جتنی جلدی ممکن ہو سکے اگلی دنیا پہنچا دیا جائے۔

اس فیصلے کے بعد عنبر کے دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا۔ اب صرف یہی سوچنا باقی رہ گیا تھا کہ ان چاروں ملاحوں کو کیسے ہلاک کیا جائے؟

عنبر ان قاتلوں اور بدمعاشوں سے جتنی جلدی ہو سکے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ بوڑھے نجومی سے اسے کوئی خطرہ نہیں تھا۔

وہ اسے نیند کی حالت میں بھی اٹھا کر سمندر میں نہیں پھینک سکتا تھا۔ ضرورت پڑنے پر وہ نجومی کو اگلی دنیا میں پہنچانے پر تیار تھا۔ ابھی وہ اس کی ضرورت

محسوس نہیں کرتا تھا۔

رات گزر گئی۔ دوسرا دن چڑھ آیا۔ آج ان ملاحوں کے تیور کچھ بدلے بدلے تھے۔ وہ ایک دوسرے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اشاروں سے باتیں کر رہے تھے۔

ان کے خیال اور پروگرام کے مطابق آج عنبر کا جہاز پر آخری دن تھا اور رات کو اسے اٹھا کر سمندر کی لہروں کے حوالے کر دینا تھا۔

بوڑھا نجومی بھی عنبر سے کچھ کترایا کترایا سا پھر رہا تھا۔ عنبر نے بھی آج ہی ان بدمعاشوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

رات کا کھانا کھا کر چاروں ملاح جھوٹ موٹ آرام کرنے کے بہانے اپنے اپنے کیبن میں چلے گئے۔

حالانکہ انہوں نے نجومی سے مل کر آج رات کو نصف شب گزرنے کے بعد عنبر کو سمندر میں پھینکنے کا فیصلہ کر رکھا تھا۔

عنبر بھی اس موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ چپکے سے اپنے کیبن سے نکل کر بوڑھے نجومی کے کیبن کے پاس آیا۔ کواڑ اندر سے بند تھے۔ ایک لمحے کے لیے وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔

پھر آگے چل پڑا۔ اب وہ پہلے ملاح کے کیبن

کے پاس آ کر رک گیا۔ اندر چراغ جل رہا تھا۔ اس نے تھوڑا سا زور لگا کر کواڑ اندر کو دھکیلا۔ کواڑ کا کنڈا ٹوٹ کر گر پڑا۔

عنبر جلدی سے اندر آ گیا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا اور جیب سے خنجر نکال کر ملاح سے کہا۔

''ہوشیار ہو جاؤ۔ تمہارا آخری وقت آ گیا ہے''۔

ملاح جاگ رہا تھا اور سکیم کے مطابق اپنے ساتھیوں کے آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے جو اپنے سامنے عنبر کو خنجر نکالے کھڑے دیکھا تو ایک دفعہ تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

پھر اس نے بھی سنبھلتے ہوئے دیوار سے تلوار

www.urdurasala.com

اتاری اور عنبر کے مقابلے پر آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر اس کی تلوار کا مقابلہ ایک چھوٹے سے خنجر سے کہاں کر سکے گا۔

اسے کیا معلوم تھا کہ اس خنجر سے اس کا کام تمام کیا جائے گا اور اس کی لمبی تلوار عنبر کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے گی۔

ملاح نے تلوار سونت کر عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر بڑی خاموشی سے خنجر لے کر آگے بڑھا۔

"تمہاری زندگی کے صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین سیکنڈ باقی رہ گئے ہیں بدبخت! تم مجھے ہلاک کرنے والے تھے۔ اب تمہاری لاش کو مچھلیاں

کھائیں گی"۔

ملاح تو تلوار سے عنبر پر تابڑ توڑ حملے کر رہا تھا۔ اور عنبر خنجر لیے بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ ملاح کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اس نے بالکل سامنے سے آ کر بڑے آرام سے ملاح کے سینے میں خنجر گھونپ دیا۔ پھر اسے اٹھا کر اوپر عرشے پر لایا اور سمندر میں پھینک دیا۔

اب وہ دوسرے ملاح کے کیبن میں آ گیا۔ یہاں دو ملاح آمنے سامنے بیٹھے آپس میں صلاح مشورہ کر رہے تھے۔

عنبر کو دیکھ کر وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ آدھی

رات کو کہاں سے آ گیا۔ انہیں کچھ شک سا ہوا۔ ابھی وہ اپنی جگہ سے اٹھ ہی رہے تھے کہ عنبر نے ان پر حملہ کر دیا۔

دونوں کے سر پکڑ کر ایک دوسرے سے اس زور سے ٹکرائے کے دونوں بے ہوش ہو گئے۔ عنبر نے انہیں کندھوں پر ڈالا اور عرشے پر لا کر سمندر کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

اب صرف ایک ملاح باقی رہ گیا تھا جو اوپر عرشے کی ایک جانب چرخی پر کھڑا تھا۔

عنبر اس کے پاس گیا اور ادھر ادھر کی باتوں کے بعد اس سے پوچھا کہ نجومی کہاں ہے؟

ملاح کچھ گھبرا سا گیا۔ کہنے لگا۔

"نیچے اپنے کیبن میں ہو گا"۔

عنبر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کیا تم لوگوں نے مجھے سمندر میں پھینکنے کی سازش کر رکھی تھی؟"۔

ملاح ایک دم بول پڑا۔

"یہ سازش میری نہیں نجومی کی تھی۔ سمندر کے دیوتاؤں کی قسم میں بے گناہ ہوں"۔

عنبر اسے کسی حالت میں بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا، کیونکہ سانپ کا بچہ ہمیشہ وقت آنے پر دھوکا دے جاتا ہے اور حملہ کرنے سے باز نہیں رہتا۔

عنبر ملاح پر جھپٹ پڑا اور اس کی گردن دبوچ لی۔

اس وقت عنبر میں اتنی طاقت آجاتی تھی کہ سات آدمی مل کر بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔

ملاح کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے چیخ مار کر اپنے ساتھیوں کو بلانے کی کوشش کی مگر اس کے حلق سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔

عنبر نے اسے اٹھا کر پوری طاقت سے سمندر کی طرف اچھال دیا۔ ملاح جہاز سے کتنی ہی دور سمندر میں جا کر گر پڑا۔

اس کام سے فارغ ہو کر عنبر نے جہاز کی چرخی کا رخ منزل کی جانب متعین کر کے زنجیر چڑھا دی اور

نیچے اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گیا۔

اب وہ نجومی کا انتظار کرنے لگا آدھی رات کے بعد جب وہ گھڑی آگئی جب عنبر کو سمندر میں پھینکنا تھا تو نجومی نے کیبن کا چراغ گل کیا اور پہلے ملاح کے کیبن کے باہر دستک دی۔

لیکن اندر کوئی ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ نجومی آہستہ آہستہ آوازیں دینے لگا۔ لیکن جواب میں گہری خاموشی تھی۔

مکار نجومی بڑا حیران ہوا کہ یہ کم بخت کہاں جا کر مر گیا ہے؟ کواڑ کو دھکا دیا تو وہ کھلا تھا۔ اندر گیا تو وہاں کوئی ملاح نہیں تھا۔

چراغ جل رہا تھا۔ تخت پر خون کا نشان تھا۔ نجومی کا ماتھا ٹھنکا۔ تیزی سے دوسرے اور پھر تیسرے ملاح کے کیبن میں گیا۔

وہاں خون کے دھبے تو نہیں تھے لیکن ملاحوں کا بھی نام و نشان نہیں تھا۔ نجومی ایک پل وہیں کھڑا سوچتا رہا کہ یہ لوگ کہاں چلے گئے؟۔

ضرور عنبر کو سازش کا علم ہو گیا ہے اور اس نے ان تینوں کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔ چوتھا ملاح اوپر جہاز کی چرخی پر ہوتا تھا۔

نجومی دبے پاؤں سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا۔ چرخی کے پاس گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ چرخی زنجیر کے

ساتھ بندھی ہوئی ہے اور ملاح وہاں سے بھی غائب ہے۔

اب تو اسے سو فیصد یقین ہو گیا کہ عنبر نے ان چاروں کا کام تمام کر دیا ہے۔ پہلے تو گھبرایا۔ پھر حواس پر قابو پالیا اور خاموشی سے اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گیا۔

اسے خطرہ پڑ گیا تھا کہ عنبر اب اسے بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ رات کا باقی سارا حصہ اس نے کروٹیں بدل بدل کر گزارا اور وہ ایک پل کے لیے بھی نہ سو سکا۔

دن چڑھا۔ ابھی وہ کیبن ہی میں تھا کہ اچانک

دروازہ کھلا اور عنبر اندر داخل ہوا۔ اس نے گہری نظروں سے مکار نجومی کو دیکھا اور پھر اس کے پاس آ کر بولا۔

"اے بدخصلت نجومی! تمہاری سازش مجھ پر بے نقاب ہو چکی ہے اور تمہارے چاروں ساتھی اس وقت سمندر کی لہروں میں مچھلیوں کی خوراک بن رہے ہوں گے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مچھلیاں ان کا ناشتہ کر رہی ہوں گی"۔

نجومی تھر تھر کانپنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مجھے معاف کر دو عنبر! اس سازش میں میرا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ یہ سارا کیا دھرا ان ملاحوں کا تھا"۔

عنبر نے گرج کر کہا۔

خاموش مکار انسان! میں تمہاری ایک ایک رگ سے واقف ہوں۔ اگر میں چاہوں تو ابھی اسی وقت تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں مگر تم بوڑھے ہو میں تم پر رحم کرتا ہوں اور تمہیں قرطاجنہ کی بندرگاہ پر آزاد کر دوں گا۔

لیکن سفر کے دوران تمہیں اپنے کیبن میں بند رہنا ہو گا۔ تمہیں عرشے پر آنے کی بالکل اجازت نہیں ہو گی کھانے پینے کی ہر شے تمہیں اسی جگہ مل جایا کرے گی۔

جان بچی سو لاکھوں پائے۔ نجومی نے سر جھکا دیا

اور کہا۔

”میں تہہ دل سے تمہارے اس سلوک کا شکریہ ادا کرتا ہوں“۔

عنبر نے اسی وقت مکار نجومی کو کیبن میں لا کر بند کر دیا اور باہر تالا لگا دیا۔

عنبر اب جہاز کا واحد مالک تھا اور جہاز قرطاجنہ کی طرف جا رہا تھا۔ حقیقت میں اب اسے قرطاجنہ کی طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی، کیونکہ یہ منزل تو کانے کپتان کی تھی جس نے وہاں جا کر غلاموں کو یہودی آقا کے ہاں فروخت کرنا تھا مگر عنبر قرطاجنہ جانے پر مجبور تھا۔

اس لیے کہ ابھی اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ سمندری راستے وہاں سے کون کون سی بندرگاہوں کو جاتے ہیں۔ اس کی خبر اسے قرطاجنہ پہنچ کر ہی مل سکتی تھی۔

دن گزرنے لگے۔ عنبر تین وقت نجومی کے کیبن میں جا کر اسے کھانا دیتا۔ اس سے کوئی بات نہ کرتا اور واپس آ جاتا۔

تہہ خانے میں خزانے کا صندوق اسی طرح محفوظ پڑا تھا۔ عنبر کو بس ایک ہی فکر کھائے جا رہا تھا کہ ناگ اور ماریا کہاں ہیں۔

کس حال میں ہیں۔ ان پہ کیا گزر گئی؟ وہ کہاں غائب ہو گئے کہ پھر انہوں نے پلٹ کر خبر بھی نہ لی۔

طرح طرح کے وہم، طرح طرح کے وسوسے عنبر کے دل میں آتے۔ سوچتا وہ کسی جن بھوت کے قابو میں نہ آ گئے ہوں۔

ظاہر ہے کہ وہ اپنی مرضی سے تو ہرگز نہ گئے ہوں گے، کیونکہ انہیں تو عنبر کا انتظار کرنا تھا۔ اگر اسے کوئی زبردستی اٹھا کر لے گیا تو وہ یقیناً ناگ سے زیادہ چالاک اور طاقت ہوگا۔

مگر وہ کون تھا اور ناگ ماریا اس وقت کس حال میں ہوں گے؟ اس کی خبر عنبر کو کہیں سے بھی نہیں مل سکتی تھی۔

آخر اسے خیال آیا کہ کیوں نہ نجومی سے پوچھا

جائے کہ وہ زائچہ بنا کر بتائے کہ ناگ اور ماریا کس حال میں ہیں اور کہاں ہیں؟۔

عنبر دوپہر کا کھانا لے کر نجومی کے پاس آ گیا تو اس سے زائچہ بتانے اور ناگ اور ماریا کے بارے میں بتانے کی فرمائش کی۔

نجومی نے جھٹ زائچہ بنایا۔ کچھ دیر وہ زائچے پر جھکا غور کرتا رہا اور اپنے سفید بالوں میں بار بار انگلیاں چلاتا رہا۔

جب وہ کافی دیر اپنے خیالوں میں غرق رہا تو عنبر نے کہا۔

”نجومی! آخر اس میں اتنی غور کرنے والی کونسی

بات ہے؟ تم بتاتے کیوں نہیں کہ ناگ اور ماریا اس
وقت کہاں ہوں گے؟"۔

نجومی نے کہا۔

"میرے عزیز! زائچہ مجھے یہ بتا رہا ہے کہ اس
وقت دونوں ایک بہت بڑے سامری کی گرفت میں
ہیں۔ وہ نکلنے کی لاکھ کوشش کر رہے ہیں مگر انہیں کوئی
نجات اور فرار کا راستہ دکھائی نہیں دے رہا"۔

عنبر نے پوچھا۔

"یہ سامری کون ہے اور کس شہر اور کس ملک میں
ہے، کیا تم اتنا بتا سکتے ہو؟"۔

نجومی نے ایک بار پھر زائچے کو غور سے پرکھتے

ہوئے کہا۔

"ناگ اور ماریا اس وقت جس نجومی کے پنجہ میں
ہیں وہ جس ملک میں رہتا ہے، وہ یہاں سے جنوب
مغرب کو ہے۔

اگر شام کو یہاں سے چلیں تو سات بار چاند بڑا ہو
کر چھوٹا ہوگا۔ تو ہم وہاں پہنچیں گے۔

"کیا اس ملک کا نام تم مجھے نہیں بتا سکتے؟"۔

"نہیں میرے عزیز! نام ہمارے زائچوں میں
نہیں ہوتے، یہاں تو صرف حساب کتاب، وقت،
فاصلہ اور زاویوں کا فرق ہوتا ہے"۔

عنبر خاموش رہا۔ اس نے نجومی سے کچھ نہ کہا اور

اپنے کیبن میں آ کر لیٹ گیا۔ یہ وہ وقت تھا جب
نجومی کے دل میں ایک بار پھر عنبر کے خزانے پر قبضہ
جمانے کا خطرناک خیال آیا۔

اس نے سوچا کہ اب بھی موقع ہے کہ وہ اگر
چالاکی سے کام لے تو جہاز کے خزانے پر قبضہ حاصل
کر کے عنبر سے نجات حاصل کر سکتا تھا۔

وہ ان سمندروں کا پرانا پاپی تھا۔ اسے سب معلوم
تھا کہ ان سمندروں میں کہاں کہاں کون سا جزیرہ ہے
اور کس مقام پر ہے اور وہاں کوئی آبادی بھی ہے یا
نہیں؟

کچھ سوچ کر دوسرے روز نجومی زائچہ لے کر پھر

عنبر کے پاس آیا اور بولا۔

حضور! میں ساری رات اس زائچے پر غور کرتا اور
حساب لگاتا رہا ہوں۔ صبح کے وقت انتھک محنت کے
بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جس ملک میں ناگ اور
ماریا ایک خوفناک جادوگر سامری کے غار میں قید ہیں،
وہ یہاں سے پچاس درجے جنوب مغرب میں ایک
جزیرہ کھیتالیہ میں واقع ہے۔

عنبر اس خوشخبری پر اچھل پڑا۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''۔

نجومی نے کہا۔

''حضور مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔

جو میرا حساب کتاب کہتا ہے، وہ میں نے پیش کر دیا ہے۔ اپنے پلے سے تو میں نے کبھی ایک لفظ بھی نہیں کہا"۔

عنبر اس بات پر بڑا خوش ہوا کہ اسے اس مقام کا علم ہو گیا ہے جہاں ناگ اور ماریا ایک سامری کی قید میں ہیں۔

اسے اتنا معلوم تھا کہ اگر یہ شخص نجومی حساب کتاب کرے تو اس کا حساب بڑا صحیح ہوتا ہے۔

اس نے کہا۔

"بتاؤ وہ جزیرہ جہاں ناگ اور ماریا ہیں، یہاں سے کتنی دور ہے؟"۔

نجومی زائچے کو گھور گھور کر تکنے لگا۔

پھر بولا۔

"حضور! وہ جزیرہ میرے حساب کے مطابق یہاں سے تین راتوں کے سفر پر واقع ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ جہاز کا رخ میں پچاس زاویے جنوب مغرب کی طرف موڑتا ہوں لیکن اگر وہ لوگ اس جزیرے میں نہ ہوئے تو تمہاری خیر نہیں"۔

آپ بالکل فکر نہ کریں حضور! ناگ اور ماریا اسی جزیرے میں ہوں گے۔ جہاز کا رخ جزیرہ کھیتالہ کی طرف موڑ دیا گیا۔

جادوگر محل سے فرار

جہاز نے جزیرہ کھیتالہ کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جہاز کو ہم جزیرے کے سفر پر چھوڑتے ہیں اور خود ذرا ناگ اور ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔

ہم انہیں اس حال میں چھوڑ آئے تھے کہ جادوگر کے کہنے پر ناگ اپنے اوپر کروائے جانے والے جادو

کے عمل کے لیے رضامند ہو گیا تھا۔

اگرچہ اسے معلوم نہ تھا کہ جادوگر کے ذہن میں اسے ہلاک کرنے کی سازش ہے۔ ماریا اس کے ساتھ تھی اور جادوگر دیو قامت اسے دیکھنے میں کامیاب نہ ہو سکا تھا۔

دیو قامت جادوگر کی خادمہ شوراگا کی ساری ہمدردیاں ناگ کے ساتھ تھیں، لیکن اسے بھی نہیں معلوم تھا کہ دیو قامت جادوگر کے سوا مہینے کے عمل کے بعد ناگ کو قتل کر کے اس کے خون سے غسل کرنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہے۔

دوسرے یہ کہ اسے یہ بھی خبر نہیں تھی کہ ناگ کے

ساتھ اس کی بہن ماریا بھی موجود ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔

اگلے روز ناگ کو محل کے ایک تہہ خانے میں منتقل کر دیا گیا۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو سکی اور ماریا بھی چپکے سے اٹھ کر اس کے ساتھ ہی تہہ خانے میں آ گئی۔

اس تہہ خانے میں ایک سنگ مرمر کا چبوترا تھا جس پر ناگ کے لیے چاندی کے پایوں والا پلنگ بچھا تھا۔ یہ اس کے آرام کے لیے تھا۔ اس کے ارد گرد لوبان سلگانے کے لیے خوشبو دان بنے تھے۔

دیو قامت جب چلا گیا تو عنبر نے ماریا سے کہا۔

''ماریا! فکر نہ کرو۔ رات کو تم میرے بستر پر سو جایا

کرنا۔ میں کونے میں کمبل لے کر پڑا رہوں گا''۔

ماریا نے کہا۔

''جادوگر کو پتہ لگ گیا تو اسے شک پڑ جائے گا''۔

''ارے جہنم میں جائے یہ کمینہ جادوگر! تم رات کو آرام تو کر لیا کرو گی۔ ہمارا کیا ہے۔ ہم تو ان مشکلوں کے عادی ہیں اور پھر میں ناگ بن کر بھی رات بڑے مزے سے جہاں چاہوں لیٹ کر گزارا کر سکتا ہوں''۔

ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ دروازہ کھلا اور دیو قامت ہاتھ میں لوبان اور طرح طرح کے بخورات لے کر آ گیا۔

ماریا پرے ہٹ کر بیٹھ گئی۔ اس نے عنبر کے چاروں طرف لوبان وغیرہ سلگا دیئے۔ اس کے دھوئیں سے سارا کمرہ بھر گیا۔

یہ دھواں بڑا ہلکا تھا اور خوشبو اس قدر تیز تھی کہ برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ اس عرصے میں جادوگر دوزانو ہو کر زمین پر بیٹھا ناگ کی طرف منہ کیے منتر پڑھتا اور بار بار ناگ کی طرف پھونکیں مارتا رہا۔

کافی دیر تک عمل کرنے کے بعد دیو قامت جادوگر اٹھ کر جانے لگا تو ناگ نے کہا۔

''کیا مجھے ہر روز اس دھوئیں کو برداشت کرنا ہوگا؟''۔

جادوگر نے کہا۔

''ہاں ناگ! سوا مہینے یہ تکلیف تمہیں برداشت کرنی ہوگی۔ اس کے بعد تم آزاد ہو گے اور اپنے دوست عنبر سے مل سکو گے''۔

بس عنبر سے ملنے کا خیال تھا جس نے ناگ کو ہر دکھ درد برداشت کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جادوگر چلا گیا تو ماریا کھانسنے لگی۔

کھانستے ہوئے بولی۔

''بڑی مشکل سے میں نے اپنی کھانسی روکی ہوئی تھی۔ کم بخت کے دھوئیں اور خوشبوؤں نے تو میرا ناک میں دم کر دیا تھا''۔

ناگ نے کہا۔

اچھا ہوا کہ جادوگر کے ہوتے ہوئے تم نے کھانسنا نہیں شروع کر دیا۔ وگرنہ ہمارا راز فاش ہو جاتا۔ خدا جانے پھر جادوگر کا سلوک ہمارے ساتھ کیسا ہوتا۔ تم کوشش کرو کہ جب تک عمل جاری رہے، تمہیں کھانسی نہ آئے۔

اگر اسے پتہ چل گیا کہ ایک عورت بھی یہاں موجود ہے جو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تو جادوگر تمہیں پکڑنے کی کوشش کرے گا۔

ماریا بولی۔

لیکن میں دھوئیں سے بچ کر کہاں جا سکتی ہوں۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے، تم اس وقت کسی طرح کمرے سے باہر نکل جایا کرو"۔

آخر میں طے پایا کہ ماریا اس وقت کمرے سے باہر نکل جایا کرے گی جب جادوگر ناگ پر لوبان سلگا کر اپنا عمل کر رہا ہوگا۔

یونہی دن گزرتے چلے گئے۔ سوا مہینہ پورا ہونے میں کوئی تین چار روز باقی تھے کہ ایک عجیب واقعہ ہوا۔ جادوگر ناگ پر اپنا عمل کر رہا تھا۔

ماریا کمرے سے باہر ایک ستون کے پاس چبوترے پر اکیلی بیٹھی جادوگر کے باہر نکلنے کا انتظار کر

رہی تھی کہ وہاں سے دو آدمیوں کا گزر ہوا۔

ان میں سے ایک بوڑھا تھا اور دوسرا نوجوان جب وہ ماریا کے قریب سے گزرنے لگے تو نوجوان نے کہا، صرف چار روز باقی رہ گئے ہیں اور ابھی تک بڑے بت کے چبوترے پر سرخ کیسر نہیں ڈالا گیا۔

میں کہتا ہوں، پھر قربانی کیسے دی جائے گی۔

بوڑھے نے کہا۔

''میرا خیال ہے، آج رات بت کے چبوترے پر کیسر بکھیر دیا جائے گا، لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ ہمارا گرو جادوگر قسمت کا دھنی ہے جو اسے اتنی جلدی ایک ناگ مل گیا جو انسان کی شکل میں زندہ ہے۔ایسا

آدمی تو ہزاروں برس کے بعد کہیں جا کر ملتا ہے''۔

ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔اسے کچھ شبہ ہوا کہ معاملہ خراب ہے اور دال میں کچھ کالا ضرور ہے۔

وہ ان دونوں کی باتیں سن کر چونکی ہوگئی۔وہ ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔آگے جا کر دونوں تہہ خانے سے باہر نکل گئے۔

انہوں نے اور کوئی بات نہ کی۔ماریا کچھ پریشان سی ہو کر واپس اپنی جگہ پر آگئی۔اتنی دیر میں جادوگر اپنا عمل پورا کر چکا تھا۔

وہ باہر نکلا تو ماریا کمرے میں چلی گئی۔اس نے جو باتیں سنی تھیں وہ ساری ناگ کو بتا دیں۔ناگ بھی

سوچ میں پڑ گیا۔

آخر بولا۔

"معاملہ الجھ گیا ہے۔ جادوگر کی نیت ٹھیک معلوم نہیں ہوتی۔ میرا خیال ہے، شوراگا بہن سے مل کر کہنا چاہیے کہ وہ اس معاملے کی تحقیقات کرے"۔

ماریا نے کہا۔

"تم شوراگا سے کہو اور میں اپنے طور پر چل کر پتہ کرتی ہوں کہ ہسپانوی شہزادی سامو تا اس محل میں کس جگہ پر قید ہے۔ ضرور اسے بھی کچھ نہ کچھ معلوم ہو گا"۔

ناگ بولا۔

میرے خیال میں تم شہزادی کو تلاش کرنے کا خطرہ مول نہ لو یہ سارے کا سارا محل جادوگر ہے۔ بلکہ بھوت گھر ہے۔

یہاں کوئی بھی شے کسی وقت بھی ہو سکتی ہے بہتر یہی ہے کہ تم اس خیال کو ترک کر دو۔ شوراگا ہمیں سب کچھ پتہ کر کے بتا دے گی"۔

ماریا نے ناگ کی بات مان لی۔ لیکن دل میں اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ بات کی تہہ تک پہنچنے کی پوری پوری کوشش کرے گی۔

رات کو شوراگا ناگ کا کھانا لے کر آئی تو اس نے ساری بات اس کے سامنے کھول کر رکھ دی۔

شوراگا نے حیرانی سے پوچھا۔

''مگر ناگ بھائی! تم تو اندر چبوترے پر تھے۔ پھر تم نے باہر سے گذرتے ملازموں کی گفتگو کیسے سن لی؟''۔

اب تو ناگ گھبرا گیا۔ اسے خیال ہیں نہیں تھا کہ ماریا کو تو اس نے سب سے چھپایا ہوا ہے۔ آئیں بائیں شائیں کرنے لگا۔

آخر بولا۔

''شوراگا بہن! اب تم سے کیا چیز چھپا سکتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میں چونکہ بنیادی طور پر سانپ ہوں۔ اس لیے مجھ میں پانچ سو برس زندہ رہنے کے بعد اتنی

طاقت ہو گئی ہے کہ میں پانچ سو گز کے دائرے میں ہونے والی گفتگو بالکل ٹھیک ٹھاک سن لیتا ہوں''۔

شوراگا بھلا اس پر کیا اعتراض کر سکتی تھی۔ اسے یقین آ گیا۔

ناگ نے کہا۔

''بہن! اگر تم مجھے اپنا بہن سمجھتی ہو تو معلوم کرو اصل راز کیا ہے اور جادوگر کے دل میں کیا ہے؟''۔

شوراگا بولی۔

''میں نے تمہیں بھائی کہا ہے اور اب ساری زندگی تمہیں اپنا بھائی ہی سمجھتی رہوں گی۔ میں ابھی جا کر معلوم کرتی ہوں کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے

والا ہے، تم فکر نہ کرو"۔

اتنا کہہ کر شوراگا چلی گئی۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ دیر ماریا اور ناگ باتیں کرتے رہے پھر بھی وہ سونے کی تیاری کر رہے تھے کہ دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی۔

اس وقت رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی۔

ناگ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ماریا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

یہ شوراگا تھی۔ اس نے اپنے سارے جسم کو سیاہ چادر میں ڈھانپ رکھا تھا۔ اس نے اندر آتے ہی دروازہ بند کر دیا اور ناگ کی طرف سے حیرانی سے

دیکھ کر بولی۔

"تم کس عورت سے باتیں کر رہے تھے؟"۔

ناگ ذرا گھبرایا۔ پھر سنبھل کر بولا۔

"عورت؟ بھلا یہاں تمہارے سوا اور کون عورت ہو سکتی ہے؟"۔

شوراگا بولی۔

"نہیں۔ میرے سوا بھی معلوم ہوتا ہے، یہاں کوئی ہے اور میں نے اس عورت کی آواز سنی ہے۔ وہ تم سے کچھ کہہ رہی تھی"۔

ناگ نے ہنس کر کہا۔

"یہ تمہارا وہم ہے شوراگا! میں اس کمرے میں

www.urdurasala.com

بالکل اکیلا ہوں اور کسی عورت سے بات کرنے کا تو
سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں یہ بتاؤ کہ تم اتنی رات
گئے کیا خبر لائی ہوئی ہو؟“۔

اگرچہ شوراگا۔ کا شک دور نہیں ہوا تھا لیکن دوسری
طرف معاملہ چونکہ بڑا سنگین تھا اور وہ بڑی خوفناک خبر
لائی تھی، اس لیے موضوع بدلتے ہوئے بولی۔

زندگی سخت خطرے میں ہے۔ ناگ بھائی! آج
سے ٹھیک چار روز بعد رات کو تمہیں بڑے بت کے
چبوترے پر ڈال کر ہلاک کر دیا جائے گا۔

پھر تمہارے خون کو جادوگر اپنے سارے بدن پر
ملے گا اور یوں اسے پھر سے انسان کی شکل مل جائے

گی اور وہ شہزادی سامونا سے بیاہ کر سکے گی۔

اتنا سننا تھا کہ ناگ کے پاؤں تلے سے زمین نکل
گئی ماریا بھی اپنی جگہ پر حیرت زدہ ہو کر رہ گئی مگر وہ کچھ
بول نہ سکتی تھی۔ شوراگا کو پہلے ہی اس کی موجودگی پر
شک تھا۔

ناگ نے کہا۔

”کیا یہ اطلاع بالکل صحیح ہے؟“۔

شوراگا نے کہا۔

”سو فیصد صحیح ہے ناگ! میں ادھر دیکھ رہی ہوں۔
بڑے بت کے آگے کیسر ڈالا جا رہا ہے اور جس
چھرے سے تمہیں ہلاک کیا جائے گا اور تمہارا پیٹ

چاک کیا جائے گا اس کو ابھی سے تیز کرنا شروع کر دیا
گیا ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔تم تو کہتی ہو کہ میرا
کسی بھی شکل میں بدل جانا یہاں بے کار ہو گا تو پھر
میں یہاں سے کیسے اپنی جان بچا سکوں گا؟“۔

شوراگا نے کہا۔

”فکر نہ کرو ناگ بھائی! میں سارا انتظام کر دوں
گی، لیکن تمہیں ایک بات ضرور مجھے بتانی ہو گی؟ کیا
اس کمرے میں تمہارے ساتھ کوئی دوسری عورت بھی
موجود ہے؟“۔

ناگ ہنس پڑا۔

”بہن شوراگا! تمہیں تو وہم ہو گیا ہے۔ بھلا یہ
کیسے ہو سکتا ہے کہ اس کمرے میں کوئی دوسری عورت
بھی موجود ہو اور تمہیں دکھائی نہ دیتی ہو؟“۔

شوراگا نے کہا۔

تم چاہے لاکھ کہو لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں کوئی
دوسری عورت موجود ہے۔بہر حال یہ بعد میں دیکھا
جائے گا۔سب سے پہلے تو میں تمہارے یہاں سے
فرار کا بندوبست کرتی ہوں۔

ناگ بولا۔

شوراگا! میں چاہتا ہوں کہ ہسپانوی شہزادی

سامونا کو بھی یہاں سے نکال کر لے جاؤں اور اسے اس کے ماں باپ کے حوالے کر دوں۔ یہ ایک نیک کام ہے۔ میرا خیال ہے، تم ضرور اس سلسلے میں بھی ہماری مدد کرو گی۔

"کیوں نہیں"۔

شوراگا نے کہا۔

"میں اس سلسلے میں ضرور تمہاری مدد کروں گی مگر مشکل یہ ہے کہ وہ جس تہہ خانے میں بند ہے، اس کی چابی ہر وقت جادوگر کے پاس رہتی ہے"۔

ناگ نے پوچھا کہ کیا وہ چابی اپنی کسی خاص جیب میں رکھتا ہے؟۔

یہ بات وہ اس لیے بھی پوچھنا چاہتا تھا کہ ماریا کو چابی نکالنے میں آسانی ہو، کیونکہ سوائے ماریا کے دوسرا کوئی شخص بھی جادوگر کی جیب سے چابی نہیں نکال سکتا تھا۔

اس بات کو شوراگا نے محسوس نہ کیا کہ ناگ جادوگر کی جیبوں کے بارے میں اتنا کیوں کرید کرید کر پوچھ رہا ہے۔

اس نے جواب میں کہا کہ جادوگر کے گلے میں ایک لاکٹ ہے۔ سامونا شہزادی کے کمرے کی چابی اس لاکٹ میں بند رہتی ہے۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے لیکن اب میری جان کیسے بچے گی؟ تمہیں اس سلسلہ میں بھی کچھ نہ کچھ کرنا ہوگا"۔

شوراگا کہنے لگی۔

میں جادوگر کے خلاف کوئی ٹونا اور تعویذ گنڈا تو کر نہیں سکتی۔ ہاں اتنا ضرور میرے اختیار میں ہے کہ اس تہہ خانے کا دروازہ رات کو باہر سے کھول دوں اور تم یہاں سے فرار ہو جاؤ۔

جس رات یا صبح کو تمہیں فرار ہونا ہوگا، اس روز تمہیں گھوڑے تیار ملیں گے۔ لیکن تم جادوگر کے اثر سے بچ نہ سکو گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ تم اس بت کی آنکھ میں لگا ہوا ہیرا نکال کر اپنے قابو میں

کرو۔ جس وقت یہ ہیرا تمہارے قابو میں آ جائے گا، تم پر جادو کا اثر نہیں ہوگا، لیکن وہ تم پر تلوار سے وار کر کے تمہیں ہلاک ضرور کر سکے گا۔

ناگ نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں آج ہی اس ہیرے کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور صبح صبح منہ اندھیرے سامونا شہزادی کو لے کر میں اس محل سے نکل جاؤں گا۔ کیا تم ہمارے لیے تین گھوڑوں کا بندوبست کر سکتی ہو؟"۔

"کیوں نہیں۔ تمہیں تینوں گھوڑے محل کے پچھلے دروازے پر صبح کے وقت تیار ملیں گے"۔

شورا گا کے جانے کے بعد ناگ نے ماریا سے کہا۔

"وہ عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے ماریا۔ اب ہم ایک منٹ بھی ضائع نہیں کر سکتے۔ یہاں سے نکل کر بڑے بت کی آنکھ سے ہیرا چرانے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم ایسا کروں کہ ابھی جاؤ اور جادوگر کے لاکٹ سے تہہ خانے کی چابی نکال لاؤ۔ جلدی کرو"۔

ماریا اسی وقت کمرے سے نکل گئی۔ ناگ نے فوراً سانپ کا روپ دھارا اور کمرے سے نکل کر مختلف برآمدوں اور راہداریوں میں رینگتا ہوا اس ہال کمرے میں آ گیا جس کے بڑے سے چبوترے پر

بت کھڑا تھا اس کی ایک آنکھ میں ہیرا چمک رہا تھا۔

ناگ رینگتا ہوا بت کے اوپر چڑھ گیا اس کی آنکھ کے پاس جا کر اس نے آنکھ کے ہیرے کو اپنا منہ کھول کر اپنے جبڑوں میں لیا اور نوچ کر واپس چل پڑا۔ یہ کام اتنی جلدی ہو جائے گا، اسے یقین نہیں تھا۔ کمرے میں آ کر وہ پھر سے انسان بن گیا اور ہیرا اس نے اپنی کمر کے ساتھ باندھ لیا۔

ادھر ماریا بھی محل کے مختلف برآمدوں میں سے گزرتی، آخر تلاش کرتی کرتی جادوگر کے کمرے میں پہنچ گئی۔

جادوگر گہری نیند سو رہا تھا۔ لاکٹ اس کے گلے

میں پڑا تھا۔ ماریا دبے پاؤں جادوگر کے پاس آ کر رک گئی۔ ایک پل کے لیے اس نے اپنا سانس درست کیا اور پھر ہاتھ بڑھا کر لاکٹ کو تھام لیا۔

وہ اسی طرح کھڑی رہی، یہ دیکھنے کے لیے کہ کہیں وہ جاگ تو نہیں پڑے گا۔ جادوگر گہری نیند سو رہا تھا ماریا نے بڑے سکون سے لاکٹ کھول کر اس میں سے چابی نکال کر اپنی جیب میں رکھی۔ اور جدھر سے آئی تھی، ادھر سے ہوتی ہوئی واپس اپنے کمرے میں آ گئی۔

ناگ اس کا انتظار کر رہا تھا۔ چابی اس نے ناگ کے حوالے کی۔ دونوں بڑی تیزی سے باہر نکلے اور

شہزادی سامونا کے تہہ خانے کی طرف چل پڑے۔ شوراگا کے بتائے ہوئے اشاروں کے مطابق وہ سامونا کے تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

ناگ نے چابی نکال کر تالے میں گھمائی۔ تالہ کھل گیا۔ وہ اندر آ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑی نازک خوبصورت اور معصوم شہزادی ایک گھاس پھوس کے بستر پر لیٹی سو رہی ہے۔

ناگ نے قریب جا کر اسے جگایا۔ سامونا نے اٹھ کر آنکھیں ملتے ہوئے ناگ کو دیکھا۔

''کون ہو تم؟''۔

ناگ نے مختصر لفظوں میں جلدی جلدی اسے بتایا

کہ وہ اسے بچانے آیا ہے۔ لہذا اسے چاہیے کہ جتنی جلدی ہو سکے، اس کے ساتھ چل دے۔

سامونا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ آخر اسے وہاں سے نجات دلانے والا پہنچ گیا۔

شہزادی کو لے کر ناگ اور ماریا تہہ خانے سے باہر آ گئے۔ رات کا پچھلا پہر بڑی تیزی سے گذر رہا تھا۔ شوراگا نے جس دروازہ کا ذکر کیا تھا۔ یہ لوگ اسی طرف کو آ گئے۔

یہ دروازہ شوراگا نے پہلے ہی سے کھول رکھا تھا۔ اس دروازے سے نکل کر وہ ایک غار میں سے ہوتے ہوئے محل کے باہر آ گئے۔

ہیرا ناگ کے پاس تھا۔ اسے یقین تھا کہ اب جادوگر کا کوئی جادو اس پر اثر نہیں کر سکے گا۔ ایک جگہ شوراگا نے تین گھوڑے کھڑے کر رکھے تھے۔ وہ خود وہاں نہیں تھی۔

ناگ نے دل ہی دل میں شوراگا بہن کا شکریہ ادا کیا اور شہزادی سامونا کو ساتھ لے کر گھوڑے پر سوار ہوا اور گھوڑوں کو سرپٹ دوڑانے لگا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ سامونا شہزادی ماریا سے بے خبر تھی۔ اسے صرف اسی قدر معلوم تھا کہ ایک خالی گھوڑا اس کے ساتھ چلا جا رہا ہے۔

اس سے پہلے ماریا جس گھوڑے پر سوار ہوتی، وہ

بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہو جاتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے سے ماریا اپنے میں یہ تبدیلی دیکھ رہی تھی کہ وہ ایک گھوڑے پر سوار ہوئی تو گھوڑا غائب نہیں ہوتا تھا۔ یہ لوگ محل سے کافی دور نکل آئے تھے۔ اب دن نکلنا شروع ہو گیا تھا۔

ادھر جادوگر کو جب علم ہوا کہ ناگ کے ساتھ سامونا شہزادی بھی غائب ہے تو اس کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔

اس نے جادو کے زور سے سارے علاقے میں آسمانی بجلیوں سے حملہ کر دیا۔ جگہ جگہ ویرانے اور جنگل میں بجلی گرنے لگی لیکن بت کے ہیرے کی وجہ

سے ناگ اور ماریا اور سامونا جادو کی بجلیوں سے بچے رہے۔

سارا دن یہ گھوڑوں پر سوار چلتے گئے۔ رات کو انہوں نے جنگل عبور کر لیا۔ وہ جنگل سے نکل کر دریا کے کنارے آ گئے۔

دریا کافی چوڑا تھا۔ دور ایک کشتی کنارے کے ساتھ بندھی تھی۔ یہ لوگ گھوڑوں سمیت کشتی میں سوار ہو گئے۔ کشتی نے دریا پار کر لیا۔

دوسری جانب خشک پہاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ رات کو انہوں نے ایک جگہ آرام کیا۔ اگلے روز وہ پھر سفر پر روانہ ہو گئے۔ کوئی چار روز کے

مسلسل سفر کے بعد آخر یہ لوگ ایک بندرگاہ پر پہنچے۔ ناگ سامونا اور ماریا ایک جہاز پر سوار ہوئے۔ سمندر میں ایک مہینہ سفر کرنے کے بعد یہ جہاز ہسپانیہ کی بندرگاہ سے جا لگا۔

وہاں کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ بادشاہ کی بیٹی جو کہ گم ہو گئی تھی، واپس اپنے شہر میں آ گئی ہے تو انہوں نے خوشی سے ناچنا شروع کر دیا۔

بادشاہ کو خبر ملی تو وہ محل سے نکل کر اپنی بیٹی کے استقبال کے لیے بندرگاہ پر آ گیا۔ سامونا کو سینے سے لگا لیا۔ ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ناگ کو محل میں شاہی مہمان کے طور پر ٹھہرایا۔

چھ سات روز شاہی محل کی ضیافتیں کھانے اور آرام کرنے کے بعد ماریا اور ناگ نے بادشاہ سے اجازت لی اور عنبر کی تلاش میں ایک چھوٹے جہاز پر سوار ہو کر قرطاجنہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئے، کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ ان کا جہاز غلاموں کو لے کر قرطاجنہ ہی جا رہا تھا۔

اڑن طشتری

دور سے جزیرے کے درخت نظر آئے۔

عنبر جہاز کی چرخی کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے بادبانوں کا رخ جزیرے کی طرف موڑ دیا۔ نجومی نے خوش ہو کر کہا کہ یہی جزیرہ کھیتالہ ہے اور اسی جگہ ناگ اور ماریا جادوگر سامری کی قید میں ہیں۔

دوپہر کے بعد جہاز جزیرے کے ساحل کے

ساتھ جا لگا۔ لنگر پھینک دیا گیا۔ مکار نجومی نے عنبر کو ساتھ لیا اور جزیرے میں آ گیا۔

اس کی سازش یہ تھی کہ کسی طرح عنبر کو جزیرے کی پرلی طرف والی گھاٹیوں میں لے جائے۔ یہاں بڑے گہرے غار اور بڑے بڑے کھڈ تھے۔

ان کے بارے میں مکار نجومی کو پورا پورا علم تھا۔ عنبر اس جزیرے میں پہلی بار داخل ہو رہا تھا۔ اسے صرف اس بات کی خوشی تھی کہ وہ یہاں ناگ اور ماریا سے مل سکے گا۔

نجومی کے ساحل کی ریت پر بیٹھ کر ایک بار پھر زائچہ بنایا۔ کچھ دیر داڑھی کے بالوں میں انگلیاں پھیر

پھیر کر جھوٹ موٹ غور کرتا رہا اور پھر بولا۔

''میرا زائچہ بتا رہا ہے کہ اس وقت تمہارے دونوں بہن بھائی جزیرے کے جنوب میں کسی غار میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور تمہیں یاد کر رہے ہیں''۔

عنبر ماریا اور ناگ سے ملنے کی خوشی میں سب کچھ بھول گیا۔ اس نے ذرا غور نہ کیا کہ کہیں یہ مکار نجومی اسے کسی جال میں تو نہیں پھانس رہا۔

اس نے خوش ہو کر پوچھا۔

''تو جلدی چلو۔ میں ابھی انہیں جا کر رہا کراتا ہوں''۔

''ہاں ضرور چلو''۔

مکار نجومی کا ہر تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھ رہا تھا۔ اس نے عنبر کے دل میں شدید اشتیاق پیدا کر دیا تھا۔ اور اب اسے اپنے اشاروں پر چلا رہا تھا۔

وہ اسے لے کر جزیرے کے جنوب میں آ گیا۔

یہاں چھوٹے چھوٹے چٹانی پہاڑ تھے۔ اور جگہ جگہ غار بنے ہوئے تھے۔

کئی غاروں میں سمندر کا پانی داخل ہو چکا تھا۔

نجومی ان غاروں کے ساتھ آگے چلا جا رہا تھا۔ آگے ایک چھپی ہوئی گہری کھڈ تھی۔

نجومی عنبر کو اسی کھڈ کے کنارے لا کر کھڑا کرنا چاہتا

تھا۔ عنبر پیچھے آ رہا تھا۔ نجومی اس کھڈ کے قریب کھڑا ہو
گیا۔ یہاں اس قدر جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں کہ کسی کو
معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہاں نیچے گہری کھڈ ہے۔

نجومی نے کہا۔

''جلدی آؤ میرے حضور! بس یہاں سے جادوگر
سامری کی سرحد شروع ہوتی ہے۔ یہاں سے آگے
صرف آپ ہی جا سکتے ہیں۔ میری مجال نہیں کہ ایک
قدم بھی اٹھا سکوں''۔

عنبر نے قریب آ کر پوچھا۔

''کیا سامری جادوگر نے یہیں کہیں ناگ اور
ماریا کو قید کر رکھا ہے؟''۔

نجومی نے کہا۔

وہ سامنے جو غار تم دیکھ رہے ہو، بس اسی غار میں
تمہارے دونوں بہن بھائی سامری کی قید میں ہیں۔
تمہیں یہاں سے چل کر اس غار میں جانا ہوگا۔ تم پر
سامری کے جادو کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

اس نے آگے آگ کا دائرہ لگا رکھا ہے، لیکن تم
اس دائرے کو عبور کر جاؤ گے، کیونکہ تم پر دیوتاؤں کا اثر
ہے۔ اب دیوتا کا نام لے کر آگے بڑھو اور اپنے بھائی
اور بہن کو ظالم جادوگر کی قید سے آزاد کروا لاؤ۔ میں
اسی جگہ بیٹھا تمہارا انتظار کروں گا۔

عنبر نجومی کی باتوں میں پوری طرح پھنس چکا تھا

اس کی عقل پر پردہ پڑ گیا تھا۔ اس نے نجومی کی طرف ایک بار دیکھا اور کہا۔

"میں ابھی ناگ اور ماریا کو ساتھ لے کر اور جادوگر کو ہلاک کر کے آتے ہوں۔ تم اسی جگہ میرا انتظار کرنا"۔

یہ کہہ کر عنبر نے قدم آگے بڑھایا۔ جونہی وہ آگے بڑھا اس کا پاؤں ایک ایسی جھاڑی پر پڑا جس کے نیچے گہرا کھڈ تھا۔

عنبر دھڑام سے کھڈ کے اندر جا گرا۔ اب اسے عقل آئی کہ مکار نجومی نے اس کے ساتھ دھوکا کیا ہے اور وہ اس کے خزانے پر قبضہ جمانے کے لیے اسے

دھوکے سے اس بے آباد جزیرے پر لے آیا ہے اور اس کھڈ میں گرا دیا ہے۔

اسے نجومی کے قہقہے کی آواز سنائی دی نجومی کو یقین تھا کہ عنبر اتنے گہرے کھڈ سے باہر نہیں نکل سکے گا اور یہ تھی بھی سچی بات۔

عنبر مر نہیں سکتا تھا لیکن اس میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ اتنے گہرے کھڈ سے باہر نکل آئے جو بالکل کنوئیں کی مانند تھا۔

مکار نجومی اب ایک پل بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے واپس جہاز کی طرف بھاگا۔

جزیرے کے درختوں میں سے نکل کر وہ سیدھا ساحل

سمندر پر آ گیا۔

بادبانی جہاز کنارے پر کھڑا تھا۔ اس نے جہاز پر سوار ہو کر اس کا لنگر اٹھایا۔ بادبان کھولے اور چرخی پر کھڑے ہو کر جہاز کا رخ جزیرے کی جانب سے واپس سمندر کی طرف موڑ دیا۔

ہوا خوب چل رہی تھی۔ جہاز نے بڑے سکون اور ہموار رفتار کے ساتھ کھلے سمندر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ شام تک جہاز کھلے سمندر میں تھا اور اب جزیرہ کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

مکار نجومی اپنی اس کامیابی پر بے حد خوش تھا۔ اگر ملاحوں کو ساتھ ملاتا تو اسے خزانے کے چار حصے کرنے

پڑتے۔

اب وہ اکیلا ہی خزانے کا مالک تھا۔ عرشے کی سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے تہہ خانے میں آ گیا۔ اس نے خفیہ تہہ خانے کا تالہ توڑ ڈالا۔ اندر گیا۔ صندوق ترپالوں کے نیچے ہی رکھا تھا۔

صندوق کا بھی تالہ توڑ دیا گیا۔ ڈھکنا اٹھا کر اس نے سونے چاندی کے زیورات اور بڑے قیمتی ہیرے جواہرات کو اندھیرے میں ستاروں کی طرح چمکتے دیکھا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔

یہ سوچ کر کہ وہ اکیلا اتنے بڑے خزانے کا مالک ہے، اس کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا۔ جواہرات

کو کبھی وہ آنکھوں سے لگاتا، موتیوں کو بار بار چومتا، زیورات اپنے گلے میں ڈال کر دیکھتا۔

جب اس کا جی اتنی عظیم دولت دیکھ کر بھر گیا تو اس نے صندوق بند کر کے اس پر نیا تالا ڈالا۔ اور اوپر جہاز کے عرشے پر آ گیا۔

نجومی نے اس جانب دیکھا جدھر جزیرہ تھا اور جس کی ایک کھڈ میں عنبر ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا تھا۔ ادھر سوائے سمندر کی لہروں کے اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔ عنبر کا تعلق اس جہاز اور خزانے سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو چکا

تھا۔ اس سے بڑھ کر نجومی کا حسین ترین دن تھا۔ وہ دنیا کا خوش قسمت ترین انسان تھا۔

اس کے خاندان والوں نے آج تک اتنی دولت کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس نے جہاز کا رخ قرطاجنہ کی بجائے ہسپانیہ کی ایک گمنام سی بندرگاہ کی طرف موڑ دیا۔

یہاں اس کی ایک بھانجی رہتی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اس بندرگاہ پر اتر کر وہ یہ جہاز فروخت کر دے گا۔ کچھ روز اپنی بھانجی کے ہاں قیام کرے گا اور پھر کسی قافلے کے ساتھ شریک ہو کر شمالی افریقہ کے شہر مگاسا میں جا کر ایک شاندار محل تعمیر کرائے گا۔ اور باقی عمر

عیش و آرام سے بسر کر دے گا۔

جہاز بڑے سکون کے ساتھ اپنی منزل کی طرف چلا جا رہا تھا۔

عنبر نے جب محسوس کیا کہ وہ کھڈ میں بری طرح پھنس گیا ہے۔ اور اب کسی صورت بھی وہ اس کنوئیں جیسی کھڈ سے نہیں نکل سکتا تو ایک لمحے کے لیے تو صبر شکر کر کے بیٹھ گیا اور غور کرنے لگا۔

اس نے ایک بار پھر کھڈ کے چاروں طرف دیکھا۔ سورج غروب ہو رہا تھا اور اس کی سنہری کرنیں ایک جانب سے ترچھی ہو کر کھڑی دیوار پر پڑ رہی تھیں۔

اس نے دیکھا کہ ایک جھاڑی اندر کی طرف لٹکی ہوئی ہے۔ یہ کافی اونچائی پر تھی۔ اگر کسی طرح وہ ادھر ادھر سے پتھر جمع کر کے نیچے چبوترہ سا بنا لے تو اچھل کر اس جھاڑی کو پکڑ سکتا تھا۔

عنبر نے ہمت سے کام لیا اور اٹھ کر اسے کھڈ میں جہاں کہیں بھی کوئی پتھر ملا اسے ایک جگہ جمع کرنا شروع کر دیا۔

کھڈ میں پتھر زیادہ نہیں تھے۔ بہت جلد سارے پتھر ختم ہو گئے۔ لیکن ابھی جھاڑی بہت دور تھی۔ عنبر نے زمین کی مٹی کھود کر پتھر نکالنے شروع کر دیے۔

رات بھر وہ پتھر نکالتا رہا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے

کے بعد وہ پھر کام میں لگ گیا۔ جزیرے پر صبح ہوگئی۔ اسے درختوں پر گاتے بولتے پرندوں کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

یہ ایک طرح سے آزادی کا پیام تھا۔ اس کے دل میں ایک نیا جذبہ ابھر آیا۔ عنبر نے سارے پتھروں کو دیوار کے ساتھ جوڑنا شروع کر دیا۔

سورج سر کے اوپر آ گیا تو وہ ایک چبوترا تیار کر چکا تھا اب جو اس نے چبوترے پر کھڑے ہو کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ جھاڑی کا فاصلہ بمشکل ایک ہاتھ بلند ہو گیا تھا۔

عنبر نے دل ہی دل میں خدا کو یاد کیا اور اچھل کر

جھاڑی کو پکڑ لیا۔ جھاڑی کی جڑ بڑی مضبوط تھی۔ وہ اس کے ہاتھ میں آ گئی۔ اور وہ لٹکنے لگا۔ اس نے جست لگا کر اپنے پاؤں کھڈ کی دیوار کے ساتھ جما لیے۔

اب وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھنے لگا۔ جھاڑی کھڈ کے کنارے تک چلی گئی تھی ایک ایک انچ کھسکتا وہ اوپر چڑھتا چلا گیا۔

انسان ہمت کرے تو خدا بھی اس کی مدد کرتا ہے۔ چنانچہ وہ کھڈ سے باہر آ گیا۔ باہر آ کر وہ اس قدر تھک چکا تھا کہ وہیں زمین پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد اٹھ کر ساحل کی طرف چل پڑا۔

اسے معلوم تھا کہ مکار نجومی اس کا جہاز لے کر جا چکا ہو گا۔ جہاز اور جہاز کے اندر رکھا ہوا خزانہ حاصل کرنے کے لیے ہی تو اس نے عنبر کو کھڈ میں گرایا تھا۔ وہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اس نے جہاز کھڑا کیا تھا۔

آخر وہی ہوا جس کا یقین تھا۔ وہاں دور دور تک جہاز کا نام و نشان نہ عنبر کو بھوک محسوس ہوئی اور پیاس بھی تنگ کرنے لگی۔

اس نے جزیرے میں گھوم پھر کر دیکھا کہ جزیرہ بہت چھوٹا سا تھا اور درخت بڑے گھنے اگے ہوئے تھے۔ ایک جگہ پانی کا ایک چھوٹا سا تالاب مل گیا۔

پانی میٹھا تھا۔

اس نے پیاس بجھائی اور ایک درخت کے پھل بھی کھائے۔ اب سمندر کے کنارے آ گیا اور ایک جگہ پتھروں کے ساتھ ٹیک لگا کر لیٹ گیا اور سوچنے لگا، اس جزیرے سے کیسے باہر نکلے؟۔

سلامبو کی روح کو بلانے یا اس کی تابع روح کو بلانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا، کیونکہ دوسری روح دوبارہ آنے کے بارے میں انکار کر چکی تھی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ جب تک اس جزیرے کی طرف کوئی جہاز نہیں آتا، وہ اس جزیرے سے نجات حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ دوپہر تک عنبر وہیں بیٹھا غور و فکر

کرتا رہا۔

اصل میں جزیرے کو عنبر بے آباد سمجھ رہا تھا، وہ بے آباد نہیں تھا بلکہ اس کے غار میں ایک ہاتھی جتنا اونچا، لمبا اور خونخوار جانور رہتا تھا۔

اس کی شکل ایک بہت بڑی چھپکلی سے ملتی جلتی تھی۔ یہ جزیرے کے درخت کھا کر غار میں لیٹ جاتا۔ ہفتے کے بعد غار سے نکلتا اور سمندر کنارے آ کر پانی پیتا اور واپس اپنے غار میں چلا جاتا تھا۔

بدقسمتی سے جس وجہ عنبر ساحل سمندر پر بیٹھا تھا، اسی روز خونخوار جانور کو پانی پینے آنا تھا۔ عنبر نے بیٹھے بیٹھے ایسی آواز سنی جیسے کوئی شے جھاڑیوں کو توڑتی

مروڑتی آگے بڑھ رہی ہے۔

وہ چونک کر ہوشیار ہو گیا۔ ادھر خونخوار جانور نے بھی فضا میں کسی انسان کی بو سونگھ لی تھی اور اپنی ہاتھی جیسی سونڈ ادھر ادھر گھما رہا تھا۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

اچانک کیا دیکھتا ہے کہ سامنے درختوں میں سے ایک بے حد، بدصورت، اونچا، لمبا، بدوضع اور بھیانک سرخ آنکھوں والا جانور رینگتا ہوا باہر نکلا اور عنبر کے قریب ریت پر آ کر زور زور سے اپنی دم اور سونڈ ہلانے لگا۔

اس کے منہ سے پھنکاریں نکل رہی تھیں اور آنکھیں آگ کے شعلے برسا رہی تھیں۔ عنبر نے اپنی

ہزاروں سالہ زندگی میں اس قسم کا بھیانک اور خونخوار جانور آج تک نہ دیکھا تھا۔ پہلے تو وہ اس قسم کی شکل دیکھ کر ڈر گیا۔

پھر اس نے سوچا کہ اگر وہ ڈر گیا تو یہ جانور اس پر حملہ کر دے گا۔ اگرچہ وہ اسے ہلاک نہیں کر سکے گا۔ لیکن اسے ہڑپ کر گیا تو وہ اس کے پیٹ میں جا کر بڑی مشکل میں پھنس جائے گا۔

جانور بھی شاید عنبر کے خیالات سے واقف ہو گیا تھا۔ اس نے ایک زوردار پھنکار ماری اور عنبر پر حملہ کر دیا۔ عنبر اچھل کر پتھروں کے اوپر چڑھ گیا۔

خونخوار جانور نے اپنی سونڈ زور سے پتھروں پر

ماری عنبر دوسری جانب ریت پر گر پڑا۔ جہاں جانور نے اپنی سونڈ ماری تھی وہاں سے پتھروں کے ٹکڑے اڑ کر دور جا گرے۔

اس کی سونڈ میں بلا کی طاقت تھی۔ عنبر کے پاس کوئی ایسا ہتھیار نہیں تھا جس کی مدد سے وہ اس خوفناک بلا کو ہلاک کر سکے۔

آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے جانور کے آگے کھسکنا شروع کر دیا۔ جانور اس پر لپک کر حملہ کرتا تو عنبر اچھل کر دس گز پیچھے ہو جاتا۔ یوں وہ اسے اپنے پیچھے پیچھے لگائے اس مقام پر لے آیا جہاں گہرا کھڈ تھا۔

عنبر کھڈ کے دوسرے پر پتھروں سے لگا زور زور سے ہانپ رہا تھا۔ پھنکار رہا تھا اور اپنی خون آشام سرخ سرخ آنکھوں سے شعلے برسا رہا تھا۔

عنبر نے ایک پتھر اٹھا کر اسے دے مارا۔ جانور غصے سے بھڑکا اور اچھل کر عنبر پر حملہ آور ہوا لیکن اسے کیا خبر تھی کہ آگے گہرا کھڈ بلکہ کنواں ہے۔

دیکھتے دیکھتے وہ دھڑاک سے کنوئیں میں جا گرا اور ایسی ایسی ہیبت ناک آوازیں نکالنے لگا کہ سارا جزیرہ کانپ اٹھا۔

عنبر نے اوپر سے جھک کر دیکھا۔ خونخوار جانور کھڈ میں پھنس چکا تھا اور جانکنی کے عالم میں اپنی سونڈ اوپر

اسے جگا دیا۔

سب سے پہلے اس نے جا کر کنوئیں میں دیکھا۔ خونخوار جانور بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس نے اوپر سے پتھر پھینکے۔

جانور نے کوئی حرکت نہ کی۔ معلوم ہوا کہ وہ مر چکا ہے۔ عنبر خوش ہوا کہ جزیرے کی بلا سے تو نجات مل گئی۔ اس نے جنگل کے درختوں سے پھل توڑ کر کھائے۔

تالاب سے پانی پی کر پیاس بجھائی اور سمندر کے کنارے کنارے سیر کرنے اور غور کرنے لگا کہ جزیرے سے وہ کیونکہ فرار ہو سکتا ہے اور ناگ ماریا

سے اب کب اور کس طرح سے ملاقات ہو سکے گی۔ یونہی سوچتے سوچتے، چلتے چلتے ہو جزیرے کی دوسری طرف نکل گیا۔

یہاں چھوٹی چھوٹی چٹانیں تھیں اور سمندر کے ساتھ ساتھ ریت کا ساحل نیم دائرے کی شکل میں چلا گیا تھا۔

ذرا آگے جا کر عنبر کو ایک عجیب و غریب شے دکھائی دی۔ وہ ایک پل کے لیے تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

یہ سنگ مرمر کا ایک دائرہ نما چبوترہ تھا جس کے چاروں طرف چاندی ایسے گول سلاخوں کے ساتھ

لگے ہوئے تھے۔

عنبر ان کو غور سے دیکھنے لگا۔ ہاتھ لگایا تو وہ فولاد کی طرح سخت تھے۔ سنگ مرمر کا چبوترہ نہایت ہموار تھا۔ وہاں کسی انسان کے قدموں کے نشان بھی نہیں تھے۔ اگر یہاں کوئی انسان بھی نہیں آیا تو پھر یہ چبوترہ کس نے بنایا؟۔

سلاخوں کے ساتھ چاندی کے یہ مضبوط گولے کس نے لگا دیئے؟ یہ کام تو انسانوں کا معلوم ہوتا تھا۔ عنبر کے دل میں پر اسرار خیالات پیدا ہونے لگے۔ کیا یہاں کوئی جناتی مخلوق رہتی ہے؟

کیا یہ لوگ کوئی جادوگر ہیں جو یہاں آباد ہیں اور

کسی وقت باہر سے آ کر یہاں بسیرا کرتے ہیں۔ عنبر کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ یہ سنگ مرمر کا چبوترہ ایک معمہ بن کر سامنے آ گیا تھا۔

عنبر واپس اپنے جھونپڑے میں آ کر لیٹ گیا اور کبھی ناگ اور ماریا اور کبھی اس سنگ مرمر کے چبوترے کے بارے میں سوچنے لگا۔

شام ہو گئی۔ سمندر کی طرف سے ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔ عنبر دن بھر کے چلنے پھرنے سے تھک گیا تھا۔ اسے جلد ہی نیند نے آ لیا اور وہ سو گیا۔

رات آدھی سے کچھ زیادہ ہی گذری ہو گی۔ کہ اچانک ایک شور کی آواز سے عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ یہ

شور کیا تھا جیسے کسی آتش فشاں پہاڑ کے دہانے سے بڑے زور سے بھاپ خارج ہو رہی ہو۔

عنبر جھونپڑے سے باہر نکل آیا۔ اس نے شور پر کان لگا دیے۔ اب کیا دیکھتا ہے کہ جزیرے کے جنوب کی جانب روشنی کی نیلی نیلی کرنیں بھی اوپر کو اٹھ کر آسمان کی طرف جا رہی ہیں۔

عنبر نے سوچا کہ ضرور ادھر کہیں سے زمین پھٹ گئی ہے اور اس میں سے گرم بھاپ خارج ہونے لگی ہے، لیکن سوال یہ تھا کہ یہ نیلی روشنی کہاں سے آ رہی تھی؟۔

عنبر چکر کھا گیا۔ کچھ خوفزدہ بھی ہوا۔ بے آباد

جزیرہ۔ آدھی رات کا سناٹا۔ نیلی روشنی اور تیز شور۔ تھوڑی دیر بعد شور ختم ہو گیا اور پھر نیلی روشنی بھی جیسے ماند پڑ گئی۔

اب اس کی جگہ ہلکی ہلکی سرخ روشنی پھیل گئی تھی۔ ایسی روشنی عنبر نے ساری زندگی نہیں دیکھی تھی۔ اس کے دل میں تشویش پیدا ہوئی کہ چل کر دیکھا جائے، یہ اسرار کیا ہے۔

وہ چھپتا چھپاتا ایک طرف سے ہو کر درختوں کے پیچھے سرخ روشنی والے مقام کی جانب چل پڑا۔ جوں جوں وہ درختوں میں آگے ہوتا چلا آ رہا تھا۔ سرخ روشنی زیادہ ہوتی جا رہی تھی۔

ایک جگہ وہ پہنچ کر رک گیا۔ درختوں کی آڑ میں ہو
کر جھاڑیوں کو پرے ہٹا کر اس نے دیکھا کہ جہاں
سنگ مرمر کا چبوترہ تھا، اس کے اوپر پوری کی پوری
ایک گول ایک منزلہ عمارت کھڑی ہے۔

جس کی چھت گنبد کی طرز کی بنی ہے اور اوپر سرخ
رنگ کی تیز روشنی چمک رہا ہے۔ ساری گول گنبد نما
عمارت ایسے لگتی تھی جیسے چاندی کی بنی ہوئی ہے۔

عنبر نے ساری زندگی اس قسم کی عمارت نہیں
دیکھی تھی۔ وہ تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا کہ یا خدا! یہ کس کا
مکان ہے؟

کل تک تو یہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر یہ مکان

زمین سے نکل آیا کہ آسمان سے ٹپک پڑا؟۔

اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اس کے دل میں
خوف بھی تھا اور اشتیاق بھی تھا کہ معلوم کرنا چاہیے یہ
کیا معمہ ہے؟۔

اتنے میں ہلکی سی آواز پیدا ہوئی اور عنبر نے دیکھا
کہ چاندی کی تھالی نما عمارت میں اپنے آپ ایک
دروازہ پیدا ہو گیا۔

پھر اندر سے چاندی کی بنی ہوئی نازک سی سیڑھی
خود بخود باہر آ کر زمین کے ساتھ لگ گئی۔ عنبر
جھاڑیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

اب جو کچھ اس نے دیکھا، وہ کسی انسان کو بے

ہوش کرنے کے لیے کافی تھا۔

لیکن عنبر مضبوط اعصاب کا مالک تھا اور وہ اپنی ہزاروں سالہ زندگی میں بڑے بڑے بھیانک واقعات میں سے گزرا تھا۔

اس لیے اپنے ہوش وحواس میں رہا۔ لیکن اتنا ضرور تھا کہ وہ جیسے پتھر کا بت بن گیا تھا اور اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں، کیونکہ اندر سے ایک عجیب وغریب قسم کی مخلوق باہر نکل رہی تھی۔

یہ کل چار آدمی تھے۔ آدمی کیا تھے دو لمبے بازوؤں اور دو ٹانگوں اور انار جیسے سر والی حیرت انگیز مخلوق تھی۔ ہم اسے انسان ہی کہیں گے، کیونکہ ہم ان

کے اصلی نام سے واقف نہیں ہیں۔ ہر انسان نے سلور رنگ کا چاندی جیسا لباس پہن رکھا تھا جو سرخ روشنی میں چمک رہا تھا۔ اور ان کی ٹانگوں اور جسموں کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔

سر کے بیچ میں ایک سرخ رنگ کی آنکھ تھی جس میں سے روشنی کی کرن پھوٹ رہی تھی۔ گردن شانوں کے بالکل ساتھ لگی تھی۔ چہرے پر سوائے آنکھ اور ایک گول گول چھوٹے سے ہونٹ کے اور کچھ نہیں تھا۔ نہ ناک اور نہ کان تھے۔

ہاتھوں پر بھی چاندی جیسے کپڑے کے دستانے چڑھے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں عجیب وغریب قسم کا

ہتھیار تھا جو بڑے پستول سے ملتا جلتا تھا۔

عنبر یہ سب کچھ حیرت کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ یہ چاروں انسان چاندی کی تھالی جیسی عمارت باہر نکل آئے تو سیڑھی اوپر چلی گئی۔

دروازہ بند ہو گیا اور اوپر والی نیلی روشنی بجھ گئی۔ اب گنبد کے اوپر سے صرف سرخ روشنی باہر نکل رہی تھی۔ ان عجیب و غریب انسانوں نے ایک دوسرے کی جانب گردنیں گھما کر دیکھا اور پھر ایک دوسرے کے آگے پیچھے ہو کر جنگل میں چلنا شروع کر دیا۔

عنبر نے محسوس کی کہ وہ تھوڑی دیر میں اس کے قریب سے ہو کر گزریں گے۔ چنانچہ وہ جلدی سے

درخت پر چڑھ گیا اور اپنے آپ کو اس نے جھاڑیوں میں چھپا لیا۔

پتوں میں سے وہ نیچے جھانکتا رہا۔ اسے جھاڑیوں میں بھاری بھرکم قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ عجیب و غریب چاروں انسان ایک قطار میں چلے آ رہے تھے۔

عنبر ایک دہشت کے احساس کے ساتھ انہیں دیکھنے لگا۔ وہ بوجھل سے قدم اٹھاتے اس کے درخت کے نیچے سے گزرتے گئے۔

کچھ دور جا کر جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے تو عنبر درخت پر سے نیچے اترا۔ اس کا خیال تھا کہ چاندی

کی تھالی والی عمارت اب خالی ہوگئی۔ وہاں چل کر پتہ کرنا چاہیے کہ اندر کیا ہے؟

لیکن اس کا دروازہ بند تھا اور سیڑھی بھی اٹھائی جا چکی تھی۔ عنبر قریب آ کر غور سے عمارت کو تکنے لگا۔ اس کے اوپر سے سرخ روشنی ایکدم تیز ہو کر بار بار جلنے بجھنے لگی۔

گویا یہ ایک طرح سے سگنل دے رہی تھی کہ باہر خطرہ ہے۔ کھٹاک سے دروازہ کھل گیا اور ایک اسی قسم کا چاندی جیسے کپڑوں والا انسان نمودار ہوگیا۔ عنبر اسے دیکھ کر وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔

عجیب انسان نے پلک جھپکتے ہی میں اپنی گن اٹھا

کر سیدھی کی اور اس کا بٹن دبا دیا۔

گن میں سے سفید رنگ کی تیز شعاع نکل کر عنبر کے سینے پر پڑی۔ عنبر کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے جسم کے ساتھ گرم گرم سوئی لگا دی ہے۔

مگر اسے ہوا کچھ بھی نہ۔ عجیب انسان نے دوسری بار بٹن دبا کر عنبر پر شعاع پھینکی۔ اس بار بھی عنبر کو کچھ نہ ہوا۔

اب عجیب انسان بھی حیران سا ہوا کہ یہ شعاع اس پر اثر انداز کیوں نہیں ہو رہی؟ جب کہ اس شعاع سے پتھر ریزہ ریزہ ہو جایا کرتے ہیں۔

اب سیڑھی نیچے آنا شروع ہوگئی۔ عنبر وہاں سے سر

پاؤں رکھ کر بھاگا۔ وہ خواہ مخواہ کسی مصیبت میں نہیں
پھنسنا چاہتا تھا۔

بھاگتے بھاگتے وہ جزیرے کی چٹانوں کی جانب
نکل گیا اور رات کے اندھیرے میں ایک بلند چٹان
کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا یہاں سے اسے وہ چاندی
جیسی عمارت نیچے دکھائی دے رہی تھی۔

وہ عجیب انسان جس نے عنبر پر اپنی گن میں سے
شعاع پھینکی تھی، وہاں نہیں تھا۔ سیڑھی نیچے لٹک رہی
تھی۔ ظاہر ہے وہ عنبر کی تلاش میں ہو گیا ہو گا۔ اتنے
میں باقی چار عجیب لوگ بھی واپس آ گئے۔

وہ سیڑھیاں چڑھ کر عمارت کے اندر چلے گئے

تھے۔ تھوڑی دیر بعد پانچواں عجیب انسان بھی واپس آ
گیا۔

اس نے آتے ہی اشاروں میں انہیں
شاید میرے بارے میں کچھ کہا۔ جس پر وہ ایک دم
چونک سے پڑے اور انہوں نے اپنی اپنی گن جنگل کی
طرف کر کے بیک وقت شعاعیں اگلنا شروع کر
دیں۔

ان شعاعوں سے درختوں میں آگ لگ گئی۔
درخت ایکدم جل کر بالکل راکھ ہو گئے۔ ان کی سمجھ
میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ جزیرے میں وہ کونسا
انسان تھا کہ جس پر ان کی مہلک شعاعوں کا کوئی اثر

نہیں ہوا؟۔

انہوں نے مل کر جزیرے میں عنبر کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن عنبر ان کی دسترس سے بہت دور ایک چٹان کے اوپر پتھروں کی اوٹ میں آرام سے بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

اب جزیرے پر سے رات کی سیاہی دور ہو رہی تھی۔ اور صبح کی آمد آمد تھی۔ مشرق کی طرف آسمان پر ہلکی ہلکی نیلی روشنی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔ عنبر جہاں بیٹھا تھا وہاں کوئی بھی نہ آیا تھا۔

پھر اس نے دیکھا کہ پانچوں عجیب انسان اپنی چاندی کی گول عمارت کے سامنے آ کر رک گئے۔ اپنا

اناروں جیسا گول سر گھما کر اکیلی آنکھ سے جیسے چاروں طرف دیکھا اور ایک ایک کر کے عمارت کے اندر سو گئے۔

ان کے اندر جاتے ہی سیڑھی اوپر اٹھ گئی اور دروازہ بن ہو گیا۔ دروازہ بند ہونے کے ساتھ ہی وہی شور پھر پیدا ہو گیا جو سب سے پہلے عنبر نے سنا تھا۔ اس شور سے کان پڑی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ عنبر چٹان کے پیچھے سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

اور پھر دیکھتے دیکھتے یہ چاندی جیسی گول عمارت فضا میں بلند ہوتے ہوتے درختوں سے بھی اوپر ہو گئی۔

اس کے نیچے سے نیلے رنگ کی تیز روشنی نکل رہی تھی اور پھر وہ جزیرے کے اوپر آ گئی۔ اس نے جزیرے کے اوپر ایک چکر لگایا اور آسمان پر اڑتی اڑتی ستاروں میں غائب ہوگئی۔

عنبر چٹان کی اوٹ سے نکل کر باہر آ گیا اور تعجب سے آسمان کو دیکھنے لگا جہاں بے شمار ستارے چمک رہے تھے۔ وہ اڑن طشتری خدا جانے کہاں گم ہوگئی تھی۔

سرخ روشنی کا راز

اب ذرا عنبر ماریا اور ناگ کی بھی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔

شہزادی سامونا کو اس کے ماں باپ کے گھر چھوڑنے کے بعد وہ ایک چھوٹے بحری جہاز پر سوار ہو کر ہسپانیہ کے ساحل سے بہ طرف قرطاجنہ چل پڑے تھے۔

ان کا خیال تھا کہ وہاں ان کی ملاقات عنبر سے ہو سکتی تھی۔ وہ سمندر میں چلے جا رہے تھے۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ لیکن دو روز بعد آسمان پر اچانک کالے کالے بادل چھا گئے اور تیز ہواؤں کے ساتھ موسلا دھار مینہ برسنا شروع ہو گیا۔

تیز ہواؤں نے طوفان کی شکل اختیار کر لی۔ جہاز چھوٹا تھا، ڈولنے لگا۔ ناگ نے فوراً بادبان باندھ ڈالے۔

اس سے جہاز کے ڈولنے کی شدت میں کمی آ گئی۔ رات بھر طوفان جاری رہا۔ دوسرے روز طوفان ختم گیا۔

بادل چھٹ گئے اور نیلے آسمان پر دھوپ چمکنے لگی۔ ناگ اور ماریا جہاز کے عرشے پر آ کر بیٹھ گئے۔ نیلے سمندر پر دور تک ہلکی ہلکی سفید لہروں کی جھالریں سی پڑ رہی تھیں۔

ناگ بولا۔

”ماریا! فرض کرتے ہیں کہ قرطاجنہ میں بھی عنبر سے ملاقات نہیں ہوتی“۔

ماریا نے کہا۔

”تم ہی تو کہتے تھے کہ غلاموں کا جہاز قرطاجنہ جانے والا ہے“۔

”وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن ایسا بھی تو ہو سکتا ہے کہ وہ

جہاز کسی دوسری بندرگاہ کو نکل گیا ہو۔ میرا مطلب کہنے کا یہ ہے کہ اگر عنبر سے وہاں بھی ملاقات نہ ہوئی تو پھر اسے کہاں تلاش کرتے پھریں گے؟"۔

ماریا نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ہماری طویل زنگی میں یہ پہلا موقع نہیں کہ عنبر ہم سے یا ہم عنبر سے بچھڑ گئے ہوں۔ ہم ایک دوسرے سے بچھڑ بھی جاتے ہیں اور پھر آپس میں کچھ دیر کی جدائی کے بعد مل بھی جاتے ہیں"۔

"شاید تم ٹھیک کہتی ہو"۔ ناگ نے سانس بھر کر کہا۔

اچانک ماریا کی نظر سمندر میں دور تک گئی تو اسے کسی جہاز کے بادبان دکھائی دیئے۔

اس نے ناگ سے کہا۔

"شاید کوئی تجارتی جہاز چلا آ رہا ہے"۔

ناگ بھی دور سے نظر آنے والے بادبانی جہاز کو دیکھنے لگا جہاز جوں جوں قریب آ رہا تھا ان کے چہروں پر کچھ حیرت سی بڑھتی جا رہی تھی اور پھر اچانک ماریا چیخ اٹھی۔

"ناگ! یہ تو ہمارا جہاز ہے"۔

ناگ نے بھی غور سے دیکھا تو خوشی سے اچھل پڑا۔

”بالکل ٹھیک کہتی ہو۔ یہ تو ہمارا جہاز ہے۔ وہی
جسے ڈاکوؤں نے اغوا کر لیا تھا اور عنبر اس میں نوکری
کے لیے گیا تھا“۔

ماریا نے کہا۔

”لیکن ہمیں ہوشیار رہنے کی ضرورت ہو گی۔
جہاز پر ڈاکوؤں کا قبضہ ہے۔ خدا جانے عنبر وہاں کس
حال میں ہے“۔

ناگ بولا۔

”جو کچھ بھی ہو گا، دیکھا جائے گا۔ جہاز کو قریب تو
آنے دو“۔

جہاز قریب آ رہا تھا۔ ناگ اور ماریا کا تھا لیکن

اس پر عنبر سوار نہیں تھا۔ بلکہ مکار نجومی عرشے پر کھڑا دور
ناگ کے چھوٹے بادبانی جہاز کو حیرانی سے تک رہا تھا
کہ یہ جہاز سمندر میں کدھر جا رہا ہے۔

ناگ بھی اپنے جہاز کے عرشے پر کھڑا ہو گیا۔ اس
نے سوداگروں جیسا لباس پہن لیا تھا۔ ماریا اس کے
قریب ہی کھڑی تھی لیکن غائب تھی۔

مکار نجومی کا جہاز قریب سے گزرنے لگا تو ناگ
یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ بالکل اکیلا تھا۔ سوائے
ایک بوڑھے شخص کے وہاں اور کوئی نہ تھا۔

ناگ نے اسے دونوں ہاتھ اٹھا کر سلام کیا اور
کہا۔

"میرے محترم! اگر آپ جہاز کو روک لیں تو ہم
آپ سے پینے کا پانی حاصل کرلیں۔ ہمارا پانی ختم ہو
گیا ہے"۔

دونوں جہازوں نے لنگر سمندر میں ڈال دیے۔

وہ کھڑے ہو گئے۔

نجومی نے پوچھا۔

"یہ تم جہاز لے کر اکیلے کہاں جا رہے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"محترم! میرے ساتھی قریبی بندرگاہ پر میری
راہ دیکھ رہے ہیں۔ میں ان کے لیے خالی جہاز لے
کر جا رہا ہوں تاکہ وہاں سے کپاس اور تیل لاد کر

واپس لاسکوں اور آپ بھی تو جہاز پر اکیلے ہی سفر کر
رہے ہیں۔ اتنے بڑے جہاز کو آپ اکیلے کیسے
سنبھالے ہوئے ہیں؟"۔

مکار نجومی مسکرا کر بولا۔

"تم نوجوان میری طاقت سے واقف نہیں ہو۔
میں اگر چاہوں تو اس سے بڑے جہاز کو اکیلا سنبھال
سکتا ہوں"۔

ناگ کو یہ تو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ جہاز ان کا اپنا
جہاز ہے۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کو کسی طرح سے بھی
جانے نہ دے۔ چنانچہ بڑی التجا کے ساتھ کہنے لگا۔

حضور! اگر آپ مجھ پر ترس کھا کر مجھے بھی اپنے

بڑے جہاز پر سوار کرالیں تو میں حضور کا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گا۔

یہ میرا جہاز بہت چھوٹا ہے اور مجھے اس پر ڈر محسوس ہو رہا ہے کہ اگر طوفان آ گیا تو یہ مجھے بھی ساتھ ہی لے ڈوبے گا۔

نجومی اس وقت خزانے کو حاصل کرنے کی خوشی میں مست تھا اور یہ بات سچ ہے کہ جب انسان پر دولت کا غرور سوار ہوتا ہے تو اس کی عقل ماری جاتی ہے۔ چنانچہ اس نے ناگ کو اپنے جہاز پر آنے کی اجازت دی۔

”لیکن اس چھوٹے جہاز کا کیا کرو گے؟“۔

ناگ بولا۔

”حضور! اگر اجازت دیں تو اس میں جو تھوڑا بہت مال و دولت جمع کر کے میں نے رکھ چھوڑا ہے، اسے بھی آپ کے جہاز پر لا دلوں اور اسے آپ کے جہاز کے ساتھ باندھ دوں“۔

نجومی نے سوچا کہ چلو لگے ہاتھوں اس احمق نوجوان کی دولت پر بھی ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ قدرت اپنے آپ مہربان ہو رہی ہے تو پھر موقع ہاتھ سے نہیں گنوانا چاہیے۔

چنانچہ نجومی نے ناگ کو اپنے جہاز پر چڑھا لیا۔

مکار نجومی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی

جہاز پر چڑھ آئی تھی۔

ناگ نے اپنا چھوٹا جہاز رسوں کی مدد سے بڑے جہاز کے ساتھ باندھ دیا۔ اب انہوں نے ایک بار پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔

ناگ نے ایک صندوق لا کر نجومی کے جہاز میں رکھا تھا جس پر تالا لگا تھا۔ اور ناگ نے کہا تھا کہ اس میں اس کے باپ دادا کی عمر بھر کی کمائی ہیرے جواہرات بند ہیں۔

مکار نجومی کی اسی وقت رال ٹپکنے لگی تھی۔ صندوق اس نے خاص طور پر اپنے کیبن کے کونے میں رکھوا لیا۔

نجومی عرشے پر بیٹھ کر ناگ کے ساتھ ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ اس نے تو کوئی شک نہیں رہا تھا کہ اس مکار نجومی نے عنبر کے جہاز پر قبضہ کر رکھا ہے۔ اب کسی طرح اس سے یہ راز اگلوانا تھا کہ جہاز کے اصلی مالک عنبر کے ساتھ کیا بیتی؟۔

پہلی بات تو ناگ نے یہ کی کہ ماریا کو سرگوشی میں کہا کہ وہ نیچے جا کر یہ معلوم کرے کہ خزانہ موجود ہے یا نہیں؟۔

"ماریا اسی وقت نیچے چلی گئی۔ ناگ نے نجومی سے گفتگو شروع کر دی۔ اس سے یونہی پوچھنے لگا کہ اتنا خوبصورت جہاز اس نے کس شہر، کس بندرگاہ سے

بنوایا تھا اور کیا وہ اکیلا ہی سمندروں میں سفر کیا کرتا ہے؟۔"

نجومی نے کہا۔

"برخوردار! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا سفر آرام سے کٹے تو کان کھول کر سن لو کہ میرے جہاز اور میری زندگی کے بارے میں پھر کوئی بات زبان سے نہ نکالنا"۔

ناگ سمجھ گیا کہ نجومی نے عنبر کے ساتھ کوئی زبردست دھوکا کر کے جہاز پر قبضہ کیا ہے۔ظاہر ہے، وہ اس نجومی کے ہاتھوں مر تو نہیں سکتا تھا لیکن اس نے عنبر کو کسی نہ کسی جگہ پھینک دیا ہے۔

مکار نجومی نے اپنے آپ کو پرانا تاجر ظاہر کیا جو محض تفریح کے لیے کبھی کبھی سمندروں میں اکیلا سفر کیا کرتا ہے۔ناگ باتیں کر رہا تھا۔کہ اسے اپنے بالکل قریب کان کے پاس ماریا کی سرگوشی سنائی دی۔

"خزانہ نیچے تہہ خانے میں موجود ہے"۔

ناگ کے کان کھڑے ہو گئے۔اس کے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔

"خاموش رہو"۔

مکار نجومی نے چونک کر ناگ کو دیکھا۔

"میاں! تم کس سے باتیں کر رہے تھے؟"۔

ناگ سنبھل گیا۔

"کسی سے۔ میرا مطلب ہے کسی سے نہیں حضور! میں تو اپنے آپ سے کہہ رہا تھا کہ میاں خاموش رہو"۔

نجومی نے حیرانی سے کہا۔

"لیکن یہ اپنے آپ کو خاموش رہو کہنے کی تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی؟"۔

ناگ نے سوچا کہ یہ کھوسٹ تو پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا۔

ہنس کر بولا۔

"بچپن میں میں دیوانہ ہو گیا تھا اور اپنے آپ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ اب اچھا ہو گیا ہوں لیکن کبھی

کبھی دورہ پڑ جاتا ہے"۔

"بہت خوب!" نجومی نے عنبر کو گھور کر دیکھا۔

"نوجوان! تم بڑے ذہین نظر آتے ہو۔ میرے پاس رہو گے تو تمہارا علاج کر کے تمہیں صحت مند کر دوں گا"۔

پھر وہ انگڑائی لے کر بولا۔

"مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ میں نیچے سونے چلا"۔

ناگ جانتا تھا کہ اس نے اپنے کیبن میں جو ناگ کا صندوق رکھوایا ہے، وہ اسے جا کر کھول کر دیکھنا چاہتا ہے کہ اس میں کتنی دولت ہے۔

ناگ پر یہ حقیقت تو کھل کر سامنے آ گئی تھی کہ یہ

بڈھا کوئی دھوکے باز مکار آدمی ہے۔اس نے خدا
جانے کس طرح جہاز کے عملے کو ٹھکانے لگایا۔ پھر دیا
ہوا خزانہ نکال کر اس پر قبضہ کیا اور عنبر کو کسی مقام
پر پھینک کر جہاز اغوا کرلیا۔

اب اس کے صندوق کے اندر بھرے ہوئے
''جواہرات'' پر ہاتھ صاف کرنا چاہتا ہے۔ ناگ
اسے یہ موقع دینا چاہتا تھا۔

مکار نجومی نیچے چلا گیا۔اس کے جاتے ہی ماریا جو
ناگ کے قریب عرشے پر بیٹھی تھی، بولی۔

''ناگ بھائی اس لالچی بڈھے نے عنبر کو کہیں
سمندر میں پھینک دیا ہے۔خزانہ بھی تہہ خانے میں تالا

لگا کر رکھا ہوا ہے''۔

ناگ بولا۔

''فکر نہ کرو۔ ابھی سارا بھید کھل جاتا ہے۔تم
میرے ساتھ نیچے آؤ۔ میں سانپ بن کر تمہارے
ساتھ جاؤں گا''۔

انتظار کی اب بھلا کسے فرصت تھی۔ ناگ نے اسی
وقت منہ اوپر کر کے ہلکی سی پھنکار ماری اور سبز رنگ کا
سانپ بن گیا۔

ماریا نے اسے اپنے کندھے پر ڈالا اور جہاز کی
سیڑھیاں اتر کر نیچے نجومی کے کیبن کے پاس آ کر رک
گئی۔

اس نے درز میں سے جھانک کر دیکھا کہ نجومی ناگ کے صندوق کا تالا کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

ماریا نے ناگ سے کہا۔

''تمہارے صندوق کا تالا ٹوٹ رہا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ اندر سے سوائے مرے ہوئے مینڈکوں کے اور کچھ نہ نکلے گا''۔

نجومی نے تالا توڑ کر جب صندوق کا ڈھکنا کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ اندر مردہ مینڈکوں کی لاشیں پڑی ہیں۔

اس نے غصے سے تالا بند کر دیا اور کیبن کا دروازہ

کھول کر باہر نکل گیا۔ ماریا ایک طرف ہٹ گئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

''ماریا! ذرا تہہ خانے میں چل کر اپنے خزانے کے صندوق کو ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں''۔

ناگ کو معلوم تھا کہ تہہ خانہ کہاں پر ہے۔ وہ بڑی آسانی سے وہاں پہنچ گئے لیکن دروازے پر تالا پڑا تھا۔

ماریا نے ہاتھ بڑھا کر تالا کھول دیا۔ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ کاٹھ کباڑ میں ایک طرف ان کے خزانے کا صندوق جوں کا توں رکھا تھا۔

ناگ نے ماریا سے کہا کہ اس کا بھی تالا کھول دو۔

ماریا نے اپنا غیبی ہاتھ لگایا تو تالا کھل گیا۔ خزانے کے سارے جواہرات ویسے ہی پڑے تھے۔

اسے تالا لگا دیا گیا۔ وہ باہر نکل رہے تھے کہ انہوں نے نجومی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ نجومی کو نہ ماریا نظر آ رہی تھی اور نہ ناگ! کیونکہ ناگ تو انپ کے روپ میں ماریا کے کندھے پر بیٹھا تھا۔

نجومی نے جب دیکھا کہ اس کے اصلی خزانے کا دروازہ کھلا ہے تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ لپک کر دروازے میں آیا۔

ادھر ادھر دیکھا۔ بھاگ ک اندر گیا۔ بے تابی سے تالا کھول کر صندوق کا ڈھکنا اٹھایا اور جواہرات و

ہیرے موتیوں اور سونے کی اشرفیوں کو جوں کا توں دیکھ کر اطمینان کا ٹھنڈا سانس بھرا اور فرط مسرت سے اشرفیاں اور جواہرات اپنے منہ پر ملنے لگا۔

یہ اس کی دیوانوں جیسی حرکت تھی لیکن شاید دولت کا پیار انسان کو دیوانہ بنا دیا کرتا ہے۔ ناگ نے ماریا کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"میرا خیال ہے، اب اس کو رنگے ہاتھوں پکڑ لینا چاہیے مجھے اجازت دو کہ میں تمہارے کندھے سے اتر کر اس دولت کے پجاری قاتل انسان کو جا کر ڈس دوں تا کہ یہ اگلے جہان پہنچے"۔

ماریا نے کہا۔

"نہیں! یہ میرا شکار ہے ناگ"۔

اتفاق سے یہ الفاظ ماریا کی زبان سے ذرا بلند ہو کر نکلے اور اسے مکار نجومی نے سن لیا۔ وہ چونکا کہ یہ آواز کس کی تھی؟۔

چاروں طرف دیکھنے لگا لیکن وہاں تو اسے کچھ بھی نظر نہیں آ سکتا تھا۔ حیرانی سے گردن کو جنبش دے کر جلدی جلدی جواہرات صندوق میں ڈالے اور اوپر سے تالا لگا دیا۔

ابھی وہ تالا لگا کر باہر نکلنے کا ارادہ ہی کر رہا تھا کہ ماریا نے اونچی آواز میں کہا۔

"مکار نجومی! یہ خزانہ کس کا ہے؟"۔

نجومی پر جیسے بجلی گر پڑی تھی۔ وہیں کا وہیں جم کر رہ گیا کہ یہ آواز کہاں سے آ گئی۔ جب کہ تہہ خانے میں وہاں سوائے اس کے دوسرا کوئی بھی نہیں تھا۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آ گیا۔

ماریا نے پھر کہا۔

بول اے لالچی قاتل! یہ خزانہ کس کا ہے؟۔

اس کا مالک کہاں ہے؟۔

تو نے اسے کس سمندر میں پھینک کر جہاز پر قبضہ کیا؟۔

"اس کا نام عنبر تھا وہ میرا بھائی تھا"۔

اب تو نجومی کی سیٹی گم ہو گئی۔ فوراً سمجھ گیا کہ عنبر

جس ناگ اور ماریا کی تلاش میں تھا، وہ یہی لڑکی ہے،
مگر یہ غائب کیوں ہے؟۔
سامنے کیوں نہیں آتی ؟۔
ضرور دروازے کے پیچھے یا کسی کونے میں چھپی
ہوئی ہے۔
نجومی نے کہا۔
’’تم اگر ماریا ہو تو کونے سے نکل کر سامنے آ
جاؤ‘‘۔
ماریا نے کہا۔
’’تمہیں میرے نام کا علم کیوں کر ہوا؟‘‘۔
نجومی نے کہا۔

’’عنبر تمہارا ڈوب کر گیا تھا۔ آہ! یہ جہاز اس کی امانت
ہے۔ یہ خزانہ بھی اسی کی امانت ہے۔ وہ اسی جہاز پر
سفر کر کے تمہیں تلاش کر رہا تھا کہ ایک جگہ سمندر میں
گر گیا اور ہلاک ہو گیا‘‘۔
ماریا نے قہقہہ لگایا۔
’’تم جھوٹ بولتے ہو۔ عنبر کبھی نہیں مر سکتا۔ تم
نے یہ ساری کہانی اپنی جان بچانے کے لیے گھڑی
ہے۔ تم نے خود عنبر کو سمندر میں دھکا دیا ہو گا۔ بولو! وہ
سمندر میں کس جگہ گرایا گیا تھا؟‘‘۔
نجومی نے کہا۔
’’دیوتا خوش ہوں۔ تم سامنے تو آؤ۔ تا کہ میں

تمہیں آنکھوں سے دیکھ سکوں''۔

ماریا نے کہا۔

''میں بالکل تمہاری آنکھوں کے سامنے کھڑی ہوں۔ لیکن تم مجھے نہیں دیکھ سکتے، لو میں تمہیں ثبوت دیتی ہوں''۔

ماریا نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر نجومی کے بالوں کو پکڑ کر زور سے کھینچا۔ وہ چیخ مار کر پیچھے ہٹ گیا۔

''ہائیں! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں؟ تم۔ تم تو غائب ہو؟ مگر۔ مگر تم غائب کس طرح سے ہوگئیں؟''۔

ماریا نے کہا۔

''اس بک بک کو چھوڑو اور یہ بتاؤ کہ تم نے عنبر کو

کہاں سمندر میں دھکا دیا تھا؟ اگر تم نے صاف صاف نہ بتایا تو میں اسی جگہ تمہیں ہلاک کرنے کی طاقت رکھتی ہوں''۔

نجومی نے کہا۔

''نہ نہ ایسا نہ کرنا بیٹی! میں ابھی بتاتا ہوں۔ میں نے عنبر کو سمندر میں نہیں پھینکا تھا۔ بلکہ یہاں سے سات روز کے فاصلے پر ایک جزیرہ ہے، اس جزیرے میں چھوڑ دیا تھا اور اس کے جہاز پر اور خزانے پر قبضہ کر لیا تھا''۔

ماریا بولی۔

''جہاز کا رخ اس جزیرے کی طرف موڑ دو اور پ

چلو۔ جلدی چلو۔ نہیں تو ابھی مزہ چکھاتی ہوں“۔

نجومی چپکے سے عرشے پر آ گیا۔ اور اس نے جہاز کا رخ کھیتالہ جزیرے کی طرف موڑ دیا۔ ماریا نے اسے تاکید کر دی کہ وہ کوئی ایسی ویسی تخریبی حرکت کرنے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ وہ اسے دیکھ رہی ہو گی۔

نجومی نے کہا۔

”ماریا بیٹی! تم تو خواہ مخواہ مجھ سے ناراض ہو رہی ہو۔ بھلا مجھے کیا ضرورت ہے تم سے مقابلہ کرنے کی اور میں اس عمر میں تمہارا مقابلہ کر بھی تو نہیں سکتا۔ تم غائب ہو۔ مجھے نظر نہیں آتیں۔ میں بھلا کیا شرارت

کر سکتا ہوں“۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا اور ناگ کو لے کر نیچے کیبن میں آ گئی۔ شام کو نجومی نے سوچا کہ اس لڑکی کو کسی بھی جزیرے پر پہنچا کر کسی طرح وہاں سے جہاز کو اغوا کر کے بھاگ جانا چاہیے۔

اس کے خیال میں یہ کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

نجومی ان سمندروں کے سبھی جزیروں سے واقف تھا۔

چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔

چوتھے روز وہ جہاز کو ایک ویران سے جزیرے پر لے گیا اور بولا کہ یہی وہ جزیرہ ہے جہاں اس نے عنبر کو اتارا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"میرے ساتھ جزیرے پر اترو اور عنبر کو تلاش کرو۔"

اب نجومی پھر مصیبت میں پھنس گیا۔ چاروناچار جہاز سے ماریا کے ساتھ اتر پڑا۔ مشکل یہ تھی کہ وہ اسے نظر نہیں آتی تھی۔

ماریا بول کر ظاہر کرتی جاتی تھی کہ وہ اس کے ساتھ چل رہی ہے۔ نجومی کی نیت بھانپنے کے لیے وہ یہ کہہ کر چپ ہوگئی کہ ذرا جنگل میں جا رہی ہوں تم اسی جگہ میرا انتظار کرو۔

میں خود ہی عنبر کو تلاش کرتی ہوں وہ تو چلی گئی لیکن

ناگ کو اسی جگہ چھوڑ گئی۔ ناگ سانپ کے روپ میں ایک جھاڑی میں چھپ گیا۔

نجومی کو جب یقین ہو گیا کہ اب ماریا وہاں نہیں ہے تو وہ جہاز کی طرف بھاگا۔ جلدی سے سیڑھی پر چڑھ کر جہاز کے عرشے پر آیا۔ سیڑھی اوپر کھینچی۔

لنگر اٹھایا۔ بادبان کھولے اور جہاز کو چلا دیا۔ ابھی جہاز اپنی جگہ سے ہلا ہی تھا کہ اسے سانپ کی پھنکار کی آواز سنائی دی۔

وہ ٹھٹھک کر پیچھے ہٹا۔ سامنے ایک سیاہ کالا ناگ پھن اٹھائے اسے اپنی سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

نجومی نے قریب پڑا ایک لکڑی کا لٹھ اٹھا کر پوری

طاقت سے ناگ پر مارا۔

اگر ناگ پرے نہ ہٹ جاتا تو کچلا جاتا۔ ناگ کو سخت غصہ آ گیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا کر تیزی سے نجومی کی پنڈلی پر ڈس دیا۔ نجومی گر پڑا۔

اس کے گرتے ہی سانپ نے ایک اور پھنکار ماری اور انسان کی شکل میں اس کے سامنے آ گیا۔

”بدبخت لالچی انسان! تم نے پھر دھوکہ دینے اور خزانے پر قبضہ کرنے کی کوشش کی۔ آخر تو اپنے انجام کو پہنچا“۔

نجومی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

”تم۔۔تم سانپ۔۔تم انسان۔۔۔“

”ہاں! میں ناگ ہوں۔ سانپوں کا دیوتا! جو کسی بھی شکل میں سامنے آ سکتا ہے“۔

زہر نے اپنا کام بڑی تیزی سے پورا کر لیا تھا۔ نجومی کے منہ سے جھاگ جاری ہو گیا اور وہ اکڑ کر مر گیا۔

ناگ نے بادبان لپیٹ کر لنگر سمندر میں پھینکا اور سیڑھی ڈال کر ماریا کو جہاز پر چڑھا لیا۔ نجومی کی زبانی انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ سات روز کی مسافت پر جو جزیرہ ہے، وہاں عنبر موجود ہے۔

اس جزیرے پر وہ انہیں دھوکے سے لے آیا تھا۔

چنانچہ انہوں نے کھیتالہ جزیرے کی طرف سفر شروع

کردیا۔ ہوائیں خوب تیز چل رہی تھیں۔ تیسرے روز انہیں دور سے ایک جزیرے کے پہاڑ دکھائی دیئے۔ جہاز جزیرے کے قریب پہنچ رہا تھا کہ ادھر عنبر نے بھی چٹان پر کھڑے اسے دیکھ لیا۔

اس نے اپنے جہاز کو فوراً پہچان لیا۔ اسے خیال آیا کہ ہوسکتا ہے، وہی مکار نجومی دوبارہ آگیا ہو۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ اب وہ اسے کسی قیمت پر زندہ نہیں چھوڑے گا۔

تھوڑی دیر بعد جہاز کنارے آن لگا۔ عنبر بھاگتا ہوا کنارے پر پہنچا تو ناگ نے اسے آواز دی۔ ناگ کی آواز سن کر عنبر کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ اور جا

سے معلوم ہوا کہ ماریا بھی جہاز پر اس کے ساتھ ہے تو وہ خوشی سے دیوانہ ہوگیا۔

ایک مدت کے بعد تینوں بہن بھائی ملے تھے خوب باتیں ہوئیں۔ ہر ایک نے اپنی کہانی سنائی۔ عنبر نے نجومی کا قصہ سنایا تو ناگ نے کہا اس کی لاش سمندر میں پڑی ہے۔ وہ رات انہوں نے جزیرے پر گزارنے کا فیصلہ کرلیا۔

کھانے کے بعد جہاز کے عرشے پر بیٹھ کر جب عنبر نے سرخ اور نیلی روشنی والی اڑن طشتری کا واقعہ سنایا تو کسی کو اعتبار نہ آیا۔

عنبر نے ناگ اور ماریا کو ساتھ لیا اور خود جا کر

سنگ مرمر کا گول چبوترہ اور چاندی جیسے گولے دکھائے۔ ناگ اور ماریا انہیں دیکھ کر حیران ہوئے۔ مگر آسمان سے اترنے اور پھر آسمان کی جانب پرواز کرنے والی اڑن طشتری کی کہانی پر انہیں پھر بھی یقین نہیں آرہا تھا۔

ماریا نے ہنستے ہوئے کہا۔

"عنبر بھیا! تم نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہوگا"۔

ناگ بولا۔

عنبر! شاید اس جزیرے پر اکیلے رہتے رہتے تمہارے دماغ نے تمہیں نئے نئے منظر دکھانے شروع کر دیئے۔

اب تم فکر نہ کرو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہم واپس دمشق جا کر تمہارا باقاعدہ حکیم سے علاج کرائیں گے۔

ناگ اور ماریا قہقہہ مار کر ہنس پڑے۔ مگر عنبر خاموش تھا۔ سنجیدہ تھا۔ اور یہی کہہ رہا تھا کہ اس نے جو کچھ دیکھا وہ خواب نہیں تھا۔

ہرگز خواب نہیں تھا۔ ستاروں کی مخلوق کے ہتھیاروں سے جو شعاع نکل کر اس کے جسم سے ٹکرائی تھی۔ اس کی چبھن ابھی تک وہ اپنے جسم میں محسوس کر رہا تھا۔

لیکن ناگ اور ماریا رات ہونے تک اس کا مذاق

اڑاتے رہے۔ پھر وہ کھانا کھا کر عرشے پر اسی جگہ لیٹ کر سو گئے۔

آدھی رات گذری ہو گی کہ عنبر کی آنکھ کھل گئی۔

اس نے دیکھا کہ وہی چاندی کی ایک منزلہ گول اڑن طشتری اپنے گنبد سے سرخ روشنی اور نیچے سے نیلی روشنی چھوڑتی ہوئی جزیرے پر ہلکے ہلکے شور کے ساتھ اتر رہی تھی۔

پھر ایکدم سے شور بڑھ گیا۔ اب ماریا اور ناگ بھی اٹھ کر بیٹھ گئے اور عنبر سے پوچھنے لگے کہ یہ شور کیسا ہے؟۔

عنبر نے جزیرے پر اترتی اڑن طشتری کی طرف

اشارہ کیا وہ اسے دیکھ کر دم بخود ہو کر رہ گئے۔ طشتری میں سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ وہ جزیرے میں اتر گئی اور درختوں کے پیچھے غائب ہو گئی۔

سارا جزیرہ روشن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد شور تھم گیا اور روشنی بھی بجھ گئی۔ صرف طشتری کے گنبد پر سے سرخ روشنی کی کرنیں پھوٹ کر آسمان کی طرف جا رہی تھیں۔

ماریا نے کہا۔

''میرے خدا! یہ کیا چیز تھی؟''۔

ناگ بھی حیرت میں گم تھا۔

''کیا یہی وہ اڑن طشتری تھی عنبر؟''

عنبر نے کہا۔

''ہاں! مگر ہم شدید خطرے میں گھر گئے ہیں۔ طشتری کے سفر کرنے والوں نے ہمارا جہاز ضرور دیکھ لیا ہوگا۔ وہ اب یہاں آئیں گے۔ ان کے ہتھیار کی مہلک شعائیں جہاں پڑتی ہیں، اس جگہ آگ لگ جاتی ہے۔ اس جہاز سے فوراً باہر نکل کر باہر جزیرے پر آ کر کسی جگہ چھپ جاؤ۔ جلدی کرو''۔

جہاز پر سیڑھی لگا دی گئی۔ ماریا، ناگ اور عنبر جلدی جلدی جہز سے اتر کر جزیرے پر آئے۔ عنبر انہیں لے کر ساحل سے دور چٹانوں میں آ گیا۔

یہاں ایک غار تھا۔ جہاں عنبر رات کو سویا کرتا تھا۔

اس غار میں آ کر وہ بیٹھ گئے۔ اور غور کرنے لگے کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے؟۔

اس خیال کے ساتھ ہی انہیں خزانے کی فکر ہوئی۔ عنبر اور ناگ دوبارہ جہاز کی طرف بھاگے۔ بڑی مشکل سے وہ خزانے کا صندوق نکال کر غار میں لے آئے اور اسے پتھروں سے چھپا دیا گیا۔

جنگل کی جانب سے شور کی آواز آنا بند ہو گئی تھی۔۔ اب صرف سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

☆ اڑن طشتری والے لوگ کون تھے؟۔

☆ ماریا، ناگ اور عنبر کے ساتھ انہوں نے کیا سلوک کیا؟۔

☆ ان کے جہاز پر کیا گذری؟۔

☆ یہ معلوم کرنے کے لیے اس ناول کی 52 ویں قسط پڑھئے

موت کی شعاعیں
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 52)
اے حمید

فہرست

پیارے بچو

ہمارے مسلسل ناول موت کا تعاقب کی پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح ماریا کو آسمانی مخلوق اغوا کر کے خلائی جہاز کے ذریعے اوپر اپنے ستارے میں لے گئی۔

اس کے بعد کس طرح ناگ اس کی تلاش میں نکلا اور وہ بھی آسمانی مخلوق کے چنگل میں پھنس گیا اس قسط میں آپ پڑھیں گے کہ عنبر ماریا اور ناگ کی تلاش میں

ناکام ہوجاتا ہے تو جزیرے پر بحری ڈاکو اپنا خزانہ دفن کرنے آتے ہیں۔

وہ چاندنی رات میں جزیرے میں اڑن طشتری دیکھتے ہیں تو ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں۔ وہ اڑن طشتری پر پتھر مارتے ہیں۔

خلائی مخلوق بحری ڈاکو پر حملہ کر دیتی ہے۔ ان کے جہاز کو آگ لگا کر ڈاکوؤں کو بھسم کر دیتی ہے۔ ایک ڈاکو بچ جاتا ہے۔ وہ عنبر سے ملتا ہے۔

وہ ایک کشتی تیار کرتے ہیں اور دونوں خزانے اس میں ڈال کر ہسپانیہ کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں ڈاکو کی نیت بدل جاتی ہے وہ عنبر کو سمندر میں

پھینک دیتا ہے۔ اور اکیلا کشتی میں خزانہ لے کر ہسپانیہ کی جانب بڑھتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوا۔

یہ آپ خود پڑھیں۔

آسمانی مخلوق کی قید

جنگل پر ایک پراسرار خاموشی چھا گئی۔

ایسے لگتا تھا جیسے پورے جزیرے نے ایک دم سے اپنا سانس روک لیا ہو۔ اس سے پہلے آدھی رات کے بعد بھی درختوں پر کہیں کہیں پرندے بولا کرتے تھے، لیکن آج تو انہیں بھی جیسے سانپ سونگھ گیا تھا۔ پرندے بھی اپنے اپنے گھونسلوں میں سہمے

بیٹھے تھے۔

درختوں کے جھنڈوں کے پیچھے جنوبی علاقے میں جہاں وہ آسمانی شے اتری تھی، ابھی تک وہاں سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ زمین سے بھاپ نکلنے کی آواز اب نہیں آ رہی تھی۔

عنبر، ناگ اور ماریا چٹان کے اندر غار میں دبکے بیٹھے تھے۔ خزانے کا صندوق بھی اسی غار میں ایک جگہ چھپا دیا گیا تھا۔

ان کا بادبانی جہاز سمندر کے کنارے رات کے اندھیرے میں خاموش کھڑا تھا۔ ستاروں کی روشنی میں سمندر کی لہریں دور سے آ کر ساحل سمندر سے ٹکرا کر

واپس جا رہی تھیں۔

ماریا، ناگ اور عنبر غار میں پتھروں کی دیوار سے لگے خاموش بیٹھے باہر کی آوازیں سننے کی کوشش کر رہے تھے۔

جب کسی قسم کا کوئی واقعہ نہ ہوا تو ماریا نے کہا۔

''اسی طرح وہ کب تک غار میں پڑے رہیں گے؟ اگر اڑن طشتری والوں نے حملہ کرنا ہوتا تو اب تک جہاز کو آگ لگ چکی ہوتی''۔

ناگ کا بھی یہی خیال تھا کہ ان لوگوں نے ابھی تک ان کے بادبانی جہاز کو نہیں دیکھا تھا۔ لیکن عنبر خاموش تھا اور کسی گہری سوچ میں گم تھا۔

اپنی پانچ ہزار سالہ پرانی تجربہ کار اور ہنگاموں، خطروں سے بھری ہوئی زندگی میں اس نے پہلی بار اپنے دل میں ایک خطرہ اور خوف سا محسوس کیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی تھی کہ آج تک اس کا مقابلہ دنیا میں رہنے والے ظالم بادشاہوں، سنگدل ڈاکوؤں اور آدم خور درندوں سے رہا تھا۔

یہ پہلی بار تھی کہ اس کا مقابلہ ایک ایسی مخلوق سے تھا جو آسمانی تھی اور جس کا تعلق اس دنیا سے بالکل نہیں تھا۔

جب اس نے ناگ اور ماریا کو بتایا کہ آسمانی مخلوق کی کھوپڑی میں ایک سینگ ہے، ماتھے پر صرف

ایک آنکھ ابھری ہوئی ہے اور ٹانگیں، ہاتھ، پاؤں پتلے
اور سفید ہیں اور سر انار کی طرح لگتا ہے تو انہیں یقین
نہیں آ رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔

''چلو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔ اب تو وہ لوگ اسی
جزیرے پر ہیں۔ اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا''۔

رات آہستہ آہستہ بیت رہی تھی۔ جزیرے پر
خاموشی اور زیادہ گھنی ہو گئی تھی۔

ماریا نے کہا۔

''آخر ہم لوگ کب تک یوں قیدیوں کی طرح
غار میں پڑے رہیں گے؟''۔

عنبر بولا۔

''نہیں تو تمہارا کیا خیال ہے کہ ہمیں کیا کرنا
چاہیے؟''۔

ماریا بولی۔

''میرا مطلب ہے، اگر آپ اجازت دیں تو میرا
دل چاہتا ہے کہ جا کر معلوم کروں کہ یہ کون لوگ ہیں
اور وہاں کیا کر رہے ہیں؟''۔

ناگ نے کہا۔

''کم از کم میں تو تمہیں اس مہم پر نکلنے کی بالکل
اجازت نہیں دے سکتا''۔

عنبر کہنے لگا۔

''کوئی بھی شریف آدمی اجازت نہیں دے
سکتا''۔

ماریا کہنے لگی۔

''مگر وہ لوگ مجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔ میں
خطرے سے محفوظ رہوں گی''۔

عنبر نے کہا۔

''خواہ کچھ بھی ہو۔ تمہیں اس جگہ بیٹھ کر انتظار کرنا
ہوگا۔ کہ حالات کیا رخ اختیار کرتے ہیں''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ ہمیں جہاز پر سوار ہو کر
جزیرے سے جتنی جلدی ہو سکے نکل جانے کی کوشش

کرنی چاہیے''۔

عنبر نے کہا۔

انہوں نے ہمارے جہاز کو دیکھ لیا ہوگا۔ ہمارے
جہاز نے بادبان کھولے تو وہ ان لوگوں کی نظروں سے
نہیں بچ سکے گا۔

اس میں خطرہ ہے۔ ہاں جب یہ لوگ اپنی اڑن
طشتری لے کر چلے جائیں گے تو ہم اس جزیرے کو
چھوڑ دیں گے۔ لیکن ابھی نہیں۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ انہیں غار کے
باہر کچھ روشنی ہوتی نظر آئی۔

عنبر نے کہا۔

''شاید وہ لوگ اپنی اڑن طشتری لے کر واپس جا رہے ہیں''۔

لیکن یہ روشنی سرخ نہیں تھی، نہ ہی نیلی تھی، بلکہ سفید سفید سی تھی۔ اتنے میں ایک دھماکا سا ہوا اور روشنی تیز ہوگئی۔

عنبر نے کہا۔

''خدا جھوٹ نہ بلوائے، انہوں نے ہمارے جہاز کو تباہ کر دیا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''میں باہر جا کر دیکھتا ہوں''۔

عنبر جلدی سے بولا۔

''نہیں تمہارا جانا ٹھیک نہیں۔ ماریا تم ذرا باہر جا کر معلوم کرو۔ روشنی ساحل کی طرف سے آ رہی ہے۔ ضرور ہمارا جہاز جل رہا ہوگا''۔

ماریا تو اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی جلدی سے غار سے باہر نکل گئی۔ ایک ٹیکری پر کھڑی ہو کر کیا دیکھتی ہے کہ ان کے جہاز میں خوفناک آگ لگی ہے اور وہ دھڑا دھڑ جل رہا ہے۔

اس نے جلدی سے واپس آ کر ناگ اور عنبر کو صورتحال سے باخبر کیا۔ تینوں کو اپنے جہاز کے جل جانے کا بے حد صدمہ ہوا۔ اس بادبانی جہاز نے ان کا بڑی مصیبتوں اور مہموں میں ساتھ دیا تھا۔

عنبر آہ بھر کر بولا۔

"کاش، ہم اپنے جہاز کو بچا سکتے۔ لیکن دشمن بہت طاقت ور ہے۔ کم از کم اگر وہ مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے تو تم دونوں ان کے شعاعوں والے مہلک ہتھیار سے زندہ نہیں بچ سکتے"۔

ماریا کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔

کہنے لگی۔

"اب ہم کیا کریں گے؟ کیا باقی ساری عمر اس ویران جزیرے پر گزار دیں گے؟ کم بختوں نے ہمارے جہاز کو نذر آتش کر دیا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا خزانہ بچ گیا"۔

عنبر بولا۔

"ہمیں خاموشی سے بیٹھ کر حالات کا انتظار کرنا چاہیے یہ لوگ ضرور کسی آسمانی ستارے سے اتر کر آئے ہیں۔ میں نے قدیم مصر میں نجومیوں کی زبانی سنا تھا کہ آسمان پر جو ستارے چمکتے ہیں ان میں کئی سورج ہیں اور کئی ہماری زمین کی طرح ہیں جن پر ہو سکتا ہے لوگ بھی آباد ہوں اور وہ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہوں۔ آج یہ بات سچ معلوم ہو رہی ہے"۔

یونہی باتیں کرتے اور اپنے جہاز کے جل جانے پر افسوس کرتے صبح ہو گئی۔ دن نکل آیا۔ یہ تینوں ابھی تک غار میں بیٹھے مستقبل کے بارے میں غور کر رہے

تھے۔

عنبر کی وجہ سے ناگ اور ماریا بھی باہر نکلنے کی جرات نہیں کر رہے تھے۔ عنبر کوئی بھی قدم سوچے سمجھے بغیر نہیں اٹھانا چاہتا تھا۔

کیونکہ مقابلہ ایک عجیب و غریب اور بہت انوکھی طاقت رکھنے والے کے ساتھ پڑ گیا تھا۔ جزیرے پر غار کے باہر سورج کی روشنی پھیل گئی تھی۔

پھر اچانک شور کی آواز آنے لگی۔ یہ شور وہی زمین سے بھاپ کے خارج ہونے والا شور تھا۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

''وہ لوگ جا رہے ہیں''۔

ماریا کو انہوں نے غار کے باہر بھیج کر آنکھوں دیکھا حال بیان کرنے کو کہا۔

اس نے غار کے دروازے پر کھڑے ہو کر جنوب کی جانب نظریں اٹھائیں اور کہا۔

''یہ ایک سفید چاندی جیسی بہت بڑی طشتری سرخ اور نیلی روشنی خارج کرتی درختوں سے اوپر کو اٹھ رہی تھی''۔

عنبر نے آواز دی۔

''ماریا! زمین پر بیٹھ جاؤ۔ جھاڑیوں میں چھپ جاؤ۔ ہو سکتا ہے، ان کے پاس کوئی ایسا آلہ ہو جس کی مدد سے تمہیں دیکھ لیں''۔

ماریا جلدی سے جھاڑیوں کی اوٹ میں ہوگئی۔

اڑن طشتری کا شور آسمان کی طرف بلند ہوتا گیا۔ اور پھر انہوں نے بھی غار سے باہر نکل کر دیکھا کہ اڑن طشتری بڑی تیزی سے نیلے آسمان میں اوپر کی جانب چلی جارہی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ سفید گنبد نظر آنے لگی اور پھر نظروں سے غائب ہوگئی۔

میدان صاف پاتے ہی وہ بھاگ کر اپنے جہاز کی طرف آئے، مگر وہاں سوائے جلے ہوئے تختوں کے اور کچھ نہیں تھا جنہیں سمندر کی موجوں نے اٹھا کر ساحل کی ریت پر پھینک دیا تھا۔

کم بختوں نے اپنی تیز شعاعوں سے ایسی آگ لگائی تھی کہ جہاز چند لمحوں میں جل کر غرق ہوگیا تھا۔ سوائے ان جلے بجھے تختوں کے ان کا کچھ باقی نہ بچا تھا۔

کھانے پینے کی تمام چیزیں اور کچھ پہننے کے جو کپڑے تھے وہ بھی جہاز کے ساتھ ہی جل کر راکھ ہو گئے تھے۔

انہیں جہاز کے جل جانے کا بڑا افسوس ہوا۔ لیکن اب افسوس کرنے سے کچھ بھی حاصل نہ تھا۔ کیونکہ جو ہونا تھا، وہ ہوگیا۔

عنبر خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ وہ ناگ اور ماریا کو

جہاز سے بھگا کر غار میں لے آیا تھا، نہیں تو وہ ضرور جہاز کے ساتھ ہی جل کر راکھ ہو جاتے۔

یہ آگ اس قدر اچانک لگی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس نے جہاز کو تباہ کر دیا تھا کہ اس میں سے کسی کا بچ کر نکلنا بڑا مشکل تھا۔

ماریا بولی۔

''ہم ان لوگوں سے اپنے جہاز کی بربادی کا بدلہ ضرور لیں گے''۔

ناگ کہنے لگا۔

''میں ان اڑن طشتری والوں میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گا''۔

عنبر خاموش تھا، کیونکہ اس نے ان لوگوں کو اپنی شعاعوں والی بندوق سے حملہ کرتے دیکھا تھا۔ اس نے ان لوگوں کی شکلوں کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ معاملہ بڑے خوفناک دشمن سے ہے اور وہ آسانی سے قابو آنے والے نہیں ہیں۔ اگر ناگ سانپ بن کر ان کو کاٹ بھی لے گا تو ہو سکتا ہے، وہ نہ مریں۔

عنبر کے ذہن میں قدیم مصر کے کاہنوں اور سائنسدانوں کا علم بھی موجود تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اس دنیا کے انسان کے خون پر زہر کا اس لیے اثر ہوتا ہے کہ اس کے خون میں سرخ ذرات ہوتے ہیں جن کو

زہر تباہ کر دیتا ہے۔ لیکن اڑن طشتری والے اس زمین
سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔

ہمارا خون اس لیے سرخ ہے کہ ہمارے
اندر لوہے کا عنصر ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اڑن طشتری
والے جس ستارے کی زمین سے آئے ہوں، وہاں
لوہا بالکل ہی نہ ہو اور ان کے خون میں کسی اور دھات
کا عنصر ہو۔

یہی وجہ تھی کہ ان کے جسم سرخ نہیں بلکہ سفید
تھے۔ ہو سکتا ہے کہ ان کے جسم کے لیے ہمارے
سانپ کا زہر بے اثر ہو۔ ابھی انہیں کچھ معلوم نہیں تھا
کہ ان پر کون سی شے اچھا اثر ڈالتی ہے اور کون سی شے

برا اثر ڈالتی ہے۔

اتنا وہ ضرور جانتا تھا کہ آکسیجن انہیں نقصان نہیں
دیتی کیوں کہ انہوں نے اپنے چہروں پر کوئی گیس
ماسک بھی نہیں پہن رکھا تھا۔

چنانچہ عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اس قسم کی باتیں سوچنے
کی بجائے یہ سوچنا چاہیے کہ یہاں سے فرار ہونے کی
کیا صورت ہو سکتی ہے"۔

ماریا نے غصے سے کہا۔

"ہم ان لوگوں کو مزہ چکھائے بغیر یہاں سے
ہرگز نہیں جائیں گے"۔

ناگ نے کہا۔

''ہم ان سے اس زیادتی کا بدلہ ضرور لیں گے۔ ماریا ٹھیک کہتی ہے''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''بھائی تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ ہمارے لیے یہی مناسب بات ہے کہ جتنی جلدی ہو سکے اس جزیرے سے نکل جائیں''۔

ماریا تنک کر بولی۔

''عنبر بھائی! آپ اس قدر ڈرتے کیوں ہیں ان سے؟ آخر وہ ہمیں کھا تو نہیں جائیں گے؟ وہ ہم سے زیادہ طاقتور تو نہیں ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ماریا! میں ڈرتا نہیں ہوں لیکن یقین کرو کہ مجھے صورتحال کی سنگینی کا احساس ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم لوگوں نے مقابلے کی تیاریاں شروع کر دیں تو شاید ہمیں زیادہ نقصان پہنچے''۔

اسی قسم کی باتیں کرتے وہ جزیرے کے اندر چلے گئے۔ عنبر انہیں سنگ مرمر کا وہ گول چبوترہ دکھانے لے گیا، جہاں آ کر اڑن طشتری اترتی تھی۔

ماریا اور ناگ چاندی کے گولوں کو بڑے غور سے دیکھنے لگے، جو چاندی کی سلاخوں پر لگے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے، ہمیں واپس چلنا چاہیے۔ یہاں زیادہ دیر رکنا خطرے کا باعث ہو سکتا ہے"۔

جانے کیوں جیسے عنبر نے کوئی خطرے کی بو سونگھ لی تھی۔ ماریا اور ناگ ضد کر رہے تھے کہ وہ وہاں رک کر تحقیق کریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں اپنا کوئی خفیہ ٹھکانہ بنا رکھا ہے۔

عنبر واپس چلنے پر اصرار کر رہا تھا۔ آخر وہ انہیں لے کر غار میں گیا تھا۔ ان کا خزانہ پتھروں کے نیچے ویسے کا ویسا پڑا تھا۔

عنبر اب صرف ایک ہی بات سوچ رہا تھا کہ جزیرے سے نکلا کیسے جائے؟ ان کے پاس کوئی جہاز

یا کشتی نہیں تھی۔

ظاہر ہے، انہیں ایک کشتی تیار کرنی تھی۔ یہ کام درخت کاٹ کر ہو سکتا تھا، اور ان کے پاس درخت کاٹنے کے لیے کوئی اوزار نہ تھا۔ اور سمندر کے کنارے جلے ہوئے تختے ان کے کام نہیں آ سکتے تھے۔

دوپہر کو انہوں نے درختوں سے توڑ کر کچھ پھل کھائے تالاب کا پانی پیا اور ایک بار پھر اسی مسئلے پر غور کرنے لگے کہ وہاں سے فرار کس طرح سے ہوا جائے۔

شام کو عنبر جنگل میں گیا اور کچھ پھل توڑ کر لے

آیا۔ ہلکی ہلکی خنکی ہوگئی تھی۔ وہ غار میں دبک کر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

عنبر کو معلوم تھا کہ ماریا ذرا تیز طبیعت کی لڑکی ہے۔ ہوسکتا ہے، یہ کوئی غیر ذمہ داری کی حرکت کر بیٹھے، اس لیے وہ اسے سمجھانے لگا کہ ان کا جزیرے سے نکل جانا ہی مناسب رہے گا۔

ماریا ہوں ہاں سے جواب دیتی رہی یوں باتیں کرتے کرتے عنبر کو نیند آ گئی، اور وہ سو گیا۔

کچھ دیر تک ناگ اور ماریا باتیں کرتے اور اڑن طشتری والوں کے بارے میں غور کرتے۔ پھر ناگ بھی سو گیا۔

ماریا کو نیند بالکل نہیں آ رہی تھی۔ جو شے اسے اڑن طشتری والوں کے چبوترے کی طرف دوبارہ لے جا رہی تھی وہ اس کا شوق بھی تھا، احساس انتقام بھی تھا، اور سب سے زیادہ یہ خیال تھا کہ اسے کوئی دیکھ نہیں سکے گا۔

اب جو اس نے دیکھا کہ ناگ اور عنبر خراٹے لے رہے ہیں تو اس کا شوق چمک اٹھا۔ سوچنے لگی کہ چل کر معلوم کرنا چاہیے کہ جہاں سنگ مرمر کا چبوترہ ہے وہاں کچھ اور تو نہیں ہے؟۔

کیونکہ عنبر انہیں بہت جلد وہاں سے واپس لے آیا تھا۔ ماریا بڑے اطمینان سے اٹھی اور غار سے باہر نکل

گئی۔

مشرق کی طرف والے درختوں سے چاند آہستہ آہستہ اوپر آ رہا تھا۔ جس کی وجہ سے جزیرے پر بڑی پراسراری زرد رنگ کی روشنی کا غبار پھیل رہا تھا۔

عجیب بات یہ تھی کہ کسی درخت پر کوئی پرندہ، یہاں تک کہ الو تک بھی نہیں بول رہا تھا جو ایسے ویران جنگلوں میں راتوں کو ضرور بولا کرتا ہے۔ صرف سمندر کی جانب سے لہروں کے ہلکے ہلکے شور کی آواز آ رہی تھی۔

ماریا نے بھی بڑے بڑے بھیانک جنگل، صحرا اور جزیرے دیکھے تھے۔ اور راتوں کو ڈاکوؤں میں بن

مانسوں سے مقابلہ کیا تھا۔

ڈر تو اس کی کھال میں بالکل نہیں تھا۔ وہ بڑے آرام سے درختوں کے نیچے سے ہوتی ہوئی سنگ مر مر کے چبوترے کر آ گئی۔

چاند اب درختوں سے اوپر اٹھ آیا تھا اور سنگ مرمر کا چبوترہ اس کی روشنی میں خود ایک سفید چاند لگ رہا تھا جو زمین پر پڑا ہو۔

اس کے اردگرد لگے ہوئے چاندی کے گولے بھی چمک رہے تھے۔ ماریا ان گولوں کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی۔ وہ ٹھنڈے تھے اور سخت جیسے پتھر۔

ماریا کی بے خوفی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ اس

کو معلوم تھا کہ کوئی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور وہ سب کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے چبوترے پر آ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔

ٹہلتے ٹہلتے وہ چاندی کے ایک گولے کے قریب گئی تو اسے محسوس ہوا کہ اس کا رنگ دوسرے گولوں کے مقابلے میں کچھ کچھ سرخی مائل ہے۔

ماریا نے قریب جا کر اسے ہاتھ لگایا تو اسے اپنے ہاتھ کے اندر کچھ لہریں سی جاتی محسوس ہوئیں۔ بڑی حیران ہوئی کہ یہ کیا راز ہے؟

اس نے گولے کو ذرا سا گھمایا تو وہ بائیں جانب کو

سل اپنے آپ اپنی جگہ سے کھسک گئی۔ ماریا نے جھک کر دیکھا۔

نیچے سنگ مرمر کی سیڑھیاں جا رہی تھیں۔ اور نیچے سے روشنی آ رہی تھی۔ ماریا بلا خوف و خطر سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گئی۔

یہاں آ کر کیا دیکھتی ہے کہ ایک بڑا کمرہ ہے جس کی چھت پر گول گول چاند سے چمک رہے ہیں اور روشنی ہی روشنی ہے۔ دیوار کے ساتھ ساتھ شیشے کی الماریوں میں لگی مشینیں سی ہیں جن میں سرخ اور سفید سے لٹو گھوم رہے ہیں۔

ماریا ساتھ والے کمرے میں آ گئی۔ یہاں فرش

پر سنگ مرمر کے کتنے ہی چبوترے دیوار کے ساتھ ساتھ بنے تھے۔ ماریا ان کے قریب گئی تو پہلی بار خوف زدہ ہو گئی۔

ان چبوتروں پر انسانوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ یہ انسان وحشی معلوم ہوتے تھے۔ صاف لگتا تھا کہ اسی جزیرے کے رہنے والے تھے۔ جنہیں ان اڑن طشتری والوں نے پکڑ کر ہلاک کر دیا اور اب ان پر کوئی تجربہ کر رہے ہیں۔

اب ماریا کو محسوس ہوا کہ وہ خطرناک جگہ پر آ گئی ہے۔ وہ باہر نکلنے کے لیے پلٹی ہی تھی کہ کیا دیکھتی ہے اس کے سامنے دو آدمی کھڑے ہیں۔

ان کے سروں پر سینگ تھے۔ جسم سفید اور چمک رہے تھے۔ جیسے چاندی کے بنے ہوں اور سرانار جیسے تھے جن کے وسط میں ماتھے پر ایک سرخ آنکھ چمک رہی تھی۔

ماریا بڑے آرام سے دوسری طرف سے ہو کر گزرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا۔ لیکن یہ اس کا وہم تھا۔

اڑن طشتری والوں کی آنکھ ماریا کے جسم کے خاکے کو صاف دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ماریا کو پکڑ لیا۔

ان کے ہاتھ لگانے سے ماریا کو یوں محسوس ہوا

جیسے اس کے جسم کے اندر ہلکی ہلکی لہریں سرایت کر رہی ہیں۔ اس پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔

ایک آدمی نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈال دیا اور ایک تنگ سے کمرے میں لے جا کر بند کر دیا۔

ان عجیب الخلقت انسانوں نے آپس میں بات بھی کی، مگر ان کی زبان انوکھی، آواز تیز اور الفاظ ایسے تھے جو ماریا کی سمجھ سے باہر تھے۔ ماریا پر ویسے ہی بے ہوشی کا عالم طاری تھا۔ دروازے کی دیوار ان کے جاتے ہی اپنے آپ بند ہو گئی تھی۔

اب ذرا ادھر کی بھی سنئے۔

صبح ہو گئی تو ناگ اور عنبر کی آنکھ کھلی۔ انہوں نے

دیکھا کہ ماریا وہاں نہیں ہے، تو سوچا کہ شاید وہ جنگل میں ٹہلنے گئی ہو گی۔ لیکن جب کافی دیر گزرنے پر بھی وہ نہ آئی تو وہ دونوں پریشان ہو گئے۔ اٹھ کر غار سے باہر آئے اور ماریا کو تلاش کرنے لگے۔

انہوں نے جزیرے کا سارا جنگل چھان مارا لیکن ماریا کا کچھ پتہ نہ چلا۔ وہ سنگ مرمر کے چبوترے پر بھی آئے یہاں بھی کچھ نہیں تھا۔

انہوں نے ماریا کو جگہ جگہ آوازیں دیں۔

"ماریا!۔۔ ماریا!۔۔ ماریا!"۔۔

لیکن جنگل میں ہر بار ان کی آواز گونج کر رہ جاتی۔ آخر وہ تھک ہار کر ایک جگہ بیٹھ گئے اور سوچنے

لگے کہ ماریا کہاں جاسکتی ہے؟۔

ناگ نے کہا۔

"وہ اڑن طشتری والوں کی باتیں کر رہی تھی۔
ضرور ان کی تلاش میں نکلی ہے اور کسی مصیبت میں
پھنس گئی ہے"۔

عنبر پریشان تھا۔ کہنے لگا۔

لیکن وہ لوگ تو یہاں کہیں بھی نہیں ہے۔ پھر وہ
کہاں جاسکتی ہے۔ ان کی طشتری بھی جا چکی ہے۔
دیکھو ہماری اس بہن نے ہمیں کتنی پریشانی میں ڈال
دیا ہے۔

خدا جانے اب وہ کہاں جا کر کسی مصیبت میں

پھنس گئی ہوگی۔ ظاہر ہے وہ اسی جزیرے پر ہے۔
لیکن کسی خفیہ جگہ پر ہوگی جو اس تک ہماری آواز بھی
نہیں پہنچ سکی۔

وگرنہ یہ جزیرہ اتنا بڑا نہیں ہے اور ہم نے سارے
کا سارا جزیرہ چھان مارا ہے۔ کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں
ہم نے اسے آواز نہ دی ہو۔

ناگ کے چہرے پر بھی تشویش کے آثار تھے کہ نہ
جانے ماریا ایک دم سے کہاں جا کر گم ہوگئی ہے۔ ایسی
بات بھی نہیں تھی کہ راتوں رات کوئی بحری جہاز آیا ہو
اور ماریا کو اٹھا کر لے گیا ہو۔

اول تو ماریا کسی کو نظر ہی نہیں آسکتی، اور اگر فرض

کرلیا جائے کہ کوئی اس سے ٹکرا جاتا۔ اور اسے پکڑ بھی لیتا تو وہ مدد کے لیے پکار سکتی تھی، بلکہ جو اس سے ٹکراتا وہ اسے بھوت سمجھ کر سر پر پاؤں رکھ کر خود بھاگ جاتا۔

اسے زمین بھی نہیں نگل سکتی تھی، آسمان بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ پھر وہ کہاں غائب ہو گئی تھی؟۔

ماریا کو تلاش کرتے کرتے شام ہو گئی۔

تھک ہار کر عنبر اور ناگ اپنے غار میں آکر بیٹھ گئے۔ درختوں سے توڑ کر تھوڑا بہت پھل کھایا اور پانی پی کر پھر ماریا کے بارے میں گفتگو کرنے لگے۔

عنبر کو یقین ہو گیا تھا کہ اسے اڑن طشتری والوں

نے کسی جگہ گم کیا ہے اور یہ کہ اگرچہ ان لوگوں کی اڑن طشتری جزیرے میں نہیں ہے لیکن ان کے آدمی کسی نہ کسی زمین دوز کمین گاہ میں ضرور چھپے ہوئے ہیں جہاں بے خیالی میں ماریا پہنچ گئی اور ان آدمیوں کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔

ناگ کہنے لگا۔

"لیکن اسے تو کوئی انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی تھی"۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ تم بھول گئے ہو کہ اڑن طشتری والے کسی دوسرے ستارے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ہماری

طرح انسان نہیں ہیں ہو سکتا ہے، ان کی آنکھیں غیبی
انسان کو دیکھنے کی طاقت رکھتی ہوں۔ میں نے قدیم
مصر میں ایک بزرگ کاہن سے سنا تھا کہ انسان کے
جسم سے ہر وقت ایک قسم کی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں۔
جسے کوئی انسانی آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔

ہو سکتا ہے ماریا کے جسم سے نکلنے والی ان
شعاعوں کو اڑن طشتری والوں نے دیکھ لیا ہو اور اسے
پکڑ کر اپنی قید میں ڈال لیا ہو۔

ناگ بولا۔

"عنبر بھائی! تمہاری بات میں کافی وزن ہے۔
سوال یہ ہے کہ ان کی خفیہ کمیں گاہ یا تہہ خانے کو کہاں

تلاش کیا جائے؟"۔

عنبر کسی گہری سوچ میں گم تھا۔ لمبا سانس بھر کر اس
نے ناگ کو دیکھا اور بولا۔

"میں آج رات جب اندھیرا ہو جائے گا تو اس
خفیہ تہہ خانے کو تلاش کرنے کی کوشش کروں گا۔ تم بے
فکر رہو۔"

ناگ نے کہا۔

"میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا"۔

عنبر نے اسے سمجھایا۔

"میرا خیال ہے، تمہیں اس خزانے کی حفاظت
کے لیے یہاں رکنا ہوگا۔ اس مہم کے لیے میں اکیلا ہی

کافی ہوں گا"۔

یوں ہی باتیں کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا اور
رات کا اندھیرا گہرا ہو گیا۔

پھر جزیرے پر چاند نکل آیا اور اس کی پھیکی سی پر
اسرار روشنی پھیل گئی۔

اتنے میں وہی پر اسرار شور کی آواز پھر سنائی دی،
اور انہوں نے جلدی سے غار سے باہر نکل کر دیکھا، کہ
آسمان سے نیلی اور سرخ روشنی پھیلاتی اڑن طشتری
اتری اور جزیرے کے جنوبی جنگل کے عقب میں
غائب ہو گئی۔

عنبر نے کہا۔

"آسمانی مخلوق پھر اپنے مکان میں بیٹھ کر زمین پر
آئی ہے۔ اب ہمیں پھر ان کے واپس جانے کا انتظار
کرنا ہو گا کیونکہ ہم ان کے جانے کے بعد ہی ماریا
کو تلاش کر سکیں گے"۔

ناگ بولا۔

"ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے عنبر! کہیں ایسا نہ ہو کہ
وقت ہمیں دھوکا دے جائے اور ہم ماریا بہن سے
ہاتھ دھو بیٹھیں"۔

عنبر نے کہا۔

"فکر کی کوئی بات نہیں میرے بھائی! ہمیں اپنی
بہن کی مصیبت کا پورا پورا احساس ہے۔ ہم ماریا کو

تلاش کر کے ہی دم لیں گے"۔

یہاں عنبر نے غلط فیصلہ کیا تھا۔

اسے چاہیے تھا کہ اسی وقت ماریا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوتا کیوں کہ ادھر ماریا کو اڑن طشتری میں سوار کرایا جا رہا تھا تا کہ اسے اوپر اپنے ستارے کی سرزمین پر لے جا کر تجربہ کیا جا سکے۔

☆وہ پوری کی پوری دوسرے انسانوں کی طرح دکھائی کیوں نہیں دیتی؟

☆صرف اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں ہی کیوں دکھائی دیتی ہیں؟

ماریا تو تہہ خانے کے چھوٹے سے کمرے میں بند

ہو کر رہ گئی تھی۔ اس نے پوری طرح ہوش میں آنے کے بعد اپنے آپ کو بالکل بے بس پایا۔

وہ صرف غائب تھی۔ اس کے علاوہ اس کے اندر کوئی کراماتی طاقت نہیں تھی۔ سنگ مرمر کی چار دیواری نے اسے چاروں طرف سے قید کر رکھا تھا۔

اچانک اس نے اڑن طشتری کے چبوترے پر رکنے کی آواز سنی۔ وہ محتاط ہو کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد دیوار میں ایک جگہ روشنی ہوئی اور دروازہ بن گیا۔

چار آسمانی آدمی ہاتھوں میں شعاعوں والی بندوقیں لیے اندر آئے اور اسے پکڑ کر بڑے کمرے کے وسط میں لے گئے۔

اتنے میں اوپر چھت میں ایک سوراخ ہوا، اور چاندی کی ایک سیڑھی نیچے اترنے لگی جو اس کے بالکل قریب آ کر رک گئی۔

موت کی شعاعیں

ماریا نے اوپر اڑن طشتری کے گول دروازے کی جانب دیکھا۔

جہاں سیڑھی ختم ہوتی تھی اور اڑن طشتری کا گول دروازہ شروع ہوتا تھا، وہاں بھی دو آسمانی آدمی ہاتھوں میں بندوقیں لیے کھڑے ماریا کو گھور رہے تھے۔

انہوں نے آپس میں تیز تیز لہجے اور نا قابل فہم زبان اور باریک آواز میں کوئی بات کی۔ اس کے ساتھ ہی ایک آدمی نے ماریا کو پکڑ کر سیڑھی کی طرف دھکیلا۔

اب تو ماریا سمجھ گئی کہ اس کی دنیا کی زندگی ختم ہو رہی ہے۔ اب نہ جانے یہ لوگ اسے کون سے ستارے کی زمین پر لے جائیں گے اور اس کے ساتھ کیا سلوک کریں گے۔

وہ بھاگ بھی نہیں سکتی تھی۔ اتنے میں پیچھے سے کسی نے اسے باقاعدہ دھکا دیا اور وہ سیڑھی پر گر پڑی۔ پھر دو آسمانی آدمیوں نے اسے پکڑ کر سیڑھی پر

کھڑا کیا۔

خود بھی اس پر کھڑے ہو گئے۔ اور سیڑھی نے آہستہ آہستہ اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔

سیڑھی جب آسمانی آدمیوں اور ماریا کو لے کر اوپر چلی گئی تو اڑن طشتری کا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔

اندر پہنچ کر ماریا نے اپنے آپ کو ایک وسیع کشادہ اور گول کمرے میں پایا۔ دیوار کے ساتھ ساتھ بے شمار گول گول ایسے آلات لگے تھے جن کے اندر سرخ اور نیلی سوئیاں ہولے ہولے گردش کر رہی تھیں۔

وسط میں ایک سیاہ رنگ کی بہت ہی عجیب سی کرسی

پڑی تھی۔ سامنے ایک سنگ مرمر کی میز، جس پر ایک سونے کے رنگ کا چوکور صندوق پڑا تھا، جس میں ہیرے جواہرات اور رنگینے چمک رہے تھے۔

آسمانی مخلوق ماریا کو اس کمرے سے بھی نکال کر ایک دوسرے کمرے میں لے گئی۔ یہ ایک گول سا کمرہ تھا، جو قد سے چھوٹا اور پرسکون تھا۔

یعنی یہاں کسی قسم کی کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔

کونے میں دیوار کے ساتھ ایک بستر لگا تھا۔ سفید چادر، سفید تکیہ اور قریب ہی ایک چاندی کی طشتری جیسی تپائی رکھی تھی جس پر گلاس اور صراحی پڑی تھی۔

آسمان مخلوق ماریا کو اس کمرے میں چھوڑ کر چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد ماریا نے بہت سی مشینوں کے ایک ساتھ چلنے کی گڑگڑاہٹ سی سنی۔ پھر یہ گڑگڑاہٹ ایک جیسے ہلکے ہلکے شور میں تبدیل ہوگئی جیسے قریب ہی کہیں شہد کی مکھی چکر لگا رہی ہو۔

اس کے ساتھ ہی کمرے کے فرش کو ایک دھچکا سا لگا اور ماریا کو محسوس ہوا کہ اڑن طشتری زمین سے اوپر اٹھ رہی ہے۔

اس کی نظر دیوار پر لگے ایک چوکور شیشے پر پڑی تو کیا دیکھتی ہے کہ وہاں زمین کی ساری تصویر دکھائی دے رہی ہے۔

یعنی جزیرہ اور سمندر کا کنارہ اور درخت، اور ٹیلے

سب کچھ نیچے کی طرف جاتا دکھائی دے رہا تھا۔ ماریا اٹھ کر شیشے کے پاس کھڑی ہوگئی اور غور سے زمین دور ہونے کا منظر دیکھنے لگی۔ ایسا منظر اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

چاندنی رات میں جزیرے کے درخت اور سمندر کی لہریں سب نظروں سے دور ہوتی جارہی تھیں۔ ماریا پر ایک خوف سا طاری ہوگیا۔

نہ جانے یہ آسمانی مخلوق اسے کہاں لیے جارہی تھی۔ جزیرہ اس سے دور ہوتا جا رہا تھا زمین اس سے دور ہوتی جارہی تھی۔

ناگ اور عنبر اس سے دور ہوتے جارہے تھے۔ خدا

جانے اب ان سے پھر کب اور کن حالات میں ملنا ہوگا؟ ماریا کا خوف اور دہشت سے سر چکرانے لگا۔ وہ نیم بے ہوشی سی ہوکر بستر پر گر پڑی اور اس نے آنکھیں بند کرلیں۔

ادھر ناگ اور عنبر کی بھی سنیں۔

انہوں نے جب اچانک اڑن طشتری کے شور کی آواز سنی تو پریشان سے ہوگئے۔

ناگ نے کہا۔

''کہیں آسمانی مخلوق ماریا کو اغوا کر کے اپنے ساتھ نہ لے جارہی ہو؟''۔

عنبر بھی سوچ میں پڑ گیا کیونکہ ایسا ہوسکتا تھا لیکن

ایک خیال بار بار ان کے اس احساس کو جھٹلا رہا تھا کہ ماریا کسی کو دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔

کاش! وہ ایک لمحے کے لیے سوچ لیتے کہ آسمانی مخلوق نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ آسمانی مخلوق ماریا کے جسم سے نکلنے والی شعاعوں کو دیکھ کر اس کے خاکے کو دیکھ سکتی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"ماریا نظر نہیں آتی، اس لیے آسمانی مخلوق اسے کبھی نہیں اغوا کر سکتی"۔

اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ جنگل کے جنوبی درختوں میں سے اڑن طشتری آسمان کی طرف بلند

ہوئی۔

آسمان پر سرخ اور نیلی روشنی پھیل گئی اور پھر یہ روشنی دور ہوتے ہوتے ایک ستارہ بن کر رہ گئی اور پھر یہ ستارہ بھی آسمان کی وسعتوں میں غائب ہو گیا۔

دن چڑھا تو ناگ اور عنبر نے ماریا کی تلاش کا کام پھر سے شروع کر دیا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، یعنی ماریا کہیں نظر نہ آئی۔ سارا دن ماریا کو تلاش کرتے کرتے گزر گیا۔

شام ہو گئی۔

پھر رات کا اندھیرا چھا گیا اور یوں رات بھی گزر گئی۔

اسی طرح چار روز گزر گئے۔

چوتھی رات کو ناگ نے سوچا کہ سنگ مرمر کے چبوترے کے پاس چل کر غور سے دیکھنا چاہیے کہ وہاں کہیں ماریا نے کوئی نشانی تو نہیں چھوڑ رکھی حالانکہ دن میں وہ کئی بار ادھر سے گزرا تھا، مگر رات کو یونہی ایک خیال اس کے دماغ میں بیٹھ گیا کہ چل کر ایک بار پھر دیکھو۔

ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ قسمت نے اس کے ساتھ بھی اپنا کھیل کھیلتا تھا۔

عنبر گہری نیند سو رہا تھا۔

ناگ چپکے سے اٹھا اور جزیرے کے اس حصے کی

جانب آ گیا جہاں سنگ مرمر کا چبوترہ یا یوں کہہ لیجیے کہ اڑن طشتریوں کا لانچنگ پیڈ بنا تھا۔

ستاروں کی روشنی میں سنگ مرمر کا گول چبوترہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ناگ اس کے قریب ہی درخت سے ٹیک لگا کر کھڑا اس غور سے دیکھتا رہا۔

اس کا دل کہہ رہا تھا کہ ماریا اس جگہ سے اغوا کی گئی ہے۔ چبوترے پر آ کر اس نے جھک کر بڑے غور سے ایک ایک شے کو دیکھنا شروع کر دیا۔

دیکھتے دیکھتے وہ چاندی کے گولوں پر بھی آ گیا۔

ایک گولے کو اس نے دیکھا کہ اس میں سے بہت مدھم مدھم سی سفید شعاعیں نکل رہی ہیں۔

اس نے اس گولے پر ہاتھ رکھ کر اسے ذرا سا دبایا ہی تھا کہ چبوترے کی ایک جانب سے ہلکے سے شور کے ساتھ پتھر کی سل پرے ہٹ گئی۔

ناگ دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اسے خوشی بھی بہت ہوئی۔ جیسے ماریا کے اغوا کا سراغ مل گیا ہو۔ جہاں سے پتھر کی سل ہٹی تھی وہاں زمین کے اندر سے ہلکی ہلکی روشنی باہر نکل رہی تھی۔

ناگ آگے بڑھا ہی تھا کہ اسے خطرے کا احساس ہوا۔ اس نے سوچا اسے انسانی روپ میں ہرگز اندر نہیں جانا چاہیے۔

ایسا نہ ہو کہ وہ کسی مصیبت میں پھنس جائے۔

درخت کے قریب آ کر ناگ نے زور سے سانس بھرا اور جب پھنکار مار کر سانس چھوڑا تو وہ سفید رنگ کا ایک خوب صورت سانپ بن گیا تھا۔

ناگ نے آگے کی جانب رینگنا شروع کر دیا۔

رینگتے رینگتے وہ سیڑھیوں سے نیچے اتر گیا۔ مصیبت یہ تھی کہ سانپ کے روپ میں وہ زیادہ اچھی طرح سے اندر کی چیزوں کو نہ تو دیکھ سکتا تھا اور نہ ہی سمجھ سکتا تھا۔

سانپ کی آنکھوں سے اس نے دیکھا تو اسے وہاں ایک شاندار ہال کمرہ نظر آیا جس میں دیواروں کے ساتھ گول گول الماریاں سی لگی تھیں، جن میں عجیب وغریب قسم کے آلات رکھے تھے۔

وہ فرش پر رینگتا ہوا دیوار کے پاس آ گیا۔ اسے کمرے میں ایک جانب دروازہ سا کھلتا نظر آیا۔ وہ ٹھٹھک گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ دروازے میں دو آسمانی آدمی نمودار ہو گئے۔

ان کے جسم دبلے پتلے تھے اور سفید چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ ہر ایک کے سر کے بیچ میں سے سینگ نکلا ہوا تھا۔

ماتھے پر ایک آنکھ تھی جو سرخ تھی۔ ان کے سر انار کی طرح کے تھے۔ ہاتھوں میں سفید چاندی جیسا ایک چھوٹا سا ہتھیار تھا۔

اسے عنبر کی باتیں یاد آنے لگیں۔ ضرور یہی وہ

مہلک ہتھیار تھا جس میں سے یہ لوگ شعاع پھینک کر انسان کو ہلاک کر دیتے تھے۔ ناگ وہیں اپنی جگہ پر خاموش فرش پر لیٹا رہا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ آسمانی لوگ اسی کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پھر وہ آگے بڑھے اور انہوں نے اپنی شعاعی بندوق کا رخ سانپ کی طرف کر دیا۔

ناگ کو احساس ہوا کہ وہ پھنس گیا ہے کیونکہ موت کی شعاع سے وہ سانپ بن کر بھی نہیں بچ سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ آسمانی مخلوق کی بندوقوں سے شعاعیں نکل کر ناگ کو بھسم کر دیتیں، اس نے زور سے پھنکار ماری اور انسان کی شکل میں ان کے سامنے آ گیا۔

آسمانی مخلوق ڈر کر ایک ایک قدم پیچھے ہٹ گئے۔ انہوں نے اپنی زندگی میں آج تک کسی سانپ کو انسان کی شکل اختیار کرتے نہ دیکھا تھا۔ یہ ایک حیران کر دینے والی بات تھی۔ جوان کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔

انہوں نے ایک دوسرے کی جانب تعجب سے دیکھا اور پھر تیز تیز آواز میں کچھ باتیں کیں۔

ناگ نے ان سے کہا۔

''میں اپنی بہن ماریا کی تلاش میں یہاں آیا ہوں''۔

آسمانی مخلوق نے آگے بڑھ کر ناگ کو پکڑ لیا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں ہلکی ہلکی شعاعیں سرایت کر رہی ہیں۔ اس پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی اور وہ زمین پر گر پڑا۔ گرتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا۔

آسمانی مخلوق نے اسے اٹھایا اور دوسرے کمرے میں لے جا کر شیشے کے بنے ہوئے ایک اونچے لمبے تابوت میں بند کر دیا تا کہ اگر یہ پھر سے سانپ بھی بن جائے تو تابوت سے باہر نہ نکل سکے۔

تابوت میں اتنی آکسیجن موجود تھی کہ ایک زمینی انسان اس میں کم از کم ایک مہینے تک زندہ رہ سکتا تھا۔

اس رات عنبر کو بھی بڑی گہری نیند آئی۔ شاید اس

لیے کہ وہ جزیرے میں دن بھر کی در بدری کے بعد تھک گیا تھا۔ صبح اٹھ کر دیکھا کہ ناگ بھی غائب ہے۔ اس نے سوچا شاید جنگل میں سیر وغیرہ کرنے نکل گیا ہو۔ غار سے نکل کر جزیرے میں اس کی تلاش شروع کر دی۔

دوپہر تک اسے تلاش کرتا رہا۔ اسے جگہ جگہ آوازیں بھی دیں مگر ناگ وہاں ہوتا تو جواب بھی دیتا۔ اس کا کہیں جزیرے پر نام و نشان تک نہ تھا۔

تھک ہار کر اپنے غار میں آ کر بیٹھا رہا۔ سوچ میں پڑ گیا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟

پہلے ماریا غائب ہو گئی اور اب ناگ بھی غائب ہو

گیا۔ آخر یہ لوگ کہاں اور کیسے گم ہو گئے؟

اگر آسمانی مخلوق نے انہیں اغوا کیا ہے تو پھر عنبر کو کیوں چھوڑ دیا؟۔

لیکن آسمانی مخلوق تو وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ ان کی اڑن طشتری زمین سے جا چکی تھی۔ کیا وہ پیچھے کچھ لوگ چھوڑ گئے تھے؟

اگر ایسی بات تھی تو وہ لوگ کہاں تھے؟ عنبر کو تو آسمانی مخلوق صرف اسی وقت ملی تھی جب کہ ان کی طشتری جزیرے پر موجود تھی۔

یہی سوچ سوچ کر عنبر کا دماغ کھولنے لگا۔ وہ اٹھ کر سمندر کے کنارے آیا۔ منہ ہاتھ دھو کر درختوں پر

سے کچھ پھل توڑ کر کھائے۔

تالاب کا ٹھنڈا پانی پیا اور سمندر کے کنارے کنارے ٹھنڈی ریت پر ننگے پاؤں سیر کرنے اور سوچنے لگا کہ ناگ اور ماریا کو اب کہاں تلاش کیا جائے؟۔

اچانک جو اس کی نگاہ سمندر کی طرف گئی تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک بادبانی جہاز دور سے جزیرے کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ عنبر تو اسی جگہ دم بخود سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔

یہ جہاز کس کا ہو سکتا ہے اور ادھر کیا کرنے آ رہا ہے؟ یہ جزیرہ کوئی تجارتی شاہراہ پر واقع نہیں تھا اور نہ

ہی یہ آباد تھا۔

کہیں یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز تو نہیں ہے؟۔

اس خیال کے ساتھ ہی عنبر کو اپنے خزانے کا خیال آ گیا، مگر وہ تو بالکل محفوظ تھا۔ اس کے علاوہ اگر یہ سارے ڈاکو بھی عنبر پر ٹوٹ پڑیں تو اس کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے، بلکہ الٹا اس کے ہاتھوں ایک ایک کر کے موت کی آغوش میں پہنچ سکتے تھے۔

بہر حال وہ ایک ٹیلے کی اوٹ میں ہو گیا۔ وہ ان جہاز والوں پر اپنا آپ یونہی ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔ وہ پہلے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور اس بے آباد جزیرے پر کیا کرنے آ رہے ہیں۔

جہاز قریب سے قریب تر ہو رہا تھا۔ عنبر ٹیلے کے اوپر ایک ایسی جگہ پر آکر اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا جہاں سے اسے ساحل سمندر کا منظر بالکل صاف دکھائی دے رہا تھا۔

جہاز نے کنارے پر آکر بادبان لپیٹ دیے اور لنگر ڈال دیا۔

اب تو عنبر نے ایک ہی پل میں ان لوگوں کو سر پر بندھے ہوئے سرخ رومالوں، کانوں کے بالوں اور وحشی چہروں اور اونچی اونچی آواز والی فضول باتوں سے صاف پہچان لیا کہ یہ سارے کے سارے جرائم پیشہ افراد بحری ڈاکو ہیں۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی آپ کو بیان کر چکے ہیں کہ اس زمانے میں، یعنی آج سے ہزار برس پہلے بحری ڈاکو عام ہوا کرتے تھے۔

یہ اپنے جہازوں میں کھلے سمندروں میں پھر کر تجارتی جہازوں پر ڈاکے ڈالا کرتے تھے۔ جس جہاز پر یہ ڈاکہ ڈالتے اس کا سارا مال اسباب لوٹ کر اپنے ہاں جمع کر لیتے۔

جہاز کو آگ لگا دیتے اور سارے مسافروں کو ہلاک کر کے سمندر میں پھینک دیتے۔ یہ بڑے ہی سنگدل اور ظالم لوگ ہوتے تھے۔

کسی پر رحم نہیں کرتے تھے، بلکہ رحم دلی تو ان کے

قریب سے بھی نہیں گزری تھی۔ عنبر اپنی چار پانچ ہزار سالہ زندگی میں اس قسم کے کئی بحری ڈاکوؤں سے مقابلہ کر چکا تھا اور انہیں ہلاک کر چکا تھا۔

وہ ٹیلے کی اوٹ میں پتھروں پر بیٹھا بڑے سکون کے ساتھ بحری ڈاکوؤں کو جہاز پر سے ایک بڑی کشتی سمندر میں اتارتے دیکھ رہا تھا۔

یہ کشتی کافی بڑی تھی۔ جب یہ سمندر میں رک گئی تو رسوں کی مدد سے ڈاکو اس میں کود گئے۔ ان کے پاس چمک دار خنجر تھے اور وہ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

جہاز کے عرشے پر ان کا کپتان کھڑا تھا۔ اس نے

سر پر سیاہ رومال باندھ رکھا تھا اور کانوں میں سفید اصلی موتی چمک رہے تھے۔ اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی۔

ڈاکوؤں کی کشتی کے بعد ایک اور کشتی سمندر میں اتاری گئی اس کشتی میں سیاہ رنگ کا ایک گول صندوق رکھا گیا اور اس کے بعد کپتان بھی چند ڈاکوؤں کے ساتھ اس میں اتر کر بیٹھ گیا۔

عنبر فوراً سمجھ گیا کہ یہ لوگ جزیرے میں کسی محفوظ جگہ پر اپنا خزانہ جمع کرنے آرہے ہیں۔

بحری ڈاکوؤں کا یہ دستور ہوا کرتا تھا کہ جب ان کے پاس لوٹ مار کا بہت سا خزانہ جمع ہو جاتا تو وہ

اسے صندوق میں ڈال کر کسی گمنام سے جزیرے پر لے جا کر دفن کر دیا کرتے تھے۔

جہاز کا کپتان اس مقام کا ایک نقشہ چمڑے پر بنا کر اپنے پاس رکھ لیتا تھا۔ جب کبھی اسے خزانے کی ضرورت پڑتی تو وہ اسی نقشے کی مدد سے جزیرے پر آ کر اپنا خزانہ واپس نکال لیتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ کپتان ان تمام لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار دیتا جن کو معلوم ہوتا تھا کہ خزانہ، جزیرے میں کسی جگہ دفن ہے، بلکہ کپتان ان لوگوں کو بھی اسی گڑھے میں خزانے کے ساتھ ہی دفن کر دیا کرتا تھا۔

ڈاکوؤں کی دونوں کشتیاں ساحل پر آ کر رک گئیں انہوں نے کشتیوں پر ریت کو کھینچ لیا اور کپتان کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

ڈاکو بڑے خوش تھے اور جزیرے کے درختوں کی طرف دیکھ دیکھ کر قہقہے لگا رہے تھے اور منہ سے جانوروں کی آوازیں نکال رہے تھے۔

کپتان نے اپنا تلوار والا ہاتھ فضا میں بلند کیا سارے ڈاکو خاموش ہو گئے۔ دو ڈاکوؤں نے خزانے کا صندوق اپنے کندھوں پر اٹھایا اور کپتان کے ساتھ ایک طرف چل پڑے۔

معلوم ہوتا تھا کہ کپتان اس سے پہلے بھی

جزیرے پر آ چکا تھا۔ وہ یوں چل رہا تھا، جیسے یہ راستے اس کے جانے پہچانے ہوں۔

ایک جگہ درختوں کے جھنڈ میں وہ رک گیا۔ اس نے تلوار سے اشارہ کیا۔ ڈاکوؤں نے خزانے کا صندوق زمین پر رکھ دیا اور بیلچوں سے زمین کھودنی شروع کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہاں پر ایک گہرا گڑھا بن گیا۔

عنبر ٹیکری پر درختوں کی اوٹ میں چھپا ہوا یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ سامنے آ کر ان سے خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا مول لینے کی اسے کوئی ضرورت نہیں تھی۔

78 موت کی شعاعیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 52)

اسے ان کے خزانے سے بھی کوئی سروکار نہیں تھا کیونکہ اس کا اپنا خزانہ اس کے لیے ایک مصیبت بنا ہوا تھا۔

کپتان نے خزانے کو زمین میں اتروا کر اوپر سے گڑھا مٹی سے بھروا دیا۔ پھر اس نے خود اس جگہ پر ایک بڑا سا پتھر اٹھا کر رکھ دیا اور اپنے سینے پر بندھے ہوئے تھیلے میں سے چمڑے کا ایک نقشہ نکال کر اس پر خنجر سے چند آڑھی ترچھی لکیریں ڈال دیں۔

ڈاکوؤں نے کپتان کی زندگی اور صحت کے لیے خوشی سے نعرے لگائے۔ ان کے شور سے درختوں پر بیٹھے پرندے ڈر کے مارے اڑ گئے۔

اب انہوں نے وہاں آگ جلا لی۔ جہاز پر سے دوسرے ڈاکو بھی کشتی میں بیٹھ کر وہاں آ گئے، اور انہوں نے آگ پر سالم بکرے بھوننے شروع کر دیے۔

وہ ہنس ہنس کر ایک دوسرے سے مذاق کر رہے تھے۔ ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ اور ریت پر قلابازیاں لگا رہے تھے۔

عنبر خاموش ٹیکری پر جھاڑیوں کے پاس بیٹھا یہ سارا تماشا دیکھ رہا تھا۔

اس کا دل ماریا اور ناگ سے بچھڑ جانے پر بڑا اداس تھا اور وہ یہی سوچ رہا تھا کہ انہیں کس جگہ تلاش

کیا جائے؟۔

اگر وہ جزیرے پر اس کے ساتھ موجود ہوتے تو بڑی آسانی سے بحری ڈاکوؤں کے اس جہاز پر قبضہ کیا جا سکتا تھا۔

پھر وہ بڑے اطمینان سے اپنا بھی خزانہ ساتھ لے کر اس جزیرے کو الوداع کہہ سکتے تھے لیکن اب عنبر وہاں کیسے جا سکتا تھا۔

وہ اس جزیرے پر رہ کر پوری تفتیش کرنا چاہتا تھا، کہ ناگ اور ماریا کہاں غائب ہو گئے اور کون لوگ اغوا کر کے لے گئے ہیں۔

سورج غروب ہو رہا تھا۔

عنبر ٹیکری سے نیچے اتر آیا۔ اسے دور سمندر کے کنارے پر سے بحری ڈاکوؤں کے شور وغل اور قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

وہ دل میں ناگ اور ماریا کا خیال لیے بوجھل قدموں سے چلتا ہوا اپنے غار میں آ کر بیٹھ گیا۔ ایک بار اس کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ کیوں نہ ڈاکوؤں کے جہاز پر قبضہ کر لے۔

تاکہ جب ماریا اور ناگ اسے مل جائیں تو وہ اس میں سوار ہو کر جزیرے سے نکل جائیں۔ لیکن سوال یہ یہ تھا کہ کیا خبر ماریا اور ناگ کہاں ہیں اور وہ اسے کب اور کن حالات میں ملیں گے؟

یونہی ڈاکوؤں سے مقابلہ کر کے انہیں ہلاک کر کے وہ جہاز کو لے کر کیا کرے گا۔ جب ناگ اور ماریا مل جائیں گے تو پھر وہاں سے نکلنے کا بندوبست بھی کسی نہ کسی طرح سے ہی ہو جائے گا۔

شام کو عنبر نے غار میں رکھے ہوئے کچھ پھل کھائے پانی پیا اور لیٹ گیا۔ وہ اپنی فیصلہ کن مہم کل صبح سے شروع کرنی چاہتا تھا۔

تھوڑی دیر سوچتے رہنے کے بعد اس کو نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔

اب کیا ہوا ہے کہ رات ذرا گہری ہو گئی تو آسمان پر ایک جانب سے نیلی اور سرخ روشنی نمودار ہوئی۔

اس وقت کچھ ڈاکو ریت پر سیدھے لیٹے سو رہے تھے۔ کچھ ڈاکو بھنا ہوا گوشت توڑ توڑ کر وحشیوں کی طرح کھا رہے تھے اور آپس میں ٹھٹھا مخول کر رہے تھے۔ کپتان اپنی میں آرام دہ بستر پر لیٹا سر تکیے پر رکھے آنکھیں بند کیے کوئی پرانا سمندری گیت گنگنا رہا تھا۔

جس ڈاکو نے سب سے پہلے اس روشنی کو آسمان سے اترتے دیکھا تو پہلے تو اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ اس میں اتنی سکت نہ رہی کہ وہ اپنے دوسرے ساتھیوں کو بتا سکے کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے؟۔

اتنے میں ایک اور ڈاکو نے دیکھا کہ آسمان سے ایک چمک دار گول شے عجیب شور کے ساتھ نیلی اور

سرخ روشنی پھینکتی ہوئی جزیرے کے جنوب کی طرف جا رہی ہے۔ اس نے شور مچا دیا۔ اب سب ڈاکو آسمان کی طرف دیکھنے لگے۔

اڑن طشتری کو دیکھ کر ایک بار تو کپتان بھی دنگ رہ گیا۔ وہ کشتی میں اٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کشتی سے اتر کر ساحل پر آ گیا۔ سارے ڈاکو بھاگ کر اس کے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔

ایک ڈاکو بولا۔

”سردار! یہ کیا شے جزیرے میں اتر رہی ہے؟“

سردار نے کہا۔

”یہ کوئی ستارہ ہے“۔

دوسرا بولا۔

”نہیں سردار، آسمان سے دیوتا لوگ زمین پر آ رہے ہیں“۔

تیسرا ڈاکو بولا۔

”قیامت آنے والی ہے“۔

سب چیخ پڑے۔

قیامت؟۔۔۔بھاگو!۔۔بھاگو!۔۔۔قیامت آ گئی۔

ڈاکوؤں کے کپتان نے چیخ کر کہا۔

”خاموش۔۔۔! رک جاؤ، بدبخت شیطانو! مجھے کچھ سوچنے دو“۔

سارے ڈاکو سہم کر رک گئے اور سردار کپتان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور اسے سوچتے ہوئے دیکھنے لگے۔

روشنی درختوں کے پیچھے جا کر چھپ گئی تھی۔ اب شور رک گیا تھا مگر اڑن طشتری کے گنبد کے اوپر سے جو سرخ روشنی نکل رہی تھی اس نے درختوں کے اوپر آسمان کو سرخ کر دیا تھا۔

ڈاکوؤں کا کپتان بڑا خودسر اور ضدی آدمی تھا۔ اس نے حکم دے دیا کہ۔

”وہاں چل کر معلوم کیا جائے کہ یہ کون لوگ ہیں اور کیا یہ ہمارے خزانے کی تلاش میں تو نہیں آئے؟“۔

سارے ڈاکو اس کے حکم کے مطابق خاموشی سے جدھر روشنی آ رہی تھی ادھر چل پڑے۔

وہ دل ہی دل میں ڈر رہے تھے۔ گرتے پڑتے، سہمے سہمے سے جب وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سنگِ مرمر کا چبوترہ تھا تو اڑن طشتری کو کھڑے دیکھ کر کئی ایک چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئے۔

کپتان بھی اپنی جگہ پر کھڑا اڑن طشتری میں سے نکلتی سرخ روشنی کو دیکھتا رہا۔

"یہ۔۔۔یہ کیا چیز ہے؟"۔

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ لیکن ہر ایک کے ذہن میں یہی ایک سوال تھا۔ اڑن طشتری

والوں نے بھی ڈاکوؤں کو دیکھ لیا تھا۔

انہوں نے تو زمین پر اترتے ہوئے ڈاکوؤں کے بحری جہاز کو بھی دیکھ لیا تھا اور انہیں جزیرے پر ان لوگوں کی مداخلت بری لگی تھی۔

ادھر ایک احمق ڈاکو کے دل میں جانے کیا خیال آیا کہ اس نے زمین پر سے پتھر اٹھا کر پوری طاقت سے اڑن طشتری پر دے مارا۔

پتھر طشتری کی دیوار سے لگ کر نیچے گر پڑا۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے ڈاکوؤں نے بھی اڑن طشتری پر پتھر برسانے شروع کر دیئے۔

اچانک اس اڑن طشتری یا خلائی جہاز کی کھڑکی

کھلی اور ایک سیڑھی اپنے آپ باہر نکلی اور دروازے پر دو خلائی انسان، چاندی جیسے لباس میں ملبوس، ہاتھوں میں شعاعی پستول لیے کھڑے نظر آئے۔

ڈاکو ایک پل کے لیے دم بخود سے ہو گئے۔انہوں نے جب ایک ایسی مخلوق کو دیکھا جس کے سر پر سینگ نکلا تھا، ماتھے پر ایک ہی آنکھ تھی اور ٹانگیں سفید سفید چاندی جیسی تھیں تو خوف او دہشت کے مارے ان کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔

کسی نے چیخ کر کہا۔

"یہ دیوتا نہیں شیطان ہیں۔انہیں ختم کردو"۔

اور اس کے ساتھ ہی ڈاکوؤں نے خلائی انسانوں

پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔دونوں انسان بڑے اطمینان سے خلائی جہاز کے دروازے پر کھڑے تھے۔

پتھر ان کے قدموں پر گر رہے تھے۔وہ بے سکون کے ساتھ سیڑھی پر سے اتر کر ذرا آگے آ گئے۔ڈاکو ذرا پیچھے ہٹے اور انہوں نے سنگ باری شروع کر دی۔

پتھر خلائی انسانوں سے ٹکرا کر دور گر رہے تھے۔ اور ان کو کوئی چوٹ نہیں لگ رہی تھی۔شاید اب خلائی انسانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا تھا۔

انہوں نے شعاعی پستول سے فائر کر دیے۔ پستول میں سے تیز سفید شعاع نے نکل کر بیک وقت

دو ڈاکوؤں کو جلا کر بھسم کر دیا۔

دیکھتے دیکھتے کتنے ہی ڈاکو مر گئے۔ باقی ڈاکو جہاز کی طرف بھاگے لیکن خلائی انسان ان کا پیچھا کر رہے تھے۔

ڈاکو ابھی کشتیوں پر ہی سوار ہو رہے تھے کہ انہوں نے ان پر شعاعیں پھینک دیں۔ ایک دھماکہ ہوا اور دونوں کشتیوں میں آگ لگ گئی۔

کپتان نے سمند میں چھلانگ لگا دی اور وہ اپنے جہاز پر چڑھ گیا۔ ابھی اس نے لنگر اٹھا کر بادبان کھولے ہی تھے کہ کنارے پر کھڑے دونوں خلائی انسانوں کے پستولوں سے بیک وقت مہلک

شعاعیں نکلیں اور جہاز سے ٹکرائیں۔ جہاز کو ایک دھماکے کے ساتھ آگ لگ گئی۔

اس دھماکے کی آواز نے عنبر کو جگا دیا۔ وہ جلدی سے غار سے باہر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سمندر میں ڈاکوؤں کے جہاز میں آگ لگی ہے۔

جنوب کی طرف دیکھا تو آسمان پر سرخ روشنی ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ اڑن طشتری والوں نے جزیرے پر آ کر بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو برباد کر دیا ہے۔

ایک طرف ہو کر وہ خاموش کھڑا جہاز کو جلتے اور غرق ہوتے دیکھتا رہا۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی

تھی۔

تھوڑی دیر بعد جہاز جل بجھ کر سمندر میں غرق ہو گیا اور جزیرے پر ایک گہرا ایسا سناٹا چھا گیا۔ عنبر غار میں آ کر گھاس کے بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے؟۔

آخر اس نے دل میں ایک فیصلہ کر لیا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔

داستان مصیبت

عنبر نے یہ ایک اور غلطی کی تھی کہ اس نے صبح کا انتظار کیا۔

اسے چاہیے تھا کہ جو کچھ بھی اس نے فیصلہ کیا ہے اس پر اسی وقت عمل کرتا۔ صبح جزیرے پر دن چڑھا اور عنبر اٹھ کر سنگ مرمر کے چبوترے کی طرف گیا تو وہاں خلائی جہاز بالکل نہیں تھا۔

خلائی جہاز رات کے پچھلے پہر کسی وقت جا چکا تھا۔ عنبر کو جگہ جگہ بحری ڈاکوؤں کی جلی ہوئی راکھ شدہ لاشیں زمین پر پڑی ملیں۔

یہ لاشیں کچھ اس بری طرح جل گئی تھیں کہ ان کی ہڈیاں بھی راکھ بن گئی تھیں۔ خلائی انسانوں کی بندوق میں اس قدر گرمی تھی کہ ہڈیوں کا گودا تک جل کر راکھ ہو گیا تھا۔

یہ بھی زندگی کا ایک انوکھا تجربہ تھا، جو عنبر اس وقت کر رہا تھا۔

ناگ کا کہیں نشان تک نہ تھا۔ پہلے ماریا گم ہوئی اب ناگ غائب ہو گیا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ خلائی

مخلوق ناگ کو بھی ماریا کے بعد اغوا کر کے اوپر اپنے ستارے پر لے گئی ہو؟۔

ایسا ہو سکتا ہے!

عنبر ساحل سمندر پر آ گیا۔ یہاں بحری ڈاکوؤں کی مزید لاشیں راکھ بنی ریت پر پڑی تھیں۔ ان کا جہاز جل کر ڈوب چکا تھا۔

حیرت کی بات تھی کہ دو ایک دن کے اندر اندر جزیرے کے ساحل پر کھڑے دو جہاز آگ کی نذر ہو گئے تھے۔ ڈاکوؤں کی دونوں کشتیاں بھی آگ نے تباہ کر کے سمندر میں بہا دی تھیں۔

کنارے کی ریت پر بحری ڈاکوؤں نے رات کو

جو آگ جلائی تھی اس کی جلی بجھی لکڑیاں ابھی تک ویسے ہی پڑی تھیں۔

عنبر گہری سوچ میں گم جزیرے میں ادھر ادھر گھومتا پھرتا رہا۔ اس نے رات یہی فیصلہ کیا تھا کہ صبح اٹھ کر وہ خلائی جہاز کے اندر جا کر حالات معلوم کرنے کی کوشش کرے گا لیکن اس نے یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ لوگ رات کو غائب بھی ہو سکتے تھے۔

شام ہوگئی۔

عنبر نے تھوڑے بہت پھل درختوں سے توڑ کر کھائے غار میں آ کر لیٹ گیا۔ رات گہری ہوگئی تو سوچتے سوچتے اسے نیند آ گئی، اور وہ سو گیا۔

صبح سورج کی کرنوں نے غار کے دروازے پر آ کر روشنی کی تو عنبر کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے ندی پر جا کر غسل کیا اور ایک بار پھر سنگ مرمر کے چبوترے کی جانب چل پڑا۔

ابھی وہ چبوترے سے دور ہی تھا اور ایک جگہ ٹیلے کا موڑ گھوم رہا تھا کہ ایک خنجر کھٹاک سے آ کر اس کی کمر میں پیوست ہوگیا۔

عنبر نے گھوم کر دیکھا۔

ذرا ہی دور ایک درخت کی اوٹ میں ایک آدمی کھڑا اسے گھور رہا تھا۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ بحری ڈاکو ہے۔ خوش قسمتی سے بچ گیا ہے اور اب اسے مارنے کی فکر

میں ہے۔

عنبر نے بڑے آرام سے اپنی پیٹھ میں سے خنجر کھینچ کر نکالا اور جیب اڑس لیا۔ اب بحری ڈاکو نے تلوار سونت لی اور عنبر کی طرف حملہ کرنے بڑھا۔

عنبر دل میں ہنس پڑا کہ عجیب پاگل آدمی ہے۔ ابھی اس کا غلام بنا ہوگا۔

عنبر نے کہا۔

''اے احمق انسان! اپنی تلوار واپس پیٹی میں ہی لگالے۔ تو میرا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ الٹا میرے ہاتھ سے ناحق قتل ہو جائے گا''۔

بحری ڈاکو نے تلوار لہراتے ہوئے کہا۔

''میں تجھے قتل کر کے تیرے کپڑے اتار کر خود پہنوں گا اور پھر تجھے آگ پر بھون کر اپنے پیٹ کی آگ بجھاؤں گا''۔

عنبر نے کہا۔

''بے وقوف، احمق! کیا اس جنگل کے سارے پھل ختم ہو گئے ہیں؟''۔

ڈاکو بولا۔

''نہیں! میں تجھے ضرور ہلاک کروں گا۔ نہیں تو تو مجھے مار ڈالے گا۔ تو ضرور آسمانی لوگوں میں سے ہے، اور تم نے میرے ساتھی ہلاک کر دیے، ہمارا جہاز بھی غرق کر دیا''۔

عنبر اسے سمجھاتا رہا کہ وہ آسمانی مخلوق نہیں ہے۔ لیکن ان پڑھ اور جاہل بحری ڈاکو کی سمجھ میں خاک بھی نہ آیا۔ اس نے تلوار سے عنبر پر حملہ کر دیا۔

تلوار کا پہلا وار عنبر نے اپنے ہاتھ پر لیا۔ تلوار اس کے ہاتھ سے ٹکرا کر واپس چلی گئی۔ ڈاکو کچھ حیران سا ہوا۔

دوسرا وار اس نے عنبر کی گردن پر کیا۔ عنبر نے کوئی حرکت نہ کی۔ تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرا کر ٹوٹ گئی۔

اب تو بحری ڈاکو کو نانی یاد آ گئی۔ عنبر نے خنجر اس کی گردن پر چبھوتے ہوئے کہا۔

”اب بتا احمق! اگر میں تجھے ہلاک کر دوں تو تو

کیا کر لے گا؟“۔

بحری ڈاکو پہلے ہی بڑا دہشت زدہ تھا۔ اب تو اس کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی۔ وہ عنبر کے قدموں پر گر پڑا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

”اے آسمانی انسان! مجھے معاف کر دے، مجھے معاف کر دے“۔

عنبر نے کہا۔

”ارے بے وقوف! میں پہلے بھی تجھے بتا چکا ہوں کہ میں آسمانی انسان نہیں ہوں“۔

ڈاکو بولا۔

”پھر میری تلوار کا تیرے جسم پر کوئی اثر کیوں نہیں

ہوا؟"۔

عنبر بولا۔

"ان باتوں کو تو نہیں سمجھ سکے گا۔ بہر حال جس خلائی انسان کی تلاش میں تو نکلا ہے، اسی کی تلاش مجھے بھی ہے، کیونکہ وہ لوگ اگر تمہارے جہاز کو تباہ و برباد کر کے تمہارے ساتھیوں کو ہلاک کر گئے ہیں تو میری ایک بہن اور بھائی کو اغوا کر کے ساتھ لے گئے ہیں"۔

ڈاکو کی آنکھیں کھل گئیں۔

"ایں! کیا آسمان پر اپنے ساتھ لے گئے ہیں؟ کیا یہ لوگ دیوتا ہیں۔ ستاروں میں رہتے ہیں۔ ان کے پاس نالیاں تھیں جن میں سے سورج سے بھی

زیادہ گرم شعلے نکلے کر ہر شے کو بھسم کر رہے تھے۔

کیا تم نے انہیں دیکھا ہے بھائی؟ میں نے خود انہیں دیکھا ہے۔ اپنے بھائیوں کو ان کی آگ میں اپنی آنکھوں کے سامنے جل کر راکھ ہوتے دیکھا ہے۔

میری تو قسمت اچھی تھی جو بھاگ کر ایک گڑھے میں چھپ گئی۔ نہیں تو میں بھی اس وقت جزیرے کی ریت پر راکھ بنا پڑا ہوتا۔

عنبر نے سوچا کہ یہ کیا ایک احمق سا آدمی پلے پڑ گیا ہے۔ خواہ مخواہ اس کا وقت ہی ضائع کرے گا۔ مگر اب تو اس سے چھٹکارا بھی ممکن نہ تھا۔

اس ڈاکو نے عنبر پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''اگر تم آسمانی انسان نہیں ہو تو پھر تم پر تلوار کا اثر کیوں نہیں ہوا؟''۔

''کیا تمہارے جسم میں ہماری طرح لال لال خون نہیں ہے؟''۔

''تمہارے جسم میں خنجر نے زخم کیوں نہیں ڈالا؟''۔

عنبر اس کے ان سوالوں سے پریشان ہو گیا۔ یہ بڑے قدرتی سوال تھے، مگر عنبر اس جاہل ڈاکو کو ان کا کیا جواب دیتا بھلا۔

اس نے تنگ آ کر کہا۔

''بھائی ڈاکو! اگر تم نے یہ بک بک بند نہ کی تو میں تمہیں خرگوش بنا کر سمندر میں پھینک دوں گا''۔

ڈاکو ڈر گیا اور بولا:

''نہ بھائی نہ مجھے خرگوش نہ بنانا۔ میں آسمانی لوگوں سے بہت ڈرتا ہوں۔ تم آسمانی انسان ہو۔ میں تمہارا غلام ہوں۔ جیسے تم کہو گے، میں ویسے ہی کروں گا۔ لیکن خدا کے لیے مجھے خرگوش مت بنانا۔ میں خرگوش بن کر سمندر میں نہیں ڈوبنا چاہتا''۔

جزیرے پر انہیں دو روز گزر گئے۔

تعجب کی بات تھی کہ عنبر کو سنگ مرمر کے چبوترے پر وہ چاندی کا گولا دکھائی نہ دیا اس میں سے ہلکی ہلکی بجلی

کی لہریں نکل رہی تھیں اور جسے ذرا سا دبانے سے
سنگ مرمر کی ایک سل اپنی جگہ سے ہٹ کر تہہ خانے کو
جانے والی سیڑھیوں کا راستہ کھول دیتی تھی۔

آخر عنبر نے اس جزیرے سے جانے کا فیصلہ کر
لیا۔اس کا خیال تھا کہ وہ کسی دوسرے شہر جا کر سارے
خزانے کو بیچ کر ایک شاندار بحری جہاز خریدے اور پھر
بہت سے ساز و سامان کے ساتھ واپس اس جزیرے
پر آ کر ان خلائی جہاز والوں سے مقابلہ کر کے انہیں
زیر کرنے کی کوشش کرے اور ناگ اور ماریا کو برآمد
کرے۔

بحری ڈاکو نے اپنے کپتان کا خزانہ بھی زمین سے

کھود کر نکال لیا تھا۔عنبر نے اسے اپنے خزانے کا
صندوق بھی دکھا دیا۔

ڈاکو اس خزانے کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ کیوں کہ
عنبر کے خزانے کے جواہرات کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔
کیوں کہ عنبر کے خزانے کے جواہرات، اشرفیاں اور
ہیرے بڑے سچے، نایاب اور انتہائی قیمتی تھے۔

بحری ڈاکو کو کیا خبر تھی کہ وہ تو پانچ سات ہزار سال
پرانے جواہرات ہیں۔

آخر کار عنبر اور ڈاکو نے مل کر ایک درخت کاٹا اور
اس کی کشتی بنانی شروع کر دی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ناگ اور ماریا

کی بھی خبر لی جائے کہ وہ کس حال میں ہیں۔

ماریا کو تو خلائی مخلوق نے اپنے ستارے پر لے جا کر ایک قلعے کے سب سے اونچے برج میں قید کر دیا تھا اور اس پر تجربات کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

زمین کی فضا سے نکل کر جب خلائی جہاز کائنات کی خلا میں داخل ہوا تو ماریا چکرا کر رہ گئی تھی۔ کوٹھڑی کی دیوا کے شیشے میں سے اس نے دیکھا کہ باہر ستارے ہی ستارے چمک رہے ہیں۔

آسمان سیاہ کالا ہو گیا ہے اور کئی چمکدار ستارے اس کے خلائی جہاز کے قریب سے ہو کر پیچھے گزر جاتے ہیں۔ آخر ان کا خلائی جہاز ایک ایسے ستارے

کی فضا میں داخل ہوا جس نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔

جہاز کو ایک جھٹکا سا لگا۔ اور پھر اس نے بڑے سکون سے ستارے کی زمین پر اترنا شروع کر دیا۔

ماریا شیشے کے ساتھ لگی باہر کا منظر دیکھ رہی تھی۔ زمین پر اسے کوئی درخت نظر نہیں آ رہا تھا۔ چاروں طرف صحرا یا چھوٹے چھوٹے سیاہ کالے پہاڑ ابھرے تھے۔

زمین پر سیاہ ریت بچھی تھی۔ آسمان بھی سیاہ تھا۔ کہیں کہیں سفید ستارے چمک رہے تھے۔ وہاں رات کا وقت تھا۔

خلائی جہاز ایک بلند پہاڑ کی چوٹی پر جا کر رک گیا۔ ماریا کو چاندی کی زنجیروں میں جکڑ کر خلائی جہاز سے نکال کر باہر لایا گیا تو اس نے محسوس کیا کہ اسے سانس لینے میں دقت محسوس ہو رہی ہے۔

وہ کھانسنے لگی۔ فوراً ہی اسے ایک گول کار میں بٹھا دیا گیا۔ اس کا سانس ٹھیک ہو گیا۔ ظاہر تھا کہ اس ستارے پر آکسیجن کی مقدار بے خفیف ہے۔ گول گاڑی میں آکسیجن فالتو چھوڑی گئی تھی۔

یہاں خلائی انسان بھی ماسک پہنے پھر رہے تھے۔ ہاں جہاز یا گاڑی کے اندر انہیں ماسک کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

ماریا کو لے کر وہ لوگ پہاڑی والے محل کے سب سے اوپر کے برج میں آ گئے۔ یہاں اسے ایک کمرے میں قید کر دیا گیا۔

رات کو اسے کھانے پر کسی جانور کا بھنا ہوا گوشت اور پانی دیا گیا۔ گوشت کا ذائقہ بغیر نمک کے تھا اور پانی بھی کھارا تھا۔

اس میں بھی جیسے آکسیجن کی کمی تھی، کیوں کہ وہ بھاری تھا۔ ماریا نے زہر مار کر لیا، کیا کرتی، اسے سخت بھوک اور پیاس لگی تھی۔

ماریا کو عنبر اور ناگ کا فکر کھائے جا رہا تھا۔ کہ وہ جب سو کر اٹھیں گے تو اسے غار میں موجود نہ پا کر کس

قدر پریشان ہوں گے۔ اسے کیا خبر تھی کہ دوسرے خلائی جہاز میں ناگ بھی اسے کے پاس ہی پہنچنے والا ہے۔

ناگ کو جس جہاز میں ایک تابوت کے اندر بند کیا گیا تھا وہ اسے لے کر زمین کی فضاؤں سے نکل کر ستارے کی فضا میں داخل ہوا تو ناگ نے بھی ایک جھٹکا سا محسوس کیا۔

تابوت کے چاروں طرف بڑے مضبوط قسم کے شیشے کی چاردیواری تھی۔ وہ کوشش کے باوجود اسے ہلا نہ سکا تھا۔ اور اب اسے توڑنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ آسمانی مخلوق اسے کسی دوسرے ستارے پر لے جا رہی ہے اب تو اگر کچھ ہو سکتا تھا تو ستارے پر پہنچ کر ہی ہو سکتا تھا۔

چنانچہ وہ بھی اپنی قسمت پر صبر شکر کر کے تابوت میں لیٹا رہا۔ خلائی جہاز اپنے ستارے کی زمین پر آ کر پہاڑ کی چوٹی پر رک گیا۔

ناگ کے تابوت کو اٹھا کر اسی محل کی چاردیواری میں ایک دوسرے برج میں قید کر دیا گیا۔

یہ ستارہ جہاں یہ مخلوق آباد تھی، ہماری زمین سے کروڑوں میل کے فاصلے پر واقع تھا۔ خلائی جہاز لاکھوں میل فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتا ہوا وہاں پہنچا

تھا۔

اس ستارے کا نام جیوپیٹر تھا اور یہاں جو لوگ آباد تھے، ان کے ماتھے پر صرف ایک آنکھ تھی۔ سر پر ایک سینگ تھا جسم پر چاندی کی کھال منڈھی تھی۔

سر پر ایک سینگ تھے اور ان کی آواز گلہری کی آواز سے ملتی جلتی تھی۔ لاکھوں برس کے بعد اس ستارے پر بھی آکسیجن گیس ختم ہو رہی تھی۔

پانی کہیں کہیں رہ گیا تھا۔ درخت بالکل نیست و نابود ہو گئے تھے۔ جانوروں میں سے صرف ہرن کی قسم کا ایک جانور صحرا کی سیاہ ریت میں کہیں کہیں پایا جاتا تھا۔

اس ستارے کی اصل مخلوق عرصہ ہوا ختم ہو گئی تھی۔

یہ ایک آنکھ والی مخلوق کسی دوسرے سیارے سے آ کر یہاں قابض ہو گئی تھی۔ ان لوگوں نے ستاے کی پہلی بچی کھچی مخلوق کو کھا کر ختم کر دیا تھا۔

اب ان لوگوں کو اپنی سائنس کے ذریعے معلوم ہوا کہ زمین پر جو انسان آباد ہیں ان کے خون میں آکسیجن کی مقدار بہت زیادہ ہے۔

چنانچہ انہوں نے زمین پر سے کچھ انسانوں کو اغوا کر کے اوپر اپنے سیارے میں لانے کی سکیم تیار کی تھی۔

اسی مصنوبے کے تحت انہوں نے جزیرے کے

جنگلی لوگوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشوں کو سنگ مرمر
کے چبوترے والے زمینی تہہ خانے میں رکھا۔

وہاں ان کے جسموں سے سارا خون نکال کر
آکسیجن الگ سلنڈروں میں ڈالی اور اوپر اپنے
سیارے میں لے آئی۔ یہی وہ لاشیں تھیں جنہیں ماریا
نے جزیرے پر چبوترے کے تہہ خانے میں دیکھا
تھا۔

اب جو انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا انسان بھی
جزیرے پر ہے جو جس قسم کی شکل چاہے اختیار کر سکتا
ہے تو اسے بھی پکڑ کر اوپر لے آئے۔

ماریا کے بارے میں جب انہیں علم ہوا کہ وہ

غائب ہو سکتی ہے اور صرف اس کے جسم سے نکلنے والی
شعاعوں سے اسے پہچانا جا سکتا ہے تو انہوں نے ماریا
کو بھی قید کر لیا اور اوپر اپنے ستارے میں لے آئے۔

اس ستارے پر ایک سردار کی حکومت تھی۔ جس
نے پہاڑ والے محل میں اپنا شاندار مسکن بنا رکھا تھا۔
یہاں پر بے شمار مشینیں لگی تھیں جن کی مدد سے
دوسرے ستاروں پر پرواز کرنے والے خلائی جہازوں
کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔

اس سردار نے جزیرے کے وحشی انسانوں کے
خون کو پسند کیا تھا۔ اس نے حکم دے دیا تھا کہ عنقریب
بہت سے خلائی جہازوں کے ساتھ زمین پر حملہ کیا

جائے اور زمین پر رہنے والے سارے انسانوں کے
جسموں سے خون اور آکسیجن نکال کر سلنڈروں میں
بھر کر اوپر لائی جائے تاکہ وہ ستارے پر زیادہ سے
زیادہ عرصے تک زندہ رہ سکیں۔

ان کے حساب کے مطابق زمین پر بسنے والے
ایک انسان کے جسم میں اتنا خون اور آکسیجن موجود تھی
کہ جیوپیٹر ستارے پر رہنے والا خلائی انسان اسے پی
کر سو سال تک بڑی آسانی سے زندہ رہ سکتا تھا۔

یعنی اگر یہ ستارے کی مخلوق زمین کے ایک لاکھ
انسانوں کے جسموں سے آکسیجن اور خون نکال کر
اپنے ستارے پر لے آئیں تو جیوپیٹر کی مخلوق بڑی

آسانی سے ایک ہزار برس تک زندہ رہ سکتی تھی۔ اور
اس عرصے میں وہ آکسیجن کا کوئی نہ کوئی نعم البدل
تلاش کر سکتی تھی۔

یہ تھا جیوپیٹر کے رہنے والوں کا منصوبہ، جس کا
کسی کو علم نہ تھا۔ یہ لوگ زمین پر حملہ کرنے کی تیاریاں
کر رہے تھے۔ اور اسی لیے انہوں نے جزیرے پر اپنا
ایک خلائی اڈہ اور تجربہ گاہ قائم کر رکھی تھی۔

ماریا کو خلائی انسانوں نے ابھی اپنے برج میں قید
کر رکھا۔ وہ سب سے پہلے ناگ پر تجربہ کرنا چاہتے
تھے کہ اس کے جسم میں ایسی کونسی طاقت ہے کہ جس کی
مدد سے وہ جب چاہے اور جس روپ میں چاہے اپنے

آپ کو تبدیل کر سکتا ہے۔

ستارے کے سردار کو جب ناگ کی خفیہ طاقت کا علم ہوا تو وہ خود برج کے قید خانے میں اسے دیکھنے آیا۔

ناگ شیشے کے تابوت میں پڑا تھا۔ سردار کے سر پر تاج تھا جس میں سے بے شمار سینگ نکلے ہوئے تھے۔ اس کی سرخ آنکھ چمک رہی تھی اور سفید لباس میں سے جیسے شعاعیں باہر نکل رہی تھیں۔

اس نے جھک کر ناگ کو غور سے دیکھا اور پھر ہاتھ کے اشارے سے اپنے ملازموں کو کچھ حکم دیا۔

خلائی انسان ناگ کے تابوت کو لے کر پہاڑ کے

اندر والی ایک تجربہ گاہ میں آ گئے۔ یہاں سنگ مرمر کی چھت کے نیچے ایک چبوترہ بنا تھا۔ اس چبوترے پر تابوت رکھ دیا گیا۔

اوپر چھت پر ایک گول دائرہ بنا تھا جس میں کئی بلب روشن تھے۔ دیوار کے ساتھ ساتھ بے شمار گول گول ڈائیل بنے تھے جن میں سرخ اور سیاہ سوئیاں لگی تھیں۔

ناگ سمجھ گیا کہ اب خیر نہیں ہے۔ یہ لوگ اس پر کچھ اس قسم کی شعاعیں ڈالیں گے کہ وہ ان کی گرمی سے جل کر بھسم ہو جائے گا۔

لگے۔ تابوت کے اوپر لہروں کی شکل میں رنگدار روشنی
چکر کھانے لگی۔ ڈائیلوں کی سوئیاں گردش کرنے
لگیں۔ خلائی انسان تابوت سے ہٹ کر کھڑے
ہو گئے۔

کچھ ہی دیر بعد ناگ نے محسوس کیا کہ تابوت گرم
ہوتا جا رہا ہے۔ ناگ کو اپنا سانس بند ہوتا محسوس ہوا۔
اس نے ہاتھ کے اشارے سے مشین روک دینے کو کہا
مگر وہاں اس کی بھلا کون سنتا تھا۔

اب ناگ کے جسم سے بھی شعاعیں سی نکلنا شروع
ہو گئیں۔ اس نے محسوس کیا کہ جیسے اس کے حلق میں
کوئی گرم گرم سی سیال شے اندر جا رہی ہے۔

اس کا دم گھٹنا شروع ہو گیا اور پھر اس پر بے ہوشی
طاری ہو گئی۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ اسی
جگہ تابوت میں بند پڑا ہے۔ چھت کے بلب بجھ چکے
تھے۔ ناگ نے گردن گھما کر دیکھا۔

تجربہ گاہ بالکل خالی تھی۔ تابوت کے اندر اس کا دم
گھٹ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ ان لوگوں کی نیت ٹھیک
نہیں ہے۔

اگر اب بھی اس نے ہمت سے کام نہ لیا تو یہ لوگ
اپنا تجربہ کرتے ہوئے اسے ہلاک کر دیں گے۔ اس
نے آنکھیں بند کر لیں اور سوچنا شروع کر دیا۔

اس تابوت سے نکلنے کی ایک ہی صورت تھی کہ وہ کسی بہت بڑے طاقت ور جانور کا روپ بدل لے۔ جب تابوت سے باہر آ جائے تو پھر چاہے چھوٹا سا سانپ بن کر تجربہ گاہ میں کسی جگہ چھپ جائے اور موقع ملتے پر وہاں سے فرار ہو جائے۔

یہ ترکیب بڑی اچھی تھی۔ ناگ نے تابوت کی شیشے کی موٹی چار دیواری میں سے ایک بار پھر باہر جھانک کر دیکھا۔

تجربہ گاہ میں کوئی خلائی انسان نہیں تھا۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ زور سے ایک پھنکار ماری اور ہاتھی بن گیا۔

ہاتھی بنتے ہی ایک چھناکے کے ساتھ شیشے کا تابوت ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور ناگ تابوت سے باہر ہاتھی کی شکل میں کھڑا ہو کر جھومنے لگا۔

اصل میں وہ خوشی سے جھوم رہا تھا کہ تابوت کی قید سے تو آزاد ہو گیا۔ اب اسے خطرہ تھا کہ خلائی انسان شور سن کر آ گئے تو وہ بڑی آسانی سے اسے اپنی شعاعوں والی بندوق سے بھسم کر سکتے ہیں۔

ناگ نے ایک بار پھر اپنی سونڈ اوپر اٹھا کر زور سے پھنکار ماری، اور بہت ہی چھوٹے سے سیاہ رنگ کے سانپ کی شکل میں زمین پر رینگنے لگا۔

فرش پر رینگتے ہوئے وہ دیوار کے اوپر چڑھ گیا۔

اور پھر گول گول ڈائیوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

اتنے میں تجربہ گاہ کی دیوار ایک جگہ سے شق ہوئی اور تین چار خلائی انسان بھاگ کر اندر آ گئے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ تابوت ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا ہے اور ناگ غائب ہے تو تیز تیز آواز میں باتیں کرتے ہوئے باہر کو بھاگے۔

ان کے جاتے ہی دروازہ آہستہ آہستہ بند ہونا شروع ہو گیا۔ لیکن ناگ نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ کیا۔ وہ دیوار سے اتر کر دروازے کے پاس آیا اور اس سے پہلے کہ دروازہ بند ہو وہ دوسرے کمرے میں جا چکا تھا۔ اس کمرے میں بھی قسم قسم کی مشینیں لگی ہوئی

تھیں۔ ناگ جتنی جلدی ہو سکے وہاں سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا ہوا ایک کھلے دروازے سے نکل کر سنگ مرمر کی راہداری میں آ گیا۔

یہاں اس نے زمین کی بجائے چھت کے ساتھ ساتھ رینگنا شروع کر دیا۔ راہداری ایک گول کمرے میں جا کر ختم ہو گئی۔ یہاں ایک گول نالہ باہر کو جاتا تھا۔ ناگ اس نالے میں سے گزر کر باہر آ گیا۔

باہر آ کر اس نے محسوس کیا کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر ہے اور نیچے وادی میں دن کی روشنی پھیلی ہے اور ج گہ

ہوئے ہیں۔

جن پر سرخ روشنی جھلملا رہی ہے۔ شاید یہ خلائی جہاز تھے، جو زمین پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے تھے۔

ناگ ایک سمت کو رینگتے ہوئے پہاڑی کے اندر بنی ہوئی چھوٹی سی کھوہ میں چلا گیا۔ یہاں بہت اندھیرا تھا اور ٹھنڈک بھی تھی۔

ناگ نے سوچا کہ ایسی جگہ کچھ عرصے کے لیے پناہ لینی چاہیے تاکہ آئندہ کے بارے میں غور کیا جا سکے۔

لیکن مصیبت یہ تھی کہ سانپ یا کسی بھی جانور کی

شکل اختیار کر کے وہ انسانوں کی طرح نہیں سوچ سکتا تھا۔ اس کی سوچ کی رفتار بہت سست پڑ جاتی تھی۔ تو کیا وہ پھر سے انسان کی شکل میں آ جائے۔

ایسا کرنا اس کے لیے خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔

ناگ نے فیصلہ کیا کہ ابھی اس طرح پڑے رہنا ہی اس کے حق میں بہتر ہو گا۔

یہ ایک عجیب ستارہ تھا۔

ابھی دن تھا اور ابھی رات پڑ گئی۔ اور چاروں طرف اندھیرے کی چادر پھیل گئی۔

ناگ نے کھوہ میں سے باہر نکل کر دیکھا تو ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ پہاڑیوں کے درمیان

میں جو گنبد سے بنے ہوئے تھے صرف ان کی سرخ روشنیاں ہی جگمگا رہی تھیں۔

اسے پہاڑی کے ارد گرد وہی گلہریوں جیسی تیز تیز آوازیں سنائی دیں۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ خلائی انسان اس کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے تھے اور اب اس کے قریب پہنچ رہے تھے۔

وہ جلدی سے کھوہ کے اندر چھپ گیا۔ گلہریوں جیسی تیز تیز آوازیں قریب سے قریب تر ہوتی گئیں اور پھر اس کے کھوہ کے پاس آ کر رک گئیں۔

خلائی انسان کھوہ کے باہر پہنچ کر رک گئے تھے۔ ان کے آلات بتا رہے تھے کہ ناگ اندر ہی ہے۔

انہوں نے اندر تیز روشنی پھینکی۔ ناگ جو کہ سانپ کی شکل میں تھا، ایک پتھر کے نیچے سوراخ میں چھپ گیا اور اپنے اوپر اس نے ریت گرا دی۔

اس ریت میں دب جانے کی وجہ سے ناگ کے جسم سے نکلنے والی ریڈیائی شعاعیں رک گئیں۔ خلائی انسانوں کے آلات بھی رک گئے۔ ان کے آلات نے سگنل دینے بند کر دیے تھے۔ وہ روشنی بجھا کر تیز تیز باتیں کرتے آگے نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد ناگ سوراخ میں سے باہر نکل آیا اور اطمینان کا گہرا سانس لے کر غار کے ادھر ادھر تکنے لگا۔ پہلے تو وہ کچھ دیر کھوہ کے اندر ہی بیٹھ کر

حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

اس کے بعد اچانک پھر دن چڑھنا شروع ہو گیا اور وادی اور پہاڑوں میں دن کی سفید اجلی روشنی پھیل گئی اور ہر چیز صاف نظر آنے لگی۔

ناگ کھوہ سے باہر آ گیا۔

ایک عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ سورج کی روشنی تو چاروں طرف پھیلی تھی مگر سورج کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا۔

شاید وہ پہاڑوں کی اوٹ میں تھا، لیکن پہاڑوں کا سایہ بھی نہیں تھا۔ کچھ عجیب و غریب قسم کی فضا تھی اس ستارے کی۔

ناگ نے ایسا تجربہ زندگی میں پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ وہ پہاڑیوں کے دامن میں رینگنے لگا۔ رینگتے رینگتے وہ ایک ٹیلے کی چوٹی پر آ گیا۔

یہاں اسے ایک سرخ رنگ کا برج دکھائی دیا جو چوٹی کے اوپر بنا ہوا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ اس برج میں چل کر دیکھنا چاہیے۔ شاید یہاں سے فرار ہونے کی کوئی ترکیب ہاتھ آ جائے۔

ناگ سانپ کی شکل پہاڑی اور ٹیکریوں کے اونچے نیچے ریتلے راستوں میں رینگتا ہوا اوپر پہاڑی کے برج پر پہنچ گیا۔

برج ایک گول چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی صرف

ایک ہی کھڑکی تھی جس کے منہ پر موٹی موٹی لوہے کی سلاخیں چڑھادی گئی تھیں۔

ناگ نے سوچا کہ ضرور یہاں کوئی قیمتی اور پراسرار شے رکھی گئی ہے۔ چل کر پتہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ وہ برج کی گول دیوار پر رینگتے ہوئے لوہے کی موٹی سلاخوں والی کھڑکی میں آگیا۔

اس نے اپنی گردن اندر ڈال کر جائزہ لیا کہ اندر کوئی ہے یا نہیں۔

آہ! اندر تو بے چاری ماریا موجود تھی اور ایک کونے میں بیٹھی اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی۔ لیکن ناگ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعوں کو صرف خلائی انسانوں کی آنکھ ہی دیکھ سکتی تھی۔ ماریا بھی ناگ کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کیونکہ وہ چھوٹے سے سیاہ سانپ کی شکل میں تھا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ یہ چھوٹا سا برج کچھ دیر تک چھپے رہنے کے لیے بڑا موزوں ہوگا۔ چنانچہ یہ سوچتے ہی وہ سلاخوں کی درز میں سے رینگ کر اندر گول کمرے میں آگیا۔

اچانک اسے اپنے کسی قریبی دوست کی وہاں موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے ایک خاص قسم کی بو فضا میں سونگھی۔

پھر وہ چونک پڑا۔

ارے یہ بو تو ماریا کی تھی۔

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ زور سے ایک پھنکار ماری اور انسان کی شکل میں سامنے آ گیا۔

ماریا نے ایک دم سے اپنے سامنے ناگ کو دیکھا تو چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی اور رونے لگی۔

ناگ بھی ماریا کو دیکھ کر حیران رہ گیا اور خوش بھی ہوا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو اپنی اپنی داستان مصیبت سنائی اور اپنے دوست عنبر کے بارے میں کافی دیر باتیں کرتے رہے۔

پھر غور کرنے لگے کہ اس خلائی مخلوق سے کس طرح سے چھٹکارا حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ماریا نے ناگ کو بتایا۔

”خلائی لوگ اس کے جسم سے نکلتی شعاعوں کے ذریعے اسے دیکھ لیتے ہیں“۔

ناگ نے اس انکشاف پر بہت تعجب کا اظہار کیا اور کہنے لگا۔

”اس کا کوئی علاج تلاش کرنا پڑے گا“۔

ڈاکو اور خزانہ

عنبر اور ڈاکو دونوں کئی روز سے جزیرے میں کشتی تیار کر رہے تھے۔

ایک ہفتے کی صبح و شام کی محنت کے بعد آخر کشتی تیار ہو گئی۔ اس میں ناریل اور دوسرے پھل کافی مقدار میں ذخیرہ کر دیے گئے۔

دونوں نے اپنے اپنے خزانوں کے صندوق نکال

کر وہ بھی کشتی میں چھپا کر رکھ دیے۔

یہ کشتی کافی بڑی تھی۔ اگرچہ اس میں بادبان نہیں تھے لیکن چپوؤں کی مدد سے اسے کافی تیز چلایا جا سکتا تھا۔

اب وہ جزیرے کے مخالف چلنے والی ہواؤں کا انتظار کرنے لگے۔

ایک دن جب وہ سو کر اٹھے تو تیز ہوائیں جزیرے کی مخالف سمت کو چل رہی تھیں۔ سمندر میں اپنا سفر شروع کرنے کا یہ بڑا نادر موقع تھا۔ چنانچہ وہ کشتی میں سوار ہوئے اور انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔

شروع میں کشتی بڑے آرام سے بہتی چلی گئی۔ کچھ دیر چلنے کے بعد سمندر میں طوفان سا اٹھنے لگا۔ ہوا تیز ہو گئی اور بادل بھی گرجنے شروع ہو گئے۔

عنبر اور ڈاکو دونوں کوئی اناڑی نہیں تھے۔ دونوں کو سمندری طوفانوں کا اچھا خاصا تجربہ تھا۔ طوفان رات بھر جاری رہا۔

کشتی لہروں پر ادھر ادھر اچھلتی رہی۔ اس میں پانی بھی بھرا مگر وہ اسے باہر نکال نکال کر پھینکتے رہے۔

دوسرے روز دوپہر کو جا کر طوفان تھما۔ بارش رک گئی اور لہروں نے بھی سکون کا سانس لیا۔

عنبر نے شروع ہی سے محسوس کیا تھا کہ بحری ڈاکو

کبھی کبھی اسے عجیب سی نظروں سے دیکھتا تھا۔ جب عنبر اس سے آنکھیں چار کرتا تو وہ جھٹ نظریں جھکا لیتا یا ادھر ادھر دیکھنے لگتا۔

عنبر کو اس کی نیت میں کچھ خرابی محسوس ہونے لگی تھی۔ مگر وہ مطمئن تھا کہ یہ اکیلا احمق ڈاکو اسے کیا نقصان پہنچا سکتا ہے بھلا۔ یہ اس کی بے وقوفی تھی کیونکہ دشمن کو کبھی بھی کمزور خیال نہیں کرنا چاہیے۔

سمندر میں سفر کرتے انہیں تیسرا روز جا رہا تھا۔ عنبر کشتی سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ ڈاکو چپو چلا رہا تھا۔

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آسمان پر ابھی تک کوئی پرندہ نظر نہیں آیا۔ کیا

خیال ہے۔ہم زمین سے ابھی کتنی دور ہوں گے؟‘‘۔

بحری ڈاکو نے اپنے کھردرے چہرے پہ ہاتھ پھیرا اور سوچتے ہوئے کہا۔

’’میرے انداز کے مطابق ابھی دو روز اور ہمیں اسی سمت سمندر میں سفر کرنا ہوگا۔ پھر کہیں جا کر زمین کی شکل دیکھنی نصیب ہوگی‘‘۔

عنبر نے پوچھا۔

’’اس طرف ہم ہسپانیہ کے ساحل پر پہنچیں گے کیا؟‘‘۔

ڈاکو نے جواب یا۔

’’ہاں۔۔۔ ہسپانیہ! جس پر اب فرانسیسیوں کی

حکومت ہے اور مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کا دور ختم ہو چکا ہے‘‘۔

ڈاکو کی اس بات پر عنبر سوچ میں پڑ گیا کیونکہ اس نے ہسپانیہ کے عروج کا زمانہ دیکھا تھا۔ جب کہ اندلس اور قرطبہ میں مسلمان سائنس دانوں اور دوسرے علوم میں اپنے کمالات دکھا رہے تھے اور ان کی لائبریریاں کتابوں سے بھری ہوئی تھیں۔

مسلمان بادشاہ ان علوم کی سرپرستی کرتے تھے۔

عنبر کا دل چاہا کہ وہ ایک بار پھر غرناطہ اور قرطبہ جائے اور وہاں کے شاہی محلات اور شاہی لائبریریوں میں مسلمانوں کی عظمت رفتہ کی یادگاریں دیکھے لیکن بحری

ڈاکو کچھ اور ہی سوچ رہا تھا۔

اس کا دل خزانے کے بارے میں بے ایمان ہو گیا تھا۔ اس نے اپنے دماغ میں ایک ترکیب بنائی تھی کہ موقع پا کر کسی وقت رات کے وقت عنبر کو سمندر میں دھکا دے دے اور خود دونوں خزانوں کا مالک بن جائے کیوں کہ ڈاکو پر یہ حقیقت کھل چکی تھی کہ عنبر اس سے بہت زیادہ طاقتور ہے اور وہ عنبر کو تلوار یا خنجر سے ہلاک نہیں کر سکتا۔

چنانچہ وہ رات کا انتظار کر رہا تھا۔

عنبر کو ڈاکو کی طرف سے خطرے کا احساس ضرور تھا مگر اس کا خیال تھا کہ وہ کیا کرے گا۔

ایک بار پھر عنبر اپنے دشمن کی جانب سے غافل ہو کر رات کو کشتی میں لیٹ گیا۔ وہ اس طرح لیٹا تھا کہ اس کا ایک پہلو بالکل کشتی کے کنارے کو چھو رہا تھا اور نیچے گہرا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

بحری ڈاکو کو بھلا نیند کب آتی تھی۔ وہ تو شاید اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔ جلدی سے اٹھا اور آہستہ گھٹنوں کے بل چلتا، بلکہ رینگتا ہوا بے خبر سوئے ہوئے عنبر کے پاس آیا اور پھر بجلی جیسی تیزی کے ساتھ اس نے عنبر کو سمندر میں دھکا دے دیا۔

سمندر کی لہریں بڑی تیزی سے پیچھے جا رہی تھیں۔ وہ عنبر کو اٹھا کر کشتی سے دور لے گئیں۔

عنبر کو ایک دم ہوش آیا تو کیا دیکھا کہ وہ بیچ سمندر میں لہروں کے رحم و کرم پر پڑا ہے اور کشتی رات کے اندھیرے میں دور ہوتی جا رہی ہے۔

اس نے آخری بار بحری ڈاکو کو کشتی میں خوشی سے ناچتے دیکھا او پھر لہروں کے اوپر لیٹ گیا۔ دل میں افسوس کرنے لگا کہ وہ اپنے دشمن سے غافل ہو گیا۔ اور یوں خزانے سے ہاتھ دھو بیٹھا جس کی انہوں نے اتنی دیر سے حفاظت کی تھی اور اپنے ساتھ لیے لیے پھرتے رہے تھے۔

عنبر ابھی مر تو نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ لہریں اسے اپنے کندھے پر سوار کر کے آگے ہی آگے لیے جا رہی

تھیں۔

رات گزر گئی۔

دن چڑھا تو آسمان پر سورج نکلنے کے ساتھ ہی کالے کالے بادل چھا گئے اور ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا چلنے لگی۔

ادھر بحری ڈاکو نے خزانے والے دونوں صندوق کھول رکھے تھے اور حریصانہ نظروں سے کبھی ایک صندوق کے جواہرات کو دیکھتا تھا تو کبھی دوسرے صندوق کے جواہرات کو اٹھا کر آنکھوں سے لگاتا تھا۔

آسمان پر بادلوں کو دیکھ کر اس نے جلدی سے دونوں صندوق کشتی میں ایک طرف ناریل کے ڈھیر

میں چھپا دیئے اور چپو پکڑ کر کشتی کو جلدی جلدی ایک طرف کھینے لگا۔

وہ یوں بے تاب ہو رہا تھا جیسے ابھی کچھ ہی دیر میں ساحل تک پہنچ جائے گا۔ جب کہ ابھی ہسپانیہ کا ساحل وہاں سے دو روز کے فاصلے پر تھا۔

بحری ڈاکو نے کشتی چلاتے چلاتے دور نظر اٹھائی تو اسے ایک دیو پیکر وہیل مچھلی نظر آئی جس کے سر پر سے پانی کا فوارہ بلند ہو رہا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ اس سمندر میں وہیل مچھلیاں کبھی کبھی آ جاتی ہیں اور اگر کسی جہاز یا کشتی کو دور سے دیکھ لیں تو پھر اسے ٹکر مار کر تباہ و برباد کر دیا کرتی ہیں۔

ڈاکو کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے سوچا کہ یہ مصیبت کہاں سے نازل ہو گئی۔ وہ کشتی کو کہیں چھپا بھی نہیں سکتا تھا۔

بس دیوتاؤں سے یہی دعا مانگنے لگا کہ ظالم وہیل مچھلی کی ادھر نگاہ نہ پڑ جائے مگر وہیل مچھلی نے تو بہت پہلے اسے دیکھ لیا تھا اور بڑے مزے سے اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ڈاکو نے دیکھا کہ وہیل مچھلی نے سمندر میں غوطہ لگایا اور غائب ہو گئی۔ ڈاکو نے دل میں دیوتاؤں کا شکر ادا کیا کہ بلا سر سے ٹلی۔

لیکن وہیل مچھلی ٹلنے والی بلا نہیں تھی۔ اب جو وہ

سمندر سے ابھری تو کشتی سے بمشکل ایک فرلانگ کے
فاصلے پر تھی۔ اس کے ابھرنے سے سمندری لہروں
میں ایک ہل چل سی پیدا ہوگئی۔

اب تو ڈاکو کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ ہاتھ
پاؤں پھول گئے۔ وہیل مچھلی اتنی بڑی تھی کہ معلوم ہوتا
تھا جیسے سمندر میں بھورے رنگ کا ایک پہاڑ ہے جو
کشتی کی طرف آہستہ آہستہ بڑھتا چلا آ رہا ہے۔

وہیل مچھلی بالکل کشتی کے سامنے آگئی۔ ڈاکو نے
اس کی چھوٹی چھوٹی سرخ آنکھیں دیکھیں تو اس پر
کپکپی طاری ہوگئی۔

بھڑک رہی تھی۔ خدا جانے کس جہاز یا کشتی والے نے
اپنے برچھوں سے اسے شدید زخمی کر دیا تھا جس کا بدلہ
وہ ڈاکو سے لینے چلی آئی تھی۔

وہیل مچھلی کے جسم پر بے شمار برچھے گڑے تھے اور
خون بہہ رہا تھا۔ یہ خون سمندر کی لہروں میں مل کر
انہیں بھی سرخ بنا رہا تھا۔

ڈاکو کے پاس سوائے ایک خنجر کے اور کچھ نہ تھا۔
اس خنجر سے وہ کیا کر سکتا تھا بھلا؟۔

وہیل مچھلی برابر اس کی طرف بڑھی چلی آ رہی
تھی۔ آخر اس نے بڑے زور سے کشتی کو ٹکر مار دی۔
کشتی سمندر کی لہروں سے کئی فٹ بلند ہو کر اچھلی اور

پھر سمندر میں گرتے ہی ایک زوردار دھماکے کے
ساتھ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔

ڈاکو اس عرصے میں وہیل مچھلی کے اوپر آن گرا تھا
اور اس کے جسم میں پے در پے خنجر کے وار کر رہا تھا۔ مگر
ہاتھی سے بھی بڑے جسم والی وہیل مچھلی پر زیادہ اثر نہیں
ہو رہا تھا پھر بھی وہ زخموں کی تکلیف محسوس کر رہی
تھی۔ اس نے ایک دم سے غڑاپ کر کے غوطہ لگایا اور
سمندر کے نیچے کئی فٹ تک اترتی چلی گئی۔

بحری ڈاکو اوپر ہی غوطے کھانے لگا۔ وہیل مچھلی
نیچے سے اوپر آئی۔

اس کا سر اوپر کی جانب تھا اور وہ طوفان میل کی

طرح اوپر اٹھ رہی تھی۔ اس نے بحری ڈاکو کو نیچے سے
اٹھا کر اس زور سے اچھالا کہ وہ کئی قلا بازیاں کھا کر
واپس سمندر کی لہروں میں آن گرا۔

وہیل مچھلی نے اب بھی اسے معاف نہیں کیا تھا۔
اس نے دیکھا کہ بحری ڈاکو دور سمندر میں ہاتھ پاؤں
مار رہا ہے۔

وہیل مچھلی نے اپنا بہت بڑا منہ پورا کھول دیا اور
ڈاکو کی طرف بڑھنے لگی۔ سمندر کا پانی ایک آبشار کی
طرح وہیل کے پیٹ میں جا رہا تھا۔

اچانک ڈاکو نے اس خونی آبشار کو اپنی طرف
بڑھتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ موت آ گئی۔ سمندر کا پانی

اسے تیزی سے بہاتا ہوا وہیل مچھلی کی طرف لیے جا رہا تھا۔

اس نے ہاتھ پاؤں مار کر اس آبشار سے بچنے کی بہت کوشش کی لیکن پانی کا تیز دھارا اسے وہیل کے کھلے مہیب جبڑوں کی طرف کھینچتا ہوا لے گیا۔

اور آخر بے شمار مچھلیوں کے ساتھ وہ بھی غڑاپ سے وہیل مچھلی کے منہ کے اندر چلا گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی کنوئیں میں گر پڑا ہے جس میں اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس کے بعد وہ بے ہوش ہو گیا۔

وہیل مچھلی نے اپنا منہ بند کر لیا اور سمندر میں ایک طرف کو گھوم گئی۔ اب وہاں نہ بحری ڈاکو تھا، نہ اس کا

خزانہ تھا اور نہ کشتی تھی۔ آسمان پر سورج بھی اس خونی تماشے کے بعد نکل کر چمکنے لگا تھا۔

سمندر کی لہریں بڑے سکون سے بہہ رہی تھیں اور دور ایک مقام پر عنبر بڑے اطمینان سے جیسے لہروں کے بستر پر لیٹا اپنا سفر طے کر رہا تھا۔

اس کے کانوں میں مرغابی کے چیخنے کی آواز پڑی۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ آسمان پر ایک مرغابی اس کے اوپر پر تول کر اڑ رہی تھی۔

عنبر بہت خوش ہوا۔ کیونکہ مرغابی کے نظر آنے کا مطلب یہ تھا کہ زمین کہیں قریب ہی ہے مگر ابھی زمین کافی دور تھی۔

سارا دن اور ساری رات وہ لہروں پر بہتا چلا گیا۔

دوسرے روز کا سورج طلوع ہوا تو اسے دور ایک سیاہ لکیر دکھائی۔ وہ خوشی کے مارے اچھل پڑا۔ یہ زمین تھی۔ یہ ہسپانیہ کا ساحل تھا۔

آخر لہروں نے عنبر کو ہسپانیہ کے ساحل پر لا کر پھینک دیا۔ وہ کچھ دیر تک ویسے ہی ریت پر پڑا رہا۔ دھوپ نے اس کے کپڑے سکھا دیے تھے۔

اس نے اٹھ کر چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی آبادی نہیں تھی۔ دور تک چٹیل سا میدان چلا گیا تھا۔ کہیں کہیں چھوٹے بڑے ٹیلے کھڑے تھے۔ جن پر جنگلی جھاڑیاں اگی تھیں۔

عنبر اٹھ کر ایک طرف چلنے لگا۔ جب وہ ٹیلوں سے گزر کر آگے آیا تو اس نے ایک مکان دیکھا۔ ایک منزلہ کچا مکان تھا۔

جو کھجور کے درختوں میں بنا ہوا تھا۔ عنبر کو بھوک اور پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ مکان کے قریب آ کر اس نے دیکھا کہ دروازہ بند ہے۔

باہر ایک پرانا تخت بچھا ہے۔ کونے میں درخت کی چھاؤں تلے ایک مٹی کا گھڑا رکھا ہے۔ عنبر نے اس گھڑے میں سے پانی پیا، پانی بہت ٹھنڈا تھا پھر وہ کھجوروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں اس تخت پر بیٹھ گیا۔

عنبر نے مالک مکان کو دو ایک آوازیں بھی دیں

مگر اندر سے کسی نے جواب نہ دیا۔ اس نے اٹھ کر دروازے پر دستک دی۔

دروازہ تو جیسے باہر ہی سے بند تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ اوپر کیواڑ پر تالا لگا ہے۔ وہ کچھ دیر ستانے کے لیے تخت پر آ کر بیٹھ گیا اور غور کرنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔

اتنے میں دور سے اسے ایک سفید بالوں والا بوڑھا شخص آتا نظر آیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں لکڑی کا ڈول تھا۔

عنبر نے اٹھ کر اس بزرگ کا خیر مقدم کیا۔ بوڑھے شخص نے قریب آ کر عنبر کو سلام کیا۔ معلوم ہوا کہ وہ

مسلمان ہے۔ عنبر نے جھک کر سلام کا جواب دیا۔ عنبر کو بڑی خوشی ہوئی کہ ایک عرصے بعد کسی مسلمان بھائی کی شکل نظر آئی تھی۔

معلوم ہوا کہ اس بزرگ کا نام مہدوی ہے اور وہ سپین میں غرناطہ کے آخری حکمران بنو سراج کے محل میں شاہی حکیم تھا۔

جب ہسپانیہ پر عیسائیوں نے قبضہ کیا تو وہ اپنے بچے کے ساتھ بھاگ کر یہاں آ گیا۔

مہدوی نے عنبر کو بتایا۔

”جس زمین کو وہ سپین کی سرزمین سمجھ رہا ہے، وہ شمالی افریقہ کے ملک طونس کا ساحلی علاقہ ہے اور

ہسپانیہ وہاں سے آبنائے جبرالٹر پار کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"محترم بزرگ آپ کا فرزند ارجمند کہاں ہے؟"۔

بزرگ مہدوی نے کہا۔

"وہ صحرا میں جڑی بوٹیاں تلاش کرنے گیا ہے"۔

مہدوی نے عنبر کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ کون ہے اور وہاں کس طرح پہنچا ہے؟۔

عنبر نے کہا۔

"وہ ایک تاجر ہے۔ مال لے کر قرطاجنہ جا رہا

تھا، کہ سمندر میں طوفان میں گھر کر جہاز تباہ ہو گیا اور وہ بڑی مشکل سے ایک تختے پر بیٹھ کر جان بچا کر وہاں تک پہنچا ہے"۔

مہدوی نے عنبر کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا اور پھر اس کے آگے خشک روٹی اور انجیر رکھی جسے عنبر نے بڑے شوق سے کھایا۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دور سے گرد کا غبار اڑتا ہوا نظر آیا۔

مہدوی نے کہا۔

"میرا بیٹا عدنان آگیا"۔

گرد ہٹی تو سامنے گھوڑے پر سوار ایک خوش شکل

نوجوان چلا آ رہا تھا۔

قریب آ کر وہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ مہدوی نے اس کے ساتھ عنبر کا تعارف کروایا۔ عدنان عنبر سے مل کر بڑا خوش ہوا۔

اس نے جڑی بوٹیوں کا تھیلا اپنے والد کو دے دیا اور خود تخت پر بیٹھ کر عنبر سے باتیں کرنے لگا۔

شام کی نماز سے فارغ ہو کر وہ سب دوبارہ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ مہدوی عنبر کو غرناطہ اور قرطبہ کی عظمت کی داستانیں سنانے لگا۔

بنو سراج کے شاہی محلات اور قرطبہ کی شاہی مسجد کو یاد کر کے مہدوی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عنبر نے محسوس کیا کہ ہسپانیہ سے بچھڑنے کا غم اس کے دل کی گہرائیوں میں تھا۔ رات کے کھانے کے بعد بزرگ مہدوی تو قالین پر سو گیا۔ لیکن عنبر اور عدنان دیر تک سمندر کے کنارے ٹہلتے اور باتیں کرتے رہے۔

عدنان نے آہ بھر کر کہا۔

غرناطہ مجھے نہیں بھولتا۔ اس کی گلیاں، ہمارا شاندار مکان اور مسجدوں سے گونجتی اذان کی آواز کا خیال آتا ہے تو دل خون کے آنسو رونے لگتا ہے۔

خدا کو یہی منظور تھا کہ آٹھ سو برس تک ہسپانیہ پر حکومت کرنے کے بعد مسلمان وہاں سے اس طرح

نکلیں کہ ان کا ایک بچہ تک وہاں باقی نہ رہے"۔

عنبر نے کہا

میں نے مسلمانوں کے عروج کے زمانے میں غرناطہ اور قرطبہ کی سیر کی ہے۔ اس سے زیادہ ترقی یافتہ ملک میں نے کہیں نہیں دیکھا تھا۔

لیکن افسوس کہ مسلمان بھائیوں کی آپس کی نا اتفاقی نے انہیں حکومت اور طاقت سے محروم کر دیا۔

عدنان نے عنب کی طرف جھک کر کہا۔

"میں تمہیں ایک راز کی بات بتانا چاہتا ہوں، مگر وعدہ کرو کہ تم اس کا ذکر میرے والد صاحب سے نہیں کرو گے"۔

عنبر نے کہا۔

"میں وعدہ کرتا ہوں"۔

عدنان کچھ دیر سمندر کی طرف سے آتی لہروں کو دیکھتا رہا۔ پھر ٹھنڈی سانس بھر کر بولا۔

"میں نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ اپنے شہر غرناطہ ایک بار ضرور جاؤں گا۔ اپنی حویلی دیکھوں گا اور ان شاہی محلوں اور مسجدوں کی زیارت بھی کروں گا جہاں پانچوں وقت اذان کی آواز گونجا کرتی تھی"۔

عنبر نے کہا۔

"مگر عدنان! تمہارا وہاں اکیلے جانا خطرے سے خالی نہیں کیونکہ سپین میں تو اس وقت بھی مسلمان نہیں

ہے۔ اگر وہاں کسی نے تمہیں پہچان لیا تو وہ تمہیں ہرگز زندہ نہ چھوڑیں گے“۔

عدنان نے کہا۔

”کچھ بھی ہو، میں جان کی بازی لگا کر بھی ایک بار اپنے وطن جانا چاہتا ہوں۔ یہ میرا اٹل فیصلہ ہے۔ کیا تم میرے ساتھ چلو گے؟“۔

عنبر نے تو پہلے ہی ہسپانیہ کے شاہی محلات کی سیر کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اب عدنان کی طرف سے وہاں جانے کی پیش کش ہوئی تو حامی بھر لی۔

پھر بولا۔

”اپنے والد کو کیا بتا کر جاؤ گے؟ وہ تو تمہیں ہرگز

ہسپانیہ جانے کی اجازت نہیں دیں گے“۔

عدنان نے کہا۔

”یہ میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے انہیں بالکل نہیں بتاؤں گا۔ انہیں یہی کہوں گا کہ میں قرطاجنہ ایک سوداگر سے ملنے جا رہا ہوں“۔

عنبر بولا۔

”معلوم ہوتا ہے تمہیں اب کوئی نہیں روک سکتا۔ ٹھیک ہے میں بھی تمہارے ساتھ ضرور چلوں گا۔ کب سفر کرنے کا ارادہ ہے؟“۔

عدنان نے کہا۔

''میرا خیال ہے، چاند کی چودھویں رات کو یہاں سے نکل چلیں گے''۔

عنبر بولا۔

''بہت خوب''۔

چاند کی چودھویں سے پہلے ہی عدنان نے اپنے بزرگوار والد سے کہہ دیا تھا کہ وہ کاروبار کے سلسلے میں قرطاجنہ جا رہا ہے جہاں ایک جڑی بوٹیوں کے تاجر سے ضروری کاروباری مسئلے پر گفتگو کرنی ہے۔

اس کے والد بزرگ مہدوی نے بادل نخواستہ اجازت دے دی۔

چنانچہ چاند کی چودھویں تاریخ کو عنبر کے ساتھ

لے کر عدنان قرطاجنہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ قرطاجنہ وہاں سے چھ روز کے سفر پر جنوب کی طرف تھا۔ جب کہ ہسپانیہ وہاں سے شمال مغرب کی طرف تھا۔

سب سے پہلے سمندری بندرگاہ اگیالیس تک پہنچنا تھا۔ جہاں سے کسی بادبانی جہاز میں سوار ہو کر بحیرہ روم عبور کر کے ہسپانیہ کی کسی بندرگاہ پر جا کر اترنا تھا۔

چاندنی رات میں صحرا بہت دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ کچھ دور تک جنوب کی طرف چلنے کے بعد عدنان نے اپنے گھوڑے کا رخ بحیرہ روم کے ساحل کی طرف موڑ دیا۔

عنبر نے بھی اپنے گھوڑے کا رخ اسی طرف موڑ دیا۔ دونوں ہسپانیہ کے متعلق باتیں کرتے جا رہے تھے۔ پانی کی چھاگلیں، خشک روٹی اور گوشت انہوں نے ساتھ رکھ لیا تھا۔ ساری رات وہ صحرا میں سفر کرتے رہے۔

دن چڑھا تو سورج کی تپش بڑھنے لگی۔ گرمی کی وجہ سے وہ ایک نخلستان میں رک گئے۔ یہاں کھجوروں کے بے شمار درخت تھے اور ایک قدرتی چشمہ بھی تھا۔

یہاں گھوڑوں کو چارا کھلایا گیا۔

پانی پلایا گیا اور انہیں آرام کرنے کے لیے چھوڑ دیا گیا۔

عنبر اور عدنان نے بھی سب سے پہلے غسل کیا۔ پھر کھانا کھایا، چشمے کا ٹھنڈا پانی پیا اور لیٹ گئے کہ ذرا کمر سیدھی کر لیں۔

عدنان نے ایک بار پھر غرناطہ کی باتیں شروع کر دیں۔ اس پر غرناطہ کا نقش بڑا گہرا تھا۔ وہ غرناطہ میں اپنی حویلی، اپنی چھپتی ہوئی گلی اور دیوار پر چڑھی گلاب کی بیلوں کو یاد کر کے اداس ہو جاتا۔

عنبر پر غنودگی طاری ہو رہی تھی۔ وہ سو گیا اور عدنان دیر تک نخلستان کے لمبے لمبے کھجوروں کے درختوں کو تکتا اور غرناطہ کے بارے میں غور کرتا رہا۔

عدنان کو ابھی تک عنبر کی خفیہ طاقت کا بالکل

احساس نہیں تھا۔ وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ نوجوان کسی تاجر کا ایک معمولی سا بیٹا ہے جو محض آوارہ گردی کا شوق پورا کر رہا ہے۔

اسے کیا خبر تھی کہ جو نوجوان اس کے قریب لیٹا ہوا ہے وہ پانچ ہزار سال سے زندہ ہے اور فرعون مصر کا بیٹا ہے۔ اس کا تجربہ تو عدنان کو آگے چل کر ہونا تھا۔

اسی طرح دونوں مسافر سفر کرتے کرتے آخر ایک روز بحیرہ روم کے سمندر کے کنارے جا پہنچے۔ عنبر کو اپنا ماضی یاد آ گیا۔

اس سمندر میں اس نے کئی بادشاہوں کے جہازوں کو سفر کرتے اور پھر اسی سمندر کی لہروں میں

ہمیشہ کے لیے غرق ہوتے دیکھا تھا۔

یہ سمندر انسانی تہذیب اور تاریخ کا گہوارہ تھا۔ یہاں سے کئی تہذیبیں اٹھیں اور اس کی لہروں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھپ گئیں۔

عدنان کو اپنا غرناطہ یاد آ رہا تھا۔ جہاں ان کی شاندار حویلی تھی۔ انگوروں اور انجیروں کا باغ تھا۔ اسی باغ میں اس کی ماں کی قبر بھی تھی۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"ہمیں یہاں سے کسی کشتی میں سوار ہو کر بحیرہ روم کی خلیج پار کرنی ہوگی تاکہ ہم دوسری جانب ہسپانیہ کے ساحل پر پہنچ سکیں۔ ہم تجارتی جہاز میں سفر نہیں کر

سکتے۔اس طرح پکڑے جانے کا خدشہ ہے۔

عنبر نے کہا

"لیکن یہاں ہمیں کشتی کہاں سے ملے گی بھائی؟"۔

عدنان نے کہا۔

"میرا خیال ہے اگر ہم ساحل کے ساتھ ساتھ جنوب کی طرف چلیں تو ہمیں کوئی نہ کوئی ماہی گیروں کی بستی ضرور مل جائے گی۔ان سے ہم قیمت ادا کر کے کشتی حاصل کر سکتے ہیں"۔

عدنان کے اس خیال کے مطابق عنبر نے اس کے ساتھ ساحل کے ساتھ ساتھ سفر شروع کر دیا۔دھوپ

176 موت کی شعاعیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 52)

بڑی تیز تھی۔

صحرا کی گرمی سے بار بار پیاس لگ رہی تھی۔لیکن عنبر بہت کم پانی پیتا تھا۔عدنان نے ایک بار تعجب سے اس کی وجہ پوچھی تو عنبر نے مسکرا کر بات ٹال دی۔

انہیں دور سے ایک بستی نظر آئی۔یہاں کچھ ماہی گیروں نے جھونپڑے بنا رکھے تھے۔چند ایک کشتیاں بھی سمندر کے کنارے کھڑی تھیں۔

عدنان نے ایک بوڑھے ماہی گیر سے بات کی تو اس نے پہلے تو بہت حیرانی سے عدنان اور عنبر کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

"آپ لوگ اس طرح چھپ چھپا کر سفر کیوں

کرنا چاہتے ہیں؟''۔

عدنان بولا۔

''بات اصل میں یہ ہے کہ ہماری ایک شرط لگی ہے۔ میرا دوست کہتا ہے کہ ہم کشتی میں بحیرہ روم کا سمندر عبور نہیں کر سکتے۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ میں کشتی میں سوار ہو کر یہ سمندر پار کر سکتا ہوں''۔

ماہی گیر ہنس دیا۔

''برخوردار تمہارے دوست کا خیال بالکل درست ہے۔ کیونکہ یہ سمندر بڑا خطرناک ہے۔ گرمیوں میں اس کے درمیان ایسے ایسے بھنور پڑتے ہیں کہ اگر آدمی اس میں پھنس جائے تو بس پھر کبھی باہر نہیں نکل سکتا''۔

عنبر نے کہا۔

''مگر میرا دوست یہ تجربہ ضرور کرنا چاہتا ہے''۔

ماہی گیر نے کہا۔

''میں تمہیں کشتی دے دیتا ہوں بچو! مگر کیا تم مسلمان ہو؟''۔

عنبر نے کہا۔

''ہاں بابا! الحمدللہ ہم مسلمان ہیں''۔

ماہی گیر نے حیران ہو کر کہا۔

''تو پھر کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہسپانیہ پر فرانسیسیوں کا قبضہ ہے اور وہاں کے سارے مسلمان قتل کر دیے گئے ہیں۔ اگر کسی نے تمہیں پکڑ لیا تو ہرگز

ہرگز تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا“۔

عدنان نے کہا۔

”زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ میں ہے بابا! ہم یہ تجربہ ضرور کرنا چاہتے ہیں۔ آپ بتائیں اس کشتی کے کتنے دام ہوں گے؟“۔

عدنان نے ماہی گیر سے کشتی خرید لی۔ اپنے گھوڑے انہوں نے ماہی گی کے پاس امانت کے طور پر چھوڑ دیے۔

کشتی میں سوار ہوئے اور اس کا رخ ساحل ہسپانیہ کی طرف موڑ دیا۔

ہسپانیہ کا ساحل وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

موسم بھی بڑا خوشگوار تھا اور سمندر کی لہریں بڑے سکون سے بہہ رہی تھیں۔

عدنان اور عنبر کشتی کے چپو چلاتے آگے بڑھتے چلے گئے۔ جب انہیں افریقہ کا ساحل نظر آنا بند ہو گیا تو سامنے مغرب کی طرف ہسپانیہ کا ساحل دکھائی دینے لگا۔

عدنان نے عنبر سے کہا۔

”وہ دیکھو! ساحل ہسپانیہ نظر آ رہا ہے۔ ہم انشاء اللہ شام تک وہاں پہنچ جائیں گے“۔

سورج ابھی مغرب میں غروب نہیں ہوا تھا کہ ان کی کشتی ہسپانیہ کے ایک بے آباد اور ویران سے

ساحل پر جا لگی۔

انہوں نے اتر کر کشتی کو ایک جگہ جھاڑیوں میں چھپا دیا اور کھجور کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سورج غروب ہونے کا انتظار کرنے لگے۔

عدنان کو معلوم تھا کہ وہ ایلوس کے صوبے کا ساحلی علاقہ تھا اور وہاں کسی زمانے میں مسلمانوں کے مذہبی بزرگ رہا کرتے تھے۔

یہ علاقہ دینی مکتبوں کے لیے بڑا مشہور تھا۔ اب اس علاقے پر بھی عیسائیوں کا قبضہ تھا۔ عدنان اپنے ساتھ ایسا لباس لایا تھا جو عام طور پر سپین کے عیسائیوں میں بہت مقبول تھا۔

اس نے وہ لباس خود بھی پہنا اور عنبر کو بھی پہنا دیا۔

شام کا اندھیرا پھیلتے ہی انہوں نے اپنا سفر شروع کر دیا۔

عنبر نے پوچھا۔

"عدنان! کیا تم اس راستے سے واقف ہو؟"۔

عدنان نے اداس مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"میں اس علاقے میں اکثر آیا کرتا تھا۔ یہاں ہمارے خاندان کے ایک پرانے بزرگ کا مزار ہے۔ میں اسی قصبے کی طرف جا رہا ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"وہاں جانے کا کیا فائدہ؟ وہاں تو تمہیں کوئی بھی

مسلمان نہیں ملے گا"۔

عدنان نے کہا۔

"میں جانتا ہوں۔ لیکن میں اپنے بزرگ کے مزار پر فاتحہ پڑھنا چاہتا ہوں"۔

دراصل عدنان بہت زیادہ جذباتی ہو رہا تھا اور وہ سچا بھی تھا کیونکہ وہ تو اس سفر پر نکلا ہی اس مقصد کے واسطے تھا کہ اپنے آباؤ اجداد کے مزاروں کی زیارت کرے اور مسلمان شہنشاہوں کے محلات میں اپنی یادوں کے چراغ روشن کر سکے۔

اندھیرا پھیل گیا تھا لیکن آسمان پر تھوڑی دیر بعد چاند نکل آیا، جس کی وجہ سے میدان میں روشنی ہو گئی۔

پھر کچھ دیر کھیت شروع ہو گئے۔

ایک انگور کا باغ آیا، جس کی شاخیں سرخ انگوروں سے لدی پھندی تھیں۔ عدنان نے بتایا کہ اس علاقے کے سرخ انگور ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ وہ ایک سوئے ہوئے گاؤں کے قریب سے گزرتے تو کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔

ایک جانب سے پہریدار نے ان کے سامنے آ کر پوچھا۔

"وہ کون ہیں اور رات کو کہاں جا رہے ہیں؟"

عدنان نے کہا۔

"وہ ڈان کارلو ہے اور اپنی والدہ کی عیادت

کرنے ایلوس جا رہا ہے"۔

پھریدار نے اسے جھک کر سلام کیا اور کہا۔

"معزز ڈان کارلو! آپ کی والدہ کی عمر دراز ہو"۔

عدنان نے اس کے سلام کا سر ہلا کر جواب دیا اور عنبر کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"اگر یہ احمق چوکیدار اس سے یہ پوچھ بیٹھتا کہ ڈان کارلو صاحب آپ کا گھوڑا کہاں ہے اور آپ کیسے ڈان ہیں کہ بغیر گھوڑے کے ہی سفر کر رہے ہیں تو میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا"۔

عنبر ہنس پڑا۔

"ابھی آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا"۔

رات کے پچھلے پہر وہ ایک گاؤں کے باہر ایسی جگہ پہنچے جہاں کھجوروں کے بے شمار جھنڈ تھے۔ اور مہندی کی جھاڑیوں کی خوشبو آ رہی تھی۔

عدنان نے سانس بھر کر کہا۔

"کھجوروں کے اس جھنڈ میں ہمارے خاندانی بزرگ کا مزار ہے"۔

مزار بالکل خموش اور ویران پڑا تھا۔ کہیں ایک دیا تک نہیں جل رہا تھا۔ قریب کوئی آبادی نہیں تھی۔

عدنان نے اندر جا کر مزار کو صاف کیا۔

پھر دونوں نے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھی۔ بزرگ کی روح کو ثواب پہنچایا اور آرام کرنے کے لیے ٹھنڈے برآمدے میں لیٹ گئے۔

غرناطہ، اندلس اور قرطبہ کی باتیں کرتے کرتے انہیں نیند آ گئی۔ عنبر بھی تھکا ہوا تھا سو گیا۔

اچانک عدنان کی آنکھ کھل گئی۔ اسے آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی اور ایسا شور ہوا جیسے کسی نے کوئی صندوق گھوڑے سے نیچے اتارا ہو۔ برآمدے میں اندھیرا تھا۔

اس نے عنبر کو بھی جگا دیا۔ دونوں اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے۔ اتنے میں اچانک

کسی نے مشعل روشن کر دی۔ اب جو دیکھا تو سامنے تین وحشی چہروں والے انسان کھڑے تھے۔

ایک کے ہاتھ میں مشعل تھی۔ دوسرے دونوں ایک صندوق کو کھول رہے تھے۔ انہوں نے بھی دو اجنبی نوجوانوں کو دیکھا تو وہیں ٹھٹھک گئے۔

تلوار نکال کر پوچھا۔

''تم کون ہو؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟''۔

عدنان نے کہا۔

''ہم مسافر ہیں۔ رات گزارنے کے لیے مزار پر آ گئے تھے''۔

اصل میں یہ تینوں ڈاکو تھے اور انہوں نے ایک

امیر کے گھر سے چاندی کے برتن چوری کیے تھے اور اب انہیں چھپانے مزار پر آئے تھے۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

''انہیں قتل کر دو، نہیں تو یہ گواہ بن کر ہمیں مروا دیں گے''۔

عدنان نے کہا۔

''ہم بے قصور ہیں۔ ہم کسی سے آپ لوگوں کا ذکر نہ کریں گے۔ ہمیں یہاں سے جانے کی اجازت دو''۔

ڈاکو ہنس پڑے۔

ایک نے تلوار کھینچ کر کہا۔

''اب تو یہاں سے تم دونوں کی لاشیں ہی جائیں گے''۔

عنبر نے سوچا اگر ڈاکو نے عدنان پر حملہ کر دیا تو وہ اپنا بچاؤ نہ کر سکے گا۔ اس کا قتل ہو جانا یقینی تھا۔ وہ لپک کر عدنان کے آگے آ گیا اور بولا۔

''اگر تم لوگ اپنی جان کی خیر چاہتے ہو تو اپنا چوری کا مال لے کر یہاں سے بھاگ جاؤ۔ ہم تم سے لڑائی مول لینا نہیں چاہتے۔ لیکن اگر تم نے کوئی ایسی ویسی حرکت کی تو پھر زندہ نہ بچ سکو گے''۔

ڈاکو کھل کھلا کر ہنس پڑے۔ یہ بھی ہنسنے کی بات کہ دو نہتے نوجوان تین ہتھیار بند مسلح ڈاکوؤں پر رعب

جما رہے ہیں اور انہیں موت کی دھمکی دے رہے ہیں۔

ایک بار تو عدنان نے بھی حیران ہو کر عنبر کی طرف دیکھا کہ اسے ڈاکوؤں کو دھمکی دینے کی کیا ضرورت تھی۔

خواہ مخواہ مصیبت مول لے رہا ہے۔ بہتر تھا کہ ان کی منت سماجت کر کے معاملہ رفع دفع کرا دیا جاتا۔ بے چارے عدنان کو کیا خبر تھی کہ عنبر جو کچھ کہہ رہا ہے اس میں کس قدر سچائی تھی۔ ڈاکوؤں نے عنبر کی بات پر سخت طیش آ گیا۔

ایک ڈاکو نے کہا۔

''بد بخت نو جوان! معلوم ہوتا ہے تیری موت آ گئی ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''بہت خوب! اگر تم مرنا ہی چاہتے ہو تو لو مجھ پر حملہ کرو اور پھر اپنا بچاؤ کر سکتے ہو تو کر لینا''۔

ڈاکو نے تلوار اٹھائی اور پوری طاقت سے عنبر کے سر پر حملہ کیا۔ عدنان نے آنکھیں بند کر لیں۔ اسے انجام معلوم تھا، کہ ابھی عنبر کا سر دو ٹکڑے ہو کر برآمدے میں گرا ہو گا۔

جب اس نے آنکھیں کھولیں تو حیرت سے اس کا رنگ زرد ہو گیا۔ ڈاکو کی تلوار دو ٹکڑے ہو کر زمین پر

گری تھی اور وہ خوحیران اور پریشان کھڑا عنبر کو گھور رہا تھا۔

تلوار عنبر کے سر پر پوری طاقت سے لگی تھی۔ لیکن وہاں ایک ہلکی سی خراش بھی نہ آئی تھی۔

دوسرے ڈاکو نے اپنی تلوار گھما کر پوری طاقت کے ساتھ عنبر کی گردن پر وار کیا۔

کھٹاک کی آواز کے ساتھ تلوار عنبر کی گردن سے ٹکرائی اور دو ٹکڑے ہو کر فرش پر گر پڑی۔

عنبر نے کہا۔

اب میں تمہیں تیسری تلوار توڑنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

کیونکہ اسی تلوار سے مجھے تم تینوں ڈاکوؤں کا کام تمام کرنا ہے۔

یہ کہہ کر عنبر نے اچھل کر تیسرے ڈاکو کے سینے پر لات ماری جو پیچھے کو گرا اور گرتے ہی خون تھوکنے لگا اور پھر نہ اٹھ سکا۔

عنبر نے اس کی تلوار اٹھالی اور ایک ہی وار سے پہلے ڈاکو کی گردن تن سے جدا کر دی۔ تیسرا ڈاکو کانپتے ہوئے اس کے قدموں پ گر پڑا اور رحم کی بھیک مانگتے ہوئے بولا۔

”مجھے معاف کر دو۔ اے عظیم انسان! مجھے معاف کر دو“۔

عنبر نے ایک قہر آلود نظر اس پر ڈالی اور اسے ٹھوکر مارتے ہوئے کہا۔

"یہ صندوق سر پر اٹھاؤ اور ہمیں اس امیر کے گھر لے چلو، جس کے گھر سے تم نے اسے چوری کیا ہے۔ تمہاری سزا یہی ہے کہ اپنے ہاتھوں چوری کا مال اصل مالک کو واپس کرو"۔

ڈاکو تھر تھر کانپ رہا تھا، پھر اس نے صندوق سر پر اٹھالیا۔

عنبر اور عدنان گھوڑوں پر سوار ہوئے اور ڈاکو کو ساتھ لے کر چل پڑے۔

عدنان تو حیرت میں گم تھا۔ وہ بار بار عنبر کی طرف

دیکھ رہا تھا اور تعجب کر رہا تھا کہ یہ شخص انسان ہے یا کوئی جن، جس نے انسان کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔ اس نے ایک بار عنبر سے پوچھا بھی کہ اس کے پاس یہ طاقت کہاں سے آئی ہے؟ اور یہ کہ کیا وہ انسان ہے؟۔

عنبر نے کہا۔

"عدنان بھائی! بہتر یہی ہے کہ ایسی باتیں مت پوچھو، وقت آنے پر تمہیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ ابھی ہم نے بہت کام کرنا ہے"۔

صبح ہوتے ہی وہ ایلوس قصبے کے امیر کے گھر پہنچ گئے۔

اس امیر نے اپنے چرائے ہوئے چاندی کے برتن دیکھے تو بہت خوش ہوا۔ عنبر اور عدنان نے اپنا تعارف مسافروں کی حیثیت سے کرایا جو غرناطہ جا رہے ہیں۔

امیر نے چور کو پکڑ کر ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ عنبر اور ناگ کو رات گزارنے کی دعوت دی جو عنبر نے قبول کر لی۔

اگرچہ عدنان وہاں سے جلدی نکل جانا چاہتا تھا۔

رات کو امیر نے دعوت کی اور اپنے عزیزوں کو بھی بلایا۔ خوب گانے ہوئے۔

دوسرے دن عنبر اور عدنان نے امیر سے اجازت لی اور اپنے گھوڑوں کو اس سڑک پر ڈال دیا جو غرناطہ کی طرف جاتی تھی۔

اندھیرے غار والے

ابھی تک ہم زمین کی باتیں کر رہے تھے۔

غرناطہ اور اندلس کی وادیوں کی داستان سنا رہے تھے کہ ہمارا ہیرو عنبر غرناطہ کے شاہی حکیم مہدوی کے فرزند عدنان کے ساتھ دشمن کی سرزمین کی سیر کرتا آگے بڑھ رہا ہے۔

اب ہم تھوڑی دیر کے لیے زمین سے بلند ہو کر

ستاروں کی طرف جاتے ہیں اور کائنات کے ایک ستارے جیوپیٹر میں پہنچ کر ناگ اور ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔

ہم ان دونوں کو خلائی انسانوں کی بنائی ہوئی پہاڑ کی چوٹی کی ایک برجی میں چھوڑ آئے تھے۔ ماریا وہاں قید تھی اور ناگ اپنا شیشہ کا تابوت توڑ کر تلاش کرتا کرتا اس کے پاس جا پہنچا۔

مایا نے جب اسے بتایا کہ خلائی مخلوق اسے دیکھ سکتے ہیں تو وہ بڑا حیران ہوا۔ انہیں پوری ماریا نظر نہیں آتی تھی، بس اس کے جسم سے نکلنے شعاعیں ہی نظر آتی تھیں جن کی وجہ سے وہ ماریا کا ایک ہیولا یا خاکہ

پوری طرح چلتا پھرتا دیکھ لیتے تھے۔

ماریا کو ان لوگوں کی قید سے آزاد کرانے میں یہ بہت بڑی رکاوٹ تھی۔ مگر ناگ کے پاس اس رکاوٹ کو دور کرنے کا کوئی علاج نہ تھا۔ کوئی توڑ نہ تھا۔ وہ خود تو چھوٹے سے چھوٹا سانپ بن کر بھی ان کی نظروں سے اوجھل ہو سکتا تھا، لیکن ماریا کا معاملہ ذرا مشکل تھا۔

ادھر خلائی انسانوں کی تجربہ گاہوں میں شور مچ گیا کہ ناگ تابوت توڑ کر بھاگ گیا ہے۔

سردار نے کہا۔

"وہ بھاگ کر اس ستارے سے اور کہیں نہیں جا

سکتا۔ اسے تلاش کر کے حاضر کیا جائے"۔

خلائی تجربہ گاہوں میں تیز تیز سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ ماریا اور ناگ نے سلاخوں والی کھڑکی میں سے دیکھا کہ نیچے وادی کے گنبدوں کی سرخ بتیاں بار بار روشن ہو کر بجھ رہی تھیں۔

انہوں نے مختلف گول گول شیشے کی عمارتوں میں سے خلائی انسانوں کو شعاعی بندوقیں ہاتھوں میں لیے نکلتے اور چھوٹی چھوٹی تھالیوں میں سوار ہوتے دیکھا۔ پھر یہ تھالیاں زمین سے بلند ہو کر عمارتوں کے اوپر سے اڑ کر ستارے کی زمینوں اور پہاڑوں پر اڑنے لگیں۔

ایک طشتری برجی کی کھڑکی کی طرف آ رہی تھی۔

ماریا نے ناگ سے کہا

"ناگ! تم فوراً چھپ جاؤ۔ وہ لوگ شاید تمہیں تلاش کرتے ادھر آ رہے ہیں"۔

ناگ ایک سیکنڈ کے اندر اندر پھنکار مار کر مکڑی بن کر چھت کے کونے میں لٹک گیا۔ خلائی طشتری برجی کے دروازے پر آ کر ٹھہر گئی۔

دروازہ کھلا اور دو خلائی انسان بندوقیں تانے اندر آئے اور انہوں نے کونوں میں ناگ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔

انہوں نے ماریا کی طرف اپنا رخ کر کے اپنے

سینے کا ایک بٹن دبایا۔ سگنل سے ہوئے اور پھر جیسے ایک انسان کی آواز سنائی دی۔

"اے غیبی عورت! تو نے ایک ایسے انسان کو تو نہیں دیکھا، جو غائب ہو کر سانپ بھی بن جاتا ہے؟"۔

یہ پہلا موقع تھا کہ خلائی انسانوں نے زمینی انسانوں کی آواز میں ماریا سے بات کی تھی۔ اس آواز کو ناگ نے بھی سنا۔

ماریا نے سر ہلا کر کہا۔

"میرے سوا یہاں اور کوئی نہیں ہے"۔

خلائی انسان اپنی اکلوتی سرخ آنکھ سے گول

کمرے کے کونوں کو غور سے تکنے لگا۔ کمرہ بے حد شفاف اور صاف تھا۔ اچانک اس کی نظر چھت کے کونے میں لٹکی ہوئی مکڑی پر پڑی۔

اسے خیال آیا کہ یہ مکڑی کہاں سے آ گئی؟ کہیں یہی تو وہ زمینی انسان نہیں ہے جو ہر قسم کے جانور کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

چنانچہ اس نے شعاعی بندوق کا رخ کونے کی طرف کر دیا۔ ابھی وہ بندوق چلانے ہی والا تھا کہ ناگ کو شدید خطرے کا احساس ہو گیا۔

وہ لپک کر چھت سے دیوار پر آیا اور وہاں سے رینگتا ہوا سلاخوں سے ہو کر باہر پہاڑی پر آ گیا اور

ایک سوراخ میں چھپ گیا۔

خلائی انسان نے اپنا ارادہ بدل دیا اور دروازے سے باہر نکل کر دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ اڑنے والی تھالی میں سوار ہو کر ستارے کی تجربہ گاہوں کی سمت چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد ناگ جو مکڑی کے روپ میں تھا، دوبارہ سلاخوں میں سے ہو کر کمرے میں آ گیا۔ اس نے ایک بار پھر انسان کی شکل اختیار کی اور ماریا سے باتیں کرنے لگا۔

”ماریا! حیرت انگیز واقعات رونما ہو رہے ہیں۔ ہم نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کہ ان ستاروں

میں بھی خلائی لوگ آباد ہوں گے اور ہم ایک روز کسی اڑن طشتری میں سوار ہو کر یہاں پہنچ جائیں گے۔ واپس جا کر جب ہم نے عنبر کو یہ واقعات سنائے تو وہ ہرگز ہرگز یقین نہ کرے گا"۔

ماریا نے پریشان ہو کر کہا۔

"خدا جانے وہ کہاں ہے اور کس حال میں ہے؟ میں نے بڑی سخت غلطی کی جو آدھی رات کے وقت جزیرے کے غار سے نکل کر سنگ مرمر کے چبوترے کے پاس آ گئی"۔

ناگ نے کہا۔

"جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے ماریا!"

ماریا بولی۔

اب تو سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم اس مصیبت کی دنیا سے نکل کر واپس اپنی خوب صورت دنیا میں کیسے جائیں؟۔

بہ ظاہر تو ہمیں ایسی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ زمین سے اس ستارے کا فاصلہ جانے کتنے کروڑ میل ہے اور پھر ہمیں خلائی جہاز بھی چلانا نہیں آتا۔

اب تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ باقی ساری زندگی اسی ستارے پر گزرے گی اور عنبر سے کبھی ملاقات نہیں ہو گی۔

ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کی آواز بھرا گئی۔ ناگ نے اسے حوصلہ دیا اور کہا۔

''خدا کے ہر کام میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوتی ہے۔ کوئی نہ کوئی بہتری ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہمیں وس کا علم نہ ہو۔ اس لیے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ اور کوشش کرتے رہنا چاہیے''۔

ماریا بولی۔

''لیکن ہم کیا کوشش کر سکتے ہیں۔ یہاں تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں۔ معلوم نہیں یہ خلائی لوگ مجھ پر کس قسم کے تجربے کرنیوالے ہیں۔ کیا خبر میں زندہ بھی پہنچ سکوں گی کہ نہیں؟''۔

ناگ نے ماریا کا دل بڑھایا اور کہا۔

''ماریا! تم فکر نہ کرو۔ میں بہت جلد تمہیں یہاں سے نکال کر واپس زمین کی طرف لے جاؤں گا''۔

اصل میں ماریا بالکل نا امید ہو چکی تھی۔ بات بھی تو کچھ ایسی ہی تھی۔

بھلا کہاں زمین اور کہاں زمین سے لاکھوں کروڑوں میل کے فاصلے پر ایک بالکل ہی اجنبی اور وحشت انگیز ستارے کی فضا میں انسان پہنچ جائے اور پھر وہاں کے عجیب و غریب بدشکل خلائی لوگوں کی قید میں پڑ جائے جو ان کی جان کے پیاسے ہوں۔

مگر ناگ نا امید نہیں تھا۔ اس نے ہر قیمت پر

وہاں سے نکل جانے کا منصوبہ بنا رکھا تھا۔

اب اصل میں وہ ان لوگوں کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔ جو خلائی لوگوں کے حملے سے پہلے اس ستارے میں موجود تھے او جنہیں یہ خلائی لوگ ختم کر چکے تھے۔

ناگ کو یقین تھا کہ ستارے کے اصلی باشندے ضرور کسی نہ کسی جگہ موجود ہوں گے۔

اس نے ماریا سے کہا۔

''وہ اطمینان سے رہے اور فکر نہ کرے۔ میں اس ستارے کے اصلی باشندوں کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ لوگ بڑے پر

امن اور رحم دل تھے اور ان سنگدل خلائی انسانوں نے انہیں اپنا غلام بنا کر ختم کر دیا۔

پھر بھی وہ دور مغرب کے پہاڑوں میں ضرور چھپ کر زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ناگ سانپ بن کر ماریا کے برج سے نکلا اور سیدھا مغرب کی جانب والی سیاہ پہاڑیوں کی طرف چل پڑا۔ وہ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا چلا جا رہا تھا۔ زمین کہیں کہیں تو بھربھری تھی اور کہیں بے حد سخت اور سنگلاخ تھی۔

ستارے کی زمین پر روشنی پھیلی ہوئی تھی اور حسب معمول سورج کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ یہاں دن کا کوئی

بھروسہ نہیں ہوتا تھا۔

ناگ اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے مغرب کے پہاڑوں میں پہنچ جانا چاہتا تھا۔ وہ تیزی سے رینگتا چلتا چلا گیا۔

آخر وہ ان پہاڑوں میں پہنچ گیا جن کے بارے میں اسے شک تھا۔ بلکہ یقین تھا کہ ستارے کے اصلی پرامن باشندوں میں سے کوئی نہ کوئی ضرور ابھی تک وہاں چھپا ہوا ہے۔

وہ دو پہاڑوں کے درمیان ایک درے میں سے گزر رہا تھا کہ ایکا ایکی اس کے کانوں میں کسی انسانی چیخ کی آواز سنائی دی۔

ناگ وہیں رک گیا۔ یہ چیخ کسی عورت کی تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ زمین کی عورت یہاں کہاں سے آ گئی؟

وہ اس طرف لپکا، جدھر سے چیخ کی آواز سنی تھی۔

وہ ایک ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر سامنے آیا تو دیکھا کہ ایک چھوٹا سا پانی کا تالاب ہے۔

ایک لڑکی زمین پر بیٹھی ہے اور ایک خلائی انسان اسے زبردستی کھینچے لیے جا رہا ہے۔

پاس ہی زمین پر چاندی کی رنگت کا ایک گھڑا رکھا ہے۔ یوں لگتا تھا کہ یہ عورت پانی بھرنے آئی ہوگی، اور خلائی انسان نے اسے پکڑ لیا۔ تو کیا اس ستارے کی

اصلی مخلوق ہماری طرح تھی؟

ناگ کی ہمدردیاں اس عورت کے ساتھ ہو گئیں۔ وہ بڑی تیزی سے رینگتا ہوا تالاب کے پاس پہنچ کر جھاڑیوں میں چھپ گیا۔

خلائی بلا، عورت بے چاری کو کھینچے لیے جا رہی تھی۔ عورت چیخ رہی تھی اور رو رہی تھی۔ وہ اس سے رحم کی بھیک مانگ رہی تھی۔

اب ایسا ہوا کہ چاند خلائی انسان بلکہ اب ہم اسے خلائی بلا ہی کہیں گے، ایک پتھر سے ٹکرا کر گر پڑی۔ اس کی شعاعی بندوق اس کے ہاتھ سے اچھل کر ان جھاڑیوں میں آ گری۔

جہاں ناگ سانپ کے روپ میں چھپا بیٹھا تھا۔

شعاعی بندوق دیکھ کر ایک خیال بجلی کی طرح ناگ کے ذہن میں آیا۔ اور پھر اس نے ایک پھنکار ماری اور انسان بن گیا۔

تیزی سے لپک کر شعاعی بندوق اپنے ہاتھ میں لی اور خلائی بلا کا نشانہ لے کر لبلبی دبا دی۔ ایک تیز سفید روشنی اس میں سے نکلی۔

خلائی بلا سے ٹکرائی اور وہ ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ پھٹا، پھٹ کر جلا اور پھر جل کر بھسم ہو گیا۔ اب زمین پر سوائے راکھ کے اور کچھ نہیں تھا۔

لڑکی حیرانی اس سے اردگرد دیکھنے لگی کہ اس کے

دشمن کو کس نے ہلاک کیا ہے؟۔

ناگ اس کے سامنے آ گیا۔

اب تو وہ لڑکی اور زیادہ حیران ہو گئی۔ کیوں کہ اس کے سامنے ایک اسی کی طرح کا دو ہاتھوں، دو ٹانگوں، ایک منہ، ایک ناک اور دو آنکھوں والا انسان کھڑا تھا۔

ناگ نے کہا۔

''بہن! کیا تم میری زبان سمجھ لیتی ہو؟''۔

لڑکی نے اثبات میں سر ہلا کر کہا۔

''ہم اس ستارے کے اصلی باشندے ہیں اور زمین والوں کی ساری زبانیں سمجھ لیتے ہیں۔ تمہارا شکریہ یہ کہ تم نے اس ظالم بلا سے میری جان بچائی۔

لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم زمین سے یہاں کیوں کر پہنچ گئے؟''۔

ناگ بولا۔

''خدا کا شکر ہے کہ تم سے ملاقات ہو گئی۔ میں اپنی کہانی تو بعد میں سناؤں گا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے دوسرے لوگ کہاں ہیں؟''۔

لڑکی نے کہا۔

ہم ان پہاڑوں کے نیچے غاروں میں چھپ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ کبھی کبھی باہر نکل کر اس تالاب سے پانی لے جاتے ہیں اور غاروں کے اندر اگنے والی گھاس کھا کر اس سے توانائی حاصل کرتے ہیں۔

ان لوگوں کے حملہ کرنے سے پہلا بڑے عروج کا زمانہ تھا۔ یہ بلائیں کسی دوسرے ستاروں سے نازل ہوئیں اور انہوں نے ہمارے ستاروں پر قبضہ کر کے ہمارے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔

ہم کچھ لوگوں نے بھاگ کر ان غاروں میں پناہ لے لی اور جان بچائی۔ ان لوگوں کے لیے اس ستارے پر آکسیجن ختم ہو رہی ہے۔

اب یہ تم لوگوں کی زمین پر حملہ کر کے وہاں کی آبادی کو نیست و نابود کر کے وہاں کی ساری آکسیجن یہاں لانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

آؤ میرے ساتھ، میں تمہیں اپنے بزرگ باپ

سے ملاتی ہوں۔

لڑکی ناگ کو ساتھ لے کر پہاڑیوں کے پر پیچ راستوں سے ہو کر ایک غار میں آ گئی۔ یہ غار کافی نیچے جا کر ایک چوڑے سے گول ہال کمرے میں تبدیل ہو گیا۔

جہاں ناگ نے دیکھا کہ زمین ایسے انسان جن کی ڈاڑھیاں بڑھی ہوئی تھیں اور لباس پھٹا ہوا تھا پتھروں کے ساتھ بنے بیٹھے تھے۔

وہ ناگ کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہو گئے اور ان کے حلق سے حیرت کی ایک چیخ سے نکل گئی۔

لڑکی نے اپنی زبان میں انہیں بتایا کہ اس نوجوان

نے خلائی بلاؤں سے اس کی جان بچائی۔ اتنا سن کر وہ لوگ بڑے اطمینان سے پھر بیٹھ گئے اور ناگ کو تحسین کی نظروں سے دیکھنے لگے۔

ناگ نے کہا۔

سنو! اے ستارے کی مخلوق! تم بالکل ہماری زمین کی طرح ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ خلائی لوگ باہر سے آ کر اس ستارے پر قابض ہوئے ہیں اور انہوں نے تمہیں خوبصورت مکانوں اور تجربہ گاہوں سے نکال دیا ہے اور اب یہ لوگ ہماری زمین پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ سنو! میرے

ساتھ ایک بہن بھی ہے جو کسی کو نظر نہیں آتی مگر یہ خلائی لوگ اس کے جسم سے نکلتی ہوئی شعاعیں دیکھ لیتے ہیں۔

وہ اس وقت ان لوگوں کی قید میں ہیں۔ میں بھی ان کی قید میں تھا لیکن کسی طرح وہاں سے بھاگ آیا ہے۔ ان لوگوں نے ہمیں زمین کے ایک جزیرے سے گرفتار کیا تھا۔

ایک بزرگ انسان نے آگے بڑھ کر ناگ کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا۔

بیٹا! لاکھوں سال گزرے ہمارے آباؤ اجداد تمہاری زمین پر رہا کرتے تھے۔ وہ علم و فن میں بہت

زیادہ ترقی کر گئے۔

انہوں نے ہلاکت کے ایسے ایسے آلات ایجاد کر لیے جو ان کی تہذیب اور ترقی کے لیے ہلاکت کا موجب بنے۔

ایک جنگ ہوئی اور زمین کی ساری تہذیب تباہ ہو کر رہ گئی۔ سارے محلات اور تجربہ گاہیں اور اونچی اونچی عمارتیں بھاپ بن کر اڑ گئیں۔

صرف چند سائنس دان اپنے بچوں کو ایک خلائی جہاز میں سوار کر کے اس ستارے پر پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔

ہم لوگ ان ہی سائنس دانوں کی اولاد ہیں۔ ہم

اپنی تہذیب کے عروج پر تھے کہ ایک دوسرے ستارے سے یہ خلائی بلائیں ہم پر نازل ہو گئیں۔ انہوں نے حملہ کر کے ہمارے تمام مکانات تباہ کر دیئے۔

ہمارے آلات پر قبضہ کر لیا اور ہمارے بزرگوں، بچوں اور عورتوں کو ہلاک کر کے ان کے خون سے ساری آکسیجن نکال کر سلنڈروں میں بھر لی کیوں کہ یہاں انہیں آکسیجن کی ضرورت پڑتی ہے۔

صرف ہم چند ایک لوگ اپنے بچوں کو لے کر اس پہاڑ کے نیچے گہرے غاروں میں آ کر چھپ گئے اور زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کو ان لوگوں کی غلامی سے نجات دلانے میں مدد دوں گا۔ میرے اندر ایک ایسی طاقت ہے کہ میں جب اور جس وقت چاہوں انسان سے کسی بھی جانور یا رینگنے والے کیڑے مکوڑے کا روپ دھار سکتا ہوں۔

یہ طاقت مجھے ایک بزرگ کی طرف سے تحفے میں ملی تھی، آپ یونہی سمجھ لیں۔ لیکن یہ بتائیں کہ میری بہن ماریا کے لیے کوئی ایسی ترکیب ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ اس کے جسم سے نکلنے والی شعاعیں نہ دیکھ سکیں۔

بزرگ انسان نے کہا۔

”یہ تو بہت ہی آسان بات ہے۔ میرے ساتھ تجربہ گاہ میں آؤ“۔

وہ ناگ کو لے کر دوسرے غار میں نیچے اتر گیا۔ یہاں الماریوں میں مختلف قسم کی پتھر کی بوتلیں پڑی تھیں۔ ان میں شیشے کے بڑے چھوٹے مرتبان بھی تھے، جو سیال ادویات سے بھرے ہوئے تھے۔

بزرگ سائنسدان نے کہا۔

”میں تمہیں ایک سفوف دیتا ہوں۔ اسے جا کر اپنی بہن ماریا کو کھلا دینا۔ یہ سفوف اس کے خون میں شامل ہو کر ان شعاعوں کو غائب کر دے گا جو اس کے جسم سے نکلتی دکھائی دیتی ہیں“۔

ناگ نے سفوف لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا اور واپس ان لوگوں کے درمیان آ گیا۔ یہاں بوڑھی عورتیں بھی تھیں۔

جوان لڑکیاں بھی تھیں اور بچے بھی تھے، جوان بھی تھے۔ مگر سب کی شکلیں وحشی بنی ہوئی تھیں۔ بال لمبے لمبے تھے اور ناخن بڑھے ہوئے تھے۔

ناگ نے کہا۔

”میرے پاس اس خلائی مخلوق کا یہ ہتھیار ہاتھ آ گیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسے آپ اپنے پاس رکھیں جب تک میں اپنی بہن ماریا کو یہاں نہیں لے آتا۔ کیوں کہ مجھے انسان بن کر نہیں بلکہ سانپ بن کر

یہاں سے نکلنا اور ماریا کی برجی میں جانا ہوگا“۔

بوڑھے انسان نے کہا۔

”بیٹے! تم اپنی امانت یہاں رکھ جاؤ، اور جا کر ماریا بیٹی کو اس ظالم مخلوق کی قید سے چھڑا کر لے آؤ۔ واپس آؤ گے تو تمہاری امانت اسی جگہ رکھی ہو گی۔ تم بے فکر رہو“۔

ناگ نے انہیں سلام کیا۔ ہاتھ ملایا۔ بندوق ان کے حوالے کی اور غار سے باہر نکل آیا۔ سفوف اس نے اپنی گردن میں کپڑے سے باندھ کر لٹکا لیا۔

اس بار وہ سانپ بن کر زمین پر رینگ رینگ کر سفر نہیں طے کرنا چاہتے تھا۔ چنانچہ اس نے پھنکار مار

کر ایک باز کا روپ دھارا اور آسمان کی وسعتوں میں
اڑتا پہاڑی کی چوٹی پر منڈلانے لگے۔

اس ستارے میں پہلے کسی نے ایسا پرندہ نہ دیکھا
تھا۔ بلکہ ناگ کو وہاں کوئی پرندہ نظر ہی نہیں آیا تھا۔
وادی کی اڑن طشتریوں کے پاس پہرہ دینے والے
خلائی آدمی نے جو آسمان پر ایک باز کو اڑتے ہوئے
دیکھا تو نیچے تجربہ گاہ میں سگنل دیا۔

وہ لوگ اوپر آگئے۔ انہوں نے اپنی بندوق سے
شعاعیں نکال کر آسمان کی طرف پھینکیں۔ ایک
زبردست دھماکے کے ساتھ ایک سفید شعاع ناگ
کے قریب سے گزر گئی۔ اب اسے خطرے کی شدت

کا احساس ہوا۔

آگ نے فوراً ہی ایک غوطہ لگایا اور پہاڑی کی
چوٹی کے پیچھے غائب ہوگیا۔ خلائی مخلوق اڑن تھالی
میں بیٹھ کر پرندے کی تلاش میں آسمان میں گشت
لگانے لگی۔ لیکن ناگ باز کی شکل سے تبدیل ہو کر پھر
ایک چھوٹا سا سیاہ سانپ بن چکا تھا۔

خلائی لوگ کچھ دیر تک باز کو آسمان پر ادھر ادھر
بے سود تلاش کرنے کے بعد واپس وادی میں اتر
گئے۔

ناگ پتھروں پر رینگتا ہوا پہاڑ کی چوٹی پر آ گیا۔
اور پھر سلاخوں میں سے ہو کر ماریا کے گول کمرے

میں آ گیا۔ یہاں آ کر وہ ایک بار انسان کے روپ
میں سامنے آ گیا۔

ماریا اس کا انتظار ہی کر رہی تھی۔ اسے دیکھ کر بڑی
خوشی ہوئی اور قریب آ کر بولی۔

"خدا کا شکر ہے کہ تمہاری شکل پھر سے دیکھی۔
میں تو اس جگہ پر پریشان ہو گئی ہوں۔ ایسے لگتا ہے،
کہ اب یہاں سے جیتے جی اپنی زمین پر واپس جانا
میری قسمت میں نہیں ہے"۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا۔

"ایسا نہ کہو ماریا بہن! اب تو مجھے امید کی ایک
کرن نظر آئی ہے اور تم نا امید ہو رہی ہو"۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا۔

"ایسا نہ کہو ماریا بہن! اب تو مجھے امید کی ایک
کرن نظر آئی ہے اور تم نا امید ہو رہی ہو"۔

پھر اسے سارا واقعہ سنایا کہ کس طرح اس کی
ملاقات اس ستارے کی اصلی مخلوق سے ہوئی ہے
اور یہ کہ وہ لوگ ان کی زمین ہی کے باشندے ہیں جو
لاکھوں سال پہلے یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے لیکن
انہیں اس خلائی مخلوق نے آ کر تباہ کر دیا۔

ماریا بھی خوش ہوئی اور حیران بھی ہوئی۔

ناگ نے اسے خلائی انسان سے لڑائی اور پھر
اسے ہلاک کرنے اور اس کے ہتھیار پر قبضہ کرنے کا

قصہ بھی سنایا۔

ماریا کو جب ناگ نے بتایا کہ بزرگ انسان نے اسے ایک ایسا سفوف دیا ہے جس کو کھا لینے سے اسکے جسم سے نکلنے والی شعاعیں یہ خلائی لوگ نہ دیکھ سکیں گے تو وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

''کیا تم سچ کہتے ہو ناگ؟''۔

اس کے جواب میں ناگ نے گلے میں لٹکی ہوئی سفوف کی پڑیا نکال کر ماریا کے حوالے کی اور کہا۔

''اسے زبان پر رکھ کر نگل لو''۔

ماریا نے سفوف نکال کر زبان پر رکھا اور اسے نگل گئی۔اس کا ذائقہ پھیکا پھیکا سا تھا۔

اب ضرورت اس امر کی تھی کہ ماریا کو کسی طرح سے وہاں سے نکال کر مغربی پہاڑوں کے غاروں میں ستارے کی اصلی مخلوق کے پاس پہنچا دیا جائے۔

کمرے کی دیواریں اور سلاخیں اس قدر مضبوط تھیں کہ وہ انہیں توڑ بھی نہیں سکتے تھے۔مجبوراً انہیں اس وقت کا انتظار کرنا تھا کہ کوئی خلائی انسان وہاں آئے۔

دروازے کھلے اور وہ باہر نکل جائیں۔پھر یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ سفوف نے اپنا کام دکھایا ہے یا نہیں۔

دیکھتے دیکھتے سورج کی روشنی غائب ہو گئی اور

رات پڑ گئی۔ ناگ پھر سے سانپ کا روپ بدل کر ایک کونے میں بیٹھ گیا۔

کیونکہ رات کے پہلے حصے میں وہ لوگ ماریا کے لیے پانی اور خشک پھل لے کر آیا کرتے تھے۔ ویسے بھی آج ماریا کا خیال تھا کہ خلائی لوگ اسے تجربے کے لیے لینے آئیں گے۔

اور ایسا ہی ہوا۔

اندھیرا گہرا ہوا تو دیوار ایک دم شق ہو گئی، اور دو خلائی آدمی ہاتھ میں شعاعی بندوقیں لیے کمرے میں داخل ہوئے۔

اندر آتے ہی انہوں نے یوں پریشانی کے عالم

میں چاروں طرف دیکھنا شروع کر دیا جیسے ماریا کہاں چلی گئی ہے؟۔

ناگ اوپر چھت کے ساتھ ایک طرف چمٹا ہوا تھا اور ماریا دروازے کے بالکل قریب ان کے پاس کھڑی تھی۔

گویا سفوف اپنا کام کر گیا تھا۔ ماریا کے جسم سے نکلتی ہوئی شعاعیں خلائی آدمیوں کو بالکل دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ناگ نے منہ سے ہلکی سی سیٹی کی آواز نکالی۔ یہ ماریا کے لیے اشارہ تھا کہ وہ باہر کی طرف بھاگے۔ مگر دروازے میں ابھی تک ایک خلائی آدمی بندوق تانے

کھڑا تھا۔

انہوں نے پریشانی کے عالم میں تیز تیز آوازیں سے ایک دوسرے سے بات کی اور پھر گھبراہٹ میں شعاع ایک طرف پھینکی۔ دھماکے سے کمرے کے ایک کونے میں شعلہ سا لپک کر بجھ گیا۔

ماریا کا اب حوصلہ بڑھ گیا تھا۔ اس نے پیچھے سے ایک خلائی آدمی کو زور سے دھکا دیا۔ وہ گر پڑا اور اس کی بندوق ماریا کے ہاتھ میں آگئی۔

ماریا نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ بندوق اٹھالی۔ بندوق اس کے ہاتھ میں جاتے ہی غائب ہوگئی۔ ماریا نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا اور خلائی آدمی پر حملہ کر دیا۔

اس پر شعاع پڑی اور دھماکے کے ساتھ وہ جل کر بھسم ہوگیا۔

دوسرا باہر کی طرف بھاگنے لگا تو ماریا نے آگے پاؤں کر دیا۔ وہ منہ کے بل گرا۔ اس کی بندوق دور جا پڑی۔ ماریا نے دوسرا وار اس پر بھی کر دیا۔

شعاع نے بندوق سے نکل کر ایک ہلکے سے دھماکے کے ساتھ دوسرے خلائی آدمی کو بھی بھسم کر دیا۔

اب وہ آزاد تھی۔ ناگ چھت پر سے اتر کر نیچے آ گیا۔ ماریا نے اسے اٹھا کر اپنے کندھے پر بٹھایا۔ دونوں شعاعی پستول اور بڑی تیزی سے کمرے سے

باہر گئی۔

باہر گھپ اندھیرا تھا۔ صرف پہاڑی کے دامن میں گول طشتریوں کے گنبدوں سے سرخ روشنی نکل رہی تھی۔

ناگ نے ماریا کو راستہ بتایا اور وہ پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر مغرب کی جانب والے پہاڑوں کی طرف روانہ ہو گئی۔

چلتے چلتے جب وہ پہاڑی دروں میں پہنچی، تو پیچھے کچھ اڑن تھالیاں خلائی انسانوں کو لے کر فضا میں بلند ہوئیں۔ شاید انہیں ماریا کے فرار کی خبر ہو گئی تھی اور وہ اس کی تلاش میں نکلی تھی۔

خلائی انسانوں کی تجربہ گاہوں میں کھلبلی سی مچ گئی۔ کیونکہ زمین سے آئے ہوئے دونوں انسان ان کی قید سے فرار ہو گئے تھے۔

یہ ان کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ آج تک ایسا کبھی نہیں ہوا تھا کہ ان کی قید سے کوئی زمینی انسان فرار ہو گیا ہو۔

پہاڑوں پر چاروں طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی۔ اب تک ان کے تین خلائی آدمی ہلاک ہو چکے تھے۔

خلائی مخلوق کے سردار نے حکم دے دیا کہ ماریا اور ناگ جہاں کہیں نظر آئیں، انہیں اسی وقت ہلاک کر

دیا جائے۔ مگر ماریا اور ناگ ان کی پہنچ سے باہر نکل کر مغربی پہاڑوں کے نیچے گہرے غاروں میں ستارے کی اصل انسانی مخلوق کے پاس پہنچ چکے تھے۔

وہ لوگ ناگ کے گرد جمع ہو گئے۔ وہ لوگ ماریا کی آواز تو سن رہے تھے مگر وہ انہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔ یہ ایک عجیب تجربہ تھا۔

بزرگ سائنسدان حیرت کا اظہار کر رہے تھے، کہ زمین میں رہنے والے ایسی کرامت بھی کر سکتے کہ وہ زمین پر موجود ہوں مگر کسی کو دکھائی نہ دیتے ہوں۔

بہر حال انہوں نے دو شعاعی بندوقیں بھی سنبھال کر رکھ لیں اور مایا او ناگ کا زبردست خیر مقدم کیا۔

ان کے پاس کھانے کو سوائے غاروں میں اگی ہوئی سبز گھاس اور سفید پھولوں کے اور کچھ نہ تھا۔ لیکن ان میں اتنی زبردست توانائی تھی کہ انسان کو اور کسی خوراک کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی تھی۔

رات بھر بزرگ سائنس دان، ماریا اور ناگ اس منصوبے پر غور کرتے رہے کہ اس سے پہلے کہ خلائی لوگ زمین پر اڑن طشتریوں سے حملہ کر کے انسانی تہذیب کو تباہ و برباد کریں، ان کی تجربہ گاہوں کو جلا کر راکھ کر دیا جائے اور اڑن طشتریوں کو بھسم کر دیا جائے۔ تاکہ ان کے شر سے زمین محفوظ ہو جائے۔

جہنم کے شعلے

ایک زبردست منصوبہ ناگ کے دماغ میں آ گیا
تھا۔

اس منصوبے کے بارے میں اس نے عنبر والوں
کو کچھ نہ بتایا صرف بزرگ سائنسدان سے پوچھا۔

"کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ ہمیں خلائی جہاز
چلانے اور اسے واپس زمین پر لے جانے کا طریقہ

سکھا دیں؟ کیونکہ اس ستارے کی حکومت آپ لوگوں
کے سپرد کر کے واپس اپنی زمین پر چلے جانے کا ارادہ
رکھتے ہیں"۔

بزرگ سائنسدان نے کہا۔

کیوں نہیں! ہم آپ کو ایسا طریقہ ضرور بتا دیں
گے لیکن آپ سے ایک بات کی گزارش کریں گے کہ
زمین پر جاتے ہی اس خلائی جہاز کا ایک خاص بٹن دبا
کر آپ اس سے ایک ہزار گز دور ہٹ جائیں۔ پھر
یہ جہاز اپنے آپ تباہ ہو جائے گا۔

اس کی تباہی بہت ضروری ہو گی۔ کیونکہ پھر کوئی
بھی شرپسند ہم کو اپنا غلام بنانے کے ارادہ سے یہاں

نہ آ سکے گا۔

ناگ نے کہا۔

”ہمیں منظور ہے۔ زمین پر ہمارے لیے ویسے بھی یہ خلائی جہاز بے کار ہوگا۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ زمین پر پہنچتے ہی اسے تباہ کر دیا جائے گا“۔

ماریا نے پوچھا۔

”لیکن زمین پر جزیرے کی جو خلائی تجربہ گاہ سنگ مرمر کے چبوترے کے نیچے بنی ہے اس کا کیا بنے گا؟ شاید اس کے اندر بھی کچھ خلائی لوگ موجود ہوں“۔

بزرگ سائنسدان نے کہا۔

”فکر کی کوئی بات نہیں۔ خلائی جہاز کے تباہ ہوتے ہی جزیرے کے نیچے والی تجربہ گاہ اپنے آپ بھسم ہو جائے گی“۔

پھر اس نے ناگ سے پوچھا۔

”لیکن آپ ہمیں ان خلائی بلاؤں سے کس طرح نجات دلائیں گے؟“۔

ناگ نے کہا۔

”بزرگ انسان! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ میں اور ماریا یہاں سے باہر جا رہے ہیں ہم آج رات ان کی ساری تجربہ گاہیں تباہ کر دیں گے۔ کل آپ اس ستارے کے پھر سے مالک بنا دیے

جائیں گے"۔

غار والوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔ یہ ان کے لیے بڑی خوشی کی بات تھی۔ کیونکہ ایک عرصہ سے وہ خلائی حملہ آور مخلوق کے غلام کے چلے آ رہے تھے، اور زندگی کی ہر آسائش سے محروم تھے۔ بلکہ اب تو وہ بمشکل اپنی جان بچا کر غاروں میں دبے بیٹھے تھے۔ اور تازہ ہوا بھی انہیں میسر نہ تھی۔

دوپہر کے بعد ناگ اور ماریا دونوں غار والوں سے اجازت لے کر رخصت ہوئے اور غار سے باہر آ گئے۔ آسمان پر دھوپ کھلی ہوئی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"اس دھوپ کا کوئی اعتبار نہیں۔ کسی وقت بھی سورج غروب ہو سکتا ہے اور رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل جائے گا۔ ہمیں اندھیرا ہونے سے پہلے پہلے تجربہ گاہوں تک پہنچنا ہو گا"۔

ماریا نے کہا۔

"مگر تم تو پکڑے جاؤ گے۔ میں تو غائب ہوں تم کس روپ میں میرے ساتھ جاؤ گے؟"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"میں خلائی انسان کا روپ بدل لوں گا"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے آنکھیں بند کر کے زور سے ایک لمبا سانس لیا اور پلک جھپکتے میں ماریا

کے سامنے اسی ستارے کا ایک خلائی انسان کھڑا تھا۔

ناگ بولا۔

"کیوں کیا خیال ہے ماریا؟"۔

ماریا نے کہا۔

"تم نے تو واقعی کمال کر دیا ہے ناگ بھائی! اب تمہیں کوئی بھی نہ پہچان سکے گا۔ چلو اب تجربہ گاہوں کی طرف چلتے ہیں"۔

دونوں کے پاس ایک ایک خلائی بندوق تھی۔

ناگ تو بالکل اسی ستارے کی مخلوق کا آدمی لگ رہا تھا، اور ماریا تو خیر کسی کو دکھائی ہی نہیں دے رہی تھی۔

ان کی منزل پہاڑی کی وادی میں بنی ہوئی خلائی

مخلوق کی تجربہ گاہیں تھیں۔ یہ ایک طرح سے ان لوگوں کا ہیڈ کوارٹر تھا۔

وہ بہت جلد وادی کے دروازے پر پہنچ گئے۔

وہاں دو خلائی انسان ایک گیٹ پر پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے ناگ کو دیکھا کہ ایک خلائی آدمی اندر جا رہا ہے تو اسے کچھ نہ کہا۔

ناگ کے ساتھ ساتھ ماریا بھی اندر داخل ہو گئی۔

اب ماریا کو بھی یقین ہو گیا کہ خلائی لوگ اسے نہیں دیکھ سکتے۔

دونوں اک ایسی چھوٹی سی وادی میں آ گئے۔ جس کے دونوں جانب اونچے اونچے پہاڑوں کی دیواریں

تھیں۔

یہاں کتنی ہی گول گول خلائی طشتریاں یا خلائی جہاز زمین پر کھڑے تھے۔ ان کے گنبدوں سے سرخ رنگ کی روشنی نکل رہی تھی۔

ناگ نے ماریا سے سرگوشی کی۔

''ہم اپنے ٹارگٹ پر پہنچ گئے ہیں۔ یہی وہ خلائی جہاز ہیں جن کی مدد سے یہ لوگ ہماری زمین پر قیامت خیز حملہ کرنے کا منصوبہ بنائے ہوئے ہیں''۔

ماریا نے آہستہ سے کہا۔

''ٹھیک ہے۔۔۔ کیا ہم اسی وقت انہیں تباہ کر دیں گے؟''۔

ناگ بولا۔

''نہیں! سب سے پہلے ہمیں ان کی بڑی تجربہ گاہ پر حملہ کر کے اسے تباہ کرنا ہے۔ تم میرے ساتھ چلی آؤ''۔

ناگ ماریا کو لے کر ایک پہاڑ کے دامن میں آ گیا۔ یہاں ایک تانبے کا بہت بڑا دروازہ تھا جو تھوڑا سا کھلا تھا۔

دروازے کے باہر چار خلائی انسان شعاعی اسلحہ لیے پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ انہیں سلام کرتا ہوا ان کے قریب سے گزرنے لگا تو ایک خلائی انسان نے تیز تیز آواز میں ناگ سے کچھ کہا۔

شاید اس سے پوچھا ہوگا کہ وہ کہاں سے آ رہا ہے؟ یا اب وقت کیا ہو گیا ہوگا؟ لیکن ناگ تو ان لوگوں کی زبان نہ سمجھ سکتا تھا اور نہ بول سکتا تھا۔

یہی تو ایک خامی تھی جس سے وہ پکڑا جا سکتا تھا۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے بڑھنے لگا۔

دوسرے خلائی انسان نے پھر تیز تیز آواز نکالی شاید اس نے کہا تھا کہ یار تم گونگے ہو یا بہرے ہو، بولتے کیوں نہیں؟۔

ناگ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا نے فوراً سرگوشی میں کہا۔

"خدا کے لیے تیز تیز آواز ہی نکال دو"۔

ناگ نے یونہی گلہری کی طرح تیز تیز آواز نکالنے کی کوشش کی مگر پکڑا گیا۔

خلائی انسان بھاگ کر اس کے پاس آئے مگر اس سے پہلے کہ ناگ پر حملہ کر کے اسے ختم کر دیں، ماریا کی بندوق اپنا کام کر چکی تھی۔

چار میں سے تین خلائی انسان بھڑک کر بھسم ہو گئے تھے۔ چوتھے کو ناگ نے اپنی شعاعی بندوق کی زد پر لے لیا۔

میدان صاف پا کر وہ تانبے کے دروازے میں سے گزر کر اندر چلے گئے۔ یہاں ایک لمبا سنگ مرمر کا فٹ پاتھ سا بنا ہوا تھا۔

آخر میں جا کر یہ فٹ پاتھ سیڑھیوں کی شکل میں نیچے ایک تہہ خانے میں نکل گیا۔ یہاں ایک گول ہال کمرہ تھا۔

جس کے وسط میں ایک اور گول کمرہ بنا تھا۔ اس میں چاروں طرف موٹے موٹے شیشے لگے تھے۔ اندر خلائی انسان مختلف مشینوں پر کام کرتے ہوئے صاف نظر آ رہے تھے۔ ناگ ماریا کو ساتھ لے کر آگے نکل گیا۔

غار والے بزرگ سائنس دان سے ناگ کو اتنا معلوم ہو چکا تھا کہ ان لوگوں کی اصل تجربہ گاہ کونے والے تہہ خانے میں ہے جہاں شیشے کا ایک ستون بنا

ہے۔

اس ستون سے نیلی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں۔ اس ستون کے اندر جا کر دیکھیں تو ایک جگہ سرخ لٹو گھوم رہا ہو گا۔

بس یہی سرخ لٹو اس ساری تجربہ گاہ کا دل ہے۔ اگر اسے اپنی جگہ سے اکھاڑ کر لے آؤ تو تھوڑی ہی دیر بعد ساری کی ساری تجربہ گاہ تباہ ہو جائے گی اور خلائی انسان کچھ بھی نہ کر سکیں گے۔

تجربہ گاہ کے ساتھ ہی وہ خود بھی نیست و نابود ہو جائیں گے۔

"ہمیں نیلی روشنی والے ستون تک پہنچنا ہے۔

آؤ میرے ساتھ"۔

دونوں گول تجربہ گاہ سے آگے چلے تو سامنے ایک اور دروازہ تھا۔ یہاں سے سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ سیڑھیوں پر ایک خلائی انسان بندوق لیے شاید پہرہ دے رہا تھا۔

ناگ اس کے قریب سے گزرا تو اس نے تیز تیز آواز میں کچھ کہا۔ ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ خلائی انسان نے بندوق تان لی۔

ایک تیز شعاع نے خلائی انسان کو بھسم کر کے ڈال دیا۔ وہ لپک کر اندر گئے۔ اندر ایک وسیع ہال کمرہ تھا۔ جس کے وسط میں وہی ستون نظر آیا جس کے

موٹے شیشوں میں سے نیلی روشنی نکل رہی تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ وہاں چھ سات خلائی انسان ادھر ادھر مشینوں پر کام کر رہے تھے۔

یہاں بڑا مشکل مرحلہ تھا۔ اس نے ماریا سے سرگوشی کی اور کہا۔

"ماریا! تم ان لوگوں کو سنبھالو۔ میں ستون کے اندر جانے کی کوشش کرتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے"۔ ماریا چوکس ہوگئی۔

ناگ یونہی مشینوں کے قریب منڈلانے کے بعد ستون کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے ایک خلائی انسان کو بھسم کر دیا۔

اسے بھسم ہوتا دیکھ کر دوسرے خلائی انسان حیرت زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے اور تیز تیز آوازیں نکالنے لگے۔ اتنے میں ایک سفید شعاع نے بیک وقت دو خلائی انسانوں کو اپنا شکار بنالیا۔

اب تو وہاں کہرام سا مچ گیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ لوگ کوئی خطرے کا الارم بجائیں ناگ بھی ماریا کے ساتھ مل گیا اور انہوں نے باقی ماندہ تین خلائی انسانوں کو بھی شعاع پھینک کر بھسم کر دیا۔

ماریا نے کہا۔

”جلدی کرو ناگ! بڑا سنہری موقع ہے“۔

ناگ تیزی سے ستون کے اندر گھس گیا۔ یہاں پر

نیلی روشنی ہی روشنی تھی۔ بیچ میں ایک چوکور سا چبوترہ بنا، جیسے ہی وہ ہیرے کو تراش کر بنایا گیا ہو اور اس کے سر پر ایک سرخ رنگ کا لٹو آہستہ آہستہ گھوم رہا تھا۔ یہی اس تجربہ گاہ کا دل تھا۔

ناگ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے ہاتھ بڑھا کر لٹو اکھاڑ کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ اور ماریا سے کہا۔

”جتنی جلدی ہو سکے باہر کو بھاگو“۔

لٹو کے اکھڑتے ہی تجربہ گاہ میں خطرے کا الارم زور زور سے بج اٹھا۔ ہر طرف ایک شور سا مچ گیا۔ ناگ اور ماریا باہر کی طرف بھاگے۔

راستے میں انہیں خلائی انسان اندر کی طرف

جاتے ملے۔ ماریا نے بندوق چلا کر ان میں سے تین کو ختم کر دیا۔ چوتھے نے ناگ پر حملہ کیا۔ لیکن خوش قسمتی سے ناگ بچ گیا۔ ماریا نے چوتھے کو بھی بھسم کر دیا۔

اب وہ سیڑھیاں چڑھ کر تابنے کے گیٹ سے باہر آ گئے۔ یہاں بڑی تجربہ گاہ میں بھی شعلے سے اٹھنے شروع ہو گئے تھے اور مشینوں میں ہلکے ہلکے دھماکے ہونے لگے تھے۔

ناگ ماریا کو لے کر بڑے دروازے سے بھی باہر آ گیا۔ وادی میں سارے خلائی جہاز ویسے ہی کھڑے تھے۔

انہوں نے خلائی شعاعیں پھینک کر ان جہازوں میں آگ لگانا شروع کر دی۔ پہریدار خلائی انسان ناگ کی طرف جھپٹے۔

وہ ایک پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔ ماریا نے آنے والوں کو یکے بعد دیگرے شعاعیں پھینک کر ختم کر دیا۔ انہوں نے وادی سے نکل کر پہاڑوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

وہ پہاڑی پر چڑھتے چڑھتے اس کی چوٹی پر پہنچ کر دوسری طرف نکل گئے۔

ابھی وہ دوسری پہاڑی کی ڈھلان پر ہی تھے کہ ایک ایسا زبردست دھماکہ ہوا جس نے سارے

پہاڑوں پر لرزہ طاری کر دیا۔

جیسے کسی نے اپنے ہیبت ناک پنجوں میں لے کر ان پہاڑوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہو۔ دونوں اچھل کر زمین پر گر پڑے۔

دیر تک وہ اوندھے منہ زمین پر ہی لیٹے رہے اب مسلسل دھماکے ہو رہے تھے۔ انہوں نے اٹھ کر مغربی پہاڑوں کی طرف بھاگنا شروع کر دیا۔

وادی کے کونے میں ایک خلائی جہاز اپنے خلائی پیڈ پر سب سے الگ کھڑا تھا۔ یہاں دو خلائی انسان پہرہ دے رہے تھے۔

بزرگ سائنسدان نے ناگ کو خاص طور پر تاکید

کی تھی کہ اس خلائی جہاز کی ہر قیمت پر حفاظت کی جائے۔ اگر وہ جہاز بھی جل گیا تو پھر ناگ اور ماریا ساری زندگی واپس اپنی زمین پر نہ جا سکیں گے۔

ناگ نے خلائی پہریداروں کے قریب جا کر اپنی بندوق سے شعاع پھینکی، جس سے ایک خلائی پہریدار ڈھیر ہو گیا۔

دوسرے پہریدار نے گھوم کر اپنی بندوق سے ناگ پر جوابی شعاع پھینکی جو خطا گئی۔ ماریا نے پیچھے سے شعاع پھینک کر دوسرے پہریدار کو بھی بھسم کر دیا۔

وادی کی طرف ہر طرف آگ لگی تھی جس کے

شعلے ستارے کے سیاہ آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے۔ ابھی تک دھماکے جاری تھے۔

چند ایک خلائی انسان خلائی جہاز کی طرف بھاگتے دکھائی دیے۔ جب وہ قریب آئے، تو ماریا اور ناگ نے بیک وقت حملہ کر کے ان سب کو مار گرایا۔

وادی کے شعلے دیکھ کر جہنم کی آگ کا خیال آتا تھا۔ ساری وادی ایک پیالہ بن گئی تھی جس میں جہنم کے شعلے بھڑک کر آسمان کی طرف اٹھ رہے تھے۔ سارے خلائی جہاز، ساری تجربہ گاہیں اور ساری خلائی مخلوق اس کے اندر بھسم ہو کر رہ گئی تھی۔

ماریا اور ناگ دوسرے پہاڑ والے خلائی جہاز

کے باہر کھڑے اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ کیونکہ اسی خلائی جہاز میں انہیں واپس اپنی زمین پر جانا تھا۔

کافی دیر انتظار کرنے کے بعد ماریا نے کہا۔

ناگ! میرا خیال ہے اب کوئی خلائی انسان زندہ باقی نہیں بچا۔

سارے کے سارے وادی میں مر کھپ گئے ہیں۔

ناگ نے کہا۔

”اس کے باوجود ہمیں یہاں دیر تک پہرہ دینا ہو گا کیونکہ اگر ایک بھی خلائی انسان کسی طرح سے بچ بچا کر اس جہاز تک آ گیا تو وہ اسے اڑا کر لے جا سکے

گا"۔

ماریا نے کہا۔

"اب رات ہو رہی ہے۔ کیا ساری رات اسی جگہ پہرہ دینے کا خیال ہے؟"۔

ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے تم اس جگہ پہرہ دو۔ میں غار والوں کے پاس جا کر انہیں ان کی حکومت بحال ہونے کی خوشخبری سناتا ہوں"۔

بات بھی بڑی معقول تھی۔ کیونکہ ماریا ہی ایک ایسی شخصیت تھی جسے کوئی دیکھ نہیں سکتا تھا اور جو بڑی اچھی پہرے دار ثابت ہو سکتی تھی۔

ناگ پر چھپ کر حملہ بھی ہو سکتا تھا۔ چنانچہ ماریا اسی جگہ رک گئی اور ناگ غار والوں کو خوشخبری سنانے چل دیا۔

غار والوں نے دھماکے اور آگ کے شعلے دیکھ لیے تھے۔

وہ پہاڑوں پر کھڑے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔

انہیں یقین ہو گیا تھا کہ ناگ اور ماریا اپنے مشن میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ جب ناگ ان کے درمیان پہنچا تو انہوں نے خوشی کے نعرے لگائے اور اسے کندھوں پر اٹھا لیا۔

غار والے ہی اس ستارے کے اصل باشندے
تھے اور ان کی حکومت بحال ہوگئی تھی۔ ان کے دشمن
حملہ آور سارے کے سارے تباہ ہوگئے تھے۔

خلا سے زمین کی طرف

ستارے پر رات گہری ہوگئی۔
وادی میں اب دھماکے بند ہوگئے تھے۔ آگ بھی
سرد پڑ چکی تھی۔ خلائی انسانوں کی ساری تجربہ گاہیں
اور جہاز تباہ ہوگئے تھے۔
رات آدھی سے زیادہ گزر گئی تھی۔ غار میں ناگ،
سائنسدان بزرگ کو ساری کہانی سنانے کے بعد اس

سے مشورہ کر رہا تھا کہ وہ کب اور کس طرح خلائی جہاز میں سوار ہو کر زمین کی طرف واپسی کا سفر شروع کر سکتا ہے۔

ادھر ماریا ایک ہی باقی بچے ہوئے خلائی جہاز کے باہر کھڑی پہرہ دے رہی تھی۔ یہی جہاز ان کی امید کی آخری کرن تھا۔

وہ ایک پتھر پر بیٹھی تھی۔ کیا دیکھتی ہے کہ دو خلائی انسان گرتے پڑتے جہاز کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ وہ چوکس ہو گئی۔

اب اسے خیال آیا کہ ناگ سچا تھا۔ اگر اس وقت جہاز پر ان میں سے کوئی بھی نہ ہوتا تو یہ لوگ تو جہاز کو

لے کر کسی دوسرے ستارے کی طرف اڑ گئے تھے۔
دونوں خلائی انسان شاید زخمی تھے کیونکہ وہ لڑکھڑا کر چل رہے تھے۔

قریب آ کر انہوں نے چاروں طرف دیکھا۔
ایک دوسرے سے تیز تیز آواز میں کوئی بات کی اور پھر خلائی جہاز کی طرف قدم بڑھایا۔

ان کو کیا خبر تھی کہ خلائی جہاز کے دروازے پر ان کی خلائی موت ان کا انتظار کر رہی ہے۔ جونہی وہ آگے بڑھے اور خلائی جہاز کے دروازے میں داخل ہونے لگے۔

ماریا نے شعاعی بندوق سیدھی کی اور نشانہ باندھ

کر ایک خلائی انسان کو اڑا کر رکھ دیا۔ اس کی گن سے نکلے ہوئے شعلے کو شاید دوسرے خلائی انسان نے دیکھ لیا تھا۔ لیکن وہ ششدر اس بات پر تھا کہ حملہ کرنے والا کیوں نہیں دکھائی دے رہا۔

ماریا اپنی جگہ سے فوراً ہٹ گئی۔ خلائی انسان نے اسی جگہ حملہ کر دیا۔ مگر خوش قسمتی سے ماریا وہاں موجود نہیں تھی۔

شعاع ایک پتھر پر لگی اور پتھر جل کر بھسم ہو گیا۔

اب اس خلائی حملہ آور کو زیادہ دیر تک زندہ رہنے دینا بے حد خطرناک ثابت ہو سکتا تھا۔

ماریا نے اپنی گن سے شعاع پھینکی جو سیدھی اس

خلائی دشمن کے سینے پر پڑی۔ کھٹاک سے ایک دھماکہ ہوا شعلہ سا ابھرا اور خلائی انسان بجھ کر بھسم ہو گیا۔

ساری رات ماریا پہرہ دیتی رہی۔ دوبارہ وہاں اور کوئی نہ آیا۔ دن نکل آیا تو اسے لوگوں کے نعروں او قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔ غار والے ناگ کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔

انہوں نے بے حد خوشی منائی۔

بزرگ سائنسدان نے کہا۔

ناگ بھائی اور ماریا بہن! ہم سب آپ کے بے حد شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں حملہ آور دشمنوں سے نجات دلائی۔

ہمیں ہماری زبان ،حکومت اور آزادی واپس لے کر دی۔ آخر ہم بھی کسی زمانے میں آپ کی زمین پر آباد تھے۔

اس اعتبار سے آپ ہمارے بھائی ہیں۔ ہم سب ایک بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

اس کے بعد غار والوں نے وادی میں جا کر دیکھا تو خلائی دشمنوں کی ساری تجربہ گاہیں اور خلائی جہاز تباہ ہو چکے تھے۔

غار والوں نے دوسری وادی میں جا کر ایک تہہ خانے کا بڑا دروازہ کھولا تو اندر ایک قطعہ زمین تھا، جس پر لمبی لمبی گھاس کے خوشے اور عجیب قسم کا پھل اگا

تھا۔

بزرگ سائنسدان نے ناگ سے کہا۔

یہی ہماری اصل خوراک تھی، جسے خلائی حملہ آوروں نے ہم سے چھین لیا تھا۔ اس پھل میں اتنی طاقت ہے کہ ایک بار کھا لینے سے ایک ہفتے تک نہ بھوک لگتی ہے نہ پیاس۔

ناگ اور ماریا نے وہ پھل توڑ کر کھائے۔ بڑے مزے دار تھے۔

ماریا نے کہا۔

”ناگ! ان کا ذائقہ ہمارے زمین کے پھل امرود سے بہت ملتا جلتا ہے“۔

ناگ نے پھل کھاتے ہوئے کہا۔

''ہاں۔۔۔بالکل ویسا ہی ہے''۔

پھر بزرگ سائنسدان نے پوچھا۔

''اس کا نام کیا ہے؟''۔

بزرگ سائنسدان بولا۔

''جواہروش''۔

ماریا ہنس پڑی۔

''بڑا مزاحیہ نام ہے۔ مجھے تربوز یاد آ گیا''۔

ایک غار والے نے پوچھا۔

''ترابوز کیا ہوتا ہے؟''۔

ماریا بولی۔

''ترابوز نہیں، تربوز۔۔۔''

ناگ کہنے لگا۔

ناگ کہنے لگا۔

''بھائی! یہ ایک پھل ہے ہماری زمین کا۔ کبھی تمہارے آباؤاجداد جب وہ ہماری زمین پر رہتے تھے تو اس پھل کو بڑے شوق سے کھاتے ہوں گے''۔

ایک ہفتے کے اندر اندر غار والے انسانوں نے ساری کی ساری وادی کو صاف کر دیا او وہاں شیشے کی دیواروں کے چھوٹے چھوٹے مکان کھڑے کر دیے۔

اس دوران میں ناگ اور ماریا کو خلائی جہاز

چلانے کی ٹریننگ دی جا رہی تھی۔ یہ ٹریننگ بڑی مشکل تھی۔ بزرگ سائنسدان صبح سے شام تک دونوں کو ساتھ لیے ایک ایک مشین کے ایک ایک پرزے کے بارے میں انہیں بتا رہے تھے۔

ناگ اور ماریا نے جلدی ہی بہت علم حاصل کر لیا تھا۔

بزرگ سائنسدان نے کہا۔

اسے چلانا اور زمین پر اتارنا بڑا آسان ہے بیٹا!
بس ایک بٹن دبا دو، یہ زمین سے اٹھ کر خلا میں پہنچ جائے گا۔

پھر ایک بٹن دبا دو، یہ اپنا رخ نقشے کے مطابق خود

متعین کر لے گا۔ پھر جب زمین کے قریب آئے تو دوسرا بٹن دبا دو۔ یہ زمین پر اپنے نقشے کے مطابق اتر جائے گا۔

سب سے بڑی مشکل اس وقت پیدا ہوتی ہے، اگر اس میں راستے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے۔ مثلاً راستے میں تم لوگوں کو بے شمار خلائی ستارے اور شہاب ثاقب ملیں گے، ان کے کروڑوں ٹکڑے تمہارے جہاز سے ٹکرائیں گے۔

اگرچہ اس کی سطح پر ان ٹکڑوں کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔ لیکن ایسا ضرور ہو سکتا ہے کہ کوئی بہت خرابی پیدا کر دے اور اس کا رخ دوسری طرف موڑ دے۔

پھر تمہیں بڑی مہارت سے کام لے کر اس کی مشین کو درست کرنا ہوگا۔ اس کے رخ کو دوبارہ ٹھیک کرنا ہوگا۔ بس اسی بات کی مشق تمہیں کرائی جا رہی ہے۔

پندرہ بیس روز کی ٹریننگ کے بعد ناگ اور ماریا جہاز کی ساری مشینری سے باخبر ہو گئے تھے۔ اب ان کی واپسی کے سفر کا وقت قریب آ رہا تھا۔

آخر وہ دن آ گیا۔

غار والوں نے خلائی جہاز کے گرد جمع ہو کر زبردست جلسہ کیا۔ ناگ اور ماریا کے حق میں تعریفی تقریریں کیں۔ ان کے خلائی جہاز کو ہر طرح سے

صاف ستھرا کیا۔ اندر پھل اور پانی کا ذخیرہ بھی رکھ دیا۔

پروگرام کے مطابق خلائی جہاز کو آدھی رات گزرنے کے بعد اپنا سفر شروع کرنا تھا۔ ٹھیک آدھی رات کے بعد ناگ اور ماریا کو بڑی گرمجوشی سے رخصت کر کے خلائی جہاز میں سوار کرایا گیا۔

ناگ اور ماریا نے جہاز کے اندر جا کر دروازہ پوری طرح سے بند کر دیا۔ ناگ نے مختلف بٹن دبا دیے۔

جہاز کی مشینری چل پڑی اور ہلکی ہلکی آواز آنے لگی۔ پھر ایک بٹن دبایا تو جہاز نے زمین سے اوپر اٹھنا

شروع کر دیا۔ اس کے گنبد اور نچلے حصے سے سرخ اور نیلی شعاعیں ابھر رہی تھیں۔

خلائی جہاز کے شیشے والی گول کھڑکی سے لگ کر ناگ اور ماریا نے ہاتھ ہلا کر الوداع کیا۔ غار والے بھی نیچے کھڑے ہاتھ ہلا ہلا کر انہیں رخصت کر رہے تھے۔

خلائی جہاز اوپر ہی اوپر اٹھتا چلا گیا۔ یہاں تک ستارے کی مخلوق اور اس کے پہاڑ ایک سیاہ دھبہ سا بن کر رہ گئے۔

ستارے کی سطح سے اوپر اٹھنے کے کوئی دو گھنٹے بعد خلائی جہاز کی رفتار ایک بٹن دبا کر بڑھا دی گئی۔ رفتار

کے بڑھتے ہی جہاز کو ایک دھچکا سا لگا۔

ناگ اور ماریا ایک بہت بڑی سنگ مرمر کی میز کے سامنے سیاہ رنگ کی بڑی بڑی کرسیوں پر بیٹھے ڈائیلوں اور ان میں حرکت کرتی سوئیوں کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔

جہاز کے اندر ایک سکرین لگی تھی جس میں خلا کی پوری تصور دکھائی دے رہی تھی۔ جہاز کی رفتار بے حد بڑھ گئی تھی اور اب وہ خلا میں داخل ہو چکے تھے۔

انہیں سکرین پر بے شمار شہاب ثاقب نظر آنے لگے جو تیزی سے آ کر چمکتے ہوئے جہاز کے اوپر سے گزر جاتے تھے۔

کچھ جہاز سے ٹکرا کر ٹوٹ پھوٹ جاتے تھے۔

ناگ بڑی احتیاط سے جہاز کو کنٹرول کیے ہوئے تھا۔

ماریا نے ناگ کو بڑی ہوشیاری اور توجہ سے جہاز کو کنٹرول کرتے دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

''کبھی زندگی میں تم نے سوچا تھا کہ ایک روز تم خلائی جہاز کو چلاتے ہوئے آسمان سے زمین کی طرف آ رہے ہو گے؟''۔

ناگ نے بڑی سنجیدہ آواز میں کہا۔

کبھی نہیں سوچا تھا ماریا! کبھی خواب میں بھی اس بات کا خیال نہ آیا تھا کہ ہماری زمین سے اوپر خلاء کے ستاروں میں بھی لوگ آباد ہیں۔

یہ ایک حیرت انگیز تجربہ ہے جس میں سے ہم گزرتے ہیں۔ تم یقین کرو، جب مجھے اس کا خیال آتا ہے تو حیرت سے میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اب ماریا بھی سنجیدہ ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔

''زمین پر پہنچ کر جب ہم عنبر کو یہ واقعات سنائیں گے تو اسے کبھی یقین نہیں آئے گا''۔

انہیں کیا خبر تھی کہ وہ خود خلائی جہاز والوں کی بحری ڈاکوؤں سے جنگ دیکھ چکا تھا۔

ناگ نے کہا۔

''حقیقت میں تو اس نے ہی سب سے پہلے خلائی

مخلوق اور ان کے خلائی جہاز کو دیکھا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ہماری طرح آسمانوں کی سیر نہیں کر سکا اور نہ ہی جیوپیٹر ستارے کی مخلوق سے ملاقات کر سکا۔

بہر حال اسے ضرور ہماری باتوں کا یقین آ جائے گا۔ ویسے وہ ہماری قسمت پر رشک بھی کرے گا۔

ماریا نے کہا۔

"جزیرے پر پہنچ کر سب سے پہلے تو ہمیں اسی کو تلاش کرنا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ وہ جزیرے میں ہی ہوگا"۔

ناگ بولا۔

"ہونا تو اسے وہیں چاہیے لیکن کچھ کہہ بھی نہیں

سکتے کہ وہاں اسے کیا حالات پیش آ گئے ہوں"۔

ماریا اچانک بولی۔

ستاروں کی مخلوق سے ہم نے وعدہ کر رکھا ہے کہ ہم جزیرے پر پہنچتے ہی اس خلائی جہاز کو تباہ کر دیں گے تاکہ کسی دوسری مخلوق کے حملہ کرنے کا امکان باقی نہ رہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ہم جزیرے سے کیسے نکل سکیں گے؟ ظاہر ہے کہ یہ جہاز تو جزیرے میں ہی اترے گا۔

ناگ کچھ سوچ کر بولا۔

ہمیں ہر حالت میں ستارے میں رہنے والوں

سے کیے گئے وعدے کو پورا کرنا ہوگا۔ یہ خلائی جہاز زمین پر ہمارے لیے ویسے بھی بے کار ہوگا اور پھر اس کے ساتھ اس کے جزیرائی اڈے پر جو تجربہ گاہ ہے اس کو تباہ کرنا بھی بہت ضروری ہے، وگرنہ وہ تجربہ گاہ زمین پر رہنے والے انسانوں کے لیے کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہوسکتی ہے۔

ماریا نے کہا۔

”یہ تو سب ٹھیک ہے مگر کیا ہم جزیرے سے باہر نکل سکیں گے؟ ہمیں کسی کشتی کا ابھی سے بندوبست کر رکھنا چاہیے“۔

ناگ کہنے لگا۔

عزیز بہن! اس جہاز میں کوئی بھی ایسی شے نہیں ہے جسے ہم زمین پر پہنچنے کے بعد سمندر میں کشتی کے طور پر استعمال کرسکیں۔

یہاں تو سوائے سنگ مرمر قسم کے پتھروں، موٹے موٹے شیشے اور بڑی بڑی گول ڈائیل نما مشینوں کے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

ہمیں جزیرے پر پہنچ کر دیکھنا ہوگا کہ جزیرے میں ہمیں کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ ہوسکتا ہے عنبر وہاں موجود ہو۔

ماریا نے پوچھا۔

”اور اگر عنبر وہاں پر نہ ہوا تو؟“۔

ناگ نے کہا۔

تو پھر جیسے بھی حالات ہوئے دیکھا جائے گا۔ بہر حال ابھی تو ہمیں زمین تک پہنچنے کے لیے چار روز کا سفر اور طے کرنا ہے۔

خلائی جہاز کا سفر جاری رہا۔

سکرین پر چمک دار شہاب ثاقب برابر جہام کے ساتھ ٹکرا ٹکرا کر گزر رہے تھے۔ انہیں یہی ڈر تھا کہ کہیں کوئی بڑا سا شہاب ثاقب جہاز سے ٹکرا کر اس کے توازن کو خراب نہ کر دے۔

خلاء میں سفر کرتے ہوئے انہیں تیسرا روز جا رہا تھا کہ سکرین پر انہوں نے ایک عجیب سی گول طشتری کو

اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

وہ بڑے حیران ہوئے کہ یہ کیا بلا ہے جو ان کی طرف بڑھ رہی ہے۔

ماریا نے کہا۔

''یہ کیا چیز ہو سکتی ہے ناگ؟''

گول طشتری بڑھتے بڑھتے کافی پھیل گئی اور اس میں سے شعاعیں نکلنا شروع ہو گئیں۔ جہاز کو ادھر ادھر کرنا یا اس طشتری سے بچانا ناگ کے بس میں نہیں تھا۔

بہر حال وہ چوکس ہو کر اور ہر خطرے کے لیے تیار ہو کر بیٹھ گیا۔

جوں جوں طشتری قریب آ رہی تھی وہ پھولتی ہی چلی جا رہی تھی۔ ایسے لگتا تھا جیسے وہ کوئی بہت بڑا بادل کا گول ٹکڑا ہے جو سفید شعاعیں چھوڑ رہا ہے۔

اور پھر ایسا ہوا کہ ایک دم سے ناگ کا خلائی جہاز اس بادل میں گم ہو گیا۔ جہاز کو جھٹکے لگنے شروع ہو گئے۔ ماریا اور ناگ سنگ مرمر کے فرش پر گر پڑے۔

ماریا نے چیخ کر کہا۔

"ناگ۔۔۔! ہم پر کسی دوسرے خلائی جہاز نے حملہ کر دیا ہے"۔

ناگ نے اسے تسلی دی اور کہا۔

"گھبراؤ نہیں ماریا! ہم مقابلہ کریں گے۔ حوصلہ

مت ہارو"۔

ناگ نے اٹھ کر سکرین پر غور سے دیکھا۔ وہاں سوائے سفید چمکتی ہوئی دھند کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

ناگ نے بیک وقت کتنے ہی بٹن دبائے مگر جہاز پر جیسے کوئی اثر نہ ہوا۔

اسے بدستور جھٹکے لگتے رہے وہ ڈول رہا تھا۔ اوپر نیچے ہو رہا تھا۔

ناگ نے ایک فالتو راکٹ چلانے کی بھی کوشش کی تاکہ جہاز کو بادل کے اوپر لے جا سکے مگر وہ راکٹ بھی نہ چل سکا۔

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے ساری مشینری جام ہوگئی ہے"۔

ماریا پریشان ہوگئی تھی۔

"اب کیا ہوگا؟"۔

ناگ نے اسے تسلی دی۔

گھبراؤ نہیں ماریا! یہ کسی دشمن کا جہاز نہیں ہے، بلکہ خلائی بادل کا ایک ٹکڑا ہے جس میں برقی رو دوڑ رہی ہے۔

یہی برقی رو ہمارے جہاز کو جھٹکے دے رہی ہے۔ اس سے زیادہ یہ ہمارے جہاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

کچھ دیر بعد جھٹکے رک گئے۔ سکرین پر بادلوں کی

دھند چھٹ گئی۔ خلائی جہاز اس خطرناک مصیبت سے باہر نکل آیا تھا۔

ماریا کے چہرے پر اطمینان سا آ گیا۔ اس نے ناگ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ مجھے امید نہیں تھی کہ ہم اس مصیبت سے نکل جائیں گے"۔

ناگ مسکرایا۔

"ہاں، خدا نے ہم پر رحم کیا ہے۔ اس خلا میں آ کر خدا پر میرا ایمان زیادہ پختہ ہوگیا ہے۔ ہوسکتا ہے اب ہمارا سفر سکون سے کٹے"۔

زمین کے وقت کے مطابق تین دن اور تین

راتوں کے خلائی سفر کے بعد ان کا خلائی جہاز خلا سے نکل کر زمین کی فضا میں داخل ہوا تو جہاز کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔

ناگ اس خطرناک لمحے کے لیے پوری طرح سے تیار تھا۔ اس نے جھٹ اوپر کی جانب کے سارے راکٹ چلا دیے جس کی وجہ سے جہاز کی رفتار کنٹرول میں آ گئی۔ کیونکہ اب زمین کی کشش نے بھی جہاز کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا تھا۔

اوپر کے راکٹوں کے چلتے ہی خلائی جہاز کو ایک زوردار دھچکا لگا جس کے ساتھ ہی خلائی جہاز کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی اور خلائی جہاز کے اوپر سے سرخ

روشنی بڑی تیزی سے خارج ہونا شروع ہو گئی۔

ماریا اور ناگ بڑی دلچسپی اور غور سے سکرین پر زمین کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ رہے تھے۔

انہیں اب اس نظریے کے بارے میں کوئی شک نہیں رہا تھا کہ زمین گول ہے اور ذرا سی پچکی ہوئی ہے۔ جیسے ناشپاتی۔ کیونکہ وہ زمین کو اس کے پہاڑوں اور سمندروں سمیت اپنے خلائی جہاز کی سکرین پر صاف دیکھ رہے تھے۔

زمین بڑی تیزی سے ان کی طرف بڑھ رہی تھی۔

آخر پہاڑ صاف صاف دکھائی دینے لگے۔

ان کا جہاز درست سمت کی طرف جا رہا تھا۔

اب پہاڑ کافی پیچھے رہ گئے تھے اور سکرین پر سمندر ہی سمندر تھا۔ پھر اس سمندر میں سے ایک جزیرہ ابھرنے لگا۔

ناگ اور ماریا نے پہچان لیا۔

یہ وہی جزیرہ تھا، جہاں سے وہ خلائی جہاز میں بیٹھ کر اوپر اڑے تھے۔

خلائی جہاز جزیرے کے بالکل اوپر آ گیا۔

اب ناگ نے آخری بٹن دبایا۔ جس کے بعد جہاز نے جزیرے کا ایک چکر لگایا اور پھر بڑے اطمینان کے ساتھ مغربی درختوں کے جھنڈ کے پیچھے سنگ مرمر کے چبوترے پر بڑے آرام کے ساتھ اتر

گیا۔

خلائی جہاز کے زمین کے ساتھ لگتے ہی ناگ نے جھٹ وہ بٹن دبا دیا جس کے دبنے کے آدھ گھنٹے بعد اس خلائی جہاز کو تباہ ہونا تھا۔

ناگ اور ماریا جلدی سے جہاز سے باہر نکل آئے اور چٹانوں کے پیچھے چھپ گئے۔

خلائی جہاز جزیرے کے سناٹے میں خاموش کھڑا تھا کہ انہوں نے کیا دیکھا کہ سنگ مرمر کے چبوترے کے اندر سے ایک خلائی انسان ہاتھ میں خلائی بندوق لیے باہر نکلا اور پھر بڑے سکون کے ساتھ خلائی جہاز میں داخل ہو گیا۔

ماریا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''ناگ۔۔۔! اب کیا ہوگا؟ وہ جہاز کو اڑا کر لے جائے گا''۔

ناگ نے کہا۔

''فکر نہ کرو ماریا! جہاز اوپر جا کر پھٹ جائے گا''۔

ماریا جلدی سے بولی۔

''لیکن ناگ! اگر اس نے اندر جاتے ہیں بٹن کو اوپر کر دیا تو پھر یہ جہاز کبھی تباہ نہ ہو سکے گا۔ اور یہ خلائی بلا اوپر جا کر ہماری زمین پر ایک بار پھر تباہی نازل کر دے گی''۔

ناگ نے یہ سوچا ہی نہیں تھا۔

وہ پریشان ہو کر ماریا کی طرف دیکھنے لگا۔

مصیبت یہ تھی کہ وہ اپنی شعاعی بندوق بھی جہاز میں ہی چھوڑ آئے تھے۔

☆ کیا خلائی جہاز صحیح وسلامت اوپر اڑ گیا؟

☆ ناگ اور ماریا کے ساتھ اس جزیرے پر پھر کیا گزری؟

☆ عنبر سے ان کی ملاقات کہاں اور کیسے ہوئی؟

☆ یہ سب اس ناول کی اگلی قسط

قسط نمبر 53 میں پڑھئے

جزیرے سے فرار
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 53)
اے حمید

فہرست

خلائی جہاز کی تباہی

ناگ اور ماریا دم بخود خلائی جہاز کو دیکھتے رہے۔

وہ چٹان کی اوٹ میں تھے اور اس خیال سے پریشان کہ اگر خلاباز نے جو ابھی خلائی جہاز کے اندر گیا ہے، بٹن اوپر کر دیا تو جہاز کبھی تباہ نہ ہوگا اور خلائی جہاز اسے بچا کر اوپر اپنے ستارے میں لے جائے گا اور پھر جانے کیا ہو۔

ہو سکتا ہے کہ یہ شخص کسی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے زمین پر حملہ کر کے یہاں کے انسانوں کو مکمل طور پر صفحۂ ہستی سے مٹا دے۔

یہی خطرے اور خدشے تھے جو ماریا اور ناگ دونوں کے دلوں میں اٹھ رہے تھے۔ خلائی انسان ابھی تک خلائی جہاز کے اندر تھا۔

جہاز کے پھٹنے میں بمشکل پندرہ بیس منٹ رہ گئے تھے۔ ماریا نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اس کم بخت کو اندر جاتے یہ پتا چل گیا ہو گا کہ جہاز کو تباہ کر دینے والا بٹن دبایا ہوا ہے۔ اس نے پہلا کام یہ کیا ہو گا کہ بٹن کو اوپر کر دیا

ہو گا۔

ناگ ابھی جواب دینے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ خلائی جہاز کا دروازہ کھلا اور اندر سے وہی خلائی انسان باہر نکل کر دروازے میں کھڑا ہو گیا۔ خلائی جہاز کی سیڑھی ابھی تک لٹک رہی تھی

اس نے منہ سے بڑی تیز آواز نکالی۔ جس پر سنگ مرمر کے تہہ خانے سے اچانک دو خلائی انسان ایک خلائی انسان کو سٹریچر پر اٹھائے باہر نکلے اور خلائی جہاز کی طرف بڑھے۔

غالباً ان کا ایک ساتھی زخمی ہو چکا تھا۔ پہلے والا خلائی انسان یہ دیکھنے جہاز پر آیا تھا کہ کوئی خطرہ تو

نہیں۔ اور اب سب خیریت ہے کا نعرہ لگا کر اس نے

اپنے دوسرے ساتھیوں کو بلایا تھا۔

ویسے وہ بھی اس بات پر ضرور حیران ہو رہے تھے

کہ ان کے جو ساتھی جہاز کو خلا سے اڑا کر لائے ہیں،

وہ کہاں چلے گئے ہیں؟۔

تہہ خانے سے آنے والے خلائی انسان بھی اپنے

بیمار ساتھی کو لے کر خلائی جہاز میں سوار ہو گئے۔

دوسرے ہی لمحے جہاز کی سیڑھی اوپر اٹھا دی گئی۔

دروازہ بند ہو گیا اور جہاز کی مشین چلنے کی آواز آئی۔

ماریا نے سر جھکا لیا اور نا امیدی کے انداز میں بولی۔

دیکھ لیا؟ اب کیا کر سکتے ہیں ہم لوگ؟ ہمارا سارا

منصوبہ دھرے کا دھرا رہ گیا۔ ان لوگوں نے تباہی کا

بٹن اوپر کر دیا ہے۔ اب وہ بڑے اطمینان سے اوپر اڑ

جائیں گے۔

وہاں جا کر جب انہیں معلوم ہو گا کہ غار والوں

نے ان کی تجربہ گاہیں برباد کر دی ہیں تو یہ اپنی شعاؤں

سے انہیں بھسم کر کے رکھ دیں گے اور پھر ہماری زمین

پر حملہ آور ہوں گے۔

ناگ نے اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ کر کہا۔

''اب کیا ہو سکتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ بس ہمیں

یہی سوچ کر خوش ہونا چاہیے کہ ان لوگوں کا دھیان

خطرے کے بٹن کی طرف نہیں گیا ہو گا، کیونکہ وہ سب

کی نگاہوں سے پوشیدہ لگا ہوتا ہے"۔

"یہ محض تمہاری خوش فہمی ہے ناگ! یہ لوگ ہمارے چنگل سے نکل کر جا رہے ہیں۔ اب کچھ دنوں بعد ہم ان کے چنگل میں ہوں گے"۔

ناگ بولا۔

"میں نا امید نہیں ہوں۔ ابھی دس منٹ باقی ہیں"۔

ناگ اور ماریا چٹان کی اوٹ میں بیٹھے خلائی جہاز کو مسلسل تکے جا رہے تھے جو سنگ مرمر کے چبوترے سے ٹیک آف کرنے کے لیے بالکل تیار تھا۔

اس کے سفید چاندی جیسے گنبد پر سے سرخ روشنی

نکل رہی تھی۔ اور پہلوؤں میں سے نیلی روشنی کی شعاعیں ابھرنے لگی تھیں۔ ایک راکٹ چل رہا تھا۔ ابھی دو اور راکٹ چلنے والے تھے۔

ان دونوں راکٹوں کے چلنے کے بعد خلائی جہاز کو آہستہ آہستہ اوپر اٹھنا تھا۔ ناگ اور ماریا کے دل کی دھڑکنیں تیز تر ہو رہی تھیں۔

ان کی ساری امیدیں صرف اس ایک خیال سے وابستہ تھیں کہ خدا کرے خلائی انسان بٹن اوپر کرنا بھول گئے ہوں اور یہ جہاز پانچ سات منٹ بعد پھٹ جائے۔

ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ دنیا والوں کے لیے ایک

بھیانک خطرہ بن کر اوپر چلے جائیں۔

خلائی جہاز کا تیسرا راکٹ بھی چلا دیا گیا۔ ماریا نے بے اختیار کہا۔

"آہ، وہ لوگ جا رہے ہیں۔ اب اس دنیا کا خدا ہی حافظ ہے۔ اب ان لوگوں کی تباہی سے دنیا والوں کو کون بچائے گا"۔

ناگ نے سنجیدگی سے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو ماریا! بس دیکھتی جاؤ۔ دیکھتی جاؤ"۔

ان کے اندازے کے مطابق جہاز کے تباہ ہونے میں صرف دو تین منٹ ہی رہ گئے تھے۔ خلائی جہاز کی

تمام کھڑکیاں روشن تھیں۔

سرخ روشنی کی چمک بڑھ گئی تھی اور نیلی روشنی کی شعاعیں بھی تیز ہو گئی تھیں۔ خلائی جہاز کا تیسرا اور آخری راکٹ بھی فائر کر دیا گیا۔

اس کے ساتھ ہی جزیرے پر ایک شور سا بلند ہوا۔ درختوں کی شاخیں تیز ہوا میں دوہری ہو کر جھومنے لگیں اور خلائی جہاز نے آہستہ آہستہ سنگ مرمر کے چبوترے سے اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔

ناگ کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا دل اس کے حلق میں آ کر دھڑک رہا ہے۔

"بس اب اسے پھٹ جانا چاہیے۔ وقت ہو گیا

ہے۔وقت۔۔۔وقت۔۔۔''

ابھی یہ لفظ ناگ کے ہونٹوں پر ہی تھا کہ آسمان پر ایک زبردست چمک پیدا ہوئی اور اس کے ساتھ ہی زبردست دھماکے کے ساتھ خلائی جہاز پھٹ گیا۔

یہ چمک اس قدر تیز تھی کہ ناگ اور ماریا نے آنکھیں بند کرلیں، لیکن اصل دھماکا اس کے بعد ہوا۔ یہ دھماکا ایسا تھا جیسے جزیرہ پھٹ گیا ہو۔

جیسے کوئی آتش فشاں پہاڑ پھٹ گیا ہو۔سارے جزیرے میں گویا بھونچال آ گیا۔آگ کے شعلے درختوں سے کئی سوگز اوپر اٹھ اٹھ کر لہرانے لگے۔یہ دوسرا دھماکا سنگ مرمر کے چبوترے کے تہہ خانے کا

تھا۔جس میں خلائی لوگوں نے نہ جانے کون کون سی گیسیں اکٹھی کر رکھی تھیں جو خلائی جہاز کے پھٹنے کے بعد گرمی پہنچنے سے پھٹ گئیں۔

ناگ اور ماریا نے خوشی سے نعرے لگائے، لیکن وہ ابھی تک چٹان کی اوٹ میں چھپے ہوئے تھے، کیونکہ شعلے درختوں کو چاٹ رہے تھے اور پتھر اڑ کر گر رہے تھے۔

ساری رات یہ آگ روشن رہی۔

دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو جزیرے پر ہر طرف سکون چھایا ہوا تھا۔ناگ اور ماریا غار سے نکل کر خلائی جہاز کے پیڈ پر گئے۔

وہاں سوائے ایک خوفناک عظیم گڑھے کے اور کچھ نہ تھا۔ اس گڑھے میں پتھر اور لوہا پگھل کر لاوا بن چکا تھا جو ابھی تک ہلکی ہلکی بھاپ چھوڑتے ہوئے ابل رہا تھا۔

”خدا کا شکر ہے۔ آخر یہ مصیبت دنیا والوں کے سر سے ٹل گئی“۔

ناگ نے اطمینان سے کہا۔ ماریا بولی۔

”یہ ہم لوگوں کی خوش قسمتی تھی کہ خلائی انسانوں نے اندر جا کر اوپر اٹھے ہوئے بٹن کی طرف دھیان نہ دیا۔ نہیں تو ہماری تباہی یقینی تھی“۔

کچھ دیر گڑھے کے پاس کھڑے رہنے کے بعد وہ

واپس لوٹے وہاں گرمی بہت تھی۔ ارد گرد کے سارے درخت جل کر راکھ ہو چکے تھے۔

جزیرے میں ایک بھی پرندہ نہیں تھا۔ سارے پرندے ڈر کر بھاگ گئے تھے۔ ماریا اور ناگ ساحل پر گھومنے لگے۔ یہاں انہیں اپنے جہاز کے جلے ہوئے تختے ملے۔

کچھ تختے ایسے تھے جو انہیں بالکل نئے لگے۔ یہ اصل میں بحری ڈاکوؤں کی جلی ہوئی کشتیوں کے نشان تھے۔ مگر ماریا اور ناگ بحری ڈاکوؤں کے معرکے سے بے خبر تھے۔

”اب عنبر کو کہاں تلاش کیا جائے؟“۔

ماریا نے پوچھا۔ ناگ ہنس دیا۔

"بھئی عنبر تو کہیں نہ کہیں ہمیں مل جائے گا۔ ابھی سب سے اہم سوال تو یہ ہے کہ ہم اس جزیرے سے کس طرح باہر نکلیں۔ یہاں تو کوئی ایسی شے نظر نہیں آتی جس پر سوار ہو کر ہم سمندر میں اپنا سفر شروع کر سکیں"۔

ماریا نے کہا۔

"جہاں تک میرا خیال ہے، یہاں سے شمالی افریقہ کا ساحل زیادہ دور نہیں ہے۔ عنبر نے کہا تھا کہ اگر ہم کشتی لے کر یہاں سے چلیں تو زیادہ سے زیادہ چھ روز کے بعد شمالی افریقہ کے ساحل پر پہنچ جائیں

گے"۔

ناگ بولا۔

"وہ تو ٹھیک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کشتی کہاں سے حاصل کریں"۔

"ہاں یہی ایک مسئلہ رہ گیا ہے، حل کرنے کے لیے"۔

اور یہ مسئلہ بڑا ٹیڑھا تھا، کیونکہ ان کے پاس کوئی ایسا ہتھیار بھی نہیں تھا جس کی مدد سے وہ درختوں کو کاٹ کر اس کی لکڑی سے چھوٹی موٹی کشتی ہی تیار کر لیتے۔

یہاں وہ دونوں بے بس تھے۔ اسی طرح انہیں

جزیرے پر رہتے ہوئے تین چار روز گزر گئے۔ صبح اٹھ کر سمندر کنارے جا کر غسل کرتے۔ درختوں سے پھل توڑ کر کھاتے۔

تالاب کا میٹھا پانی پیتے اور جزیرے میں چکر لگانا شروع کر دیتے۔ شام کو بھی درختوں کا پھل کھا کر اور پانی پی کر غار میں جا کر بیٹھ جاتے۔ کچھ دیر باتیں کرتے اور پھر سو جاتے۔

یونہی ایک ہفتہ گزر گیا۔ دونوں اس جزیرے سے بیزار ہو گئے۔

ایک روز ماریا نے کہا۔

”ناگ! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس جزیرے کے

اصلی باشندے یہاں کہیں موجود ہوں؟“۔

ناگ ماریا کے اس خیال پر ہنس دیا۔

اگر وہ لوگ یہاں ہوتے تو ہمیں کہیں دکھائی نہ دیتے؟ اتنے دن ہو گئے ہیں، ہمیں اس جزیرے کی آوارہ گردی کرتے ہوئے اور ان میں سے ہمیں کوئی بھی نظر نہیں آیا۔

پھر جزیرے پر جہاز پھٹنے سے اتنی زور کا دھماکا ہوا، اس کی آواز سن کر بھی وہ اس طرف نہ آئے؟ نہیں! یہ بے آباد جزیرہ ہے۔ یہاں سوائے ہمارے اور کوئی انسان نہیں ہے۔

ماریا نے کہا۔

www.urdurasala.com

"کیا تمہیں یاد نہیں کہ خلائی جہاز والوں نے اپنے سنگ مرمر کے چبوترے والے تہہ خانے میں یہاں کے اصلی باشندوں کو ہلاک کر کے ان کی لاشیں چھپا رکھی تھیں؟ آخر وہ لوگ انہیں کہاں سے مل گئے تھے؟"۔

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔ ماریا ٹھیک کہتی تھی۔ مقامی لوگوں کی لاشیں اس نے بھی تہہ خانے میں دیکھی تھیں۔

لیکن ماریا۔۔۔ میرا مطلب ہے، اگر وہ یہاں کے مقامی باشندے تھے تو اب کہاں چلے گئے؟ اتنے زور کے دھماکے کی آواز سن کر بھی ان کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور وہ سوئے رہے۔

نہیں۔ میرا خیال ہے، وہ مقامی لوگوں کی لاشیں نہیں تھیں۔ بلکہ ہو سکتا ہے، باہر سے کچھ لوگ اس جزیرے پر آئے ہوں اور خلائی انسانوں نے انہیں ہلاک کر کے لاشیں تہہ خانے میں رکھ لی ہوں۔

ماریا بھی جیسے ناگ کے اس خیال کی قائل ہو گئی۔

"ہو سکتا ہے، ایسا ہی ہو"۔

پھر وہ جیسے سر ہلا کر بولی۔

"لیکن ناگ بھائی! میرا دل کہتا ہے کہ یہاں ارد گرد کوئی ایسا جزیرہ ضرور ہے، جہاں جنگلی لوگ آباد ہیں"۔

"ماریا بہن! اگر یہاں قریب کوئی آبادی ہوتی تو

وہ لوگ کبھی نہ کبھی اپنی کشتیاں چلاتے ادھر ضرور آتے۔مگر یہاں تو ہم نے کبھی کسی ایسی کشتی کو نہیں دیکھا۔ان باتوں کو چھوڑو اور یہ سوچنا شروع کرو کہ ہم کوئی کشتی کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟''۔

ماریا کچھ سوچ کر بولی۔

''عنبر خدا جانے کن حالات میں یہاں سے نکلا ہے کہ اس کی ایک بھی نشانی اس جزیرے پر موجود نہیں،خزانہ جو غار میں چھپا رکھا تھا، وہ بھی غائب ہے''۔

''یقیناً عنبر کو کوئی محفوظ کشتی یا جہاز مل گیا ہوگا جبھی تو وہ خزانے کا صندوق بھی اپنے ساتھ لے گیا۔اگر

پریشانی کے عالم میں یہاں سے فرار ہوا ہوتا تو خزانہ یہیں جزیرے میں چھوڑ جاتا'۔

ماریا نے کہا۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو۔مگر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ بحری ڈاکوؤں نے جزیرے پر حملہ کر دیا ہو اور وہ خزانہ لوٹ کر عنبر کو قید کر کے لے گئے ہوں''۔

ناگ ہنس پڑا۔

آخر تم عورت ہو اور عورتوں کی طرح ہی سوچتی ہو۔کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عنبر یونہی کسی کی قید میں آنے والی شے نہیں ہے۔

اس کے پاس ہم دونوں سے زیادہ طاقت ہے۔

ہم ہلاک ہو سکتے ہیں لیکن عنبر کو ہلاک نہیں کیا جا سکتا۔ کم از کم اس دنیا کی کوئی طاقت اسے ہلاک نہیں کر سکتی۔

"مگر زنجیروں میں تو جکڑ سکتی ہے"۔

"عنبر کو اتنی آسانی سے زنجیروں میں نہیں جکڑا جا سکتا ماریا"۔

یونہی باتیں کرتے وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلے جا رہے تھے۔ اب سامنے ایک سمندری چٹان ریت میں سے اپنا سینہ نکالے کھڑی تھی۔

وہ چٹان کے قریب سے ہو کر گھومنے ہی والے تھے کہ اچانک ماریا کے ہونٹوں سے خوشی کی ایک چیخ

سی نکل گئی۔

"کشتی! وہ دیکھو!"

ماریا نے جس طرف اشارہ کیا تھا، اس جانب ناگ نے دیکھا۔ وہ سمندر میں ایک کشتی ساحل کی طرف بہتی چلی آ رہی تھی۔ ناگ بھی تعجب سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ کس کی کشتی ہو سکتی ہے ماریا؟"۔

"میرا خیال ہے، ضرور عنبر ہماری تلاش میں واپس جزیرے پر آ رہا ہے"۔

"یہ تمہارا وہم ہے۔ مجھے کشتی میں دو آدمی نظر آ رہے ہیں۔ ان دونوں کے ہاتھوں میں نیزے ہیں

اور کندھوں پر تیر کمان ہیں"۔

"تو ضرور یہ اس جزیرے کے باشندے ہوں گے"۔

"وہ کسی ساتھ والے جزیرے کے وحشی لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ اچھا ابھی معلوم ہو جائے گا۔ وہ اسی جزیرے کی طرف آ رہے ہیں۔ مگر یہ لوگ پہلے کہاں تھے؟ اب کیا کرنے آ رہے ہیں"۔

ماریا بھی غور سے سمندر کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"اب یہ جنگلی مجھے بھی نظر آ رہے ہیں۔ ان کے چہرے رنگدار ہیں۔ بالوں میں طوطے کے پر لگے ہوئے ہیں۔ دانت بڑے خونخوار ہیں۔ ضرور یہ آدم

خور وحشی ہیں"۔

ناگ بولا۔

"فکر نہ کرو۔ میں ان سے بات کروں گا اور ان سے مدد حاصل کرنے کی درخواست کروں گا۔ اگر انہوں نے ہمیں گرفتار کرنے یا ہلاک کرنے کی کوشش کی تو یہ ان کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ پھر ان کی کشتی ہمارے کام آئے گی"۔

ماریا خوش ہو کر کہنے لگی۔

"تمہارا یہ آخری جملہ بڑا اچھا ہے ناگ! یقیناً ان کی کشتی ہمارے کام آئے گی۔ انہوں نے اپنی کشتیاں اتنی اعلیٰ مہارت سے بنائی ہوئی تھیں کہ بڑے سے

بڑے سمندری طوفان میں بھی نہیں الٹتی تھیں۔ بس
لہروں کے ساتھ ساتھ اوپر نیچے ہوتی رہتی ہیں''۔
ناگ نے سرگوشی میں کہا۔
''وہ لوگ ساحل کے قریب آ گئے ہیں۔ مجھے ایسا
لگ رہا ہے کہ کشتی میں کوئی تیسرا آدمی بھی ہے مگر کشتی
میں لیٹا ہوا ہے۔ شاید اس کے ہاتھ پاؤں ان لوگوں
نے باندھ رکھے ہیں''۔
ماریا جھٹ بولی۔
''ضرور یہ آدم خور ہیں۔ یہ آدمی کوئی ان کا قیدی
ہے کہیں سے پکڑ کر بے چارے کو یہاں کھانے کے
لیے لا رہے ہیں''۔

''دیکھا جائے گا''۔
''ناگ! میرا خیال ہے تم اپنا روپ بدل لو۔ نہیں
تو ہو سکتا ہے، یہ لوگ تیر یا نیزہ مار کر تمہیں شدید زخمی کر
دیں''۔
ناگ بولا۔
''لیکن ماریا! میں تو ان لوگوں سے بات کرنا چاہتا
ہوں تا کہ ان سے کشتی حاصل کی جا سکے''۔
ماریا نے سر جھٹک کر کہا۔
''خدا کے لیے ان وحشیوں سے نیک سلوک کی
توقع نہ رکھو۔ یہ آدم خور ہیں۔ تمہاری کوئی بات نہیں
سمجھیں گے۔ الٹا تمہیں قتل کر ڈالیں گے اور ہو سکتا

ہے، پھر میں بھی تمہیں نہ بچا سکوں۔ جلدی سے اپنا روپ تبدیل کر لو۔ خدا کے لیے جلدی کرو"۔

اب وہ لوگ ساحل پر آ چکے تھے اور کشتی کو کھینچ کر کنارے پر لا رہے تھے۔ ماریا نے بے صبری کے عالم میں ذرا اونچی آواز میں ناگ سے کہا۔

"دیر نہ کرو ناگ بھائی"۔

اس کی آواز ایک وحشی نے سن لی۔ وہ وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا۔ ویران بے آباد جزیرے میں ایک عورت کی آواز اس کے لیے عجیب حیرانی کی بات تھی۔

اس نے نیزہ ہاتھ میں تھام لیا اور جدھر سے آواز

آئی تھی ادھر دیکھنے لگا۔ ماریا تو خیر اسے نظر ہی نہیں آ سکتی تھی۔ البتہ ناگ کی ایک جھلک اسے چٹان کی اوٹ سے نظر آ گئی۔

وحشی نے تیز لہجے میں اپنے ساتھی سے کوئی بات کی اور نیزہ اچھالتا اس چٹان کی طرف بھاگا جس کی اوٹ میں ناگ اور ماریا چھپے ہوئے تھے۔ ماریا جلدی سے پرے ہٹ گئی۔

ناگ نے آنکھیں بند کر کے زور سے سانس لیا اور پلک جھپکتے میں وہ ایک پتلا سا سبز رنگ کا سانپ بن کر چٹان کے اوپر پتھروں کی اوٹ میں جا بیٹھا اور اپنی لال لال آنکھوں سے وحشی کو اپنی طرف آتے

دیکھنے لگا۔

وحشی کا ساتھی بھی تیر کمان پکڑے اس کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔

انہیں کیا خبر تھی کہ چٹان کے پیچھے ان کی موت بیٹھی ان کا انتظار کر رہی ہے۔ لیکن ناگ بھی انہیں ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ ان سے کچھ معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ انہیں ہلاک کرنا ناگ اور ماریا کے لیے بڑی آسان بات تھی مگر وہ ان سے اپنے مطلب کی معلومات حاصل کیے بغیر انہیں موت کی نیند سلانا چاہتے تھے۔

ابھی انہیں یہ بھی خبر نہیں تھی کہ کشتی میں جس شخص کو

وہ قید کر کے لائے ہیں، وہ کون ہے؟ اور اسے کس مقصد کے لیے اس جزیرے میں لایا گیا ہے؟

وحشی نیزے تانے دبے دبے قدم اٹھاتے چٹان کے عقب میں کود پڑے۔ ان کا خیال تھا کہ ادھر ضرور وہ عورت کھڑی ہو گی جس کی آواز انہوں نے ابھی ابھی سنی تھی مگر وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا۔

اب دونوں وحشی پھٹی پھٹی نظروں سے ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ کچھ دیر وہ یہاں وہاں ماریا کو تلاش کرتے پھرے۔

آخر سروں کو اس خیال سے جھٹک کر یہ ان کا وہم تھا، واپس اپنی کشتی کی جانب چل پڑے۔ ماریا بھی

ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ ناگ وہیں چٹان پر بیٹھا رہا۔ جب وحشی کشتی کے پاس پہنچ گئے تو ناگ چٹان پر سے رینگتا ہوا نیچے اترا اور چلتا ہوا خاموشی سے کشتی کی طرف آ گیا۔

وحشیوں نے کشتی میں سے ایک آدمی کو باہر نکالا۔ اس آدمی کا رنگ گورا، بال سیاہ اور قد کاٹھ مضبوط تھا۔ وہ کوئی جہازی لگ رہا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھ اور پاؤں رسی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ بڑی مشکل سے کھڑا ہوا تھا۔ وحشی اسے گھسیٹتے ہوئے ریت پر ایک درخت کے پاس لے گئے۔

اس درخت کے ساتھ کس کر باندھ دیا گیا۔ اب انہوں نے درختوں کے نیچے جا کر خشک لکڑیاں اکٹھی کیں اور انہیں قیدی کے پاؤں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ ماریا لرز گئی۔

یہ بد بخت آدم خور تھے اور اس نوجوان کو آگ میں بھون کر کھانے کے لیے وہاں لائے تھے۔ ماریا نے اسی وقت دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ اس نوجوان کو ان بے رحم جانوروں سے بچائے گی اور ہرگز ہرگز ان کا لقمہ تر نہ بننے دے گی۔

اس نے ادھر ادھر ناگ کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ ناگ بھی یہ سارا تماشہ ایک جگہ بیٹھا دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً

سمجھ گیا کہ ماریا اسے کس مقصد کے لیے تلاش کر رہی
ہے۔

ناگ رینگ کر ماریا کے پاس جا پہنچا اور اپنی سرخ
سرخ آنکھوں سے مقام کی طرف تکنے لگا جہاں اس
کے خیال کے مطابق ماریا کو ہونا چاہیے تھا، کیونکہ اسے
ماریا کی بڑی تیز بو آ رہی تھی۔

ماریا نے لپک کر ناگ کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا لیا اور
سرگوشی میں کہا۔

"یہ آدم خور ہیں۔ اس مظلوم انسان کو بھون کر
کھانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ میں کبھی ایسا نہیں
ہونے دوں گی"۔

ناگ نے کہا۔

"میں بھی یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔
یہ بد بخت اس مظلوم کو کبھی ہڑپ نہ کر سکیں گے۔ میں
ابھی جا کر ان کی خبر لیتا ہوں، لیکن میرا جی نہیں چاہتا
کہ انہیں سانپ بن کر ڈسوں۔ آج ان سے دو دو
ہاتھ کرنے کو جی چاہتا ہے"۔

ماریا نے جھٹ کہا۔

"نہیں نہیں! ایسا ہرگز ہرگز نہ سوچنا ناگ۔ یہ
بڑے وحشی لوگ ہیں۔ تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے"۔

ناگ تنک کر بولا۔

"تم میری مردانگی کی توہین کر رہی ہو۔ ماریا! میں

ابھی ان کی خبر لیتا ہوں"۔

ماریا اسے منع کرتی ہی رہ گئی کہ ناگ پھنکار مار کر وحشیوں کی طرف بڑھی۔ وہ درخت کے پاس کھڑے لکڑیاں مرنے والے قیدی کے پاؤں پر رکھ رہے تھے۔

ناگ ایکدم زمین سے ایک فٹ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ وحشی نے سانپ دیکھا تو اپنا نیزہ تاک کر اس پر مارا۔ ناگ اسی نیزے کو حاصل کرنا چاہتا تھا۔ وہ نہتا مقابلہ کر کے اپنی ہلاکت مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

جونہی نیزہ اس کے قریب گرا۔ سانپ پھنکار مار کر انسان کے روپ میں آ گیا۔ ایکدم سے سانپ کو

انسان کا روپ بدلتے دیکھ کر وحشی ششدر رہ گئے۔ ناگ نے جلدی سے نیزہ ہاتھ میں لے لیا اور وحشیوں کو للکارا کہ آؤ میرے ساتھ مقابلہ کرو۔

وحشیوں کے تو منہ کھلے تھے اور آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ یہی حال اس گورے قیدی کا ہو رہا تھا۔ جو درخت کے ساتھ بندھا زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا۔

ناگ نے انہیں للکار کر کہا۔

"اس آدمی کو چھوڑ دو۔ نہیں تو میرے ساتھ مقابلہ کرو"۔

وحشی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ایک

وحشی اپنی جگہ پر کھڑا رہا، لیکن دوسرا نیزہ تان کر ناگ پر حملہ آور ہو گیا۔

ناگ نے اس کا وار بڑی مشکل سے بچایا۔ اس نے محسوس کیا کہ وحشی بڑا ماہر نشانے باز تھا۔ اگر وہ اچھل کر پرے نہ ہٹ جاتا تو اس کا نیزہ سیدھا اس کے سینے میں گھس گیا تھا۔

اب ناگ نے حملہ کیا۔ نیزہ وحشی کے قریب گر پڑا۔ دونوں نہتے ہو گئے۔ ناگ نے وحشی کو ٹانگ سے پکڑ کر نیچے گرا لیا مگر وہ بھی کافی طاقت ور تھا۔ پھرتی کے ساتھ ناگ کے نیچے سے نکل کر سامنے آ گیا۔ اس بار وحشی نے ناگ کو گرا لیا۔ کچھ دیر ریت پر دھینگا مشتی

ہوتی رہی۔

ناگ کسی طرح وحشی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ ماریا قریب کھڑی بے قابو دل کے ساتھ یہ جنگ دیکھ رہی تھی۔

ناگ نے خواہ مخواہ بلا اپنے سر لے لی تھی۔ وہ دیکھ رہی تھی کہ ناگ تھک گیا ہے جبکہ وحشی ابھی تک تازہ دم ہے ناگ ایک داؤ کھا کر ریت پر اوندھے منہ گر پڑا۔

وحشی نے لپک کر اپنا نیزہ اٹھایا اور اسے تان کر ناگ کے سینے میں اتارنے ہی لگا تھا کہ ماریا لپک کر آئی اور اس نے پیچھے سے ٹانگ مار کر وحشی کو گرا دیا۔

اس آسمانی ٹانگ سے وحشی چکر کھا گیا۔ منہ کے بل زمین پر گر گیا۔ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ ٹانگ پیچھے سے اسے کس نے ماری ہے۔ اس نے اپنے ساتھی کو آواز دی لیکن اس سے پہلے کہ دوسرا ساتھی مدد کو آگے آئے، ماریا کا نیزہ وحشی کے سینے میں اتر چکا تھا۔

ناگ کپڑے جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ دوسرے وحشی کی گھگھی بندھ گئی تھی۔ کیونکہ اس نے صرف دیکھا تھا کہ جس تیزے سے اس کا ساتھی ہلاک ہوا ہے، وہ ناگ نے نہیں مارا تھا بلکہ آسمان سے آ کر نیچے گرا تھا۔

وحشی ایکدم سجدے میں گر پا۔ ناگ نے آگے بڑھ کر گورے قیدی کی رسیاں کاٹیں اور اس زبان میں جو اس وقت تقریباً سبھی ملکوں میں سمجھی جاتی تھی، پوچھا کہ وہ کون ہے اور ان لوگوں کے ہتھے چڑھ گیا؟

گورے قیدی نے بتایا کہ وہ ملک ہسپانیہ کا رہنے والا ایک عیسائی گھوڑوں کا تاجر ہے۔

میں اپنے تجارتی جہاز پر شمالی افریقہ کی بندرگاہ سے سفر پر نکلا۔ راستے میں ہمارے جہاز پر بحری ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔

انہوں نے مال اسباب لوٹ کر مسافروں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ میں بڑی مشکل سے جان بچا کر

ایک کشتی میں سوار ہو کر کھلے سمندر کی جانب نکل گیا۔ میرے ساتھ کچھ اور مسافر بھی تھے۔ ہماری بدقسمتی کہ راستے میں ہمیں طوفان نے آ لیا۔ ہماری کشتی سمندر میں غرق ہو گئی۔

میں چونکہ ایک اچھا تیراک ہوں، اس لیے سمندر میں دور تک تیرتا چلا گیا۔ اتنے میں سامنے ایک جزیرہ دیکھا۔ وہاں پہنچا تو ان لوگوں نے مجھے پکڑ لیا۔

اب یہ دونوں مجھے وہاں سے نکال کر یہاں بھون کر کھانے کے لیے لائے تھے، کیونکہ یہ اپنے شکار میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرنا چاہتے تھے۔

ایک طرح سے انہوں نے اپنا کھانا چوری کیا تھا

کہ اکیلے ہی مزے اڑائیں۔ خدا کا شکر ہے کہ تم مل گئے اور میری جان بچی۔

اب یہ بتاؤ نوجوان کہ تم اصل میں کون ہو؟ کیونکہ میں اپنی آنکھوں سے تمہیں سانپ کے روپ سے انسان کی شکل اختیار کرتے دیکھ چکا ہوں۔

عنبر جیل میں

ناگ نے اپنی گہری آنکھوں سے گورے اجنبی کو غور سے دیکھا۔

گورا قیدی ناگ کی آنکھوں کی شدید اور پراسرار کشش کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنی آنکھیں جھپکاتے ہوئے چہرہ دوسری طرف کر لیا اور کہا۔

''تمہاری آنکھوں میں مجھے ایک جادو سا نظر آ رہا

46 جزیرے سے فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 53)

ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے میں کسی سورج کو دیکھ رہا ہوں۔ برائے مہربانی اپنی آنکھیں میرے چہرے سے ہٹا لو''۔

ناگ نے اپنی آنکھیں دوسری طرف کر لیں اور کہا۔

''مجھے امید ہے کہ تم آئندہ مجھ سے ایسا سوال نہیں کرو گے۔ تم نے جو کچھ دیکھا ہے، اسے بھول جاؤ اور صرف اتنا یاد رکھو کہ تم ان آدم خور وحشیوں کی قید میں تھے۔ یہ تمہیں بھون کر کھانے والے تھے کہ میں نے تمہیں ان سے نجات دلائی''۔

گورا قیدی سر جھکا کر بولا۔

"میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی فراموش نہیں کروں گا۔ کیا میں تمہارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"تم مجھے شیش کہہ کر پکار سکتے ہو۔ اور تمہارا نام کیا ہے؟"۔

گورے قیدی نے کہا۔

"میرا نام سانچو پیڈرو ہے"۔

ناگ نے پیڈرو سے ہاتھ ملایا۔ دونوں سمندر کے کنارے ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ناگ کو باقاعدہ ماریا کے جسم کی خوشبو آرہی تھی۔

جس کا مطلب یہ تھا کہ ماریا اس کے قریب ہی تھی

لیکن وہ سانچو پیڈرو کی وجہ سے اس سے بات نہیں کر سکتی تھی۔ پیڈرو نے کہا۔

"بھائی شیش! اب ہمیں اس جزیرے سے جلد از جلد نکل جانا چاہیے اور اس قیدی وحشی سے بھی کسی نہ کسی طرح نجات حاصل کرنی چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے جب اس کا ساتھی جزیرے پر نہ پہنچے تو وہ لوگ اس کی تلاش میں یہاں کا رخ کرلیں"۔

وحشی قیدی بھی ابھی زمین پر بیٹھا تھا اور اس نے ناگ کی طرف منہ کر کے ہاتھ باندھ رکھے تھے۔

ناگ نے کہا۔

"اگر ہم یہاں سے چل نکلے تو اس وحشی قیدی کو

اسی جزیرے میں چھوڑ جائیں گے۔ اس کے ساتھی
اسے کسی نہ کسی روز آ کر یہاں سے واپس لے جائیں
گے۔ ہم اسے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے"۔

پیڈرو نے پوچھا۔

"شیش بھائی! تمہارا ارادہ کس طرف جانے کا
ہے؟ کیونکہ جہاں تک میرا خیال ہے، تم بھی اس
جزیرے پر پھنسے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔ اگر چہ تم
نے مجھے سوالات پوچھنے سے منع کیا ہے، لیکن یہ سوال
پوچھنا ضروری ہو گیا ہے"۔

ناگ کہنے لگا۔

"ہاں تم یہ سمجھ لو کہ میں اپنے جہاز کی تباہی کے بعد

اس جزیرے میں پھنس گیا تھا۔ اب واپس جانے کا
خواہش مند ہوں۔ یہ بتاؤ کہ یہاں سے شمالی افریقہ کا
ساحل کتنی دور ہے؟"۔

پیڈرو بولا۔

"میں ان سمندروں میں بچپن ہی سے سفر کرتا رہا
ہوں۔ یہ سارے سمندر میرے دیکھے بھالے ہیں۔
اگر ہم منہ اندھیرے صاف موسم میں سفر شروع کریں
تو زیادہ سے زیادہ پانچ روز میں شمالی افریقہ کے ساحل
پر پہنچ جائیں گے"۔

ناگ نے پوچھا۔

کیا یہ چھوٹی سی کشتی ہمارے اس سفر کے لیے کافی

ہو گی؟

اگر راستے میں طوفان آ گیا تو یہ اس کا مقابلہ کر سکے گی؟۔

پیڈ رو بولا۔

یہ موسم سمندری طوفانوں کا نہیں ہے۔ پھر بھی اگر کوئی چھوٹا موٹا طوفان آ بھی گیا تو یہ کشتی اسے برداشت کر لے گی۔

ویسے بھی ہمیں یہ خطرہ مول لینا ہی ہو گا، کیونکہ ہم زیادہ دیر اس جزیرے میں نہیں پڑے رہ سکتے۔ ایک ماہ بعد مون سون کا موسم شروع ہو جائے گا اور پھر سمندر میں ایسے زبردست طوفان آنے لگیں گے کہ ہم

چھ مہینے تک یہاں سے نکلنے کی جرات نہیں کر سکیں گے"۔

بہت خوب! ہم دو ایک روز میں یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ اتنی دیر میں ہم ناریل وغیرہ توڑ کر کشتی میں ذخیرہ کر لیں گے۔

اچھا اب ذرا آرام کرو۔ میں جنگل کا ایک چکر لگا کر آتا ہوں۔

ناگ چلنے لگا تو پیڈ رو نے کہا۔

"بھائی! تم اکیلے اس جزیرے میں کہاں جاؤ گے میں بھی تمہارے ساتھ آتا ہوں۔ تم میرے محسن ہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کوئی نقصان پہنچے"۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"فکر نہ کرو پیڈرو! میں اس جنگل میں بھی محفوظ رہوں گا"۔

"لیکن اس وحشی کا کیا کریں؟ یہ تو مجھے ابھی کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا ہے"۔

پیڈرو نے خوفزدہ ہو کر ناگ سے کہا۔

ناگ ہنس دیا اور وحشی آدم خور کو اشارہ کر کے اپنے پاس بلایا اور اشاروں سے کہا کہ میرے ساتھ جنگل کی سیر کو چلو۔

"لو میں اسے اپنے ساتھ لیے چلتا ہوں"۔

پیڈرو نے اطمینان کا سانس لیا۔ ناگ نے وحشی کو

ساتھ لیا اور ساحل سے چل کر جزیرے کے جنگل میں آ گیا۔ اب ماریا بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔

غار کے پاس پہنچ کر ناگ نے وحشی کو غار کے باہر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ماریا کے ساتھ درختوں کے جھنڈ میں تالاب کے کنارے جا کر بیٹھ گیا۔

ماریا نے کہا۔

تم نے کشتی پر یہاں سے نکل جانے کا منصوبہ تو بنا لیا ہے پر یہ بھی سوچا کہ اس چھوٹی سی کشتی میں تمہارے ساتھ میں کس طرح سفر کروں گی۔

کیا اس پیڈرو کو پتا نہ چل جائے گا کہ ایک ایسی

عورت بھی ان کے ساتھ سفر کر رہی ہے جو کسی کو دکھائی
نہیں دیتی؟۔

ناگ نے کہا۔

''اس کا تو مجھے خیال ہی نہیں رہا۔ اب کیا کیا
جائے پھر؟ کشتی تو ایک ہی ہے۔ کیا ان لوگوں کو اسی
جزیرے میں چھوڑ کر ہم یہاں سے نکل چلیں''۔

ماریا بولی۔

ایسا ہم بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں۔ ہم میں ایسا
کر گزرنے کی طاقت بھی ہے مگر ہمیں ایسا نہیں کرنا
چاہیے۔

آخر یہ بھی انسان ہیں اور ہم سے زیادہ کمزور ہیں۔

ہمیں ان کی ہر طرح سے مدد کرنی چاہیے۔

''خیال تو تمہارا مجھے پسند آیا لیکن اب کریں
کیا؟''۔

ماریا نے کہا۔

''میرا خیال ہے، ایسا کرتے ہیں، ہم ان دونوں
کو اس کشتی پر یہاں سے بھیج دیتے ہیں۔ ہم انتظار
کرتے ہیں۔ ہو سکتا ہے، کوئی بھولا بھٹکا تجارتی جہاز
اس طرف کو آ نکلے''۔

ناگ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''کیسی بھولی بھالی باتیں کرتی ہو تم کسی وقت
ماریا! بھلا اس گمنام جزیرے پر کہاں کوئی تجارتی جہاز

آئے گا۔"

ارے؟ اس طرف تو صرف ڈاکوؤں اور لٹیروں کے جہاز ہی آیا کرتے ہیں۔

ماریا خاموش ہوگئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہنے لگی۔

"ایک یہ وحشی آدم خور کی مصیبت تم نے اپنے پیچھے لگالی ہے۔ یہ ہمیں ایک دوسرے سے باتیں بھی نہیں کرنے دے گا۔ اس نے تمہیں کسی غیبی عورت سے باتیں کرتے سن لیا تو یہ پاگل ہو جائے گا"۔

ناگ نے کہا۔

"یہی تو میں چاہتا ہوں کہ یہ پاگل ہو جائے"۔

اور پھر دیر تک ہنستا رہا۔ شام کے سائے گہرے

ہونے لگے تو ناگ نے ماریا سے کہا کہ وہ غار میں چل کر آرام کرے۔

"میں اس وحشی کو کسی موزوں جگہ چھوڑ کر آتا ہوں۔ تمہارے لیے کچھ پھل بھی لیتا آؤں گا"۔

ناگ وحشی کو ساتھ لے کر ساحل سمندر پر آ گیا۔ گورا قیدی یعنی سانچو پیڈرو ابھی تک ریت پر لیٹا آرام کر رہا تھا۔

ناگ کو دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"شیش بھائی! رات گزارنے کا بھی کوئی بندوبست کیا؟ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں ہم جانوروں سے رات بھر محفوظ رہ سکیں؟"۔

ناگ بولا۔

''پیڈرو ایک بات غور سے سن رکھو۔ تم میرے ساتھ کسی حالت میں بھی رات نہیں گزار سکتے۔ تمہیں اسی جگہ سونا ہوگا۔ میں جنگل کے اندر رات بسر کروں گا''۔

پیڈرو ہاتھ جوڑ کر بولا۔

''شیش بھائی! میں سمندر کے اوپر سو کر رات بسر کرلوں گا مگر خدا کے لیے اس وحشی آدم خور کو مجھ سے دور لے جاؤ۔ اسے کہو کہ یہ جنگل میں جا کر رات بسر کرے''۔

ناگ نے کہا۔

''اس کا انتظام بھی ہو جائے گا''۔

وحشی آدم خور ناگ کے زیر اثر تھا۔ وہ اس سے ڈرتا تھا اور اسے اپنا دیوتا سمجھتا تھا۔ ناگ نے اسے اشارہ کیا۔

وہ اٹھ کر اس کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

ناگ نے کہا کہ وہ جنگل کی دوسری جانب جا کر اکیلا رات بسر کرے۔ وحشی آدم خور نے سر جھکا کر اپنی مرضی کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ ہی وہ بھاگتا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا۔

ناگ نے پیڈرو کو شب بخیر کہا اور غار کی جانب چل پڑا۔

غار میں ماریا آرام کر رہی تھی۔ راستے میں ناگ

نے زمین پر گرے ہوئے چند ناریل اٹھا لئے تھے۔
غار میں بیٹھ کر انہوں نے ناریل توڑ کر کھائے اور ان
کے پانی سے اپنی پیاس بجھائی۔

کافی دیر تک وہ عنبر کے بارے میں باتیں کرتے
رہے کہ خدا جانے وہ کس حال میں ہوگا؟ کہاں ہوگا؟

اب ضروری معلوم ہوگیا ہے کہ ذرا عنبر کا بھی حال
معلوم کیا جائے کہ وہ کہاں تک سفر کرتے کرتے پہنچا
ہے یہ تو آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ عنبر دربار
اندلس کے شاہی حکیم مہروی کے بیٹے عدنان کے
ساتھ سرزمین ہسپانیہ میں غرطانہ کی جانب سفر کر رہا
تھا۔

ہسپانیہ پر عیسائیوں کا قبضہ ہو چکا تھا وہاں سے
مسلمانوں کو یا تو نکال دیا گیا تھا۔ یا ان کو قتل کر دیا گیا
تھا۔ ہسپانیہ میں اس وقت ایک بھی مسلمان
نہیں تھا۔ عدنان اپنے شہر غرناطہ کی زیارت کرنے جا
رہا تھا۔

عنبر بھی اتفاق سے اس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ ویسے
عنبر نے عدنان کی جان بھی بچائی تھی۔ عنبر کو معلوم تھا
کہ عدنان مسلمان ہے۔

عنبر نے بھی اسلام قبول کر لیا ہوا تھا۔ ہسپانیہ میں
اس وقت کوئی مسلمان داخل نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ
عدنان اور عنبر دونوں اس وقت عیسائی بن کر سفر کر رہے

www.urdurasala.com

تھے۔

ایک شہر میں عدنان نے اپنے آباؤ اجداد کے ایک بزرگ کے مزار پر فاتحہ پڑھی اور غرناطہ کی راہ لی۔

چٹیل میدان میں سفر کرتے کرتے ان کے گھوڑے سبزہ زار وادی میں داخل ہو گئے۔ عدنان نے آہ بھر کر کہا۔

"عنبر بھائی! مجھے میرے گھر کی خوشبو آنے لگی ہے۔ ہم غرناطہ کی وادی میں داخل ہو گئے ہیں"۔

رات انہوں نے ایک خوبصورت چشمے کے کنارے بسر کی۔ یہاں انہوں نے تھیلے سے کھانا

نکال کر کھایا اور چشمے کے پاکیزہ پانی سے پیاس بجھائی۔

دن چڑھا تو پھر گھوڑوں پر سوار ہو کر سفر شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد انہیں دور سے غرناطہ شہر کی فصیل کے برج اور الحمرا باغ کے منارے اور مسجدوں اور مسجدوں کے گنبد دھوپ میں چمکتے نظر آنا شروع ہو گئے۔ عدنان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

اس نے کہا۔

عنبر! یہ میرے آباؤ اجداد کا وطن ہے۔ یہ میرا وطن ہے۔ اب یہ میرے لیے اجنبی بن گیا ہے۔ اس شہر کے ایک محلے میں ہماری شاندار حویلی ہوا کرتی تھی۔

میں نے اس کے آنگن میں کھیل کود کر اپنا بچپن گزارا ہے۔ لیکن اب میں وہاں مسلمان بن کر قدم نہیں رکھ سکتا۔

آہ! مسلمانوں کی آپس میں پھوٹ نے یہ دن دکھائے کہ یہاں سے مسلمانوں کا نام و نشان تک ختم کر دیا گیا ہے۔

کیسے کیسے عظیم کارنامے نہیں کئے یہاں بیٹھ کر مسلمان سائنسدانوں اور عالموں نے!۔۔۔ آہ! اے خدا مسلمانوں کو آپس میں اتحاد کی توفیق عطا فرمائے۔

عدنان کی آواز گلوگیر ہو گئی۔ عنبر بھی تاریخ کے اس خونیں انقلاب سے بڑا متاثر نظر آ رہا تھا۔

اس نے تاریخ کے ہزاروں نشیب و فراز دیکھے تھے۔ لیکن اندلس میں مسلمانوں کے عروج و زوال کی داستان ایک داستان عبرت تھی۔

سینکڑوں برس اس ملک پر حکومت کرنے کے بعد اب وہاں ان کا نام تک کوئی نہیں لیتا تھا۔ ان کے محل، مسجدیں خانقاہیں درس گاہیں اور محلے ویران کر دیئے گئے تھے۔

غرناطہ قریب آیا تو وہ شہر کی فصیل کے دروازے پر آ کر رک گئے۔ دربانوں نے ان سے پوچھا کہ وہ کون ہیں اور کس کے گھر جانا چاہتے ہیں؟۔

عدنان نے کہا۔

''ہم دونوں بھائی بنی اسرائیل سے ہیں۔ غرناطہ کے محلہ روشن میں ہمارا چچا طبابت کرتا ہے۔ ہم اس کے پاس جڑی بوٹیاں لے کر آئے ہیں''۔

جڑی بوٹیوں کا ایک تھیلا عدنان کے پاس ہی گھوڑے کی پیٹھ پر رکھا تھا۔ دربانوں نے انہیں شہر میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔

غرناطہ اس وقت کے عظیم ترین اور بارونق شہروں میں سے تھا۔ مگر انقلاب اور جنگ نے اسے بہت تباہ کر رکھا تھا۔

اس کی وہ رونق اب نہیں رہی تھی۔ چوراہوں میں چاندی کے بڑے بڑے شیروں کے مجسمے نصب تھے

اور بیچ میں فوارے چل رہے تھے۔ عیسائی خوش وخرم چل پھر رہے تھے۔

ان میں کوئی مسلمان نظر نہ آتا تھا۔ عدنان اس شہر کے گلی کوچوں سے خوب واقف تھا۔ وہ عنبر کو لے کر شہر کی ایک سرائے میں آ گیا۔

سرائے کا مالک کبھی ایک شامی عرب ہوا کرتا تھا اب یہ سرائے ایک عیسائی کی ملکیت تھی جو موٹا اور گنجا تھا۔

اس کے پیٹ باہر کو نکلا ہوا تھا اور وہ چوہے کی طرح ادھر ادھر پھدک رہا تھا۔ عدنان نے اس سے رات بھر ٹھہرنے کی اجازت طلب کی۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا کہ کوٹھڑی ایک ہفتہ کے لیے لے لی جائے، کوئی خبر نہیں اس شہر سے کب واپس جانا ہو۔

آئے ہیں تو ذرا سیر ہی کرلیں گے۔ عدنان نے ایک ہفتے کے لیے سرائے میں کوٹھڑی کرائے پر لے لی اور سارا کرایہ کھانے کے پیشگی ادا کر دیا۔

عدنان اسے لے کر شام کے وقت اپنے محلے میں آ گیا۔ جہاں اس کی پرانی حویلی تھی۔ اس میں اب ایک عیسائی کنبہ رہائش پذیر تھا۔

عدنان حویلی کی ڈیوڑھی کے باہر کھڑا اپنی قسمت پر آنسو بہاتا رہا۔ عنبر اسے لے کر وہاں سے چل دیا۔

وہ سیر کرتے کرتے شہر سے باہر زیتون کے ایک باغ میں آ گئے۔

اس باغ کی چار دیواری پر انگور کی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ شام کی سنہری روشنی باغ کے برجوں کے کلسوں پر پڑ کر چمک رہی تھی۔

اس باغ کے اندر سے گٹار بجانے اور اس کے ساتھ گانے کی آواز آرہی تھی۔ گانے کی لے عربی تھی لیکن الفاظ فرانسیسی تھے۔

عدنان نے آہ بھر کر کہا۔

اس باغ میں کبھی مسلمان فلاسفر اور عالم اپنے شاگردوں کو طب، نجوم، ہندسہ اور دوسرے علوم کا

درس دیا کرتے تھے۔

اس باغ کو شاہی درس گاہ کی حیثیت حاصل تھی۔ لیکن آج اس ملک سے بنو سراج کا نام تک مٹ گیا۔ ان کا کوئی نام لینے والا باقی نہ رہا۔

غرناطہ و اندلس کی مسجدیں ویران ہو گئیں۔ اذانیں دینے والے شہید کر دیئے گئے۔ آہ! اے اللہ! تو اپنے نام لیواؤں پر رحم فرما اور اپنے سچے دین کو پھر سے سربلندی عطا فرما!۔

عنبر بھی اداس ہو گیا، کیونکہ وہ بنو سراج کی حکومت کی شان و شوکت دیکھ چکا تھا۔ اسے خوب اچھی طرح معلوم تھا کہ الحمرا کی شمع کی روشنی ساری دنیا میں پہنچتی

تھی مگر اب وہ شمع ٹمٹما کر بجھ رہی تھی۔

بالکل بجھ چکی تھی۔ عدنان نے عنبر سے کہا کہ وہ باغ کے اندر جا کر ان لوگوں سے ملاقات کرے گا۔ عنبر اسے روکنا چاہتا تھا مگر عدنان ایک بہادر شہزادے کی طرح باغ کے دروازے سے گزر کر اندر چلا گیا۔

عنبر بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ باغ کے اندر مہندی کی جھاڑیوں کی مہک پھیلی تھی۔ سبزے کے قطعے کے چاروں جانب سیاہ گلاب کے پھول کھلے تھے۔

بیچ میں ایک سنگ سرخ کی بارہ دری تھی جہاں ریشمی قالین پر دو عورتیں اور کچھ مرد بیٹھے ایک موسیقار سے گٹار بجوا کر گانے سن رہے تھے۔

موسیقار اپنے گیت کی دھن میں مگن رہا۔ عثان
اور عنبر خاموشی سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے۔ گیت ختم
ہوا تو عدنان نے ان سے اپنا اور اپنے دوست عنبر کا
تعارف کروایا۔

انہوں نے اپنے آپ کو یہودی یعنی بنی اسرائیل
کے طبقے سے ظاہر کیا اور کہا کہ وہ جڑی بوٹیوں کی
تلاش میں غرناطہ آئے ہیں۔

ادھر سے گزر رہے تھے کہ گیت کی دلکش لے انہیں
باغ کے اندر کھینچ لائی۔ ان لوگوں نے خندہ پیشانی
سے عنبر اور عدنان کو خوش آمدید کہا۔

عدنان نے کہا کہ اسے بھی ایک پرانا عربی گیت

یاد ہے جو اس نے شام میں ایک جلاوطن شہزادے کی
زبانی سنا تھا۔ میزبان خواتین نے کہا۔

"اے نوجوان! ہمیں وہ گیت ضرور سناؤ۔ عربی
گیت بڑے سچے اور درد بھرے ہوتے ہیں"۔

عدنان نے گٹار ہاتھ میں لے لی اور ایک پرانا
عربی گیت شروع کر دیا۔

گیت ختم ہوا تو اس نے تالیوں کی گونج میں دوسرا
گیت شروع کر دیا۔ یہ گیت ایک عربی شاعر نے
اندلس کی وادی سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتے
ہوئے لکھا تھا، اس گیت میں وادی اندلس کے شہروں،
مسجدوں، شاہی محلوں اور شہزادوں کا مرثیہ تھا۔

انہیں یاد کر کے ان کے کارناموں اور بہادری کے معرکوں کی تعریف کی گئی تھی۔عدنان نے گیت کچھ اس انداز سے گایا کہ سننے والوں کے بھی دل بھر آئے۔

اس محفل میں ڈان کارلو ایک فرانسیسی فوجی بھی بیٹھا تھا۔اس نے عدنان کو پر اثر انداز میں گیت گاتے سنا تو اسے کچھ شک سا پڑ گیا کہ یہ شخص یہودی نہیں ہو سکتا۔

ہو نہ ہو یہ ضرور کوئی مسلمان ہے جو ہسپانیہ سے نکل جانے کے بعد دوبارا یہاں جاسوسی کرنے آیا ہے۔

گیت ختم ہوا تو اس نے کہا۔

"نوجوان تمہارے گیت میں تمہارے دل کا درد گھلا ہوا تھا۔ایسے لگتا ہے جیسے یہ تم نے ہی لکھا ہے۔کیا تم ہسپانیہ میں بھی کبھی رہے ہو؟"۔

عدنان کو پہلے ہی شک تھا کہ یہ شخص اسے غور سے کیوں دیکھ رہا ہے۔اس نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں!ایک بار یہاں آیا تھا"۔

کارلو بولا۔

"تمہارا لہجہ خالص ہسپانوی ہے۔میرا تو خیال ہے کہ تم ہسپانیہ ہی میں پیدا ہوئے ہو اور میرا اندازہ

غلط نہیں تو تم مسلمان ہو"۔

اس انکشاف پر وہاں محفل میں ایک عجیب سناٹا سا چھا گیا۔ کیونکہ ہسپانیہ میں کسی مسلمان کے آنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ جاسوسی کرنے آیا ہے اور اس کی سزا موت تھی۔

کارلو ہسپانوی فوج کا ایک با اثر جرنیل تھا۔ وہ عدنان کو مسلمان ہونے کے شک میں اسی وقت گرفتار کر سکتا تھا۔

عنبر بھی پریشان ہو گیا۔ عدنان پہلے تو کچھ پریشان ہوا پھر مسکرا کر بولا۔

"ڈان کارلو! تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں

مسلمان نہیں ہوں۔ ہاں مسلمانوں میں بہت دیر رہا ہوں۔ جس کی وجہ سے میرا لہجہ اور بات کرنے کا انداز ہسپانوی مسلمانوں کا سا ہو گیا ہے"۔

اس پر ڈان کارلو اٹھ کھڑا ہوا اور تلوار کھینچ کر بولا۔

"میں شہنشاہ فرڈانینڈ کے نام پر تمہیں اور تمہارے ساتھی کو مسلمان ہونے کے جرم میں گرفتار کرتا ہوں"۔

عدنان اب بے بس سا ہو کر رہ گیا۔ اس وقت ہسپانیہ میں مسلمان کہلانا واقعی ایک جرم تھا۔ جس کی سزا موت تھی اور موت بھی سولی پر لٹکا کر دی جاتی تھی۔

عنبر بھی پریشان ہو گیا کہ خواہ مخواہ باغ میں آ کر

عنبر نے کھل کر کہا۔

"میں مسلمان ہوں اور الحمد اللہ کہ مسلمان ہوں اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گا"۔

اس اعلان حق پر عدنان کو بھی جوش آ گیا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اپنی زندگی کے آخری سانس تک مسلمان رہوں گا"۔

ڈان کارلو نے حاضرین محفل کی طرف پلٹ کر بلند آواز میں کہا۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ دونوں مسلمان ہیں اور غرناطہ میں جاسوسی کرنے آئے ہیں"۔

عنبر نے کھل کر کہا۔

"میں مسلمان ہوں اور الحمد اللہ کہ مسلمان ہوں اور مرتے دم تک مسلمان رہوں گا"۔

اس اعلان حق پر عدنان کو بھی جوش آ گیا۔ اس نے نعرہ مار کر کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اپنی زندگی کے آخری سانس تک مسلمان رہوں گا"۔

ڈان کارلو نے حاضرین محفل کی طرف پلٹ کر بلند آواز میں کہا۔

"دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ یہ دونوں مسلمان ہیں اور غرناطہ میں جاسوسی کرنے آئے ہیں"۔

پھراس نے زور سے تالی بجائی۔ جانے باغ کے کس کونے سے اسلحہ پوش سپاہی تلواریں ہاتھ میں لئے آ گئے۔

"ان دونوں مسلمانوں کو گرفتار کرلو اور کل شاہی دربار میں پیش کرو۔ وہیں ان کی قسمت کا فیصلہ ہو گا"۔

عنبر نے مداخلت نہ کی۔ سپاہیوں نے عدنان اور عنبر کو گرفتار کرلیا اور ان کے ہاتھوں میں زنجیریں پہنا دیں۔

محفل میں پھر سے گٹار بجنے لگی اور سپاہی عنبر و عدنان کو لے کر جیل خانے کی طرف چل دیئے۔

جزیرے سے فرار

آدم خور جنگلی کو کھلا چھوڑ کر انہوں نے غلطی کی تھی۔

وحشی جنگل میں ایک جگہ خموش بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس کا وحشی دماغ کچھ اس قسم کی باتیں سوچ رہا تھا کہ اگر ان لوگوں نے اسے اس جزیرے میں چھوڑ دیا تو وہ یہاں سے کبھی باہر نہ نکل سکے گا۔

آسمانی دیوتا ناگ سے بھی اسے ڈر لگنے لگا تھا کہ
شاید وہ اسے سمندر میں پھینک دے یا بھون کر کھا
جائے۔ گورے قیدی سے بھی اسے جان کا خطرہ تھا۔ تو
پھر وہ کیا کرے؟

کیا کشتی لے کر بھاگ جائے؟ وحشی کے دماغ
نے اس کے بعد سوچنا بند کر دیا۔ وہ ایکدم سے اٹھا
اور ساحل سمندر کی طرف دوڑ پڑا۔

ساحل کے قریب آ کر جب وہ درختوں سے باہر
نکلا تو آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ کنارے
ایک جگہ ریت پر اس کی کشتی اسی طرح پڑی تھی۔

گورے قیدی کا کہیں پتا نہ تھا۔ وحشی کسی جانور کی

طرح رینگ رینگ کر کشتی کے پاس پہنچا۔ اس کے
لئے کشتی کو کھینچ کر سمندر میں لے جانا کوئی مشکل بات
نہ تھی۔

کشتی کو سمندر میں ڈال کر وہ اس میں چھلانگ لگا
کر سوار ہو گیا۔ سمندر اس کا دوست تھا۔ اس کی ساری
زندگی سمندر کی لہروں پر کھیلتے اور کشتی چلاتے گزری
تھی۔

تیزی سے چپو چلاتے ہوئے وہ سمندر کی
لہروں پر رات کے اندھیرے میں بہت دور نکل گیا۔

صبح ہوئی۔ سورج کی روشنی پھیلی۔ جزیرے پر
زندگی کا سنہرا دن نکل آیا۔ ناگ نیند سے بیدار ہو کر

غار سے باہر نکلا اور تالاب پر گیا۔

منہ ہاتھ دھو کر اس نے کچھ پھل توڑ کر کھائے۔

کچھ ماریا کے لیے توڑے اور وہ واپس غار میں آ گیا۔

ماریا بھی بیدار ہو چکی تھی۔

جب وہ جنگل سے نکل کر سمندر کے کنارے آئے تو دیکھا کہ گورا قیدی پیڈرو بے چینی کے عالم میں ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

ناگ کو دیکھتے ہی وہ اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

”غضب ہو گیا۔ وحشی رات کو کشتی لے کر فرار ہو گیا“۔

ناگ اور ماریا پر یہ خبر بجلی بن کر گری۔ اس

جزیرے کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ یہی ایک کشتی امید کی کرن تھی جو ڈوب گئی۔

مگر اب وہ کیا کر سکتے تھے۔ وحشی اپنا کام کر گیا تھا۔

کشتی ان کے قبضے سے نکل کر دور سمندر میں گم ہو چکی تھی۔ بلکہ اب خطرہ تھا کہ وحشی واپس جزیرے پر جا کر اپنے ساتھیوں کو بتائے گا کہ جزیرے پر موجود انسانوں نے اس کے بھائی کو نیزہ مار کر ہلاک کر دیا ہے اور پھر ہو سکتا ہے، سارے کے سارے وحشی اپنے بھائی کا بدلہ لینے کے لیے جزیرے پر حملہ کر دیں۔ عنبر اور ماریا تو بچ سکتے تھے لیکن اس گورے قیدی پیڈرو کی

خیر نہیں تھی۔

ناگ سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا۔ بولا۔

"معلوم ہوتا ہے، وہ رات کے کسی لمحے کشتی لے کر بھاگ گیا۔ خیر کوئی بات نہیں۔ ہم کوشش کریں گے کہ نئی کشتی تعمیر کی جائے"۔

پیڈرو نے کہا۔

"ہمارے پاس کوئی اوزار نہیں ہے۔ درخت کیسے کاٹیں گے؟ کشتی کیسے بنائیں گے؟"۔

ناگ نے کہا۔

"اس کے بارے میں بھی کچھ سوچ لیتے ہیں"۔

سوچنا کیا تھا۔ بس وقت ہی ضائع کرنا تھا۔ سارا

دن جزیرے پر گھومتے رہے۔ اتفاق سے ان کا گزر مغربی درختوں کی جانب ہوا۔

یہ وہ مقام تھا جہاں اڑن طشتری والوں کا اڈا تھا جو تباہ ہو گیا تھا اور جہاں اب ایک بہت بڑا گڑھا پڑ چکا تھا۔ پیڈرو نے اس گڑھے کو بڑے غور سے دیکھا اور بولا۔

"معلوم ہوتا ہے، یہاں کبھی لاوا پھوٹا ہے۔ پتھر تک پگھل کر جم گئے ہیں"۔

"ہاں"۔ ناگ نے کہا۔

"معلوم ایسا ہی ہوتا ہے"۔

ماریا آہستہ سے ہنس پڑی۔ گورے قیدی کو کیا پتا

تھا کہ وہاں کیا تھا اور کیا کچھ نہیں تھا۔ اگر اس جگہ آج خلائی جہاز موجود ہوتا تو پیڈرو کی ضرور چیخ نکل جاتی اور خلائی انسان اسے کبھی نہ چھوڑتے۔

اس کی لاش بھی تہہ خانے میں پڑی ہوتی۔ پیڈرو نے ایک پتھر کے ٹکڑے کو اٹھایا۔ یہ ٹکڑا لاوے کی شکل میں پگھل کر اب ایک چھرا سا بن گیا تھا اور اس کی دھار کافی تیز تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی اور کہنے لگا۔

شیش بھائی! اگر ہمیں اسی طرح کا ایک اور ٹکڑا مل جائے تو ہم محنت کر کے درخت بھی کاٹ سکتے ہیں اور کشتی بھی تیار کر سکتے ہیں۔

اس جنگل میں جنگلی بیلوں کے رسوں کی کمی نہیں۔ ان رسیوں کی مدد سے ہم تختے جوڑ کر کشتی بنا سکتے ہیں۔

بات بڑی معقول تھی۔ ناگ نے تلاش شروع کر دی۔ بڑی جلدی انہیں ایک اور اوزار مل گیا۔ اب انہوں نے ایک درخت کو چنا اور اسے کاٹنا شروع کر دیا۔

دن بھر کی محنت کے بعد دخت کٹ گیا انہوں نے اس کے ٹکڑے کئے اور پھر تختے بنانے شروع کر دیئے۔ چار پانچ دن وہ اسی کام میں لگے رہے۔

ان کی محنت آخر رنگ لائی اور کتنے ہی تختے تیار ہو گئے۔ پھر جنگل سے رسیوں کو کاٹ کر لایا گیا۔ ان

تختوں کو آپس میں جوڑنے کا کام شروع ہو گیا۔ اس قدر محنت اور لگن سے کام کرنے کے بعد انہوں نے دس بارہ روز کے اندر ایک کشتی تیار کر لی۔

یہ کشتی کافی بڑی تھی اور ماریا اس میں سوار ہو کر اپنا آپ پیڈرو سے چھپا سکتی تھی۔ یعنی کشتی میں چلنے پھرنے سے وہ پیڈرو سے ٹکرا کر اسے بے ہوش نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کشتی پر ناریل رکھنے لگے۔

ہفتے بھر کی خوراک جمع کر دی گئی۔ پھر ایک روز منہ اندھیرے جبکہ بڑی خنک ہوا چل رہی تھی انہوں نے کشتی کو سمندری لہروں کے حوالے کر دیا۔

کشتی نے شمال مغرب کی جانب سفر شروع کر

دیا۔ ماریا ایک کونے میں نیم دراز تھی۔ ناگ اور پیڈرو چپو چلا رہے تھے۔ ایک ڈانڈ کے ساتھ انہوں نے کشتی کا رخ شمالی افریقہ کے ساحل کی طرف کر رکھا تھا۔

سارا دن کشتی سمندر میں سفر کرتی رہی۔ اس کے بعد وہ ایک بڑی لہر پر چڑھ گئی۔ اور اپنے آپ بہنے لگی۔

پیڈرو نے کہا۔

"یہ بڑی لہر بحیرہ روم کی طرف جا رہی ہے ہمیں سفر کرنے میں بڑی مدد ملے گی"۔

ناگ نے کہا۔

"تمہیں شاید خبر نہیں کہ بھنور بھی اسی بڑی لہر کی وجہ

سے سمندر میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہماری کشتی کسی بھنور میں پھنس گئی تو ہمارے لیے جان بچانا مشکل ہو جائے گا۔ کشتی کو اس طوفانی لہر سے نکالنے کی کوشش کرو"۔

پیڈرو نے ڈانڈ کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔ کافی جدوجہد کے بعد بھی کشتی بڑی لہر سے اترنے کا نام نہ لیتی تھی۔

ساری رات کشتی اس طوفانی لہر پر سوار سفر کرتی رہی۔ دوسرے روز دوپہر کے بعد وہ بھنور میں پھنس گئی۔

ناگ اور پیڈرو نے اپنی جان لڑا دی کہ کسی طرح

سے کشتی بھنور سے نکل جائے۔ مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ کشتی ایک بڑے گول دائرے میں چکر لگا رہی تھی۔ پیڈرو کا برا حال ہو رہا تھا۔ وہ سر پکڑے بیٹھا تھا۔

آخر خدا خدا کر کے ایک لہر نے کشتی کو اچھال کر باہر پھینک دیا۔ کشتی الٹتے الٹتے بچی۔ ان کی جان میں جان آئی۔ اب وہ کشتی کو کھیتے ہوئے لہر سے بہت دور لے گئے۔

انہیں سمندر میں سفر کرتے تین روز گزر گئے تھے۔ ساحل دور دور تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

پیڈرو نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ دو روز اور ہمیں سمندر میں سفر کرنا ہوگا۔ پرسوں رات کو کسی وقت ہم قرطاجنہ کے ساحل پر پہنچ جائیں گے"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کیا تم اس سے پہلے بھی ادھر سے گزر چکے ہو؟"۔

"کیوں نہیں، اس سمندر میں، میں نے کافی سفر کیا ہے"۔

چوتھے روز انہوں نے اچانک دور ایک جہاز کے بادبان دیکھے تو ان کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ پیڈرو اور ناگ نے پوری طاقت سے کشتی کو جہاز کی

طرف چلانا شروع کر دیا۔

ناگ نے کہا۔

"پیڈرو! اپنی قمیض اتار کر لہراؤ"۔

پیڈرو نے اپنی پرانی چولا نما قمیض اتار کر ایک ڈنڈے پر باندھی اور اسے زور زور سے ہلانا شروع کر دیا۔

یہ ایک اتفاق تھا کہ اس تجارتی جہاز کا کپتان اس وقت عرشے پر کھڑا سمندر کی موجوں کا نظارہ کر رہا تھا۔ اس نے جو دور سمندر میں ایک سفید سی چیز لہراتے دیکھی تو جہاز کو اس طرف لے جانے کا حکم دے دیا۔

پیڈرو اور ناگ نے محسوس کیا کہ جہاز آہستہ آہستہ ان

کی طرف بڑھ رہا ہے۔

بادبان قریب سے قریب تر آتے جا رہے ہیں۔

پیڈرو بڑا خوش تھا۔ اس کی جان بچ گئی تھی۔ اب وہ ہسپانیہ جا کر اپنے گھوڑوں کا کاروبار پھر سے شروع کر سکے گا۔

اس نے ناگ سے کہا۔

شیش بھائی! سب سے پہلے میں تمہارا شکریہ ادا کروں گا۔ اگر تم جزیرے میں میری مدد کو نہ پہنچتے تو اس وقت میں آدم خور وحشیوں کے معدے میں ہوتا۔

ہمیں جہاز کو قریب آتا دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ زندگی کس قدر حسین اور خوبصورت ہے۔ انسان

کو چاہیے کہ وہ اس دنیا میں جتنی دیر زندہ رہے پوری دلچسپی لگن اور خوبصورتی سے زندہ رہے۔

ناگ مسکرایا۔

''خدا کا شکر ادا کرو پیڈرو! اسی کی مدد سے تمہاری جان بچی ہے اور یہ جہاز بھی اسی نے ہم پر رحم کھا کر ہماری طرف بھیجا ہے''۔

''خدا کا شکر تو میں اسی وقت سے ادا کر رہا ہوں جب سے میں نے اس جہاز کے بادبان دیکھے ہیں''۔

جہاز ان کے قریب آ کر رک گیا۔ کپتان کے حکم سے سیڑھی کشتی پر پھینک دی گئی۔ اب ایک مسئلہ ماریا کے اوپر چڑھنے کا تھا۔

ناگ نے اسے سرگوشی میں کہا۔

''میرے بالکل ساتھ ساتھ رہنا اور تیزی سے سیڑھی پر چڑھ کر جہاز کے عرشے پر پہنچ جانا''۔

''فکر نہ کرو''۔

پیڈرو نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''میں نے ابھی ابھی کسی لڑکی کی سرگوشی سنی ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ جزیرے پر رہنے کا اثر ہے۔وہاں بھی تم نے اس قسم کی سرگوشی سنی ہوگی''۔

پیڈرو نے کوئی جواب نہ دیا۔صرف سر ہلا کر رہ

گیا۔ کیونکہ واقعی جزیرے پر بھی اس نے ماریا کی سرگوشی ایک آدھ بار سنی تھی۔

وہ سیڑھی پر چڑھ کر جہاز پر آگئے۔ ماریا نے بڑی پھرتی سے کام لیا اور ناگ کے بالکل ساتھ ہی عرشے پر آگئی۔

کپتان نے ان سے پوچھا کہ وہ کس جہاز پر سفر کر رہے تھے اور کشتی میں کہاں سے آگئے؟ ناگ نے بتایا کہ ان کا جہاز طوفان میں غرق ہو گیا تھا۔

وہ بڑی مشکل سے جان بچا کر ایک جزیرے پر پہنچے اور پھر وہاں سے کشتی تیار کر کے خدا کا نام لے کر سمندر میں نکل کھڑے ہوئے۔

کپتان نے کہا۔

"تم بڑے خوش قسمت ہو۔ اگر میں عرشے پر اتفاق سے نہ موجود ہوتا تو تمہیں کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا"۔

معلوم ہوا کہ وہ جہاز ہند سے مسافروں اور تجارتی سامان کو لے کر طونس جا رہا ہے۔ پیڈرو بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ طونس شمالی افریقہ کی بحیرہ روم کے کنارے والی بندرگاہ تھی۔

یہاں سے وہ کسی بھی جہاز میں سوار ہو کر بحیرہ روم عبور کر کے سپین میں داخل ہو سکتا تھا۔ لیکن قرطاجنہ جانا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ قرطاجنہ ہی ایک ایسا

شہر ہے جہاں سے اسے عنبر کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہو سکتی تھیں۔

کپتان نے کہا۔

"طونس پہنچ کر تم کسی بھی قافلے کے ساتھ قرطاجنہ جا سکتے ہو"۔

جہاز بڑے سکون کے ساتھ سمندر میں سفر کرتا رہا۔

طونس پہنچ کر پیڈرو نے ایک بار پھر ناگ کا شکریہ ادا کیا۔ ہسپانیہ میں اپنا پتہ دیا اور کہا کہ اگر اس کا ہسپانیہ میں آنا ہو تو اسے ضرور ملے۔

ناگ اس سے گلے مل کر اس کارواں سرائے کی

طرف آ گئے جہاں سے اسے قرطاجنہ جانے والا قافلہ مل سکتا تھا۔ اس کارواں سرائے میں وہ ماریا کے ساتھ اتر گیا۔

طونس ایک چھوٹا سا ساحلی شہر تھا اور بارونق تھا۔ بندرگاہ کے اردگرد کافی آبادی تھی اور دکانوں پر بے شمار سامان پڑا تھا۔

تیسرے روز رات کو قافلہ ناگ اور ماریا کو لے کر قرطاجنہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ صحرا کا سفر شروع ہوا۔ راتوں کو قافلہ سفر کرتا اور دن کی گرمی اور دھوپ میں کسی نخلستان میں پہنچ کر آرام کرتا۔

اسی طرح سفر کرتے کرتے چار روز گزر گئے،

ابھی دو روز کا سفر باقی تھا۔ پانچویں روز قافلے نے ایک چھوٹے سے نخلستان میں پڑاؤ کیا۔

یہاں کھجوروں کے جھنڈوں کی ٹھنڈی چھاؤں تھی اور ایک چھوٹا سا ٹھنڈے پانی کا چشمہ بھی تھا۔ یہ قافلہ کوئی زیادہ بڑا نہیں تھا۔

چھ سات اونٹ تھے جن پر تجارت کا سامان لدا تھا۔ دو پہرے دار تلواریں اور تیر کمان لیے ساتھ تھے۔ بمشکل دس گیارہ مسافر تھے۔

ایک ڈاچی پر کوئی خاتون پردے میں سفر کر رہی تھی۔ ناگ اور ماریا نے یہ معلوم کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی کہ وہ کون عورت ہے۔

اتفاق ایسا تھا کہ یہ خاتون اسی مہدوی حکیم کی بیٹی تھی جس کا بیٹا عدنان تھا اور جو عنبر کے ساتھ غرناطہ میں ڈان کارلو کے ہاتھوں گرفتار ہو کر دربار میں پیش ہونے والا تھا۔

اس خاتون کا نام قتلقہ تھا۔ حکیم مہدوی قرطاجنہ میں رہتا تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوکرانی تھی جو اس کی خدمت پر مامور تھی۔

نخلستان میں قافلے کو اترے ابھی بمشکل ایک گھنٹہ ہی ہوا تھا کہ اچانک وہاں گھوڑوں پر سوار چار ڈاکو آ گئے۔

ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور ہاتھوں میں ننگی

تلواریں پکڑ رکھی تھیں قافلے کے سردار نے آگے بڑھ کر ان سے پوچھا۔

''آپ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں''۔

ڈاکوؤں کے سردار نے تلوار کے ایک ہی وار سے امیر کارروان کی گردن اڑا دی اور کہا۔

''خبردار! کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ ہمیں قتلقہ کی تلاش ہے۔ جو غرناطہ کے حکیم مہدوی کی بیٹی ہے اس قافلے میں سفر کر رہی ہے''۔

مسافر سہم گئے۔ ڈاکوؤں نے بہت جلد قتلقہ کو تلاش کر لیا۔ اسے گرفتار کرنے لگے تو اس کی خادمہ سامنے آگئی۔

"میرے ہوتے ہوئے میری مالکہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا"۔

ڈاکو ہنسا اور تلوار کا ہاتھ مار کر اس نے خادمہ کو بھی ہلاک کر دیا۔ بیک وقت دو خون ہو گئے تھے جس کی وجہ سے وہاں دہشت چھا گئی۔

مسافروں پر چپ سی لگ گئی۔ ڈاکوؤں نے ملکہ کو پکڑ کر گھوڑے پر بٹھایا اور چلنے لگے۔

سردار نے کہا۔

"اگر کسی نے ہمارا پیچھا کرنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھی ریت پر پڑی ہوئی ان لاشوں جیسا ہی ہو گا"۔

کسی میں اتنی جرات نہ تھی کہ ان خونخوار ڈاکوؤں کے مقابلے پر آتا۔ سب کے منہ پر تالے لگے تھے، ماریا کو بے حد غصہ آ رہا تھا۔

اس نے ناگ سے کہا۔

"تم چپ کیوں ہو؟ مقابلہ کیوں نہیں کرتے۔ یہ ظالم لوگ ہیں۔ خونی ہیں۔ میں ان سب کو ہلاک کر دوں گی"۔

ناگ نے کہا۔

"خاموش رہو اور انتظار کرو"۔

جب ڈاکو چلے گئے تو ناگ نے قافلہ والوں سے کہا۔

"بھائیو! تم لوگ میرے آنے تک اسی جگہ ٹھہرنا
میں قتلقہ کو ڈاکوؤں کے قبضے سے چھڑا کر ابھی لاتا
ہوں"۔

"ماریا! میں ان لوگوں کے سامنے اپنی شکل نہیں
بدلنا چاہتا تھا۔ اب صحرا کے بیچ میں ڈاکوؤں سے
مقابلہ کروں گا۔

چاروں ڈاکو ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کہ ناگ
نے انہیں جا لیا۔ ڈاکوؤں نے اپنے پیچھے ایک گھوڑا
سوار کو آتے دیکھا تو گھوڑوں کی باگیں کھینچ کر رک گئے
اور تلواریں سونت لیں۔

سردار نے چیخ کر کہا۔

"بد بخت! کون ہو تم؟ کیا تمہاری موت تمہیں
یہاں لے آئی ہے؟"۔

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ ڈاکوؤں کا سردار
تلوار لے کر آگے بڑھا۔ اب ڈاکوؤں نے دیکھا کہ
اچانک گھوڑے پر بیٹھا ہوا سوار غائب ہو گیا ہے۔ وہ
چونک کر ایک دوسرے کو تکنے لگے۔

سوار کہاں چلا گیا؟ گھوڑا خالی رہ گیا؟ ناگ اس
وقت سانپ کا روپ اختیار کر کے ریت میں رینگتا ہوا
ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

ماریا بھی گھوڑے پر سوار تھی۔ لیکن وہ غائب تھی۔
اس کا گھوڑا انہیں خالی نظر آ رہا تھا۔ ڈاکوؤں کا سردار

بھی خالی گھوڑوں کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"یہ بدبخت کہاں غائب ہو گیا؟"۔

دوسرے ڈاکو ڈر گئے اور اس خیال کا اظہار کرنے لگے کہ سردار بھاگ چلو! یہ کوئی بھوت تھا۔ سردار نے قہقہہ لگایا۔

میں اس بھوت کو بھی قتل کر کے دم لوں گا۔ ذرا سامنے تو آئے۔

اسی لمحے ناگ گھوڑے کی پشت پر لپک کر سوار ہو چکا تھا اس نے بڑے سکون کے ساتھ ڈاکوؤں کے سردار کی پنڈلی پر ڈس لیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ ناگ کا زہر کس قدر ہلاکت

والا تھا۔ ادھر زہر سردار کے خون میں گیا ادھر وہ چکرا کر گھوڑے پر سے گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

ناگ اب دوسرے گھوڑے پر اچھل کر آ گیا اور اس نے دوسرے ڈاکو پر حملہ کیا۔ وہ بھی گرا اور گرتے ہی مر گیا۔

ادھر ماریا نے تلوار لہرائی اور تیسرے ڈاکو کی گردن اڑا دی۔ چوتھے ڈاکو نے یہ قتل عام دیکھا تو گھوڑا دوڑا کر بھاگ گیا۔

میدان صاف تھا۔ ناگ پلک جھپکتے میں پھر سے انسانی شکل میں آ گیا اور اس نے قتلغ کے گھوڑے کے پاس جا کر اس کی رسیاں کھول لیں۔

ادب سے سلام کیا اور کہا۔

''محترم بہن! اب تم آزاد ہو اور ہمارے ساتھ سفر کر سکتی ہو''۔

قتلقہ نے ناگ کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

''تم نے اکیلے ہو کر ان ڈاکوؤں کو کیسے ہلاک کر دیا؟''۔

ناگ بولا۔

''بس یہ اللہ کی مرضی تھی۔ اس سے آگے آپ نہ پوچھیں۔ آیئے میرے ساتھ''۔

ماریا بھی گھوڑے پر سوار اس کے ساتھ تھی۔ ناگ قتلقہ کو لے کر واپس نخلستان کی طرف چل پڑا۔

قتلقہ نے پوچھا۔

''یہ خالی گھوڑا ساتھ ساتھ کیسے چل رہا ہے؟''۔

اس گھوڑے پر ماریا سوار تھی۔ مگر قتلقہ کو نظر نہ آ رہی تھی۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

''یہ میرا وفادار گھوڑا ہے۔ کبھی میرا ساتھ نہیں چھوڑتا۔ جہاں میں جاتا ہوں یہ میرے ساتھ ساتھ ہوتا ہے''۔

قافلے والوں نے جب خاتون کو دیکھا تو بڑے خوش ہوئے انہوں نے مرنے والوں کو اسی نخلستان میں دفن کیا اور اب قافلہ ناگ کی سرکردگی میں قرطاجنہ

کی طرف روانہ ہو گیا۔

ایک رات کا سفر طے کرنے کے بعد دوسرے روز قافلہ قرطاجنہ پہنچ گیا۔ قتلقہ نے ناگ سے کہا کہ وہ اس کے باپ کے گھر ہی قیام کریں لیکن ناگ نے کہا کہ وہ اپنے بھائی کے گھر ٹھہرنا چاہتا ہے۔

اسے معلوم تھا کہ ماریا کی وجہ سے وہاں گڑبڑ پیدا ہو سکتی ہے۔ قتلقہ کے والد حکیم مہدوی نے جب ساری واردات سنی تو ناگ کا ہاتھ چوم لیا۔

''بیٹا! تم نے میری بیٹی کی جان اور عزت بچا کر مجھے ہمیشہ کے لیے خرید لیا ہے۔ بتاؤ میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا ہوں؟''۔

ناگ نے کہا۔

''خدا کی مہربانی سے ہمیں کسی مدد کی ضرورت نہیں۔ ہاں اگر آپ مجھے میرے ایک بھائی کے بارے میں کوئی اطلاع دے سکیں تو میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا''۔

حکیم مہدوی بولا۔

''تمہارا بھائی کہاں چلا گیا ہے؟''۔

ناگ نے کہا۔

وہ کسی طرح مجھ سے بچھڑ گیا ہے۔ سنا تھا کہ وہ قرطاجنہ میں ہے۔ میں حقیقت میں اسی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ میں نے قتلقہ سے جھوٹ بولا تھا کہ

میں اپنے بھائی کے گھر میں ٹھہروں گا۔ حقیقت یہ ہے
کہ وہ گم ہو چکا ہے اور میں اس کی تلاش میں مارا مارا
پھر رہا ہوں۔

''اس کی عمر اور حلیہ کیا ہے؟''۔

ناگ نے جب عنبر کا حلیہ بتایا تو مہودی بولا۔

''کیا تمہارے بھائی کا نام عنبر تو نہیں؟''۔

عنبر کا نام سن کر ناگ خوشی سے اچھل پڑا۔ ماریا
کے حلق سے چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی۔

ناگ بولا۔

''بالکل یہی نام ہے اس کا۔ کیا آپ نے اسے
دیکھا ہے؟''۔

مہودی نے کہا۔

''صرف دیکھا ہی نہیں بلکہ میں اس سے ملا بھی
ہوں۔ وہ اسی طرح گھر میں آ کر رہا تھا''۔

''اب کہاں ہے؟''۔

''وہ میرے بیٹے عدنان کے ساتھ ہسپانیہ کے شہر
غرناطہ گیا ہوا ہے۔

''غرناطہ؟''

ناگ نے تعجب سے کہا۔

''مگر وہاں تو کوئی مسلمان نہیں جا سکتا''۔

مہودی بولا۔

''کیا بتاؤ بیٹے! میرے بیٹے عدنان کا اصرار تھا

کہ وہ اپنے بزرگوں کے مزار کی زیادت کرنا چاہتا
ہے۔ میں نے اسے بہت روکا۔ مگر اس نے میری
ایک نہ سنی اور ایک دن عنبر کو ساتھ لے کر غرناطہ کی
جانب روانہ ہو گیا"۔

ناگ اور ماریا نے سکون کا سانس لیا۔ عنبر کا سراغ
مل گیا تھا۔ اب وہ اسے آسانی سے تلاش کر سکتے
تھے۔

مہودی نے کہا۔

"مجھے دونوں کی زندگیوں کی فکر ہے۔ ہسپانیہ میں
چاروں طرف اسلام کے دشمن ہی دشمن ہیں"۔

ناگ بولا۔

ہم ان کی تلاش میں جائیں گے اور انہیں واپس
لائیں گے"۔

مہدوی نے کہا۔

"لیکن میرے بیٹے! وہاں جا کر تم بھی مصیبت
میں پھنس جاؤ گے، کیونکہ تم بھی مسلمان ہو اور
وہاں مسلمان داخل نہیں ہو سکتا"۔

ناگ بولا

"آپ بے فکر رہیں مجھ کچھ نہیں ہوگا۔ میں ضرور
جاؤں گا اور آپ کے بیٹے کے پاس روانہ کر دوں
گا"۔

ناگ نے وہ رات قرطاجنہ میں مہدوی کے گھر پر

بسر کی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی تھی۔ دوسرے دن اس نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

ناگ اور ماریا نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ سمندر کی بجائے صحرا میں سفر کریں گے۔ تیسرے روز ایک بہت بڑا قافلہ طونس جا رہا تھا۔

دونوں اس قافلے میں شامل ہو گئے۔ اور طونس کی طرف سفر کرنا شروع کر دیا۔

منزلوں پر منزلیں عبور کرتے آخر وہ ایک روز واپس طونس پہنچ گئے۔ یہاں انہیں جہاز کا انتظار کرنا تھا جو انہیں ہسپانیہ کے ساحل پر پہنچا دیتا۔

ناگ نے اپنے آپ کو یہودی حکیم ظاہر کیا اور

ساحل کے حکام سے اجازت نامہ حاصل کر لیا۔

ہفتے بھر کے قیام کے بعد ایک بادبانی جہاز پر ناگ اور ماریا خاموشی سے سوار ہو گئے اور جہاز نے لنگر اٹھا کر بادبان کھول دیئے۔ بحیرہ روم کی خلیج کا سفر بڑا مختصر تھا۔

ادھر شمالی افریقہ کا ساحل نظر آنا بند ہوا تو ادھر تھوڑی دیر بعد ہسپانیہ کا ساحل دکھائی دینے لگا۔ جہاز بندرگاہ پر جا کر لگ گیا۔

ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا اور جہاز سے اتر کر بندرگاہ سے باہر نکل آیا۔

یہاں چاروں طرف عیسائی لوگ ہی نظر آ رہے

تھے۔

ایک بھی مسلمان کی شکل نظر نہ آتی تھی۔ انہوں
نے ایک سرائے کا پتہ پوچھا اور ادھر چل پڑے۔

پرانا قبرستان

عنبر اور عدنان کو شاہ سپین کے دربار میں پیش کیا
گیا۔

درباری اپنی اپنی جگہ ادب سے کھڑے تھے۔
شاہی امراء شاہانہ کرسیوں پر بیٹھے تھے۔ بادشاہ اپنی
ملکہ کے ساتھ تخت نشین تھا۔

دربار میں اعلان کیا گیا کہ اب دو مسلمان جاسوس

پیش کیے جائیں گے۔ سارا دربار دلچسپی سے تکنے لگا
کہ دیکھیں یہ کیسے مسلمان ہیں جو وہاں جاسوس کرنے
آ گئے اور انہوں نے اپنی جان کی بھی پروانہ کی۔

کارلو آگے بڑھا اور اس نے زنجیروں میں
جکڑے ہوئے عدنان اور عنبر کو بادشاہ کے سامنے پیش
کر دیا۔ بادشاہ نے سر سے پاؤں تک دونوں کو دیکھا
اور پھر کہا۔

"تم لوگ کہاں سے آئے ہو؟"۔

عدنان نے کہا۔

"ہم قرطاجنہ سے آئے ہیں۔ لیکن ہم جاسوس
نہیں ہیں۔ ہاں مسلمان ضرور ہیں"۔

بادشاہ نے پوچھا۔

"تم ہمارے ملک میں کیا کرنے آ گئے؟ اگر تم
جاسوس نہیں ہو تو کیا ہو؟"۔

عدنان بولا۔

"میں غرطاطہ کا رہنے والا ہوں دل میں وطن کی
محبت تے جوش مارا تو میں بے اختیار بھیس بدل کر
یہاں آ گیا"۔

وزیر نے کہا۔

"کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ تم مسلمان ہو اور
تمہیں یہاں دیکھتے ہی قتل کر دیا جائے گا؟"۔

عدنان بولا۔

"میں جان ہتھیلی پر رکھ کر اپنے وطن کی گلی کوچوں کی زیارت کرنے آیا ہوں"۔

اس بہادرانہ جواب پر دربار میں خاموشی چھا گئی۔

کارلو نے آگے بڑھ کر کہا۔

جہاں پناہ! یہ نوجوان جھوٹ بول رہا ہے کہ اس کو وطن کی محبت یہاں کھینچ لائی ہے۔ اصل میں یہ قرطاجنہ کے مسلمان امیروں کا جاسوس ہے۔

وہاں ایک گروہ ایسا تیار ہو رہا ہے جو سپین میں داخل ہو کر خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہ عدنان اسی گروہ کا رکن ہے اور یہاں کی فضا کے بارے میں معلومات حاصل کرنے آیا ہے کہ کہاں اور

کس مقام سے تخریبی کام شروع کیا جا سکتا ہے۔

عدنان نے کہا۔

"یہ جھوٹ ہے بادشاہ سلامت! میں اور میرا بھائی ہم دونوں صرف اپنا وطن غرناطہ دیکھنے آئے ہیں"۔

بادشاہ نے ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

"ان دونوں کو تہہ خانے میں پھینک دو۔ چودھویں رات کو ہم خود اپنی آنکھوں کے سامنے انہیں سولی پر چڑھائیں"۔

دربار میں بادشاہ کے فیصلے کو بے حد پسند کیا گیا۔

کارلو کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ آخر وہ عدنان اور عنبر سے بدلہ لینے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

وہ مسلمانوں کا ازلی اور ابدی دشمن تھا اور ہر مسلمان کو
قتل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

عنبر اور عدنان کو اسی وقت پابہ زنجیر کر کے قلعے
کے ٹھنڈے اور تاریک تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔

کارلو نے اپنے محل میں جا کر دوستوں کو خوشخبری سنائی
اور کہا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا ہے۔

ابھی چاند کی چودھویں رات میں چھ دن باقی
تھے۔ کارلو کو ان دنوں کے گزرنے کا بے چینی سے
انتظار کرنا تھا۔ تہہ خانے کے ٹھنڈے سیلے فرش پر بیٹھ
کر عدنان نے عنبر سے کہا۔

”عنبر! میں تو اپنے وطن کی آبرو پر مر مٹنے پر تیار

ہوں۔ میں ایک بے زبان گائے بن کر کافروں کے
ہاتھوں سولی پر نہیں چڑھوں گا۔ میں ان کا مقابلہ کرتا
ہوا شہید ہونا زیادہ پسند کروں گا“۔

عنبر کہنے لگا۔

”بھائی! تم زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہو۔ ان
لوگوں کا مقابلہ کس طرح کرو گے۔ بہتر یہی ہے کہ
ہمیں خاموشی سے پھانسی کے پھندے کو گلے میں
ڈال لینا چاہیے۔ ہماری بھلائی اسی میں ہے“۔

عدنان نے چیخ کر کہا۔

”یہ تم کہہ رہے ہو؟ میں ہرگز اس پر عمل نہ کروں
گا۔ میں پہرہ داروں پر ان زنجیروں سے حملہ کر دوں گا

اور ایک آدھ کو مار کو خود بھی مر جاؤں گا"۔

عنبر نے بڑے سکون سے کہا۔

"ٹھیک ہے مر جاؤ"۔

عدنان کہنے لگا۔

کاش! میں بھی تمہاری طرح اتنی طاقت کا مالک ہوتا۔ پھر اگر تم میرے ساتھ قید ہوتے تو اس قسم کی باتیں نہ کرتا۔

تم اس لیے مطمئن ہو کہ تمہیں معلوم ہے تمہیں کوئی ہلاک نہیں کر سکے گا۔ اور میں اس لیے پریشان ہو کہ میں ایک ذلت آمیز موت نہیں مرنا چاہتا۔ میں ان کافروں سے لڑتے ہوئے شہید ہونا چاہتا

ہوں"۔

عنبر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

اسے عدنان کی حالت پر اب ترس آنے لگا تھا۔ اس لیے کہ وہ واقعی ایک بہادر شیر تھا جو دشمنوں کی قید میں پھنس گیا تھا۔

اگر وہ زنجیروں میں نہ جکڑا ہوتا تو شاید دربار میں ہی سپاہیوں کے نرغے سے نکل کر حملہ کر دیتا۔ وہ شاہی خاندان سے تھا اور اس میں ابھی تک مہمانوں والی واریتی خودداری اور بہادری قائم تھی۔

"گھبراؤ نہیں عدنان! تمہیں مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں تمہاری جگہ میں مقابلہ کروں گا اور تمہیں

یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔ یہ کافر ہمارے
مقابلے میں کچھ نہیں ہیں۔ ہمارے ساتھ اللہ کی رحمت
اور طاقت ہے“۔

عدنان کو کچھ اطمینان سے ہوا کہ عنبر کافروں کے
ساتھ مقابلے کی بات کر رہا ہے۔ وہ یہی چاہتا تھا۔

عنبر نے کہا۔

ہمیں بہت سی باتوں پر غور کرنا ہوگا۔ اگر میں
زنجیریں توڑ بھی دوں تو ہمیں تلواریں نہ مل سکیں گی۔
اگر تلواریں ہاتھ آ بھی گئیں تو تم کہاں تک ہزاروں
سپاہیوں کا مقابلہ کر سکو گے؟

میں تو بچ جاؤں گا، کیونکہ میں مر نہیں سکتا لیکن تم نہ

بچ سکو گے۔ تمہیں کوئی نہ کوئی سپاہی ضرور ہلاک کر
دے گا۔

اس لیے ہمیں جذبات سے ہٹ کر عقل اور حکمت
عملی سے کام لینا چاہیے۔

عدنان نے منہ لٹکا کر کہا۔

”کیا حکمت عملی ہو سکتی ہے؟“۔

عنبر بولا۔

”مثلاً یہاں سے کسی طرح فرار حاصل کیا
جائے۔ بھاگ نکلا جائے“۔

”یہ ناممکن ہے“۔

عنبر ہنس دیا۔

"دنیا میں کوئی شے ناممکن نہیں ہے۔ اگر انسان ہمت کرے، عقل سے کام لے۔ پوری پوری منصوبہ بندی کرے تو ہر جائز شے پوری ہو سکتی ہے"۔

"اگر تمہارا یہی ارادہ ہے تو پھر کوشش کر کے دیکھ لو۔ میں تیار ہوں"۔

"بس میں تمہاری خوشنودی حاصل کرنا چاہتا تھا"۔

عنبر نے فرار کی ترکیبوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔

دو تین روز اسی سوچ بچار میں گزر گئے۔

عنبر نے محسوس کیا کہ چوکی پر پہرہ اس قدر سخت تھا کہ وہاں سے آسانی کے ساتھ فرار نہیں ہوا جا سکتا

تھا۔

عدنان نے کہا۔

"اب سوائے دیواروں سے ٹکریں مارنے کے ہم کیا کر سکتے ہیں؟"۔

عنبر بولا۔

"میں نے ابھی ہمت نہیں ہاری۔ مجھے غور کرنے دو"۔

تہ خانے میں دن میں صرف ایک مرتبہ ایک سپاہی آ کر سلاخوں کے اندر سوکھی روٹی اور پانی کی چھاگل پھینک جاتا تھا۔

عنبر نے ایک ترکیب ذہن میں سوچ لی اور چپکا

ہو رہا۔ وہ عدنان کو نہیں بتانا چاہتا تھا کہ اس کے دماغ
میں کیا ہے۔ دوسرے دن جب سپاہی کھانا دینے آیا
تو عنبر نے اس سے باتیں شروع کر دیں اور اسے کہا
کہ وہ ذرا پہرے دار کو بلا دے۔

سپاہی نے انکار کر دیا اور اسے کہا کہ پہرے دار
یہاں سے دور دروازے پر ہوتا ہے میں اسے نہیں بلا
سکتا۔

عنبر یہی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ پہرے دار کہاں
ہوتا ہے۔ سپاہی چلا گیا تو عنبر نے عدنان سے کہا کہ وہ
آج رات قید خانے سے فرار کی کوشش کرے گا۔

عدنان بڑا خوش ہوا۔

عنبر بولا۔

لیکن سب سے پہلے ہمیں دو تلواریں حاصل کرنی
ہوں گی تا کہ تم مقابلہ کر سکو۔

اور سنو! کوشش کرنا کہ دشمن تم پر مہلک وار نہ
کرے بلکہ مجھ پر کرے کیونکہ اس طرح تم بچ نہ سکو
گے۔ جس طرح میں کہوں اسی طرح عمل کرنا۔

''بہت بہتر''۔

پھانسی پانے میں ابھی دو راتیں باقی تھیں۔ رات
کا اندھیرا غرناطہ کے گلی کوچوں میں اترنے لگا۔ جب
رات خوب گہری ہو گئی اور سارا شہر خواب خرگوش کے
مزے لینے لگا تو عنبر نے عدنان سے کہا۔

"تیار ہو جاؤ"۔

سب سے پہلے عنبر نے عدنان کی زنجیروں کو توڑا۔

اس کے بعد اس نے اپنی زنجیروں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

پھر سلاخوں والے دروازے کے پاس آ کر اسے کچھ اس انداز سے دھکا دیا کہ وہ ٹوٹ کر دور جا پڑا۔

دونوں قید خانے سے باہر نکل آئے۔

بائیں جانب ایک اندھیرا سا رستہ اوپر کو چلا گیا تھا۔ اوپر ایک پتھر کا دروازہ تھا جس کی سیڑھی پر ایک موٹا تازہ پہرے دار سر توند پر جھکائے اونگ رہا تھا۔

اس کی تلوار اس کے گلے میں لٹک رہی تھی۔ عنبر

کے لیے یہ بڑا آسان شکار تھا۔ زندہ وہ اسے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔

کیونکہ زندہ رہ کر یہ موٹا پہرے دار اس کے لیے مصیبت کا باعث بن سکتا تھا۔ عنبر نے پہرے دار کے سر پر اس زور سے ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ اس کی تلوار گلے سے اتار کر عنبر نے عدنان کو دے دی۔

"میرے پیچھے پیچھے آؤ"۔

دونوں تہہ خانے سے باہر نکلنے کے لیے قلعے کی سیڑھیوں پر آ گئے۔ یہ سیڑھیاں اوپر قید خانے کے بڑے گیٹ پر چلی گئی تھیں۔

یہاں بھی ایک پہرے دار اونگھ رہا تھا۔ اسے ختم کر کے اس کی تلوار عنبر نے ہاتھ میں لے لی اور اب وہ قلعے کی اوپر والی منزل پر آ گئے۔

یہاں ایک برج تھا۔ اس برج سے سیڑھیاں نیچے باہر والے دروازے کو جاتی تھیں۔ اس برج پر چھ سات سپاہی کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

عنبر نے عدنان سے کہا۔

''ہمیں اسی وقت ان پر حملہ کر دینا ہو گا۔ اگر دن نکل آیا تو یہاں سپاہیوں کی پوری فوج ہمارے مقابلے پر آ جائے گی، لیکن تم اپنی جگہ پر رہو، حملہ مجھے کرنے دو''۔

یہ کہہ کر عنبر تلوار لئے آگے بڑھا۔ ایک سپاہی نے عنبر کو دیکھا تو چیخ کر کہا۔

''قیدی بھاگ رہا ہے۔ پکڑ لو جانے نہ پائے''۔

عنبر تو بھاگ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ تو ان تمام سپاہیوں کو ختم کرنے آیا تھا۔ عنبر پر سارے کے سارے سپاہی ٹوٹ پڑے اور تلواروں کے پے در پے وار کر کے اپنی طرف سے اس کا قیمہ بنانا شروع کر دیا۔

لیکن عنبر کا قیمہ کہاں بن سکتا تھا۔ الٹا عنبر نے نیچے ہی نیچے سے دو سپاہیوں کی ٹانگیں کاٹ کر رکھ دیں۔ دونوں سپاہی دھڑام سے گر پڑے۔

اب سپاہی پریشان ہو رہے تھے کہ یہ کیسا انسان ہے کہ اس پر تلوار کی ضرب کوئی اثر نہیں کرتی بلکہ پتھر کی طرح ٹکرا کر اچھلتی ہوئی واپس آ جاتی ہے۔

ان پر دہشت سی طاری ہونے لگی عنبر نے اس کا بھی فائدہ اٹھایا اور دیکھتے دیکھتے دو اور سپاہیوں کو ہلاک کر دیا۔

اب عدنان بھی اڑ سے باہر نکل آیا اور اس نے بھی سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔

عنبر نے تلوار چلاتے ہوئے کہا۔

''عدنان تم کیوں باہر نکل آئے''۔

عدنان بولا۔

''فکر نہ کرو عنبر بھائی! میں بھی ایک آدھ کافر کو مار کر سرخرو ہونا چاہتا ہوں۔ یہ مجھے کچھ نہ کہہ سکیں گے''۔

عدنان بھی ایک ماہر تلوار باز تھا۔ تھوڑے سے مقابلے کے بعد ایک سپاہی اس نے ڈھیر کر دیا۔ ادھر ایک سپاہی اور مر گیا۔

باقی جو ایک رہ گیا، اس نے بھاگنا چاہا مگر عنبر کی تلوار نے اسے بھی ڈھیر کر دیا۔

''جلدی سے نیچے اترو عدنان!''

عدنان اور عنبر برج کی سیڑھیاں اتر کر قلعے کی فصیل کے دروازے پر آ گئے۔ دروازہ اندر سے بند

تھا۔ عنبر نے ٹھوکر ماری۔

دروازہ گر پڑا۔ دونوں قلعے سے باہر نکل آئے۔

بادشاہ سپین کے خاص قیدیوں کا یوں تہہ خانے سے سپاہیوں کو ہلاک کر کے فرار ہو جانا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔

راتوں رات عدنان عنبر کو لے کر شہر سے باہر ایک باغ میں آ گیا۔ یہاں ایک پرانا مزار تھا۔ عدنان اس مزار کے تہہ خانے میں اتر کر بیٹھ گیا۔ عنبر بھی اس کے ساتھ تھا۔

عنبر نے کہا۔

''تمہارا کیا خیال ہے کہ وہ لوگ تلاش کرتے

کرتے ہاں تک نہیں آئیں گے؟ وہ ضرور یہاں آئیں گے اور ہمیں ایک بار پھر گرفتار کر کے لے جائیں گے۔ مجھے تو صرف تمہاری فکر ہے۔ میرا تو وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے''۔

عدنان بولا۔

''یہ جگہ میرے خیال میں بڑی محفوظ ہے۔ یہاں ہم بیٹھ کر سپین سے نکلنے کا کوئی منصوبہ تیار کر سکتے ہیں''۔

عنبر نے کہا۔

''اگر تم سپین سے فرار ہونا چاہتے ہو تو ابھی بھاگ جاؤ، کیونکہ زیادہ دیر گزر جانے پر سپاہی تمہاری تلاش

میں چاروں طرف پھیل چکے ہوں گے۔ پھر تم یہاں
سے نہ نکل سکو گے“۔

عدنان بولا۔

میں تمہیں لے کر جانا چاہتا ہوں۔ اس لیے یہ تو
بھول جاؤ کہ میں اکیلا یہاں سے فرار ہوں گا۔ ہاں!
یہ ہو سکتا ہے کہ اگر بقول تمہارے یہاں خطرہ ہے تو
ایک خفیہ جگہ میرے ذہن میں ہے۔

یہ میرا شہر ہے۔ میں یہاں پیدا ہوا ہوں بڑھا،
پلا۔ میں اس کے تمام گلی کوچوں سے واقف ہوں۔

”وہ کونسی جگہ ہے؟“۔

عنبر نے پوچھا۔

”میرے ساتھ آؤ“۔

عدنان عنبر کو لے کر مزار کے تہہ خانے سے باہر نکلا
اور رات کے اندھیرے میں غرناطہ کے باغوں،
کھیتوں اور مضافات سے گزرتا مسلمانوں کے ایک
پرانے قبرستان کی چار دیواری کے پاس آ کر رک
گیا۔

پرانی بوسیدہ چادر دیواری انگور اور مہندی کے
بیلوں میں چھپی ہوئی تھی۔ دروازے پر بھی جنگلی بیلیں
چڑھی ہوئی تھیں۔ عدنان عنبر کو لے کر قبرستان کے
دروازے کی طرف بڑھا۔

عنبر کا کارنامہ

جھاڑیوں میں راستہ بنا کر دونوں قبرستان داخل ہو گئے۔ یہاں بڑی ہی پرانی قبریں تھیں۔ زمین پر سے اٹھ کر بیلیں ان قبروں پر چڑھ گئی تھیں۔

کئی کتبوں پر لکھی ہوئی عربی کی عبارت ستاروں کی ہلکی ہلکی روشنی میں نظر آ رہی تھی۔ عدنان اپنے ساتھ عنبر کو لے کر قبرستان میں آگے بڑھتا چلا گیا۔ سامنے ایک پرانی کوٹھڑی آ گئی۔

عدنان نے دروازے پر دستک دی۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے کسی نے دیا جلایا اور پھر دروازے کا ایک کیواڑ کھلا۔ ایک بوڑھا آدمی نمودار ہوا۔ عدنان نے جھک کر اسے سلام کیا۔

بوڑھے نے حیرانی سے کہا۔

''عدنان! بیٹا کیا یہ تم ہو؟''۔

''ہاں بابا! میں ہوں عدنان بن مہدوی''۔

''اندر آجاؤ''۔

بوڑھے نے دروازہ بند کر دیا۔ عدنان نے بوڑھے سے عنبر کا تعارف کروایا کہ یہ میرا دوست ہے اور ہم دونوں قرطاجنہ سے غرناطہ کی چوری چھپے سیر کرنے آئے تھے مگر پکڑے گئے۔ اب بادشاہ کی قید سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔

''تم نے بڑی غلطی کی بیٹے کہ ادھر کا رخ کیا۔ تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ زمین اب مسلمانوں کے

خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں عیسائی ہوں، لیکن دل سے مسلمانوں کو پیار کرتا ہوں۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ تمہارے باپ کے مجھ پر بڑے احسان ہیں۔ تمہارے ابا کیسے ہیں؟''۔

''غرناطہ کی یاد میں اور زیادہ بوڑھے ہو گئے''۔

خدا ان کی حفاظت کرے عدنان بیٹے! خدا کو یہی منظور تھا۔ یہ انقلاب تھا۔ شاید تاریخ کا سب سے بڑا خونی انقلاب، کاش! مسلمان آپس میں اتحاد سے رہتے مگر ان میں پھوٹ پڑ گئی۔

وہ الگ الگ ہو گئے۔ وہ صوبوں میں بٹ گئے اور ایک صوبے کا مسلمان دوسرے صوبے کے مسلمان

سے نفرت کرنے لگا۔

عیسائیوں نے اس بے اتفاقی سے فائدہ اٹھایا اور سپین پر پھر سے قابض ہو گئے۔

''ہاں بابا! یہ ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم آپس میں مل جل کر نہ رہ سکے اور تاریخ کا ایک عبرتناک باب بن گئے''۔

بوڑھے رحم دل عیسائی نے سرد آہ بھر کر کہا۔

بیٹا! مجھ سے جو بھی ہو سکے تمہارے لیے کروں گا۔ تم اگر چاہو تو ساری زندگی میری کوٹھڑی میں رہ سکتے ہو، لیکن سپاہی تلاش کرتے یہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ سوچتا ہوں پھر کیا

کر سکوں گا۔ تمہیں ان ظالموں سے نہ بچا سکوں گا۔ ہاں میں اپنی جان بھی تم پر قربان کر دوں گا۔

عدنان نے کہا۔

"نہیں بابا! میں یہ کبھی گوارا نہ کروں گا کہ آپ پر کوئی ہاتھ اٹھائے۔ آپ ہمیں صرف کوئی ایسا راستہ بتا دیں کہ جس پر چل کر ہم اس ملک سے باہر نکل جائیں، کیونکہ اس کی سرحدوں پر زبردست پہرہ ہے اور صبح تک تو یہ پہرے داری اور زیادہ شدید ہو جائے گی"۔

بوڑھا سوچ میں پڑ گیا۔

پھر بولا۔

"صبح ہونے دو۔ ابھی تم آرام کرو۔ صبح کچھ سوچ کر بتاؤں گا"۔

دوسرے روز سارے غرناطہ میں شور مچ گیا کہ شاہی قید خانے سے دو موت کی سزا کے مسلمان فرار ہو گئے ہیں۔ سارے ملک میں افراتفری سی مچ گئی۔

ہر کوئی ان دو مسلمان قیدیوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ سپاہی جگہ جگہ چھاپے مارنے لگے۔ سرحدوں پر فوج نے گشت شروع کر دی۔

شہر کے سارے دروازوں پر بڑی سختی سے پڑتال شروع ہو گئی۔ کسی مسافر کو پوچھ گچھ کے بغیر شہر سے باہر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔

یہ ساری خبریں قبرستان میں بوڑھے عیسائی کی کوٹھڑی میں بھی پہنچ گئیں۔ اور پھر اسی روز دوپہر کے بعد شاہی فوج کا ایک دستہ عنبر اور عدنان کو تلاش کرتے کرتے قبرستان کی چاردیواری کے پاس بھی پہنچ گیا۔

کمانڈر نے کہا۔

''اس قبرستان کے اندر کیا ہے؟''۔

''جناب ایک بوڑھے راہب کی کوٹھڑی ہے''۔

''وہاں بھی مفرور ملزموں کو تلاش کیا جائے''۔

فوراً گھوڑے قبرستان میں داخل ہوگئے۔

بوڑھے راہب کو پہلے ہی معلوم ہوگیا تھا۔ اس نے عنبر اور عدنان کو ایک پرانی قبر کے اندر چھپادیا تھا۔

سپاہیوں نے آکر کوٹھڑی کی تلاشی لی۔ جب کچھ نہ ملا تو شرمندہ ہو کر قبرستان سے باہر نکل آئے۔ ان کے جانے کے بعد بوڑھا راہب پرانی قبر کے پاس گیا اور عنبر نے عدنان سے کہا، باہر آ جاؤ دشمن جا چکے ہیں۔

دونوں قبر سے باہر نکل آئے۔ ابھی وہ کوٹھڑی میں جا کر بیٹھے ہی تھے کہ اچانک دھڑاک سے دروازہ کھل گیا۔ سامنے دو سپاہی تلواریں لیے کھڑے تھے

''بڈھے! آخر تو نے بادشاہ کے قیدیوں کو چھپا کر غداری کی، اب ان کے ساتھ تمہاری گردن بھی اڑائی جائے گی۔ چلو ہمارے ساتھ''۔

www.urdurasala.com

عنبر، عدنان اور بوڑھے نے پریشان ہو کر سپاہیوں کو دیکھا۔ عدنان عنبر کی طرف دیکھ رہا تھا۔ عنبر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور سیدھا کوٹھڑی سے نکلنے کے لیے آگے بڑھا۔

سپاہیوں اور بوڑھے کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ کیا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ کوٹھڑی کے دروازے پر تلواریں لیے سپاہی کھڑے تھے۔

صرف عدنان جانتا تھا کہ عنبر کیا کرنے والا ہے۔ عنبر دروازے کے قریب گیا تو سپاہی نے اسے دھکا دے کر پیچھے گرانے کی کوشش کی۔

اسے اچانک یوں لگا کہ جیسے اس نے کھڑی ہوئی

کسی چٹان کو پیچھے گرانے کی کوشش کی ہو عنبر کا جسم لوہے کا ہو گیا تھا۔ اب عنبر کی باری تھی۔ اس نے سپاہی سے کہا۔

"تمہارا نام کیا ہے بدنصیب سپاہی؟ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ مرنے سے پہلے تم مجھے اپنا نام بتا دو۔ اور تمہارے ساتھی کا کیا نام ہے؟"۔

سپاہی کو اس قسم کے سوال کی ہرگز توقع نہیں تھی۔ اس کی آنکھوں سے خون ٹپکنے لگا۔ اس نے تلوار اٹھا کر کہا۔

"بدبخت! ابھی تمہیں اپنے سوال کا جواب مل جائے گا"۔

یہ کہہ کر اس نے تلوار کا وار عنبر کے سر پر کرنا چاہا۔

عنبر نہ تو اپنی جگہ سے پیچھے ہٹا اور نہ اس نے آگے بڑھنے کی کوشش کی۔

بلکہ بڑے آرام سے ہاتھ اوپر اٹھایا اور تلوار کا وار ہتھیلی پر لیا۔ تلوار ہتھیلی پر پڑی تو ایسی آواز آئی جیسے وہ کسی لوہے سے ٹکرائی ہو۔ تلوار ذرا کند ہو گئی۔

عنبر نے تلوار پکڑ کر کھینچ لی تلوار سپاہی کے ہاتھ سے نکل کر عنبر کے ہاتھ میں آ گئی۔ لپک کر دوسرے سپاہی نے عنبر پر حملہ کیا۔

عنبر نے اسے دھکا دیا اور کوٹھڑی سے باہر لے گیا۔ اب وہ قبرستان میں قبروں کے پاس کھڑے

تھے۔

عنبر نے کہا۔

''بدنصیبو تمہارے ساتھ تمہارے کمانڈر نے بڑی دشمنی کی جو تمہیں مرنے کے لیے پیچھے چھوڑ گیا۔ اب تمہیں اسی قبرستان میں دبا دیا جائے گا۔ کیا تم اپنے گھر والوں سے آخری ملاقات کر آئے ہو؟''۔

سپاہی دم بخود سے ہو گئے تھے۔ سمجھ گئے تھے کہ ان کا پالا کسی بہت بڑی طاقتور شے سے ہے۔ پھر بھی انہوں نے ہمت نہ ہاری اور تیر کمان نکال لیے۔

عنبر نے عدنان سے کہا۔

''دیوار کی اوٹ میں ہو جاؤ''۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے لپک کر دونوں سپاہیوں کو ایک دوسرے سے ٹکرایا اور انہیں نیچے گرا دیا۔ نیچے گرتے ہی سپاہی اٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کرنے لگے۔

لیکن عنبر اس عرصے میں ایک سپاہی کے پیٹ میں اتنی زور سے تلوار گھونپ چکا تھا کہ اس کی نوک پیٹ سے نکل کر نیچے زمین میں گھس گئی تھی۔

دوسرا سپاہی بھاگنے لگا۔ عنبر چھلانگ لگا کر اس پر گرا اور اسے بھی نیچے گرا دیا ایک گھونسا سپاہی کی کنپٹی پر پڑا اور وہ الٹ کر اوندھے منہ ہو گیا۔

عنبر نے تلوار کا ایک وار کیا اور دوسرے سپاہی کی

بھی گردن اڑا دی۔ یہ سارا تماشہ دیکھ کر جس شخص پر سب سے زیادہ حیرت طاری تھی، وہ بوڑھا راہب تھا۔

اس کی عقل میں یہ بات نہ آ رہی تھی کہ ایک نوجوان میں اتنی طاقت بھی ہو سکتی ہے کہ اس پر تلوار کاٹ نہ کرے۔

عنبر نے کہا۔

"ان دونوں لاشوں کو کسی گڑھے میں دفن کر دو، کیوں کہ کمانڈر ان کی تلاش میں یہاں ضرور آئے گا"۔

بوڑھے نے ایک خفیہ غار بتایا۔ عنبر اور عدنان نے

مل کر دونوں لاشوں کو اس میں دبا دیا اور اوپر مٹی اور درختوں کی جھاڑیاں پتے ڈال دیئے۔ وہ کوٹھڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔

بوڑھا بولا۔

''یہ میں تم سے بعد میں پوچھوں گا کہ یہ طاقت تم کو کہاں سے ملی ہے بیٹے! لیکن اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ تم جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے کسی محفوظ مقام پر پہنچ جاؤ۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ محفوظ مقام کونسا ہو سکتا ہے؟''۔

ابھی وہ سوچ ہی رہے تھے کہ قبرستان کے دروازے پر گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز آئی۔

بوڑھے کا خون خشک ہو گیا۔

''کم بخت وہ کمانڈر آ گیا''۔

کمانڈر جان بوجھ کر ان دو سپاہیوں کو پیچھے چھوڑ گیا تھا تاکہ وہ چھپ کر دیکھیں کہ بوڑھے نے ملزموں کو کسی جگہ چھپا تو نہیں دیا ہے۔

اب کمانڈر وہاں پتا کرنے آیا تھا کہ ملزم گرفتار ہوئے کہ نہیں۔ اس کے ساتھ تین سپاہی بھی تھے۔ عنبر نے دروازے کی درز سے انہیں اندر آتے دیکھا تو بوڑھے سے کہا۔

''بابا! میں ایک بات تمہیں صاف صاف بتائے دیتا ہوں۔ یہ لوگ اب تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔

ہم اگر بھاگ بھی گئے تو یہ کمانڈر تمہیں گرفتار کر کے
لے جائے گا، کیونکہ وہ خود اپنے دو سپاہیوں کو یہاں
چھوڑ کر گیا تھا او دونوں اسی جگہ سے غائب ہوئے
ہیں۔ظاہر ہے قتل کر دیئے گئے ہیں۔بس اس کے جرم
میں تمہیں بھی وہ ہلاک کر دیں گے“۔

عدنان نے پوچھا۔

”تو پھر اس کا علاج کیا ہے۔ہمیں کیا کرنا
چاہیے؟ کیا ہم بوڑھے بابا کو بھی اپنے ساتھ ہی لے
چلیں؟“۔

عنبر بولا۔

”اس کی ضرورت نہیں ہے۔میں اس مقدمے کا

کوئی گواہ باقی نہیں چھوڑوں گا“۔

”کیا مطلب؟“۔

مطلب یہ ہے کہ میں ثبوت ہی غائب کر دوں گا۔
میں اس کمانڈر سمیت تینوں سپاہیوں کو موت کی نیند سلا
دوں گا۔تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو سکے کہ کمانڈر یہاں آیا
تھا۔ہمارے بابا کی صرف اسی صورت میں جان بچ
سکتی ہے۔نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

عدنان نے کہا۔

”عنبر!ایک بار اور سوچ لو“۔

”میں نے جو کچھ سوچا ہے، بالکل ٹھیک ہے۔
اب تم لوگ اسی جگہ رہو اور تماشہ دیکھو“۔

یہ کہہ کر عنبر نے تلوار ہاتھ میں لی اور دروازہ کھول کر کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ کمانڈر اپنے ساتھیوں کے ساتھ گھوڑے سے اتر کر کوٹھڑی کی طرف چلا آ رہا تھا۔

اچانک تلوار ہاتھ میں لیے عنبر ان کے سامنے آ گیا۔ کمانڈر اور سپاہیوں نے جب ایک نوجوان کو تلوار لیے سامنے کھڑے دیکھا تو تعجب سے پوچھا۔

''کون ہو تم؟''۔

''جس کو تم تلاش کر رہے ہو''۔

عنبر نے بڑے سکون سے کہا۔ کمانڈر کا منہ کھل گیا۔

''کیا بک رہے ہو۔ بولو تم کون ہو؟''۔

عنبر نے ایک قدم آگے بڑھ کر تلوار کی نوک کمانڈر کی ناک کے قریب لا کر کہا۔

''کہہ جو دیا کہ شاہی قلعے سے فرار ہونے والا ایک مسلمان ہوں، دوسرا مسلمان بھی اسی کوٹھڑی میں ہے کہو تو دکھادوں؟''۔

کمانڈر نے تلوار کا ہاتھ مار کر عنبر کی تلوار پرے ہٹائی اور چیخ کر سپاہیوں کو حکم دیا۔

''انہیں قتل کر دو''۔

سپاہی آگے بڑھے۔ عنبر نے بڑے اطمینان سے ایک سپاہی کی تلوار کے وار کو اپنی گردن پر آنے دیا۔

تلوار ٹوٹ کر گر پڑی۔

عنبر نے اب اپنی تلوار کا ایک وار کیا اور سپاہی کی گردن اڑا دی۔ دوسرا سپاہی آگے بڑھا۔ عنبر نے اسے بھی ہلاک کر دیا۔

تیسرا سپاہی ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''ڈر گئے بز دل!''۔

کمانڈر یہ سب کچھ پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ عنبر نے عدنان کو آواز دی۔

''عدنان! ذرا تم بھی باہر نکل کر دو دو ہاتھ دکھا دو، کہیں تمہیں حسرت نہ رہ جائے کہ تلوار چلانے کا

موقع نہیں ملا''۔

عدنان کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں بھی تلوار تھی۔ وہ سپاہی کے ساتھ لڑنے لگا۔ تلوار بازی شروع ہو گئی۔

عنبر نے کمانڈر کو اپنے ساتھ الجھا لیا۔ عدنان بڑی مہارت سے تلوار چلا رہا تھا۔ وہ سپاہی کو دھکیلتے ہوئے ایک پرانی قبر کے چبوترے تک لے گیا۔

چبوترے پر سپاہی جھک گیا تھا۔ عدنان نے وار بچا کر تلوار سپاہی کے سینے میں اتار دی سپاہی چیخ مار کر گر پڑا۔

ادھر عنبر کمانڈر کے ساتھ تلوار بازی کم کر رہا

تھا۔ اور کھیل زیادہ رہا تھا۔ مگر وہاں کچھ بھی نہیں ہوتا تھا۔

عنبر نے ابھی تک کمانڈر پر کوئی وار نہیں کیا تھا۔ وہ اس کے وار اپنے پتھر جیسے جسم پر لے رہا تھا۔ کمانڈر عاجز آ گیا کہ یہ کس چٹان جیسے آدمی سے پالا پڑ گیا ہے۔

عنبر نے عدنان سے کہا۔

"عدنان بھائی! کمانڈر پر پیچھے سے حملہ مت کرنا۔ یہ میرا شکار ہے۔ اسے میں گراؤں گا۔ ذرا یہ اپنے دل کی حسرت نال لے"۔

پھر کمانڈر سے مخاطب ہو کر ہنس کر بولا۔

بدنصیب! اپنے دل کی بھڑاس پوری کر لے۔ یہ نہ کہنا کہ تم نے مجھ پر کوئی وار نہیں کیا تھا۔ کاش تم میرے مقابلے پر نہ آتے۔

تم اسی دن کے لیے کمانڈر بنے تھے کہ ایک روز اس پرانے قبرستان میں میرے ہاتھوں قتل ہو کر گرو؟۔ بس اب تمہاں وقت آن پہنچا ہے۔

اتنا کہہ کر عنبر نے تلوار اٹھائی اور کمانڈر کے سینے میں اتار دی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے تلوار اس کے سینے میں ہی رہنے دی۔

کمانڈر دونوں ہاتھ سینے پر رکھے پیچھے کو گر پڑا۔ اس کا گھوڑا ہنہنایا۔

عنبر نے کہا۔

''ہمیں گھوڑوں کی ضرورت پڑے گی۔ عنبر انہیں قبرستان میں کسی جگہ چھپا دو''۔

اب بوڑھا راہب بھی کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

کمانڈر آخری دموں پر تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے عنبر کو اپنے پاس بلایا۔ عنبر اس کے قریب جا کر جھک گیا۔

''کیا تم زندگی کا آخری پیام دینا چاہتے ہو۔ مگر افسوس ہم تمہارا پیغام کسی کو نہ پہنچا سکیں گے''۔

کمانڈر نے اکھڑے سانسوں کے ساتھ کہا۔

''کیا تم کوئی آسمانی دیوتا ہو؟''۔

''ہاں! میں دیوتا ہوں۔ تمہارے لیے دیوتا ہوں۔ موت کا دیوتا''۔

کمانڈر کی آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ آخر ایک ہچکی آئی اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ اس کے بعد انہوں نے سپاہیوں اور کمانڈر کی لاشوں کو بھی قبرستان کے پرانے گڑھے میں جا کر دفن کر دیا۔

چار گھوڑوں میں سے دو گھوڑوں کو مار ڈالا اور انہیں بھی گڑھے میں دبا دیا۔ دو گھوڑے ایک پوشیدہ جگہ پر باندھ دیئے گئے۔

بوڑھا حیران سا ہو رہا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی ایک ہی دن میں اپنے قبرستان میں اتنے لوگوں اور

پھر گھوڑوں کو قتل ہوتے نہیں دیکھا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر انہوں نے منہ ہاتھ دھویا۔ بوڑھے نے انہیں پادریوں کا نیا لباس پہننے کو دیا۔

لباس پہن لینے کے بعد وہ عیسائی پادری لگ رہے تھے۔ انہوں نے شام کا کھانا قبرستان کی کوٹھڑی میں کھایا۔

بوڑھے نے کہا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''۔

عنبر نے کہا

''ہم رات کو یہاں سے نکل جائیں گے۔ آپ

ہماری رہنمائی کریں کہ کس طرف جائیں کہ آسانی سے سپین کی سرحد عبور کر سکیں''۔

عدنان بولا۔

''سب سے پہلا مرحلہ تو اس شہر کے دروازے میں سے گذرنے کا ہے''۔

بوڑھے نے کہا۔

''اس کی تم فکر نہ کرو۔ شہر کے دروازے میں سے میں خود جا کر تمہیں گذار دوں گا۔ ایک دربان میرا واقف ہے بلکہ میرا شاگرد ہے اور تمہاری شکلوں سے کوئی بھی پہریدار واقف نہیں''۔

''یہ ٹھیک ہے''۔

عنبر نے کہا۔

"اب سوال یہ ہے کہ اس شہر سے نکلنے کے بعد کس علاقے کا رخ کریں کہ آسانی سے ہسپانیہ کی سر زمین سے نکل کر بحیرہ روم پار کر کے شمالی افریقہ کے ساحل پر پہنچ جائیں"۔

بوڑھے نے کہا۔

تم لوگ ایسا کرو کہ غرناطہ سے نکل کر سیدھے جنوب مغرب کی سمت سفر کرو۔ رات بھر اگر تم سفر کرتے رہو گے تو صبح ایک دریا کنارے پہنچ جاؤ گے۔

اس دریا کو پار کر جانا۔

دریا کے دوسرے کنارے تمہیں ایک گرجا نظر

آئے گا۔ میں تمہیں ایک خط دیتا ہوں۔ اس گرجا گھر کے راہب دانیال کو یہ خط دے دینا۔ آگے وہ تمہاری رہنمائی کرے گا۔

باتوں ہی باتوں میں رات ہو گئی۔ بوڑھے راہب نے عنبر کو ایک خط لکھ کر دیا جسے اس نے اپنے چمڑے کی پیٹی میں چھپا کر رکھ لیا۔

اب بوڑھا راہب ان دونوں کو لے کر قبرستان سے باہر نکلا۔ سارے شہر کی سڑکیں سنسان تھیں۔ رات گہری ہو رہی تھی۔

چوک میں پہرہ لگا تھا مگر ان تینوں پادریوں کو دیکھ کر سپاہی اور پہرے دار ادب سے ٹوپی اتار کر سلام

کرتے اور یہ سلام کا جواب دیتے آگے گزر جاتے۔

آخر وہ شہر کی پچھلی فصیل کے دروازے پر پہنچ گئے۔

یہاں بوڑھے راہب نے اپنے شاگرد دربان سے ملاقات کی۔

اس نے آگے بڑھ کر بوڑھے کا خیر مقدم کیا۔

''استاد مکرم! آپ کدھر اس وقت۔ کیا کہیں دوسرے شہر سفر کا ارادہ ہے؟''۔

بوڑھے راہب نے اپنے دونوں ساتھیوں کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

یہ میرے مہمان ہیں قرطبہ سے آئے تھے۔ آج رات واپس جا رہے ہیں۔ انہیں شہر کے دروازے

تک چھوڑنے آ گیا۔

سوچا کہ چلو اسی بہانے تم سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔

''یہ میری خوش قسمتی ہے، مقدس باپ کہ آپ خود چل کر مجھ سے ملنے آئے۔ کیا آپ مجھے مہمان نوازی کا موقع نہ دیں گے۔''

دربان کے اصرار پر بوڑھے نے کہا۔

''بات یہ ہے بیٹا کہ میرے مہمانوں کو جلدی ہے۔ ان کو رخصت کر کے پھر تمہارے پاس بیٹھ کر باتیں کروں گا''۔

بوڑھا راہب سب سے پہلے عدنان سے گلے ملا

اور اس کے کان میں سرگوشی کی کہ اپنے باپ کو میرا سلام کہنا اور دشمنوں سے خبردار رہنا۔ پھر عنبر کو گلے لگایا اور اس کے کان میں کہا۔

"میرا خط راہب دانیال کو جاتے ہی دے دینا۔ یاد رکھنا صبح دریا پار کرو گے تم۔ دریا کنارے گرجا ہے"۔

پھر انہیں دعا دی۔ عنبر اور عدنان گھوڑوں پر سوار ہو کر شہر کے دروازے سے باہر نکل گئے۔ بوڑھے راہب نے کچھ وقت اپنے نیک دل شاگرد کے پاس بسر کیا۔

پھر وہ بھی واپس اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

عنبر اور عدنان شہر سے نکلے تو گھوڑے آہستہ آہستہ چلا رہے تھے۔

جونہی ذرا دور ہوئے۔ انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ دکھائی اور گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

ساری رات ان کے گھوڑے دوڑتے رہے۔

شاہی اصطبل کے گھوڑے تھے۔ عدنان اور عنبر کو لے کر راتوں رات کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔

عدنان ان راستوں سے باخبر تھا۔ وہ ایک کچی سڑک پر جا رہے تھے۔ اس سڑک کی دونوں جانب کہیں اونچی ٹیکریاں تھیں اور کہیں چٹیل میدان، جن میں گھاس اور خودرو جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔

غرناطہ کے آسمان پر نیلے ستارے خوب چمک

رہے تھے۔ چاند آدھی رات کے بعد نکلا۔ اس کی روشنی چاروں طرف پھیل گئی۔ صبح کا اجالا پھیلنے لگا تو یہ دونوں ایک ٹیلے پر پہنچ کر رک گئے۔

اس ٹیلے کی دوسری جانب ایک وادی تھی۔ عنبر گھوڑے سے اتر کر بیٹھ گیا۔ عدنان نے بھی گھوڑے کو کھلا چھوڑ دیا۔

”دریا کہاں ہے؟“۔

”اس وادی کے دوسرے کنارے پر۔ میرا خیال ہے، ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے“۔

وہ پھر گھوڑوں پر سوار ہوئے اور وادی میں سے گزرنے لگے۔ انہیں کھیتوں میں کسان لڑکیاں کام

کرتی نظر آئیں۔

کہیں کہیں کسان بھی ہل چلا رہے تھے۔ وادی ختم ہوئی تو سامنے دریا بہہ رہا تھا۔ یہی دریا انہیں پار کرنا تھا۔

وہ دریا کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ عدنان نے بتایا کہ کچھ دور جا کر ایک پل ہے۔ یہ پل لکڑی کا بنا ہوا تھا۔ اور جہاں یہ پل بنا تھا، وہاں دریا کا پاٹ چھوٹا ہو گیا تھا اور دو ٹیلوں کے بیچ میں سے ہو کر گزرتا تھا۔

پل عبور کر کے اب انہیں اس گرجا کی تلاش تھی جس کے پادری کا نام دانیال تھا اور جس کو بوڑھے راہب کا خط پہنچانا تھا۔

عنبر اور عدنان نے بھی پادریوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ دریا کا دوسرا کنارا بڑا سرسبز و شاداب تھا۔ کھیت ہرے بھرے تھے۔

درختوں کے جھنڈ صبح کی ٹھنڈی ہوا میں جھوم رہے تھے۔ ہر اک شے سے اللہ کا نور ٹپک رہا تھا۔ ہر شے اللہ کی حمد کرتی دکھائی دے رہی تھی۔

سنگتروں کے ایک باغ سے گزرتے ہوئے دو کسان نظر آئے۔ عنبر نے گھوڑے کو روک لیا۔ کسان نے دو پادریوں کو دیکھا تو جھک کر سلام کیا۔

عدنان نے پوچھا۔

"بیٹے یہاں گرجا کس طرف ہے؟"۔

کسان نے ادب سے کہا۔

''ان درختوں کے پیچھے ہے مقدس باپ''۔

عنبر اور عدنان شکریہ ادا کر کے درختوں کی طرف چل پڑے۔ درختوں کے جھنڈ کے عقب میں پہنچے تو وہاں ایک چھوٹا سا خوبصورت گرجا نظر آیا جس کی دیواروں پر سفید اور سرخ پھولوں والی بیل چڑھی ہوئی تھی۔

انہوں نے گھوڑوں سے اتر کر گرجے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ تھوڑی دیر بعد یک راہب نے دروازہ کھول کر دو پادریوں کو دیکھا اور جھک کر سلام کیا۔

''مقدس باپ! ہمیں فادر دانیال سے ملنا ہے''۔

''میں ہی فادر دانیال ہوں میرے بچو! آؤ۔ اندر آجاؤ''۔

فادر دانیال نے نوکر سے کہا کہ وہ گھوڑوں کو چارہ کھلائے اور پانی پلائے۔

عنبر اور عدنان اس کے ساتھ گرجے کے اندر چلے گئے۔ ایک حجرے میں جا کر دانیال نے انہیں کھانے کو دلیا اور روٹی دی۔

کھانے سے فارغ ہو کر عنبر نے اپنی چمڑے کی پیٹی میں سے خط نکال کر فادر دانیال کے حوالے کیا۔

دانیال نے خط لے کر پڑھنا شروع کر دیا۔ خط پڑھنے کے بعد اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور کہا۔

آپ جس شخص کا خط لائے ہیں، اسے میں اپنا
مرشد مانتا ہوں۔ ویسے میں آپ کو خوش آمدید کہتا
ہوں۔

ویسے میں آپ کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ ہمارے
مذہب میں ہر ایک سے محبت کرنا سکھایا جاتا ہے۔
مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔

میں آپ کی ہر طرح سے مدد کروں گا۔ آپ فی
الحال دو ایک روز یہاں آرام کریں۔

عنبر اور عدنان بڑے خوش ہوئے۔

عدنان نے عنبر سے کہا۔

”بھائی! اب تمہارا کیا ارادہ ہے۔ میں تو قرطاجنہ

واپس جاؤں گا“۔

”پھر تم نے کیا سوچا ہے؟“۔

”میرا خیال ہے کہ میں ہسپانیہ سے نکل کر شام کی
طرف سفر کروں گا۔ ملک شام میں میرا ایک دوست
رہتا ہے۔ شاید مجھے اپنے بھائی کے بارے میں وہاں
کچھ علم حاصل ہو سکے“۔

عدنان نے کہا۔

”تو پھر تم پہلے میرے ساتھ قرطاجنہ کیوں نہیں
جاتے۔ وہاں سے تم شام کے کسی قافلے کیساتھ سفر کر
کے شام پہنچ سکتے ہو“۔

دو روز بعد فادر دانیال نے انہیں کہا۔

"تمہارا سب انتظام کر دیا گیا ہے۔ کل رات تم یہاں سے ایک مذہبی قافلے کے ساتھ جاؤ جو زیارتوں کے لیے یروشلم جا رہا ہے"۔

عنبر نے فوراً پوچھا۔

"تو کیا یہ قافلہ شام بھی جائے گا؟"۔

"کیوں نہیں۔ شام کی سرحد تو یروشلم کے ساتھ ہی ہے"۔

عنبر خوش ہو کر بولا۔

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے"۔

عنبر کا خیال تھا کہ شاید ناگ اور ماریا قرطاجنہ سے شام چلے گئے ہوں، کیونکہ ایک بار شام کے ایک شہر

دمشق میں ناگ اور عنبر کی ایک شخص سے دوستی ہو گئی تھی جس نے ناگ سے کہا تھا کہ ناگ کبھی قرطاجنہ کی جانب سے گذر ہو تو شام ضرور آنا۔

عنبر نے عدنان کو اپنے فیصلے سے آگاہ کر دیا کہ وہ قافلے کے ساتھ قرطاجنہ تک جائے گا اور پھر وہاں سے شام کی طرف روانہ ہو جائے گا۔

دوسرے روز رات کو دینی بزرگوں کا قافلہ گاؤں کے گرجے سے روانہ ہو گیا۔ یہ قافلہ بڑے سکون کے ساتھ ہسپانیہ کی سرزمین میں ایک ہفتے تک ٹھہر ٹھہر کر سفر کرتا چلا گیا۔

آٹھویں روز انہوں نے ایک مقام سے ہسپانیہ

کی سرحد عبور کرلی۔ یہاں ان کی رسمی سی تلاشی لی گئی
اور انہیں سرحد سے گزر جانے دیا۔ انہوں نے سرحد
پار کی اور سامنے سمندر آ گیا۔

یہاں سے وہ ایک بحری جہاز پر سوار ہو کر رات
کے پہلے پہر طونس کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ قافلے نے
اس گاؤں میں ایک رات قیام کیا۔

دوسرے روز پھر سفر جاری ہو گیا۔ آخر منزلیں
طے کرے انہوں نے اپنی منزل یعنی قرطاجنہ پہنچ کر دم
لیا۔

یہاں عنبر کی ملاقات ایک یا پھر عدنان کے والد
حکیم مہدوی سے ہوئی۔ وہ عنبر اور اپنے بیٹے کو دیکھ کر

بہت خوش ہوا۔

جب اسے پتا چلا کہ عنبر اس کے بیٹے کی جان بچا
کر وہاں تک لایا ہے تو اس نے خاص طور پر عنبر کو سینے
سے لگا کر اس کا شکریہ ادا کیا۔

مہدوی نے پوچھا۔

''عنبر بیٹا! کیا تمہاری ملاقات تمہارے بھائی سے
نہیں ہوئی؟''۔

''کیا ناگ یہاں آیا تھا؟''۔

''ہاں! وہ تمہای تلاش میں ہسپانیہ کی طرف چلا
گیا، کیونکہ میں نے اسے بتایا تھا کہ تم سپین گئے ہو''۔

اب عنبر کو افسوس ہوا کہ وہ غرطانہ سے کیوں واپس

ہوا مگر اب افسوس کرنے سے کچھ حاصل نہیں تھا۔ اس نے چند روز قرطاجنہ میں قیام کیا اور پھر عدنان اور اس کے باپ سے اجازت لے کر ایک بار پھر سپین کی طرف سفر شروع کر دیا۔

حالانکہ معلوم تھا کہ وہاں وہ کئی سپاہیوں اور ایک کمانڈر کو قتل کر کے بھاگا ہے، لیکن ناگ اور ماریا کی محبت اسے لیے جا رہی تھی اور اس کا جانا بھی ضروری تھا۔

وہی تکلیف دہ سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ پہلے اس نے صحرا میں ایک قافلے کیساتھ سفر کیا۔ اس کے بعد ایک جہاز میں سوار ہو کر ہسپانیہ کی سرزمین پر پہنچ

گیا۔

وہ ابھی تک عیسائی پادریوں کے لباس میں تھا۔ اس نے ایک سرائے میں جا کر قیام کیا۔ دوسرے روز اس نے سرائے کے مالک کو ناگ کا حلیہ بتا کر پوچھا کہ کیا اس نے ایسی شکل وصورت کے مسافر کو دیکھا ہے؟

سرائے کے مالک نے کہا۔

''ہاں! مجھے یاد ہے۔ ایسی شکل کا نوجوان میری سرائے میں ضرور اترا تھا۔ کیا وہ یہودی حکیم تو نہیں تھا؟''۔

عنبر سمجھ گیا کہ ناگ نے اپنے آپ کو یہودی حکیم

www.urdurasala.com

ظاہر کیا ہوگا۔ جھٹ بولا۔

"ہاں وہ حکیم ہے۔ جڑی بوٹیوں کی تجارت کرنے ہسپانیہ آیا ہے"۔

"تو پھر ایسا ہے کہ وہ نوجوان دو رات میری سرائے میں قیام کرنے کے بعد صقلیہ کی جانب چلا گیا تھا"۔

عنبر نے پوچھا کہ صقلیہ یہاں سے کتنی دور ہے اور کس علاقے کی طرف ہے؟۔

سرائے کے مالک نے بتایا۔

"صقلیہ یہاں سے ایک ہفتے کی مسافت پر ہے اور ہسپانیہ کے شمال مغرب کی جانب واقع ہے۔ اگر تم

وہاں جانا چاہتے ہو تو تمہیں اسی شہر کی شمالی کارروان سرائے سے ایک قافلہ ملے گا"۔

عنبر شہر کی شمالی سرائے میں آ کر ٹھہر گیا۔ معلوم ہوا کہ صقلیہ جانے والا قافلہ اگلی رات جانے والا ہے۔ عنبر نے قافلہ سالار سے مل کر اسے رقم ادا کر دی اور سفر کے لیے ایک گھوڑا بھی خرید لیا۔

دوسرے روز یہ مختصر سا قافلہ شام ہوتے ہی صقلیہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ناگ اور ماریا کے ساتھ کیا گزری؟

ذرا ان کی بھی خبر لیتے ہیں۔

دونوں بہن بھائی سرائے کی تلاش میں پھرتے

پھراتے شہر سے باہر ایک باغ کے کنارے آ
گئے۔ یہاں ایک پرانی خانقاہ کی عمارت نظر آئی تو
دونوں اس کے قریب آ کر اسے غور سے دیکھنے
لگے۔ یہ کسی راہب کی بنائی ہوئی قدیم عمارت معلوم
ہوتی تھی۔

اب شکستہ ہوگئی تھی۔ گنبد کا پلستر جگہ جگہ سے اکھ گیا
تھا۔ دیواروں پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ خانقاہ کا
دروازہ ٹوٹ چکا تھا۔

وہ اندر داخل ہونے لگے تو دیکھا کہ خانقاہ کے
اندر اندھیرا ہے۔

ماریا نے کہا۔

''ہم ادھر کیا لینے آ گئے ہیں۔ بھلا اس خانقاہ میں
ہمیں رات بسر کرنے کو کہاں جگہ ملے گی؟''۔

ناگ بولا۔

''میرا دل کہتا ہے کہ یہاں کسی بڑی پراسرار ہستی
کا سایہ ہے''۔

''میں تو واپس جاتی ہوں۔ میرا دل گھبرا رہا ہے
یہاں پر''

ماریا زبردستی ناگ کو وہاں سے کھینچ کر واپس لے
گئی۔ اس باغ کے قریب ہی انہیں ایک سرائے میں
رات بسر کرنے کے لیے جگہ مل گئی۔

آدھی رات کو جانے ناگ کے دل میں کیا آئی کہ

اٹھ کر سرائے سے باہر آ گیا۔

ہر طرف موت کی سی خاموشی چھا ہوئی تھی۔ سارا قصبہ سو رہا تھا۔ کوٹھڑی سے ماریا کے ہلکے ہلکے خراٹے کی آواز آ رہی تھی۔

ناگ چپکے سے نکل کر اس باغ کی طرف چل پڑا جس کے اندر پرانی خانقاہ تھی۔ یہ پرانی خانقاہ کسی زمانے میں بت پرستوں کے ایک کاہن سمادھن کا ٹھکانہ تھی۔

وہ اس خانقاہ میں رہ کر بارہ برس تک کالے جادو کی ریاضت کرتا رہا تھا۔ جب وہ مر گیا تو اسے لوگوں نے اسی خانقاہ کے ایک تہہ خانے میں دفن کر دیا تھا۔

اس کی قبر خانقاہ کے نیچے تھی۔

اب بھی وہاں کے لوگوں میں یہ کہانی مشہور تھی کہ کبھی کبھی جب اندھیری راتوں میں ہر طرح خاموشی چھائی ہوتی ہے تو سمادھن کی روح اس خانقاہ کے باغ کے چکر لگایا کرتی ہے۔

یہی وجہ تھی کہ ادھر کسی کو آنے کی ہمت نہ ہوتی تھی اور یہ خانقاہ ویران پڑی تھی۔

ناگ کو اس طرف نہیں آنا چاہیے تھا، لیکن اس کا شوق اسے کھینچ کر لے آیا تھا کہ دیکھیں اس آسیبی جگہ پر کونسا بھید ہے۔

خانقاہ کے اندر اندھیرا تھا۔ ناگ آگے بڑھا تو

اسے ایک سوراخ میں سے ہلکی ہلکی روشنی آتی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے؟ معلوم کرنا چاہیے، چنانچہ اس نے سوراخ میں سے دوسری جانب دیکھا۔

کیا دیکھتا ہے کہ اندر دیوار کے ساتھ ایک مشعل جل رہی ہے اور نیچے سیڑھی جاتی ہے۔ اس کا دروازہ کدھر تھا؟

ناگ نے دیوار کو ٹھوکر ماری۔ ٹھوکر مارنا تھا کہ خانقاہ میں کسی جانور کی ڈراؤنی آواز گونجی اور اس کے ساتھ ہی دیوار اوپر اٹھ گئی۔

اس کے سامنے سیڑھیاں تھیں۔ ناگ

سیڑھیاں اتر گیا۔ ابھی وہ چوتھی سیڑھی پر تھا کہ اچانک اس کے پیچھے دیوار پھر سے اپنی اصل جگہ پر آ گئی اور واپس جانے کا راستہ بند ہو گیا۔

اس نے اوپر آ کر دیوار کو زور زور سے ہلانے کی کوشش کی۔ اسے ٹھوکریں بھی ماریں مگر دیوار تو جیسے پتھر بن چکی تھی۔

ناگ نے محسوس کیا کہ اس سے بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ خانقاہ میں نہیں آنا چاہیے تھا۔ وہ سیڑھیاں اتر گیا۔ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی چھت سے جالے لٹک رہے تھے۔

دیوار پر ایک جانب تیل کا چراغ روشن تھا جس کی

www.urduresala.com

جیسی روشنی میں سے دیوار سے لگا الو کا سر نظر آیا۔ فرش کے بیچ میں ایک قبر بنی تھی جس پر ایک چوڑی سل پڑی تھی۔

ناگ پریشان ہو کر وہاں سے فرار ہونے کی راہ تلاش کرنے لگا، لیکن وہاں تو ایک سوراخ تک نہیں تھا۔

جس سوراخ میں سے اس نے روشنی دیکھی تھی، اب وہ بھی بند ہو چکا تھا۔ تھک ہار کر ناگ قبر کے سامنے زمین پر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اسے ماریا کا خیال آیا کہ جب وہ بیدار ہو گی اور اسے معلوم ہو گا کہ میں غائب ہوں تو وہ کس قدر

پریشان ہو گی۔

وہ ضرور مجھے تلاش کرے گی۔ اسے کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ میں اس خانقاہ کے تہ خانے میں کسی نہ معلوم قوت کی وجہ سے قید کر دیا گیا ہوں۔

یہاں سے تو ساری زندگی مجھے رہائی نہیں مل سکتی اور نہ کوئی میری آواز ہی سن سکتا ہے۔ خدا جانے یہ کس بھوت کی رہائش گاہ ہے، ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔

باہر آسمان پر ستاروں نے جھلملانا شروع کر دیا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ کیوں نہ وہ سانپ بن کر کسی سوراخ کو تلاش کرے۔

شاید اسے سانپ کی شکل میں کوئی ایسی جگہ مل جائے جہاں سے وہ رینگ کر وہ اس موت کی خانقاہ سے چھٹکارا حاصل کر سکے۔

ناگ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کیں۔ سانس لے کر ہلکی سی پھنکار ماری اور دوسرے لمحے وہ سبز رنگ کا چھوٹا سا سانپ بن کر زمین پر رینگ رہا تھا۔

اس چھوٹے سے کمرے میں اس نے رینگ کر سارے کونے کھدرے، دیواریں اور چھت کو دیکھ ڈالا تھا۔

قبر کے چبوترے کے ساتھ ساتھ بھی دیکھا، لیکن

وہاں تو کسی جگہ کوئی چھوٹا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ پھر یہ دیا کس نے جلا رکھا تھا؟

ظاہر ہے کوئی شخص یہاں آیا ہے جس نے دیا جلایا۔ پھر دیوار کس نے اس کے پیچھے گرائی تھی؟ ضرور کوئی یہاں رہتا ہے۔

خواہ وہ انسان ہو یا جن یا کوئی چڑیل۔ ناگ ان سب کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔

اچانک اس نے دیکھا کہ ایک جگہ سے دیوار میں شگاف نمودار ہوا۔ ناگ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ لپک کر اس شگاف سے باہر ہو گیا۔

باہر خانقاہ کی دیوار کی جھاڑیاں تھیں، وہ جھاڑیوں

میں بڑی تیزی سے رینگتا ہوا باغ سے باہر آ گیا۔
باہر آتے ہی وہ انسان کی شکل میں آ کر سیدھا اپنی
سرائے کی طرف بھاگا۔

ماریا جاگ رہی تھی اور پریشان تھی کہ ناگ کہاں
چلا گیا؟ ناگ نے ماریا کو سارا واقعہ سنایا تو وہ ہنس
پڑی۔

''معلوم ہوتا ہے، اب تم وہم بھی کرنے لگے
ہو۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دیوار بند ہو جائے اور پھر
اس میں خود بخود شگاف پڑ جائے؟ ضرور تم نے چلتے
پھرتے کوئی خواب دیکھا ہے''۔

رات انہی باتوں میں گذر گئی۔ دن چڑھ آیا۔

ناگ ماریا کو لے کر اس خانقاہ میں گیا۔ کوٹھڑی
میں وہی ویرانی تھی۔ چھت سے جالے لٹک رہے تھے
اور وہاں دیوار میں کوئی سوراخ ایسا نہ تھا جہاں سے
روشنی نکل رہی ہو۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

''دیکھا! میں نہ کہتی تھی کہ تم نے ضرور کوئی خواب
دیکھا ہے۔ اب بتاؤ وہ سوراخ کہاں ہے جس میں
سے تم نے مشعل جلتی دیکھی تھی۔ چلو اب واپس چلتے
ہیں اور عنبر کی تلاش میں اگلے شہر کو روانہ ہوتے ہیں''۔

وہ سرائے میں آئے تو معلوم ہوا کہ اگلے شہر کو
جانے والا قافلہ دو روز کے بعد روانہ ہو گا۔ اس کا

مطلب یہ تھا کہ ابھی انہیں مزید دو روز وہاں ٹھہرنا تھا۔

ماریا نے کہا۔

''ناگ! ہم کہیں اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں تو نہیں مار رہے؟ مطلب ہے، کیا ہم عنبر کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے؟''۔

ناگ بولا۔

''ظاہر ہے، حکیم مہدوی نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ عنبر اس سے مل کر ہسپانیہ کی جانب گیا تھا۔ وہ اسی ملک میں ہوگا اور ہم اسے ایک نہ ایک دن ضرور تلاش کرلیں گے''۔

اسی روز شام کو بھی گرمی تھی۔ فضا میں حبس تھا اور

ہوا بھی بند تھی۔ ناگ کسی کام سے شہر گیا ہوا تھا۔ سرائے میں ماریا اکیلی بیٹھی تھی۔

اسے گرمی لگی اور وہ اٹھ کر باہر آ گئی۔ شہر میں بھی حبس تھا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ اس پرانے باغ کی جانب آ گئی جہاں آسیبی خانقاہ تھی۔

یہاں کچھ خنکی تھی اور پھولوں کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ ماریا کو یاد ہی نہ رہا کہ یہ جگہ آسیب زدہ ہے اور اسے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا۔

وہ یہ بھی بھول گئی کہ ابھی کل رات ناگ کو یہاں ایک حادثہ پیش آ چکا ہے۔ اس پر جیسے کسی نے جادو کر دیا تھا اور وہ سیدھی باغ میں سے گزر کر خانقاہ کے اندر

چلی گئی۔

اندھیرے میں اسے ایک سوراخ دکھائی دیا جس کے اندر سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی ماریا نے بے اختیار جا کر اس کے ساتھ آنکھ لگا دی ایک دم سے دیوار اٹھ گئی۔

نیچے سیڑھیاں تھیں۔ سامنے دیوار پر مشعل جل رہی تھی۔ ماریا سیڑھیاں اترنے لگی۔ پیچھے دیوار اپنے آپ گر گئی۔ واپس جانے کا راستہ بند ہو گیا۔

ماریا کے ساتھ بھی وہی کچھ ہوا جو ناگ کے ساتھ ہوا تھا۔ تہہ خانے میں پہنچ کر اس نے ایک چھوٹی سی کوٹھڑی دیکھی۔ دیوار میں دیا جل رہا تھا۔

درمیان میں فرش پر جادوگر سادھن کی بر تھی۔ یہ قبر ہزار سال پرانی تھی۔ اس کے اوپر پتھر کی ایک سل پڑی تھی۔ ماریا نے پتھر کی سل کو جھک کر دیکھا یکلخت وہاں کسی جانور کی تیز چیخ بلند ہوئی جو الو سے ملتی جلتی تھی۔

ماریا ڈر کر پیچھے ہٹی۔ اب اسے ہوش آیا کہ وہ خطرے میں پھنس گئی ہے۔ بھاگی واپس مگر سیڑھیوں کے اوپر دیوار بند تھی۔

باہر جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ یہاں وہاں ٹکریں مارنے لگی۔ آوازیں دینے لگی۔ سارا کچھ اس کی سمجھ میں آ گیا کہ وہ کسی جادو کے اثر سے وہاں تک آ گئی

تھی اور اب کسی کے بچھائے ہوئے جال میں پھنس گئی
تھی۔

کوٹھڑی میں آ کر قبر کے ارد گرد چکر لگا کر
دیواروں کو ٹٹولنے لگی کہ شاید وہاں سے فرار کا کوئی
راستہ نکل آئے۔ دیواریں سخت پتھر کی تھیں۔

دیے کی روشنی میں بڑا بھیانک منظر پیش کر رہی
تھیں۔ تھک ہار کر دیوار سے لگ کر بیٹھ گئی اور اپنی
قسمت پر آنسو بہانے لگی۔

ناگ شہر سے واپس آ کر اسے کہاں کہاں تلاش
نہیں کرے گا؟

اس کا کیا حال ہوگا؟ شاید وہ اس خانقاہ کی طرف

آ جائے اور اسے کسی طرح باہر نکال دے۔ یہی سوچ
سوچ کر پریشان ہوتی رہی۔

اب کیا ہوا کہ اسے محسوس ہوا کہ قبر کی سل اپنی جگہ
سے کھسک رہی ہے۔ اس کی آواز ایسی تھی جیسے کوئی
فرش پر چکی کا پاٹ گھسیٹ رہا ہو۔

ماریا چوکنی ہو کر بیٹھ گئی۔ ایک خیال اسے حوصلہ
دے رہا تھا کہ جو کوئی بھی آسیب یا جن ظاہر ہوگا، وہ
شاید اسے نہ دیکھ سکے گا اور وہ بچ جائے گی۔

آہ یہ اس کا وہم تھا۔ قب کی سل پرے ہٹ گئی اور
پھر اس میں سے ایک ہڈیوں کا ڈھانچہ ہاتھ باہر نکلا۔
پھر دوسرا ہاتھ باہر نکلا۔

دونوں ہڈیوں والے ہاتھوں نے قبر کے کنارے پکڑ لیے اور پھر ایک کھوپڑی نمودار ہوئی۔

اس کھوپڑی میں آنکھوں کی جگہ دو سوراخ تھے جس میں سے روشنی نکل رہی تھی۔ ماریا کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

وہ ڈر کر دوسرے کونے کی طرف بھاگ گئی۔

پھر قبر میں سے مردے کا ہاتھ باہر نکلا اور وہ لمبا ہوتا چلا گیا۔ اتنا لمبا کہ جہاں ماریا کھڑی تھی۔ وہاں پہنچ گیا۔ وہ بھاگ کر دوسری طرف چلی گئی۔

ہڈیوں والا ہاتھ وہاں پہنچ گیا۔ کھوپڑی کی روشن آنکھیں جیسے ماریا کو گھور رہی تھیں۔ آخر مردے کے

ہاتھ نے ماریا کو بازو سے پکڑ لیا۔ ماریا چیخ مار کر بھاگی لیکن اسے ایسا لگا جیسے مردے کے ہاتھ کی ہڈیوں نے اسے شکنجے کی طرح جکڑ لیا ہے۔ وہ وہیں جم کر رہ گئی۔

کھوپڑی نے ایک قہقہہ لگایا اور آواز آئی۔

میں تمہیں دیکھ رہا ہوں ماریا! میرا نام سماڈھن جادوگر ہے۔ میں ایک ہزار سال سے اس قبر میں پڑا تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔

کل تمہارا بھائی یہاں آ گیا تھا۔ اسے میں نے کچھ نہیں کہا۔ اسے باہر نکلنے کا موقع دیا۔ وہ بھاگ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تم سے یہاں کا ذکر کرے گا اور تم ضرور آؤ گی۔

دیوتا آتش کی قسم! میری خواہش ایک ہزار سال بعد پوری ہوئی۔ اب تم میرے قبضے میں ہو اور میں تم سے دوبارہ زندگی حاصل کروں گا۔

ماریا کا رنگ اڑ گیا تھا اور دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ مردے نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور قبر سے باہر نکل کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

وہ سر سے پاؤں تک ہڈیاں ہی ہڈیاں تھیں جو ل کھڑا رہی تھیں اور دیئے کی روشنی میں ان کا سایہ دیوار پر بھیانک منظر پیش کر رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

''سمادھن! مجھے معاف کر دو اور اپنے بھائی کے

پاس جانے دو۔ وہ میرے بعد پریشان ہو گا''۔

ہڈیوں کا ڈھانچہ لرزا۔ کھوپڑی نے قہقہہ لگایا اور بولی۔

''میں جانتا ہوں، وہ ایک سانپ تھا جو ایک ہزار سال زندہ رہنے کے بعد آدمی کی شکل میں ظاہر ہو گیا ہے اور وہ جو چاہے شکل اختیار کر سکتا ہے مگر اب اسے تمہارے بغیر ہی رہنا ہو گا۔ میں تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت نہیں دے سکتا''۔

ماریا بولی۔

''ناگ کو پتا چل گیا تو وہ یہاں آ کر تمہیں پھر سے ہلاک کر دے گا''۔

سماد حسن نے کہا۔

"احمق عورت! وہ ایک مرے ہوئے کو کیا مار سکے گا۔ اور اب وہ اس خانقاہ کے تہہ خانے میں کبھی داخل نہیں ہو سکے گا"۔

ماریا نے کہا۔

"تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے"۔

سماد حسن بولا۔

"میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ صرف تمہیں سات سمندر پار ایک نئی دنیا میں لے جاؤں گا۔ وہاں ایک جھیل کے بیچ میں ایک پرانا قلعہ ہے۔ تم اس قلعے کے تہہ خانے میں زندگی کے باقی دن سو کر بسر کرو گی"۔

www.urdurasala.com

"سو کر بسر کروں گی!"

ماریا نے دہشت سے چیخ کر کہا۔

ہاں! کیونکہ جب تک میں زندہ رہوں گا تو سوئی رہو گی۔ میں تم سے زندگی حاصل کروں گا۔ میں تمہیں مار بھی سکتا تھا مگر ایسا نہیں کروں گا۔

مجھے اس دنیا میں ایک بہت بڑا کام کرنا ہو گا جو میری زندگی میں ادھورا رہ گیا تھا اور دیوتاؤں نے مجھے ہلاک کر کے اس تہہ خانے میں پھینک دیا تھا اور کہا تھا کہ ایک ہزار سال تک تم اسی قبر میں پڑے رہو گے۔

یہاں تک کہ ایک ایسی عورت تمہاری قبر پر آئے گی جو سب کو دیکھ سکے گی مگر جسے کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ تم

اس عورت کے سر کے بال کاٹ کر دریا میں پھینک دو گے، اس کے ساتھ ہی تم پھر سے جیتے جاگتے انسان بن جاؤ گے۔

ہاں وہ عورت بے ہوش ہو جائے گی اور جب تک اس کے سر کے بال پھر سے اگ کر لمبے نہیں ہوں گے ، وہ بے ہوش رہے گی۔

تمہیں پھر آ کر اس کے سر کے بال کاٹ دینے ہوں گے۔ نہیں تو وہ بیدار ہو جائے اور اس کے جاگتے ہی تم مر جاؤ گے اور پھر سے ہڈیوں کا ڈھانچہ بن جاؤ گے۔

ہاہاہاہا! دیوتاؤں کا کہنا درست ثابت ہوا۔ ایک

ہزار سال کے بعد تم میرے پاس آ گئیں۔ اب میں تمہیں سات سمندر پار نئی دنیا کی جھیل کے قلعے میں لے جاؤں گا۔

جہاں میں تمہارے بال کاٹ کر پھر سے جیتا جاگتا انسان بن کر اس دنیا میں واپس آ جاؤں گا۔

ماریا اس خوفناک جادوگر سمادھن کی لاش کی باتیں سن کر سہم گئی تھی۔ کوئی فرار کا راستہ نہیں تھا۔ اس نے اسے دیکھ بھی لیا تھا۔

پھر بھی ماریا نے آگے بڑھ کر زور سے ہڈیوں کے ڈھانچہ کو ٹکر ماری۔ ڈھانچے کو کچھ بھی نہ ہوا۔ سمادھن کے ڈھانچے نے ماریا کو دونوں بازوؤں کی

ہڈیوں میں جکڑ لیا اور پھر جیسے ماریا پر غشی طاری ہو گئی۔

جب اسے ہوش آیا تو وہ سات سمندر پار نئی دنیا کی جھیل والے قلعے کے تہہ خانے میں تھی۔ اس کی چھت اونچی تھی اور فرش پر تخت بچھا تھا جس کے قالین پر ماریا لیٹی تھی۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر اٹھ نہ سکی۔ اس کی آنکھیں کھلی تھیں اور وہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ اس کے سرہانے کی طرف بیٹھا اس کے بال کاٹ رہا تھا

ماریا کو کوئی تکلیف نہیں ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ بد بخت اس کے سارے بال کاٹ ڈالے گا اور

جب بال پھر سے اگ کر لمبے نہیں ہوں گے، وہ اس تہہ خانے کے تخت پر بے ہوش پڑی رہے گی۔

ماریا نے کئی بار ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کی مگر اس پر گویا جادو کر دیا گیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہل سکتی تھی۔ جادوگر کی کھوپڑی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

تم میرے سب سے زیادہ خطرناک جادوگر کی گرفت میں ہو۔ میں تمہیں ہسپانیہ کی قدیم خانقاہ سے اڑا کر ایک پل میں یہاں لے آیا ہوں۔

میں نے تمہارے آدھے بال کاٹ لئے ہیں۔ جب پورے بال کٹ جائیں گے تو تم بے ہوش ہو جاؤ گی اور اس وقت تک بے ہوش رہو گی جب تک

کہ تمہارے بال دوبارہ اگ کر پھر اتنے لمبے نہیں ہو جاتے۔

لیکن اس سے پہلے کہ تمہارے بال لمبے ہوں، میں پھر آؤں گا اور تمہارے بال کاٹ کر تمہیں بے ہوش کر جاؤں گا۔ اب میری زندگی تمہارے بالوں میں ہوگی۔

میں جب تک تمہارے بال کاٹتا رہوں گا، زندہ رہوں گا۔

ماریا نے بولنا چاہا مگر اس کے ہونٹ جیسے پتھر کے ہو گئے تھے۔ وہ اپنی جگہ سے بالکل نہ ہل سکے۔ جوں جوں ہاں کہتے جا رہے تھے، اس کی بے ہوشی زیادہ

ہوتی جا رہی تھی۔

آخر سمادھن ماریا کے سارے بال کاٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ جونہی سارے بال ماریا کے سر سے الگ ہوئے جادوگر سمادھن ہڈیوں کے ڈھانچے سے ایک دم سے جیتا جاگتا گوشت پوست کا انسان بن گیا۔

وہ نیلے رنگ کے ڈھیلے ڈھالے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ سر پر پگڑی تھی اور سیاہ رنگ کی بھاری بھاری ڈاڑھی، گول گول بارعب چہرے پر بڑی سج رہی تھی۔

سمادھن نے ماریا کے بالوں کا گچھا جیب میں رکھا۔ بے ہوش ماریا پر ایک نیلے رنگ کی چادر

ڈالی اور تہہ خانے سے نکل کر اوپر قلعے میں آ گیا۔

قلعے کے دروازے سے باہر آ کر اس نے نئی دنیا کے نیلے خوبصورت آسمان تلے اطمینان کا ایک گہرا سانس لیا۔

دنیا کو ایک ہزار سال بعد دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ آ گئی۔ رونق آ گئی۔ دنیا کتنی حسین تھی۔ اس نے ماریا کے بالوں کا گچھا جھیل میں پھینک دیا۔

قلعے کے پچھواڑے آ کر ایک پرانی سے کشتی میں بیٹھ کر جھیل پار کی اور جنگل میں غائب ہو گیا۔ یہ جنگل جادوگر سمادھن کو ایک کچی سڑک پر لے آیا جو دو

پہاڑوں کے بیچ میں سے گزر رہی تھی۔

یہاں وہ دور تک پیدل چلتا گیا۔ پھر اس نے دور سے دھول اڑتی دیکھی۔ اس نے زمانے میں نئی دنیا یعنی آج کا امریکہ دریافت ہوئے پچاس ساٹھ سال بیت چکے تھے اور اسے عربوں نے دریافت کیا تھا۔ یہ نئی دنیا جہاں جادوگر سمادھن کا قلعہ تھا، عرب مسلمانوں کا دریافت کیا ہوا امریکہ ہی تھا مگر آج سے پانچ چھ سو برس پہلے کا امریکہ۔ جب وہاں ابھی تہذیب اپنے پہلے پہلے دور میں تھی اور ریڈ انڈین باہر سے آنے والوں کو ہلاک کر دیا کرتے تھے۔ سمادھن نے دیکھا کہ چند گھوڑ اسوار اس کی طرف بڑھے چلے آ رہے تھے۔

یہ ساراواقعہ ایک آدھ گھنٹے میں ہی ہوگیا۔

یعنی ماریا کا سرائے سے نکل کر پرانی خانقاہ والے باغ میں جانا۔ پھر جادو کے اثر سے تہہ خانے میں اتر کر سمادھن کے قبضے میں آ جانا۔

سمادھن کا اسے ہسپانیہ سے لے کر نئی دنیا میں پہنچ کر قلعے میں بند کرنا۔ اس کے بال کاٹ کر پھر سے زندہ ہو جانا اور ماریا کو تہہ خانے میں بے ہوش کر کے اس پر نیلی چادر ڈال کر قلعے سے باہر جانا۔

یہ سب کچھ آدھ گھنٹے کے اندر اندر ہو گیا تھا، چنانچہ جب ناگ نے شہر سے واپس آ کر دیکھا کہ ماریا غائب ہے تو وہ پریشان ہو گیا۔

اس نے سرائے کی کوٹھڑی میں اسے آوازیں دے دے کر بلایا۔ پھر سرائے سے باہر نکل کر ادھر ادھر تلاش کیا۔

سب سے بڑی رکاوٹ یہ تھی کہ ماریا ناگ کو نظر نہیں آ سکتی تھی۔ وہ اسے آوازیں ہی دے سکتا تھا یا ماریا خود اس کو دیکھ کر آ جائے۔

پرانے باغ میں جا کر بھی ناگ نے ماریا کو پکارا کہ شاید وہ ادھر نہ آ گئی ہو۔ پرانی خانقاہ میں بھی وہ

گیا۔

وہاں بھی ماریا کہیں نہیں تھی۔ ناگ پریشانی کی حالت میں سرائے میں واپس آیا اور سوچنے لگا، اسے کہاں تلاش کیا جائے! عنبر پہلے جدا ہو گیا تھا۔ اب ماریا بھی گم ہو گئی اتنا اسے معلوم تھا کہ ماریا جہاں بھی ہو گی، اپنی حفاظت کر سکے گی، لیکن وہ کسی مصیبت میں بھی پھنس سکتی تھی۔

شام تک عنبر شہر میں ادھر ادھر گھومتا پھرتا۔ اب وہ کہاں جائے؟ کدھر جائے؟ کیا کرے اور کیا نہ کرے؟۔

یہی سوال تھے جو اس کے سامنے تھے اور جن کا

اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس نے سوچا، کیوں نہ غرناطہ کی طرف چلا جائے؟

ہو سکتا ہے، وہاں سے ماریا کا کوئی سراغ مل سکے، کیونکہ وہ بڑا شہر تھا۔ ناگ نے عیسائی سوداگروں کا لباس بدلا۔

ایک گھوڑا خریدا اور ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو کر غرناطہ کی طرف چل دیا۔

ٹھیک اس وقت عنبر بھی صقلیہ پہنچ چکا تھا۔

یہاں اسے ایک اور خطرہ بھی تھا کہ یہاں سے وہ غرناطہ کے بادشاہ کے سپاہیوں بلکہ ایک کمانڈر کو بھی ہلاک کر کے فرار ہو گیا تھا۔

اگر کسی نے اسے پہچان لیا تو وہ اسے پکڑ کر جیل میں ڈال دیں گے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ اسے قتل نہ کر سکیں گے مگر جیل میں ڈال کر اس کا قیمتی وقت ضائع کر دیں گے اور پھر ناگ اور ماریا کو تلاش نہ کر سکے گا۔ صقلیہ میں اس کا جاننے والا کوئی نہیں تھا۔ اسے اگر ڈر تھا تو صرف ڈان کارلو کا تھا، کیونکہ وہ شخص عنبر کو بڑی اچھی طرح سے پہچانتا تھا۔

اسی نے اسے پکڑ کر بادشاہ کے دربار میں پیش کیا تھا اور عدنان کے ساتھ اسے بھی پھانسی کی سزا دلوائی تھی۔ پھر یہ سوچ کر عنبر بے فکر ہو گیا کہ وہ کم بخت غرناطہ سے اتنی دور صقلیہ میں کیا کرنے آئے گا۔

عنبر نے مختلف سراؤں میں ناگ اور ماریا کو تلاش کرنے کی کوشش شروع کر دی۔ جہاں جہاں کوئی قافلہ سفر کے لیے تیار تھا یا سفر کر کے ابھی آیا تھا۔ عنبر بھی وہاں گیا۔

ایک ایک مسافر کو غور سے دیکھا کہ شاید ان میں کہیں ناگ بھی ہو۔ اسے کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ آخر رات ہو گئی۔

شہر میں چراغ روشن ہو گئے۔ عنبر نے سوچا کسی سرائے میں چل کر رات بسر کرنی چاہیے اور پھر دوسرے دن شہر سے باہر دیہات میں ناگ کو تلاش کرنے کی مہم شروع کرنی چاہیے۔

وہ سرائے میں آ گیا۔ یہ کوئی بڑی پرانی سرائے تھی جس کے اونچے خرابی دروازے کو پھولوں کی بیل نے ڈھانپ رکھا تھا۔

دونوں جانب ایک ایک مشعل روشن تھی۔ عنبر اس سرائے میں اتر گیا۔ ابھی وہ اپنے بستر پر لیٹا ہی تھا کہ اسے دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔

"کون ہے؟"۔

عنبر نے پوچھا۔

باہر سے آواز آئی

"بیٹا دروازہ کھولو۔ میں تم سے ایک ضروری بات کرنا چاہتا ہوں"۔

جزیرے سے فرار (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 53) 238

اس وقت یہ کون بزرگ تشریف لے آئے؟ عنبر نے سوچا اور اٹھ کر کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ سامنے ایک لمبی سفید ڈاڑھی والا شخص تھا۔

جس کے چہرے پر چمک تھی اور سر پر سیاہ رنگ کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ اس کے گلے میں صلیب لٹک رہی تھی۔

وہ مسکرایا اور بولا۔

"تمہارا نام عنبر ہے نا؟"۔

"جی ہاں"۔ عنبر نے حیرانی سے کہا۔

"آپ کو میرے نام کا کیسے علم ہوا؟ میں نے تو آپ کو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

"کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ یہ ساری باتیں میں اندر آ کر تمہیں بتاؤں گا"۔

"تشریف لائیے"۔

عیسائی بزرگ کوٹھڑی میں آ کر قالین پر بیٹھ گیا اور جیب سے تسبیح نکال کر بولا۔

بیٹا میں ایک پرہیز گار عابد انسان ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بے حد محبت کرتا ہوں۔ میں علم نجوم بھی جانتا ہوں۔

میں اس شہر کی سب سے پرانی خانقاہ میں رہتا ہوں۔ میں نے اپنے علم کے زور سے تمہارا نام معلوم کر لیا تھا اور مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ تم وہ شخص ہو

جس پر کسی دعا یا بد دعا کی وجہ سے موت کو حرام کر دیا گیا ہے اور تم ہزاروں سال سے زندہ ہو۔

عنبر تو دنگ رہ گیا۔ بزرگ ایک ایک بات صحیح بیان کر رہے تھے۔ اس نے بزرگ کا ہاتھ لے کر چوم لیا۔

بزرگ نے کہا۔

"بیٹا! ہاتھ تو تمہارے چومنے چاہئیں کہ تم نے ہمارے بزرگوں کے بزرگوں اور ہمارے آقا اور پیارے نبی یسوع مسیح السلام کا زمانہ دیکھا ہے۔ بلکہ ہو سکتا ہے، ان کی بھی زیارت کی ہو"۔

اور اس کے ساتھ ہی بزرگ نے عنبر کا ہاتھ اپنے

ہاتھوں میں لے ک چوم لیا۔

عنبر نے کہا۔

محترم بزرگ! میں اسے اپنی بدنصیبی سمجھتا ہوں کہ مجھے حضرت یسوع مسیح علیہ السلام کی زیارت نصیب نہ ہو سکی، لیکن میں نے ان کے قریب رہنے والے خوش نصیب حواریوں کی زیارت ضرور کی ہے۔

ان کے چہروں پر خدا کا نور تھا اور وہ زمین پر خوشبو اور بادل بن کر چلتے تھے اور دوسروں کے لیے رحمت ہی رحمت تھے۔

"خدا تمہارا ایمان سلامت رکھے بیٹا! یہ میری زندگی کا خوش قسمت ترین دن ہے کہ مجھے تمہاری

زیارت نصیب ہوئی"۔

عنبر نے کہا

محترم بزرگ! اگر آپ کو میرے بارے میں اتنا کچھ معلوم ہو گیا ہے تو ضرور یہ بھی معلوم ہو چکا ہو گا کہ میں اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کی تلاش میں ہوں۔

کیا آپ اپنے علم کے زور سے بتا سکتے ہیں کہ وہ دونوں اس وقت کہاں ہیں؟۔

بزرگ نے کہا۔

"میرے عزیز! غیب کا علم صرف خداوند تعالیٰ ہی کو ہے کوئی انسان اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ ہاں اللہ

کے دیئے ہوئے علم کی مدد سے کچھ اندازہ ضرور لگا سکتا ہے اور وہ اندازہ میں لگا کر تمہیں بتا سکتا ہوں۔"

"ضرور اندازہ لگا کر بتائیے۔ میں آپ کا بے حد ممنون ہوں گا"۔

بزرگ نے جیب سے ہاتھی دانت کے کچھ دانے نکال کر انہیں قالین پر پھینکا۔ پھر ایک ایک کر کے انہیں اٹھا کر غور سے دیکھا اور سیٹ پر ایک چوکور خاکہ بنایا۔

اس خاکے میں عبرانی زبان میں کچھ تحریر لکھی اور کچھ دیر غور کرنے کے بعد کہا۔

"عنبر بیٹا! تمہارا بھائی ناگ، میرا علم بتاتا ہے کہ

اسی ملک میں کسی جگہ تمہاری تلاش میں پھر رہا ہے"۔

عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"وہ کہاں، کس شہر میں ہے؟"۔

بزرگ ایک بار پھر سلیٹ پر بنائے ہوئے خاکے میں گم ہو گیا۔ کافی دیر غور فکر کے بعد اس نے سر اٹھا کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا۔

میرا حساب کہتا ہے کہ وہ اس وقت ایک قافلے کے ساتھ ہے۔ گھوڑے پر سوار ہے اور غرناطہ شہر کی طرف یہ قافلہ چلا آ رہا ہے۔

بس اس سے زیادہ مجھے میرا حساب کچھ نہیں بتا رہا۔

"کیا وہ غرناطہ پہنچ کر مجھے مل سکے گا"۔

بزرگ ہنس پڑے۔

"بیٹا! اس سے ملنا تو اب تمہارا کام ہے۔ تم آج ہی کسی قافلے کے ساتھ مل کر غرناطہ پہنچ جاؤ۔ کیونکہ میرا حساب بتاتا ہے کہ جب ستارہ زحل اپنے مقام پر آئے گا تو وہ قافلہ غرناطہ کی سرائے میں پہنچ چکا ہوگا"۔

عنبر نے بزرگ کا ہاتھ تھام کر کہا۔

"میں بے حد شکر گزار ہوں محترم بزرگ آپ کا۔۔۔ اب آپ اسی خاکے میں حساب لگا کر یہ بتائیے کہ میری بہن ماریا کہاں ہے؟"۔

بزرگ ایک بار پھر غور و فکر میں ڈوب گئے۔ وہ بار بار اپنی خوبصورت سفید ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرتے اور گہرا سانس لے کر پھر سوچنا شروع کر دیتے۔ کافی دیر بعد انہوں نے سلیٹ قالین پر رکھ دی اور کہا۔

"عنبر بیٹا! یہ لڑکی ماریا تو عجیب لڑکی ہے۔ پہلے تو مجھے کہیں نظر ہی نہیں آتی تھی۔ اب نظر آئی ہے تو میں اسے بے ہوش پڑی دیکھ رہا ہوں"۔

عنبر دھک سے رہ گیا۔ بے تابی سے بولا۔

"وہ کہاں بے ہوش پڑی ہے جناب؟"۔

بزرگ انسان نے کہا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ کیا وہ غائب رہتی ہے؟"۔

عنبر نے کہا

جی ہاں! اس قدیم زمانے میں کسی دیوتا نے اپنے اثر میں لے کر حکم دے رہا تھا کہ اب وہ کسی کو نظر نہ آ سکے گی۔

چنانچہ وہ بھی میرے ساتھ سفر کر رہی ہے اور کسی کو دکھائی نہیں دیتی اچھا آپ فرمائیں کہ ماریا کس مقام پر ہے؟۔

بزرگ نے فرمایا۔

بیٹا! میں ایک دنیا دیکھ رہا ہوں سات سمندروں پار ایک نئی دنیا۔ اس دنیا میں ایک شہر ہے۔ شہر سے باہر ایک جھیل ہے اور جھیل کے اندر ایک قلعہ ہے۔

اس قلعے میں ماریا بے ہوش پڑی ہے۔ اس سے زیادہ نہ تمہیں کچھ بتا سکتا ہوں اور نہ مجھے کچھ علم ہی ہے۔

عنبر نے پوچھا۔

''یہ نئی زمین وہ تو نہیں جسے عرب مسلمانوں کے ایک جہاز نے دریافت کیا ہے؟''۔

''ہاں وہی نئی دنیا''۔

عنبر نے کہا۔

''آپ کا بہت بہت شکریہ جناب والا! میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھلا سکوں گا۔ اگر کبھی ممکن ہوا تو آپ کے ضرور کسی نہ کسی کام آؤں گا۔ اس

وقت بتایئے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''۔

بزرگ انسان نے عنبر کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''صرف ان ہاتھوں کو چومنے کی ایک بار پھر اجازت دے دو، کیونکہ تم نے بڑی مقدس آسمانی ہستیوں کو یروشلم اور مکہ شریف کی گلیوں میں گزرتے دیکھا ہے۔

اور وہ بزرگ عنبر کا ہاتھ چوم کر باہر نکل گیا۔

عنبر نے ان کے جانے کے بعد محسوس کیا کہ وہ انہیں سلام نہیں کر سکا۔ وہ اٹھ کر کوٹھڑی سے باہر آیا، مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

اس نے ڈیوڑھی میں پہرہ دیتے چوکیدار سے

پوچھا کہ اس نے ابھی یہاں سے کسی بزرگ کو گزرتے دیکھا؟

چوکیدار نے ہنس کر کہا۔

''میاں! میں شام سے اس جگہ بیٹھا ہوں۔ یہاں سے تو کوئی چڑیا بھی پر مار کر نہیں گزری۔ تم کس بزرگ کی باکر رہے ہو؟''۔

عنبر بڑا حیران ہوا کہ وہ بزرگ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے؟۔

اس نے سرائے کے باہر بھی جا کر دیکھا، لیکن وہاں کوئی ہوتا تو نظر آتا۔ چاروں طرف رات کی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔

عنبر سمجھ گیا کہ اس بزرگ کو خدا نے اس کی رہنمائی کے لیے بھیجا تھا، کیونکہ اگر بزرگ اسے نہ بتاتے کہ ماریا نئی دنیا کے ایک ایسے شہر میں ہے جہاں ایک جھیل میں پرانا قلعہ ہے تو اسے ساری زندگی ماریا کے بارے میں علم نہ ہو سکتا تھا۔

اسی طرح وہ ناگ کو بھی تلاش نہ کر سکتا تھا۔ اچھا تو اب اسے غرناطہ کی طرف روانہ ہونا چاہیے، کیونکہ بزرگ کے ارشاد کے مطابق ناگ اس وقت قافلے کے ساتھ سفر کر رہا ہے اور غرناطہ پہنچنے والا ہے۔

اگر چہ غرناطہ جانا خواہ مخواہ کی مصیبت کو مول لینا تھا، مگر وہاں ناگ آ رہا تھا اور عنبر ہسپانیہ آیا ہی ناگ کی

تلاش میں تھا۔

صقلیہ میں کوئی بھی قافلہ غرناطہ نہیں جا رہا تھا۔ بڑی کوشش کے بعد عنبر ایک سوداگر کا پتا چلانے میں کامیاب ہو گیا جس کا ایک اپنا کارروان قیمتی سامان لے کر غرناطہ جا رہا تھا۔

عنبر نے سوداگر کو کسی نہ کسی طرح منا لیا کہ اسے بھی ساتھ لیتا جائے، چنانچہ ایک شام وہ سوداگر کے قافلے میں شریک ہو کر غرناطہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

صقلیہ سے غرناطہ چار دن اور تین راتوں کے فاصلے پر تھا یہ راستہ گھوڑوں اور اونٹوں پر بڑے سکون سے گزر گیا۔

کارروان غرناطہ میں سواگر کی بہت بڑی حویلی میں جا اترا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ غرناطہ کے بازاروں میں خوب رونق تھی۔

ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مشغول تھا۔ عنبر نے سوداگر سے پوچھا کہ جنوبی علاقے سے آنے والے قافلے کونسی کارروان سرائے میں اترا کرتے ہیں۔

سوداگر نے اسے بتایا کہ جنوبی شہروں سے آنے والے قافلے غرناطہ شہر کی سب سے پرانی سرائے میں اترتے ہیں۔

عنبر اس سرائے کی طرف چل پڑا۔ یہ سرائے شہر کے ایک باغ میں بنی ہوئی تھی۔ لکڑی کی چوکور میزوں

کے گرد مسافر اور سوداگر بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ عنبر نے جا کر معلوم کیا کہ باہر سے کوئی نیا قافلہ آیا ہے؟۔

ایک مسافر نے کہا۔

''بھائی! جنوب کے شہر سے ایک قافلہ آج شام کسی وقت یہاں پہنچ رہا ہے۔ ہم بھی اسی قافلے کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ آؤ تم بھی ہمارے پاس بیٹھ جاؤ۔ قہوہ پیو گے؟''۔

''شکریہ''۔

مسافروں نے عنبر کو قہوہ پیش کیا اور وہ آنے والے قافلے کا انتظار کرنے اسی سرائے کے باہر مسافروں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

کارواں غرناطہ میں سواگر کی بہت بڑی حویلی
میں جا اترا۔ اس وقت دوپہر کا وقت تھا۔ غرناطہ کے
بازاروں میں خوب رونق تھی۔

ہر کوئی اپنے اپنے کام میں مشغول تھا۔ عنبر نے
سوداگر سے پوچھا کہ جنوبی علاقے سے آنے والے
قافلے کونسی کارواں سرائے میں اترا کرتے ہیں۔

سوداگر نے اسے بتایا کہ جنوبی شہروں سے آنے
والے قافلے غرناطہ شہر کی سب سے پرانی سرائے میں
اترتے ہیں۔

عنبر اس سرائے کی طرف چل پڑا۔ یہ سرائے شہر
کے ایک باغ میں بنی ہوئی تھی۔ لکڑی کی چوکور میزوں

کے گرد مسافر اور سوداگر بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ عنبر
نے جا کر معلوم کیا کہ باہر سے کوئی نیا قافلہ آیا ہے؟۔

ایک مسافر نے کہا۔

”بھائی! جنوب کے شہر سے ایک قافلہ آج شام
کسی وقت یہاں پہنچ رہا ہے۔ ہم بھی اسی قافلے کے
انتظار میں بیٹھے ہیں۔ آؤ تم بھی ہمارے پاس بیٹھ
جاؤ۔ قہوہ پیو گے؟“۔

”شکریہ“۔

مسافروں نے عنبر کو قہوہ پیش کیا اور وہ آنے
والے قافلے کا انتظار کرنے اسی سرائے کے باہر
مسافروں کے ساتھ بیٹھ گیا۔

اب ذرا ناگ کے قافلے کی بھی خبر لیتے ہیں۔

ناگ مختصر سے قافلے کے ساتھ غرناطہ کی طرف چلا آ رہا تھا۔

کئی منزلوں سے گزرنے کے بعد وہ ایک قصبے میں پہنچے۔ جہاں سے غرناطہ کا بڑا شہر ایک رات کے سفر پر تھا۔

شام تک قافلے نے وہاں آرام کیا۔ شام کو قافلہ سفر پر روانہ ہونے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کہ ایک مسافر نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ کا سانپ اس کے گھوڑے کی پیٹھ سے چمٹا ہوا ہے اور گھوڑا تھر تھر کانپ رہا ہے۔

اس آدمی نے پہلے تو شور مچا دیا کہ سانپ سانپ

سانپ پکڑو۔ بھاگو۔

اس سے پہلے کہ لوگ وہاں آئیں اس نے لاٹھی لے کر سانپ کو گھوڑے سے نیچے گرا دیا۔ سانپ ریت پر گر کر بھاگنے لگا تھا کہ اس بدنصیب نے اس پر لاٹھی سے حملہ کر دیا۔

یہ اس کی غلطی تھی، کیونکہ سانپ تو اپنی راہ جا رہا تھا۔ ادھر مسافر نے سانپ پر لاٹھی سے حملہ کیا ادھر سانپ نے پھن اٹھا، اپنے آپ کو ایک طرف لہرایا اور پھر اچھل کر مسافر کو ڈس لیا۔

مسافر چیخ مار کر گرا۔ سارے قافلے میں شور مچ گیا۔ سب لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ سانپ

ڈس گیا۔

مسافر کو سانپ ڈس گیا کی آوازیں سن کر ناگ بھی وہاں پہنچ گیا۔ اب ایسا ہوا کہ مسافر کو ڈسنے کے بعد سانپ ایک چٹان کی اوٹ میں چھپ گیا تھا۔

ناگ وہاں پہنچا تو سانپ نے کچھ بے چینی سی محسوس کی۔ ادھر ناگ کو معلوم ہوا کہ سانپ ڈس کر بھاگ گیا ہے تو اس نے سانپ کی تلاش شروع کر دی۔

تلاش کیا کرنی تھی۔ ایک پل میں ناگ کو معلوم ہو گیا کہ سانپ چٹان کے پیچھے چھپا ہوا ہے۔ ناگ اس کے سر پر پہنچ گیا۔

سانپ خوف سے کانپنے لگا۔ اسے محسوس ہو گیا تھا کہ اس کے سر پر جو انسان کھڑا ہے، وہ ناگوں کا دیوتا بڑا ناگ ہے جو پانچ سو برس تک زندہ رہنے کے بعد انسان بن گیا ہے۔

ناگ نے سانپ کو حکم دیا۔

''باہر نکلو اور اسی وقت مسافر کے پاس جا کر اس کے جسم میں داخل کیا ہوا سارا زہر چوس کر باہر نکال دو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس قافلے میں میں بھی سفر کر رہا تھا؟ ہم جس قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہیں، پھر اس کے مسافروں کی حفاظت ہمارا فرض بن جاتی ہے''۔

سانپ نے کہا۔

"جو حکم حضور"۔

پھر قافلے کے مسافروں نے دیکھا کہ چٹان کی اوٹ سے نکل کر ایک سانپ رینگتا ہوا اس مسافر کی طرف آ رہا ہے جو زمین پر بے ہوش پڑا ہے اور موت کی گھڑیاں گن رہا ہے کچھ لوگ پرے ہٹ گئے۔ کچھ حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھے ناگ نے انہیں چلا کر منع کر دیا۔

"خبردار! کوئی شخص آگے نہ بڑھے۔ سانپ مرنے والے کا زہر چوسنے آ رہا ہے"۔

سانپ نے مسافر کے پاس پہنچ کر اپنا پھن پھیلایا

اور پھر اس کی پنڈلی پر اس جگہ منہ رکھ دیا جہاں اس نے ڈسا تھا۔

سانپ نے سارا زہر چوس کر باہر پھینک دیا۔ مرتا ہوا مسافر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ناگ نے سانپ کو کہا۔

"اب تم جا سکتے ہو۔ خبردار کسی شخص پر یوں ہی حملہ نہ کر دیا کرو"۔

سانپ نے کہا۔

"اے ناگ دیوتا! میں تو گھوڑے کی پیٹھ پر سکون سے بیٹھا تھا کہ اس نے لاٹھی سے حملہ کر دیا"۔

"مگر تم گھوڑے کی پیٹھ پر کیا کر رہے تھے؟"۔

ناگ نے پوچھا۔

سانپ بولا۔

"میں غرناطہ جانا چاہتا تھا، کیونکہ ایک سپیرا میری بیوی ناگن کو پکڑ کر پٹارے میں بند کر کے غرناطہ کی طرف لے گیا ہے۔ میں اس کی تلاش میں جانے کا خواہش مند تھا"۔

ناگ کو معلوم تھا کہ اگر ناگ سے اس کی ناگن بچھڑ جائے تو وہ ساری زندگی اس کی تلاش میں رہتا ہے اور اس کی تلاش میں اگر اسے کسی کو ہلاک بھی کرنا پڑے تو ایسا کر گزرتا ہے۔

ناگ نے کہا۔

"غرناطہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاتا ہوں،

لیکن ایک شرط ہے اور وہ یہ کہ وہاں تم اپنی ناگن کو حاصل کر لوگے تو اس سپیرے کی جان بخشی کر دینا جو اسے اٹھا کر لے گیا تھا۔

کیا تمہیں یہ شرط منظور ہے؟۔

"منظور ہے"۔

سانپ نے خوش ہو کر کہا۔

"تو آؤ میرے ساتھ"۔

اور ناگ نے سانپ کو اٹھا کر اپنے تھیلے میں ڈال لیا۔ اس ساری گفتگو کو قافلے کا کوئی مسافر بھی نہ سن سکا تھا۔

سانپ کے ساتھ ناگ نے ہلکی ہلکی سیٹیوں کی

آواز میں باتیں کی تھیں۔

جب انہوں نے دیکھا کہ ناگ نے سانپ کو جھولے میں ڈال لیا ہے تو وہ ڈر گئے اور پوچھا کہ وہ سانپ کو ساتھ کیوں لے جا رہا ہے؟۔

ناگ نے بتایا کہ یہ سانپ بڑا قیمتی اور نایاب ہے۔ وہ اسے غرناطہ لے جا کر فروخت کر کے مال کمائے گا۔

قافلہ غرناطہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ سفر بڑے سکون کے ساتھ کٹ گیا۔ عنبر جس دن غرناطہ کی کاررواں سرائے میں اترا تھا، اسی شام یہ کاررواں پہنچ گیا۔

عنبر نے ناگ اور ناگ نے عنبر کو دیکھا تو خوشی سے بغل گیر ہو گئے۔ دیر تک اپنے اپنے سفر کی اور ماریا کی باتیں کرتے رہے۔

ناگ نے عنبر کو بتایا کہ ماریا آخری بار اس سرائے میں جدا ہوئی، جہاں وہ قافلے کا انتظار کر رہے تھے۔
عنبر نے پھر اسے بزرگ عیسائی راہب کی بشارت کے بارے میں بتایا کہ ماریا نئی دنیا کے کسی ایسے شہر میں ہے جہاں ایک جھیل ہے اور اس کے بیچ میں ایک قلعہ ہے۔

بزرگ راہب کا کہنا ہے کہ ماریا اس قلعے میں بے ہوش پڑی ہے۔ ناگ بڑا حیران ہوا کہ ہسپانیہ کے

ایک گمنام قصبے سے نکل کر ماریا اتنی جلدی نئی دنیا کے
قلعے میں کس طرح پہنچ گئی۔

عنبر نے کہا۔

''اب یہ معلوم کرنا لا حاصل ہے کہ ماریا کس
طرح اور کہاں سے غائب ہوئی۔ مجھے بزرگ راہب
کی باتوں پر پختہ اعتقاد ہے۔ ان کے کہنے کے مطابق
ماریا ضرور نئی دنیا میں ہی ہے''۔

ناگ نے کہا۔

'' اس کا مطلب یہ ہے کہ اب ہمیں نئی دنیا کی
طرف سفر کرنا ہوگا''۔

''بے شک''۔

پھر عنبر نے دیکھا کہ ناگ کے تھیلے میں سے ایک
سانپ اپنی گردن باہر نکال کر جھانک رہا تھا۔

''ارے! یہ کہاں سے آ گیا؟''۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

''اس کی ناگن غرناطہ میں کھو گئی ہے۔ یہ اس کی
تلاش میں یہاں تک آیا ہے''۔

پھر ناگ نے سانپ سے کہا۔

''اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟''۔

سانپ نے کہا۔

''حضور! مجھے شمال کی طرف سے اپنی ناگن کی بو آ
رہی ہے۔ آپ مجھے یہاں کسی محفوظ جگہ چھوڑ دیں

میں اپنی ناگن کے پاس پہنچ جاؤں گا''۔

ناگ نے ایک جھاڑی میں سانپ کو چھوڑ دیا۔
جاتی دفعہ اس نے سانپ کو ایک بار پھر تاکید کی کہ وہ
کسی کو نقصان نہ پہنچائے اور اپنے وعدے پر قائم
رہے۔

سانپ نے وعدہ کیا کہ وہ اپنے عہد پر قائم رہے
گا۔ سانپ جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔

عنبر نے کہا۔

''تمہارے خیال میں ہمیں نئی دنیا کا سفر کہاں
سے شروع کرنا پڑے گا؟''۔

ناگ نے کہا۔

''ہمیں کسی مغربی شہر کی بندرگاہ سے نئی دنیا کو
جانے والا جہاز مل سکے گا۔ کافی لمبا سفر ہے۔ کچھ نہیں
تو چھ مہینے لگ جائیں گے''۔

خواہ ایک سال لگ جائے۔ ہمیں ماریا کو دنیا میں
جا کر ہر حالت میں تلاش کرنا اور اسے قلعے سے نکال
کر باہر لانا ہو گا۔

یہ ہمارا فرض ہے۔ ماریا کی اور کون مدد کرے گا۔
جانے وہ کس حال میں ہے اور اسے کس نے بے ہوش
کر کے قلعے کے تہہ خانے میں ڈال رکھا ہے۔

سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس
پیسے بھی ختم ہو گئے ہیں۔ ہمیں جہاز کے کرائے،

راستے کے خرچ اور نئی دنیا پہنچ کر خرچ کرنے کے لیے
کچھ پیسے چاہئیں۔
یہ کہاں سے آئیں گے؟ شاید ہمیں یہاں کچھ
عرصہ رہ کر محنت مزدوری کرنی ہوگی
ناگ نے کہا۔
''میرے ہوتے ہوئے اس کی ضرورت نہیں۔
مجھے زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانوں کا علم ہے۔اسی
شہر میں ایک قلعے کے نیچے میں دولت کے انبار چاندی
کی دیگ میں بند دیکھ رہا ہوں۔میرے ساتھ آؤ''۔
ناگ عنبر کو لے کر غرناطہ شہر کے ایک پرانے قلعے
میں لے آیا۔قلعے کی دیواریں ٹوٹی پھوٹی تھیں۔معلوم

ہوتا تھا کہ صدیوں سے یہ قلعہ استعمال میں نہیں لایا
گیا۔
ناگ نے عنبر سے کہا۔
''اس قلعے کے تہہ خانے میں ایک جگہ خزانہ دفن
ہے۔میں ابھی جا کر وہاں سے کچھ سونے کے ٹکڑے یا
جواہرات لے کر آتا ہوں تاکہ انہیں بیچ کر ہم اپنے
اخراجات کے لیے پیسے حاصل کر سکیں''۔
''ٹھیک ہے تم جاؤ۔ میں اسی جگہ تمہارا انتظار
کروں گا''۔
ناگ پھنکار مار کر پھر سے سانپ بن گیا۔اور قلعے
کی جانب رینگتا ہوا غائب ہو گیا۔عنبر قلعے کے

دروازے پر ایک پتھر کا سہارا لے کر بیٹھ گیا اور غور کرنے لگا کہ ماریا کو نئی دنیا میں جا کر کسی مقام پر تلاش کیا جائے؟۔

کیا وہ شہر انہیں مل جائے گا جس کی جھیل میں ایک قلعہ ہے؟ یقیناً وہ یہ قلعہ تلاش کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ٹھیک اس وقت عدنان اور عنبر کو گرفتار کر کے بادشاہ پیین کے دربار میں پیش کرنے والا ڈان کارلو بھی پھرتا پھراتا اپنے تین سپاہیوں کے ساتھ ادھر آ نکلا۔

عنبر بڑے آرام سے پتھر کے ساتھ ٹیک لگائے

بیٹھا ماریا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کا دشمن کارلو ادھر آ جائے گا۔

ڈان کارلو نے عنبر کو دیکھا تو خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔آخر اس نے مفرور ملزم کو پکڑ لیا تھا۔اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ گھوڑے دوڑاتے قلعے کے دروازے پر آئے اور انہوں نے عنبر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔

عنبر نے ڈان کارلو کو دیکھا تو اسے اس پر افسوس ہونے لگا کہ بدبخت کو موت کھینچ کر آخر وہاں لے آئی۔کارلو نے تلوار کھینچ لی اور گرجدار آواز میں بولا۔

"آخر تم پکڑے گئے۔ اب تم پر ہمارے کمانڈر اور اس کے سپاہیوں کے قتل کا الزام بھی ہے۔ مجھے معلوم تھا کہ تم ہسپانیہ سے بھاگ کر نہ جا سکو گے"۔

پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ عنبر کو گرفتار کر کے بادشاہ کے روبرو پیش کیا جائے۔ عنبر نے ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

ڈان کارلو! تم نہیں جانتے کہ تم کس انسان کو گرفتار کرنے کی ناکام کوشش کرنے لگے ہو۔

اپنے آپ پر اپنے بچوں پر اور ان سپاہیوں پر رحم کرو اور جدھر سے آئے ہو، اسی طرف واپس چلے جاؤ۔ تمہاری بھلائی اسی میں ہے۔

ڈان کارلو نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا۔

اے حقیر انسان! ایسی باتیں کر کے تم مجھ پر اثر نہیں ڈال سکو گے۔ تمہاری جرات کیسے ہوئی کہ مجھ سے اس طرح خطاب کر سکو۔

سپاہیو! آگے بڑھو اور اس گستاخ کو زنجیروں سے جکڑ لو۔

عنبر کے پاس کوئی تلوار نہیں تھی۔ سپاہی تلواریں لہراتے اس کی طرف بڑھے۔ عنبر اپنی جگہ پر بڑے سکون سے بیٹھا رہا۔

سپاہی بڑے حیران تھے کہ یہ شخص مقابلہ کیوں نہیں کر رہا، حالانکہ باتیں بہت بڑھ بڑھ کر بنا رہا تھا۔

ٹھیک اس وقت جبکہ ڈان کارلو کے سپاہی عنبر کو پکڑنے کے لیے اس کی طرف بڑھ رہے تھے، ناگ سانپ کی شکل میں اپنے منہ میں قیمتی موتیوں کا ایک ہار لئے قلعے کے دروازے پر نمودار ہوا۔

اس نے جو دیکھا کہ عنبر کو سپاہیوں نے گھیر رکھا ہے اور تلواریں لہرا رہے ہیں تو وہ وہیں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ وہ یہ ساری باتیں سمجھ گیا۔

عنبر نے اسے یہ داستان پہلے ہی سنا رکھی تھی۔ آخر ڈان کارلو وہاں پہنچ گیا تھا۔

ناگ نے موتیوں کا قیمتی ہار ایک طرف زمین پر رکھا اور رینگتا ہوا قلعے کی عقبی دیوار کی طرف آ گیا۔

یہاں اس نے آتے ہی پھنکار ماری اور ایک خونخوار ہیبت ناک شیر کی شکل اختیار کر لی۔

اوٹ سے باہر نکل کر اس نے دل دہلا دینے والی گرج ماری اور سپاہیوں پر حملہ کر دیا۔ پرانے قلعے میں شیر ببر کو وحشتناک انداز میں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سپاہیوں اور ڈان کارلو کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

وہ حیران تھے کہ اس قلعے میں شیر ببر کہاں سے آ گیا؟۔

شیر نے سپاہیوں پر چھلانگ لگائی اور اپنے چٹان جیسے تھپڑوں سے دونوں سپاہیوں کی گردن توڑ کر رکھ دی۔ تیسرے سپاہی بھی شیر کے تھپڑ سے ہلاک ہو کر

زمین پر گر پڑا۔

ڈان کارلو بھاگنے لگا تو عنبر نے کہا۔

”ناگ یہ بچ کر چلا گیا تو ہم ہسپانیہ سے باہر نہ نکل سکیں گے۔ اسے اسی جگہ پکڑ کر ختم کر دو“۔

شیر نے عنبر کی آواز سن لی تھی۔ وہ بھاگتے ہوئے کارلو کے پیچھے لپکا اور چھلانگ لگا کر اس کے اوپر اپنا بھاری بھر کم جسم گرا دیا۔

کارلو شیر کے نیچے دب گیا۔ شیر نے کارلو کی گردن اپنے منہ میں دبا لی۔ شیر کے دونوں لمبے دانت کارلو کی گردن میں گڑ گئے۔

شیر نے اسے ایک زور دار جھٹکا دیا۔ کارلو کی

گردن کا منکا ٹوٹ گیا اور وہ مر گیا۔

شیر نے اسے مردہ چوہے کی طرح پرے پھینک دیا اور بڑی شان سے اپنی دم ہلاتا عنبر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

عنبر نے اس کی گردن پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

”شاباش ناگ بھائی! اب ہم ماریا کی تلاش میں اس شہر سے باہر نکل سکیں گے۔ ہمارا سب سے بڑا دشمن مر گیا ہے“۔

شیر زور سے دھاڑا اور پھر سے انسانی یعنی ناگ کی شکل میں آ گیا۔

ناگ بولا۔

''عنبر بھائی! میں زمین میں دفن خزانے سے ایک قیمتی ہار نکالنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ آؤ اسے بیچ کر کچھ روپے حاصل کریں اور پھر یہاں سے نکلنے کے بارے میں غور کریں''۔

ناگ عنبر کو لے کر قلعے کے دروازے کے پاس آیا یہاں جھاڑیوں میں موتیوں کا انمول ہار پڑا تھا۔ عنبر نے ہار کو پرکھ کر کہا۔

''یہ تو بڑا قیمتی ہار ہے ناگ؟''۔

''عنبر! یہ خزانہ کسی مسلمان بادشاہ نے وہاں دفن کیا ہے۔ اگر ہمیں پھر ضرورت پڑی تو یہاں آ کر اسے نکال کر اس کا سارا سونا اور ہیرے جواہرات

فروخت کر دیں گے''۔

عنبر نے پوچھا۔

''کیا سانپ اس خزانے کی حفاظت نہیں کر رہا تھا؟''۔

ناگ نے کہا۔

کیوں نہیں؟ میں جب نیچے گیا تو زمین کے اندر چاندی کی دیگ کے اوپر ایک سفید سانپ بیٹھا خزانے پر پہرہ دے رہا تھا۔

میری شکل دیکھتے ہی اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ بے چارہ ڈر سے کانپنے لگا اور بولا۔

اے ناگ دیوتا! میں تمہاری کیا خدمت کر سکتا

www.urdurasala.com

ہوں؟۔

میں نے کہا۔

فوراً مجھے اس خزانے کی دیگ میں سے کوئی قیمتی جواہرات کا ہار نکال دے۔ مجھے اس کی ضرورت پڑ گئی ہے۔

سفید سانپ نے سر جھکا کر کہا۔ جو حکم میرے دیوتا! اور دیگ کے اندر گھس کر میرے لیے یہ ہار نکال کر لے آیا۔

''بہت خوب! چلو اب شہر چل کر اسے فروخت کرتے ہیں''۔

ہار لے کر دونوں دوست ۔۔۔ یعنی ناگ اور عنبر

شہر غرناطہ کے ایک ایسے بازار میں آ گئے جس پر چھت پڑی تھی اور جہاں جوہریوں کی دکانیں تھیں۔ انہوں نے ایک دکاندار کو جا کر ہار دکھایا اور کہا کہ وہ اسے فروخت کرنا چاہتے ہیں۔

جوہری نے ہار کے موتیوں اور جواہرات پر ایک نظر ڈالی تو خوشی و حیرت سے اچھل پڑا۔

''یہ ہار تم نے کہاں سے لیا؟ یہ تو بنو عباس کے آخری بادشاہ کا ہار ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''میاں ہمیں کچھ معلوم نہیں یہ کس کا ہے۔ ہمیں تو اپنے بزرگوں سے ملا تھا۔ آج اشرفیوں کی ضرورت پڑ

گئی تو اسے فروخت کرنے تمہارے پاس لے آئے ہیں۔ کیا تم اسے خریدو گے کہ نہیں تاکہ ہم کسی دوسرے جوہری کو دکھائیں؟"۔

جوہری بولا۔

"میں اسے ضرور خریدوں گا، لیکن اس کی قیمت ادا نہیں کرسکتا۔ تمہیں کتنی اشرفیاں چاہئیں؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ایک لاکھ اشرفیاں ہمیں چاہئیں"۔

"منظور ہے"۔

جوہری نے کہا۔

اس نے ایک لاکھ اشرفیاں گن کر تھیلے میں بھر

دیں۔ یہ بڑا سستا سودا تھا، کیونکہ ہار کی قیمت دس لاکھ اشرفیوں سے کم نہیں تھی مگر مصیبت یہ تھی کہ اتنی اشرفیاں عنبر اور ناگ کہاں رکھتے؟۔

ایک لاکھ اشرفیوں میں وہ نئی دنیا کا سفر بھی کر سکتے تھے۔ وہاں چھ ماہ رہ بھی سکتے تھے اور واپسی پر ماریا کو ساتھ لے کر واپس بھی آ سکتے تھے۔

صرافہ بازار سے نکل کر انہوں نے کارروان سرائے کا رخ کیا۔ انہوں نے ضروری معلومات حاصل کرنی شروع کر دیں۔

پتا چلا کہ انہیں نئی دنیا کے سفر کے لیے مغربی شہر طلوان کی بندرگاہ تک سفر کرنا ہوگا۔ وہاں سے انہیں وہ

بادبانی جہاز مل جائے گا جو نئی دنیا کی طرف جا رہا ہو گا۔

تمام معلومات حاصل کرنے کے بعد عنبر اور ناگ صحراؤں وادیوں اور میدانوں میں سفر کرتے ہوئے آخر ایک روز طوفان کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔

جہاز ایک ہفتے بعد روانہ ہونے والا تھا۔ ہفتہ بھر وہ شہر کی سرائے میں رکے رہے۔ جس روز جہاز چلنے والا تھا، یہ جہاز کے کپتان کو رقم ادا کر کے اس پر سوار ہو گئے۔

اس جہاز پر زیادہ تر ایسے لوگ سوار تھے جو شاہی قیدی تھے اور بادشاہ نے انہیں جلاوطن کر دیا تھا۔ یعنی

سارے بدمعاش اور جھگڑالو لوگ تھے۔

بہرحال عنبر اور ناگ بھی سوار ہو گئے۔ انہوں نے کافی رقم خرچ کی تھی، چنانچہ انہیں جہاز میں ایک چھوٹا سا کمرہ مل گیا جس میں اعلیٰ قالین بچھا ہوا تھا۔ جہاز نے بادبان کھولے، لنگر اٹھایا اور نئی دنیا کا سفر شروع کر دیا۔

آگے کیا ہوا ؟۔۔۔

☆ بادبانی جہاز میں سفر کیسے گزرا؟۔

☆ نئی دنیا میں عنبر اور ناگ کی ملاقات ماریا سے کہاں ہوئی؟۔

☆ جادوگر سمادھن نے نئی دنیا میں کیا تباہی مچا رکھی تھی؟۔

☆ کیا ماریا کو لے کر عنبر اور ناگ نئی دنیا سے نکل سکے؟

☆ اس کا جواب آپ کو ناول کی 54 ویں قسط میں ملے گا۔

ڈراؤنی آوازیں
(خطرناک ماریا قسط نمبر 54)
اے حمید
www.urdurasala.com

UrduRasala.com کا پیغام

فہرست

پیارے بچو!

پچھلی قسط میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ کس طرح سے سماذھن ماریا کو قلعے میں بند کر کے اس کے بال کاٹ کر سرخ درخت کے پاس پہنچا اور مرتے مرتے بچا۔

ادھر عنبر اور ناگ بھی نئی دنیا پہنچ گئے ہیں اور پرانے قلعے والے شہر کی طرف روانہ ہوتے ہیں۔ راستے میں ان پر دو ڈاکوں موتیوں کا ہار لینے کے لیے

حملہ کرتے ہیں اور موت کی آغوش میں چلے جاتے ہیں۔

ادھر سماذھن کا وقت پورا ہو جاتا ہے اور پھر سے نئی زندگی حاصل کرنے کے لیے وہ قلعے کی طرف بھاگتا ہے تاکہ ماریا کے سر کے بال کاٹ سکے۔

اب وہ بال کاٹ کر اس خیال سے واپس جزیرے پر آتا ہے کہ وہ سرنگ کھود کر درخت کر پہنچے گا۔ دوسری طرف عنبر اور ناگ ماریا کے قلعے کے دروازے پر پہنچ گئے۔

دروازہ لوہے کا ہے۔ وہ سوچتے ہیں کہ کس طرح سے اندر داخل ہوا جائے۔ انہوں نے سن رکھا ہے کہ

آدھی رات کو پرانے قلعے میں سے کسی عورت کے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔

آگے کیا ہوا؟

یہ آپ اس قسط میں پڑھیے گا۔

مُردوں کے بت

جہاز نئی دنیا کی طرف سمندر میں سفر کر رہا تھا۔

ناگ اور عنبر اسی جہاز کے کیبن میں بیٹھے ماریا کے بارے میں غور و فکر کر رہے تھے کہ اسے نئی دنیا میں جا کر کہاں کہاں تلاش کیا جا سکے گا۔

یونہی سفر کرتے جہاز کو سمندر میں ایک مہینہ گزر گیا۔ ایک جیسے دن تھے، گزرتے چلے گئے۔ اگرچہ

جہاز پر جرائم پیشہ اور غنڈے قسم کے لوگ سوار تھے ، لیکن کوئی بھی ناخوشگوار واقعہ نہ ہوا۔ یونہی دوسرا مہینہ بھی گزر گیا۔

اب مناسب معلوم ہوا ہے کہ ہم نئی دنیا میں جا کر جادوگر سادھن کی بھی خبر لیں کہ وہ کن چکر بازیوں میں ہے۔

ہمارے قارئین پہلی قسط میں یہ تو پڑھ چکے تھے کہ یہ جدوگر ہسپانیہ کے ایک پرانے قبرستان کی خانقاہ کے تہہ خانے میں ایک جگہ ہزار سال سے دفن تھا۔ اسے پھر سے زندہ ہونے کے لیے کسی ایسے انسان کی ضرورت تھی جو دوسروں کو نظر نہ آتا ہو، چنانچہ جب

ماریا بدقسمتی سے اس قبر کے پاس پہنچی تو جادوگر سادھن نے اسے قابو کر لیا اور اسے اٹھا کر سات سمندر پار نئی دنیا کے ایک شہر میں جھیل والے قلعے میں لے آیا۔

یہاں اس نے ماریا کو بے ہوش کر کے ایک تہہ خانے میں ایک جگہ ہزار سال سے دفن تھا، اسے پھر سے زندہ ہونے کے لیے کسی ایسے انسان کی ضرورت تھی جو دوسروں کو نظر نہ آتا ہو، چنانچہ جب ماریا بدقسمتی سے اس قبر کے پاس پہنچی تو جادوگر سادھن نے اسے قابو کر لیا اور اسے اٹھا کر سات سمندر پار نئی دنیا کے ایک شہر میں جھیل والے قلعے میں لے آیا۔

یہاں اس نے ماریا کو بے ہوش کر کے ایک تہہ

خانے میں بند کر دیا اور خود اس کے سر کے بال کاٹ کر جھیل میں ڈال دیے۔

شرط یہ تھی کہ ماریا کے بال بڑھنے نہ پائیں اگر یہ بال ایک حد سے زیادہ بڑھ گئے تو جادو سامادھن جہاں کہیں بھی ہوگا۔

پھر سے مر جائے گا، چنانچہ سامادھن کے لیے ضروری تھا کہ وہ جہاں کہیں بھی ہو، ایک خاص وقت گزرنے کے بعد واپس قلعے کے تہہ خانے میں آکر ماریا کے بڑھے ہوئے سر کے بال کاٹ ڈالے۔

دو مہینے پہلے سامادھن ماریا کو تہہ خانے کے ایک تختے پر بے ہوش کر کے، اس پر نیلی چادر ڈال کر باہر

نکلا۔

وہ ایک سوداگر کے لباس میں تھا اور ڈھیلے ڈھالے نیلے کپڑوں میں ملبوس تھا۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ماریا کے بال جھیل میں پھینک دیے۔

پھر سامنے جنگل میں سے گزر کر ایک کچی سڑک کے کنارے آکر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے دور سے گرد اڑتی دیکھی۔ جونہی گرد دور ہوئی، سامادھن نے دیکھا کہ نئی دنیا کے جنگلی یعنی ریڈ انڈین گھوڑوں کی ننگی پیٹھ پر سوار بڑھے چلے آرہے ہیں۔

ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ اس نئی دنیا کے

اصل باشندے ہیں اور انہیں کوئی بھی باہر سے آیا ہوا شخص نظر آجائے تو یہ اسے قتل کر کے اس کا سر اپنے ساتھ لے جاتے ہیں

سر کو گرم پانی میں ابال کر اسے جڑی بوٹیوں کی مدد سے چھوٹا کر دیتے ہیں اور پھر رسی سے باندھ کر اپنے گھر کے دروازے پر لٹکا دیتے ہیں۔ جادوگر سمادھن کو اس بات کا علم نہیں تھا۔

وہ بڑے سکون سے سڑک کے کنارے کھڑا رہا۔

اصل میں وہ یہاں سے سرخ درخت کی تلاش میں آیا تھا۔ یہ درخت نئی دنیا کے آس پاس کسی جزیرے کے جنگل میں کسی مقام پر اگا ہوا تھا۔

اس سرخ درخت پر سیاہ رنگ کے پھول لگے تھے۔ چاندنی راتوں میں ان پھولوں سے سرخ خون ٹپکتا تھا۔ جادوگر سمادھن کے لیے ضروری تھا کہ اگر وہ قیامت تک مرنا نہیں چاہتا تو اس سرخ خون کے چند گھونٹ پیے۔

نہیں تو ماریا کے بال اگنے پر اس کی موت یقینی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک ہی بار جزیرے پر جا کر سرخ درخت کے سیاہ پھولوں کا سرخ خون پی لے تا کہ ماریا کے بار بار بال کاٹنے کی مصیبت سے بچ سکے، کیونکہ اگر وہ کسی مصیبت میں پھنس گیا اور وقت پر ماریا کے پاس پرانے قلعے کے تہہ خانے میں نہ پہنچ سکا تو وہ تو جہاں

کہیں بھی ہوگا، مر جائے گا۔

یہی خواہش اور مہم سمادھن کو کھینچ کر اس نئی دنیا میں لائی تھی۔ اب جو اس نے سامنے ریڈ انڈین لوگوں کو گھوڑوں پر سوار آتے دیکھا تو سوچا کہ ان لوگوں سے جزیرے کے بارے میں کوئی معلومات حاصل کرے۔

اسے کیا خبر تھی کہ یہ لوگ تو باہر سے آئے ہوئے لوگوں کے خون کے پیاسے ہیں۔ ریڈ انڈین نے بھی جب ایک غیر ملکی ایشیائی کو سڑک کے کنارے کھڑا دیکھا تو ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا ان کے ہاتھوں میں تیز کلہاڑیاں تھیں۔

پاس آ کر انہوں نے زور زور سے چیخیں ماریں اور کلہاڑیوں سے سمادھن پر حملہ کر دیا۔ انہیں بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ سمادھن ایک بہت بڑا جادوگر ہے اور ایک بار مر کر پھر سے ہزار سال بعد زندہ ہوا ہے۔

جونہی ایک ریڈ انڈین گھوڑا دوڑاتا، کلہاڑی لہراتا اس کی طرف بڑھا، سمادھن نے زمین پر سے چند کنکریاں اٹھا کر اس کی طرف پھینکیں۔

کنکریاں آگ کے گولے بن کر ریڈ انڈین پر گریں اور دیکھتے ہی دیکھتے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔ دوسرے ریڈ انڈین یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

سمادھن نے مرے ہوئے ریڈ انڈین کا گھوڑا تھاما اور اس پر سوار ہو کر شہر کی جانب روانہ ہو گیا۔ دوپہر کے بعد وہ ایک قریبی شہر پہنچ گیا۔

شہر کیا تھا، بس ایک قصبہ تھا۔ چند ٹوٹے پھوٹے کچے مکان تھے۔ باہر کچھ جھونپڑیاں تھیں۔ قصبے کے وسط میں ایک باغ تھا جس میں اونچی محرابی دیواروں والی پختہ حویلی بنی تھی۔ اس حویلی کے آگے آگ جل رہی تھی۔

سمادھن جب اس حویلی کے قریب پہنچا تو چند ریڈ انڈین وہاں سے کلہاڑیاں لہراتے نکلے اور سمادھن پر حملہ کر دیا۔

وہ بڑا گھبرایا کہ یہاں تو ہر آدمی اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے جسے دیکھو کم بخت لہراتا اسے قتل کرنے کو دوڑتا ہے۔

آخر بڑا جادوگر ہے۔ اپنا بچاؤ بڑی آسانی سے کر سکتا ہے۔ اس نے جھٹ زمین پر سے مٹی اٹھا کر ادھر اڑا دی۔

مٹی کا ہوا میں اڑنا تھا کہ ایک بجلی سی کڑکی۔ ان ریڈ انڈین لوگوں پر گری اور انہیں جلا کر خاک کر دیا۔ اس کی کڑک سے سارا علاقہ تھرا اٹھا۔ باقی ریڈ انڈین وہاں سے بھاگ گئے۔

حویلی میں سے ایک اونچا لمبا چوڑا اچکا ریڈ انڈین

باہر نکلا جس نے گلے میں انسانی ہڈیوں کی مالا پہن
رکھی تھی اور جس کے گھر کے باہر انسانوں کے سوکھے
ہوئے سر لٹک رہے تھے۔

اس نے جو دیکھا کہ سامنے اس کے خاص
آدمیوں کو جلی ہوئی سیاہ لاشیں پڑی ہیں تو غصے سے
کڑک کر بولا۔

''کون ہو تم؟''۔

سماڈھن نے کہا۔

''میرا نام سماڈھن ہے اور میں اس علاقے کی سیر
کرنے آیا ہوں''۔

سردار نے کہا۔

''بدتصیب سماڈھن! تو کہاں کا رہنے والا ہے اور
تمہیں جرات کیسے ہوئی کہ میرے خاص آدمیوں کو
مار ڈالے؟''۔

سماڈھن نے کہا۔

میں ہسپانیہ سے آیا ہوں اور تمہارے آدمیوں
نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ اگر میں نہ انہیں مارتا تو یہ مجھے
ہلاک کر دیتے۔

اپنی جان بچانے کے لیے ضروری تھی کہ میں
انہیں جلا کر راکھ کر دیتا۔

سردار نے غصے سے دانت پیس کر کہا۔

''تمہیں تمہاری موت کھینچ کر یہاں تک لے آئی

ہے۔ اب میرے ہاتھوں مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑ سکتا"۔

اور سردار نے نیزہ اٹھا کر سمادھن کی طرف پھینکا۔ نیزہ ذرا فاصلے پر سے گزر گیا اگر سمادھن ذرا سا جھک نہ جاتا تو نیزہ اس کے سینے سے پار ہو گیا ہوتا۔

سمادھن نے کہا۔

اے سردار! ذرا ٹھہر کر میری بات سن لے۔ میں ایک بہت عظیم جادوگر ہوں۔ تو مجھ پر حملہ مت کر، کیوں کہ اگر میں نے تم پر وار کیا تو تو اسے نہ بچا سکے گا اور تیرا بھی وہی حال ہوگا جو تیرے ساتھیوں کا ہوا۔

اس لیے میری بات مان اور ہاتھ اٹھا لے اور جو

کچھ میں تم سے پوچھتا ہوں، مجھے اس کا جواب دے۔

سردار نے گردن اکڑا کر کہا۔

بکواس بند کر اے بدبخت غیر ملکی! تمہارا خون پینا ہماری مقدس کتابوں میں فرض بتایا گیا ہے۔ یعنی ہمارا فرض ہے کہ ہم تمہیں قتل کر کے تیرے سر کو ابال کر اسے سکھائیں اور رسی میں پرو کر اپنے گھر کے باہر لٹکائیں۔ لے اب میں تمہیں قتل کرنے آ رہا ہوں۔

سردار نے کلہاڑی لہرا کر ایک چیخ سی ماری اور سمادھن کی طرف دوڑاتے ہوئے آیا۔ سمادھن کے لیے اب اپنی جان بچانا ضروری ہو گیا تھا، مگر وہ اس ریڈ انڈین سردار کو مارنا بھی نہیں چاہتا تھا، کیونکہ ہو سکتا

تھا کہ اس سے سمادھن کو کوئی مفید معلومات حاصل ہو سکیں۔

اس نے اپنی جیب سے ہڈی کا ایک ٹکڑا نکال کر اس پر کوئی منتر پڑھا اور اسے خاموشی سے سردار کی طرف اچھال دیا۔

جونہی ہڈی کا ٹکڑا سردار کے آگے جا کر زمین پر گرا اسی وقت وہاں زمین میں شگاف ہو گیا۔ شگاف میں سے ایک شعلہ نکلا جس نے سردار کے ہاتھ سے کلہاڑی چھین کر پرے پھینک دی۔

سردار خود اوندھے منہ گر پڑا۔

سمادھن نے اونچی آواز میں کہا۔

’’اب بھی موقع ہے کہ معافی مانگ کر اپنی جان بچا لے سردار! نہیں تو میرا شعلہ تجھے ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا‘‘۔

سردار نے اٹھ کر جادوگر کے آگے سر جھکا دیا۔

’’میں اپنی ہار تسلیم کرتا ہوں سمادھن! تو جیتا میں ہارا۔ تم میرے ہاں مہمان ٹھہرو گے۔ آؤ میرے ساتھ۔ میرے گھر کا دروازہ تم پر کھلا ہے‘‘۔

سردار سمادھن جادوگر کو اپنے ساتھ حویلی کے اندر لے گیا۔ اسے بہترین پھل اور جو کی روٹی کھانے کو دی۔ کھانے کے دوران سمادھن کو سردار نے کہا۔

’’تم اتنے بڑے جادوگر ہو، کیا تم میری بیوی کی

ٹانگ کا زخم اچھا نہیں کر سکتے؟ ایک بار وہ چٹان سے
پھسل کر گر پڑی تھی جس سے ٹانگ پر زخم آ گیا
تھا۔ یہ زخم آج تک اچھا نہیں ہو سکا۔

سمادھن نے کہا کہ وہ اس کی بیوی کا زخم اچھا کر
دے گا۔ چنانچہ ریڈ انڈین سمادھن کو اپنے ساتھ دوسری
کوٹھڑی میں لے گیا جہاں اس کی بیوی ٹانگ کے زخم
کو لیے درد سے کراہ رہی تھی۔

سمادھن نے دیکھا کہ زخم بہت خراب ہو چکا تھا
اور اس کا زہر عورت کے بدن میں کافی اوپر تک جا چکا
تھا۔

سمادھن بولا۔

''کسی برتن میں آگ جلا کر لاؤ''۔

اسی وقت سونے کے برتن میں آگ جلا کر سمادھن
کے سامنے رکھ دی گئی۔ نئی دنیا میں سونا عام تھا اور
غریب سے غریب لوگوں کے جھونپڑوں میں بھی
سونے کے پیالے اور سونے کے چمچے تھے۔

انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ باہر کی دنیا میں سونے کا
کیا بھاؤ ہے۔ سمادھن نے آگ میں ایک سفوف سا
تھیلے میں سے نکال کر ڈالا۔

سفوف کے ڈالتے ہی ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور
آگ فوراً بجھ گئی۔ آگ کی راکھ میں سے کسی پرندے
کا پر برآمد ہوا۔

اس پر کو سمادھن نے اٹھا کر سب سے پہلے اپنے
بالوں سے لگایا اور پھر عورت کے زخم پر رکھ کر کہا۔

"بی بی زور زور سے سانس لو"۔

عورت زور زور سے سانس لینے لگی۔ اس کے
ساتھ ہی ساتھ جادوگر سمادھن نے منہ ہی منہ میں کچھ
پڑھ کر زخم پر پھونک ماری۔ زخم ایک دم سے غائب ہو
گیا۔ عورت کا درد ختم ہو گیا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا جادو تھا میرے سرتاج؟"۔

سردار نے مسکرا کر جادوگر سمادھن کی طرف دیکھ کر
کہا۔

"یہ سارا اس جادوگر کا کمال ہے۔ یہ تو کوئی آسمان

کا دیوتا ہے"۔ اور اس کے ساتھ ہی سمادھن کے آگے
ان دونوں نے اپنا سر جھکا دیا۔

سمادھن نے کہا۔

"دیکھو! مجھے تمہارے سجدوں کی ضرورت نہیں
ہے"۔

سردار نے کہا۔

"تو پھر اگر تمہیں ہماری جان کی ضرورت ہو تو ہم
وہ بھی ابھی حاضر کیے دیتے ہیں"۔

سمادھن بولا۔

"نہیں مجھے تمہاری جان کی بھی ضرورت نہیں،
مجھے صرف یہ بتاؤ کہ یہاں قریب ہی سمندر میں کوئی

ایسا جزیرہ ہے جس کے جنگل میں سرخ درخت اگا ہوا ہے؟''۔

سرخ درخت کا نام سن کر سردار اور اس کی بیوی کا رنگ زرد ہو گیا۔

سردار نے کہا۔

''اے ہمارے محسن! وہ سرخ درخت مردوں کے جزیرے میں ہے جہاں جو کوئی بھی جاتا ہے، مر جاتا ہے۔ پھر اپنے آپ وہ پتھر کا بت بن کر اپنی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جاتا ہے۔ میں نہیں جا سکتا''۔

سماؤحسن نے پوچھا۔

''کیا تم مجھے اس جزیرے کا پتا بتا سکتے ہو؟''۔

وہ جزیرہ نئی دنیا کے سمندر میں یہاں سے ایک رات اور ایک دن کے سفر پر ہے۔ کیا تم وہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟۔

دیوتا تمہیں وہاں تک نہیں پہنچنے دیں گے اور اگر تم وہاں پہنچ بھی گئے تو مر جاؤ گے اور اپنی قبر کے سرہانے پتھر کا بت بن کر کھڑے ہو جائے۔ میں اب بھی تمہیں یہی کہوں گا کہ اس خیال سے باز آ جاؤ۔

سماؤحسن قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''دیوانے احمق! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں آب حیات کے پاس آ کر واپس پلٹ جاؤں گا؟ ہرگز نہیں۔ میں وہاں ضرور جاؤں گا''۔

وہ رات سامادھن نے سردار کی حویلی میں بسر کی اور صبح صبح ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔ سارا دن سفر کرنے کے بعد وہ سمندر کے کنارے ایک جگہ پہنچا جہاں کچھ ماہی گیروں کے جھونپڑے بنے ہوئے تھے۔

سامادھن نے ایک ماہی گیر کو کھانے پینے کا سامان دے کر کشتی خریدی۔ اس میں سوار ہوا اور مردوں کے جزیرے کی طرف سمندر میں چل پڑا۔ ساری رات اور سارا دن وہ سمندر میں سفر کرتا رہا۔

دوسرے دن شام سے پہلے اسے دور مردوں کے جزیرے کے خشک سیاہ پہاڑوں کے سائے نظر

آئے۔ یہی وہ جزیرہ تھا جہاں اس کی ابدی زندگی کا راز چھپا تھا۔

جہاں سرخ درخت کے سیاہ پھل سے سرخ خون ٹپکتا تھا جسے پی کر سامادھن کو ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی نصیب ہو سکتی تھی۔ وہ جزیرے کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا کہ سامادھن جزیرے پر اتر گیا۔ کشتی کھینچ کر اس نے ایک چٹان کے ساتھ باندھ دی اور خود ریت پر چلتا ہوا ایک چٹان کے پاس آیا اور ریت پر لیٹ گیا۔

وہ تھک گیا اور رات آرام سے بسر کر کے اگلے روز صبح سرخ درخت کی تلاش میں نکلنا چاہتا تھا۔

چٹانوں کے پیچھے اسے جزیرے کا گھنا جنگل ایک سیاہ بادل کی طرح نظر آرہا تھا جو آسمان سے اتر کر زمین پر بیٹھ گیا ہو۔

اس جنگل میں سادھن کی ہمیشہ کی زندگی کا راز پوشیدہ تھا۔ اس پر تھکن کی وجہ سے غنودگی طاری ہونے لگی۔ اور وہ سو گیا۔

آدھی رات کو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اسے جنگل کی طرف سے ایک دردناک سی ڈراؤنی آواز سنائی دی جو ہولے ہولے رک رک کر اسے بلا رہی تھی۔ سادھن نے کان لگا کر سنا۔ آواز کہہ رہی تھی۔

''سادھن! آجاؤ! سادھن آجاؤ! ہمارے پاس آ

جاؤ! ہم تمہارا خون نکال کر پی جائیں گے! سادھن جاؤ! سادھن آجاؤ!''۔

آوازیں چڑیلوں کی معلوم ہوتی تھیں اور اس قدر ڈراؤنی اور ہیبت ناک تھیں کہ ایک بار تو سادھن کے جسم میں بھی کپکپی چھا گئی۔

آخر وہ جادوگر تھا اس نے ان آوازوں پر کوئی دھیان نہ دیا اور دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن نیند اب کوسوں دور تھی۔

وہ ساری رات جاگتا رہا۔ آوازیں دوبارہ نہ آئیں۔ دن نکل آیا تو وہ اٹھا اور جزیرے کے درختوں کی جانب چل پڑا۔

ابھی وہ جنگل کے کنارے پر ہی تھا کہ ایک چٹان کے عقب میں آ کر کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ریت پر کچھ قبریں بنی ہیں جن کے سرہانے سیاہ پتھر کے بت کھڑے ہیں۔

اسے سردار کی بات یاد آ گئی کہ یہ ان لوگوں کے بت ہیں جو سرخ درخت کی تلاش میں یہاں آئے اور مر کر پتھر بن گئے۔

سمادھن ایک بت کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا اور اسے غور سے دیکھنے لگے۔ اس بت کی شکل سیاہ تھی اور بڑی ہی ڈراؤنی آنکھیں تھیں اچانک بت نے آہستہ سے آنکھیں جھپکیں اور پر اسرار سرگوشی میں کہا۔

”اے اجنبی! اس جزیرے سے بھاگ جا! اگر تو سرخ درخت کی تلاش میں آیا ہے تو ابھی واپس ہو جا۔ بھاگ جا! واپس ہو جا!“۔

سمادھن نے کہا۔

”میں بہت بڑا جادوگر ہوں۔ مجھے کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ میں سرخ درخت کا خون پی کر رہوں گا“۔

پتھر کے بت نے کہا۔

”تو بدنصیب ہے! موت کو میں تیرے سر پر منڈلاتے دیکھ رہا ہوں۔ جا! اپنی موت کو گلے لگا لے۔ اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ

میں بھی ایک بڑا جادوگر تھا اور سرخ درخت کے خون
کی تلاش میں آیا تھا، لیکن آج اپنی ہی قبر پر پتھر بنا کر
کھڑا ہوں"۔

سمادھن خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔ اب صبح کی
روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ سمادھن جنگل میں
داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سارے جنگل کے
درختوں پر سفید رنگ کے پرندے جیسے پتھر بن کر بیٹھے
ہیں اور کوئی پرندہ بھی آواز نہیں نکال رہا۔

آگے گیا تو درختوں پر سیاہ رنگ کے پرندے بنے
بیٹھے نظر آئے۔ ذرا آگے جا کر اچانک ایک سیاہ پرندہ
پھڑ پھڑاتا ہوا آیا اور سمادھن کے سر پر بیٹھ کر اپنی لمبی

ڈراؤنی آوازیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 54)

چونچ سے اس کی کھوپڑی توڑنے لگا۔

سمادھن نے ایک منتر پڑھ کر ایک ہڈی کا ٹکڑا
پرندے پر پھینکا۔ پرندہ آگ کا شعلہ بن کر بھسم ہو
گیا۔

اس منظر کو دیکھ کر درختوں کے سارے سیاہ
پرندے اپنی شاخوں سے گرے اور زمین پر گرتے ہی
کھلونوں کی طرح ٹوٹ پھوٹ گئے۔

سمادھن آگے بڑھتا چلا گیا۔ کچھ دور جا کر اس نے
ایک چٹان میں بنا ہوا دروازہ دیکھا۔ قریب گیا تو
دیکھا کہ اس چٹانی دروازے پر سانپ کا منہ بنا تھا
جس میں سے سات سرخ زبانیں باہر نکلی ہوئی تھیں۔

www.urdurasala.com

سمادھن نے محسوس کیا جیسے وہ دروازہ تھوڑا سا کھلا ہے اور اندر سے روشنی باہر آ رہی ہے۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے دھکا دیا۔

دروازہ تھوڑا سا کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گیا۔

اندر جا کر اس نے جو دیکھا، اس سے ایک بار تو وہ بھی سہم گیا۔ چاروں طرف سیاہ دیواروں پر انسانی کٹی ہوئی گردنیں لٹک رہی تھیں جن میں سے خون ٹپک ٹپک کر نیچے گر رہا تھا۔

چھت میں ایک بڑی سی شمع روشن تھی یہ شمع ایک بد شکل بوڑھی عورت کی کھوپڑی میں جل رہی تھی۔

سمادھن نے سوچا کہ خواہ مخواہ کہیں وہ کسی مصیبت میں

نہ پھنس جائے۔

واپس چلنا چاہیے اور وہ واپسی کے لیے مڑا ہی تھا کہ عقب میں پتھر کا بھاری دروازہ ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گیا۔

سمادھن طنزیہ انداز میں ہنسا کہ ان چڑیلوں نے اسے کوئی معمولی انسان سمجھ رکھا ہے۔ انہیں معلوم ہی نہیں کہ وہ کس قدر بڑا جادوگر ہے، چنانچہ اس نے کچھ پڑھ کر پتھر کے بند دروازے پر پھونک ماری۔

پھونک کے پڑتے ہی پتھر میں ایک سوراخ ہو گیا اور سمادھن جادوگر باہر نکل گیا۔

باہر نکلنا تھا کہ پتھر کا سوراخ اپنے آپ بند ہو گیا۔

دروازے پر بنے ہوئے سانپ کے منہ سے ایک پھنکار سی نکلی اور اس کی سرخ زبانیں دو تین بار ہوا میں لہرا کر پھر سے پتھر کی طرح ساکت ہو گئیں۔

بڑا زبردست جادو تھا جس سے سمادھن جیسا جادوگر ہی بچ سکتا تھا۔ کوئی دوسرا ہوتا تو اس کی لاش چھوٹے چھوٹے پتھر بن کر فضا میں بکھر گئی ہوتی۔ اس نے سرخ درخت کی طرف اپنا سفر جاری رکھا۔

وہ جنگل میں آگے ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ اس جنگل میں سورج کی کرنیں کہیں سے بھی نہیں آ رہی تھیں اور درختوں کے نیچے اندھیرا سا چھایا ہوا تھا۔

زمین پر سے سیاہ اور نیلے رنگ کا ہلکا سا دھواں سا

خارج ہو رہا تھا۔ فضا میں انتہائی نامانوس بو پھیلی ہوئی تھی۔

سمادھن جادوگر ایک چھوٹی سی ندی کے پار گیا تو جیسے درختوں میں زبردست پھڑ پھڑاہٹ ہوئی اور اچانک دو بڑے بڑے چمگادڑوں نے اس پر حملہ کر دیا۔

یہ چمگادڑ بالکل انسانوں کی طرح تھے۔ ان کے بڑے بڑے پر تھے اور چھوٹے چھوٹے سروں پر سینگ اگے ہوئے تھے۔ ان کے منہ سے ایسی چیخیں نکل رہی تھیں جیسے بچے زور زور سے رو رہے ہوں۔ چمگادڑیں سمادھن کے سر پر پنجے مار رہی تھیں۔ جیسے

اس کی کھوپڑی میں سے دماغ کا گودا نکال کر کھانا چاہتی ہوں۔

سمادھن نے پہلے تو چمگادڑوں کو مار کر بھگانا چاہا، لیکن وہ تو جیسے اس کے سر سے چمٹ ہی گئیں۔ اب سمادھن نے زمین پر سے سوکھے پتے اٹھا کر چمگادڑوں کی طرف اچھالے۔

پتے ہوا میں جا کر چھوٹے چھوٹے خنجر بن گئے اور فضا میں چکر لگا کر چمگادڑوں پر ٹوٹ پڑے۔ ایک پل میں چمگادڑوں کی گردنیں اتر کر نیچے گری تھیں اور جسم کٹ چکے تھے۔

خنجر پھر سے پتے بن کر زمین پر گر پڑے۔

سمادھن آگے بڑھا۔ سامنے اسے زمین پر ایک غار سا بنا ہوا نظر آیا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ اس میں لاوا ابل رہا تھا اور باہر سفید گیس نکل رہی تھی۔

وہ آگے بڑھنے لگا تو غار میں گڑگڑاہٹ ہوئی اور پگھلے ہوئے لاوے کی ایک لہر اچھل کر غار کے دہانے سے باہر گری۔

لاوا جہاں جہاں گرا، وہاں آگ لگ گئی۔ جادوگر پیچھے ہٹ گیا۔ لاوے کی ابلتی ہوئی لہر نے بالکل اس کے سامنے ایک لکیر سی بنا دی تھی۔

جس میں سے شعلے اٹھ رہے تھے۔ آگے جانا سخت خطرناک بات تھی۔ لیکن جادوگر سمادھن تو فیصلہ کر

آیا تھا کہ وہ سرخ درخت کا خون پی کر ابدی زندگی
حاصل کر کے رہے گا۔

وہ آگے بڑھا۔ لاوے کی آگ کے شعلے اس
کے بالکل قریب آ گئے۔ سادھن منہ ہی منہ میں کوئی
منتر پڑھ پڑھ کر پھونک رہا تھا۔

یوں ہی وہ آگ کے شعلوں کے اوپر سے گزر گیا
اور آگ اس کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ شعلوں سے نکل کر
سامنے اس نے ایک چھوٹا سا زمین کا ٹکڑا دیکھا جہاں
مٹی کی چھوٹی چھوٹی قبریں بنی ہوئی تھیں۔

سادھن ایک پل کے لیے رک گیا۔ ان قبروں
میں کہیں وہ مردے تو نہیں دفن جو سرخ درخت کی

تلاش میں یہاں آئے اور مارے گئے تھے؟

اسے بہت سے لوگوں کے رونے کی آوازیں
سنائی دیں۔ جادوگر ٹھٹھک گیا۔ قبروں کو غور سے تکنے
لگا، کیونکہ رونے اور بین کرنے کی آوازیں قبروں
سے آ رہی تھیں اور پھر اچانک قبروں نے پھٹنا شروع
کر دیا اور ان میں سے کھڑ کھڑاتے ہوئے انسانی
ہڈیوں کے پنجر نکل کر سادھن کے سامنے کھڑے ہو
گئے۔

ان پنجروں کی کھوپڑیاں آہستہ آہستہ دائیں
بائیں، آگے پیچھے چل رہی تھیں۔ کوئی پنجر بار بار اپنا
بازو اٹھا کر اپنی کھوپڑی پر مارتا تو کوئی ڈھانچہ اپنا کھڑ

کھڑاتا ہوا سینہ پیٹتا۔ یہ عجیب بات تھی کہ ان کے منہ سے رونے کی آوازیں نکل رہی تھیں۔

سمادھن نے منہ ہی منہ میں ایک منتر پڑھ کر پھونکا اور کہا۔

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو میرے راستے سے ہٹ جاؤ۔ سمجھ لو کہ میں بڑی طاقت والا جادوگر ہوں اور تمہیں منتر پڑھ کر نیست و نابود کر دوں گا"۔

مردے روتے رہے۔ کسی نے جادوگر کی طرف دھیان نہ دیا۔ وہ سینہ کوٹتے رہے اور اپنے ہاتھ کی ہڈیوں سے کھوپڑی پیٹتے رہے۔

سمادھن نے ایک زبردست منتر پڑھ کر زور سے

پھونک ماری۔ ایک مردہ ہڈیوں کا پنجر کھڑے کھڑے پتھر میں تبدیل ہو گیا، لیکن ایک انوکھی بات یہ تھی کہ اس پتھر کے بت کا سر انسانی تھا۔

اس انسانی سر نے اپنی لال لال آنکھوں سے سمادھن جادوگر کی طرف دیکھ کر کہا۔

اے جادوگر! ہمیں معلوم ہے کہ تم کون ہو اور یہاں کس نیت سے آئے ہو، لیکن یاد رکھو۔ اگر تم بڑے جادوگر ہو تو یہاں سے آگے تم سے بھی بڑے جادوگر بیٹھے ہیں جو سرخ درخت کی حفاظت کر رہے ہیں۔

اگر تم نے ان سے الجھنے کی کوشش کی تو اپنی جان

سے ہاتھ بیٹھو گے ابھی وقت ہے، یہاں ہی سے واپس چلے جاؤ۔ اسی میں تمہاری بھلائی اور بہتری ہے مگر جادوگر سمادھن بھلا کب کسی کو خاطر میں لاتا تھا۔

کب کسی کی بات مانتا تھا۔ وہ ضدی تھا اور اسے اپنی جادوگری کا بڑا گھمنڈ تھا۔ اس نے ہڈیوں کے پنجروں کو باری باری منتر پھونک کر پتھر بنایا اور آگے کی طرف چلا۔

اب جو درختوں کا سلسلہ شروع ہوا، ان کی شاخیں انسانی بازوؤں کی طرح ادھر ادھر لہرا رہی تھیں۔ جیسے کسی کو پکڑ کر ہڑپ کرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔ سمادھن کے درمیان سے گزرتا چلا گیا۔

وہ برابر منہ ہی منہ میں منتر پڑھ رہا تھا۔ انسانی بازوؤں والے درختوں کا سلسلہ ختم ہوا تو سامنے ایک چھوٹا سا گول تالاب آ گیا۔

اس تالاب کے کنارے ایک کشتی پڑی تھی۔ جادوگر نے کشتی میں سوار ہونے کی کوشش کی تو زمین ایک بار لرز گئی۔ جیسے بھونچال آ گیا ہو۔

پھر ایک چیخ فضا میں بلند ہوئی اور تالاب کا پانی درمیان میں سے ابلنا شروع ہو گیا۔ سمادھن ایک طرف کنارے پر کھڑا تالاب کے پانی کو دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد تالاب میں سے ایک بہت بڑے بن مانس کا سر بلند ہوا۔

یہ سر اتنا بڑا اور لمبا چوڑا تھا کہ اس کے نتھنے کسی
بہت بڑے پہاڑ کے دو چوڑے غار لگ رہے تھے۔

سادھن جادوگر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کیونکہ بن
مانس اپنی سبز اور سیاہ آنکھوں سے گھور کر اسے دیکھ رہا
تھا۔

بن مانس کا ایک لمبا ہاتھ تالاب میں سے باہر نکلا
اور سادھن کی طرف بڑھا۔ سادھن نے جھٹ ایک منتر
پڑھ کر پھونک ماری مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

ہاتھ برابر اس کی طرف بڑھتا رہا۔ سادھن دو قدم
پیچھے ہٹ کر پھر منتر پڑھ پڑھ کر پھونکنے لگا۔ اسے جس
قدر منتر یاد تھے۔ اس نے پڑھ ڈالے مگر بن مانس پر

جادو کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اب اسے مردے کی آواز سنائی دی کہ اے
جادوگر! تو نادان ہے، واپس بھاگ جا، یہاں تمہارا
جادو نہ چلے گا۔ یہاں تم سے زیادہ بڑے بڑے جادو
گر پڑے ہیں۔ بن مانس کا ہاتھ اب سادھن کے قریب
پہنچ چکا تھا اور اس میں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔
سادھن بڑا مکار تھا۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہاں اس کی دال
نہیں گلے گی۔

پیچھے مڑا اور اس نے بھاگنا شروع کر دیا۔ جب
وہ مردوں کے پتھریلے پنجروں کے پاس سے گزرا تو
اسے مردوں کے طنزیہ قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں

مگر سماوجن نے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور بھاگتا بھاگتا
جنگل سے نکل کر ان قبروں کے پاس آ کر ٹھہر گیا جن
کے سرہانے مردوں کے بت کھڑے تھے

سرخ درخت کا خون

جادوگر سماوجن نے غور سے دیکھا تو ان میں سے
صرف ایک بت باقی تھا۔

باقی سارے بت غائب ہو چکے تھے۔ صرف ان
کی قبریں ہی باقی رہ گئی تھیں۔ یہ ایک بت وہی سیاہ
چہرہ تھا جس کی آنکھوں نے جادوگر کی طرف دیکھ کر
اسے جاتے وقت کہا تھا کہ واپس چلا جائے اور سرخ

درخت کا خون حاصل کرنے کا ارادہ ترک کردے۔

بت ایک بہت بڑی چٹان جیسے کاٹ کر بنایا گیا تھا۔ جادوگر نے قریب جا کر دیکھا۔ چبوترے کی ایک جانب چھوٹی سی درز تھی جو اوپر سے نیچے تک چلی گئی تھی اور اس میں سے سبز رنگ کی ہلکی ہلکی روشنی باہر آ رہی تھی۔

تو کیا اس کے اندر کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے؟ جادوگر سمادھن نے سوچا۔ اندر چل کر دیکھنا چاہیے کہ وہاں کیا ہے۔ ہو سکتا ہے، یہاں سے سرخ درخت کا کوئی سراغ مل جائے۔

سمادھن نے دونوں ہاتھ اٹھا کر جھٹکے اور دسوں

انگلیوں کا اشارہ چبوترے کی طرف کیا۔ ہلکی سی گڑ گڑاہٹ کی آواز آئی اور چبوترے کا دروازہ اتنا کھل گیا کہ اس میں سے ایک آدمی گزر سکتا تھا۔

سمادھن دروازے میں سے گزر کر اندر چلا گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ اندر تو ایک شیش محل چمک رہا تھا۔ چھت پر سبز رنگ کے فانوس جل رہے تھے۔ دیواروں پر سبز رنگ کے ریشمی پردے گرے ہیں۔ فرش پر قالین بچھے ہیں۔

یہاں وہاں سونے کے تخت اور کرسیاں رکھی ہیں۔ بیچ میں چاندی کے صندوق کھلے پڑے ہیں جن میں سے زرد جواہرات اور ہیرے موتیوں کے ہار اور

شاہی تاج اور سونے کے جڑاؤ زیورات باہر نکل رہے ہیں۔

سادھن کی آنکھیں کھل گئیں۔ اتنا قیمتی اور انمول خزانہ اس نے اپنی جادوگری کی ساری زندگی میں نہ دیکھا تھا۔

اگرچہ وہ خزانے کی تلاش میں وہاں نہیں آیا تھا، لیکن پھر بھی اس کے دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ اس خزانے کو اپنے ساتھ واپس ہسپانیہ لے جائے اور وہاں جا کر اپنی بادشاہت کا اعلان کر کے بادشاہ بن کر بیٹھ جائے۔

جادوگری کے منتر پھونک کر وہ آگ تو لگا سکتا

تھا۔ پتھروں کو توڑ سکتا تھا مگر اتنا زبردست اور قیمتی خزانہ پیدا نہ کر سکتا تھا۔ اس کے جادو کی ایک حد تھی۔ اس حد سے وہ آگے نہیں جا سکتا تھا۔

ہاں اگر وہ سرخ درخت کا خون پی لے تو پھر اسے پورا جادو مل سکتا تھا۔ اور وہ خزانوں پر بھی قبضہ کر سکتا تھا۔

اس نے ایک صندوق میں سے جواہرات سے منڈھا ہوا ایک تاج اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ تاج کے موتیوں اور جواہرات کی چمک سے آنکھیں چکا چوند ہو رہی تھیں۔

اس نے تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔ اس کے ساتھ ہی

زلزلہ سا آیا اور سارا کمرہ ہل گیا۔ جادوگر گرتے گرتے بچا۔

اس نے تاج سر پر سے اتار کر بغل میں دبا لیا۔

زلزلہ رک گیا سادھن نے سوچا کہ اس خزانے میں سے جو کچھ بھی وہ نکال کر لے جا سکتا ہے، لے جائے۔

ایسا سنہری موقع پھر اسے ہاتھ نہیں آئے گا۔ پس اس نے قریب ہی سے پڑا ہوا چمڑے کا جھولا اٹھایا اور اس میں جواہرات، ہیرے موتی، سونے کے زیورات اور قیمتی ہار اور تاج ڈالنے شروع کر دیئے۔

جب تھیلا بھر گیا تو اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور باہر نکلنے کے لیے چبوترے کے ادھر کھلے دروازے کی

طرف بڑھا۔

اب اس نے پھر ایک ایسی حرکت کی جو شاید اس کے لیے مصیبت کا باعث بن گئی۔ اس نے شاہی تاج پھر اپنے سر پر پہن لیا۔

ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ زلزلے کا جھٹکا لگا۔

چبوترے کا پتھریلا دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ اور سادھن زمین پر گر پڑا۔

اس کے جھولے میں رکھا ہوا خزانے کے ہیرے جواہرات بھی قالین پر بکھر گئے۔ سادھن جلدی سے اٹھا اور دروازے کی طرف آ کر زور لگانے لگا، مگر دروازہ نہ کھل سکا۔

www.urdurasala.com

اس نے اپنے سارے منتر، سارا جادو آزما لیا مگر پتھر کا دروازہ اپنی جگہ سے ذرا بھی نہ ہل سکا۔ اسے ایسے لگ رہا تھا کہ کسی طاقت نے اس سے جادو کی ساری طاقت چھین لی ہے۔

وہ پریشانی کی حالت میں ادھر سے ادھر چکر لگانے لگا۔ وہاں کوئی روشندان، کوئی کھڑکی، کچھ بھی تو نہیں تھا۔

چھت پر فانوسوں پر شمعیں جل رہی تھیں۔ دیواروں پر موٹے موٹے ریشمی سبز پردے گرے ہوئے تھے۔

یہ شمعیں کس نے جلا رکھی تھیں؟ ضرور کوئی بڑی

طاقت اس خزانے کی چوکیداری کر رہی تھی۔

اتنے میں کیا ہوا کہ ایک جگہ دیوار سے سبز بھاری پردہ ایک طرف ہٹا۔ اندر سے تیز روشنی جگمگائی اور ایک مہیب ڈراؤنی آنکھوں والا آدھا حیوانی، آدھا انسانی چہرہ نمودار ہوا۔

اس کی سرخ آنکھوں سے تیز روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں۔ کھوپڑی پر ایک سینگ تھا جس پر زرد آنکھوں والا خوفناک الو بیٹھا تھا۔

چہرے نے ایک قہقہہ لگایا اور گونجدار آواز میں کہا۔

''سادھو! تو نے کاہن اعظم کے تاج کو اپنے سر

پر رکھنے کی غلطی کی ہے جس کی سزا تجھے یہ ملی ہے کہ اب
تو ساری زندگی اس پتھر کے گھر سے باہر نہ نکل سکے گا۔

یہیں زندہ رہے گا اور اسی جگہ ایک روز سسک
سسک کر مر جائے گا۔

چہرہ غائب ہو گیا۔ آہ! پر وہ اپنی جگہ پر واپس آ
گیا۔ سادھن پریشان ہو گیا۔ آہ! وہ کس مصیبت میں
پھنس گیا تھا۔

لپک کر اس نے پردہ ہٹا دیا، لیکن پیچھے پتھر کی سیاہ
کالی دیوار کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے جادو کرنا
شروع کر دیا۔ وہ اونچی آواز میں منتر پڑھنے لگا۔

دیواروں پہ پھونکیں مارنے لگا۔ جب سے

مردوں کی ہڈیاں نکال نکال کر دیواروں پر پھینکنے لگا۔
مگر کسی شے کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ایسے لگتا تھا جیسے سچ مچ اس سے جادو کی طاقت
چھین لی گئی۔ چھت کے فانوس بھی آہستہ آہستہ بجھنے
لگے۔

پھر سارے فانوس بجھ گئے۔ صرف دیوار کی ایک
شمع روشن رہی جس کی زرد روشنی میں پتھر کے کمرے
کی فضا اور زیادہ ڈراؤنی ہو گئی۔

جادوگر سادھن اب کچھ خوفزدہ ہو گیا۔ اسے یقین
ہو گیا کہ کوئی اس سے بھی بڑا جادوگر یہاں رہتا ہے
جس نے اسے سزا کے طور پر اس پتھر کی قبر میں ڈال

دیا۔

پھر اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ جواہرات کے ڈھیر کے پاس بیٹھ گیا۔ اسے اپنے جسم سے طاقت باہر نکلتی محسوس ہونے لگی۔ اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

''سنو! اگر تم کوئی بڑے جادوگر ہو تو میرا استاد تم سے بھی بڑا جادوگر ہے۔ اس کو جب پتا چلا کہ تم نے مجھے یہاں قید کر دیا ہے تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا''۔

سمادھن کے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ کمرے میں ایک بجلی سی کوندی اور اس کے بعد جادوگر

سمادھن بے ہوش کر گر پڑا۔

جس وقت اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اسی جگہ پتھر کے چبوترے والے کمرے میں اکیلا پڑا ہے۔ ہیرے جواہرات اس کے اردگرد بکھرے ہوئے تھے۔ اسے بھوک محسوس ہوئی لیکن وہ سونے موتی اور جواہرات سے جڑے ہوئے زیور اور تاج کھا کر اپنی بھوک نہیں مٹا سکتا تھا۔

بھوک مٹانے کے لیے اسے تھوڑی سی روٹی چاہیے تھی۔ روٹی وہاں کہیں بھی نہیں تھی۔ سمادھن نے اٹھ کر کمرے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

اس نے دیوار کے پردے کو اٹھا کر دیکھا کہ

ان کے پیچھے تو کچھ نہیں ہے؟۔

پیچھے پتھر کی دیوار ہی تھی۔ ایک جگہ کونے میں بڑا سا سونے کا رتھ الٹا پڑا تھا۔ پاس ہی ایک چاندی کا بت تھا۔ یہ بت کسی عجیب سے جانور کا تھا۔

ایسا جانور سمادھن نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اس بت کو اپنی جگہ سے ہلایا تو ایک ہلکی سی آواز ابھری۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی آہستہ آہستہ پتھر کی سل کھسکا رہا ہے۔

سمادھن چوکنا ہو گیا۔ سوچنے لگا۔ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟ ضرور کوئی خفیہ دروازہ کھل رہا ہے۔

اس کے قریب ہی کونے میں فرش پر ایک شگاف

نمودار ہوا۔ جادوگر سمادھن نے جھک کر دیکھا۔ نیچے ایک تابوت رکھا تھا۔ وہ قبر میں اتر گیا۔ تابوت کا ڈھکنا اوپر سے بند تھا۔

سمادھن نے تھوڑا سا زور لگا کر تابوت کا ڈھکنا اٹھا لیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ تابوت کے اندر سیڑھیاں بنی ہیں جو نیچے جا رہی ہیں۔

سمادھن جلدی سے نیچے اتر گیا۔ یہ سیڑھیاں ایک چھوٹے سے دروازے پر جا کر ختم ہو گئیں۔ یہاں بہت بڑا اندھیرا تھا۔

صرف اوپر سے آنے والی روشنی کی وجہ سے دروازے کا پتھر چمک رہا تھا۔ سمادھن دروازے میں

داخل ہو گیا۔

یہ ایک تنگ سا راستہ تھا جہاں سے نمدار سی بو اٹھ رہی تھی۔ اس خیال سے وہ آگے بڑھتا چلا گیا کہ شاید یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نکل آئے اور وہ واپس جزیرے پر پہنچ جائے۔

تنگ راستہ اسے ایک گول کمرے میں لے گیا۔ جہاں بیچ میں ایک تخت رکھا تھا۔ تخت سونے کا لگ رہا تھا۔ اور اس پر گرد جمی ہوئی تھی۔ جیسے کئی برسوں سے اس پر کوئی نہ بیٹھا ہو۔

سمادھن نے تخت کے چاروں پایوں کو غور سے دیکھا۔ ایک پائے کے ساتھ اسے پیچھے کی طرف

انسانی کھوپڑی چاندی کے تاروں سے بندھی ہوئی نظر آئی۔ اس نے کھوپڑی کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اسے ہلکے سے طنزیہ قہقہے کے ساتھ آواز سنائی دی۔

''اے شخص! تو اس قید خانے سے ساری عمر باہر نہ نکل سکے گا تو نے کاہن اعظم کے شاہی تاج کی توہین کی ہے۔ یہاں سے فوراً واپس چلا جا نہیں تو اسی جلا کر خاک کر دیا جائے گا''۔

سمادھن نے کہا۔

''لیکن میں ایک جادوگر ہوں۔ ایک ہزار سال پہلے بھی زندہ تھا۔ میرے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جانا چاہیے''۔

کھوپڑی نے قہقہہ لگایا اور کہا۔

تو ایک گستاخ جادوگر ہے۔ اگر تو کاہن اعظم کے تاج کی بے حرمتی نہ کرتا تو شاید تیرے ساتھ نرمی کا برتاؤ کیا جاتا مگر اب تم نے ایک بڑا گھناؤنا جرم کیا ہے۔

تجھے معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تیرے دل میں کاہن اعظم کا خزانہ چرانے کا خیال بھی آیا تھا۔ تو چور بھی ہے۔ دیکھ تجھے ہدایت کرتا ہوں کہ یہاں سے واپس چلا جا۔ نہیں تو ساری عمر پچھتاتا رہے گا۔

سمادھن فوراً وہاں سے واپس پلٹ آیا۔

چبوترے والے کمرے میں آ کر اس نے سوچنا

شروع کیا کہ اس طرح تو سچ مچ اسی جگہ قید ہو کر رہ جائے گا اور شاید اس کی موت بھی واقع ہو جائے۔ وہاں تو اسے کھانے پینے کو بھی کچھ نہ ملے گا۔ اس نے اپنے استاد دو جادوگر کی روح کو بلانے کا فیصلہ کر لیا۔

وہ کمرے کے وسط میں قالین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور آنکھیں بند کر کے منہ ہی منہ میں منتر پڑھنے لگا۔

کافی دیر تک وہ منتر پڑھتا رہا۔ پھر اس کا سانس پھول گیا۔ اس نے آنکھیں کھول کر سرخ سرخ ڈیلوں سے چھت کی طرف دیکھا اور کہا۔

"میرے استاد جادوگر! میری مدد کو آ! میں نے تجھے مصیبت میں آواز دی ہے۔ میری مدد کو آ!"

دھوئیں کا ایک غبار سا اس کی آنکھوں کے سامنے اٹھا اور اس میں سمادھن کے استاد کی شکل نظر آئی۔ ایک لمبی ڈاڑھی والا بھیانک آنکھوں والا چہرہ سمادھن کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سمادھن! تو نے ہمیں یاد کیا، ہم آ گئے۔ پر ہمیں تیری رات کی ساری خبر تھی۔ دیکھ! کاہن اعظم جادوگروں کے بڑے جادوگر اور استادوں کے استاد ہیں۔

تم نے ان کے تاج کر اپنے سر پر کیوں رکھا؟

تو نے ان کے خزانے کو چوری کرنے کی کیوں کوشش کی؟ اب تجھے اپنے کیے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

سمادھن نے کہا۔

گورو جی! آپ سے بڑھ کر اس دنیا میں سوائے سامری کے اور کون جادوگر ہو سکتا ہے۔ پھر آپ اس کاہن اعظم سے کیوں ڈرتے ہیں۔

آپ اگر چاہیں تو اس چبوترے کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتے ہیں۔ آپ اشارہ کریں تو یہ دیواریں آن کی آن میں باہر کو گر جائیں۔

استاد جادوگر نے کہا۔

تم اس طرح مجھے غصہ نہیں دلا سکو گے سمادھن!

میں جانتا ہوں، کہاں میری طاقت شروع ہوتی ہے اور کہاں جا کر میری طاقت ختم ہو جاتی ہے۔ کاہن اعظم کا مقابلہ میں نہیں کر سکتا۔

سمادھن عاجزی سے بولا۔

''میرے گورو! تو کیا اب میں باقی ساری زندگی اسی جگہ سسک سسک کر مر جاؤں گا؟ کیا میری نجات نہ ہو سکے گی۔ کیا آپ اپنے مالک کی، اپنے ادنیٰ شاگرد کی کوئی مدد نہیں کریں گے؟''۔

استاد بولا۔

افسوس ہے سمادھن! میں تیری کوئی مدد نہ کر سکوں گا۔ وقت گزر گیا۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ تم نے اپنے

پاؤں پر کلہاڑا چلایا ہے۔

اس کا کوئی علاج نہیں ہو سکتا۔ میں جا رہا ہوں۔ مجھے دوبارہ بلانے کی کوشش نہ کرنا، کیونکہ اگر میں پھر آیا تو ہو سکتا ہے، کاہن اعظم مجھ سے بھی میری طاقت چھین لے۔

دھوئیں کا غبار ایک بار پھر اٹھا اور استاد جادوگر کا چہرہ اس میں غائب ہو گیا۔ اب تو سمادھن کو فکر پڑ گئی کہ وہ کیا کرے۔

وہ تو بالکل ہی بے یارو مددگار ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ قالین پر سے اٹھ بیٹھا اور ایک بار پھر اس نے وہاں سے نکلنے کی ترکیبوں پر غور کرنا شروع کر دیا۔

اب وہ جادو سے ہٹ کر اپنی چالاکی او مکاری سے کام لینا چاہتا تھا۔ وہ ایک دم سے سجدے میں گر پڑا اور گڑگڑا کر بولا۔

اے عظیم کاہن اعظم! مجھے معاف کر دی۔ میں نے بڑی سخت غلطی کی ہے۔ میں تم سے معافی مانگتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ ایسا غلطی کبھی نہیں کروں گا۔

مجھے بخش دے اور یہاں سے نکال لے۔ نہیں تو میں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا۔

جب جادوگر سمادھن نے جھوٹ موٹ اور مکاری کے ساتھ بہت ہی گریہ وزاری کی تو چھت کے ریب

ہی چہرہ نمودار ہوا اس نے اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے سمادھن کو دیکھا اور کہا۔

"جا ہم نے تمہیں معاف کیا، لیکن تمہیں کفارہ ادا کرنا ہوگا"۔

سمادھن نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"میں ہر قسم کا جرمانہ ادا کرنے کو تیار ہوں"۔

چہرے نے گرج کر کہا۔

تو سن! اس جزیرے میں ایک ٹیلے کے پیچھے غار ہے۔ اس غار میں ایک قبرستان ہے۔ اس قبرستان کی ساری قبروں کے مردے باہر پڑے ہیں۔

تیزی سزا یہ ہے کہ اس غار میں جا کر سارے

مردوں کی لاشوں کو ایک ایک کر کے ان قبروں میں
دفن کر۔ جب سارے مردے دفن ہو جائیں تو ایک
آخری مردہ ساتھ والی غار میں رہ جائے گا۔

وہی تیری نجات کا باعث ہو گا۔ اب یہاں سے
نکل جا۔ دفع ہو جا، میری آنکھوں کے سامنے سے۔

سادھو حسن نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"حضور! وہ ٹیلہ کہاں ہے؟"۔

"مینار والی چٹان کے پاس"۔

اس کے ساتھ ہی چہرہ غائب ہو گیا۔ سادھو حسن نے
دائیں بائیں دیکھا۔ کمرے کا پتھریلا دروازہ تھوڑا سا
کھل چکا تھا۔

اس نے وہاں سے نکلنے کی کوشش کی اور دروازے
میں سے باہر بھاگا۔ اس کے باہر نکلتے ہی دروازہ پھر
سے بند ہو گیا۔

کھلی ہوا اور سورج کی روشنی میں آ کر اس نے
اطمینان کا گہرا سانس لیا۔ درختوں کے کچھ پھل توڑ کر
کھائے۔

ایک جگہ ریت میں پانی جمع تھا۔ وہ چلو بھر کر پیا
اور سوچنے لگا کہ کیا اس ٹیلے کے غار میں جا کر مردوں
کو دفن کرنا چاہیے یا یہیں سے جزیرے میں سے نکل
جانا چاہیے؟۔

اصل میں وہ سرخ درخت کا خون پیے بغیر اس

جزیرے سے واپس نہیں جانا چاہتا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا واحد مقصد تھا اور اس مقصد کو لے کر وہ اس جزیرے پر آیا تھا۔

اس نے سوچا تھا کہ ابھی مردوں کو قبروں میں دفن کرنا ہی بہتر ہے۔ دیکھتے ہیں آخری غار والا مردہ اس کی کیا رہنمائی کرتا ہے۔

یہ سوچ کر سمادھن مینار والی چٹان کے پاس آ گیا۔

ساتھ ہی ایک ٹیلہ تھا جس کے پاؤں میں ایک چھوٹا سا غار بنا تھا۔ سمادھن اس غار میں داخل ہو گیا۔ کچھ دور آگے چل کر اندر روشنی سی ہو گئی۔

ڈراؤنی آوازیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 54)

یہ روشنی اوپر پہاڑ کی درزوں میں سے آ رہی تھی۔ اس روشنی میں سمادھن نے دیکھا کہ زمین پر جگہ جگہ قبروں کے منہ کھلے تھے اور مردے باہر پتھروں پر پڑے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر ایک بار تو سمادھن کو بھی خوف سے جھرجھری سی آ گئی۔ ان مردوں کا قبروں میں دفن کرنا بھی بہت ضروری تھا، کیونکہ کاہن اعظم نے اسے حکم دیا تھا کہ وہ یوں ہی اپنا کفارہ ادا کر سکتا تھا۔ اور پھر اس جزیرے کے سرخ درخت کے خون کو اپنے حلق میں انڈیل سکتا تھا۔

سمادھن نے ایک ایک کر کے مردوں کو اٹھا کر

www.urdurasala.com

قبروں میں ڈالنا شروع کر دیا۔ وہ ایک مردے کو قبر میں اتارتا اور پھر بیلچے سے اندر مٹی اور پتھر ڈالنے شروع کر دیتا۔

شام تک وہ صرف دس بارہ مردے ہی دفن کر سکا۔ رات کو اس نے ٹیلے کے باہر آرام کیا۔ صبح کو پھر غار میں جا کر مردوں کو دفن کرنے کے تھکا دینے والے کام میں لگ گیا۔

غرض کہ چار دن کی محنت کے بعد سمادھن نے غار میں بکھرے ہوئے سارے کے سارے مردوں کو قبروں میں بند کر دیا۔

اب صرف کاہن اعظم کے حکم کے مطابق

دوسرے غار والا مردہ باقی رہ گیا تھا جس سے سمادھن کو رہنمائی بھی حاصل کرنی تھی۔

وہ ساتھ والے غار میں داخل ہو گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ طاق میں تیل کا ایک دیا جل رہا ہے۔ اس کی روشنی میں اسے ایک کھلی قبر دکھائی دی جس کے باہر ایک خوفناک شکل والا مردہ زمین پر پڑا تھا۔

سمادھن اس کے قریب جا کر بیٹھ گیا۔ اچانک مردے نے اپنی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور کہا۔

تو نے اپنا کفارہ ادا کر دیا۔ اب تو آزاد ہے۔ مجھے بھی اس قبر میں دفن کر دے اور اس جزیرے سے فوراً نکل جا۔

تجھے سمندر کے کنارے ایک کشتی ملے گی۔ اگر تو
نے کوئی لالچ کیا اور جزیرے پر ٹھہرنے کی کوشش کی تو
یاد رکھ پھر تو ساری زندگی اس جزیرے میں سے باہر نہ
جا سکے گا اور تیری ہڈیاں بھی اسی زمین میں گل سڑ
جائیں گی۔ جا اب دفع ہو جا۔

سادھن نے کہا۔

"اے مردہ روح! میری ایک بات کا جواب تو
دے"۔

مردے نے کہا۔

"پوچھ تو کیا پوچھنا چاہتا ہے"۔

سادھن نے پوچھا۔

"یہ بتا کہ تو کون ہے اور یہاں کیوں پڑا ہے اور
کب سے پڑا ہے۔ میں بھی کبھی ایک مردہ تھا اور ایک
ہزار سال سے قبر میں دفن تھا، لیکن میں قبر سے باہر
زمین پر کبھی یوں نہیں پڑا رہا"۔

مردہ بولا۔

سن اے احمق جادوگر! تو نے مجھ سے وہ کچھ پوچھا
ہے جو میں تمہیں کبھی نہیں بتا سکتا۔ میں اس جزیرے کا
بادشاہ تھا۔

میں نے ایک گستاخی کی۔ مجھ سے ایک غلطی ہو گئی
اور اس غلطی کی سزا آج تک بھگت رہا ہوں۔ بس اس
سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔ اب تو فوراً یہاں

سے بھاگ جائیں تو پھر کسی نہ کسی مصیبت میں گرفتار ہو جائے گا۔

سماڈھن نے چپکے سے اس بادشاہ کے مردے کو قبر میں اتار کر تابوت بند کر دیا اور اوپر سے مٹی پتھر ڈال کر قبر بند کر دی۔

غار سے باہر آ کر وہ سیدھا سمندر کی طرف آ گیا۔ یہاں ساحل پر ایک چھوٹی کشتی تیار کھڑی تھی۔ سماڈھن نے کشتی میں اتر کر دیکھا کہ کھانے پینے کی ہر شے موجود تھی۔

سب سے پہلے تو اس نے جی بھر کر کھایا پیا اور پیٹ کی آگ بجھائی پھر وہ لیٹ گیا اور آرام کرنے

لگا۔

اسے معلوم تھا کہ اگر وہ وہاں سے نہ گیا تو کاہن اعظم اس سے انتقام لے گا۔ سماڈھن کی جادو کی طاقت ختم ہو چکی تھی یا کم از کم جتنی دیر تک وہ اس جزیرے میں تھا، وہ جادو سے کام نہیں لے سکتا تھا۔ وہ جو کچھ بھی کرنا چاہتا تھا، اسے اپنی ہوشیاری اور مکاری سے ہی کرنا ہوگا۔

رات بھر اس نے کشتی میں آرام کیا۔

صبح صبح وہ کشتی لے کر کنارے سے چل دیا۔ یہ ناممکن بات تھی کہ سماڈھن اس جزیرے سے سرخ درخت کے پھولوں کا خون پئے بغیر جائے کیونکہ اس

خون پری اس کی ساری آنے والی زندگی کا دارومدار
تھا۔

اسی خون کو سمادھن کو ابدی زندگی عطا کرتی تھی۔
ورنہ وہ تو ایک مردہ شخص تھا۔ اگر ایک بار پھر ماریا کے
بال کاٹنے میں بھول کر جائے تو اسی جگہ ہڈیوں کا
ڈھانچہ بن کر زمین پر گیر اور نیست و نابود ہو جائے۔

ایک طرح سے اس کی زندگی ماریا کے بالوں میں
قید تھی۔ اگر ماریا زندہ ہے اور وہ اس کے بال ہر مہینے
کے بعد کاٹ دیتا ہے تو وہ بھی زندہ ہے لیکن اگر کسی
مہینے بھی اس سے بھول چوک ہو گئی تو پھر وہ مر جائے
گا۔ اور ایسی موت مرے گا کہ پھر حشر تک نہ اٹھ سکے

گا۔

پس سمادھن کشتی کو کنارے کنارے کھیتا جزیرے کی
پرلی جانب لے گیا۔ جزیرہ کافی بڑا تھا۔ وہ اس کے
حدود اربعہ کو اچھی طرح سمجھ گیا تھا کہ اس کے جنوبی
حصے سے بھی اگر جنگل میں داخل ہوا جائے تو وہ چلتے
چلتے سرخ درخت کے پاس پہنچ سکتا ہے۔

اس نے جزیرے کے دور جنوبی ساحل پر جا کر
اپنی کشتی ایک چٹان کے ساتھ باندھی اور اتر کر
درختوں کی چھاؤں میں آ گیا۔

وہ اس کے سامنے ایک گھنا جنگل پھیلا ہوا تھا۔
یہی وہ جنگل تھا جو سرخ درخت کی طرف جاتا

تھا۔ سمادھن نے اپنے استاد کا نام لیا اور جنگل میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی دور چلنے کے بعد اسے درختوں میں ایک جھونپڑی بنی ہوئی نظر آئی۔ حیران ہوا کہ اس بے آباد جگہ پر یہ کون آباد ہے۔

جھونپڑی کے باہر دروازے پر انسانی کھوپڑیاں لٹک رہی تھیں۔ وہ ابھی جھونپڑی کے دروازے تک ہی پہنچا تھا کہ ایک فلک شگاف چیخ سے سارا جنگل گونج اٹھا۔

سمادھن اگر جادوگر نہ ہوتا تو شاید غش کھا کر گر پڑتا مگر وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور غور کرنے لگا کہ یہ چیخ

کس کی ہو سکتی ہے۔

اتنے میں جھونپڑی میں سے ایک ایسی عورت باہر نکلی جس کے پاؤں الٹے تھے اور ہاتھ بھی الٹے تھے۔ اس کے بال سفید تھے اور ڈراؤنے چہرے پر دو اگلے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔

سمادھن نے اسے جھک کر سلام کیا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ جزیرے کی چڑیل ہے۔

سمادھن مکاری سے بولا۔

''اے عظیم چڑیل! میں تمہیں سلام کرتا ہوں۔ تو بہت بڑی چڑیل ہے اور میں تیرے ہی درشن کرنے یہاں آیا ہوں''۔

چڑیل نے زمین پر پاؤں مارا اور قہقہہ لگایا۔ جنگل کے سارے درخت لرز اٹھے۔

جادوگر سادھن! میں تیری مکاری سے خوب واقف ہوں۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تو اس جزیرے پر سرخ درخت کا خون پینے آیا ہے۔

لیکن سن! تو اس مقصد میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتا جب تک کہ تو کسی ایسے جنگلی آدم خور کا سر کاٹ کر نہ لائے جس نے ایک ہزار انسانوں کا خون نہ پیا ہو، اور یہ کام تجھے اپنی محنت اور جرات سے کرنا ہوگا، کیونکہ ان علاقوں میں کسی پر بھی تیرا جادو نہ چل سکے گا۔

سادھن نے کہا۔

"اے عظیم چڑیل! اب جب کہ تو میرے سارے رازوں سے واقف ہو گئی ہے، مجھے یہ بتا کہ ایسا جنگلی آدم خور مجھے کہاں مل سکے گا؟"۔

چڑیل بولی۔

یہاں سے تھوڑے فاصلے پر پچھم کی طرف ایک چھوٹا سا جزیرہ ہے۔ اس جزیرے میں آدم خور وحشی آباد ہیں۔

فوراً وہاں جا اور معلوم کر کہ وہاں کوئی ایسا وحشی آدمی ہے جس نے ایک ہزار انسانوں کا خون پیا ہو؟ بس اسے اپنی چالاکی اور مکاری سے کام لے کر ہلاک

کر اور اس کا سر کاٹ کر میرے پاس لا۔

پھر میں تمہیں بتاؤں گی کہ تو سرخ درخت کا خون کس طرح حاصل کر سکتا ہے"۔

سامدھن بولا۔

"اے عظیم چڑیل! اگر میں ان آدم خوروں کے پاس ایسی حالت میں گیا کہ کوئی جادو نہ کر سکا تو وہ تو مجھے بھون کر کھا جائیں گے۔ مجھے تھوڑی سی ایسی طاقت دے کہ میں اپنی حفاظت کر سکوں"۔

چڑیل بولی۔

"تو یہ پتھر کا ٹکڑا اپنی جیب میں رکھ لے۔ اس کا تمہیں یہ فائدہ ہو گا کہ تو اسے جب زمین پر مارے گا

تو وہاں سے آگ کا شعلے نکلے گا اور پھر نمودار ہو گا۔ اس جادوگری سے تم ان وحشی آدم خوروں پر اپنا رعب جما سکو گے۔ اس کے کے بعد سارا کام تمہیں خود کرنا ہو گا"۔

چڑیل نے اسے پتھر کا ٹکڑا دے دیا۔ سامدھن نے پتھر جیب میں رکھا۔ چڑیل کا شکریہ ادا کیا اور واپس مڑا۔ اس کے واپس مڑتے ہی جنگل ایک بار پھر چڑیل کی ہیبت ناک چیخ سے گونج اٹھا۔

سامدھن وہاں سے بھاگا۔ اپنی کشتی میں سوار ہوا اور پچھم کی طرف کشتی کو چلانے لگا۔ کافی دور سمندر میں وہ کشتی پر سفر کرتا رہا۔

www.urdurasala.com

آخر اسے ایک جزیرہ دکھائی دیا۔ یہ چھوٹا سا جزیرہ آدم خور وحشیوں کا تھا جو انسان کو دیکھتے ہی اسے پکڑ کر لے جاتے اور آگ پر زندہ بھون کر کھا جاتے، لیکن آگ میں بھوننے سے پہلے اس کی شہ رگ کاٹ کر سارے وحشی ایک ایک گھونٹ اس کا خون پیتے تھے۔

وحشی آدم خوروں نے بھی سمادھن کی کشتی کو دور سے دیکھ لیا تھا۔ وہ درختوں کے پیچھے چھپ گئے اور انتظار کرنے لگے کہ یہ آدمی جزیرے پر پہنچے تو اس پر ایک دم سے حملہ کر کے پکڑ لیں۔

سمادھن نے کشتی جزیرے پر لگائی اور زمین پر

کھڑے ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اتنے میں شور مچاتے، چیختے چلاتے وحشیوں کا ایک ہجوم نیزے اور کلہاڑے لیے اس کی طرف بڑھا۔

سمادھن ذرا نہ گھبرایا۔ وہ ان لوگوں کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ قریب پہنچ کر اسے پکڑ لیا گیا اور وحشی اسے کھینچتے ہوئے اپنی جھونپڑیوں کے پاس لے گئے۔

انہوں نے خوشی سے ناچنا گانا شروع کر دیا۔

درمیان میں ایک کھمبا گاڑ کر آگ جلا دی گئی۔

اس کے اوپر بڑا سا پتھر رکھ دیا گیا۔ اس پتھر پر لٹا کر سمادھن کے قتلے تلنے تھے اور پھر انہیں ہڑپ کر جانا تھا۔

جب وحشی آدم خوروں کا سردار خنجر لے کر سمادھن
کی شہ رگ کاٹنے کے لیے آگے بڑھا تو سمادھن نے
جیب سے پتھر نکال کر زمین پر مارا۔

جونہی پتھر زمین سے ٹکرایا، ایک دھماکا ہوا۔ آگ
کا شعلہ آسمان کی طرف لپکا اور اس میں سے ایک پلا
پلایا بکرا نمودار ہو کر ممیانے لگا۔ وحشی اس کرتب کو دیکھ
کر کچھ دہشت سے پیچھے ہٹ گئے۔ اب سمادھن کی
ہوشیاری اور مکاری کے ت آگیا تھا۔

اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کہا۔

"دستو! میں اس سمندر، اس جنگل، اس جزیرے کا
دیوتا ہوں میں اس جزیرے پر تم لوگوں کی بھلائی کے

لیے آیا تھا لیکن تم نے مجھے پکڑ کر میری بے عزتی کی
ہے۔

پھر بھی میں بدلہ لینے کی بجائے یہ بکرا تمھیں دے
رہا ہوں۔ اس بکرے کی عبادت کرو۔ یہ بکرا اب تمہارا
چھوٹا دیوتا ہے۔

یہ تقریر سن کر وحشی آدم خوروں نے سمادھن کے
آگے سجدہ کر دیا اور اپنے سارے ہتھیار اٹھا کر پھینک
دیے۔

سردار نے سمادھن کے قدموں پر اپنا سر رکھ کر کہا۔

"اے عظیم دیوتا! ہماری جان بھی تمہارے
درختوں پہ نچھاور ہے۔ ہمیں معاف کر دے۔ ہم سے

سخت بھول ہوگئی"۔

سمادھن بولا۔

"اس بکرے کو لے جانے کے اوپر باندھ دو وہ آج سے میری اور اس کی عبادت کرو"۔

آدم خوروں نے سمادھن اور بکرے کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے اور اس کے ارد گرد رقص کرنے اور ناچنے لگے۔

سرکاٹ کرلاؤ

جادوگر سمادھن آدم خوروں کا دیوتا بن بیٹھا۔

لیکن وہ اصل مقصد سے غافل نہیں ہوا تھا۔ یہ آدم خور وحشی دن رات اس کی اور اس کے بخشے ہوئے بکرے کی پوجا کرتے۔

اسے بہترین سے بہترین پھل کھانے کو دیتے۔ ناریل کا پانی پینے کو دیتے۔ ایک روز سمادھن نے

سردار کو طلب کیا اور کہا۔

”سردار! سالگرہ کا دن قریب آ رہا ہے۔ میں
چاہتا ہوں کہ اس دن ایک بہت بڑا جشن ہو۔ اس
جشن میں سارے جزیرے کے لوگ پھولوں کے ہار
پہن کر رقص کریں گے“۔

سردار نے سر جھکا کر کہا۔

”عظیم دیوتا! جو حکم ہوگا ویسے ہی کریں گے۔
آپ کا جشن ہم بڑی دھوم دھام سے منائیں گے“۔

اب سمادھن اپنے اصل مقصد کی طرف آیا۔

”میں چاہتا ہوں کہ اس جشن کے لیے کوئی ایسا
بزرگ آدمی چنو جس کو میں اپنا بڑا پجاری بنا کر یہاں

سے چلا جاؤں کیونکہ مجھے دوسرے سمندروں اور
جزیروں کے لوگوں کا بھی خیال رکھنا اور ان کے لیے
کام کرنا ہے“۔

”عظیم دیوتا! آپ جس کو حکم کریں، وہی آپ کا
بڑا پجاری بنا اپنی خوش قسمتی خیال کرے گا، لیکن اگر
آپ کی مرضی ہو اور آپ مجھ پر مہربانی کریں تو میں
بڑا پجاری بننے کے ہر طرح سے لائق ہوں“۔

سمادھن نے کہا۔

”لیکن اس کے لیے ہماری ایک شرط ہے“۔

”کونسی شرط حضور! آپ حکم کریں“۔

”کیا تم ہماری شرط پر پورے اتر سکو گے؟“۔

"عظیم دیوتا! آپ فرمائیں تو سہی کہ وہ شرط کیا ہے؟"۔

سماڈھن بولا۔

میرا بڑا پجاری صرف وہ آدم خور بن سکتا ہے جس نے اپنی زندگی میں ایک ہزار انسانوں کا خون پیا ہو۔ اگر تم نے ایک ہزار انسانوں کا خون پیا ہے تو پھر تم میرے بڑے پجاری ہو گے۔

تمہیں ساری بادشاہی مل جائے گی اور تم میں اتنی طاقت آ جائے گی کہ تم اس سمندر اور جزیروں پر اڑتے پھرو گے جس طرح کہ میں اڑتا پھر رہا ہوں۔

سردار نے کہا۔

"عظیم دیوتا! میں نے آج تک کوئی حساب نہیں رکھا۔ لیکن مجھے اتنا معلوم ہے کہ اس جزیرے کا میں واحد آدم خور ہوں جس نے سب سے زیادہ انسانوں کا خون پیا ہے"۔

سماڈھن نے پوچھا۔

"تمہارے خیال ہے تم نے اب تک کتنے انسانوں کا خون پیا ہو گا۔ ٹھیک ٹھیک بتانا۔ نہیں تو تمہارے اندر وہ طاقت نہ آ سکے گی جو دیوتا تمہیں دینا چاہتے ہیں"۔

سردار نے سوچ کر کہا۔

"عظیم دیوتا! مجھے یقین ہے کہ میں نے اب تک

صرف نوسوانسانوں کا خون پیا ہے"۔

سماد حسن کہنے لگا۔

باقی ایک سو انسانوں کا خون کہاں سے پیو گے؟
جب تک ایک ہزار انسانوں کی نفری پوری نہیں ہوگی تم
میرے پجاری نہیں بن سکو گے۔

شاید مجھے کسی دوسرے جزیرے سے کوئی بوڑھا
آدمی اس عہدے کے لیے تلاش کرنا پڑے گا۔ اچھا!
اب میں جاتا ہوں۔

سردار ہاتھ باندھ کر بولا۔

"عظیم دیوتا! مجھ پر رحم کریں اور بڑا پجاری بنا
دیں۔ میں ساری زندگی آپ کی خدمت کی کروں

گا"۔

سماد حسن نے کہا۔

وہ تو ٹھیک ہے مگر انسانوں میرا مطلب ہے، ایک
ہزار انسانوں کے خون پینے کی شرط کیسے پوری کرو
گے؟ نوسوانسانوں کا خون تم پی چکے ہو۔ اب ایک سو
انسان کہاں سے لاؤ گے؟۔

سردار سوچ میں پڑ گیا۔ پھر اس کے چہرے پر
خوشی کی لہر آ گئی۔ ہاتھ باندھ کر کہا۔

"حضور! اس جزیرے پر دوسو آدم خور آباد ہیں۔
میں ان آدم خوروں میں سے ایک سو کا خون پی سکتا
ہوں"۔

سماڈھن چونک پڑا۔ اس لالچی سردار نے اس کا
سارا مسئلہ حل کر دیا تھا۔ نہیں تو وہ بھی پریشان ہو گیا تھا
کہ اب وہ ایسا آدم خور کہاں سے لائے جس نے ایک
ہزار انسانوں کا خون پیا۔

جھٹ سماڈھن نے کہا۔

تم واقعی بڑے بہادر ہو اور ہر طرح سے اس
عہدے کے لائق ہو۔ تم نے یہ بات کہہ کر کہ تم
جزیرے کے سو آدم خوروں کا خون پی جاؤ گے۔

میری لاج رکھ لی ہے اور میرا دل خوش کر دیا
ہے۔ جاؤ میری طرف سے تمھیں اجازت ہے کہ تم
اپنے ساتھیوں کا خون پینا شروع کر دو، لیکن ایک بات

یاد رہے۔

اس طرح ہر روز ایک آدم خور قتل ہونا شروع ہو
جائے گا۔ لوگ تم پر شک کرنے لگیں گے۔

سردار نے سینے پر ہاتھ مار کر کہا۔

عظیم دیوتا! میں روزانہ ایک آدم خور کو اٹھا کر
جزیرے کی دوسری جانب لے جاؤں گا۔ وہاں میں
اس کی شہ رگ کاٹ کر خون پیوں گا اور اسے سمندر میں
پتھر باندھ کر پھینک دوں گا۔ اس طرح کسی کو معلوم نہ
ہو سکے گا کہ آدم خور کہاں چلا گیا۔

سماڈھن بولا۔

"کیا دوسرے آدم خور شک نہ کریں گے؟"۔

www.urdurasala.com

سردار نے کہا۔

میں یہ مشہور کر دوں گا کہ اس جزیرے کے لوگ ساتھ والے جزیرے میں سونے کی تلاش میں جا رہے ہیں۔

اس سے پہلے بھی ہمارے آدم خور ساتھ والے جزیرے میں ایک ایک کر کے سونے کی تلاش میں جایا کرتے تھے۔

سمادھن اس وحشی سردار کی عقل پر دنگ رہ گیا۔ کم بخت اپنے مطلب کے لیے کیسی کیسی ترکیبیں نکال رہا تھا۔ سمادھن نے اسے اجازت دے دی اور اس بات کی خاص طور پر تاکید کی کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ ہونے

پائے۔

سردار نے سر جھکا کر کہا۔

"وہ عظیم دیوتا! کیا مجال جو کسی کو کانوں کان خبر ہو کہ میں کیا کر رہا ہے اور کیوں کر رہا ہے۔ بس آپ بے فکر رہیں، میں کل سے اپنا کام شروع کر دوں گا"۔

اور آدم خوروں کے سردار نے ایسا ہی کیا۔ دوسرے روز صبح اس نے ایک آدم خور پر پیچھے سے حملہ کر دیا۔

اس کے سر پر ایک پتھر مارا۔ وہ بے ہوش کر گر پڑا۔ سردار نے اسے اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور جزیرے کی طرف لے گیا۔ وہاں لے جا کر اس کی شہ

رگ کاٹ دی اور خون کے چھ سات گھونٹ غٹا غٹ
پی گیا۔

پھر اس نے لاش کے پاؤں میں پتھر باندھا اور
اسے سمندر میں پھینک دیا۔ دوپہر کو سردار نے سادھن
کے پاس آ کر کہا۔

"عظیم دیوتا! میں نے اپنا کام شروع کر دیا ہے
اور ایک آدم خور کا خون پی کر اسے سمندر میں پھینک
دیا ہے"۔

سادھن بڑا خوش ہوا مگر ابھی ننانوے آدم خوروں
کا خون باقی تھا۔ پھر بھی اسے سردار سے پوری پوری
امید تھی کہ وہ اپنے اس مشن میں ضرور کامیاب ہو

جائے گا۔

اب ایسا ہوا کہ جزیرے پر سے ہر روز ایک آدم
خور گم ہونے لگا۔ سب فکر مند ہو کر دیوتا سادھن کے
پاس آئے۔

وہاں سردار بھی موجود تھا۔ آدم خوروں نے کہا کہ
اے عظیم دیوتا! آج چھ روز سے ہمارا ایک ساتھی روز گم
ہو جاتا ہے۔

دیوتا سادھن بولا۔

"یہ تمہیں تمہارے گناہوں کی سزا مل رہی ہے"۔

سردار جھٹ بولا۔

"عظیم دیوتا میرا خیال ہے کہ یہ آدم خور جو گم

www.urdurasala.com

ہوئے ہیں، اصل میں ساتھ والے جزیرے پر سونے
کی تلاش میں گئے ہوں گے، کیونکہ اس سے پہلے بھی
ہمارے لوگ وہاں جاتے رہے ہیں۔"

باقی آدم خوروں نے اس انکشاف پر اطمینان کا
اظہار کیا اور سردار سے درخواست کی کہ وہ ان لوگوں کو
وہاں جانے سے روکیں۔ سردار نے ایک تقریر میں
تمام آدم خوروں سے کہا۔

"اب تک جتنے لوگ دوسرے جزیرے میں
سونے کی تلاش میں جا چکے ہیں، میں انہیں واپس
منگوانے کی پوری کوشش کروں گا لیکن آئندہ سے
آپ لوگوں میں کوئی بھی ادھر کا رخ نہ کرے۔ اگر کسی

نے لانچ میں آ کر وہاں جانے کی کوشش کی تو اسے
پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا"۔

سبھی مطمئن ہو کر واپس اپنے اپنے کام پر چلے
گئے۔

لیکن اگلے روز پھر ایک آدم خور گم ہو گیا۔ یوں ہر
روز ایک آدم خور کے گم ہونے کا سلسلہ جاری رہا۔
سردار اس وقت تک پچاس آدم خوروں کا خون پی چکا
تھا۔

سادھن نے محسوس کیا کہ اسے جلدی کرنی چاہیے،
کیونکہ وہ واپس قلعے میں جا کر ماریا کے بال بھی کاٹنا
چاہتا تھا۔ بال کاٹنے میں اس کے حساب سے دس بارہ

روز باقی رہ گئے تھے۔

اس نے سردار سے کہا کہ وہ روزانہ ایک آدم خور کی بجائے دو دو آدم خوروں کو ہلاک کرنا شروع کر دے۔ سردار نے دیوتا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے ایسا ہی کیا۔ بلکہ وہ دو قدم آگے نکل گیا۔ اس نے ایک روز رات کو چار آدم خوروں کو ہلاک کر کے اس کا خون پی لیا۔

جزیرے کے آدم خوروں میں کہرام مچ گیا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

سمادھن نے سردار سے کہا۔

میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مجھے سمندر

کے دیوتا کے ساتھ مل کر ایک پہاڑ پر جانا ہے، کیونکہ پہاڑ کی دیوار کی شادی ہے۔

ضروری ہے کہ کل تک تم باقی چار آدمیوں کا بھی خون پی کر میرے جھونپڑے میں آدھی رات کو آؤ تاکہ میں تمہیں اپنا پجاری بنا کر تمہارے سر پر سونے کا تاج رکھ کر تمہیں دیوتاؤں کی طاقت عطا کر دوں۔

اس خوشخبری کو سن کر سردار اس قدر بے تاب ہوا کہ اس نے دوسرے روز باری باری چار آدم خوروں کو پتھر مار کر بے ہوش کیا اور پھر اس کا خون پی کر پاؤں سے پتھر باندھ کر انہیں باری باری سمندر میں پھینک دیا۔

ایک ہزار انسانوں کے خون پینے کی شرط پوری ہو گئی تھی۔ سمادھن بڑا خوش تھا کہ وہ آدم خور سردار کا سر کاٹ کر لے جاسکے گا اور چڑیل سے اپنا کھویا ہوا جادو حاصل کر لے گا۔

آدم خور سردار اس بات پر خوش تھا کہ اب وہ عظیم دیوتا کی برکت حاصل کر کے اس کا سب سے بڑا پجاری بن سکے گا۔ وہ آدھی رات کا انتظار کرنے لگا۔

ادھر سمادھن بھی اپنی جھونپڑی میں آدھی رات کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ایک چھرا چھپا کر پہلے ہی سے تیار رکھ لیا تھا۔

جزیرے پر رات کا سناٹا گہرا ہو گیا۔ آدھی رات

گذری تو سردار خاموشی سے اپنے جھونپڑے سے نکلا اور سمادھن کی جھونپڑی کی طرف بڑھا۔ سمادھن پہلے ہی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ سردار نے دروازے کے پاس پہنچ کر آواز دی۔

''عظیم دیوتا! کیا میں اندر آسکتا ہوں؟''۔

سمادھن خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے کہا۔

''آجاؤ میرے بچے! چلے آؤ۔ میں تمہاری ہی راہ دیکھ رہا ہوں''۔

سردار جھونپڑی میں داخل ہوا۔ اس نے جھک کر دیوتا کو سلام کیا اور پھر ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

www.urdurasala.com

''میں حاضر ہوں میرے آقا! اب میرے گلے
میں ہار ڈال کر اور میرے سر پر تاج رکھ کر مجھے اپنا
پجاری بنا لیں اور دیوتاؤں کی طاقت عطا کر دیں''۔

سمادھن مسکرایا اور بولا۔

''شاباش میرے بچے! تم نے اپنی ہمت سے
ثابت کر دیا ہے کہ اس جزیرے پر صرف تم ہی ایک
ایسے آدم خور ہو جو صحیح معنوں میں میرے پجاری بننے
کے قابل ہو۔ اب دیوتاؤں کا شاہی تاج اور ہار تمہارا
حق ہے۔ آؤ میرے پاس''۔

سردار آگے بڑھ کر جھک گیا۔ سمادھن نے کہا۔

یہاں دو زانوں ہو کر بیٹھ جاؤ اور سر جھکا کر

آنکھیں بند کر لو میں کچھ اشلوک پڑھوں گا۔ پھر تاج
تمہارے سر پر رکھ دوں گا۔

لیکن خبردار! جب تک میں نہ کہوں آنکھیں ہرگز
نہ کھولنا۔ نہیں تو سارا کام خراب ہو جائے گا۔

سردار بولا۔

''میرے آقا! آپ جس طرح کہیں گے اسی
طرح سے ہوگا۔

سردار جھونپڑی کے وسط میں دو زانو ہو کر سر جھکا
کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اب
سمادھن کی باری تھی کہ وہ چابکدستی سے کام لے کر اپنا
مقصد حاصل کرے، چنانچہ اس نے بڑی آہستگی سے

اپنے لبادے میں چھپایا ہوا خنجر باہر نکالا اور بجلی جیسی تیزی کے ساتھ سردار کے پیچھے آ کر اس کی گردن پر اتنی زور سے مارا کہ آدم خور سردار کی گردن کٹ کر فرش پر گر پڑی۔

یہ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا کہ سردار گردن کٹ جانے کے بعد بھی اسی طرح دو زانو اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔اس کا سر دور جا گرا اور اس کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔

پھر ایک دم سے آدم خور کا باقی دھڑ زمین پر گر پڑا۔سمادھن اب وہاں ایک پل بھی ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے آدم خور سردار کا سر تھیلے میں ڈال کر کندھے پر رکھا اور رات کی خاموشی میں جھونپڑی سے نکل کر ساحل سمندر کی طرف چل پڑا۔

چاندنی کھلی ہوئی تھی۔ایک جگہ سے سمادھن نے کشتی کھولی۔ اس میں سوار ہو کر چپو چلاتا سمندر میں نکل گیا۔

باقی ساری رات وہ چپو چلاتا رہا۔صبح دم وہ واپس سرخ درخت والے جزیرے کے عقبی ساحل پر پہنچ گیا۔جلدی جلدی اس نے کٹے ہوئے سر کا تھیلا اٹھایا اور جنگل میں جا کر چڑیل کی جھونپڑی کے باہر کھڑا ہو گیا۔چڑیل ایک چیخ مار کر جھونپڑی میں سے باہر نکل

آئی۔

''کیا تم ایسے آدم خور کا سر لے آئے ہو جس نے
ایک ہزار انسانوں کا خون پیا ہے؟''۔

سما دھن نے کہا۔

''ہاں میری عظیم بہن! یہ دیکھو''۔

اور اس نے تھیلے میں سے آدم خور سردار کا کٹا ہوا
سر نکال کر چڑیل کے آگے رکھ دیا۔ چڑیل نے سر اٹھا
کر اسے گھما پھرا کر دیکھا اور خوشی سے ایک لمبا اور
ڈراؤنا قہقہہ لگایا۔

''شاباش سما دھن! تم نے بڑا زبردست کام کیا
ہے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ مجھے اس سر کی

بہت ضرورت تھی۔ اب میں تمہارا کام ضرور کروں
گا''۔

سما دھن بولا۔

''عظیم چڑیل! اب مجھے وہ خفیہ راستہ بتا جو سرخ
درخت کی طرف جاتا ہے اور جہاں راستے میں کوئی
رکاوٹ نہیں ہے''۔

چڑیل بولی۔

''گھبراؤ نہیں۔ ابھی بتاتی ہوں۔ میرے ساتھ
جھونپڑی میں آؤ''۔

سما دھن ذرا گھبرایا کہ کہیں یہ چڑیل اسے ہی نہ
ہڑپ کر جائے۔ اس وقت تو وہ بہت مجبور تھا، کیونکہ

اس کے پاس جادو کی طاقت بھی نہ رہی تھی۔ اس کے
باوجود وہ اندر چلا گیا اور کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ اندر
پتھر کے ایک میز پر دیا جل رہا تھا۔

قریب ہی آگ روشن تھی۔ اوپر ایک مٹی کی ہنڈیا
رکھی تھی جس میں کسی کا خون ابل رہا تھا۔ چڑیل نے
کہا۔

''یہ میری ایک پہلی چڑیل کا خون ہے۔ ہاہاہا۔
اس نے میری ایک بات نہیں مانی تھی۔ میں نے اسے
ہلاک کر کے اس کا سارا خون اس ہنڈیا میں ڈال دیا۔
اب میں اس کٹی ہوئی گردن کو بھی اسی ہنڈیا میں پکاؤں
گی اور پھر مجھے نئی طاقت مل جائے گی۔ ہاہاہا''۔

سامادھن نے کہا۔

''میری عظیم بہن! مجھے بھی وہ خفیہ راستہ بتاؤ جو
اس جزیرے کے سرخ درخت کی طرف جاتا ہے''۔

''ضرور ضرور ضرور بتاؤں گی۔ ضرور بتاؤں گی
تمہیں۔ ہاں اس درخت کا خون پی کر تم ہمیشہ کے
لیے امر ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں دنیا کی کوئی طاقت
ہلاک نہ کر سکے گی۔ آؤ یہاں پتھر پر بیٹھ جاؤ''۔

سامادھن آگ کے پاس ہی پتھر پر بیٹھ گیا۔

چڑیل نے کہا۔

میری باتیں غور سے سنو! میری جھونپڑی کے
پیچھے ایک راستہ جنگل کے چشمے پر جاتا ہے۔ اس چشمے

میں سیڑھیاں بنی ہیں۔

تیسری سیڑھی کی ایک سل اپنی جگہ سے ہٹاؤ گے تو نیچے ایک راستہ نکلے گا۔ یہ راستہ تمہیں سیدھا اندر ہی اندر سے سرخ درخت کے سامنے لے جائے گا۔

وہاں جا کر ذرا بھی گھبرانا نہیں۔ ہوسکتا ہے، وہاں پہنچنے کے بعد کاہن اعظم کوئی رکاوٹ ڈالے لیکن اس پتھر کو اپنے پاس رکھنا جو میں نے تمہیں دیا ہے، تم اگر حالات خراب دیکھو تو اس پتھر کو وہاں پھینک دینا۔ سب کام ٹھیک ہو جائے گا۔

سمادھن نے جھک کر کہا۔

''بہت بہت شکریہ میری چڑیل بہن! اچھا اب

میں جاتا ہوں''۔

چڑیل قہقہہ مار کر بولی۔

''ہاہاہا۔ چڑیلیں تمہاری حفاظت کریں''۔

''ہاہاہا چڑیلیں تمہاری حفاظت کریں''۔

سمادھن نے جھک کر سلام کیا اور جھونپڑی سے باہر نکل کر پچھواڑے کی جانب آ گیا۔ یہاں ایک راستہ جنگل میں جا رہا تھا۔

سمادھن اس راستے پر چل پڑا۔ تھوڑی دور جا کر کھجوروں کا ایک جھنڈ نظر آیا۔ سمادھن وہاں سے بھی آگے نکل گیا۔

پھر ایک تالاب دکھائی دیا۔ یہی وہ تالاب تھا،

جس کی سیڑھیوں سے سرخ درخت کی طرف راستہ
جاتا تھا۔ سادھن نے تالاب کی سیڑھیوں کو جھک کر
غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ سیڑھی کہاں ہے
جہاں کی سل کے نیچے غار کو راستہ جاتا ہے۔ بہت جلد
اسے وہ پتھر مل گیا۔ اس نے زور لگا کر پتھر پرے ہٹا
دیا۔

نیچے ایک راستہ نکل آیا۔ سادھن نیچے اتر گیا۔ یہ
راستہ اندر ہی اندر آگے چل رہا تھا۔ سادھن چلتا گیا۔
کئی جگہ سے یہ غار نما راستہ مڑ گیا۔

سادھن بھی ساتھ ہی مڑتا چلا گیا۔ اندر اندھیرا

تھا۔ سادھن دیواروں کو ٹٹول ٹٹول کر جا رہا تھا۔ کتنی ہی
دور چلنے کے بعد ایک جگہ اسے روشنی سی نظر آئی۔

یہاں غار ختم ہو جاتی تھی۔ وہ غار سے باہر آ گیا
باہر نکلتے ہی اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک
عجیب منظر دیکھا۔

سامنے ایک اونچے سے چبوترے پر سرخ درخت
کھڑا تھا۔ اس کی ٹہنیوں پر سرخ اور سیاہ پھل لگے تھے
جن میں سے سرخ سرخ خون کے قطرے نیچے ٹپک
رہے تھے اور وہاں ایک چھوٹا سا تالاب بن گیا تھا۔ یہ
قطرے تالاب میں گرتے ہی لعل بن جاتے تھے۔

www.urdurasala.com

خونی ہار

جادوگر سمادھن تو خوشی سے ناچنے لگا۔

آخر وہ ایک مقصد میں کامیاب ہونے والا تھا۔

سرخ درخت اس کے سامنے تھا اور اس کے سیاہ سرخ
پھل میں سے وہ خون ٹپک رہا تھا جس میں سمادھن کی
ہمیشہ کی زندگی کا راز چھپا ہوا تھا۔

اب وہ چاہتا تھا کہ ذرا سی بھی دیر نہ کرے اور جتنی

ڈراؤنی آوازیں (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 54) 131

جلدی ہو سکے، آگے بڑھ کر پھل میں سے ٹپکتا خون پی
لے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرے۔

وہ درخت کی طرف بڑھا۔ ابھی وہ درخت کے
قریب ہی پہنچا تھا کہ ایک آواز آئی۔ اس آواز میں
اس قسم کی دہشت اور شور تھا کہ سرخ درخت کے سوا
وہاں کی ساری زمین یوں ہلنے لگی۔ جیسے وہاں سے
کوئی آتش فشاں پھٹنے والا ہو۔

سمادھن نہ گھبرایا اب وہ ناکام واپس نہیں جانا
چاہتا تھا۔ اس نے چھلانگ لگائی اور سرخ درخت و
سیاہ پھلوں میں سے خون ٹپکنا بند ہو گیا۔

سمادھن نیم دیوانہ سا ہو کر پھلوں کو تکنے لگا۔ کسی

www.urdurasala.com

پھل سے خون نہیں ٹپک رہا تھا۔ جو خون نیچے گرا تھا۔ وہ سرے کا سارا سرخ پتھر بن کر جم چکا تھا۔ سادھن نے پھل کو توڑنے کی کوشش کی تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ دور جا گرا۔

وہ زمین سے اٹھا تو دیکھا کہ درخت کے پھلوں سے دوبارہ خون کے قطرے ٹپکنا شروع ہو گئے تھے۔

اب سادھن کے لیے صبر کرنا بڑا مشکل تھا۔

ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ لپک کر آگے بڑھا اور چاہتا تھا کہ ایک پل میں درخت کے نیچے جا کر ٹپکتا خون پی جائے کہ جیسے ایک دم سے زمین پھٹی اور اس میں سے سات سروں والا ایک اژدہا باہر نکل کر اپنی

لال لال زبانیں ابھارتا سادھن کی طرف بڑھا۔

سادھن نے جیب سے پتھر نکال کر زمین پر پھینک دیا۔

ایک دھماکا ہوا۔ دھواں اٹھا۔ جب دھواں ہٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں نہ اژدہا ہے، نہ سرخ درخت اور نہ خون ٹپکانے والے پھل۔

وہاں ہر چیز بدل گئی تھی۔ ایک چٹیل میدان تھا جس کے کنارے چھوٹے چھوٹے ٹیلے کھڑے تھے۔ سادھن چکرا کر رہ گیا کہ یہ آن کی آن میں کیا سے کیا ہو گیا۔

چڑیل کے پتھر نے تو کوئی کام نہ کیا۔ بلکہ الٹا اس

کے خلاف کام کیا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ ایک طرف کو چل پڑا۔

اب اسے جس شے کی فکر تھی، وہ یہ تھی کہ ماریا کے بال کاٹنے میں صرف دو روز رہ گئے تھے۔ اگر ان دو دنوں میں وہ پرانے قلعے کے تہہ خانے میں پہنچ کر ماریا کے بال نہیں کاٹتا تو اس کی موت یقینی تھی۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوگا، ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر زمین پر گر پڑے گا۔

سمادھن نے سمندر کی جانب تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔

ٹیلوں سے باہر نکل کر اس نے جزیرے کو پہچاننے

کی کوشش کی مگر یہ وہ جزیرہ ہی نہیں تھی۔ ہر شے بدلی ہوئی تھی۔ آخر وہ سمندر کے کنارے پہنچ گیا۔ یہاں اسے چند ماہی گیروں کے جھونپڑے دکھائی دیئے۔

ایک ماہی گیر سے پوچھا کہ یہ کونسا علاقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ کوئی جزیرہ ہے اور نئی دنیا سے زیادہ دور نہیں ہے۔

یہ سمادھن کی خوش قسمتی تھی کہ وہ نئی دنیا کے قریب ہی تھا۔ اس نے ایک ماہی گیر سے کہا کہ وہ اسے نئی دنیا پہنچا دے گا تو منہ مانگا انعام ملے گا۔

ماہی گیر راضی ہوگیا۔ سمادھن وہاں بے بس تھا اور ماہی گیر کو کچھ نہیں دے سکتا تھا، کیونکہ اس کی جادو کی

طاقت صرف نئی دنیا کے ساحل تک پہنچنے پر ہی اسے واپس مل سکتی تھی۔

ماہی گیر کشتی کو لے کر نئی دنیا کی طرف روانہ ہو گیا۔

ساری رات سمندر میں کشتی چلتی رہی۔ دوسرے روز وہ نئی دنیا کے ساحل پر پہنچ گئے۔ ماریا کے پاس پہنچنے میں صرف دو تین گھنٹے باقی رہ گئے تھے۔ سمادھن نے ماہی گیر کو ایک طرف کھڑا کر کے کہا کہ وہ کیا چاہتا ہے؟۔

ماہی گیر بولا۔

''مجھے صرف سونے کی ایک اشرفی چاہیے''۔

سمادھن نے زمین پر سے کنکری اٹھا کر اس کے ہاتھ پر رکھ دی۔ ماہی گیر غصے میں کہنے لگا۔

''کیا تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو جو مجھے پتھر کی کنکری دے رہے ہو؟''۔

سمادھن نے کہا۔

''ذرا غور سے اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھو دیکھو کہ اس میں کیا ہے''۔

اب جو ماہی گیر نے دیکھا تو وہاں کنکری کی جگہ سونے کی ایک چمکتی ہوئی اشرفی پڑی تھی۔ ماہی گیر خوش اس بات پر ہوا کہ اسے اشرفی مل گئی اور حیران اس بات پر ہوا کہ یہ اشرفی کہاں سے آئی؟۔

اس کی ہتھیلی میں تو کنکری رکھی تھی۔ بہر حال سمادھن کے پاس ماہی گیر کو سمجھانے کے لیے وقت نہیں تھا۔

وہ سیدھا ساحلی گاؤں کی ایک کارواں سرائے میں گیا۔ وہاں اس نے بارہ سونے کی اشرفیاں دے کر ایک تیز رفتار گھوڑا حاصل کیا اور اسے قلعے کی جانب ڈال کر باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔

گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ سمادھن کے پاس صرف ایک گھنٹہ اور رہ گیا تھا۔ اس عرصے میں اگر وہ پرانے قلعے میں پہنچ جاتا ہے تو اس کی زندگی بچ سکتی تھی اگر نہ پہنچ سکا تو جہاں کہیں بھی ہوگا وہیں ہڈیوں کا

ڈھانچہ بن کر بکھر جائے گا۔

گھوڑا ہوا سے باتیں کر رہا تھا۔ سفر بڑی تیزی سے طے ہو رہا تھا۔

آخر اسے دور سے جھیل میں پرانے قلعے کی عمارت نظر آئی۔ اس کی زندگی کے صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے تھے۔

اس پر کمزوری سی چھانے لگی تھی۔ اس نے گھوڑے کو باہر چھوڑا اور بھاگا بھاگا قلعے کے تہہ خانے کی طرف آ گیا۔

سمادھن نے اپنے ہاتھ دیکھے۔ وہ ڈر گیا اس کے ہاتھوں کی ہڈیاں نمودار ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ گویا

موت نے اپنا عمل شروع کر دیا تھا۔

وہ گرتا پڑتا تہہ خانے میں اس جگہ آ گیا جہاں ماریا ایک چبوترے پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کے سر پر بال اُگ آئے تھے اور چبوترے سے نیچے لٹک رہے تھے۔

سمادھن نے جیب سے خنجر نکالا اور جلدی جلدی ماریا کے سر کے بال کاٹنے لگا۔

جوں جوں وہ بال کاٹتا جاتا تھا، اسے ہوش آتا جاتا تھا اور ہاتھوں کی ہڈیاں غائب ہونا شروع ہو گئی تھیں۔

آخر اس نے ماریا کے سر کے سارے بال تراش

کر اس کا گچھا بنا کر جیب میں رکھ لیا۔ اب وہ پھر سے تندرست اور توانا بن چکا تھا۔

وہ قلعے سے باہر آ گیا۔ تہہ خانے کا دروازہ اس نے بند کر کے آگے ہزاروں من وزنی پتھر بڑے آرام سے اٹھا کر آگے رکھ دیا۔

ماریا کے بال اس نے جھیل میں پھینکے اور گھاس پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ آخر وہ کب تک اس قسم کی زندگی گزار سکتا ہے کہ ہر دو مہینے کے بعد جہاں کہیں بھی ہو، بھاگا بھاگا پرانے قلعے کے تہہ خانے میں آئے اور خنجر سے ماریا کے بال کاٹ کر پھر دو مہینے کی زندگی حاصل کرنے میں کامیاب ہو

جائے۔

حقیقت میں اس کی زندگی صرف دو مہینے ہی رہ گئی تھی۔ اگر وہ دوبارہ بال نہ کاٹے تو وہ دو مہینے اس کی زندگی کے آخری دن ثابت ہو سکتے تھے۔

پیارے قارئین! اب ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذرا واپس چل کر اس زمانے کے بحرالکاہل اور بحری اوقیانوس میں ناگ اور عنبر کی خبر لیں کہ وہ کس حال میں ہیں۔

انہیں سمندر میں نئی دنیا کی طرف سفر کرتے اڑھائی مہینے ہو رہے ہیں۔ ان دو اڑھائی مہینوں میں سامادھن جادوگر کے ساتھ کیا بیتی ؟۔

یہ تو ہم بیان کر چکے ہیں۔ اب ذرا ناگ اور عنبر کی طرف چلیں اور دیکھیں کہ وہ کس حال میں ہیں جس وقت ہم نے انہیں چھوڑا تھا، اس وقت وہ بادبانی جہاز پر ہسپانیہ سے نئی دنیا کی جانب سفر کر رہے تھے اور اس جہاز پر یورپ کے زیادہ تر ایسے افراد سوار تھے جو جرائم پیشہ تھے اور جنہوں نے اپنے اپنے وطن میں کئی کئی قتل کیے ہوئے تھے۔

جہاز کو نئی دنیا پہنچنے میں صرف دس پندرہ روز باقی رہ گئے تھے۔

اس دوران جہاز پر معمولی معمولی آپس کی لڑائیوں کے سوا کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں ہوا تھا۔

ناگ اور عنبر کے پاس موتیوں کا وہی قیمتی ہار تھا۔ جسے
ناگ ایک زیرِ زمین خزانے سے نکال کر لایا تھا۔ یہ ہار
واقعی بڑا قیمتی تھا اور جس خزانے کی دیگ سے نکال کر
ناگ زمین کے نیچے سے لایا تھا، وہ کسی بادشاہ کا شاہی
خزانہ رہ چکا تھا اور اس پر سفید سانپ پہرہ دے رہا
تھا۔

ناگ جب سانپ کی شکل میں خزانے تک پہنچا تھا
اور پہرہ دینے والے سفید سانپ نے ادب سے اپنا
سر جھکا دیا تھا اور خزانہ ناگ کو پیش کرتے ہوئے کہا تھا
کہ اے ناگ دیوتا، سارا خزانہ حاضر ہے، لیکن ناگ
نے صرف ایک معمولی سا سفید موتیوں کا ہار ہی پسند کیا

تھا کیونکہ انہیں سفر خرچ کے لیے رقم کی ضرورت تھی۔
یہ معمولی سا ہار بھی اس زمانے میں کروڑوں روپے کی
مالیت کا تھا اور بے حد انمول تھا۔

سفر میں ایک بار ایسا ہوا کہ ناگ اس ہار کو جیب
میں رکھے ہوئے تھیلے سے نکال کر عنبر کو دکھا رہا تھا کہ
جہاز کے کپتان کی اس پر نظر پڑ گئی۔

ناگ نے جہاز کے کپتان کو سفر خرچ کے واسطے
ہسپانیہ میں ہی ہار کے ایک موتی کو بیچ کر جو سونے کی
اشرفیاں حاصل کی تھیں، وہ دی تھیں ہار انہوں نے
چھپا کر ہی رکھا ہوا تھا۔

اب جو کپتان کی اس پر نظر پڑی تو اس کی آنکھیں

چکا چوند ہو گئیں۔ اس نے اپنی سمندری جہازوں کی زندگی میں بڑے بڑے خزانوں کے ہار دیکھے تھے۔

مگر ایسا ہار اس نے بھی اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ ناگ کے ایک دم سے قریب آ گیا۔ یعنی ناگ کو موقع نہ مل سکا کہ وہ ہار کو واپس ہتھیلی میں چھپا سکے۔

عنبر اور ناگ کا شروع ہی سے یہ اصول رہا تھا کہ وہ خواہ مخواہ کے لڑائی جھگڑوں سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتے تھے۔

کپتان اس کے سر پر ہی آ گیا تھا۔ اب ناگ بھی ہار نہ چھپا سکا۔

کپتان نے پوچھا۔

"نوجوان! بڑی قیمتی ہار معلوم ہوتا ہے۔ کہاں سے لائے ہو اسے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"یہ ہار ہمارے آباؤ اجداد کی نشانی ہے جسے ہم نے سنبھال کر رکھا ہے۔ یہ ہمارا خاندانی ہار ہے"۔

بہت خوب! نوجوان! میں نے ایسا ہار اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ ظاہر ہے، تم اسے فروخت نہیں کرو گے، نہیں تو میں اسے خرید لیتا۔

ویسے تم اگر چاہو تو نئی دنیا کے جنوب میں ایک

بادشاہ حکومت کرتا ہے۔ جو میرا دوست ہے۔ ایک
زمانے میں، میں نے باغیوں کے خلاف اس کی مدد کی
تھی اور اس کے جنگی جہاز کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔ میں
اس بادشاہ سے کہہ کر یہ جہاز اس کے پاس بھاری
قیمت پر فروخت کروا سکتا ہوں۔

عنبر ہنس پڑا۔

"شکریہ کپتان! مگر ہم اس ہار کو فروخت نہیں کر
سکتے۔ یہ ہمارے باپ داداؤں کی نشانی ہے۔

"بہت خوب! جیسے تمہاری مرضی"۔

پھر وہ ناگ کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

"اس نوجوان کا کیا نام ہے۔ جب سے ہمارا سفر

شروع ہوا ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ بہت خاموش رہا
ہے۔ یہ دیکھتے وقت آنکھیں بھی نہیں جھپکتا۔ کہیں یہ
سانپ تو نہیں ہے؟"۔

ناگ کے بارے میں ایسی بے باکی سے گفتگو
آج تک کسی نے نہیں کی تھی اور اس کے منہ پر پہلی ہی
ملاقات میں اس کی آنکھوں کو دیکھ کر اسے سانپ بھی
نہیں کہا تھا۔

اب جو کپتان نے ہنستے ہنستے اس درست اور حقیقی
خیال کا اظہار کیا تو ناگ بھی چونک سا گیا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

نہیں کپتان ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میرے

دوست کو ایک بار آنکھوں کی ایسی بیماری لگی تھی جس کی
وجہ سے اس کی آنکھوں کے دونوں پپوٹے اوپر
ابروؤں کے گوشت سے چپک کر رہ گئے۔ اس کے
علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔

کپتان نے ناگ کے سر پر ہاتھ پھیر کر مذاق سے
قہقہہ لگا کر کہا۔

''بہت خوب! میں بھی حیران تھا کہ آج کل کے
زمانے میں بھلا سانپ انسان کیسے بن سکتا ہے؟ یہ
تو ہم نے قدیم مصریوں کے زمانے میں سنا ہے کہ
ایسے ہوا کرتے تھے جو سانپ ہوتے تھے لیکن جون
پلٹ کر انسان کی شکل میں زندگی بسر کیا کرتے تھے''۔

پھر وہ دوسرے مسافروں سے باتیں کرنے لگا
اور بولا۔

''گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ سفر ختم ہونے والا
ہے۔ ہمارا جہاز دس پندرہ روز میں نئی دنیا کی بندرگاہ پر
لنگر انداز ہو جائے گا''۔

وہ دوبارہ عنبر کی طرف جھک کر بولا۔

''نوجوان! تم لوگ نئی دنیا میں کہاں جاؤ
گے؟''۔

عنبر نے کہا۔

''یہ تو معلوم نہیں کہ ہم کہاں جائیں گے۔
لیکن۔۔۔''

عنبر کوئی جواب نہ دے سکا۔

ناگ بولا۔

آپ نے مجھے خواہ مخواہ سانپ بنا دیا۔ اب میں آپ کو اس سوال کا جواب اس لیے بھی دوں گا کہ آپ پر ثابت ہو سکے کہ میں بھی آپ ہی کی طرح گوشت پوست کا انسان ہوں۔

بات یہ ہے کہ ہمارے ایک دور کے رشتہ دار نئی دنیا کے ایک شہر میں آباد ہیں۔ ہم ان سے ملنے جا رہے ہیں۔ دل میں یہی خیال ہے کہ وہاں کوئی چھوٹا موٹا کام کر کے اپنا پیٹ پال سکیں گے، کیونکہ ہسپانیہ میں ہمارے لیے کوئی روزگار نہیں رہا تھا۔

بہت خوب بہت خوب! فکر نہ کرو، نئی دنیا میں بڑا کام ہے، بڑا کام۔ ابھی ابھی یہ زمین دریافت ہوئی ہے۔

وہاں تو بڑی بڑی زمینیں ویران اور بے آباد پڑی ہیں۔ تم تو جوان ہو، اگر چاہو تو کروڑوں روپے پیدا کر سکتے ہو۔ مگر تمہیں اپنے اس رشتہ دار کا کچھ تو اتا پتا معلوم ہوگا۔

عنبر کچھ پریشان ہو گیا کہ یہ کپتان کم بخت پیچھے ہی پڑ گیا ہے۔ سر کھجا کر بولا۔

ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ نئی دنیا میں ایک ایسا شہر ہے جہاں ایک جھیل ہے اور اس جھیل میں کوئی پرانا

قلعہ سا ہے، بس اسی شہر میں ہمارے یہ رشتہ دار بزرگ کاروبار کرتے ہیں"۔

عنبر نے سوچا کہ اس بہانے کپتان سے اس شہر کی معلومات بھی حاصل کرو جہاں بزرگ روح کی بشارت کے مطابق ماریا قلعے کے تہہ خانے میں بے ہوش پڑی تھی۔

کپتان سر کھجانے لگا۔ پھر بولا۔

بہت خوب! بات یہ ہے کہ نئی دنیا میں۔ ساحل پر تو کوئی ایسا شہر نہیں ہے جہاں جھیل ہو۔ ہاں میں نے سنا ہے کہ ساحل سے کوئی ایک رات کے سفر پر پہاڑوں میں ایک شہر آباد ہے بلکہ کچھ ویران اور کچھ آباد ہے

جہاں ایک جھیل ہے۔

اب یہ نہیں معلوم کہ وہاں کوئی قلعہ بھی ہے کہ نہیں۔ بہر حال ساحل کے شہر سے تمہیں گھوڑے مل جائیں گے۔ تم ان پر سوار ہو کر اس شہر پہنچ جانا۔ ہو سکتا ہے، تمہارے رشتہ داروں کا کوئی کھوج مل جائے۔

کپتان ملاحوں کی جانب چلا گیا جو ڈھول کی تال پر چپو چلا رہے تھے۔ اصل میں کپتان کی نیت اس ہار کے بارے میں خراب ہو چکی تھی۔

ایسا قیمتی ہار اگر اسے کسی طرح مل جائے تو اس کی قسمت کھل جائے۔ اسے ان سمندری زندگی کی مصیبتوں اور تکلیفوں سے نجات مل جائے وہ جنوبی

نئی دنیا میں ایک شاندار محل بنا کر عیش و آرام کی زندگی
بسر کر سکتا تھا۔

ان نوجوانوں سے ہار حاصل کرنا کوئی ایسی بڑی
اور مشکل طلب بات نہیں تھی، مگر کپتان نہیں چاہتا تھا
کہ وہ کسی غنڈے کی یہ ڈیوٹی لگائے کہ ان کو قتل کر کے
ہار چھین لیا جائے، کیونکہ اس طرح سے دوسرے
غنڈے کو ہار کی خبر ہو جائے گی اور پھر یہ ہار کپتان کے
پاس بھی نہیں رہے گا۔

اس لیے کپتان نے فیصلہ کیا کہ ہار بڑی ہوشیاری
سے چرایا جانا چاہیے۔ اس کا ایک ہی طریقہ تھا کہ
جب یہ نوجوان نئی دنیا میں پہنچ جائیں اور جھیل

والے شہر کی جانب اپنا سفر شروع کریں تو راستے میں
ان پر حملہ کر دیا جائے۔

کپتان کے دو ساتھی ایسے تھے جو اس کے بے حد
وفادار اور سچے دوست تھے اور کئی سالوں سے اس
کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔

وہ انہیں اس مہم میں اپنے ساتھ شامل کرے گا،
لیکن کپتان جب عنبر اور ناگ سے باتیں کر رہا تھا تو
ایک غنڈے نے ناگ کے ہاتھ میں موتیوں کا ہار دیکھ
لیا تھا اور اسی وقت اس کی نیت خراب ہو گئی تھی۔

کپتان نے اپنے دل میں ہار پر قبضہ جمانے کا بڑا
صحیح منصوبہ بنا لیا تھا اور اس کا ذکر اس نے اپنے

www.urdurasala.com

دوستوں سے بھی کر دیا۔

جنہوں نے سینے پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی کہ وہ اس مہم میں کپتان کا ساتھ دیں گے اور کپتان انہیں جو کچھ اپنی مرضی سے دے گا، اسے قبول کر لیں گے۔

ادھر غنڈے نے اس سے پہلے ہی ہار پر قبضہ جمانے کا پروگرام بنا لیا تھا۔ پروگرام بڑا آسان تھا۔ اس غنڈے کو معلوم تھا کہ یہ دونوں مسافر جہاز کے ایک چھوٹے سے کیبن میں سفر کر رہے ہیں جس وقت رات ہو جائے۔ تو غنڈہ ان کے کیبن میں جائے۔

دونوں کو باری باری قتل کرے اور ہار اپنی جیب

میں ڈال کر واپس آ جائے۔ اس پر کوئی شک نہیں کر سکے گا۔ سارا جہاز ہی قاتلوں اور غنڈوں سے بھرا ہوا ہے۔

کوئی شخص بھی کسی کو قتل کر سکتا ہے، چنانچہ یہ غنڈہ بڑی بے چینی سے رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

آخر رات کا اندھیرا چھا گیا۔ سورج سمندر میں غروب ہو گیا۔ جہاز پر مشعلیں جلا دی گئیں۔ عنبر اور ناگ کچھ دیر عرشے پر کھڑے باتیں کرتے رہے۔ پھر اپنے کیبن میں جا کر انہوں نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور باتیں کرنے لگے۔

عنبر نے کہا۔

یہ بڑا اچھا ہوا جو کپتان سے ہمیں جھیل اور قلعے
والے شہر کا سراغ مل گیا۔ نہیں تو ہمیں نئی دنیا پہنچ کر
بڑی پریشانی ہوتی۔

نیا شہر، نئے لوگ اور پھر اس زمین کو عربوں نے
ابھی ابھی دریافت کیا ہے۔ وہاں پر آبادی بھی زیادہ
نہیں ہے۔

سنا ہے کہ وہاں کے اصلی باشندوں کو ریڈ انڈین
کہتے ہیں۔ وہ لوگ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سفر کرتے
ہیں اور اتنے تنخواہ دار ہیں کہ جس باہر سے آنے
والے کو دیکھتے ہیں، اسی جگہ کلہاڑی سے سر اڑا دیتے
ہیں۔

ناگ ہنسا۔

''بہت دلچسپ لوگ ہوں گے اور بڑے دیوتا
پرست ہوں گے، ان کو تو چٹکیوں میں قابو میں کرلوں
گا''۔

''بہر حال کپتان نے ہمیں اچھی خبر دی ہے۔
اب ہم ساحلی شہر سے گھوڑے خرید کر جھیل والے شہر کی
جانب آسانی سے روانہ ہو سکتے ہیں''۔

ناگ نے سرگوشی میں کہا۔

''میرا خیال ہے کہ کپتان کی نیت ہمارے بارے
بارے میں خراب ہو گئی ہے''۔

''کیا مطلب؟''۔

عنبر نے پوچھا۔

''مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے ہار کو ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چاہے اس کے لیے اسے ہم دونوں کو قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑے''۔

عنبر ہنس پڑا۔

''یار تم بھی کمال کرتے ہو۔ بھلا ہمیں بھی کوئی قتل کر سکتا ہے۔''

''لیکن مجھے تو قتل کر سکتا ہے''۔

عنبر خاموش ہو گیا۔

''ہاں! یہ تو تم نے ٹھیک کہا۔ تو کیا تمہیں کپتان کی آنکھوں میں کوئی ایسی ویسی بات نظر آئی تھی؟''۔

''میں نے کپتان کی آنکھوں میں یہ لکھا ہوا صاف دیکھ لیا تھا کہ وہ ہمارے ہار کے پیچھے لگا ہے اور اس کے لیے وہ ہمارے قتل سے بھی گریز نہ کرے گا''۔

عنبر بولا۔

پاگل ہو گیا ہے یہ کپتان۔ ہمیں اس ہار کی آگے چل کر بڑی ضرورت نہ ہوتی تو ہم ابھی کپتان کو دے دیتے۔

لیکن ابھی نئی دنیا میں چل کر گھوڑے خریدنے ہیں اور پھر کوئی خبر نہیں کہ وہاں جا کر کیسے حالات پیش آئیں۔

ماریا کو تلاش کرنے کے لیے کہاں کہاں دولت
خرچ کرنی پڑ جائے۔ وہاں کی زمین میں تو خزانے
بھی دفن نہیں ہوں گے۔

ناگ بولا۔

یہ تو ہماری ضرورت ہے نا، لیکن ضرورت کپتان
کی بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ اسے نئی دنیا میں نئی زندگی
شروع کرنے کے لیے اس نو لکھے بلکہ نو کروڑے ہار کی
بہت ضرورت ہے۔

کسی بھی بحری کپتان کے دل میں اس ہار کو دیکھ کر
اسے چرانے کا خیال پیدا ہو سکتا ہے۔

عنبر نے کہا۔

بھائی ناگ! تمہاری ساری بات میری سمجھ میں آ
گئی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔ ہم ہوشیار رہیں گے۔ مثلاً اس
ہار ہی کو لے لو۔

اگر تم چاہو تو میں اسے کیبن کے اس فرش پر جو
قالین بچھا ہے اس کے نیچے چھپا سکتا ہوں۔ یا اگر تم
پسند کرو تو میں ہار کو اس کونے میں جو زیتون کی تیل کا
مرتبان پڑا ہے، اس میں ڈال سکتا ہے۔

کیا خیال ہے تمہارا؟۔

ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ تم اسے قالین کے نیچے ہی چھپا
لو"۔

''بہت بہتر۔ تم کہو تو میں اسے قالین کے اوپر چھپا دیتا ہوں''۔

عنبر نے اس بات پر ناگ ہنس پڑا۔

''بھائی عنبر! کیا بات ہے ہے، آج تم بڑے موڈ میں نظر آ رہے ہو؟''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

بھائی کیا کروں۔ تھوڑی دیر اسی طرح جی بہلا لیتا ہوں۔ وگرنہ تمہیں معلوم ہے، ماریا کا غم دل پر تیر چلا رہا ہے۔

خدا جانے بے چاری پرانے قلعے میں کس حال میں پڑی ہے۔ اسے ہوش بھی آیا ہے یا نہیں؟۔

ناگ نے کہا۔

''میرا تو خیال ہے کہ اس پر کسی جن بھوت کا آسیب ہے، وگرنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اکیلی ایک رات کے اندر اندر ہسپانیہ سے اڑ کر نئی دتیا پہنچ جائے''۔

''خدا جھوٹ نہ بلوائے یہ آسیب کسی زبردست طاقت کا معلوم ہوتا ہے۔ جس نے اس سے اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے اسے بے ہوش کر رکھا ہے''۔

''وہ مقصد کیا ہو سکتا ہے؟ بہر حال کچھ بھی ہو مگر ہے کوئی خطرناک طاقت۔ ہمیں اس کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا ہوگا''۔

عنبر اور ناگ باتیں کر رہے تھے اور ادھر غنڈہ ہاتھ میں عریاں تیز دو دھاری خنجر لیے راہداری میں سے آہستہ آہستہ ان کے کیبن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

کالی بلی کی سرائے

ناگ نے باہر آہٹ محسوس کی۔ اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔

''کوئی دبے پاؤں چلا آ رہا ہے۔ شاید کپتان نے کوئی غنڈہ ہار چرانے بھیجا ہے''۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

''یار ناگ! تم پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ میں غنڈے

"سے ذرا ایک مذاق کرنا چاہتا ہوں"۔

ناگ کی سمجھ میں تو کچھ نہ آیا۔ بہرحال وہ پلنگ پر یونہی جھوٹ موٹ آنکھیں موند کر پڑ گیا۔ عنبر نے یہ کہا اور قالین پر دروازے کے پاس ہی بیٹھ کر اونگھنے لگا۔

کیبن میں شمع کی لو کم کر دی گئی تھی جس کی وجہ سے وہاں روشنی ہلکی ہو گئی اور نیم اندھیرا سا چھا گیا۔ غنڈہ بڑا خوش تھا کہ اور کیبن تک بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ گیا ہے۔

اب اس کے سامنے میدان صاف تھا۔ کیبن کے کیواڑ کے پاس کھڑے ہو کر اس نے ایک درز میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔

اسے نیم روشنی اور نیم اندھیرے میں ناگ پلنگ پر سوتا اور عنبر قالین پر اونگھتا نظر آیا۔ غنڈے نے آہستہ سے دروازے کو اندر کی جانب دھکیلا۔

دروازہ کھل گیا۔ غنڈہ دل میں بڑا خوش ہوا کہ پہلا مرحلہ تو طے ہوا۔ اب وہ اندر داخل ہو چکا تھا۔ اس نے دروازہ اپنے پیچھے بند کر دیا اور خنجر لے کر عنبر کی طرف بڑھا۔ قریب آ کر اس نے خنجر عنبر کی گردن پر رکھ دیا۔ اور کہا۔

"چپکے سے موتیوں کا ہار میرے حوالے کر دو نہیں تو یہ خنجر ابھی تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے گا"۔

عنبر یوں ہی دکھانے کے لیے تھر تھر کانپنے لگا اور

ڈرتے ڈرتے بولا۔

''بھائی مجھے معاف کر دو۔ میری زندگی کی پونجی وہی ایک ہار ہے اگر تم نے اسے مجھ سے چھین لیا تو میری زندگی تباہ ہو جائے گی۔ میرے بچے در در کی بھیک مانگتے پھریں گے''۔

غنڈے نے خنجر اس کی گردن میں چبھوتے ہوئے کہا۔

''بکواس بند کرو۔ میں تمہاری یہ داستان مصیبت سننے نہیں آیا۔ جلدی سے ہار میرے حوالے کرو نہیں تو ابھی تمہاری لاش خاک و خون میں تڑپ رہی ہوگی''۔

عنبر نے اسی طرح تھر تھر کانپتے ہوئے کہا۔

''بھائی مجھے نہ مارنا! مجھے نہ مارنا! نہیں تو میں مر جاؤں گا''۔

''بد بخت! ہار نکالو! جلدی کرو''۔

عنبر نے کانپتی ہوئی انگلی سے سوئے ناگ کی طرف اشارہ کیا۔

''بھائی! ہار اس کے سرہانے رکھا ہے''۔

غنڈہ خنجر لے کر ناگ کی طرف لپکا اور اس کی گردن پر چھری رکھ کر بولا۔

''کہاں ہے نولکھا ہار''۔

ناگ بھی یونہی جھوٹ موٹ تھر تھر کانپنے لگا۔

''بھائی مجھے معاف کر دے۔ ہار ہی میری زندگی

کا سرمایہ ہے، اگر یہ تم نے مجھ سے چھین لیا تو میں بھوکوں مر جاؤں گا۔ میرے بچے برباد ہو جائیں گے"۔

غنڈے کو سخت غصہ آ گیا۔ اس نے گرج کر کہا۔

"بند کرو یہ بک بک"۔

ناگ ڈر کر سہم گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"چور بھائی! اگر تم نے ہمیں برباد کرنے کا فیصلہ ہی کر لیا ہے تو پھر سچ بات تو یہ ہے کہ موتیوں کا ہار میرے بھائی عنبر کے پاس ہے"۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

"بھائی عنبر! اس شخص کو ہار دینا ہی پڑے گا۔ ہم

برباد ہو جاتے ہیں تو ہو جائیں۔ ٹھیک ہے تم موتیوں کا قیمتی ہار اس کے حوالے کر دو"۔

عنبر نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا۔

"بھائی چور! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم ہمیں معاف کر دو یہ میری آخری التجا ہے"۔

غنڈہ اس دوران عنبر کے پاس پہنچ کر چھری اس کی گردن پر رکھ چکا تھا۔

"نہیں! ہرگز نہیں! میں چار تک گنتی کروں گا اگر تم نے ہار نہ نکالا تو یہ چھری تمہاری گردن کاٹ کر رکھ دے گی"۔

عنبر نے گڑگڑا کر کہا۔

''بھائی چار تک گنتی نہ کرنا۔ بھائی چار تک گنتی نہ کرنا نہیں تو میں مارا جاؤں گا۔ کیونکہ ہار میرے پاس نہیں بلکہ میرے بھائی کے پاس ہے''۔

غنڈے نے لات مار کر کہا۔

''کمینے! مجھ سے مذاق کرتے ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ پچاس خون کر چکا ہوں اور تم دونوں کا خون کرنا میرے لیے کوئی بات نہیں ہے۔ نکالو ہار! نکالو ہار!''

عنبر نے کہا۔

''ابھی نکالتا ہوں بھائی! ابھی نکالتا ہوں چور بھائی!''۔

عنبر نے اپنی جیبیں ٹٹولنا شروع کر دیں۔ کچھ دیر وہ جیبوں کو الٹا پلٹتا رہا۔ مقصد اس کا غنڈے کو پریشان کرنا تھا اور اس کی بے بسی اور غصے کی حالت سے لطف اندوز ہونا تھا۔

غنڈے کا پارا اور چڑھ گیا۔ اس نے زور سے چھری کا دستہ عنبر کے سر پہ مارا۔

''شیطان کی اولاد! مجھ سے مسخری کرتے ہو۔ نکالو ہار! میں کہتا ہوں، نکالو ہار نہیں تو ابھی بھیجا باہر نکال کر رکھ دوں گا''۔

غنڈے نے ایک لمحے کے لیے محسوس کیا کہ عنبر کے سر پر چھری کا دستہ مارنے سے بھی خون کا ایک

قطرہ تک نہیں نکلا اور آوازیوں آئی تھی جیسے اس نے
کسی پتھر پر دستہ مار دیا ہو، لیکن اس کے تو وہم و گمان
میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ یہ جو آدمی اس کے سامنے
ہاتھ باندھ کر گڑ گڑا رہا ہے، ایک لوہے کی چٹان ہے
اور پانچ ہزار سال سے موت کو شکست دیتا چلا آرہا
ہے۔ غنڈے نے اس خیال پر کوئی دھیان نہ دیا اور عنبر
کو لاتیں مارنے لگا۔

عنبر نے جھوٹ موٹ ہائے وائے کرنے لگا۔

''ہائے مار ڈالا! ظالم غریب کو کیوں مارتا ہے۔
ہائے مر گیا۔ اوئی مر گیا اچھا بھائی دیتا ہوں۔ ابھی دیتا
ہوں ہار!''

''نکالو بدبخت! نکالو ہار کو!''۔

عنبر نے ناگ سے کہا۔

''ناگ بھائی! اب دے دو اس کو موتیوں کا ہار''۔

ناگ نے بستر پر بیٹھتے ہوئے سر جھکا کر کہا۔

''جو حکم عنبر بھائی!''

پھر غنڈے کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔

''کیا تم ہم پر رحم نہیں کر سکتے؟ کیا ہار تمہیں ضرور
چاہیے!''۔

غنڈے نے چیخ مار کر کہا۔

'' کمینے جلدی نکال ہار نہیں تو ایک پل میں
تمہاری شہ رگ کاٹ کر رکھ دوں گا''۔

ناگ نے کہا۔

"جو حکم حضور! ابھی لیجیے ہار"۔

غنڈہ چھری لے کر اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ ناگ نے ایک پھنکار ماری اور دیکھتے دیکھتے وہ انسان سے خونخوار آنکھوں اور لمبے زرد خونیں دانتوں والا شیر بن کر سامنے کھڑا تھا۔

غنڈہ جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہ گیا۔ شیر ایک بھیانک انداز میں منہ کھول کر گرجا۔

سارا کیبن ہل گیا۔ غنڈے کے ہاتھ سے چھری گر پڑی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر کہا۔

"حضور! لے لیجیے ناں موتیوں کا ہار۔ کیوں

فضول تکلف کر رہے ہیں"۔

شیر نے غنڈے کی گردن پر اپنے تیز ناخنوں والا پنجہ رکھ دیا۔ غنڈہ زرد ہو گیا۔ اس کے بدن کا سارا خون خشک ہو چکا تھا۔

ایک تو وہ اس حقیقت پر دہشت زدہ تھا کہ ایک جیتا جاگتا انسان اس کی آنکھوں کے سامنے شیر بن گیا تھا اور دوسری دہشت طاری کرنے والی بات یہ تھی کہ یہ شیر اپنا خونیں پنجہ اس کی گردن پر رکھ چکا تھا۔ عنبر نے آگے بڑھ کر غنڈے کو جھک کر دیکھا اور کہا۔

"بھائی! کیا موتیوں کا ہار تمہیں اب نہیں چاہیے"۔

عنبر نے قالین کے نیچے سے موتیوں کا ہار نکال کر
غنڈے کی طرف بڑھایا۔

"لے لونا بھائی ہار کو"۔

غنڈہ تھر تھر کانپ رہا تھا کیونکہ شیر کا پنجہ اب اس کی
گردن میں دھنستا جا رہا تھا اور گردن پر سے خون کے
چند ایک قطرے نکل کر باہر ٹپک پڑے تھے۔

اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔ معاف کر دو"۔

عنبر نے قہقہہ لگایا اور اپنی اصلی حیثیت کے ساتھ
بولا۔

"تمہیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ تمہاری گردن پر

بچا اس بے گناہ انسانوں کا خون ہے۔ تم سے ان سب
بے گناہوں کے خون کا بدلہ لیا جائے گا"۔

پھر اس نے شیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"شیر صاحب! اس کا کام اب تمام ہی کر دیں تو
بہتر ہے"۔

شیر کو بس اشارہ ہی کافی تھا۔ اس نے ایک بھرپور
ہاتھ مارا اور غنڈے کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔ اس کی
گردن ڈھلک گئی اور اس کی لاش فرش پر گر پڑی۔ عنبر
دوبارہ ناگ کی شکل میں واپس آ گیا۔

"اب اس کی لاش کا کیا کریں۔ کم بخت نے
ہمیں خواہ مخواہ کی مصیبت ڈال دی"۔

عنبر نے کہا۔

''بالکل فکر نہ کرو۔ ابھی میں اسے سمندر میں جا
کر پھینک آتا ہوں''۔

ناگ بولا۔

''کیا میں بھی تمہارے ساتھ آؤں؟''۔

''نہیں! تمہارے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔
میں ہی خود ہی اس کا بندوبست کر لوں گا''۔

چنانچہ عنبر نے غنڈے کی لاش کو کندھے پر اٹھایا
اور راہداری میں سے ہوتا ہوا اوپر جہاز کی پشت پر
عرشے پر نکل آیا۔

یہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ دور جہاز کے مسافر بے

سدھ پڑے سو رہے تھے۔ عنبر نے غنڈے کی لاش
بڑے آرام سے سمندر میں پھینک دی۔ کسی کو کانوں
کان خبر نہ ہو سکی۔ عنبر ہاتھ جھاڑ کر نیچے آ گیا۔

''سمندر میں ڈال دی اس کی لاش''۔

ناگ بولا۔

''بھائی! میں نے کہا تھا ناں کہ یہ شخص ہمارے بار
کے بارے میں بدنیت ہو گیا ہے۔ ہو نہ ہو یہ غنڈہ اسی
کپتان کے بچے نے یہاں بھیجا تھا''۔

''تو پھر کیا ہوا۔ وہ ہم سے تو شکایت کر ہی نہیں
سکتا کہ ہم نے اس کے آدمی کو ہلاک کر دیا اس طرح
سے تو وہ خود پھنس جائے گا۔ ہمیں کیا معلوم اس کا

آدمی کہاں چلا گیا"۔

"میرا خیال ہے، کپتان اب زیادہ جوش انتقام کے ساتھ ہمارے ہار پر حملہ کرے گا"۔

عنبر نے کہا۔

"تمہیں ہوشیار رہنے کی زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ اگر تم ذرا غافل ہو گئے تو یہ شخص حملہ کروا کر تمہیں قتل کروا سکتا ہوں"۔

"فکر نہ کرو! میں غافل نہیں ہوں گا۔ اب تو مجھے کپتان کی بدنیتی کا ثبوت مل گیا ہے۔ اب میں بھلا اس کے جال میں آنے والا ہوں"۔

ناگ کی اس بات پر عنبر نے کہا۔

"اور پھر سفر بھی تو دس پندرہ دنوں کا باقی رہ گیا ہے۔ اس دوران کپتان کیا کر سکے گا"۔

"ہاں یہ تو ٹھیک ہے، اچھا اب سوتے ہیں۔ نیند آ رہی ہے ہے"۔

عنبر اور ناگ سو گئے۔

دن چڑھا تو معلوم ہوا کہ ایک غنڈہ غائب ہے۔ اسے سارے جہاز پر تلاش کیا گیا مگر وہ کہیں نہیں ملا۔ کپتان کو تشویش ہوئی کہ یہ مسافر کہاں گم ہو گیا؟۔ کدھر چلا گیا؟

اس نے باری باری سب مسافروں سے پوچھ گچھ کی۔ عنبر اور ناگ سے بھی پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی

کہا کہ ہمیں کیا معلوم، وہ شخص کہاں چلا گیا؟۔

ہمیں تو کبھی نہیں ملا تھا۔ بس جہاز پر اسے چلتے پھرتے کبھی دیکھ لیتے تھے۔

جہاز اپنی منزل کی طرف سفر کرتا رہا۔

آخر ایک دن ایسا ہی آیا کہ زمین نظر آ گئی جہاز کے مسافروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ تین مہینے کے تکلیف دہ اور تھکا دینے والے سمندری سفر کے بعد انہوں نے زمین کی، نئی دنیا کی جھلک دیکھی تھی وہ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے اور گلے مل رہے تھے۔

بعض آپس میں دھینگا مشتی بھی کرنے لگے تھے۔

بعض اپنے خنجر نکال کر پڑ رہے تھے۔ آخر سارے کے سارے جرائم پیشہ لوگ تھے۔ کپتان بڑی مہارت سے جہاز کو ساحل کی طرف لے جا رہا تھا۔ جہاز بندر گاہ پر جا کر لنگر انداز ہو گیا۔

مسافروں نے اترتا شروع کر دیا۔ کپتان بھی نیچے اتر آیا۔ اس کی نگاہیں عنبر او ناگ کو تلاش کر رہی تھیں۔ وہ اسے جہاز کے قریب سے گذرتے نظر آئے۔ کپتان نے ہاتھ ملا کر کہا۔

بہت خوب! سفر اچھا کٹ گیا۔ یاد ہے نا جبیل والا شہر یہاں سے میرے اندازے کے مطابق ایک دن اور ایک رات کے سفر پر ہے۔

گھوڑے تم لوگوں کو یہاں کالی بلی نامی کارواں سرائے سے مل جائیں گے۔ عنبر نے کپتان کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

''رہنمائی کا شکریہ کپتان صاحب! زندگی رہی تو پھر کبھی نہ کبھی ضرور ملاقات ہوگی۔ اچھا خدا حافظ!''۔

''خدا حافظ''۔

عنبر اور ناگ بندرگاہ سے باہر نکل گیا تو کپتان نے اپنے دونوں وفادار ساتھیوں کو بلا کر کہا۔

یہی وہ نوجوان ہیں جن کے پاس موتیوں کا قیمتی ہار ہے جسے میں حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھو! تم کو اس ہار میں سے برابر کا حصہ ملے گا۔

اب ان کا تعاقب کرو اور جب یہ سفر کرتے ہوئے صحرا میں پہنچیں تو ان دونوں کو قتل کر کے پھینک دو اور ہار لے کر واپس میرے پاس پہنچ جاؤ۔ ٹھیک ہے؟۔

دونوں غنڈوں نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

''بالکل ٹھیک ہے کپتان! ہم اتنے لوگوں کا خون کر چکے ہیں۔ یہ نوجوان ہم سے بچ کر نہیں جا سکتے۔ بس آج رات انہیں راستے میں ہلاک کر دیں گے اور کل صبح آپ کے پاس ہار لے کر آ جائیں گے''۔

''خدا کرے ایسا ہی ہو''۔

''ایسا ہی ہوگا کپتان!''۔

دونوں غنڈے کپتان کو یقین دلا کر رخصت ہوئے اور انہوں نے مسافروں کا بھیس بدل کر عنبر اور ناگ کا تعاقب کرنا شروع کر دیا۔

عنبر اور ناگ کپتان کی اس سازش سے بالکل بے خبر تھے۔ انہیں کوئی خبر نہ تھی کہ کپتان نے دو خطرناک غنڈے ان کے پیچھے لگا دیے ہیں جو ان دونوں کو قتل کر کے ہار اپنے قبضہ میں لینا چاہتے ہیں۔

عنبر نے کپتان کی بتائی ہوئی سرائے کالی بلی کا پتا ایک راہ گیر سے پوچھا۔ اس نے پہلے تو عنبر اور ناگ کو گھور کر دیکھا۔ پھر کہا۔

''یہاں سے شمال کی طرف چلے جاؤ۔ اس قصبے

کے کونے پر وہ سرائے تمہیں مل جائے گی''۔

عنبر اور ناگ ٹھیک کالی بلی سرائے کے دروازے پر پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک کوٹھری کرائے پر لینے کی بجائے یہ فیصلہ کیا کہ اسی وقت سفر شروع کر دیا جائے۔

اصل میں وہ ماریا بہن کی تلاش میں اس قدر بے تاب تھے کہ ان کا آرام حرام ہو گیا تھا اور وہ جلدی جلدی اس کی مدد کو پہنچنا چاہتے تھے۔

سرائے کے مالک سے انہوں نے گھوڑے خریدنے کا خیال ظاہر کیا۔

بڑے بڑے گل مچھوں والے مالک نے پیٹ پر

ہاتھ پھیر کر ڈکار مارا اور بڑے گوشت کی ٹانگ کھاتے
ہوئے بولا۔
"ارے تم لوگ کیا گھوڑے خریدو گے۔ جاؤ اپنا
راستہ لو میرے پاس گھوڑے بڑے خالص عربی نسل
کے ہیں اور بڑے قیمتی ہیں"۔
عنبر بولا۔
"جناب! یقین کریں ہم گھوڑے خریدنا چاہتے
ہیں"۔
مالک بولا۔
"تو پھر ایک گھوڑے کی قیمت پندرہ سونے کی
اشرفیاں ہیں۔ کیا دے سکو گے اتنی بھاری رقم؟"۔

عنبر نے جیب سے تھیلی نکالی اور تیس اشرفیاں گن
کر سرائے کے مالک کے سامنے رکھ دیں۔
"یہ لیجیے دو گھوڑوں کی رقم اور گھوڑے ہمارے
حوالے کر دیں۔ ہمیں بڑے ضروری سفر پر جانا ہے"۔
سرائے کا مالک تو حیران رہ گیا۔ گائے کی ٹانگ
اس نے لکڑی کی پلیٹ میں رکھ دی اور پیٹ کے ساتھ
دونوں ہاتھ رگڑ کر اشرفیاں گننے لگا۔
اس کی آنکھوں میں چمک سی آ گئی تھی، کیونکہ اس
نے گھوڑوں کی قیمت زیادہ بتائی تھی اور وہی اسے مل
گئی۔ اب اس نے لالچ سے کام لیتے ہوئے کہا۔
"اوہو! میں تو بھول ہی گیا ہوں۔ گھوڑوں کی

زین کی قیمت الگ ہو گی۔ بس یہی کوئی پندرہ اشرفیاں"۔

عنبر اور ناگ نے کاٹھیوں کی پندرہ اشرفیاں بھی ادا کر دیں تو سرائے کا مالک بولا۔

"بچو! میں نے ان گھوڑوں کو خاص طور پر بڑی محبت سے پال پوس کر جوان کیا ہے۔ اگر تم مزید دس اشرفیاں ادا کرو تو یہ گھوڑے تمہارے ہوں گے"۔

عنبر نے یہ دس اشرفیاں بھی ادا کر دیں اور کہا۔

"اب ہمیں گھوڑے دکھا دو"۔

سرائے کا مالک بڑا خوش ہوا اور انہیں ساتھ لے کر ایک اصطبل میں آ گیا۔ یہاں دونوں گھوڑے

کھڑے تھے۔

گھوڑے واقعی عربی نسل کے تھے اور خوب چاق و چوبند اور طاقتور تھے۔ ناگ نے کہا۔

"گھوڑے ہمیں پسند ہیں شکریہ!"۔

سرائے کے مالک نے کہا۔

"تم لوگ کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"۔

عنبر نے کہا۔

"کیا ہمیں یہاں کچھ کھانے کو مل جائے گا"۔

سرائے کا مالک خوش ہو کر بولا۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں! میری سرائے کا سارا باورچی خانہ آپ کے لیے حاضر ہے۔ آؤ میرے

ساتھ۔ آؤ۔ آؤ"۔

باورچی خانے میں بیٹھ کر عنبر اور ناگ نے خوب
ڈٹ کر کھایا اور پھر سے تازہ دم ہو گئے۔

سرائے کے مالک نے پوچھا۔

"اب یہ بتاؤ بچو! کہ تم کہاں جانا چاہتے ہو؟"۔

عنبر اور ناگ اسے یہ تو کبھی نہیں بتا سکتے تھے کہ وہ
کہاں وار کس جگہ کی تلاش میں جا رہے ہیں۔ بہر حال
انہوں نے صرف اتنا کہا۔

ہم ہسپانیہ سے آ رہے ہیں۔ ہم دونوں بھائی
ہیں۔

پیچھے ہمارا واحد سہارا باپ تھا جو مر گیا۔ اس نے

مرتے وقت کہا تھا کہ نئی دنیا میں اس کا ایک بھائی رہتا
ہے۔ تم اس کے پاس چلے جانا۔ وہاں تم پھر سے نئی
زندگی شروع کر سکتے ہو۔ پس ہم اپنے چچا کی تلاش
میں یہاں آئے ہیں۔

سرائے کے مالک نے کہا۔

"تمہیں اس شہر کے نام کا کچھ نہیں پتا؟"۔

ناگ نے کہا۔

شہر کا نام تو ہمارے والد صاحب نہیں بتا سکے۔

بس انہوں نے اتنا ہی کہا کہ نئی دنیا میں ایک شہر ہے
جس کے باہر ایک جھیل ہے۔

اس جھیل کے پاس تمہارے چچا کا مکان ہے۔

سرائے کا مالک زور سے ہنس پڑا۔

بھلا یہ بھی کوئی پتا ہوا۔ بہر حال تم فکر نہ کرو۔ میں تمہیں یہ بتا سکتا ہوں کہ یہاں سے مغرب کی طرف ایک شہر آتا ہے۔

اس شہر میں شاید ایک جھیل ہے، کیونکہ میرے پاس جو مسافر اس شہر میں آتے ہیں، وہ اس جھیل اور اس کے بیچ میں بنے ہوئے کسی پرانے قلعے کا ذکر کیا کرتے ہیں۔

عنبر اچھل پڑا۔

"بس بس وہی جھیل ہمیں چاہیے"۔

سرائے والے نے حیرانی سے کہا۔

"کیا مطلب کہ وہی جھیل تمہیں چاہیے؟ کیا تم گھر سے جھیل خریدنے نکلے ہو؟"۔

عنبر نے سنبھل کر کہا۔

"میرا مطلب تھا کہ ہمارے والد نے بھی کہا تھا کہ جس جھیل میں ایک پرانا قلعہ ہے، اس شہر میں تمہارے چچا رہتے ہیں"۔

تو پھر ٹھیک ہے۔ تم مغرب کی طرف اپنا سفر شروع کر دو۔ یہاں سے وہ شہر ایک رات اور ایک دن کے سفر پر ہے اگر تم راستے میں تھوڑا سا آرام کر کے سفر کرتے رہے تو کل اس وقت جھیل والے شہر میں ہو گے۔

لیکن میں تو یہی کہوں گا کہ آج رات میری سرائے میں آرام کرو اور کل صبح سفر شروع کرنا۔

ناگ بولا۔

"شکریہ جناب! ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ ہمیں بہت جلد اپنے چچا کے پاس پہنچنا ہے"۔

اس کے بعد عنبر اور ناگ نے راستے کے لیے کچھ کھانے پینے کی چیزیں خریدیں جو سرائے کے لالچی مالک نے انہیں بہت مہنگی دیں۔

سرائے کے مالک کو خدا حافظ کہا اور گھوڑوں پر سوار ہو کر اس کے بتائے ہوئے راستے پر مغرب کی طرف چل پڑے۔

ابھی انہیں روانہ ہوئے تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ کپتان کے غنڈے بھی سرائے میں پہنچ گئے۔ انہوں نے بھی دو گھوڑے خریدے اور سرائے کے مالک سے پوچھا، یہاں کوئی نوجوان قسم کے دو مسافر آئے تھے؟۔

سرائے کے مالک نے مشکوک نظروں سے ان مسافروں کو دیکھا۔ شکل سے وہ بڑے بدمعاش دکھائی دیتے تھے۔

سرائے کے مالک نے پوچھا۔

"کیا تم ان نوجوانوں کا ذکر تو نہیں کر رہے جن کے پاس سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی

تھی؟"۔

"ہاں ہاں وہی نوجوان"۔

سرائے کا مالک ہنس پڑا۔ سمجھ گیا کہ یہ غنڈے ہیں اور ان نوجوانوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔

اس نے کہا۔

اگر تم ان اشرفیوں کی تھیلی کے پیچھے لگے ہو جو ان دونوں کے پاس ہیں تو وعدہ کرو کہ اس میں سے کچھ رقم مجھے بھی دو گے۔

پھر میں تمہیں صحیح صحیح بتاؤں گا کہ وہ کس طرف گئے ہیں۔

کپتان کے غنڈے ہنس پڑے۔

"بڑے مسخرے معلوم ہوتے ہیں۔ اچھا چلو تم ایسا ہی سمجھ لو۔ ہمیں بتاؤ وہ نوجوان کس سمت کو گئے ہیں اور ہم تمہیں ان کی رقم میں سے کچھ نہ کچھ حصہ دیں گے"۔

سرائے کے مالک نے خوش ہو کر کہا۔

تو سنو! دونوں نوجوان یہاں سے مغرب کی جانب جھیل والے شہر کی طرف روانہ ہوئے ہیں۔ وہ آج رات سفر کریں گے۔

تم اگر رات کے اندھیرے میں انہیں جا کر پکڑ لو تو سونے کی اشرفیاں بڑی آسانی سے تمہارے پاس آ سکتی ہیں۔

"شکریہ بڑے میاں! واپسی پر تمہیں تمہارا حصہ دے کر یہاں سے جائیں گے"۔

کپتان کے غنڈوں نے گھوڑے اس کچے راستے پر بڑھا دیے جو شام کے گھرے ہوئے اندھیرے میں دور خشک اور سیاہ پہاڑوں کی طرف جا رہا تھا۔

یہ کچی کانٹے دار جھاڑیوں میں سے ہو کر گذرتی تھی۔ آسمان پر نئی دنیا کے ستارے چمک رہے تھے۔

کپتان بندرگاہ کی جہازی سرائے میں آرام کر رہا تھا۔

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اپنے غنڈوں کا انتظار کر رہا تھا کہ وہ موتیوں کا ہار لے کر کب اس کے پاس واپس آتے ہیں۔

کپتان نے انہیں تاکید کی تھی کہ آج ہی رات کے اندھیرے میں عنبر اور ناگ کا کام راستے میں تمام کر دینا۔

اس پروگرام کے مطابق کپتان کے غنڈوں کو رات کے پچھلے پہر ہار لے کر واپس آ جانا چاہیے تھا۔

عنبر اور ناگ کو کچی سڑک پر سفر کرتے تھوڑی دیر ہی ہوئی تھی کہ آسمان پر نیلے رنگ کا چاند نکل آیا جس کی وجہ سے چاروں طرف میدان میں روشنی پھیل گئی۔

یہ میدان خشک اور بنجر تھا اور جگہ جگہ یہاں خاردار جھاڑیاں اگی تھیں۔ ہوا بڑی ٹھنڈی اور فرحت بخش تھی۔ اگرچہ دن کو اس علاقے میں گرمی پڑ رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

''موسم خوشگوار ہے اور چاندنی بھی پھیلی ہوئی ہے۔ اگر ہم اسی طرح سفر کرتے رہے تو صبح تک نصف راستہ طے کرلیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

''ہمارے گھوڑے تازہ دم ہیں۔ ہمیں پچھلے پہر کے بعد جب دھوپ نکلے تو آرام کے لیے رکنا ہوگا''۔

یونہی باتیں کرتے وہ آگے بڑھے جارہے تھے۔ ان سے کوئی پندرہ بیس کوس پیچھے کپتان کے غنڈے برابر گھوڑوں پر سوار تعاقب کیے چلے آرہے تھے۔ ان کے پاس بڑے تیز دھاروالے خونیں خنجر تھے

جوانہوں نے اپنی قمیضوں کے اندر چھپا رکھے تھے۔ یہ بڑے تنومند اور ہٹے کٹے بدمعاش تھے اور ان کے لیے عنبر اور ناگ کو ہلاک کرنا بظاہر کوئی مشکل بات نہیں تھی۔

آدھی رات سفر میں گذر گئی۔ کپتان کے غنڈوں نے گھوڑوں کی رفتار تیز کردی۔ وہ صبح ہونے سے پہلے پہلے اپنا کام ختم کردینا چاہتے تھے۔

ڈراؤنی آوازیں

آدھی رات کے بعد کپتان کے غنڈوں نے عنبر اور ناگ کو دیکھ لیا۔

چاندنی رات میں وہ انہیں دور میدان میں چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے تھے۔ کپتان کے غنڈوں کو ان کے سائے صاف نظر آ رہے تھے۔

غنڈوں نے اپنے گھوڑوں کی رفتار اور تیز کر دی۔ آخر وہ عنبر اور ناگ کے عقب میں بالکل قریب پہنچ گئے۔ اب وہ آہستہ آہستہ چلنے لگے اور یہ منصوبہ بنانا شروع کیا کہ حملہ کس طرف سے کیا جائے۔

اتفاق ایسا ہوا کہ عین اس وقت عنبر کا گھوڑا کسی پتھر سے ٹکرا کر گر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ ناگ بھی گھوڑے سے اتر آیا۔

"یہ تو بڑا برا ہوا۔ یہ گھوڑا تو اب ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکے گا عنبر!"۔

"بڑی غلطی ہو گئی۔ ہمیں دوسرے میدان میں سے ہو کر گزرنا چاہیے تھا۔ یہ میدان تو پتھروں سے پٹا

پڑا تھا۔ بہر حال جو ہونا تھا، ہو گیا۔ اب کیا کیا
جائے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ تم میرے گھوڑے پر سوار ہو
جاؤ اور میں سانپ بن کر اس گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھ
جاتا ہوں اور کیا ہو سکتا ہے''۔

عنبر بولا۔

''سانپ کی وجہ سے گھوڑا بدک جائے گا اور چلنے
سے انکار کر دے گا''۔

پھر ناگ نے سوچ کر کہا۔

''میرا خیال ہے پھر میں شاہین بن کر تمہارے

ساتھ ساتھ اڑتا ہوں۔ تم میرے گھوڑے پر سفر کرو''۔

عنبر نے کہا

''ہاں البتہ یہ منصوبہ ٹھیک رہے گا۔ لیکن میرا خیال
ہے کہ ہم تھوڑی دیر آرام کریں تو زیادہ اچھا ہے۔
مجھے پیاس بھی لگ رہی ہے''۔

''میں تمہیں پانی پلاتا ہوں۔ خیال اچھا ہے
ویسے''۔

ناگ اور عنبر زخمی گھوڑے کے پاس بیٹھ گئے۔
انہوں نے چھاگل میں سے پانی پیا۔ کچھ پانی
گھوڑے کو پلایا اور باتیں کرنے لگے۔

غنڈوں نے دیکھا کہ دونوں شکار گھوڑوں سے اتر

کر ایک جگہ آرام کر رہے ہیں تو وہ بڑے خوش
ہوئے، کیونکہ سفر کرتے وقت حملہ خطرناک ہو سکتا تھا۔
اس طرح سے تو وہ پیچھے سے نشانہ باندھ کر ان پر وار
بھی کر سکتے تھے۔

کپتان کے غنڈے گھوڑوں سے اتر پڑے۔
انہوں نے گھوڑے ایک پتھر سے باندھے۔ خنجر جیب
سے نکال کر ہاتھوں میں تھامے اور دبے پاؤں
اندھیرے میں جھکے جھکے عنبر اور ناگ کی سمت بڑھنے
لگے۔

اب ایسا ہوا کہ عنبر نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس
کی۔ پھر اسے گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز سنائی

دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔

ہلکی ہلکی چاندنی میں اسے دو سائے جھکے جھکے
آگے بڑھتے دکھائی دیئے۔

عنبر نے ناگ کو سرگوشی میں کہا۔

''معلوم ہوتا ہے، کپتان کے آدمی یہاں بھی پہنچ
گئے ہیں۔ کم بختوں موت انہیں یہاں کھینچ لائی ہے''۔

ناگ نے بھی پیچھے دیکھا تو اسے غنڈوں کے
سائے نظر آئے۔

''یہ تو خود موت کے منہ میں بڑے شوق سے چلے
آ رہے ہیں۔ نہ جانے موتیوں کا یہ ہار ابھی کتنے
لوگوں کی جان لے گا۔ آنے دو انہیں۔ میں اکیلا ان

کو ختم کروں گا"۔

عنبر نے کہا۔

"یار سفر کرتے کرتے تھک گئے ہیں۔ ذرا تھوڑی سی ان کے ساتھ بھی دل لگی ہو جائے"۔

"کیا مطلب؟"۔

مطلب یہ ہے کہ میں جس طرح کروں، تم کوئی اعتراض نہ کرنا۔ ہاں اگر کسی نے تم پر سچ مچ حملہ ہی کر دیا تو پھر تمہیں اجازت ہے کہ اپنی جان بچانے کے لیے اسے ہلاک کر دینا۔

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا، لیکن وہ عنبر کی بات اچھی طرح سمجھ گیا تھا۔

ادھر کپتان کے غنڈے دونوں کے بہت قریب آ گئے۔ وہ ایک پتھر کی اوٹ میں ہو کر چھپ گئے۔ ایک غنڈے نے کہا۔

"نشانہ بڑا ٹھیک ہے۔ چھرا پھینک دو"۔

دوسرے غنڈے نے ہاتھ میں چھرا تھاما۔ اسے پیچھے لے کر گیا اور پھر ہاتھ گھما کر عنبر کی طرف چھرا اچھال دیا۔

یہ خوش قسمتی تھی کہ چھرا مارنے کے لیے غنڈے نے جس شخص کی پیٹھ کو چنا تھا، وہ عنبر تھا۔ اگر یہ شخص پہلے ناگ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا تو ناگ شدید زخمی ہو جاتا اور عنبر کے لیے پریشانی کا باعث بن سکتا تھا۔

چھرا اس کی آواز کے ساتھ غنڈے کے ہاتھ سے
نکل کر عنبر کی طرف بڑھا۔ وہ ابھی ان کا تعاقب کرنے
والوں سے دل لگی کرنے کی سکیم ہی بنا رہے تھے کہ
ٹھک سے ایک چھرا آ کر عنبر کی پیٹھ پر زور سے لگا اور
نیچے گر پڑا۔

عنبر سمجھ گیا کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا ہے۔ عنبر
جھوٹ موٹ زمین پر یہ دکھانے کے لیے لیٹ گیا کہ
وہ مر گیا ہے یا شدید زخمی ہو کر گر پڑا ہے۔

گرنے کے بعد اس نے ناگ سے کہا۔

''میں یوں ظاہر کروں گا، جیسے مر گیا ہوں۔ باقی
کام تم کر لینا دیکھنا انسانی روپ میں رہنا۔ جان کا

خطرہ ہے''۔

غنڈوں نے عنبر کو گرتے دیکھا تو بڑے خوش
ہوئے اور عنبر کی طرف لپکنے لگے تھے کہ خیال آیا، دوسرا
نوجوان کہاں چلا گیا؟۔

کیونکہ ناگ کا سایہ وہاں نہیں تھا۔ ناگ سانپ
بن کر ایک جھاڑی میں چھپا ان لوگوں کے انتظار میں
اپنی زبان بار بار نکال رہا تھا۔ غنڈوں نے آ کر دیکھا
کہ عنبر گرا پڑا ہے اور دوسرا نوجوان غائب ہے۔

ایک غنڈے نے کہا۔

''یہ تو مر گیا لیکن دوسرا کہاں گیا؟ ابھی وہ یہاں
بیٹھا تھا، میرا خیال ہے، ضرور وہ کہیں گھات لگا کر

چھپ گیا ہے۔ ذرا ہوشیار رہنا''۔

دوسرے غنڈے نے جھک کر عنبر کو دیکھا۔

''ارے یہاں بھی ایک کمال کی بات ہوئی ہے''۔

''کیا ہوا ہے؟''۔

''یہ دیکھو چھرا اس شخص کی پیٹھ میں نہیں گھسا۔ نیچے پڑا ہے اور خون بھی نہیں نکلا مگر یہ شخص زندہ بھی نہیں ہے۔ یہ کیا معمہ ہے؟''۔

پہلا غنڈہ بھی عنبر کی پیٹھ کو غور سے دیکھنے لگا۔

''تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہ شخص مر گیا ہے۔ لیکن نہ خون نکلا ہے نہ خنجر لگا ہے۔ پھر یہ شخص کیسے مر گیا؟''۔

عنبر یہ ساری باتیں سن رہا تھا۔

اور دل میں ہنس رہا تھا۔ ادھر ناگ بھی سانپ کے روپ میں جھاڑیوں کے پیچھے بیٹھا سوچ رہا تھا کہ کس پر حملہ آور ہو۔

دوسرے وہ عنبر کو بھی موقع دینا چاہتا ہے، اسے پورا کرے۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ دونوں ڈاکو عنبر پر جھکے اسے الٹ پلٹ کر دیکھ رہے ہیں۔

وہ جھاڑیوں کے پیچھے خاموش کنڈلی مار کر بیٹھا رہا۔ غنڈوں نے عنبر کا چہرہ اوپر کیا۔

''اس کی آنکھیں بند ہیں، لیکن دل دھڑک رہا ہے۔ ارے یہ تو زندہ ہے؟''۔

ٹھیک اس وقت عنبر نے آنکھیں کھول کر کہا۔

''تمہارا خیال درست نہیں ہے۔ میں مر چکا ہوں۔ میرا دل ایسے ہی دھڑک رہا ہے''۔

اس پر غنڈوں کو سخت غصہ آ گیا۔

''کمینے! ہم سے مذاق کرتے ہو؟ اگر میرا خنجر تمہیں لگ جاتا تو کبھی زندہ نہ رہتے۔ دیکھتا پھر تم کیسے آنکھیں کھول کر مجھ سے باتیں کرتے''۔

دوسرے غنڈے نے عنبر کو گردن سے پکڑ کر کہا۔

''بتاؤ موتیوں کا ہار کہاں ہے؟''۔

عنبر ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔

''موتیوں کا ہار میرے ساتھی کے پاس تھا''۔

''وہ کہاں چلا گیا ہے؟''۔

''شاید ہو تم لوگوں کے ڈر سے بھاگ گیا ہے۔ میرا خیال ہے، اس جھاڑی میں کہیں چھپا ہوگا۔ جا کر تلاش کرو''۔

غنڈوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ ایک بولا۔

''تم جھاڑیوں میں جا کر اسے پکڑ لاؤ۔ میں اس کی مشکیں کستا ہوں''۔

ایک غنڈے نے عنبر کی مشکیں کسنی شروع کر دیں اور دوسرا جھاڑیوں میں جا کر ناگ کو تلاش کرنے میں ناکام کوشش کرنے لگا۔

اس لیے کہ ناگ وہاں موجود بھی تھا اور نہیں بھی
تھا۔ موجود اس لیے تھا کہ وہ سانپ بن کر کنڈلی
مارے بیٹھا تھا اور موجود نہیں اس لیے تھا کہ ناگ
انسانی روپ میں نہیں تھا۔

پہلا غنڈہ عنبر کے بازو رسی سے باندھ رہا تھا تو اس
نے اونچی آواز میں کہا۔

''ناگ! یار اب تم ان لوگوں کو موتیوں کا ہار دے
ہی دو۔ کیونکہ یہ بہت بے تاب ہو رہے ہیں۔ مجھ پر
تشدد کر رہے ہیں۔ موتیوں کے ہار پر اب ان کا پورا
پورا حق بنتا ہے''۔

ناگ نے عنبر کی یہ آواز سن لی تھی۔ جھاڑیوں

والے غنڈے نے کہا۔

''یہ بکواس کرتا ہے۔ اس کی گردن اڑا دو۔ یہاں
اس کا ساتھی کہیں نہیں ہے۔ موتیوں کا ہار اسی کے پاس
ہوگا''۔

دوسرے غنڈے نے عنبر کی تلاشی لینی شروع کر
دی۔ آخر تھیلے میں سے موتیوں کا ہار نکل آیا۔ غنڈے
نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا۔

''مل گیا ہار' واپس آ جاؤ۔ ہار مل گیا ہے''۔

لیکن غنڈہ اب واپس کیسے آ سکتا تھا بھلا۔ ناگ
نے اس اناڑی کھیل کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ
پھنکار مار کر، پھن اٹھا کر غنڈے کے سامنے آ کر

جھومنے لگا۔

چاندنی رات میں سانپ کی سرخ آنکھیں چمک رہی تھیں اور پتلی زبان پھنکاریں مار رہی تھی۔ غنڈہ سہم کر وہیں کھڑا ہو گیا۔ ناگ نے آگے بڑھ کر غنڈے کی پنڈلی پر ڈس دیا۔

"سانپ! سانپ! آہ مر گیا"۔

ناگ کا زہر بے حد خطرناک تھا اور اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا تھا۔ بس دیکھتے دیکھتے موت کی آغوش میں چلا جاتا تھا۔

غنڈہ بھی اپنے ساتھی کے آنے تک زمین پر گرا اور مر گیا۔ عنبر کی بانہیں رسی میں جکڑی ہوئی تھیں لیکن

وہ ذرا سا زور لگا کر رسی توڑ کر آزاد ہو گیا۔ غنڈے نے جو اپنے ساتھی کو سانپ کے ڈسنے سے ہلاک ہوتے دیکھا تو موتیوں کا ہار اپنی جیب میں ڈال کر گھوڑے پر سوار ہوا اور ایک طرف کو بھاگا۔

عنبر نے کہا۔

"ناگ! یہ کم بخت ہار لے کر بھاگ رہا ہے۔ اسے پکڑو"۔

ناگ نے بجلی جیسی تیزی کے ساتھ گھوڑے کے پیچھے بھاگنا شروع کر دیا۔ سڑک کچی تھی۔ سانپ بڑے آرام سے اور کافی رفتار کے ساتھ گھوڑے کے پیچھے بھاگ رہا تھا۔

گھوڑا ابھی سرپٹ دوڑا جا رہا تھا اور اپنے پیچھے گرد
اڑا رہا تھا۔ ناگ کو بھاگنے میں بھی غیر معمولی طاقت
حاصل تھی۔

وہ ایک عام سانپ کے مقابلے میں زیادہ رفتار
کے ساتھ بھاگ سکتا تھا، چنانچہ ابھی گھوڑا سوار غنڈہ دو
ایک کوس کے فاصلے پر ہی پہنچا تھا کہ سانپ نے اسے
جالیا۔

سانپ نے گھوڑے کو خوف زدہ کرنے کے لیے
ایک زوردار پھنکار ماری۔

گھوڑے نے خطرناک سانپ کی پھنکار سنی تو اس
کے بدن پر کپکپی اور لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے اپنی

دونوں ٹانگیں اوپر اٹھا لیں اور پھر زمین پر جیسے پتھر کا
بت بن کر رک گیا۔ اور تھر تھر کانپنے لگا۔

غنڈہ حیران تھا کہ اس کم بخت کو کیا ہو گیا ہے کہ
ایکدم رک گیا اور سارا بدن پسینے میں بھیگ گیا ہے۔
اتنی دیر میں سانپ غنڈے کے سامنے آ چکا تھا۔

چاندنی رات میں غنڈے نے سانپ کو بالکل نہ
دیکھا۔ وہ گھوڑے کو چابک پر چابک مار رہا تھا اور
اسے دوڑانے کی کوشش کر رہا تھا مگر گھوڑا اپنی جگہ سے
ٹس سے مس نہ ہو رہا تھا۔

اچانک غنڈے کے کانوں میں ایک رونگٹے
کھڑے کر دینے والی پھنکار کی آواز پڑی۔ اس نے

پلٹ کر پیچھے دیکھا۔

اب اس کو پسینہ آ گیا اور سارے جسم پر ایک بار تو کپکپی طاری ہو گئی۔ ایک سیاہ رنگ کا سرخ آنکھوں اور سرخ زبان والا سانپ چاندنی رات میں اپنا پھن پھیلائے زمین سے دو فٹ اونچا ہو کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے خنجر نکالنے کی کوشش کی، لیکن ناگ اسے اتنی مہلت نہیں دے سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ خنجر غنڈے کی جیب سے باہر نکلے، سانپ اسے ڈس چکا تھا۔

ایک چیخ تھی۔ موت کی چیخ تھی۔ زندگی کی آخری

چیخ۔ جو اس سنسان ویران میدان میں گونج کر رہ گئی۔ رات پھر سے سنسان ہو گئی۔ چاروں طرف موت کا سناٹا چھا گیا۔

ناگ نے انسان کے روپ میں آ کر غنڈے کی جیب سے اپنا قیمتی ہار نکالا اور گھوڑے پر سوار ہو کر واپس عنبر کے پاس آ گیا جو اس کے انتظار میں پتھر پر نیم دراز بڑے مزے سے آرام کر رہا تھا۔

''ہار مل گیا ناگ؟''۔

''ہاں ہار مل گیا، مگر خواہ مخواہ کی بک بک کرنی پڑی۔ ہم آتے ہی ان کا کام تمام کر دیتے تو اتنا وقت بھی ضائع نہ ہوتا''۔

عنبر ہنس پڑا۔

"یار! ساتھ ساتھ کچھ تفریح بھی تو ہونی چاہیے"۔

ہزاروں سالوں سے یہی کچھ ہوتا آ رہا ہے ہمارے ساتھ۔ مجھے تو بڑا مزا آیا ہے"۔

"اچھا اب اٹھو! بڑا لمبا سفر پڑا ہے۔ اب تو ہمیں دو گھوڑے بھی مل گئے ہیں"۔

عنبر اور ناگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور چاندنی رات کی خاموشی میں اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔

اگر وہ راستے میں اپنی تفریح کے لیے نہ ٹھہرتے تو صبح ہوتے ہی منزل پر پہنچ گئے ہوتے، لیکن اب وہ صبح

تک سفر کرتے رہے۔

جب سورج کافی بلند ہو گیا تو انہیں ایک پرانے شہر کے آثار نظر آئے۔ یہ شہر کیا تھا بس کہیں کہیں لکڑی کے مکان بنے تھے جن کی چھتوں پر درخت کے تنے ڈال دیئے گئے تھے۔ آہستہ آہستہ وہ شہر کی طرف بڑھنے لگے۔

دکانوں پر لوگ سودا وغیرہ خرید رہے تھے۔ ایک ہوٹل میں کچھ لوگ بیٹھے قہوہ وغیرہ پی رہے تھے۔ عنبر اور ناگ وہاں چلے گئے اور قہوہ لے کر پینے لگے۔

گھوڑے انہوں نے ہوٹل کے ایک نوکر کے حوالے کر دیئے تاکہ انہیں چارہ وغیرہ کھلا دیا جائے۔

ہوٹل کیا تھا بس ایک سرائے کی کوٹھڑی تھی جس کے اندر لکڑی کے تخت بچھے تھے۔

لوگ وہاں بیٹھے کھا پی رہے تھے۔ عنبر نے ایک شخص سے پوچھا۔

''بھائی! یہاں کوئی پرانا قلعہ بھی ہے؟''۔

اس شخص نے یوں چونک کر عنبر کی طرف دیکھا۔ جیسے اس نے کوئی عجیب بات کہہ دی ہو۔

ناگ نے کہا۔

''کیوں کیا بات ہے بھائی! تم پریشان کیوں ہو گئے؟''۔

کیا یہاں کوئی پرانے قلعے کی عمارت نہیں ہے؟۔

وہ آدمی جلدی سے اٹھ کر چلا گیا۔ دوسرا شخص بھی عنبر اور ناگ کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ بڑے حیران ہوئے کہ آخر بات کیا ہے؟۔

قہوہ پینے کے بعد جب وہ باہر نکلنے لگا تو خیال آیا کہ کیوں نہ ہوٹل کے مالک سے بھی پوچھ لیا جائے۔ انہوں نے ہوٹل کے مالک سے بات کی تو اس نے کہا۔

''بات یہ ہے کہ جس قلعے کے بارے میں تم پوچھ رہے ہو، اس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہاں بھوت رہتے ہیں اور جو کوئی ادھر جاتا ہے، مر جاتا ہے''۔

ناگ نے پوچھا۔

''کیا یہ قلعہ کسی جھیل میں واقع ہے؟''۔

''ہاں ہاں! ایک پرانی سی جھیل ہے بس اس کے اندر ایک چٹان پہ بنا ہوا ہے''۔

عنبر بولا۔

''اچھا تو بھوتوں کو وہاں کسی نے دیکھا ہے؟''۔

''میں نے تو نہیں دیکھا۔ لوگوں نے دیکھا ہی ہو گا۔ جو کہتے ہیں، اور آج کل تو وہاں ایک نئے ڈراؤنی شے ہونے لگی ہے''۔

''وہ کیا بھائی؟ ہمیں بھی بتاؤ''۔ ناگ نے پوچھا۔

ہوٹل کے مالک نے کہا۔

''وہ یہ کہ سنا ہے آج کل آدھی رات کو اس قلعے سے کسی عورت کے رونے اور بین کرنے کی آوازیں آتی ہیں''۔

''یہ آواز صرف آدھی رات کو ہی آتی ہے؟''۔

''ہو سکتا ہے، دن کو بھی آتی ہوں''۔

''کسی نے یہ آوازیں سنی ہیں؟''۔

''ضرور سنی ہوں گی۔ کچھ لوگ تو کہتے ہیں کہ ایک آدمی رات کو ڈراؤنی آوازوں کا راز معلوم کرنے گیا اور صبح اس کی لاش جھیل میں تیر رہی تھی''۔

پھر ہوٹل کے مالک نے پلٹ کر پوچھا۔

''مگر تم نوجوان اتنا کرید کرید کر کیا پوچھ رہے ہو؟

کیا تم بھی اس قلعے میں جانے کا ارادہ رکھتے ہو۔

خبردار! ایسا خیال بھی دل میں مت لانا''۔

''نہیں نہیں بھائی! ہمیں وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ ہم تو وہاں اپنے ایک چچا سے ملنے جا رہے ہیں۔''

عنبر نے کہا۔

پھر اس نے ہوٹل کے مالک سے پوچھا کہ کیا وہاں کوئی ایسی جگہ ہو گی جہاں وہ دو ایک دن رہ سکیں جب تک کہ ان کو اپنے چچا کی خبر نہیں ملتی۔

''ہم رہائش کی قیمت ادا کریں گے ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ مفت رہیں گے''۔

ہوٹل کا مالک بولا۔

''ایسی جگہ تو یہاں کوئی نہیں ہے، لیکن اگر تم پسند کرو تو میرے گھر میں رہ سکتے ہو''۔

ناگ نے کہا۔

''آپ کا گھر کہاں ہے؟''۔

''اسی ہوٹل کے اوپر ہے۔ آیئے میرے ساتھ''۔

عنبر اور ناگ ہوٹل کے مالک کے ساتھ اوپر والی منزل میں چلے گئے۔

جہاں انہیں ایک مختصر سی کوٹھڑی رہنے کے لیے دے دی گئی۔ انہوں نے کچھ کھایا پیا اور پھر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔

عنبر کا خیال تھا کہ تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد جھیل والے قلعے کی طرف چلا جائے۔

اب ہم جادوگر سمادھن کی طرف آتے ہیں۔

آپ کو یاد ہوگا، ہم اسے قلعے کے باہر اس حالت میں چھوڑ آئے تھے کہ وہ ماریا کے بال تراش چکا تھا اور انہیں جھیل میں پھینکنے کے بعد بڑے آرام اور سکون کے ساتھ گھاس پر لیٹا آنکھیں بند کیے آرام کر رہا تھا۔

حقیقت میں وہ سرخ درخت تک پہنچنے کی کسی نئی ترکیب کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کیونکہ وہ سرخ درخت کا خون ہر حالت میں حاصل کرنا چاہتا تھا۔

اسی میں اس کی زندگی اور موت کا راز پوشیدہ تھا۔ وہ ماریا کے بال تراش کر زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔

ماریا ہوش میں آ کر بھاگ بھی سکتی تھی۔ اس پر سے جادو کا اثر ختم بھی ہو سکتا تھا۔ کوئی اس کا ساتھی پیچھے آ کر اسے اغوا کر کے بھی لے جا سکتا تھا۔

پھر سمادھن کا کیا بنے گا؟ دو مہینے بعد ماریا اگر اسے مل نہ سکی اور اس کے بال نہ تراش سکا تو وہ تو مر جائے گی۔

اور سمادھن مرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے ہزار برس تک تابوت میں لیٹ کر دیکھ لیا تھا۔ اب وہ ہر قیمت

پر ابدی زندگی حاصل کرنا چاہتا تھا اور ابدی زندگی صرف اسی صورت میں اسے مل سکتی تھی کہ وہ سرخ درخت کے پاس جائے اور اس کے سیاہ اور سرخ پھل سے نکلنے والا خون اپنے حلق میں انڈیل لے اور ہمیشہ کی زندگی حاصل کرلے۔

اسے گھاس پر لیٹے لیٹے نیند آ گئی۔ جب سونے کے بعد آنکھ کھلی تو دن کافی گزر گیا تھا۔ اور قلعے پر رات کے سائے جھکنے لگے تھے، اسے بھوک محسوس ہوئی۔

وہ اٹھا اور شہر کی طرف آ گیا۔ یہاں ایک پرانا سا تنور بنا تھا۔ جہاں کچھ لوگ زمین پر بیٹھے، روٹی اور

گائے کا گوشت بڑے شوق سے کھا رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر سمادھن کی بھوک اور چمک اٹھی۔

ویسے سمادھن کی جادو کی طاقتیں نئی دنیا میں آتے ہی اس کے پاس واپس آ گئی تھیں۔ لیکن وہ چاہتا تھا کہ ایک عام آدمی کے پاس بیٹھ کر بھنا ہوا سادہ گوشت اور روٹی کھائے۔

وہ بھی زمین پر بیٹھ گیا اور کھانا کھانے لگا۔ اتفاق کی بات ایسی ہوئی کہ ٹھیک اس وقت عنبر اور ناگ بھی وہاں سے گزرے۔ سمادھن نے کوئی خیال نہ کیا، کیوں کہ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ یہ عنبر اور ناگ کون ہیں۔

وہ خاموشی سے بیٹھا روٹی کھاتا اور لوگوں کے چہروں کو تکتا رہا۔ ایک بوڑھا کہہ رہا تھا۔

''رات کے وقت قلعے میں سے کسی عورت کے رونے کی آوازیں آتی ہیں۔ یہاں اب کوئی چڑیل بھی آ کر آباد ہوگئی ہے''۔

دوسرا بولا۔

''قلعہ تو بھوت نگر ہے۔ طرح طرح کے بھوت وہاں رہتے ہیں۔ ان میں ایک چڑیل بھی آ گئی تو کیا ہوا؟ کوئی فرق نہیں پڑے گا''۔

تیسرے نے کہا۔

''مگر کسی عورت کے بین کرنے ، آدھی رات کو

رونے کی آوازیں پہلے کبھی نہیں آئی تھیں''۔

''بھائی پھر کیا ہوا۔ آوازیں آتی ہیں تو آنے دو۔ آپ لوگ ادھر نہ جایا کریں''۔

سمادھن کو معلوم تھا کہ یہ آوازیں کیوں آتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بال کٹ جانے سے آدھی رات کو ماریا کے سر میں اس قلعے کی فضا کی ہزاروں سال پرانی نمی داخل ہونا شروع ہو جاتی تھی۔

اس نمی کے اثر سے اس کے منہ سے خوفناک آوازیں نکلنا شروع ہو جاتی تھیں۔ اتنے میں ایک شخص بولا۔

''بھائیو یہ تو کچھ بھی نہیں۔ میں نے یہاں سے

کو اپنے حلق میں انڈیل لے تو اس کو موت کبھی نہ آ سکے گی۔

وہ پہاڑ کے اوپر چاہے زمین پر گر پڑے، لیکن اسے موت کبھی نہیں آئے گی۔

''ایسی بات ہے تو میں ابھی اس درخت کی تلاش میں جاتا ہوں''۔

بابا! سرخ درخت تک کوئی آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔ سرخ درخت کی حفاظت دیوتا بڑے بڑے اژدھوں کی شکل میں کر رہے ہیں۔

کہتے ہیں، آج سے سو برس پہلے ایک شخص نے سرنگ لگائی اور درخت کے پاس پہنچ گیا، لیکن جب

خون کے قطرے حاصل کرنے کی کوشش کر رہا تھا تو اوپر پہاڑ کی چھت سے پگھلے ہوئے لاوے کی لہر اس پر گری اور وہ اسی جگہ لوہے کا بن کر رہ گیا۔

کہتے ہیں اس کا لوہے کا بت ابھی اسی جگہ موجود ہے۔

سمادھن ہنس پڑا۔

اسے معلوم تھا کہ یہ شخص جھوٹ سے کام لے رہا ہے اور یونہی گپ بازی کر رہا ہے۔ وہ تو خود درخت کے قریب سے ہو کر آیا تھا۔

وہاں اس قسم کا کوئی بت نہیں تھا، لیکن اس شخص کی باتوں سے ایک خیال اسے ضرور آیا کہ درخت کے

پاس کی سرنگ کے ذریعے پہنچنے کی کوشش کرنی
چاہیے۔ یہ خیال دل میں لے کر سمادھن وہاں سے اٹھ
کھڑا ہوا۔

شہر میں جا کر اس نے زمین کھودنے والی کدالیں
خریدیں۔ انہیں کندھے پر رکھا۔ گھوڑے پر سوار ہوا
اور ساحل سمندر کی طرف روانہ ہو گیا۔

سمندر کے کنارے آ کر اس نے ایک کشتی
کرائے پر لی۔ اس نے زمین کھودنے والا سامان رکھا
اور سرخ درخت والے جزیرے کی طرف چل دیا۔

عنبر اور ناگ ادھر قلعے کے قریب پہنچ گئے تھے۔
انہوں نے راستے میں ایک شخص سے جھیل والے

قلعے کے بارے میں پوچھا تو وہ آدمی بڑے غور سے
عنبر اور ناگ کو دیکھتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا۔

عنبر بولا۔

”معلوم ہوتا ہے وہاں کوئی بڑا خوفناک آسیب
رہتا ہے۔“

ناگ بولا۔

”ایسا ہی لگتا ہے۔ لیکن ہم قلعے کے اندر ضرور
جائیں گے۔ ماریا ضرور ہمیں وہاں مل جائے گی۔ تم
یقین کرو مجھے ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو آنا شروع ہو گئی
ہے۔ وہ ضرور یہیں کہیں پاس ہے۔“

چلتے چلتے انہوں نے ایک جگہ مٹی کے ایک تودے

کے عقب سے گھوڑے موڑے تو خوشی سے ان کے چہرے چمک اٹھے۔

ان کے بالکل سامنے سبز رنگ کے کھڑے پانی والی ایک جھیل میں پرانے قلعے کی بوسیدہ عمارت کھڑی دکھائی دے رہی تھی۔

ناگ نے عنبر سے کہا۔

''بزرگ کی بشارت بالکل سچی تھی یہی وہ قلعہ ہے جس کے اندر ماریا بے ہوش پڑی ہے۔ مگر میں اس قلعے کے سامنے پہنچ کر ایک عجیب فرق محسوس کرنے لگا ہوں''۔

''وہ کیا''۔

عنبر نے جلدی سے پوچھا۔

''وہ یہ کہ پہلے ماریا کے جسم کی خوشبو آتی تھی لیکن جس وقت سے میں قلعے کے سامنے آیا ہوں، مجھے ماریا کے جسم کی خوشبو آنی بند ہوگئی ہے۔ اب میں ہرگز معلوم نہ کرسکوں گا کہ ماریا کس جگہ بند ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''کوئی بات نہیں ناگ بھائی! ٹھیک ہے، اس طرح ہمیں زیادہ محنت کرنی پڑے گی، لیکن ہم ماریا کو ڈھونڈ ضرور لیں گے۔ آؤ اب قلعے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں''۔

انہوں نے گھوڑے وہیں گھاس پر چرنے کے

لیے کھلے چھوڑ دیے۔ اور خود پرانے قلعے کی جھیل کے
گرد ایک چکر لگایا۔

قلعے کی عمارت تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔
وہاں کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔

جھیل کے کنارے سے قلعے کی سیڑھیاں کافی
دور تھیں۔ اب کیا کیا جائے؟ عنبر نے کہا کہ جھیل تیر کر
پار کرتے ہیں۔

ناگ بولا۔

پھر میرا کیا فائدہ ہوا۔ اس نے اسی وقت ایک
عظیم الشان اژدہا کی شکل اختیار کر لی اور کنڈلی مار کر
جھیل کے پانیوں پر بیٹھ گیا۔

عنبر اس کی گود میں جا کر بیٹھا۔ اژدہا قلعے کی پرانی
سیڑھیوں کے پاس آ کر رک گیا۔ عنبر سیڑھیوں پر اترا
تو ساتھ ہی اژدہا بھی پھر سے ناگ کی شکل میں آ گیا
اور وہ بھی قلعے کی سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

سیڑھیاں طے کر کے جب وہ قلعے کے پرانے
دروازے کے پاس پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ دروازہ
لوہے کا بنا ہوا ہے اور اگر وہاں ہاتھی بھی آ جائیں تو
دروازہ بھی نہیں ہل سکے گا۔

عنبر اور ناگ سوچ میں پڑ گئے کہ اب قلعے کے
اندر داخل ہونے کی کیا ترکیب کریں۔ وہ قلعے کے
دروازے کے قریب ہی بیٹھ گئے۔

☆عنبر اور ناگ قلعے کے اندر کس طرح داخل ہوئے؟۔

☆ماریا انہیں کس حالت میں ملی؟

☆سمادھن کا کیا بنا؟ کیا وہ سرخ درخت تک سرنگ نکال سکا؟۔

☆یہ سب کچھ آپ اس ناول کی 55ویں قسط میں پڑھئے۔

خونی دروازے
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)
اے حمید
www.urdurasala.com

خونی دروازے (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)

فہرست

www.urdurasala.com

پیارے بچو!

ناگ اور عنبر پراسرار پرانے قلعے میں پہنچ گیا۔
ماریا اسی قلعے میں قید تھی۔
لیکن ایک ایسا حادثہ ہوا کہ عنبر آسیبی جھیل میں گر پڑا اور جب وہ جھیل کے نیچے سے باہر نکلا تو آٹھ سو سال گذر چکے تھے اور وہ ہندوستان کے ملک میں سانس لے رہا تھا۔
دوسری طرف ناگ کے ساتھ اور ماریا کے ساتھ

بھی یہی حادثہ ہوا۔ وہ بھی تاریخ کے اوراق پر آٹھ سو برس کی چھلانگ لگا کر آگے نکل آئے۔ ماریا آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے کے امریکہ میں جا نکلی جہاں کاؤ بوائز گھوڑے دوڑاتے اور پستولیں چلاتے پھرتے تھے۔

ناگ اور عنبر ہندوستان تو یہاں غدر کا ہنگامہ شروع ہو چکا تھا اور شاہی دہلی دروازے پر انگریزوں کی توپوں کے گولے ٹکرا رہے تھے۔ آگے کیا ہوا۔ یہ آپ خود پڑھیں۔

آسیبی چیخ

عنبر نے بہت کوشش کی مگر قلعے کا آہنی دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا۔

ایسے لگتا تھا۔ جیسے لوہے کا دروازہ آدھا زمین کے اندر دھنس چکا ہے۔ ناگ نے اس خیال کا اظہار کیا کہ ہو سکتا ہے، قلعے میں داخل ہونے کا کوئی دوسرا راستہ ہو، کیونکہ دروازے کی شکل سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے

کبھی نہیں کھولا گیا۔

عنبر نے ناگ کو ساتھ لیا اور پرانے قلعے کے کسی خفیہ راستہ کی تلاش شروع کر دی۔ جیسا کہ آپ پچھلی قسط میں پڑھ چکے ہیں، یہ قلعہ بہت قدیم تھا اور جھیل کے بیچ میں بنا تھا۔

اس کے چاروں طرف پانی تھا۔ ہاں ایک جانب پتھر رکھ کر چھوٹا سا پل بنا دیا گیا تھا۔ عنبر اور ناگ اسی پل پر سے گزر کر قلعے کے دروازے تک آئے تھے۔

یہی وہ قلعہ تھا جس کے ایک خفیہ کمرے میں ماریا بے ہوش پڑی تھی۔ قلعے کی دیواریں بھی سیدھی اوپر تک چلی گئی تھیں۔

ناگ نے سانپ بن کر قلعے کے اوپر تک جا کر دیکھا۔ اندر جانے کا کوئی بھی راستہ نہیں تھا۔ کسی جگہ روشندان تک نہیں بنا تھا۔

پرانی طرز کی کھڑکیاں تھیں جن کے آگے پتھر کی بڑی بڑی سلیں رکھ کر چن دی گئی تھیں۔ دونوں تھک ہار کر بیٹھ گئے۔

بلکہ وہ تو یہ بھی سوچنے لگے کہ ہو سکتا ہے، یہ قلعہ ماریا والا قلعہ نہ ہو، کیونکہ اس میں تو اندر جانے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔

ناگ نے کہا۔

"میرا دل کہتا ہے کہ اس قلعے کا کوئی خفیہ راستہ

ضرور ہے"۔

"دل تو میرا بھی یہی کہتا ہے مگر عقل پوچھتی ہے کہ وہ راستہ کہاں ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

کچھ وہ تھک گئے تھے اور زیادہ بددل ہو گئے تھے۔ عنبر نے تو یہاں تک کہہ دیا۔

"یار بزرگ کی بشارت کے مطابق قلعے کے چاروں طرف جھیل کا پانی تھا، لیکن اس جھیل کے تین طرف پانی ہے۔ ایک طرف پل بنا ہوا ہے"۔

ناگ بولا۔

تمہاری یہ بات بھی ٹھیک ہے۔ تو کیا پھر دوسرے

قلعے کو تلاش کیا جائے؟۔

پر ایک بات ہے کہ آدھی رات کو جو کسی عورت کے بین کرنے کے ماتمی آوازیں آتی ہیں، وہ کیا راز ہے؟۔

عنبر نے کہا۔

وہ آوازیں ماریا کی نہیں ہیں۔ اگر ماریا کی ہیں تو پھر یہی وہ قلعہ ہو سکتا ہے۔ جس کی تمہیں بشارت ہوئی ہے۔

وہ آوازیں کسی آسیب کی بھی ہو سکتی ہے۔ ایسی صورت میں یہ قلعہ ماریا والا قلعہ نہیں ہے۔

ناگ نے کہا۔

''بہر حال ایک بات تو بالکل صاف ہے کہ یہ آہیں آوازیں ماریا کی نہیں ہیں''۔

''اس کا مطلب یہ ہے کہ پھر ہم غلط قلعے کے باہر سر پٹخ رہے ہیں۔ ہمیں کسی دوسرے قلعے کی تلاش میں نکلنا چاہیے''۔

''نہیں بھائی! جب تک ہم اس قلعے کے اندر جا کر پوری تفتیش نہیں کر لیتے، ہمیں یہاں سے ہرگز نہیں جانا چاہیے، کیونکہ ہو سکتا ہے، اندر ماریا موجود ہو۔ وہ تو بقول تمہارے خواب والے بزرگ کے کسی خفیہ کوٹھڑی میں بے ہوش پڑی ہے۔ اس لیے آواز نہیں دے سکتی''۔

عنبر نے ناگ کے اس خیال پر غور کرتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم اس قلعے کے آس پاس رہیں گے اور کوئی نہ کوئی راستہ اندر داخل ہونے کی تلاش کر لیں گے"۔

وہ پل کے پاس جھیل کے کنارے، قلعے کی عقبی دیوار کے نیچے ایک پتھر پر بیٹھ گئے۔ جھولے میں سے کھانا نکال کر تھوڑا بہت کھایا۔

جھیل کا پانی پی کر تازہ دم ہوئے اور اس نئی دنیا کی باتیں کرنے لگے جہاں وہ پہنچ چکے تھے اور جسے نجد کے عرب سیاحوں نے دریافت کیا تھا اور جہاں اب

یورپ کے زیادہ تر جرائم پیشہ لوگ آ کر آباد ہونا شروع ہو گئے تھے۔

انہیں باتیں کرتے کرتے رات ہو گئی۔

عنبر نے کہا۔

"یار مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ تھوڑی دیر آرام کر لوں۔ تم بھی سو جاؤ۔ صبح تازہ دم ہو کر کام شروع کر دیں گے"۔

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ فضا میں جھیل کنارے اگی ہوئی کلیوں کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

ناگ کو عنبر کا خیال پسند آیا۔

عنبر تو لیٹتے ہی خراٹے لینے لگا۔ ناگ ابھی جاگ

رہا تھا اور قلعے کی اونچی دیوار کو تک رہا تھا جو رات کے اندھیرے میں ایک بہت بڑی چٹان کی اوپر کو اٹھتی ہوئی دیوار لگ رہی تھی۔

آسمان پر ستارے بجھے بجھے سے تھے۔ اتنے میں مشرق کی جانب سے زرد رنگ کا آدھا چاند نکل آیا۔ اس کی روشنی بڑی پھیکی اور پراسرار تھی۔ اس روشنی میں قلعے کی دیواریں اور زیادہ آسیب زدہ نظر آنے لگیں۔

ناگ بھی ٹھنڈی ٹھنڈی رات کی ہوا میں اونگھنے لگا۔ ابھی وہ نیند اور بیداری کے درمیان جھول رہا تھا کہ اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی عورت اس کا نام لے کر اسے بلا رہی ہے۔

اس نے سر کو جھٹک کر آنکھیں کھول دیں اور کان لگا کر آواز سننے لگا۔ یہ آواز قلعے کے اندر سے آ رہی تھی۔ بڑی دبی دبی اور ماتمی سی تھی۔

جیسے کوئی ناگ کو مدد کے لیے بلا رہا ہو۔ ناگ نے غور کیا تو آواز ماریا کی تھی۔ اس نے عنبر کو اٹھانا چاہا۔ وہ آگے بڑھا کہ عنبر کو جگائے۔

پھر یہ سوچ کر رک گیا کہ خواہ مخواہ بیچارے کی نیند کیوں خراب کرے۔ وہ اکیلا ہی آواز کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

ناگ جس طرف سے آواز آ رہی تھی، اس طرف چل پڑا۔

آواز کسی گہرے کنوئیں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ ناگ قلعے کے مغربی کنارے جھاڑیوں کے پاس آ کر رک گیا۔ آواز ان جھاڑیوں میں سے آ رہی تھی اور صاف ماریا کی آواز سے ملتی تھی۔ ناگ نے کان لگا کر غور سے سنا۔ ماریا کہہ رہی تھی۔

"ناگ! میری مدد کرو۔ میں تہہ خانے میں قید ہوں۔ میری مدد کرو۔ میں بڑی تکلیف میں ہوں"۔

اب ناگ سے نہ رہا گیا۔ اس نے جھاڑیوں کو ادھر ادھر ہٹایا تو سامنے ایک چوکور چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔ ناگ نے اسے دھکا دیا۔

دروازہ کھل گیا۔ ناگ اندر داخل ہو گیا۔ جونہی وہ

اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دروازہ زور سے بند ہو گیا اور چھت پر سے پتھر کی ایک سل اس پر آ گری گویا دروازہ پتھر کی مضبوط دیوار بن چکا تھا۔

ناگ کو کچھ شک ہوا۔ اس نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر وہ تو جیسے ایک چٹان تھا جس کا اپنی جگہ سے ہلنا ناممکن تھا۔

راستہ جہاں وہ کھڑا تھا، تنگ تھا۔ چھت بالکل نیچے جھکی ہوئی تھی۔ ناگ نے جھک کر آگے چلنے لگا۔ یہاں اگر وہ ہاتھی کا روپ بھی اختیار کر لیتا تو پھنس جاتا اور کچھ نہ کر سکتا۔

راستہ تاریک تھا۔ ہاتھ کو ہاتھ سجائی نہ دیتا تھا۔

اب ماریا کی آواز آنا بھی بند ہو گئی تھی۔

ناگ سمجھ گیا کہ اسے کسی فریب میں پھنسایا جا رہا ہے۔ تھوڑی دور جا کر اسے کسی چراغ کی مدھم سی روشنی نظر آئی۔ وہ جھکے جھکے چلتا اس روشنی کے پاس آیا۔

یہ ایک مٹی کا دیا تھا جو دیوار کی طاق میں روشن تھا، لیکن اس کی روشنی بڑی مشکل سے چراغ کے اردگرد کی فضا کو روشن کر رہی تھی۔

کچھ دیر ناگ یہاں کھڑا غور کرتا رہا کہ اس کے ساتھ کس قسم کا دھوکہ کیا جا رہا ہے؟ کیا وہ اس قلعے کے آسیب میں قابو آ گیا ہے؟ وہ کچھ دیر زمین پر بیٹھ کر غور کرتا رہا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے؟۔

اتنے میں ماریا کی آواز پھر سنائی دی۔

''ناگ! آگے آؤ۔ میری مدد کرو۔ میں بڑی تکلیف میں ہوں''۔

ناگ نے زور سے کہا۔

''ماریا! تم کہاں ہو؟''۔

اس کے جواب میں وہی آواز ایک بار پھر یہی کہتی ابھری۔

''ناگ! آگے آؤ۔ میری مدد کرو۔ میں بڑی تکلیف میں ہوں''۔

ناگ تیزی سے سرنگ میں آگے بڑھا۔ آگے ایک دالان پر آ گیا جس کے اوپر پہاڑ کی چھت تھی۔

یہاں انسان اٹھ کر کھڑا ہو سکتا تھا اور چل پھر بھی سکتا تھا۔

اس میں داخل ہونے کا وہی ایک راستہ تھا جو سرنگ سے آتا تھا۔ جوں ہی ناگ سرنگ سے نکل کر اندر آیا، ایک بھاری پتھر دھڑاک سے سرنگ کے منہ پر آن گرا اور راستہ بند ہو گیا۔

اب تو ناگ کو پورا یقین ہو گیا کہ وہ پھنس گیا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔

یہاں اگر وہ ہاتھی یا شیر بھی بن جائے تو سوائے پہاڑ کی دیواروں کے ساتھ زور زور سے ٹکریں مار کر زخمی ہونے کے اور کچھ نہ کر سکے گا۔

خونی دروازے (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)

سانپ بن کر بھی وہ فرار نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہاں کسی جگہ کوئی چھوٹا سا ایسا سوراخ بھی نہیں تھا جو باہر جاتا ہو۔ ناگ نے سوچا۔ برے پھنسے!

اس نے کئی بار ماریا کو پکارا۔

''ماریا تم کہاں ہو؟ آواز دو۔ میں آ گیا ہوں''۔

لیکن دوبارہ ماریا کی آواز نہ آنی تھی نہ آئی۔ وہ بے چاری تو اسی قلعے کے نیچے ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں سنگ مرمر کے چبوترے پر نیلی چادر اوڑھے بے ہوش پڑی تھی اور اس کے بال کٹے ہوئے تھے۔

ناگ کو خیال آیا کہ اس نے عنبر کے بغیر آ کر بڑی

غلطی کی۔ اگر وہ اس کو ساتھ لے آتا تو ہو سکتا تھا کہ وہ اپنی غیبی طاقت سے کام لے کر سرنگ کے منہ پر گرے ہوئے پتھر کو ہٹا دیتا مگر وہ پتھر تو گویا ایک چٹان آ کر وہاں گر پڑی تھی۔

ابھی وہ زمین پر بیٹھا دیوار سے ٹیک لگائے سوچ ہی رہا تھا کہ کیا کرے کیا نہ کرے کہ اچانک اسے چھت کے پاس دیوار میں شعلہ سا نکلتا دکھائی دیا۔

شعلہ اچانک بجھ گیا اور اک انتہائی مکروہ چہرے والی چڑیل کی گردن ابھری۔

اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

سن اے ناہنجار! میں اس قلعے کی پہریدار ہوں۔

سماڈھن جادوگر کی باندی ہوں۔ اس نے میری ڈیوٹی لگا دی ہے کہ اس کے قلعے کی حفاظت کروں اور جو کوئی اس کے آس پاس منڈلاتا نظر آئے اسے اندر بلا کر ہلاک کر دوں۔ اب تو بھی اپنی موت کے لیے تیار ہو جا۔

یہ کوٹھری تیری قبر بنے گی۔ تو بھوکا پیاسا یہاں مر جائے گا۔ میں جانتی ہوں تو کس لڑکی کی تلاش میں یہاں آیا ہے۔

میں نے اسی کی آواز میں تمہیں بلایا تھا۔ تمہارا ساتھی ابھی باہر ہے۔ اب میں اسے آواز دے کر اندر بلاؤں گی اور یہاں بند کر کے بھوکا پیاسا رکھ کر مار دوں

گی۔

ناگ نے اس چڑیل کے بدنما لمبے دانتوں اور چیکسی چونچ جیسی لمبی مکروہ ناک والی شکل کو دیکھا اور پوچھا۔

"کیا ماریا اسی قلعے میں قید ہے؟"۔

"ہاں وہ اسی قلعے میں ہے مگر تم قیامت تک اس کے پاس نہ پہنچ سکو گے"۔

چڑیل کا قہقہہ پتھر کی دیواروں سے ٹکرایا۔ دیوار کے اوپر شعلہ چمک کر بجھا اور چڑیل کی شکل غائب ہو چکی تھی۔

دیوار پر کوئی نشان باقی نہیں تھا۔ اب ناگ عنبر کا

انتظار کرنے لگا، کیونکہ اسے یقین تھا کہ عنبر کو جب ماریہ کی آواز آئے گی تو وہ بے اختیار ہو کر اسی راستے پر چل پڑے گا جس راستے پر سے ہو کر ناگ وہاں تک پہنچا تھا اور پھر ایسا ہی ہوا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سرنگ کا پتھر ہٹا اور عنبر کو جیسے کسی نے دھکیل دیا۔ دروازے پر پتھر پھر سے گر پڑا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔

دونوں نے اپنی اپنی کہانی سنائی جو ایک ہی تھی۔

عنبر نے کہا۔

"یار ناگ یہ تو یہ کسی آسیب کا کام معلوم ہوتا

ہے''۔

ناگ نے اسے چڑیل کے نمودار ہو کر اس کی
موت کا فیصلہ سنانے کی ساری باتیں بیان کر دیں۔

عنبر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''ایک بات بڑی اچھی ہوئی ہے کہ چڑیل
کو تمہارے سانپ ہوتے اور میری خفیہ طاقت کی کوئی
خبر نہیں ہے''۔

ناگ بولا۔

''تم نے ٹھیک کہا۔ اس کی باتوں سے ایسا ہی
ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہمیں بھی عام انسان ہی سمجھ رہی
ہے۔ نہیں تو وہ یہ کبھی نہ کہتی کہ اب تم یہاں بھوکے

پیاسے مر جاؤ گے۔ اسے بالکل خبر نہیں کہ میں سو برس
تک اگر کچھ نہ کھاؤں تو زندہ رہ سکتا ہوں''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''اور میں تو مر ہی نہیں سکتا۔ کم از کم ابھی تو میری
موت کے کوئی آثار نہیں ہیں''۔

ناگ بولی۔

''دوسری بات یہ ہے کہ چڑیل نے اس بات کا
اعتراف کر لیا ہے۔ کہ ماریا اسی قلعے میں کسی جگہ قید
ہے اور یہ کہ جس جادوگر نے ماریا کو اپنے کسی خاص
مقصد کے لیے قید کر رکھا ہے اس کا نام سامادھن ہے اور
وہ اس قلعے میں ہی نہیں ہے۔ کہیں باہر گیا ہوا ہے۔ اس

کے پیچھے یہ چڑیل اس قلعے کی نگرانی کر رہی ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''پھر تم فکر نہ کرو۔ سمجھ لو کہ ماریا ہمیں ضرور مل جائے گی۔ ہم اسے حاصل کر کے ہی دم لیں گے۔ بزرگ کی بشارت کی باتیں سچی تھیں''۔

پھر کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد عنبر نے ناگ سے پوچھا کہ یہاں سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نہیں ہے؟۔

ناگ نے کہا کہ ان کے چاروں طرف پتھر کی چٹانی دیواریں ہیں اور چھت بھی بالکل بند ہے۔

عنبر نے کہا۔

''مگر یہاں ہوا کہاں سے آتی ہے؟ میرا خیال ہے کوئی خفیہ سوراخ ایسا ضرور ہوگا جہاں سے تازہ ہوا اس کوٹھڑی میں پہنچتی ہے''۔

عنبر کے اس خیال پر ناگ بھی ذرا سا چونکا۔ اس میں کوئی شک نہ تھا کہ کوٹھڑی میں تازہ ہوا جو آتی ہے تو اس کے لیے کوئی نہ کوئی جگہ کہیں نہ کہیں ضرور رکھی گئی ہوگی۔

اب وہ اس خفیہ سوراخ یا شگاف کو چل پھر کر تلاش کرنے لگے، لیکن بھلا سادھن کوئی کچی گولیاں نہیں کھیلا تھا۔

وہ شگاف انہیں نہ ملنا تھا نہ ملا۔ تھک ہار کر بیٹھ

گئے۔ناگ نے کہا۔

"پھر تو وہی شگاف ہوگا جہاں سے چڑیل نے ہمیں جھانک کر دیکھا تھا اور ہم سے بات کی تھی۔ میں اوپر جا کر پتہ کرتا ہوں"۔

اور ناگ سانپ بن کر رینگتا ہوا اوپر چھت کے قریب پہنچ گیا۔ یہاں اس نے گھوم پھر کر ہر طرف دیکھا مگر اسے کسی جگہ بھی کوئی سوراخ یا معمولی سا شگاف بھی دکھائی نہ دیا۔ ناامید ہو کر واپس آ گیا۔ عنبر بولا۔

"اب ہمیں کوئی دوسرا طریقہ اختیار کرنا ہوگا"۔

"مثلاً وہ کونسا؟"۔ناگ نے پوچھا۔

عنبر بولا۔

"مثلاً کوئی ایسا طریقہ کہ جس پر یہ چڑیل بھی دنگ رہ جائے۔ اگر یہ چڑیل ہے، کیونکہ مجھے شک ہے کہ یہ چڑیل نہیں ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اگر چڑیل نہیں تو کیا کسی ملک کی شہزادی ہے؟"۔

عنبر ہنس پڑا۔

"شہزادی بھی نہیں ہے۔ بہر حال تمہیں ایک کام کرنا ہوگا"۔

"کون سا کام؟"۔ناگ نے پوچھا۔

عمبر کہنے لگا۔

''اگر تم ہاتھی بن کر کسی دیوار کو زور سے ٹکر مارو تو ہو سکتا ہے کہ دیوار ٹوٹ جائے اور ہم یہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جائیں''۔

ناگ ہنس پڑا اور کہنے لگا۔

بھائی عمبر! ہم سینکڑوں سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں۔ آج پہلی بار مجھے محسوس ہوا کہ تم کبھی کبھی بالکل بچوں جیسی باتیں کرنے لگتے ہو۔ بھلا کبھی کسی ہاتھی نے ٹکر مار کر پہاڑ کو بھی گرایا ہے؟۔

بھائی یہ دیواریں نہیں بلکہ یہ چٹانیں ہیں۔ اگر جنگل کے سارے ہاتھی بھی مل کر ان دیواروں کو ٹکریں

مارتے رہیں تو انہیں اپنی جگہ سے نہ ہلا سکیں گے''۔

عمبر نے ناامید ہو کر کہا۔

''تو کیا پھر ہم یہاں قیامت تک بیٹھے رہیں گے؟
ظاہر ہے، ہم میں سے کوئی بھی مر نہیں سکے گا''۔

ناگ بولا۔

''اس کا فیصلہ ہمیں وقت پر چھوڑ دینا ہو گا۔ مجھے یقین ہے کہ بہت جلد حالات ایسے پیدا ہو جائیں گے کہ یہاں سے فرار کی کوئی سبیل بن جائے''۔

عمبر خاموش ہو گیا۔ پھر وہ پتھر پر لیٹ گیا اور بولا کہ میں تو کچھ آرام کروں گا۔ تم حالات کا انتظار کرو۔

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔

انہیں بالکل احساس نہیں تھا کہ رات کتنی گذر چکی ہے۔ یا دن کس وقت نکلے گا۔ چٹانی کمرے میں اندھیرا تھا۔ صرف چھت میں ایک دیا جل رہا تھا جس کی بے حد معمولی سی روشنی کمرے میں بڑی مشکل سے اندھیرے کو دور کرنے میں کامیاب ہو رہی تھی۔ تھوڑی دیر بعد ناگ بھی سو گیا۔

عنبر بھی سویا رہا۔ آنکھ کھلی تو دونوں چاک و چوبند تھے۔ کمرے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ وہی دیواروں کی چٹانیں تھیں۔ اس بند کوٹھڑی میں پڑے پڑے جانے انہیں کتنی دیر ہو گئی تھی۔

وہ تھک سے گئے تھے۔ دوبارہ وہ چڑیل بھی نمودار

نہیں ہوئی۔ اسے نمودار ہونا بھی نہیں تھا، کیونکہ وہ تو آخری بار کہہ گئی تھی کہ اب وہ اس جگہ بھوکے پیاسے مر جائیں گے۔

عنبر اٹھ کر ایک بار پھر دیواروں میں کوئی دراز یا سوراخ تلاش کرنے لگا۔ ناکام ہو کر ناگ کے پاس آ کر بولا۔

"بھائی! یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے ہم کب تک بیٹھے رہیں گے؟ ایک بات صاف ہے کہ ماریا اسی قلعے میں قید ہے۔ تو پھر ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہم جلد سے جلد اس تک پہنچ کر اسے مصیبت سے نجات دلائیں۔ خدا جانے وہ کس مشکل میں ہو گی"۔

ناگ کہنے لگا۔

''تمہارا یہ کہنا بجا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ ہم کریں بھی تو کیا کریں؟''۔

عنبر تنک کر بولا۔

''میں نے تمہیں کبھی اتنا بے بس نہیں دیکھا۔ کیا بات ہے؟ کیا تم اتنے ہی نا امید ہو گئے ہو؟ میں تو نا امید نہیں ہوا۔ مجھے یقین کہ اگر ہم نے ذرا عقل سے کام لیا تو یہاں سے فرار کا کوئی نہ کوئی راستہ ضرور نکل آئے گا''۔

ناگ خاموش رہا اور سوچتا رہا۔

خدا جانے وہ رات کا وقت تھا کہ دن کا وقت تھا۔

دیوار میں چھت کے پاس دیا اسی طرح جل رہا تھا۔ اس کی روشنی صرف دیے کے آس پاس ہی پڑ رہی تھی۔

کچھ دیر وہ خاموش بیٹھے کالی کالی دیواروں کے ابھرے ہوئے پتھروں کو تکتے رہے۔ پھر اچانک ناگ نے کہا۔

''تمہیں کوئی آواز سنائی دی؟''۔

عنبر نے سستی سے کہا۔

''یار سو جاؤ۔ کوئی آواز نہیں آتی''۔

لیکن اب عنبر نے بھی محسوس کیا کہ دیوار کے پیچھے سے ایسی آواز آ رہی ہے جیسے کوئی زمین کھود رہا ہے

اور پھاوڑا چلا رہا ہے۔ دونوں نے اٹھ کر دیوار سے
کان لگا دیئے۔

آواز ہلکی تھی مگر بڑی صاف۔ جیسے کوئی زمین کھود
کر پتھروں کو پرے پھینک رہا ہو۔

''یہ کیا بات ہے؟''۔

عنبر نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی نے ماریا کو ہلاک کر دیا
ہو اور اب اسے زمین میں دفن کر رہا ہے''۔

ناگ بولا۔

''میرا خیال ہے، ایسی بات نہیں ہے، کیونکہ ماریا
کسی کو نظر نہیں آتی۔ اگر جادوگر سامدھن یا چڑیل نے

خونی دروازے (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)

اسے اپنے جادو کے زور سے دیکھ لیا ہے تو پھر انہیں
ماریا کو ہلاک کر کے زمین میں دفن کرنے کی ضرورت
ہی کیا ہے۔ اسے ویسے ہی بے ہوش پڑے رہنے
دیں''۔

عنبر نے کہا۔

''تو پھر یہ دیوار کی دوسری جانب کون کھود رہا
ہے؟''۔

ناگ کہنے لگا۔

''ہمیں صبر کرنا چاہیے۔ کچھ نہ کچھ ضرور ظاہر
ہو کر رہے گا''۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ آواز زیادہ نمایاں ہو گئی۔ اب

www.urdurasala.com

یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی دیوار پر بھی کدال چلا رہا ہے۔ ناگ اور عنبر پیچھے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ کچھ پتھر دیوار پر سے ٹوٹ کر گر پڑے۔

اس کے بعد کدال کی آواز بند ہو گئی۔ دیر تک انہیں کوئی آواز سنائی نہ دی۔ ناگ نے عنبر سے کہا کہ شاید زمین کھودنے والا شخص چلا گیا ہے۔

عنبر بولا۔

''یہ دیوار کمزور معلوم ہوتی ہے۔ اس کے پتھر ٹوٹ کر گرے ہیں۔ میرا خیال ہے اگر تم کوشش کرو تو اسے توڑ سکتے''۔

ناگ نے ایسا کرنے کی حامی بھر لی اور ذرا سی دیر

میں ہاتھی کا روپ اختیار کر لیا۔ اس اندھیری کوٹھری میں ایک ہاتھی کھڑا جھومتا ہوا عجیب لگ رہا تھا۔ ہاتھی نے پیچھے بڑھ کر دیوار کو زور سے ٹکر ماری دیوار کے کچھ اور پتھر نیچے گر پڑے۔

عنبر نے کہا۔

''ناگ بھائی! ٹکر مت مارو۔ زور لگا کر اسے توڑنے کی کوشش کرو''۔

ہاتھی نے سر دیوار کے ساتھ لگا کر زور لگایا تو ایک جگہ سے پتھر دوسری جانب گرے اور سوراخ پیدا ہو گیا۔

عنبر نے ہاتھی کو روک دیا۔ ہاتھی دوبارہ ناگ کی

شکل بن کر سامنے آ گیا۔ عنبر نے ناگ سے کہا کہ وہ اس سوراخ میں سے دوسری جانب جا کر معلوم کرے کہ ادھر کیا ہے اور وہاں سے فرار ہونے اور ماریا سے ملنے کی کیا کوشش ہو سکتی ہے۔

ناگ نے اثبات میں سر ہلایا۔ ایک سیاہ سانپ کی شکل اختیار کی اور دیوار کے پتھروں میں جو سوراخ ہوا تھا، اس میں سے دوسری جانب رینگتا ہوا نکل گیا۔ عنبر کوٹھڑی میں رک کر اس کا انتظار کرنے لگا۔

عنبر آٹھ سو برس بعد

ناگ سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا دوسری طرف آ گیا۔

ادھر اندھیرا زیادہ تھا مگر سانپ اس اندھیرے میں بھی بخوبی دیکھ سکتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ زمین میں ایک گڑھا کھود کر اسے بھر دیا گیا ہے۔

سانپ نے تازہ کھدی ہوئی مٹی میں سوراخ کیا اور

اس کے اندر چلا گیا۔ تھوڑا نیچے جا کر اسے سونے کی ڈلیاں ملیں جو دفن کر دی گئی تھیں۔

وہ جلدی سے باہر آ گیا۔ گویا کسی نے یہاں سونا دفن کیا ہے۔ وہ رینگتا ہوا آگے چل پڑا۔ تنگ سی سرنگ آگے جا کر ایک چٹان کے شگاف میں آ گئی۔

یہ شگاف کافی چوڑا تھا اور اس میں سے روشنی آ رہی تھی۔ جوں جوں سانپ آگے چلتا گیا، اسے آدمیوں کی باتیں کرنے کی آوازیں سنائی دیں۔

شگاف پر جا کر سانپ نے گردن دوسری طرف ڈال کر دیکھا۔ تین آدمی جو شکل وصورت سے بڑے خوفناک قاتل اور ڈاکو معلوم ہو رہے تھے، ایک ادھیڑ

عمر آدمی کو زنجیروں سے باندھ رہے تھے۔ وہ ہاتھ جوڑ کر ان سے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ ایک قاتل اسے گھور رہا تھا۔

”تمہیں چھوڑ دیں گے تو تم واپس جا کر اپنے مالک کو خبر کرو گے اور وہ ہمیں ایک پل میں قتل کرا دے گا۔ وہ تو قصبے کا گورنر ہے۔ وہ بڑی آسانی سے ہمیں مروا دے گا“۔

ادھیڑ عمر آدمی نے گڑگڑا کر کہا۔

”میں دیوتاؤں کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی سے کوئی بات نہیں کروں گا۔ میں گورنر کا معمولی ملازم ہوں اور بال بچوں والا ایک غریب آدمی ہوں اگر تم

لوگوں نے مجھے مار دیا تو میرے بچے باپ کی محبت سے محروم ہو جائیں گے"۔

دوسرے قاتل نے اس کے سر پر زور سے مکا مار کر کہا۔

"بس کرو اس بک بک کو۔ ہم نے تمہیں قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور قتل کر کے ہی چھوڑیں گے"۔

تیسرے قاتل نے ایک خنجر نکال لیا اور ادھیڑ عمر آدمی کی آنکھوں کے آگے لے جا کر کہا۔

"اسے دیکھتے ہو؟ یہ تمہارے خون کا پیاسا ہے۔ یہ ابھی تمہارے سامنے میں دل کے اندر اترا ہو گا۔ ہاہا

ہاہا"۔

باقی قاتل بھی ہنسنے لگے۔ ادھیڑ عمر آدمی خوف سے تھر تھر کانپنے لگا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

مجھ پر میرے بچوں کی خاطر رحم کرو۔ میں تم سے اپنے معصوم بچوں کی خاطر زندگی کی بھیک مانگتا ہوں۔ تم لوگوں نے مجھے جس طرح کہا میں نے اسی طرح کیا۔ اب میری جان بخشی کر دو۔

میں تمہارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ میری جان بخش دو۔ مجھے نہ مارو۔ میرے بچوں پر رحم کرو"۔

تینوں قاتل قہقہے مار کر ہنس دیے۔

ایک نے کہا۔

"یار اس کمینے بڈھے کھوسٹ کا کام تمام کر دو۔ اس کس کا انتظار کر رہے ہو۔ سونا ہمیں چاہیے تھا، وہ ہم نے حاصل کر لیا ہے۔ مار دو اس بدبخت کو"۔

سانپ سے اب صبر نہ ہو سکا۔ اس نے ادھیڑ عمر مظلوم باپ کی جان بچانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ رینگتا ہوا اس آدمی کے پیچھے جا پہنچا جس کے ہاتھ میں خنجر تھا۔

سانپ نے جاتے ہی بڑی تیزی سے اس شخص کو ڈس دیا۔ قاتل نے چیخ ماری۔ خنجر اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔

"سانپ"۔

دوسرے قاتل گھبرا کر اٹھ کر کھڑے ہوئے اور خنجر نکال کر سانپ کو تلاش کرنے لگے۔ اس دوران میں سانپ دوسرے قاتل کو بھی ڈس چکا تھا۔

ناگ کا زہر بے حد خطرناک اور تیز تھا۔ دونوں قاتل زمین پر گر چکے تھے اور اب ان کے منہ ناک اور کان سے خون جاری ہو گیا تھا۔

وہ مر رہے تھے۔ تیسرا قاتل ایک سمت کو بھاگا۔

سانپ بھی اس کے پیچھے لپکا۔ کچھ دور جا کر ایک سوراخ میں سے دن کی روشنی آ رہی تھی۔

سانپ نے اس شگاف میں تیسرے قاتل کو جا لیا

اور چھلانگ لگا کر اس کی گردن پر ڈس دیا۔ قاتل تڑپ
کر زمین پر گرا اور ایڑیاں رگڑنے لگا۔

سانپ اسے مرتا چھوڑ کر واپس ہوا۔ ایک جگہ
اوٹ میں پہنچ کر اس نے دوبارہ انسان کی شکل اختیار
کی اور ادھیڑ عمر آدمی کے پاس آ کر بولا۔

''کیا بات تھی بابا؟ تم یہاں کیسے آ گئے؟''۔

ادھیڑ عمر آدمی نے کہا۔

''بیٹا! مجھے ان زنجیروں سے آزاد کرو، پھر تمہیں
اپنی کہانی سناؤں گا''۔

ناگ نے اس کی زنجیریں کھول دیں۔ ادھیڑ عمر
آدمی نے بتایا۔

میرا نام ڈومینو ہے۔ میں اس شہر کے گورنر کا نوکر
ہوں۔ میں نے ساری زندگی ایمانداری کیساتھ بسر کی
ہے۔

یہ تین ڈاکو گورنر کے خاص دوست تھے۔ گورنر نے
شہر کا خزانہ سونے کی شکل میں ایک خاص جگہ رکھا ہوا
تھا جس کی گورنر کے علاوہ صرف مجھے خبر تھی۔

ان ڈاکوؤں کی نیت خراب ہو گئی۔ یہ مجھے اغوا کر
کے لے گئے پھر انہوں نے خزانے کا پتہ معلوم کیا اور
خزانے کے ساتھ مجھے بھی لے کر یہاں آ گئے۔

انہوں نے کہا تھا کہ اگر میں نے خزانے کا سراغ
نہ دیا تو وہ میرے بچوں کو قتل کر دیں گے۔ میں ڈر گیا

اور خزانے کا پتا بتا دیا۔

اب یہ مجھے بھی قتل کرنے والے تھے کہ دیوتاؤں نے میری مدد کی۔

یہاں سے کوئی سانپ اچانک نکل آیا جس نے تینوں کو ڈس کر ہلاک کر دیا مگر بیٹا تم کون ہو؟ اور یہاں کیسے پہنچ گئے؟۔

ناگ نے کہا۔

"چچا! یہ باتیں پھر بتاؤں گا۔ تم اسی جگہ بیٹھو۔ میں اپنے ساتھی کو بھی لے آؤں"۔

ناگ وہاں سے واپس اسی جگہ دیوار کے شگاف پر آیا۔ عنبر بے چینی سے اس کی راہ دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے

اسے سارا واقعہ سنایا۔

عنبر اور ناگ نے زور لگا کر سوراخ بڑا کیا۔ کچھ پتھر ادھر ادھر ہٹائے۔ عنبر چٹانی کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ دونوں چچا ڈومینو کے پاس گئے۔

ناگ نے کہا۔

"یہ میرا بھائی عنبر ہے چچا! ہم یہاں قلعے کی سیر کرنے آئے تھے کہ اس کی بھول بھلیوں میں پھنس گئے۔ تمہاری آواز سنی تو یہاں تمہاری مدد کو آ گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری بھی جان بچی اور اس قلعے کے باہر نکلنے کا راستہ بھی مل گیا"۔

چچا ڈومینو پریشانی کے ساتھ بولا۔

"لیکن میرے بچہ میں خزانے کے بغیر اپنے مالک کو جا کر کیا منہ دکھاؤں گا۔ یہ خزانہ شہر کے لوگوں کی امانت ہے جو ہمارے ایماندار گورنر نے جمع کر کے رکھا تھا"۔

ناگ بولا۔

فکر نہ کرو چچا۔ خزانہ پیچھے ایک جگہ زمین میں دفن ہے۔

انہوں نے مل کر زمین کھودی۔ پتھر اور مٹی پرے ہٹائی۔ نیچے خزانے کا سونا بالکل محفوظ پڑا تھا۔ بوڑھا ڈومینو بے حد خوش ہوا۔

وہ سونے کی ڈلیاں چمڑے کے تھیلے میں ڈال کر

قلعے سے باہر آ گئے۔ باہر روشنی میں سانس لے کر عنبر اور ناگ نے خدا کا شکر ادا کیا۔

بوڑھا ڈومینو عنبر اور ناگ کو ساتھ لے جانا چاہتا تھا مگر انہیں تو ابھی قلعے میں ماریا کو تلاش کرنا تھا۔ اس لیے انہوں نے ڈومینو سے رخصت لی اور جھیل کنارے ایک جگہ آرام کرنے بیٹھ گئے۔

ڈومینو نے انہیں جاتی دفعہ کہا کہ اگر انہیں زندگی میں کبھی کسی شے کی ضرورت پڑے تو وہ اسے ضرور ملے گی۔ اس نے عنبر اور ناگ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا۔

اس کے جاتے ہی عنبر نے کہا۔

یہ کیا چکر ہے؟۔

ان قاتلوں کو چڑیل نے کچھ نہ کہا۔ وہ بڑے آرام سے خزانہ لے کر قلعے میں آ گئے۔ پھر ہمارے ہاتھوں مارے بھی گئے اور قلعے کی چڑیل نے کوئی آواز نہ نکالی۔

کیا یہ ساری ڈراؤنی آوازیں ہمارے لیے ہی تھیں۔ مجھے تو اس میں کوئی بہت بڑا راز معلوم ہوتا ہے۔

ناگ بولا۔

''بھائی عنبر! راز سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جادوگر سمادھن نے ماریا کو قید کر کے اس قلعے کی کسی

پراسرار خفیہ جگہ ڈال رکھا ہے۔

یہ چڑیل کوئی بوڑھی جادوگرنی ہو گی جو اس کی حفاظت کر رہی ہے۔ اسے چونکہ جادو کے زور سے معلوم ہو گیا تھا کہ ہم ماریا کی تلاش میں آئے ہیں، پس اس نے ہمیں راستہ سے ہمیشہ ہٹانے کے لیے مکاری سے اندر بلا کر قید کر دیا۔

ان ڈاکوؤں کا چونکہ ماریا سے کوئی تعلق نہیں تھا، اس لیے جادوگرنی نے انہیں کچھ نہ کہا۔ یہی سوچا کہ قلعے میں چھپ کر خزانہ دبا رہے ہیں تو دبانے دو۔ میا کیا جاتا ہے۔

عنبر نے پوچھا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان ڈاکوؤں کو اندر جانے کا راستہ کہاں سے ملا؟۔

کم بخت ہم تو ٹکریں مارتے رہے تھے اور کہیں سے اندر جانے کے یے ایک سوراخ تک نظر نہیں آیا تھا۔

ناگ نے کہا۔

''یہ ڈاکو یہاں کے پرانے باشندے ہیں اور پھر جرائم پیشہ لوگوں کو ایسی جگہوں میں داخل ہونے کے خفیہ راستے معلوم ہوتے ہیں۔''

عنبر کہنے لگا۔

اب ہمیں واپس قلعے میں جانا چاہیے۔ اسی راستے

سے جس راستے سے ہم لوگ ابھی ابھی ڈومینو کو لے کر واپس آئے تھے۔

''ٹھیک ہے آؤ میرے ساتھ''۔

ناگ اور عنبر قلعے کے پیچھے اس چھوٹے سے گول شگاف پر آ۔ جہاں سے وہ ابھی ابھی باہر نکلے تھے۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔

اس وقت شام کا سورج غروب ہو رہا تھا۔ وہ اندر چلتے چلتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں قاتل ڈاکوؤں کی لاشیں پڑی تھیں اور پھر وہی چٹانی کوٹھڑی آ گئی جہاں سے نجات حاصل کر کے وہ باہر آئے تھے۔

عنبر بولا۔

یار ہم تو پھر اسی جگہ آ گئے۔ کم بخت اس کے علاوہ
یہاں اور کوئی راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ اب ہم کس جگہ جا
کر ماریا کو تلاش کریں۔ یہ سرنگ تو صرف ہمارے قید
خانے تک جاتی ہے اور پھر واپس آ جاتی ہے۔

ناگ بولا۔

''ایک بات پر میں حیران ہوں کہ ابھی تک جادو
گرنی کو یہ معلوم نہیں ہوا کہ ہم قید سے فرار ہو چکے
ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

میرا خیال ہے، یقیناً وہ اس قلعے میں نہیں ہے۔
کسی دوسری جگہ گئی ہوئی ہے۔ اگر وہ یہاں ہوتی تو

اسے ایک پل میں ہمارے فرار کا پتہ چل جاتا اور پھر
وہ ہمیں دوبارہ قید کرنے کی کوشش کرتی۔

ناگ کہنے لگا۔

تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ تو پھر اس
خیال کی روشنی میں ہمیں ماریا تک جلدی سے جلدی
پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

جادوگرنی واپس آ گئی تو ہمارے راستے میں
رکاوٹ پڑ جائیگی۔

ہوسکتا ہے وہ ہم پر قاتلانہ حملہ بھی کر دے۔ ایسی
صورت میں میری جان کو سخت خطرہ ہے۔

عنبر نے کہا۔

"لیکن ہم جائیں تو کہاں جائیں"۔

"میرا خیال ہے، یہاں سے باہر آ جاؤ۔ باہر چل کر اطمینان سے اگلے قدم کے بارے میں سوچتے ہیں"۔

بات تھی بھی معقول۔ عقلمند کہتے ہیں کہ جب انسان تھک جائے اور سامنے کوئی راستہ نظر نہ آئے تو خاموشی سے کسی جگہ بیٹھ کر معاملات پر ایک بار پھر ٹھنڈے دماغ سے غور کرے۔

دوبارہ سہ بارہ غور کرے۔ پھر کوئی نہ کوئی صورت ضرور نکل آتی ہے۔ عنبر اور ناگ قلعے کی دیوار کے شگاف سے نکل کر باہر آ گئے اور جھیل کنارے ایک جگہ

بیٹھ کر آرام کرنے لگے۔

اب انہیں بھوک لگ رہی تھی۔ پانی تو انہوں نے ڈومینو کے ساتھ نکلتے ہی جی بھر کر پانی پی لیا تھا۔ اب بھوک ستانے لگی۔ اگرچہ وہ دونوں کئی دن بغیر کھائے پیے گذار سکتے تھے، لیکن یہ عجیب بات تھی کہ ایک دم سے ان کی بھوک چمک اٹھی۔

کاش انہیں معلوم ہو جاتا کہ قدرت ان کے ساتھ ایک اور مذاق کرنے والی ہے۔ عنبر نے کہا کہ میں خود بازار جا کر کھانے پینے کے لیے کچھ لاتا ہوں۔

ناگ نے اسے روکا کہ وہ خود جا کر لے آتا ہے:

لیکن عنبر اٹھ کر چلا گیا۔

جانے کیوں ناگ کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوئی کہ عنبر کو جانے سے روکے مگر وہ روک نہ سکا۔ عنبر اس کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

ناگ خاموشی سے قلعے کی دیوار کے نیچے جھیل کے پاس پتھروں پر خاموش بیٹھا عنبر کا انتظار کرنے لگا۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا اور احساس سا ہو رہا تھا کہ اس نے عنبر کو بھیج کر غلطی کی ہے۔

پھر ناگ نے اپنا سر جھٹک کر اس قسم کے پریشان کر دینے والے خیالات کو پرے کر دیا، کیونکہ وہ زندگی میں کبھی ناامید نہیں ہوا تھا۔

عنبر جھیل کے چھوٹے سے پل سے گذر کر درختوں کے بیچ سے گذرتا قصبے کی طرف جا رہا تھا۔ ایک سرائے میں جا کر اس نے کچھ روٹیاں اور زیتون کا تیل اور پھل خریدے اور واپس قلعے کی طرف آ گیا۔

اب شام کا اندھیرا پھیل رہا تھا۔ درختوں میں تاریکی چھا گئی تھی۔ قلعے کی عمارت ایک آسیب معلوم ہو رہی تھی۔

عنبر درختوں سے نکل کر جھیل کے پاس آیا تو اسے ایک لمبی سسکار کی آواز سنائی دی۔ اس نے کوئی خیال نہ کیا اور جھیل کے ساتھ ساتھ چلتا پل کی جانب بڑھنے لگا۔

ابھی پل کچھ دور تھا۔ وہی سسکار کی آواز اب ذرا قریب سے سنائی دی۔ عنبر ابھی پلٹ کر دیکھنے ہی والا تھا کہ کسی نے اس کو پاؤں سے پکڑ کر اتنی زور سے کھینچا کہ وہ دھڑام سے جھیل میں گر گیا۔

جھیل میں گرتے ہی پانی کی موٹی چادر نے اسے اپنے اندر چھپا لیا تھا۔ عنبر بے ہوش ہو گیا۔ ہوش آیا تو وہ ایک ایسی کھوہ میں پڑا تھا جہاں زمین دلدل بنی ہوئی تھی اور ایسی بدبو آ رہی تھی جیسے کہیں قریب ہی انسانوں کی لاشیں پڑی ہوں۔

عنبر نے ارد گرد دیکھا۔ کھوہ میں پانی اس کے پاؤں کو چھو رہا تھا۔ اندر ہی اندر سے یہ کھوہ جھیل سے

جانے کتنی دور پہاڑوں میں جا نکلی تھی۔ عنبر اٹھ کر چلنے لگا تو اس کا سر چکرا گیا۔ وہ پھر بیٹھ گیا۔ سوچنے لگا، اسے کون کھینچ کر یہاں لے آیا؟

وہ جھیل کے اندر سے کیونکر اس کھوہ میں آ گیا؟

ایک جانب کھوہ میں ہلکی ہلکی روشنی بھی آ رہی تھی۔ عنبر ناگ کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ تو اس کے لیے کھانا لینے گیا تھا۔

خدا جانے اس جھیل میں وہ کیسے پہنچ گیا، مگر کسی نے اس کے پاؤں کھینچ کر اسے جھیل میں گھسیٹا تھا۔ یہ کون ہو سکتا ہے؟ ناگ اکیلا اس کا انتظار کر رہا ہو گا۔ اسے یہاں سے باہر نکل کر ناگ کے پاس پہنچنا

چاہیے۔

یہ سوچ کر عنبر دلدل میں اٹھ کر اس طرف چلنے لگا جدھر سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ دلدل ختم ہو گئی۔ عنبر کھوہ سے باہر نکل آیا۔ وہ یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا کہ جس وقت اسے جھیل میں دھکیلا گیا تھا اس وقت شام ہو چکی تھی۔

ہر طرف اندھیرا پھیل گیا تھا، لیکن اب جو وہ کھوہ سے باہر نکلا تو باہر درختوں کے اوپر آسمان پر ہلکے ہلکے باریک بادل تھے اور سورج کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

یا خدا! یہ کیا بھید ہے؟ وہاں کہاں سے کہاں آ گیا ہے۔ اس نے محسوس کیا کہ وہاں نہ تو کوئی جھیل ہے اور

نہ کوئی جھیل والا پرانا قلعہ۔

فضا اور جگہ بدلی بدلی تھی وہ ایک ایسی جگہ کھڑا تھا جہاں چاروں طرف کھیت اور میدان تھے دور کہیں کہیں چھوٹے قد کی پہاڑیاں نظر آ رہی تھی۔

عنبر چکر کھا کر رہ گیا۔ کچھ اسے تشویش بھی ہوئی۔ ایک مدت کے بعد اسے محسوس ہونے لگا کہ وہ اچانک ایک دنیا سے کسی دوسری دنیا میں پہنچ گیا تھا۔ جھیل والے قلعے کے باہر اتنی گرمی نہیں تھی۔

یہاں گرمی بھی کچھ زیادہ تھی۔ بادل چھٹ گئے اور تیز دھوپ چمکنے لگی۔ عنبر کو گرمی لگی اور پسینہ آ گیا۔ اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ کھوہ بھی غائب تھی۔ جہاں سے وہ

ابھی ابھی نکل کر باہر آیا تھا۔

عنبر کو ناگ اور ماریا کا خیال آیا۔ کہیں وہ ان سے بہت دور تو نہیں ہو گیا؟ یا اللہ! یہ کیا راز ہے؟ عنبر کھیتوں کھیت چلتے ہوئے ایک ایسی جگہ آ گیا جہاں آم کے درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں تھی اور ایک چھوٹی سی ندی بہہ رہی تھی۔

وہ ندی کنارے بیٹھ گیا۔ اس نے منہ ہاتھ دھویا تازہ دم ہو کر ارد گرد فضاؤں کو غور سے دیکھنے لگا۔ ہر شے بدلی بدلی سی تھی۔

درخت، کھیت، گھاس، پہاڑ اور درختوں پر بولتے پرندے، ہر شے بدلی ہوئی تھی۔ آم کے درخت اس

نے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے۔

ان درختوں میں لال لال آم لگے تھے اور طوطے شور مچا رہے تھے۔ عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کوئی بہت بڑی تبدیلی ہو چکی تھی۔

کیا تبدیلی ہوئی تھی؟ یہ عنبر کو ابھی معلوم نہیں ہوا تھا۔ اتنے میں اس نے ایک عورت کو سر پر ٹوکری رکھے آتے دیکھا۔

عنبر نے سوچا کہ اس عورت سے پوچھنا چاہیے کہ وہ کس ملک میں آ گیا ہے؟ عورت قریب آئی تو عنبر نے پوچھا کہ بہن یہ کونسا علاقہ ہے؟

عورت نے بڑے غور سے عنبر کے لباس کو دیکھا

عنبر بھی عورت کے لباس کو تعجب سے دیکھ رہا تھا۔

عورت نے اردو زبان میں کہا۔

"یہ ہندوستان ہے بھیا"۔

ماریا امریکہ میں، ناگ لاہور میں

"ہندوستان؟"۔

عنبر حیرت سے بولا اٹھا۔ عورت نے جامنی رنگ کی پرانی ساڑھی پہن رکھی تھی۔ پاؤں اور گلے میں چاندی کے زیور تھے۔ وہ عنبر کے لباس کو ابھی تک تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ کہنے لگی۔

"بھیا! تم کس ملک سے آئے ہو؟"۔

عنبر اسے کیا جواب دیتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔

ایک بار تو اسے یہ سن کر چکر آ گیا کہ وہ نئی دنیا سے سیدھے ہندوستان پہنچ گیا ہے اور جب اسے عورت کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ وہ 1857ء میں ہے اور یہ اپریل کا مہینہ ہے تو وہ جیسے پتھر کا بت بن کر عورت کو دیکھتا رہ گیا۔

یہ کیا ہو گیا؟ وہ ایک دم آٹھ سو برس آگے نکل آیا تھا۔ وہ جس وقت نئی دنیا میں تھا تو تاریخ 1057 عیسوی کا سن تھا۔

یہ کیا سے کیا ہو گیا؟ وہ ایک دم آٹھ سو برس کی چھلانگ لگا کر وقت سے آگے نکل آیا تھا۔ گویا

خونی دروازے (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)

وہ اس مقام پر تھا جہاں ناگ اور ماریا کو ابھی آٹھ سو برس تک زندہ رہنے کے بعد پہنچنا تھا۔

عنبر نے آنکھیں بند کر لیں اور سر درخت کے ساتھ لگا لیا۔ دیہاتی عورت اسے پریشان دیکھنے لگی اور جھک کر پوچھا۔

"بھیا! تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟ تم کہاں سے آئے ہو، دور دیس کے پردیسی معلوم ہوتے ہو؟"۔

عنبر اسے کیا بتاتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے۔ وہ چار ہزار سال سے زندہ چلا آ رہا تھا۔ اس پر اسے کبھی حیرت نہیں ہوتی تھی لیکن یہ جو وہ ایک دم سے آٹھ سو برس

www.urdurasala.com

وقت کو پیچھے چھوڑ کر ایک دم سے آگے نکل آیا۔ اس پر وہ سکتے میں آ گیا تھا۔ اس قسم کا تجربہ اسے پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ اس نے آنکھیں کھول کر عورت سے کہا۔

”بہن تمہارا شکریہ! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ دور دیس سے آ رہا ہوں۔ یہ بتاؤ یہ کون سا گاؤں ہے اور اس ملک پر کس بادشاہ کی حکومت ہے؟“۔

عورت نے کہا۔

”بھائی اس گاؤں کا نام غاری پور ہے اور یہاں سے دارالحکومت دلی پچاس کوس کے فاصلے پر ہے۔ ملک کا نام ہندوستان ہے اور مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے نام کا سکہ چلتا ہے“۔

اتنا کہہ کر عورت آگے بڑھ گئی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ عنبر کی باتوں سے خوف زدہ ہو گئی ہے کہ یہ لمبے لمبے لبادے میں ملبوس کوئی بھوت ہی نہ ہو۔ عنبر کو یقین ہو گیا تھا کہ کسی نامعلوم طاقت نے اسے نئی دنیا سے اٹھا کر آٹھ سو برس آگے کی دنیا یعنی ہندوستان میں پھینک دیا تھا۔

اب یہ سوچنے کی بات ہے کہ وہ آٹھ سو برس کہاں چلے گئے جو ابھی عنبر نے دنیا کے حالات کے ساتھ ساتھ چل کر بسر کرنے تھے؟۔

یہ ایک ایسا سوال تھا جس کا جواب نہ عنبر کے پاس تھا اور نہ ہم آپ کو سمجھا سکیں گے۔ بہر حال عنبر

کے ساتھ قدرت نے ایک عجیب وغریب مذاق کیا تھا۔ ناگ اور ماریا اس سے آٹھ سو برس پیچھے رہ گئے تھے۔

عنبر کو کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کس ملک میں تھے اور کن حالات میں تھے یہ تو ہم اپنے پڑھنے والوں کو بتائیں گے کہ ناگ کہاں تھا؟۔

ماریا کس حال میں تھی اور جادوگر سادھن کے ساتھ کیا بیتی تھی؟ دیوتاؤں نے ایک بات کا عنبر، ناگ اور ماریا سے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ ہر دور میں اکٹھے رہیں گے۔

یعنی یہ نہیں ہوگا کہ عنبر رام چھمن کے دور میں زندہ

ہو اور ناگ اور ماریا بہادر شاہ ظفر کے دور میں ہی زندہ رہ رہے ہوں۔ ناگ اور ماریا بھی 1857ء کے زمانے میں پہنچ چکے تھے۔ وہ یہاں کیسے پہنچے اور اس وقت کہاں تھے؟۔

اس راز پر سے ہم پردہ اٹھاتے ہیں۔

قارئین! آپ پہلے پڑھ چکے ہیں کہ ماریا نئی دنیا کے جھیل والے قلعے میں بے ہوش پڑی تھی۔ ناگ جھیل کے کنارے شام کے وقت عنبر کا انتظار کر رہا تھا اور عنبر کھانا لینے بازار گیا تھا۔

دوسری طرف جادو۔سادھن جزیرے پر سرنگ کھود کر سرخ درخت تک پہنچنے کی کوشش کر رہا تھا۔ عنبر

تو 1857ء کے بہادر شاہ ظفر بلکہ ہندوستان میں انگریزوں کے عہد میں پہنچ گیا۔

اب جادوگر سادھن کے ساتھ یہ ہوا کہ جب وہ سرنگ کھود کر سرخ درخت کے پاس پہنچا تو ایک غار سے نکل کر اژدہا نے اسے نگل لیا۔

سادھن اژدہا کے پیٹ میں ہضم نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ وہاں ایک ماہ سے زیادہ عرصے تک پڑا رہا۔ آخر وہ وقت آ گیا جب اپنی زندگی قائم رکھنے کے لیے سادھن کو ماریا کے بال تراشنے کی ضرورت تھی مگر اژدہا سے باہر نکلنا ناممکن بات تھی۔

لیکن ایک زبردست کوشش کے بعد سادھن اژدہا

کے پیٹ سے نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ بھاگم بھاگ جھیل والے قلعے کی طرف پہنچا مگر اب دیر ہو چکی تھی۔

جھیل کنارے پہنچتے ہی سادھن زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ دیکھتے دیکھتے اس کی ہڈیاں نکل آئیں۔ گوشت جل گیا اور پھر ہڈیاں بھی راکھ بن کر مٹی میں مل گئیں۔

ادھر ماریا کو ایک دم ہوش آ گیا۔ اس نے اٹھ کر چاروں طرف دیکھا وہ ہسپانیہ سے یہاں پہنچ گئی تھی۔ اسے صرف اتنا یاد تھا کہ وہ اور ناگ عنبر کی تلاش میں ہسپانیہ میں آئے تھے۔

سمجھ گئی کہ کوئی آسیب اسے اٹھا کر یہاں پھینک گیا تھا۔ بہر حال وہ قلعے سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگی۔

سمادھن کا آسیب ختم ہو چکا تھا۔ اسے ایک چھوٹا سا دروازہ نظر آیا۔ اس دروازے سے روشنی آ رہی تھی۔ ماریا باہر آئی تو زمانہ بدل چکا تھا۔

وقت بدل گیا تھا۔ وہ بھی آٹھ سو برس آگے نکل آئی تھی۔ فرق صرف اتنا تھا کہ وہ نئی دنیا میں تھی جسے اس وقت انیسویں صدی کا امریکہ کہتے تھے اور عنبر انیسویں صدی کے ہندوستان میں پہنچ چکا تھا۔

ماریا کو ابھی اس کا احساس نہ تھا۔ وہاں اب کوئی

جھیل نہ تھی کوئی پرانا قلعہ نہ تھا۔ بلکہ وہ ایک میدان میں سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ اس کے پاس ہی ایک لکڑی کا سفید دیواروں اور سرخ چھت والا کسی امریکی کاشتکار خاندان کا چھوٹا سا کاٹج تھا۔

باہر باڑے میں گائے بندھی تھی۔ ایک امریکی دیہاتی عورت سفید ایپرن باندھے گائے کا دودھ دوھ رہی تھی اور صبح کی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔

دو کاؤ بوائے گھوڑ سوار اس کے قریب سے گھوڑے دوڑاتے گرد اڑاتے گذر گئے۔ وہ ماریا کو نہ دیکھ سکے۔ کیونکہ وہ انہیں دکھائی نہیں دے سکتی تھی۔

ماریا کو اب محسوس ہونے لگا تھا کہ کوئی زبردست

www.urdurasala.com

تبدیلی آ چکی تھی۔ تاریک نے اچانک اپنے صفحے
پلٹ دیئے ہیں۔

اسے بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے قریب
ایک کاٹیج کے پاس دیہاتی امریکی عورت کو گائے کا
دودھ دوہتے دیکھا تو اس کے پاس آ کر ذرا فاصلے
پر کھڑی ہوگی۔

گائے نے ماریا کے غائب وجود کو محسوس کر لیا تھا
اور وہ بدک گئی تھی اور دم ہلاتے ہوئے پاؤں مار رہی
تھی۔

دیہاتی امریکی عورت انگریزی میں اسے گالیاں
دینے لگی۔ اتنے میں مکان سے ایک سفید بالوں اور

سرخ چہرے والا امریکی کسان بھی باہر آ گیا۔

انہوں نے گائے کو سنبھالنے کی کوشش کی مگر وہ
اس وقت تک ٹھنڈی نہ ہوئی جب تک کہ ماریا دور نہ
چلی گئی۔ امریکی میاں بیوی بڑے حیران تھے کہ گائے
کو اچانک کیا ہو گیا۔

وہ دودھ بالٹی میں ڈال کر مکان کے اندر لے
گئے۔ ماریا بھی مکان کے اندر آ گئی۔ اس نے ایک
دیوار پر کیلنڈر لگا دیکھا۔ اس پر لکھا تھا۔

7 مارچ 1858، ماریا ششدر سی ہو کر رہ گئی۔ تو
کیا وہ آٹھ سو برس تاریخ سے آگے نکل آئی تھی؟ اسے
بھی عنبر اور ناگ کا خیال ستانے لگا کہ وہ کس حال میں

ہوں گے اور کہاں ہوں گے؟

اس تجربے کو ماریا نے قبول کرلیا۔ اسے یقین تھا کہ دیوتاؤں نے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ وہ ان تینوں بہن بھائیوں کو ہر دور میں اکٹھے رکھیں گے، اس لیے اسے ناگ اور عنبر بھی اسی جگہ کسی نہ کسی دور میں مل جائیں گے۔

اب اسے بھوک لگ رہی تھی۔ اسے خوراک کی ضرورت تھی۔ ماریا بھی امریکی کسان کی ڈھیلی ڈھالی فلالین کی پتلون، پتلون کے اوپر کالر والی چارخانی قمیض کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

اس کی بیوی نے بھی لمبا سا گاؤن پہن رکھا تھا اور

سر کے بال نیلے رومال سے بندھے تھے۔ کمرے میں لکڑی کی کرسیاں اور ایک میز تھی جس پر ٹوکری میں بھٹے پڑے تھے۔

کسان اپنی بیوی سے پرانی امریکی انگریزی میں باتیں کر رہا تھا۔ عنبر، ناگ اور ماریا کو ایک یہ بھی خاص نعمت حاصل تھی کہ وہ ہر ملک کی زبان بول سکتے تھے اور سمجھ سکتے تھے۔

ہاں لہجہ ان کا اپنا تھا۔ یعنی اگر وہ 1957ء کے امریکہ میں رہ کر انگریزی بول رہے ہوں یا ہندوستان میں رہ کر اردو میں بات کر رہے ہوں تو لوگ یہ ضرور کہیں گے کہ وہ اہل زبان نہیں ہیں لیکن زبان جانتے

ہیں۔

امریکی کسان نے دودھ گلاس میں بھر کر میز پر رکھا۔ ساتھ ہی گول بند بھی رکھ دیا اس کا خیال تھا کہ وہ باہر مرغیوں کو چارہ ڈال کر آ کر کھائے گا۔ ماریا اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی۔

اس نے کسان کے جاتے ہی دودھ کا گلاس اور بند اٹھایا اور کھانے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کسان نے اندر آ کر دیکھا کہ دودھ اور بند غائب ہے تو چکرا کر رہ گیا۔

چیخ کر بولا۔

''ایلس! کیا میرا دودھ بند تم کھا گئی ہو؟''۔

بیوی باہر ہی سے چنگھاڑی۔

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا۔ احمق آدمی! میں تو ایک پل کے لیے اندر نہیں گئی''۔

کسان سر پیٹ کر بولا۔

''تو پھر یہاں ضرور کوئی بھوت آ گیا ہے''۔

بیوی نے جل کر باہر سے کہا۔

''تم سے بڑھ کر اور کون بھوت ہو گا یہاں''۔

ماریا ہنستی رہی اور دودھ کے ساتھ بند کھاتی رہی۔

پھر وہ مکان سے نکل کر باہر کھیتوں میں آ گئی۔ وہ آرام کرنا چاہتی تھی۔

ایک جگہ کھیتوں میں اسے پرانا سا سٹور دکھائی

دیا۔اس میں جانوروں کے لیے گھاس کے گٹھے پڑے
تھے۔ماریا ان گھاس کے گٹھوں کے درمیان لیٹ کر سو
گئی۔

اب ماریا کو 1857ء کے امریکہ کے ایک گاؤں
میں چھوڑتے ہیں اور ذرا ناگ کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کن
حالات میں کہاں پہنچ گیا؟۔

ناگ نے عنبر کو کھانا لینے بھیجا تھا۔وہ اس کا انتظار
کر رہا تھا۔شام ہو گئی تھی۔بلکہ رات کا اندھیرا پھیل
چکا تھا۔اسے اچانک نیند آنے لگی۔

اس نے اپنے آپ کو سونے سے بہت روکا مگر
غنودگی نے اس پر جیسے حملہ کر دیا تھا۔اس کی آنکھیں

اپنے آپ بند ہو رہی تھیں۔ناگ کی آنکھیں اپنے
آپ بند ہو گئیں اور وہ سو گیا۔

ناگ کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے آپ کو بے حد تازہ دم
محسوس کر رہا تھا۔جیسے وہ کافی دیر تک سوتا رہا ہو،لیکن
اس نے جب اٹھ کر چاروں طرف دیکھا تو ایک بار عنبر
اور ماریا کی طرح وہ بھی شکر کھا کر رہ گیا،کیونکہ وہاں
بھی فضا اور زمین بالکل بدل چکی تھی۔

نہ وہاں وہ جھیل تھی،نہ وہ قلعہ تھا۔نہ وہ رات تھی۔
اس کے سر پر دھوپ چمک رہی تھی۔اسے گرمی محسوس
ہو رہی تھی۔

وہ اٹھ کر ایک درخت کے سائے میں چلا گیا۔یہ

خدا! یہ میں کہاں سے کہاں آ گیا؟۔

وہ ہکا بکا ہو کر چاروں طرف تکنے لگا۔

جہاں وہ کھڑا تھا وہاں درختوں کے جھنڈ تھے۔ یہ درخت ٹاہلیوں کے تھے۔ ذرا پرے کھیت میں ایک کسان ہل چلا رہا تھا۔

اس کے سر پہ پگڑی تھی۔ جسم پر لمبا کھدر کا کرتہ اور نیچے اس نے نیلی دھوتی پہن رکھی تھی۔ ناگ نے اس کے پاس جا کر سلام کیا اور پوچھا کہ یہ کون سا ملک ہے؟ کسان نے ہل روک لیا اور پنجابی زبان میں بولا۔

پتر! تم کس ملک سے آئے ہو جو تمہیں یہ بھی

معلوم نہیں کہ تم ملک ہندوستان کے کس صوبے پنجاب میں ہو؟''۔

''ہندوستان؟ پنجاب؟'' ناگ نے حیرانی سے پوچھا۔

کسان بولا۔

''تم کہاں سے آئے ہو؟''۔

ناگ اسے کیا جواب دیتا ہے کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری اور زمین پر بیٹھ گیا۔

پھر اپنے آپ سے باتیں کرنے لگا۔ عنبر کہاں ہو گا؟ ماریا کہاں ہو گی؟ یہ میں کہاں سے کہاں آ گیا؟

کسان پریشان ہوکر اسے دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے پوچھا۔ یہ سن کونسا ہے؟۔

کسان نے کہا۔

''اپریل 1857ء کا سن ہے۔ خیریت تو ہے تم بیمار لگتے ہو۔ ٹھہرو میں تمہیں دودھ پلاتا ہوں''۔

کسان دودھ کٹورے میں بھر کر لے آیا۔ ناگ نے دودھ پیا۔ کسان کا شکریہ ادا کیا۔

کسان نے کہا۔

''تم پنجابی کسی دوسرے لہجے میں بولتے ہو۔ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''۔ ناگ نے کہا۔

''بابا! میں عرض کرسکتا ہوں۔ تم نہیں سمجھ سکو گے

کہ میں کون ہوں اور کہاں آیا ہوں''۔

کسان نے کہا۔

''تم کچھ کہو تو۔ میں سمجھنے کی کوشش کروں گا''۔

ناگ بولا۔

''اچھا تو پھر یقین کرو کہ میں ایک رات میں آٹھ نوسو برس آگے کی دنیا میں آگیا ہوں۔ ابھی کچھ دیر سونے سے پہلے میں آٹھ سو برس پہلے ہسپانیہ میں تھا۔ سات سمندر پار کی نئی دنیا میں تھا۔ کیا تم یقین کرو گے؟''۔

کسان نے اپنے ماتھے پر انگلی مار کر کہا۔

''افسوس! تم کوئی پاگل لگتے ہو۔ یا اللہ رحم کر! کتنا

خوبصورت جوان پاگل ہو گیا ہے“۔

ناگ ہنس پڑا۔ بولا

”بابا! میں پاگل نہیں ہوں۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ اس ملک کا بادشاہ کون ہے؟“۔

کسان نے کہا۔

”بادشاہ تو دہلی کے لال قلعے میں بیٹھا ہے۔ اس کا نام بادشاہ ظفر ہے۔ ویسے یہاں پنجاب میں انگریز سکہ چلتا ہے“۔

ناگ نے پوچھا۔

”کیا یہاں کوئی شہر قریب ہے؟“۔

کسان نے کہا۔

”ہاں پنجاب کا دارالحکومت لاہور یہاں سے دس پندرہ کوس کے فاصلے پر ہے“۔

”لاہور! لاہور!“ ناگ منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا۔

پنجابی کسان دل میں افسوس کرنے لگا کہ بے چارہ کوئی پاگل نوجوان ہے۔ اس نے ناگ کو تسلی دی اور کہا کہ وہ لاہور شہر جا کر کسی حکیم سے اپنے علاج کرائے۔

ناگ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور لاہور شہر کی طرف چل پڑا۔

آخری گولی

پیارے بچو!

اب تک آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا 1957ء کے امریکہ کے ایک گاؤں میں کھیتوں میں بنے ہوئے گھاس کے سٹور روم میں گھاس کے گٹھوں کے بیچ سو رہی ہے۔

عنبر غازی پور سے دہلی کی طرف جا رہا ہے اور

ناگ شاہراہ اعظم پر پنجاب کے ایک گاؤں سے لاہور کی طرف چلا جا رہا ہے۔

سب سے پہلے ہم عنبر کے ساتھ ساتھ چل کر دیکھتے ہیں کہ اس پر کیا گذرتی ہے۔ جیسا کہ آپ نے تاریخ میں پڑھا ہو گا کہ اپریل 1957ء کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب ہندوستان میں غدر یعنی انگریزی غلبے اور ظلم کے خلاف عوام میں بغاوت کا لاوا اندر ہی اندر پک رہا تھا۔

پھر یہ لاوا مئی 1957ء کا غدر بن کر ابل پڑا۔ اسے انگریزوں نے غدر کہا۔ لیکن تاریخ نویس اسے جنگ آزادی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اس وقت ہندوستان کی یہ حالت تھی۔ جب عنبر دہلی کی طرف نیم پختہ سڑک پر پیدل جا رہا تھا تو سارے ملک پر انگریزوں کا زبردست اثر تھا اور بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی حکومت صرف دہلی شہر میں ہی تھی۔

اگرچہ عنبر پر موسموں کا اتنا زیادہ اثر نہیں ہوتا تھا، لیکن پھر بھی ہندوستان کے اس علاقے کی گرمی عنبر کے جسم پر اثر ڈال رہی تھی۔

اس نے دیکھا کہ موتیوں کا ہار بھی اس کے پاس نہیں تھا۔ خدا جانے جھیل میں ہی کسی جگہ رہ گیا تھا۔ اس نے جیب ٹٹولی تو اس ہار کا ایک موتی جیب کے

کونے میں پڑا مل گیا۔ عنبر نے سوچا کہ چلو اس سے ہی کچھ گزر اوقات ہو جائے گا۔

چلتے چلتے وہ ایک کنوئیں کے پاس پہنچا۔ یہاں ایک سواری کھڑی تھی جس کے آگے گھوڑے جتے تھے۔ عنبر نے سواری والے سے کہا۔

''بھائی مجھے بھی دہلی لے چلو گے؟''۔

سواری والے نے جھک کر پوچھا۔

''میاں صاحب زادے! تمہارے پاس کرائے کے پیسے ہیں؟''۔

عنبر نے کہا۔

''دہلی پہنچ کر دے دوں گا''۔

سواری والے نے ہنس کر کہا۔

''نوجوان دہلی میں تمہارے باوا رہتے ہیں؟''۔

عنبر نے جیب سے موتی نکال کر کہا۔

''چچا میرے پاس تو یہی ایک موتی ہے۔ دہلی چل کر اسے بیچوں گا اور تمہیں تمہارا کرایہ ادا کر دوں گا''۔

سواری والے کو موتیوں کی پہچان نہیں تھی۔ اس کو عنبر پر ترس آ گیا۔ بولا۔

''چلو یار بیٹھ جاؤ گاڑی میں۔ تم بھی کیا یاد کرو گے کہ کسی رئیس سے پالا پڑا تھا''۔

عنبر گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اسی گاڑی میں دہلی کا

ایک ہندو جوہری بھی سفر کر رہا تھا۔ اس نے عنبر کے ہاتھ سے موتی لے کر غور سے دیکھا تو عش عش کر اٹھا۔ ایسا قیمتی موتی ساری زندگی اس کی نظروں سے نہیں گذرا تھا۔

حیران ہو کر عنبر سے پوچھنے لگا کہ یہ موتی وہ کہاں سے لایا ہے؟ عنبر بھلا اسے کیا جواب دیتا۔ یونہی کہنے لگا۔

''یہ مجھے ایک بزرگ نے تحفے میں دیا ہے''۔

ہندو جوہری نے کہا۔

''تم مجھ سے اس کی قیمت لے لو۔ بولو سو روپے ادا کر دوں ابھی؟''۔

عنبر نے کہا۔

"سو روپے کتنے ہوتے ہیں؟"۔

وہ بے چارا پہلی بار روپے کا نام سن رہا تھا۔ گاڑی
میں بیٹھے دوسرے مسافر تعجب سے عنبر کو تکنے لگے۔ وہ
سمجھ گئے کہ ہندو لالہ عنبر سے دھوکا کر رہا ہے۔
موتی بڑا ہی قیمتی ہے۔ ایک مسافر جو مسلمان تھا
اور جس کا نام خدا بخش تھا کہنے لگا۔

"لالہ جی! اس بے چارے کو لوٹنے کی کوشش نہ
کرو۔ یہ موتی تو ہزاروں روپے کا معلوم ہوتا ہے"۔

ہندو جوہری تنک کر بولا۔

"تو میاں تم دے دو ہزار روپے اپنے پلے

سے"۔

خدا بخش کہنے لگا۔

ٹھیک ہے۔ میں اسے دہلی پہنچ کر خرید لوں گا۔

اس نے عنبر سے کہا۔

"بیٹا! میرے ساتھ دہلی میرے گھر پر چلو
میں تمہیں اس کی پوری پوری قیمت ادا کر دوں گا۔
تمہارا کرایہ میں ادا کیے دیتا ہوں"۔

خدا بخش نے عنبر کا کرایہ ادا کر دیا جو دو پیسے بنتا
تھا۔ یہ خدا بخش اچھی پکی عمر کا تھا۔ دہلی میں وہ کشمیری
دروازے کے باہر نان بیچتا تھا۔

بڑی غریبی میں اپنے بال بچوں کا پیٹ پال رہا

تھا۔ مگر تھا بڑا ایماندار شخص۔ وہ عنبر کو لے کر اپنے گھر آ گیا۔ عنبر نے یہاں غسل کیا۔ خدا بخش نے اسے سادہ کپڑے پہننے کو دیے اور اسے لے کر صرافہ بازار میں آ گیا۔

یہاں ایک مسلمان جوہری کو موتی دکھایا تو اس نے عنبر سے کہا۔

''نوجوان! تمہیں یہ موتی کہاں سے ملا؟''۔

عنبر نے وہی جواب دیا کہ اسے ایک بزرگ نے تحفہ دیا ہے۔ جوہری نے سر ہلا کر کہا۔

''بھائی یہ تو بڑا ہی قیمتی شاہی موتی ہے۔ میں تمہیں اس کے زیادہ سے زیادہ پچاس ہزار روپے

دے سکتا ہوں''۔

آج سے سوا سو برس پہلے پچاس ہزار روپے پانچ لاکھ کے برابر تھے۔ عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا، کیونکہ اس کے دل میں روپے پیسے کی کوئی محبت نہیں تھی۔

ہاں البتہ خدا بخش نانبائی نے پچاس ہزار کا سنا تو اسکے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ جھٹ بولا۔

''دے دو سیٹھ ہمیں منظور ہے''۔

جوہری نے پچاس ہزار روپے ادا کر دیے۔ خدا بخش نے ساری رقم عنبر کے حوالے کر دی اور اس سے کہا کہ یہ اس کی امانت ہے۔

بس اس میں سے وہ صرف دو پیسوں کا حق دار

ہے جو اس نے عنبر کو سواری کے لیے بطور قرض دیے
تھے۔ عنبر نے خدا بخش نانبائی کے گھر آ کر کہا۔

"بابا! میرے لیے یہ رقم بے کار ہے۔ ہاں جب
کبھی ضرورت پڑی تم سے آ کر لے لیا کروں گا۔ تم
اسے میری امانت سمجھ کر اپنے پاس رکھو۔ لیکن تمہیں
ایک بات ماننی ہوگی"۔

خدا بخش نے پوچھا۔

"وہ کونسی بات؟"۔

عنبر بولا۔

"میں خوش ہو کر ان میں سے آدھی رقم تمہیں
دیتا ہوں"۔

خدا بخش روپے لینے پر ہرگز تیار نہ ہوا۔ لیکن
جب عنبر نے بے حد اصرار کیا اور کہا کہ وہ ان روپوں
سے اپنے کاروبار کو بڑھائے اور بال بچوں کی مدد
کرے تو خدا بخش راضی ہو گیا۔

عنبر نے خدا بخش سے ملک کا سارا حال معلوم کر
لیا۔ اسے یہ بھی پتا چلا کہ ملک پر انگریزوں کا غلبہ
ہے۔ بہادر شاہ ظفر بے چارا بس نام کا بادشاہ ہے۔
اور لوگوں میں اندر ہی اندر انگریزوں کے خلاف
بغاوت کے خیالات اٹھ رہے ہیں۔

خدا بخش کو عنبر نے اپنے بارے میں کچھ نہ بتایا۔
اسے صرف ناگ اور ماریا کا انتظار تھا۔ اسے یقین

تھا کہ وہ دونوں بھی اس کے ساتھ ہی ہندوستان آ چکے ہوں گے، لیکن کہاں اور کس شہر میں ہوں گے؟ کس حال میں ہوں گے؟ یہ اسے معلوم نہیں تھا اور اسی بات کی عنبر کو کھوج تھی۔ تلاش تھی۔

خدا بخش نے کہا۔

''بیٹا! تم جب تک چاہو میرے گھر میں رہو۔ اس گھر کو اپنا گھر ہی سمجھو''۔

عنبر خدا بخش نانبائی کے گھر میں رہنے لگا۔ خدا بخش کی ایک جوان لڑکی اور ایک جوان بیٹا تھا۔ بیٹا دکان پر باپ کے ساتھ بیٹھتا تھا۔

بیٹی کا نام ممتاز بیگم تھا اور دو مہینے بعد اس کی شادی

ہونے والی تھی۔

خدا بخش نے کچھ روز بعد اپنی دکان نئی خرید لی اور کاروبار بڑھا کر اس نے ایک ہوٹل سا بنا لیا جہاں ہر شے مل سکتی تھی۔

یعنی کھانے کو روٹی گوشت بھی اور مٹھائی پھل بھی۔ عنبر بڑا خوش تھا کہ آدھی رقم بڑے میاں کے کام آئی۔

عنبر بڑا خوش تھا کہ آدھی رقم بڑے میاں کے کام آئی۔ عنبر اس گھر میں رہنے لگا وہ ہر روز شہر کے اندر باہر جا کر آوارہ گردی کرتا۔ اصل میں وہ ناگ اور ماریا کی تلاش میں تھا کہ شاید کہیں پھرتے پھراتے ان میں

سے کسی سے ملاقات ہو جائے۔

ادھر ناگ بھی لاہور پہنچ گیا۔

شہر کی چار دیواری کے باہر ایک باغ تھا جس میں نہر بہہ رہی تھی۔ درختوں کے جگہ جگہ جھنڈ تھے۔ گرمی خوب پڑ رہی تھی۔

ناگ نہر کے کنارے باغ میں جا کر چھاؤں میں بیٹھ گیا۔ اس کے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں تھی۔ بھوک اس تھوڑی لگی ہوئی تھی۔

لوگ اس کے پرانے زمانے کے کپڑے دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ناگ نے محسوس کیا کہ اب جب کہ وہ تاریخ کے آٹھ سو برس پھلانگ کر ہندوستان میں آ

گیا ہے تو اسے کپڑے بھی بدل لینے چاہئیں مگر کپڑے کہاں سے لائے؟

وہ ایک چھپتے ہوئے دروازے میں سے گذر کر شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ ڈاڑھی مونچھوں اور سر پر بڑی بڑی پگڑیوں والے لوگ عام پھر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ سکھ ہیں اور اس شہر میں ایک سکھ راجے کی حکومت ہے مگر وہ انگریزوں کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہوا ہے۔

ناگ کو بھی عنبر اور ماریا کی تلاش تھی، کیونکہ یہ بات وہ بھی اچھی طرح سے جانتا تھا جب بھی انہوں نے

تاریخ میں چھلانگ لگائی ہے تو وہ تینوں ایک ساتھ اس زمانے میں داخل ہوئے تھے۔

اس کا مطلب تھا کہ خواہ وہ کسی حالت میں ہوں، عنبر اور ماریا بھی ہندوستان میں آ چکے ہوں گے۔ اب اسے کپڑوں کی ضرورت تھی تا کہ لوگ اس کی طرف تعجب اور دلچسپی سے پلٹ پلٹ کر نہ دیکھیں۔

اس نے ایک دکان میں کپڑے لٹکتے دیکھے۔ یہ اس زمانے کے فیشن کے مطابق تھے۔ ناگ نے دکاندار سے کہا۔

''بھائی! مجھے یہ کپڑے چاہئیں''۔

''اور مجھے اس کی قیمت چاہیے۔ کیا تمہارے

پاس قیمت ہے اور یہ تم نے کیسے پرانے زمانے کے کپڑے پہن رکھے ہیں۔ کیا تم کوئی دیوانے ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''بھائی! میرے پاس قیمت نہیں ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہارے پاس کام کر کے لباس کی قیمت ادا کر سکتا ہوں''۔

دکاندار نے ہنس کر کہا۔

''میاں! میرے ہاں تم کیا کام کرو گے؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میں کوئی بھی کام کر سکتا ہوں۔ میں تمہارے کپڑے دھو دیا کروں گا''۔

دکاندار کو ترس آ گیا۔ بولا۔

''چلو یار مجھے منظور ہے''۔

ناگ نے اس دکان پر چار روز کام کیا اور اس کے عوض نیا لباس حاصل کر کے پہن لیا۔ ناگ اور عنبر کا شروع ہی سے یہ دستور رہا تھا کہ وہ حق حلال کی روزی کماتے تھے۔

کبھی انہوں نے بے ایمانی سے کام نہیں لیا تھا اور نہ وہ ایسا کرنا گوارا ہی کرتے تھے۔ نیا لباس پہن کر ناگ جانے لگا تو دکاندار نے پوچھا۔

''میاں صاحب زادے! تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ گے؟''۔

ناگ بولا۔

''یہ موت پوچھیں کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جا رہا ہوں۔ بس یہ ہی سمجھ لیں کہ مسافر ہوں اور سفر میری قسمت میں لکھا ہے''۔

دکاندار ہنس کر بولا۔

''بڑے دلچسپ نوجوان ہو۔ اگر تم چاہو تو میں تمہیں شہر کے امیر کے پاس نوکر رکھوا سکتا ہوں''۔

''مجھے منظور ہے''۔

ناگ نے سوچا کہ شہر کے امیر کے پاس رہ کر اسے سفر کرنے اور مختلف قسم کے لوگوں سے ملنے کے موقع ملیں گے اور وہ عنبر اور ماریا کو زیادہ سے زیادہ تلاش کر

سکے گا۔

دکاندار نے اسے شہر کے امیر سردار بگھیل سنگھ کے پاس گھوڑوں کا سائیس رکھوا دیا۔ ناگ نے سکھ سردار سے پوچھا۔

''کاکا! تمہیں ہر روز گھوڑوں کو ساتھ لے جا کر شہر کے باہر سیر کروانی ہو گی۔ انہیں دانہ کھلانا ہو گا اور کبھی کبھی میرا خاص پیغام لے کر دوسرے شہروں میں بھی جانا ہو گا''۔

ناگ نے ادب سے کہا۔

''آپ جو حکم دیں گے، میں ویسے ہی کروں گا''۔

ناگ نے سردار کے ہاں نوکری شروع کر دی۔

اب ذرا ماریا کی طرف جا کر دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔ ہم ماریا کو اسی زمانے یعنی 1857ء کے امریکہ میں چھوڑ آئے تھے۔ وہ کھیتوں میں بنے ہوئے ایک جھونپڑے میں گھاس کے گٹھوں کے درمیان آرام کر رہی تھی۔

اب جناب ایسا ہوا کہ وہ سو کر اٹھی تو شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ رات سر پر آ رہی تھی۔ ماریا کھیتوں سے نکل کر کسان کے گھر میں آئی۔

دیکھا کہ میز پر لکڑی کے پیالے میں گرم گرم شوربہ اور ابلے ہوئے آلو پڑے ہیں۔ ساتھ ہی ڈبل روٹی بھی ہے۔ آدمی وہاں کوئی نہیں تھا۔

ماریا نے روٹی آلو اور شوربا ایک پیالے میں لیا
اور مکان سے نکل کر کھیتوں میں آ کر بڑے آرام سے
ایک جگہ بیٹھ کر کھانے لگی۔

کسان نے اندر آ کر دیکھا کہ ایک ڈبل روٹی،
کچھ آلو اور تھوڑا سا شوربا مع پیالے کے غائب ہے تو
وہ اچھل پڑا۔

زور سے چنگھاڑا۔

الیس کی بچی! ڈبل روٹی آلو اور شوربا پھر غائب
ہو گیا ہے۔

اس کی گول مٹول بیوی بھاگتی ہوئی اندر آئی اور
پریشان ہو کر میز کو تکنے لگی جہاں سے آلو روٹی اور

شوربے کا ایک حصہ غائب تھا۔

مگر سوائے وہ لڑنے جھگڑنے کے اور کیا کر سکتے
تھے۔ ماریا نے بڑے سکون سے کھانا کھایا اور اسی
جھونپڑے میں جا کر لیٹ گئی۔

سوچنے لگی کہ اسے ناگ اور عنبر کو کہاں، کس جگہ
تلاش کرنا چاہیے۔ خدا جانے وہ امریکہ میں ہیں یا کسی
دوسرے ملک میں ہیں۔

دنیا بڑی بدل چکی تھی۔ اب گھوڑا گاڑیاں اور
کوئلے کی بھاپ سے بھی گاڑیاں چلنے لگی تھیں۔
لوگوں کے پاس لمبی نالیوں والی بندوقیں تھیں جس میں
سے لوہے کی گولی بارود کے زور سے نکلتی تھی۔ بحری

جہاز بھی بادبانی نہیں تھے۔ بلکہ بھاپ سے چلتے تھے۔

ماریا نے سوچا کہ ناگ اور عنبر اس ملک میں نہیں ہو سکتے۔ وہ سو گئی۔ خواب میں اسے یوں لگا جیسے ایک بے حد حسین عورت جو کہ آسمان کی پری لگتی تھی اس کے پاس آ کر مسکرائی اور پھر اس کے کان میں کہا۔

"ماریا! ہندوستان چلو"۔

ماریا کی آنکھ کھلی تو اس کے کانوں میں ابھی تک یہ جملے گونج رہے تھے۔ کہ ہندوستان چلو۔ اس ملک کا نام اس نے پہلے بھی سن رکھا تھا۔ اور شاید عنبر کے ساتھ وہ اس ملک کا سفر بھی کر چکی تھی۔

لیکن یہ ہزار برس پہلے کی بات تھی اب تو

ہندوستان بھی بدل چکا تھا۔ ماریا نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ہندوستان جائے گی۔

اس کے لیے ضروری تھا کہ وہ کسی ایسی بندرگاہ پر پہنچے جہاں سے بحری جہاز ہندوستان کی جانب سفر کرتے ہوں۔ دن چڑھ آیا۔

ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ ماریا جھونپڑے سے باہر نکلی اور سڑک کنارے کھڑی ہو گئی۔ سب سے پہلے تو وہ کسی نزدیکی شہر پہنچنا چاہتی تھی۔

جہاں سے وہ ہندوستان جانے والے جہازوں اور بندرگاہوں کی بابت معلومات حاصل کر سکے۔

سڑک پر کھڑے اسے کچھ ہی منٹ گذرے تھے

کہ ایک گھوڑا گاڑی آتی دکھائی دی۔ گاڑی کے آگے
چھ گھوڑے جتے ہوئے تھے۔

گاڑی ذرا پیچھے ہی کھڑی ہوگئی اور اس پر سے
سامان اتارا جانے لگا۔ ماریا بھاگ کر گاڑی کی چھت
پر چڑھ گئی۔

کسی کو خبر نہ ہوسکی کہ ماریا چھت پر بیٹھی سفر کر رہی
ہے۔ گاڑی اسے ایک چھوٹے سے شہر میں لے آئی
جہاں سیمنٹ کے بڑے خوبصورت کھڑکیوں والے
ایک منزلہ دومنزلہ مکانوں کی قطاریں تھیں۔

بیچ میں بازار تھے۔ دونوں جانب دکانوں پر شیشے
لگے تھے۔ کہیں گھوڑے بندھے تھے۔ کہیں لوگ خوشی

سے قہقہے لگا رہے تھے۔ کوئی گھوڑا گاڑی گرد اڑاتی
ہوئی گزر جاتی۔

ماریا نے دیکھا، ایک دکان میں کتابیں اور رسالے
بک رہے تھے۔ ماریا اس دکان میں داخل ہوگئی۔
یہاں ایک نیلے رنگ کی کتاب پڑی تھی جس میں
دوسرے ملکوں کو جانے والے جہازوں کے بارے
میں معلومات درج تھیں۔

ماریا نے وہ کتاب اٹھا کر جیب میں رکھ لی۔ موٹا
حبشی دکاندار کرسی پر بیٹھا تھا، اس نے دیکھا کہ نیلے
رنگ کی ایک کتاب اپنی جگہ سے اپنے آپ اوپر اٹھی
اور پھر اچانک غائب ہوگئی۔

وہ بار بار آنکھیں جھپکنے اور ہاتھوں سے ملنے لگا۔

کیا اس نے خواب دیکھا تھا؟

مگر یہ خواب نہیں تھا۔ نیلی کتاب سچ مچ وہاں سے غائب تھی۔ بس وہ سر ہی کھجاتا رہ گیا، کیونکہ وہاں ایک بھی گاہک نہیں تھا جس پر وہ چوری کا الزام لگا سکتا۔

ماریا کو شرارت سوجھی۔ آگے بڑھ کر اس نے موٹے حبشی کے سر سے ہیٹ اتار لیا۔ حبشی کا ہیٹ بھی غائب ہو گیا۔ اب تو حبشی کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

اب تو حبشی کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔ پسینے

چھوٹ گئے ماریا نے دوبارہ ہیٹ اس کے سر پر رکھا تو ہیٹ پھر سے ظاہر ہو گیا۔

حبشی غش کھا کر گر پڑا۔

ماریا کتاب لے کر باہر آ گئی۔ وہ کسی بھی جگہ بیٹھ کر سکون سے کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتی تھی۔ ہم آپ کو ایک بار پھر بتائے دیتے ہیں کہ ناگ عنبر اور ماریا کو یہ خفیہ طاقت حاصل کی تھیں کہ وہ جس ملک میں جاتے وہاں کی زبان بول سکتے تھے۔

سمجھ سکتے تھے پڑھ سکتے تھے اور لکھ سکتے تھے۔

ماریا نے ایک قہوہ خانہ دیکھا وہ اندر داخل ہوئی اور کونے والی میز کے ساتھ کرسی پر بیٹھ کر کتاب پڑھنے

تھی۔

کتاب میں اس نے ہندوستان کا باب نکال کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اسے معلوم ہوا کہ ہندوستان وہاں سے سمندری راستے پر بہت دور ہے اور بوسٹن کی بندرگاہ سے مہینے میں ایک بار بحری جہاز ہندوستان کی طرف جاتا ہے۔

قہوہ خانے کے کونے میں ایک کرسی پر وہ بڑے سکون سے بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی۔ اس کا ارادہ وہاں سے ریلوے اسٹیشن جانے کا تھا۔

کیونکہ اب بھاپ کے انجن سے چلنے والی دھواں چھوڑتی ریل گاڑیاں چلنے لگی تھیں۔ یہاں سے وہ

127 خونی دروازے (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 55)

بوسٹن کے شہر جانا چاہتی تھی تاکہ وہاں سے کسی بحری جہاز میں سوار ہوکر ہندوستان کا رخ کرے۔

قہوہ خانے میں کاؤ بوائز کی ایک ٹولی شور مچاتی آ کر ایک میز کے گرد بیٹھ گئی اور وہ اونچی آواز میں مذاق کرتے اور گیت گانے لگے۔

ماریا ان کے گیت بڑے شوق سے سننے لگی۔ ایک کسان گٹار بجا رہا تھا۔ دوسرے میز پر طبلہ بجاتے گا رہے تھے۔

اتنے میں چار غنڈے کمرے میں پستولیں لٹکائے چیونگ گم چباتے، گردن کھجاتے زمین پر پاؤں مارتے اندر داخل ہوئے اور قہوے کا آڈر دے کر

www.urdurasala.com

کاؤنٹر پر کھڑے ہو گئے۔ انہیں یہ بات ناگوار گزری کہ کسان لڑکے کے گیت کیوں گا رہے ہیں۔

ایک غنڈے نے پستول نکال کر ہوائی فائر کیا اور چیخا۔

"بند کرو یہ بک بک"۔

کسان ایک لمحے کے لیے تو خاموش ہو گئے۔ پھر گٹار بجانے والے نے گانا شروع کر دیا بس پھر کیا تھا۔ غنڈوں کا تو پارہ چڑھ گیا۔

ایک غنڈہ آگے بڑھا۔ پاؤں کی ٹھوکر سے کرسی الٹائی اور کسان لڑکے کے ہاتھ سے گٹار چھین کر توڑ کر پھینک دی۔

یہ کاؤبوائز یعنی کسان لڑکے بے چارے کمزور سے تھے۔ اور غنڈوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان غنڈوں کے لیے قتل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ پھر بھی ایک کسان لڑکے نے ہمت کر کے کہا۔

"ہم اپنے گاؤں کا گیت گا رہے ہیں"۔

غنڈے نے پستول اس کی طرف تان دیا۔

"اگر تم نے پھر گیت گایا تو تمہاری لاش فرش پر پڑی ہوگی"۔

کسان لڑکے نے بڑی بہادری سے کہا۔

"مجھے اپنے وطن کے گیت گانے سے کوئی نہیں

تھی۔ یہ کس کی آواز تھی؟

کیا وہاں کوئی بھوت آ گیا تھا؟ لڑکی غش کھا کر گرنے ہی والی تھی کہ ماریا نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے کہا۔

"بہن گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بھوت نہیں۔ بالکل تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔ میں کرسچین ہوں اور میرا نام ماریا ہے"۔

تمہارا نام کیا ہے؟۔

لڑکی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جدھر سے ماریا کی آواز آ رہی تھی۔ اس کے ہونٹ ابھی تک تھرتھرا رہے تھے۔

ماریا نے سوچا کہ اسے مزید حوصلہ چاہیے نہیں تو کام خراب ہو جائے گا۔ اس نے کہا۔

"بہن! خداوند مسیح کے لیے گھبراؤ نہیں۔ میں کوئی بھوت نہیں ہوں۔ بالکل تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔"

امریکی لڑکی نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"مگر۔ مگر تم غائب کس طرح ہو؟"۔

ماریا نے کہا۔

بس مجھ میں اور تجھ میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہی ہے کہ تم نظر آتی ہو۔ میں نظر نہیں آتی اور یہ محض ایک درویش کی بددعا کی وجہ ہے۔

تم یوں سمجھ لو کہ مجھ سے ایک گناہ ہو گیا تھا جس کی سزا میں درویش نے مجھے بددعا دے دی کہ میں ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاؤں گی اور کسی کو نظر نہیں آؤں گی۔

یہ دیکھو میرا ہاتھ۔ تم مجھے ہاتھ لگا کر دیکھ سکتی ہو۔

ماریا نے امریکی لڑکی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ امریکی لڑکی نے محسوس کیا کہ ماریا کا ہاتھ بالکل اس کے اپنے ہاتھ کی طرح تھا۔

ماریا نے کہا

''اب تمہیں یقین آ گیا کہ میں بھی تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں۔ اگر میں روح ہوتی تو میرے

ہاتھ کیسے ہوتے۔ بس میرے ساتھ ایک حادثہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں دکھائی نہیں دیتی۔ اب بتاؤ کہ تمہارا نام کیا ہے؟''۔

امریکی لڑکی نے سہمے سہمے سے انداز میں ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

''میرا نام ملی ہے''۔

ماریا نے اس سے باتیں شروع کر دیں۔ مگر امریکی لڑکی ملی ابھی تک گھبرائی ہوئی تھی اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے ادھر تک رہی تھی جدھر سے اسے ماریا کی آواز آ رہی تھی۔

گاڑی چھک چھک کرتی۔ امریکہ کے کھیتوں؛

جنگلوں اور وادیوں سے گزرتی چلی جا رہی تھی۔ گاڑی کی رفتار زیادہ نہیں تھی اور وہ دھواں بھی بہت چھوڑ رہی تھی۔

آخر ماریا نے باتوں باتوں میں مکی کا خوف دور کر دیا۔ وہ بھی ماریا سے گھل مل کر باتیں کرنے لگی۔ ماریا نے اپنے بارے میں مکی کو اس سے زیادہ کچھ نہ بتایا کہ وہ اپنے درویش بزرگ کے حکم پر ہندوستان جا رہی ہے۔

مکی نے بتایا کہ وہ بوسٹن شہر میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی ہے۔ اس کا باپ بوسٹن کا ایک امیر تاجر ہے۔ اس کا ایک چھوٹا بھائی بھی ہے جس کا نام

رابرٹ ہے۔

ٹرین گاڑی بوسٹن کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر رک گئی۔ مکی نے ماریا سے وعدہ لے لیا تھا کہ وہ اس کے گھر رہے گی جب تک ہندوستان جانے والے بحری جہاز کے سفر کرنے کا وقت نہیں آ جاتا۔

ماریا نے کہا تھا۔

"گھر میں کہیں کوئی ناخوشگوار بات نہ ہو جائے مکی۔ میری مانو میں کسی ہوٹل میں رہ لوں گی۔ میرا کیا ہے۔ مجھے کونسا ہوٹل کا کرایہ دینا ہوگا۔ بس جو کمرہ خالی ہوگا۔ وہاں جا کر لیٹ جاؤں گی"۔

لیکن مکی کے لیے بے حد اصرار پر ماریا اس کے گھر

جانے پر راضی ہوگئی۔ ماریا نے اسے کہا تھا کہ ان کا
مکان بہت بڑا ہے۔

اس میں مکی کا کمرہ سب سے بڑا تھا۔ ماریا مکی کے
ساتھ ان کے گھر میں داخل ہوئی مگر مکی نے کسی سے
ماریا کی بات نہ کی۔

ماریا کو مکی اوپر اپنے شاندار کمرے میں لے گئی۔

''ماریا بہن! تم میرے ساتھ ہو ناں؟''۔

ماریا نے ہنس کر اپنا ہاتھ مکی کے کندھے پر رکھ دیا۔
مکی اچھل کر پرے ہٹ گئی۔

''ہاں مکی! میں تمہارے پاس ہوں''۔

مکی شرما کر کہنے لگی۔

''یہ میرا کمرہ ہے ماریا! تم میرے ساتھ اس
کمرے میں رہو گی۔ اگر تم چاہو تو تمہیں الگ کمرہ بھی
مل سکتا ہے جو اس کمرے کے بالکل ساتھ ہے''۔

ماریا بولی۔

''مکی! مجھے الگ کمرہ ہی دے دو تو بہتر رہے
گا''۔

''جیسے تمہاری مرضی۔ ویسے کمرہ ساتھ ہی ہے تم
میرے قریب ہی رہو گی''۔

ماریا نے ساتھ والا کمرہ کھول دیا۔ یہ کمرہ پہلے
کمرے سے چھوٹا تھا مگر ہر قسم کے سامان آسائش
سے لبریز تھا۔

ماریا نے رات کا کھانا عمی کے ساتھ اس کے
کمرے میں کھایا۔

عمی نے کہا۔

''میں نے جہازوں کا ٹائم ٹیبل پڑھ لیا ہے۔ایک
ماہ بعد ''ورجینیا'' نامی جہاز بوسٹن کی بندرگاہ سے
ہندوستان کی طرف روانہ ہوگا''۔

''شکریہ عمی! کیا میرا ایک مہینے تمہارے ہاں رہنا
تمہیں محسوس تو نہیں ہوگا؟''۔

عمی نے مسکرا کر شرارت سے کہا۔

''ماریا! تمہارا چہرہ کہاں ہے؟ ذرا میرا ہاتھ اپنے
کان پر رکھنا''۔

ماریا نے عمی کا ہاتھ لے کر اپنے کان پر رکھ دیا۔عمی
نے اس کا کان کھینچ کر کہا۔

خبردار! آئندہ ایسی دل دکھانے والی بات نہ کرنا
تم میری بہن ہو اور مجھے تم سے ایسی ہی محبت ہے جیسی
میں اپنی بہن سے محبت کر سکتی تھی۔

کاش تم ساری زندگی میرے ساتھ گذار سکتیں۔

ماریا کے دل پر عمی کے ان ہمدردی کے مخلصانہ
الفاظ نے بڑا اثر کیا۔اس کی کوئی بہن نہیں تھی۔عمی نے
اسے بہن کہا تو اسے یوں لگا۔

جیسے سچ مچ وہ اس کی سگی بہن ہے وہ عمی کے
نزدیک آئی۔اس نے عمی کو ہاتھ لگا کر اس کا ماتھا چوم

روک سکتا"۔

اور اس نے گیت گانا شروع کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی غنڈے کی پستول سے گولیاں نکلیں اور دھماکے کے ساتھ کسان لڑکے کے سینے سے پار ہو گئیں۔

وہ بے چارہ خون میں لت پت ہو کر گرا اور مر گیا۔

دوسرے لوگ اس کی مدد کو آئے تو غنڈوں نے پستولیں چلا کر دو گاہکوں کو بھی وہیں ڈھیر کر دیا۔

انہوں نے اپنی پستولیں جیب میں ڈالیں اور فاتحانہ انداز سے چاروں طرف دیکھا، پھر قہوہ پینے میں مشغول ہو گئے۔

وہاں کسی کو جرات نہ ہوئی کہ ان غنڈوں کے مقابلے میں آتا۔ بے چارے کسان لڑکے اپنے ساتھی کی لاش کو اٹھا کر باہر لے جانے لگے۔

ماریا یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ اس کا دل ان قاتل غنڈوں سے بے گناہ لوگوں کا ضرور بدلہ لے گی۔ گاہک دم بخود ڈرے بیٹھے تھے۔

غنڈے کاؤنٹر سے ہٹ کر اب میز پر پاؤں رکھے کرسیوں پر بیٹھے قہوہ پی رہے تھے اور آپس میں مذاق بھی کر رہے تھے۔

ماریا نے کتاب بند کر کے جیب میں رکھی اور کونے سے چل کر اس غنڈے کے پاس آ گئی جو

ٹانگیں میز پر رکھے قہوہ پی رہا تھا اور جس نے کسان
لڑکے کا خون کیا تھا۔

اس کی پستول سامنے میز پر پڑی تھی۔ ماریا نے
ہاتھ بڑھا کر میز پر سے پستول اٹھا لیا۔

میز پر سے اچانک پستول غائب ہوا تو غنڈہ
چونک کر بولا۔

''حرامزادہ! میرا پستول کون لے گیا؟''۔

سارے اس کی طرف تکنے لگے۔

''ہم نے تو نہیں اٹھایا۔''

''میں نے بھی نہیں اٹھایا''۔

''مگر پستول ابھی یہاں پڑا تھا''۔

''پھر کون اٹھا کر لے گیا''۔

ٹھاہ کی آواز سے دھماکا ہوا اور ایک غنڈہ خون میں
نہا کر کرسی سے نیچے گر پڑا۔ باقی تینوں غنڈے بجلی کی
سی تیزی کے ساتھ اٹھے اور پستولیں نکال کر فائرنگ
کرنے لگے۔

ماریا نے نشانہ لگا لگا کر مزید دو غنڈوں کو ہلاک کر
دیا۔ اب صرف ایک غنڈہ بچ گیا تھا۔ وہ بھاگنے لگا تو
ماریا دروازے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

جونہی وہ باہر کو نکلنے لگا، ماریا نے ٹانگ آگے کر
دی۔ وہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔ ماریا کے پستول
میں آخری گولی رہ گئی تھی۔ وہ ان تالکوں پر بالکل رحم

نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے آخری فائر کیا۔ اور ڈز کی آواز کے ساتھ ہی وہ قاتل غنڈہ بھی جہنم کی طرف چل پڑا۔

وہاں قہوہ خانے میں لوگ ہکا بکا ہو کر یہ سارا ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گولی کون چلا رہا ہے۔

ماریا کو انہیں سمجھانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ قہوہ خانے سے باہر آ گئی کیونکہ اسے دور سے ریل کے انجن کی سیٹی سنائی دی تھی۔ ریل سٹیشن پر پہنچنے والی تھی۔

ریلوے اسٹیشن پر بنچ بچھے تھے مسافر عورتیں اور مرد

پرانے قسم کے کپڑوں میں ملبوس ٹوکریاں اٹھائے ریل میں سوار ہو رہے تھے۔

ماریا نے ایک ڈبہ خالی دیکھا۔ وہ اس پر چڑھ کر کونے والی سیٹ پر بیٹھ گئی۔ یہ اس نے پڑھ لیا تھا کہ گاڑی بوسٹن شہر کو جا رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد گارڈ نے جھنڈی دکھائی۔ انجن نے سیٹی بجائی اور ریل چھک چھک کرتی۔ دھواں نکالتی روانہ ہو گئی۔

ماریا کے لیے یہ ایک عجیب تجربہ تھا۔ وہ زندگی میں پہلی بار ریل میں سفر کر رہی تھی۔

اس نے سوچا، انسان نے کتنی ترقی کر لی ہے۔ وہ

ایک رات پہلے جس زمانے میں زندہ تھی، وہاں بیل گاڑیوں میں سفر ہوتا تھا۔

اچانک ڈبے کا دروازہ کھلا اور چلتی گاڑی میں ایک خوبصورت لڑکی سر پر بڑا سا ہیٹ پہنے گول گاؤن میں ملبوس چھوٹی سی ٹوکری لیے اندر آ کر دھم سے بیٹھ گئی۔

دروازہ بند کر کے اس نے اطمینان کا سانس لیا اور پھولدار بٹوے میں چھوٹا سا گول شیشہ نکال کر اپنا میک اپ ٹھیک کرنے لگی۔ پھر اس نے چاروں طرف دیکھا۔ ڈبہ خالی تھا۔ یعنی اسے خالی ہی نظر آیا۔ کیونکہ وہ ماریا کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

غیبی سہیلی کا کارنامہ

امریکی لڑکی نے بائبل جیب سے نکالی اور پڑھنے لگی۔

ماریا چونکہ خود عیسائی تھی اس لیے بڑے شوق سے اسے بائبل پڑھتے دیکھتی رہی۔ اس کی جی بھی بائبل پڑھنے کو چاہ رہا تھا۔

چنانچہ تھوڑی دیر بعد جب امریکی لڑکی نے بائبل

سیٹ پر رکھی اور خود غسل خانے میں گئی تو ماریا نے بائبل کو اٹھا کر بڑی عقیدت سے اسے چوما اور پڑھنی شروع کر دی۔

اس کے دل میں محبت کا نور پھوٹنے لگا۔ اتنے میں امریکی لڑکی غسل خانے سے باہر آ گئی۔ یہ دیکھ کر کہ بائبل غائب ہے، وہ بڑی حیران ہوئی۔

ادھر ادھر دیکھا کتاب کہیں بھی نہیں تھی۔ آخر بائبل کہاں چلی گئی۔ اس نے تو ابھی ابھی سیٹ پر رکھی تھی۔

جھک کر سیٹ کے نیچے دیکھا اپنی ٹوکری میں دیکھا۔ بائبل کہیں بھی نہیں تھی۔

ماریا اسے بڑی شرارت سے دیکھ رہی تھی اور ہنس رہی تھی پھر اس نے چپکے سے بائبل لڑکی کے زانو پر رکھ دی لڑکی خوف سے اچھل کر پرے ہو گئی۔

''اوہ گارڈ! یہ کہاں سے گئی؟''۔

ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ اس لڑکی کو سہیلی بنا لیا جائے؟۔

ایک مدت سے ماریا نے کسی لڑکی سے بات نہ کی تھی۔ لڑکی سے بات کرنے کو اس کی زبان ترس گئی تھی چنانچہ،ریا اس امریکی لڑکی کے قریب آ کر بولی۔

''میڈم تمہارا نام کیا ہے؟''۔

اب تو امریکی لڑکی کو پسینہ آ گیا اور وہ تھر تھر کانپنے

لیا۔

''مکی! میں تمہیں ہمیشہ اپنی بہنوں جیسا پیار کرتی رہوں گی''۔

مکی نے ہنس کر کہا۔

''ارے ماریا! تم کیسے آ گئیں؟ لو آج سے میں بھی تمہیں اپنی سگی بہن سمجھوں گی''۔

ٹھیک اسی وقت مکی کا دس سالہ بھائی اندر داخل ہوا اور اپنی بہن کی طرف دیکھ کر کمرے میں نظریں گھما کر بولا۔

''مکی! تم کس سے باتیں کر رہی ہو؟ کمرے میں کون ہے؟''۔

کمرہ بالکل آخری نظر آ رہا تھا۔ ماریا مکی کے پاس ہی کھڑی تھی۔ مگر رابرٹ کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

مکی قہقہہ لگا کر ہنس دی۔

''رابرٹ! میں ایک بھوت سے باتیں کر رہی تھی''۔

رابرٹ نے دلچسپی سے پوچھا۔

''مکی! کیا اس کمرے میں بھوت رہتا ہے؟ مجھے بھی ملاؤ اس سے۔ میں بھوت سے ملوں گا''۔

مکی نے اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

''پاگل ہو گئے ہو کیا۔ بھلا یہاں بھوت کہاں سے آئے گا۔ میں تو یونہی اپنے آپ سے باتیں کر رہی

تھی"۔

رابرٹ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ وہ الماری سے اپنی کتابیں لے کر واپس چلا گیا۔

ماریا نے کہا۔

"بڑا پیارا لڑکا ہے۔ اچھا کمی میں جاتی ہوں شب بخیر!"

"شب بخیر!"

ماریا نے اپنے کمرے میں آ کر دروازہ اندر سے بند نہ کیا کیونکہ اس طرح گھر والوں کو شک پڑ سکتا تھا کہ اندر کوئی ہے وہ بستر پر لیٹ کر ناگ اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگی کہ خدا کرے کہ وہ ہندوستان

میں اسے مل جائیں۔

رابرٹ مکی خاندان کا بڑا ہونہار لڑکا تھا۔ وہ اپنے ماں باپ کی ساری جائیداد کا واحد مالک تھا۔ بوسٹن شہر میں غنڈوں کا ایک گروہ تھا جن کا کام ہی لوگوں کو دھوکا دے کر روپیہ بٹورنا تھا۔

بعض اوقات یہ لوگ قتل کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ اس گروہ کا سرغنہ کالا ہاتھی نامی غنڈہ تھا۔ انہوں نے کئی دنوں سے مکی کے بھائی رابرٹ پر نظر رکھی ہوئی تھی۔

ماریا کو مکی کے پاس رہتے ساتواں روز تھا ایک دن رابرٹ گھر سے اسکول گیا اور پھر واپس نہ آیا۔

شام کو پریشان حال گھر والوں کو ایک خط ملا جس میں لکھا تھا۔

رابرٹ ہمارے قبضے میں ہے۔ وہ بالکل محفوظ ہے۔ اگر آپ لوگ ہمیں ایک لاکھ ڈالر ہمارے دیئے ہوئے ایڈریس پر پہنچا دیں گے تو لڑکا آپ کے حوالے کر دیا جائے گا۔

اگر آپ نے روپے نہ پہنچائے اور پولیس کو اطلاع کر دی تو رابرٹ کی لاش کے ٹکڑے ایک بکس میں ڈال کر آپ کے گھر پہنچا دیئے جائیں گے۔

فقط۔ کالا ہاتھی۔

خط پڑھ کر رابرٹ کے ماں باپ اور ممی ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ تو گیا ان کا لخت جگر غنڈوں بلکہ قاتلوں کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔ رابرٹ کی ماں نے روتے ہوئے اپنے خاوند سے کہا۔

"جیمز! خدا کے لیے میرے بچے کو ان قاتلوں سے بچاؤ انہیں ایک لاکھ ڈالر ادا کر دو"۔

رابرٹ کے باپ نے کہا۔

"میں ابھی ایک لاکھ ڈالر رابرٹ پر قربان کرنے کو تیار ہوں۔ لیکن اس طرح سے ان غنڈوں کا حوصلہ بڑھ جائے گا۔ اور وہ ہر کسی کے بچے کو اغوا کرتے پھریں گے۔ اور جب کسی نے رقم ادا نہ کی اس

کے بچے کو قتل کر دیں گے۔ میرا تو خیال ہے کہ ہمیں
پولیس کو بھی اطلاع کر دینی چاہیئے"۔

علی کی ماں نے خاوند کا دامن تھام کر کہا۔

"ایسا نہ کرنا۔ میرے بچے کی زندگی خطرے میں
پڑ جائے گی قسم کھاؤ کہ تم ایسا نہیں کرو گے"۔

علی کہنے لگی۔

"پاپا! ممی ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں دوسروں سے کیا۔
ہمیں اپنے بچے کی زندگی بچانی چاہیئے"۔

علی کا باپ سنجیدگی سے بولا۔

"اگر آپ لوگوں کی یہی رائے ہے تو میں آج
رات ہی رقم لے کر غنڈوں کے اڈے پر پہنچ جاتا

ہوں"۔

علی نے کہا۔

"پاپا! مجھے غنڈوں سے خطرہ ہے۔ میں آپ کے
ساتھ جاؤں گی"۔

باپ نے کہا۔

"نہیں علی! تمہارا میرے ساتھ جانا ٹھیک نہیں۔
میں اکیلا ہی جاؤں گا۔ پستول میرے پاس ہو گا۔ میں
اپنی حفاظت کر سکوں گا۔

ماریا بھی وہاں کھڑی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔
اس نے علی کے کان میں آہستہ سے کہا۔

"علی! فکر نہ کرو۔ میں تمہارے پاپا کے ساتھ

جاؤں گی اور ایک لاکھ ڈالر بھی واپس آ جائیں گے اور
روبٹ بھی گھر واپس آ جائے گیا۔

مکی کے منہ سے نکل گیا۔

''کاش! ایسا ہو؟''۔

ماں نے مکی کی طرف دیکھ کر کہا۔

''تم کس سے باتیں کر رہی ہو بیٹی؟''۔

مکی جلدی سے بولی۔

''کسی سے نہیں ممی! میں کہہ رہی تھی کہ کاش ایسا ہو
جائے کہ رابرٹ میرا بھائی جلدی گھر واپس آ
جائے''۔

باپ نے کہا۔

''میں رقم اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں۔ رابرٹ کو
ساتھ لے کر واپس آؤں گا''۔

مکی کے باپ نے چمڑے کے تھیلے میں ایک لاکھ
ڈالر کی رقم ڈالی۔ پستول جیب میں رکھا اور غنڈوں کے
بتائے ہوئے مقام کی طرف اپنی گھوڑا گاڑی پر بیٹھ کر
روانہ ہو گیا۔

ماریا بھی چپکے سے اس کی گھوڑا گاڑی میں سوار ہو
گئی تھی جس کی مکی کے باپ جیمز کو بالکل خبر نہ ہو سکی
تھی۔ چلتے وقت مکی نے اس خطرے کا اظہار کیا تھا کہ
اگر ماریا رقم بھی لے آئی اور رابرٹ کو بھی بچا کر لے
آئی تو غنڈے اس کے خاندان کے دشمن بن جائیں

گے اور اس خاندان کو تباہ کر دیں گے۔

ماریا نے کہا تھا۔

"ممی! میں نے اس کا علاج بھی سوچ رکھا ہے۔
وہاں اڈے پر جس قدر بھی غنڈے ہوں گے ان سب
کو ہلاک کرنے کے بعد ہی یہاں آؤں گی تا کہ نہ
رہے بانس اور نہ بجے بانسری۔"

اور ممی ماریا کا منہ تکتی رہ گئی جو اسے نظر نہیں آ رہا
تھا۔ گھوڑا گاڑی ایک لاکھ ڈالر، رابرٹ کا پاپا اور ماریا
کو غنڈوں کے ٹھکانے کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

دن غروب ہو رہا تھا۔

میدان میں سورج کی سنہری کرنیں پہاڑیوں کی

طرف سمٹنے لگی تھیں۔ غنڈوں نے اپنا جو اڈہ بتایا تھا وہ
شہر سے کافی دور پہاڑیوں میں ایک جگہ واقع تھا۔
گاڑی پہاڑیوں میں پہنچی تو پستول کے فائر کی آواز
وادی میں گونج اٹھی۔

یہ چوکیدار غنڈے کی طرف سے اعلان تھا کہ لاکھ
ڈالر دینے والے آ گئے ہیں۔

غنڈوں کی کل تعداد چھ تھی۔ یہ لوگ ایک ویران
مقام پر بنے ہوئے خستہ حال کاٹج میں رابرٹ کو لے
کر بیٹھے تھے۔

ایک غنڈہ جس نے پستول چلائی تھی۔ ایک چٹان
کے پیچھے بیٹھا پہرہ دے رہا تھا۔ کاٹج میں رابرٹ کو

رسیوں سے باندھ کر کرسی پر بٹھایا ہوا تھا۔ پانچ غنڈے گول میز کے گرد کرسیوں پر بیٹھے تاش کھیل رہے تھے۔

فائر کی آواز سن کر ان کے کان کھڑے ہو گئے۔

انہوں نے اپنی اپنی پستولیں نکال کر گولیاں چیک کیں کہ سب کچھ ٹھیک ہے۔

پھر کھڑکیوں اور دروازے کے پیچھے مورچے بنا کر بیٹھ گئے۔ دور سے ایک گھوڑا گاڑی گرد اڑاتی وادی میں داخل ہوئی اور چلتے چلتے غنڈوں کے اڈے یعنی کاٹیج کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔

کالے ہاتھی نے آواز دی۔

’’مسٹر جیمز تم اکیلے ہو؟ پولیس تو ساتھ نہیں ہے؟‘‘۔ جیمز نے گاڑی سے باہر نکل کر کہا۔

’’میں اکیلا ہوں۔ میں نے پولیس کو بالکل اطلاع نہیں دی‘‘۔

کالے ہاتھی نے کہا۔

’’کیا تم ساتھ لائے ہو؟‘‘۔

’’ہاں یہ دیکھ لو۔ میرے پاس ہے۔ مگر پہلے مجھے میرے بچے کو دکھاؤ‘‘۔

کالے ہاتھی نے اشارہ کیا۔ ایک غنڈے نے رابرٹ کو کھڑکی کے پاس کر دیا۔ رابرٹ کے صرف ہاتھ پشت پر رسی سے بندھے تھے۔

رابرٹ نے آواز دی۔

''پاپا! میں ٹھیک ہوں''۔

جیمز کا دل بیٹے کی آواز سن کر بھر آیا۔

''فکر نہ کرو میرے بیٹے! میں تمہیں ساتھ لے کر گھر جاؤں گا۔ میں تمہیں ساتھ لینے آیا ہوں''۔

ماریا اب گھوڑا گاڑی سے باہر نکل کر غنڈوں کے کالج کی طرف چلنے لگی تھی۔

کوئی غنڈہ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چلتا چلتے وہ کالج کے اندر آ کر ایک جگہ کھڑی ہوگئی رابرٹ کرسی پر بیٹھا تھا۔

ایک غنڈہ پستول تانے اس کے پاس کھڑا تھا۔

غنڈوں نے جب دیکھا کہ رابرٹ کا باپ ایک لاکھ ڈالر لے کر اکیلا ہی آ گیا ہے تو وہ کالج سے باہر نکل آئے۔

ایک غنڈہ اندر رابرٹ کے پاس پستول تانے کھڑا رہا۔ باقی غنڈے رابرٹ کے باپ کے ارد گرد بندوقیں تان کر کھڑے ہو گئے۔ کالے ہاتھی نے آگے بڑھ کر تھیلا پکڑ لیا۔

''رقم پوری ہے نا؟''۔

جیمز نے کہا۔

''بے شک گن لو''۔

کالے ہاتھی نے تھوک کر کہا۔

''ہمیں تم پر اعتبار ہے''۔

ادھر یہ کھیل ہو رہا تھا تو دوسری طرف اندر ماریا نے یہ کیا کہ بڑے آرام سے ایک لوہے کی زنجیر لے کر رابرٹ کے سر پر کھڑے غنڈے کے گلے میں ڈالی اور اتنی تیزی سے اور طاقت سے اسے مروڑا کہ غنڈہ آواز نکالے بغیر زمین پر گرا اور مر گیا۔

رابرٹ ششدر رہ گیا کہ یہ غنڈے کو کیا ہوا کہ کھڑے کھڑے گردن پہ ہاتھ رکھے گر پڑا۔ ماریا نے رابرٹ کے کان میں کہا۔

''میں تمہاری دادی کی روح ہوں اور تمہیں بچانے یہاں آئی ہوں۔ میں تمہاری رسی کھول رہی

ہوں۔ تم پیچھے سے مکان سے نکلو اور چٹان کے پیچھے جا کر چھپ جاؤ''۔

رابرٹ کے سر کے بل کھڑے ہو گئے دادی کی روح نے اس کی رسیاں کھول دیں۔

''بھاگو پیچھے۔۔ چٹان کی اوٹ میں''۔

ماریا نے کہا۔

معاملہ جان بچانے کا تھا۔ رابرٹ جلدی سے نکل کر مکان کے پیچھے چٹان کی کھوہ میں جا کر چھپ گیا۔

اب ادھر غنڈے رم لے کر رابرٹ کے باپ کو اپنے ساتھ اندر لا رہے تھے۔

اندر آ کر جو کچھ انہوں نے کیا اس پر ان کی

آنکھوں کی پتلیاں پھیل گئیں۔ انہوں نے پستول تان لیے۔ میز کے پاس ان کے ساتھی کی لاش پڑی تھی اور رابرٹ غائب تھا۔

''یہ سب تمہاری شرارت ہے''۔

کالے ہاتھی نے رابرٹ کے باپ کی طرف بندوق تان کر کہا۔ جیمز خود حیران تھا کہ اس کا بیٹا کہاں چلا گیا۔ کہنے لگا۔

''جو کچھ یہاں ہو رہا ہے مجھے اس کے بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ میں رقم لے کر واپس اپنا بچہ واپس لینے آیا ہوں۔ رابرٹ کو تم لوگوں نے کہیں گم کر دیا ہے''۔

پھر اس نے جیمز یعنی رابرٹ کے باپ کو گھسیٹ کر زمین پر گرا دیا۔

''ہم اپنے ساتھی کی موت کا بدلہ تمہیں قتل کر کے لیں گے''۔

کالے ہاتھی نے اپنے ساتھی کو حکم دیا کہ بندوق سے جیمز کی کھوپڑی اڑا دی جائے۔

اب ماریا کے عمل کا وقت تھی وہ پیچھے سے آئی اور جیمز کی طرف بڑھنے والے غنڈے کی پیٹھ پر اس زور سے لات ماری کہ وہ اوندھے منہ آگے کو گر پڑا۔

ماریا نے بندوق اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اب وہ بندوق بھی ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی

تھی۔ کالا ہاتھی گر جا۔

"تجھے کیوں گر پڑے؟ تمہاری بندوق کہاں چلی گئی؟"۔

اس سے پہلے کہ غنڈہ کوئی جواب دے ایک فائر ہوا۔

بندوق نے شعلہ اگلا اور اوندھے منہ پڑے ہوئے غنڈے کو موت کی نیند سلا دیا۔ ماریا نے بندوق کا رخ قاتل غنڈوں کی طرف پھیر دیا اور ایکے بعد دیگرے فائر کر کے سوائے کالے ہاتھی کے چاروں غنڈوں کو ہلاک کر دیا۔

وہ انہیں ہلاک کرنا ہی چاہتی تھی تا کہ برائی کو جڑ

سے اکھاڑ پھینکا جائے اور یہ لوگ کسی ماں باپ کی ممتا سے نہ کھیل سکیں۔

کالے ہاتھی نے اپنے تمام ساتھیوں کی تڑپتی ہوئی لاشیں دیکھیں تو خوف اور غصے سے کانپنے لگا۔

ماریا اب اس کو بھی زیادہ وقت نہیں دینا چاہتی تھی۔

کیونکہ وہ طیش اور انتقام کے جذبے میں بھڑک کر رابرٹ کے باپ کو ہلاک کر سکتا تھا۔ ماریا نے زمین پر پڑی ہوئی پستول اٹھائی اور کالے ہاتھی کی کنپٹی پر رکھ کر چلا دی۔

دھماکا ہوا پستول نے شعلہ اگلا اور دوسرے لمحے قاتل کالا ہاتھی زمین پر گر کر تڑپ رہا تھا اس سنگدل

قاتل نے نہ جانے کتنے غریب انسانوں کو قتل کیا تھا۔

آج قدرت نے اسے اس کے گناہوں کی سزا دے دی تھی۔

رابرٹ کے باپ کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے ہو رہا ہے اور کیا ہو رہا ہے؟ اس نے دیکھا کہ سارے غنڈے مر گئے ہیں تو رابرٹ کو آوازیں دینے لگا۔

رابرٹ باہر والی چٹانوں کی اوٹ سے نکل کر اپنے باپ کی طرف دوڑا۔

''پاپا! پاپا!''۔

باپ نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ رابرٹ

نے خوش ہو کر کہا۔

''پاپا! میری دادی کی روح آئی تھی اس نے میری رسیاں کھولی تھیں اور پہریدار غنڈے کو ہلاک کیا تھا''۔

جیمز حیران ضرور ہوا کیونکہ اندر کرسی کے پاس کھلی ہوئی رسی پڑی تھی اور ساتھ ہی ایک غنڈے کی لاش بھی تھی اس نے رابرٹ کو گاڑی کی طرف لے جاتے ہوئے پوچھا۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟''۔

رابرٹ بولا۔

ہاں پاپا! روح نے میرے کان میں کہا تھا کہ میں

تمہاری دادی کی روح ہوں۔ میں تمہاری رسیاں کھول رہی ہوں۔ تم پیچھے چٹانوں میں جا کر چھپ جاؤ۔ پھر اسی نے میرے سر پر پہرہ دینے والے غنڈے کا گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا۔

رابرٹ کا باپ اپنا سر کھجانے لگا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اتنا اسے یقین تھا کہ کوئی آسمانی طاقت وہاں ضرور اپنا کام دکھا رہی تھی۔

اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے گولیوں سے غنڈوں کو ہلاک ہوتے دیکھا تھا۔ جبکہ گولی چلانے والا دکھائی نہیں دے رہا تھا لیکن وہ صرف سر کھجا کر ہی رہ گیا اور بچے کو گاڑی میں بٹھا کر اس کا دروازہ بند کیا۔

اور اوپر چڑھ کر گھوڑوں کو کوڑا مارا۔ گھوڑا گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ گاڑی کے اندر سامنے والی سیٹ پر ماریا بھی بیٹھی تھی، لیکن رابرٹ اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

گھر جا کر ممی اور [illegible] کو معلوم ہوا کہ رابرٹ بخیریت واپس آ گیا ہے اور لاکھ ڈالر کی رقم بھی واپس آ گئی ہے تو وہ بڑے خوش ہوئے۔

ممی کو معلوم تھا کہ یہ سارا کام اس کی غیبی سہیلی کا کارنامہ ہے۔ رابرٹ کو سب نے بڑا پیار کیا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر ممی نے آہستہ سے ماریا کو آواز دی۔

تو ماریا نے جواب دیا اور کہا کہ یہ جو کچھ اس نے کیا ہے، اس کا قرض تھا۔ وہ غنڈے قاتل تھے۔ ان کے ہاتھ کئی بے گناہ انسانوں کے خون سے رنگے ہوئے تھے۔ ان کا مر جانا ہی بہتر تھا۔

عمی نے کہا۔

"میں ہمیشہ تمہیں یاد کیا کروں گی ماریا! تم نے سگی بہنوں بلکہ سگے بھائی سے بڑھ کر میری مدد کی ہے"۔

کمرے میں ماریہ کی ہلکی ہلکی ہنسی سنائی دیتی رہی۔

خونی دروازے

ماریا کے جانے کا وقت آ گیا۔

عمی نے اسے بوسٹن کی بندرگاہ پر جا کر "ورجینا" نامی بحری جہاز پر چڑھایا۔ ماریا نے ٹکٹ نہیں خریدا تھا۔

کیونکہ وہ تو غیبی لڑکی تھی۔ اس لیے کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ جب تک جہاز چلا نہیں، عمی بندرگاہ پر

کھڑی رہی۔ اسے ماریا دکھائی نہیں دے رہی تھی مگر
اسے یقین تھا کہ وہ جہاز کے ڈیک پر ضرور کھڑی
ہوگی۔

ماریا جہاز کے ڈیک پر کھڑی مکی کو دیکھ رہی تھی۔

جہاز نے وسل دیا اور بندرگاہ سے پیچھے کھلے سمندر کی
طرف ہٹنے لگا۔

ماریا اور مکی دو پکی سہیلیوں نے ایک دوسری کو ہاتھ
ہلا کر الوداع کیا۔

جہاز ہندوستان کی طرف روانہ ہوگیا۔

اب ذرا عنبر کی طرف چلتے ہیں۔ عنبر اس وقت دہلی
میں خدا بخش نابنائی کے گھر رہتا۔ خدا بخش کو عنبر نے

موتی فروخت کر کے آدھی رقم دے دی تھی۔

جس کی مدد سے اس نے اپنے کاروبار کو ترقی دی
ہے۔ اگلے مہینے اس کی جوان بیٹی ممتاز بیگم کی شادی
ہونے والی ہے۔

سارا جہیز تیار ہے۔ عنبر تقریباً سارا دن شہر کے
بازاروں اور باغوں میں گھومتا رہتا ہے کہ شاید کہیں
ماریا کی خوشبو آئے۔

شاید کہیں ناگ کی شکل نظر آجائے۔ اسی طرح
ناگ اس وقت لاہور شہر میں ایک سکھ امیر سردار بکھیل
سنگھ کی حویلی میں گھوڑے کی دیکھ بھال پر نوکر ہوگیا
ہے۔

وہ بھی دن میں کبھی کبھی آج سے سوا سو برس پہلے کے پرانے لاہور کی کچی سڑکوں اور گھنے باغوں میں جاتا ہے کہ شاید کسی جگہ سے اسے ماریا کی خوشبو آئے یا عنبر کی شکل دکھائی دے جائے۔

پیارے قارئین! مئی 1857ء کا مہینہ آ گیا۔

میرٹھ شہر میں فوجوں نے بغاوت کر دی چھاؤنی کو آگ لگا دی۔ جیل خانہ توڑ کر قیدیوں کو رہا کرا لیا۔ انگریزوں کے بنگلے نذر آتش کر دیئے گئے۔

جس نے مقابلہ کرنے کی کوشش کی اسے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ سارے ملک میں بلوہ پھیل گیا۔

افراتفری مچ گئی۔ انگریز منہ چھپانے لگے۔ فوج خلاف ہو گئی۔ سپاہی دہلی میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے میر بحری کا بنگلہ جلا دیا۔

بہادر شاہ ظفر سے فریاد کی کہ ہندوستان کو انگریزوں سے آزاد کرانے کے لیے ان کے سروں پر ہاتھ رکھیں۔ بوڑھا بادشاہ زندگی کے آخری دن مصلے پر عبادت کرتے ہوئے بسر کر رہا تھا۔ باغیوں نے اسے عجیب پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔

دہلی میں جتنے غیر ملکی تھے مار دیئے گئے۔ سارے شہر میں باغیوں نے قبضہ کر لیا۔ انگریزی فوجوں نے پنجاب میں جمع ہونا شروع کر دیا تاکہ یہاں سے فوج

اکٹھی کر کے دہلی پر حملہ کر کے باغیوں کو گرفتار کیا جائے۔

جس سکھ کے پاس ناگ ملازم تھا اس نے بھی انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ناگ بھی انگریزی فوج کے ساتھ دہلی کی طرف روانہ ہو گیا۔

ادھر عنبر جس گھر میں رہتا تھا، وہاں بھی افراتفری مچ گئی۔ اگرچہ یہ شہر پر باغیوں کا قبضہ تھا اور انگریز کا ظلم ختم ہو چکا تھا لیکن خدا بخش نے عنبر سے کہا۔

"بیٹا! میں دیکھ رہا ہوں کہ اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجنے والی ہے۔ اس کے گلی کوچوں میں قتل عام ہو گا۔ انگریز پنجاب سے فوج اور توپیں لے کر دلی پر

چڑھائی کرے گا اور قلعے پر قبضہ کر لے گا"۔

عنبر اس قسم کے کئی انقلاب دیکھ چکا تھا اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ البتہ وہ اپنے میزبان کی پریشانی سے پریشان ضرور تھا۔

اس نے کہا۔

"بابا! میں آپ کے لیے کیا کر سکتا ہوں؟ مجھے حکم دیں۔ میں آپ کی خاطر اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں"۔

خدا بخش نے عنبر کو سینے سے لگا لیا۔

"مجھے اپنی فکر نہیں بیٹا! اگر فکر ہے تو تمہاری بہن کی ہے اگلے ماہ اس کی شادی ہو رہی تھی۔ سارا جہیز

تیار رکھا ہے۔ انگریز آ گئے تو وہ اس شہر کو لوٹ کر ویران
کر دیں گے۔"

خدا جانے ہمارا کیا حشر ہو۔

عنبر کہنے لگا۔

"بابا جان! آپ پریشان نہ ہوں میں آپ
لوگوں کی حفاظت کی قسم کھاتا ہوں۔ اگر شہر میں زیادہ
گڑ بڑ ہو گئی تو میں سینہ تان کر اپنے سامنے کھڑا ہو
جاؤں گا اور دشمن کو پہلے میرے سینے پر وار کرنا ہو
گا"۔

خدا بخش کی بیوی کہنے لگی۔

"بیٹا! وہ لوگ تمہیں بھی نہیں چھوڑیں گے"۔

پھر وہ اپنے خاوند سے مخاطب ہو کر بولی۔

"اگر ہم سارا جہاز کی سامان لے کر اپنے گھر کے
تہہ خانے میں چھپا دیں تو بہتر رہے گا"۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جہیز کا سارا سامان
تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا۔ خدا بخش کا بیٹا اور بیٹی ممتاز
بیگم بھی بڑے فکر مند تھے۔

اصل میں انہیں عنبر کی چھپی ہوئی طاقت کی خبر
نہیں تھی۔ ورنہ وہ اتنے پریشان نہ ہوتے۔ عنبر نے تو
فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ خدا بخش کے خاندان سے حالات
پوری مدد کرے گا۔

ایک روز عنبر شہر کی چار دیواری کے باہر باغ میں

ناگ اور ماریا کی تلاش میں چکر لگا رہا تھا کہ اسے ایک جگہ درختوں کے پیچھے سے مدد مدد کی آوازیں سنائی دیں۔

کوئی عورت مدد کے لیے پکار رہی تھی۔ عنبر بھاگ کر ادھر گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک مکان بنا ہے جس کے برآمدے میں کچھ غنڈے ایک انگریز لڑکی کو باہر گھسیٹ رہے ہیں۔

غدر میں ایسا ہوا تھا کہ جنگ آزادی کے مجاہدوں کے ساتھ شہر کے بدمعاش اور غنڈے بھی شامل ہو گئے تھے۔

جیسا کہ ایسا اکثر ہوا کرتا ہے یہ لوگ بیچے کھچے

انگریزوں کے گھر بار لوٹ کر جلا رہے تھے اور انگریز لڑکیوں کو مہنگے داموں فروخت کر رہے تھے۔

عنبر نے بھی ہندوستان کا ہی لباس پہن رکھا تھا۔ اس نے قریب جا کر ایک غنڈے سے کہا۔

"اس لڑکی کو کیوں مارتے ہو؟"۔

غنڈہ ہندو تھا اس کا نام راموتھا۔ رامو ہنس کر بولا۔

"ارے تو کون ہے بے۔ چل بھاگ جا یہاں سے"۔

تجھے نہیں معلوم غدر پڑ گیا ہے ان انگریز عورتوں کو ہم فروخت کریں گے ان کے باوا کو ہم نے اندر قتل کر

کے ڈال دیا ہے۔

اب عنبر کو معلوم ہوا کہ غنڈے اس انگریز لڑکی کے باپ کو قتل کر چکے ہیں۔ وہ انگریز لڑکی ہاتھ جوڑ کر رحم رحم پکار رہی تھی۔

رامو غنڈہ قہقہے لگا رہا تھا۔ اس کے ساتھی بھی کمر کے ساتھ تلواریں لٹکائے زور زور سے ہنس رہے تھے۔

''رامو دادا! اس حرامزادی کو قتل کر دیتے ہیں۔ یہ شہر میں جا کر بہت شور مچائے گی''۔

جانے کیوں عنبر کو اس سنہرے بالوں والی معصوم سی انگریز لڑکی پر ترس آ گیا۔ اس نے اس کی جان

بچانے کا فیصلہ کر لیا۔

آگے بڑھ کر عنبر نے رامو بدمعاش کو ایک دھکا دیا۔ رامو دھڑام سے پرے جا گرا۔ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

رامو نے تلوار کھینچ لی۔ ساتھی غنڈے بھی تلواریں سونت کر عنبر کی طرف بڑھے۔ عنبر نے لڑکی کو مکان کے اندر بھاگ جانے کو کہا اور خود رامو بدمعاش کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

وہ تنہا تھا۔ رامو بدمعاش مسکرا رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عنبر نہتا ہے اور وہ تلوار کے ایک ہی وار میں اسے دو ٹکڑے کر کے رکھ دے گا۔

اسی لیے اس کے ساتھی بھی تلواریں لے کر پیچھے
ہٹ گئے تھے کہ عنبر ان کا استاد ہی نپٹ لے گا۔ عنبر
نے رامو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"کمینے! عورتوں پر ہاتھ اٹھانا بزدلی ہے۔ اور
اپنی تلوار مجھے دے دے۔"

رامو مذاق میں بولا۔

"تو میری تلوار لے کر کیا کرے گا؟"۔

عنبر نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو قتل کروں گا"۔

"ہاہاہا" رامو نے قہقہہ لگایا۔

"ارے تو اپنی خیر منا، لے بچا میرے وار کو"۔

رامو نے تلوار لہرائی۔ دوسرے غنڈے حیران تھے
کہ عنبر اپنے بچاؤ کے لیے ذرا بھی اپنی جگہ سے نہیں
ہلا۔ اس نے رامو کو پورا پورا موقع دیا کہ وہ اس پر
بھرپور وار کرے، ایسا ہی ہوا۔

رامو نے تلوار کا بھرپور وار عنبر کی گردن پر کر دیا۔

دوسرے بدمعاشوں نے منہ پرلی طرف کر لیا۔ وہ
عنبر کی گردن اترتی نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ انگریز لڑکی
بھاگ کر دروازے کے پیچھے چھپی دیکھ رہی تھی۔

اس نے بھی اپنی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ لیا۔ وہ اپنے
محسن کو قتل ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھی۔ لیکن اب جو اس
نے آنکھوں پر سے ہاتھ اٹھا کر دیکھا تو ہکا بکا ہو کر رہ

گئی۔

عنبر کی گردن پر پڑنے کے بعد رامو بدمعاش کی تلوار ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو چکی تھی۔ عنبر نے زمین پر گرا ہوا تلوار کا ٹکڑا اٹھا کر زور سے رامو کی طرف پھینکا۔ آدھی تلوار کا پھل رامو کے سینے میں گھس گیا۔ وہ ہائے کہہ کر زمین پر گر پڑا۔

اس کے ساتھی آگے بڑھے۔ عنبر نے ایک بدمعاش کو گرا کر اس کی تلوار چھین لی اور مقابلہ شروع ہو گیا۔

رامو کے ساتھی بھلا عنبر کا کہاں تک مقابلہ کر سکتے تھے۔ بس دو منٹ کے بعد ان کی لاشیں زمین پر تڑپ

رہی تھیں۔ عنبر نے انگریز لڑکی سے کہا۔

"تمہیں یہ گھر چھوڑ کر میرے ساتھ چلنا ہو گا، لیکن اندر جا کر نوکرانیوں والے کپڑے پہن لو"۔

لڑکی بدحواس تھی۔ بھاگ کر اندر گئی اور لمبی سی سیاہ چادر اوڑھ کر باہر آ گئی۔ عنبر نے اسے ساتھ لیا اور شہر کی گلیوں گلیوں ہو کر خدا بخش کے گھر آ گیا۔

بابا جان! غنڈوں نے اس انگریز لڑکی الزبتھ کے ماں باپ کو قتل کر دیا ہے۔ گھر بار لوٹ لیا ہے۔ میں نے اسے پناہ دی ہے۔

چاہتا ہوں کہ اس تہہ خانے میں اس وقت تک رکھا جائے جب تک حالات ٹھیک نہیں ہو جاتے۔

خدا بخش نے کہا۔

بیٹا! یہ بڑا نیک کام ہے۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم سے جو ہو سکا اس بچی کی خدمت کریں گے۔ اگرچہ اس میں ہماری جانوں کا بھی خطرہ ہے۔

غنڈے گلی گلی دندناتے پھرتے ہیں اگر انہیں ذرا بھی بھنک پڑ گئی تو وہ اس انگریز بچی کے ساتھ ہمیں بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔

لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں ہم الزبتھ کی حفاظت کریں گے۔

"شکریہ بابا جان! مجھے آپ سے یہی امید تھی"۔

الزبتھ کو تہہ خانے میں پہنچا دیا گیا وہاں اس کی

ضرورت اور سہولت کی ہر شے رکھ دی گئی۔ وہ اپنے ماں باپ کی وفات سے بڑی پریشان تھی۔ لیکن عنبر ممتاز بیگم اور اس کے ماں باپ کی شفقت اور محبت بھرے سلوک نے اسے کافی حوصلہ دیا۔

اسی طرح ایک مہینہ اور گذر گیا۔

ناگ اپنے سکھ امیر کھیل سنگھ کے ساتھ انگریز کمانڈر کے ماتحت چھوٹی سی فوج لے کر دہلی شہر سے دور ایک جگہ پڑاؤ ڈال کر بیٹھ گیا تھا۔

انگریز کمانڈر دہلی پر حملہ کر کے فیروز پور شہر اور سکھ ریاست پٹیالہ کی جانب سے آنے والی سکھ فوج کا انتظار کر رہا تھا۔

اس نے فیصلہ کیا کہ کسی جاسوس کو دہلی شہر بھیجا جائے تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہاں باغیوں کی کیا پوزیشن ہے۔

ناگ کے نام کی پرچی نکل آئی۔ سردار اور انگریز کمانڈر نے ناگ کے ذمے یہ ڈیوٹی لگائی کہ وہ دہلی جا کر جاسوسی کرے۔

ناگ کو اس بات کا احساس ہو چکا تھا کہ جن لوگوں کو یہ انگریز اور سکھ سردار باغی کہہ رہے ہیں، وہ جنگ آزادی کے مجاہد ہیں اور انگریزوں کے ظلم کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ہیں

اس اعتبار سے وہ آزادی کے سپاہی تھے۔ مگر

ناگ نے اپنے دل کا خیال کسی پر ظاہر نہیں کیا تھا وہ خاموش رہا۔ جاسوسی کے بہانے اسے دہلی جانے کا موقع مل رہا تھا۔ وہاں وہ عنبر اور ماریا کو بھی تلاش کر سکتا تھا۔

ناگ کو ایک عام ہندوستانی کا لباس پہنا دیا گیا۔ آدھی رات کو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر دہلی کی طرف کوچ کر گیا۔

صبح کے وقت وہ شہر کے دروازے پر پہنچ گیا۔ معلوم ہوا دروازہ بند ہے۔ نہ کوئی شہر میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ باہر آ سکتا ہے۔

ناگ نے سوچا کہ گھوڑے پر شہر کی چار دیواری

کے گرد چکر لگانا چاہیے۔ شاید کہیں سے اندر جانے کا
کوئی راستہ مل جائے۔ آخر اسے ایک جگہ تنگ سا
راستہ نظر آیا جو ایک باغ میں داخل ہوتی نہر کے
دہانے پر تھا۔

ناگ نے گھوڑے کو وہیں چھوڑ دیا اور خود اس تنگ
راستے سے گذر کر شہر میں داخل ہو گیا۔

شہر میں دن نکل چکا تھا۔ ہر طرف بڑی چہل پہل
تھی۔ سارے شہر پر مجاہدین آزادی کا راج تھا۔ بے
شک کچھ غنڈے بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔

جنہوں نے بعض دکانیں لوٹ لی تھیں اور گھروں
کو آگ لگا دی تھی۔ دوپہر تک ناگ شہر کی سڑکوں

اور گلی کوچوں میں پھرتا رہا۔ اسے عنبر کہیں بھی دکھائی نہ
دیا۔

شام کو وہ ایک سرائے میں آ گیا۔ اس کا قیام اسی
سرائے میں تھا۔ دہلی میں اسی طرح آوارہ گردی
کرتے اسے تیسرا دن جا رہا تھا کہ ایک دن اس کا
گذر شاہی قلعے کے قریب سے ہوا۔

قلعے کے اندر شاہی محلات کی باہ دریاں اور برج
اور گنبد دھوپ میں پک رہے تھے۔ قلعے کی دیوار کے
اوپر مغل فوج پہرہ دے رہی تھی۔

قلعے کا بڑا دروازہ بند تھا۔ چھوٹی کھڑکی بھی بند
تھی۔ ہر طرف خاموشی اور سناٹا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے

یہاں کچھ نہ کچھ ہونے والا ہے۔

ناگ نے یہاں آ کر مجاہدوں کی جاسوسی کا خیال چھوڑ دیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ اگر اسے واپس سردار یا انگریز کمانڈر کے پاس جانا پڑا تو کہہ دے گا کہ شہر میں باغیوں نے بڑی تیاری کر رکھی ہے۔

اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں کہے گا اب وہ عنبر اور ماریا کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ عنبر اسی شہر میں کسی جگہ قیام رکھتا ہے۔ ناگ کو دہلی میں آئے ساتواں روز گذر رہا تھا۔ وہ ایک ہفتے کے لیے آیا تھا۔ ہفتے بعد اسے واپس جا کر رپورٹ کرنی تھی۔

عنبر اور ماریا بھی اسے کہیں نہیں مل رہے تھے

چنانچہ وہ دہلی سے واپس روانہ ہو گیا۔ انگریزی فوج کے پڑاؤ پر جا کر ناگ نے یونہی رپورٹ کر دی کہ باغی بڑی زبردست تیاریاں کر رہے ہیں اور شہر میں انگریزوں کے خلاف لوگوں میں بڑا جذبہ پایا جاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔ ادھر ریاست پٹیالہ اور فیروز چھاؤنی سے انگریزوں کی حمایت میں سکھوں کی فوج بھی آ گئی۔

ان کے ساتھ توپیں بھی تھیں۔ انگریز کمانڈر نے دہلی پر حملے کا حکم دے دیا۔ فوج دہلی کی طرف روانہ ہو گئی۔ ناگ بھی فوج کے ساتھ تھا۔

دہلی میں باغیوں نے اچھی خاصی تیاری کر رکھی

تھی مگر شاہی محل میں سازشیں ہو رہی تھیں اور کچھ امیر وزیر انگریزوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ انگریزی فوج نے دہلی شہر کے باہر پہنچ کر توپیں لگا دیں اور گولہ باری شروع کر دی۔

شہر میں شور مچ گیا۔ انگریزی فوج آ گئی۔ لوگوں میں ہراس پھیل گیا۔ غنڈوں نے مکانوں کو لوٹنا شروع کر دیا۔

مغل فوج نے بھی قلعے کی دیوار سے انگریزی فوج پر گولہ باری شروع کر دی۔

انگریزی فوج کو باہر سے مدد مل رہی تھی۔ مغل فوج شہر کے اندر بند تھی۔ اسے باہر سے کوئی مدد نہیں مل رہی

تھی۔

انگریزوں نے کشمیری دروازے پر توپ کے گولے مار مار کر اسے توڑ دیا اور انگریزی فوج شہر میں داخل ہو گئی شہر میں کہرام مچ گیا۔

انگریزی فوج نے شہر میں داخل ہوتے ہی قتل عام شروع کر دیا۔ لوگوں نے باہر کو بھاگنا شروع کر دیا مگر جو کوئی باہر نکلتا انگریز فوجی اسے قتل کر دیتے۔

گورے گھروں میں جا کر روپیہ اور دولت طلب کرتے۔ اگر گھر والے دولت ان کے حوالے نہ کرتے تو وہ بندوق مار کر مار ڈالتے۔

عبر اپنے گھر میں چھپا بیٹھا تھا۔ تہہ خانے میں

انگریز لڑکی الزبتھ بھی چھپی بیٹھی تھی۔ گورے گھر میں
داخل ہوئے تو عنبر نے الزبتھ کو ان کے حوالے کر دیا۔

الزبتھ نے کہا کہ ان لوگوں نے اس کی عزت اور
جان بچائی ہے۔ گوروں نے عنبر، خدا بخش اس کی بیوی
اور بیٹے کو کچھ نہ کہا۔ وہ الزبتھ کو اپنے ساتھ لے گئے۔

عنبر نے کہا

''اب ہمیں بھی بابا جان یہاں سے نکل جانا
چاہیے کیونکہ اگر دوسرے گورا فوج کے سپاہی آ گئے تو
ہم اپنی جان نہ بچا سکیں گے''۔

خدا بخش نے کہا۔

''میری بیٹی کا جہیز یہاں پڑا ہے۔ اس کا کیا بنے

گا؟''۔

عنبر بولا۔

''آپ لوگ شہر سے باہر ہمایوں کے مقبرے میں
چلے جائیں میں یہاں رہ کر آپ کی بچی کے جہیز کی
حفاظت کروں گا''۔

چنانچہ خدا بخش اپنے بیوی بچوں کے ساتھ شہر سے
باہر نکل گیا عنبر اسی گھر میں رہا۔

سارے شہر میں گورا فوج نے قبضہ کر لیا تھا اور
باغیوں کو پکڑ پکڑ کر قتل کیا جا رہا تھا۔ دو گورے اچانک
دروازہ توڑ کر اندر آ گئے اور بندوق تان کر عنبر سے
بولے۔

"سونے چاندی کے زیور ہمارے حوالے کردو"۔

عنبر نے کہا۔

"یہاں کچھ نہیں ہے بھائی! میں ایک غریب آدمی ہوں۔ میرے پاس سونا چاندی کہاں؟"۔

گورے تہہ خانے میں اتر گئے۔ وہاں ممتاز بیگم کے جہیز کے سونے کے زیورات رکھے تھے۔ گوروں نے انہیں اٹھالیا اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کمینے! ہم کو دھوکا دے رہے تھے۔ تمہیں اس کی سزا ملے گی"۔

اور گورے نے عنبر پر بندوق کا فائر کر دیا۔ گولی عنبر کے سینے پر لگی اور پھر نیچے زمین پر گر پڑی۔ گورا

منہ پھاڑے تکنے لگا۔

دوسرے گورے نے فائر کیا تو ایک بار پھر گولی عنبر کے سر سے ٹکرا کر فرش پر گر پڑی۔ اب تو گوروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"تم کون ہو؟"۔

ایک گورے نے پوچھا۔

"ابھی بتاتا ہوں"۔

عنبر نے کہا اور اس کے ساتھ ہی گورے کے ہاتھ سے بندوق چھین کر دونوں گوروں پر فائرنگ کر دی۔

دونوں گوروں کی لاشیں زمین پر تڑپنے لگی۔

عنبر تہہ خانے سے نکل کر اوپر آ گیا۔ بندوق اور

کارتوس کی پیٹی وہ اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ اس نے تہہ خانے کو تالا ڈالا اور شہر سے باہر نکل کر ہمایوں کے مقبرے کی طرف چل پڑا۔

اس کا خیال تھا کہ وہ خدا بخش کو جا کر کہے گا کہ وہ اس کی بیٹی کے جہیز کی اب حفاظت نہیں کر سکتا۔

ہمایوں کے مقبرے کی جانب کچی سڑک ویران تھی۔

جگہ جگہ شہریوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ شہر کے دروازوں میں گوروں نے ٹکٹیاں لگا کر حریت پسندوں کو پھانسیوں پر لٹکا رکھا تھا۔

عنبر خاموشی سے گھوڑے پر سوار مقبرے کی طرف

چلتا چلا گیا۔ ادھر بادشاہ کو بھی انگریز سازش کر کے ہمایوں کے مقبرے پہنچا چکے تھے۔

اور اب اسے گرفتار کر کے واپس لا رہے تھے۔ خونی گیٹ پر پہنچ کر انگریز کمانڈر ہڈسن نے مغل شہزادوں کو قتل کر دیا اور سر بادشاہ ظفر کو پیش کیے۔

عنبر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اور خاموش تھا کیونکہ اسے معلوم تھا کہ یہ تاریخ کا فیصلہ ہے اور اسے کوئی نہیں روک سکتا۔

ہمایوں کے مقبرے کے باہر لوگ کیمپ لگا کر پڑے تھے۔ اس نے خدا بخش کو ڈھونڈ لیا اور چابیاں اس کے حوالے کر کے واپس آ گیا اب وہ اس شہر سے

چلا جانا چاہتا تھا۔

کیونکہ اس شہر میں اس کا دل نہیں لگتا تھا۔ وہ دہلی سے نکل کر لکھنؤ آ گیا۔ یہاں بھی انگریزی فوج نے محاصرہ کر رکھا تھا۔

عنبر کسی نہ کسی طرح پہنچ گیا۔ اتنا خوبصورت محلوں، گنبدوں، مقبروں اور باغوں والا شہر اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

لیکن یہاں موت کے سائے لہرا رہے تھے۔ وہ ایک پرانے مقبرے کے ٹھنڈے کمرے میں جا کر لیٹ گیا۔ اسے نیند آ گئی۔

آنکھ کھلی تو شہر میں توپوں کی آوازیں گونج رہی

تھیں۔ باہر نکل کر دیکھا کہ شہر کی دیوار ایک جگہ سے ٹوٹ گئی تھی اور گورا فوج اندر داخل ہوتے ہوئے قتل عام کر رہی تھی۔

لکھنؤ میں بھی دہلی شہر والی تباہی اور قتل عام شروع ہو گیا تھا۔ وہ سارا دن اس مقبرے پڑا رہا۔ رات ہو گئی تو پھر وہیں لیٹ کر سونے کی تیاری کرنے لگا۔

وہ اونگھ ہی رہا تھا کہ اسے آوازیں سنائی دیں۔ ایک عورت بڑی پریشانی کے عالم میں کسی مرد سے کہہ رہی تھی۔

"خدا کے لیے مختار صاحب محل میں جا کر میری بچی کو ان ظالم گوروں کی قید سے بچا لاؤ۔ نہیں تو میں اسی

مقبرے میں اپنی جان دے دوں گی''۔

مرد کہہ رہا تھا۔

''بیٹی عالم جان! میں نے بہت کوشش کی مگر شہزادی کا کوئی سراغ نہ ملا۔ خدا جانے ظالم اسے کہاں لے گئے ہیں''۔

عورت نے کہا۔

''وہ شاہی محل کے مہمان خانے میں ہی ہوں گے۔ انگریز کمانڈر اسی جگہ اترا ہے۔ سب شہزادیوں کو اسی مہمان خانے میں قید رکھا ہے۔ تم جاؤ۔ نہیں تو میں خود جاتی ہوں''۔

''خدا کے لیے ایسا نہ کرنا عالم جان! شاہی

خاندان کی تم ایک نشانی رہ گئی ہو۔ تم ٹھہرو۔ میں جاتا ہوں۔ اگر میں واپس نہ آیا تو سمجھ لینا کہ قتل ہو گیا ہوں''۔

''خدا نہ کرے ایسا ہو''۔

عنبر بڑی خاموشی سے ان لوگوں کے سامنے جا کھڑا ہو گیا۔ دیے کی روشنی میں دیکھا کہ ایک پختہ عمر کی عورت رو رہی ہے۔ جس کے چہرے پر ملکاؤں جیسا وقار تھا۔

مرد بوڑھا تھا اور اسے حوصلہ دے رہا تھا۔ عنبر کو سامنے دیکھ کر مرد نے خنجر نکال لیا۔

عنبر نے کہا۔

"بابا جان! میں تم لوگوں کی مدد کے لیے یہاں آیا ہوں"۔

عمبر نے مختصر الفاظ میں اپنا تعارف کرایا کہ وہ تاجر ہے۔ لکھنؤ میں تجارت کے لیے آیا تھا۔ غدر ہو گیا تو اس مقبرے میں چھپ کر زندگی کے دن گزار رہا ہوں۔

معلوم ہوا کہ وہ عورت اودھ کے شاہی خاندان کی ہے اور گوروں نے اس کے محل کو لوٹ کر اس کی بیٹی شہزادی جہاں آرا کو قید کر لیا ہے۔ عالم جان اور مختار اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔ مگر عمبر نے تھوڑی باتیں کیں تو ان کا شک دور ہو گیا۔

اور وہ بخوشی عمبر کو شہزادی جہاں آراء کی تلاش میں روانہ کرنے پر تیار ہو گئے۔ لیکن عالم نے کہا۔

"بیٹے اس میں تمہاری جان کا بھی خطرہ ہے"۔

عمبر بولا۔

"میری جان کی آپ فکر نہ کریں۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا"۔

قلعے کی تباہی

شہر میں لوٹ مار مچی تھی۔

کئی جگہوں پر آگ بھی لگی تھی۔ دھواں مکان سے اٹھ رہا تھا۔

عنبر اس وقت ایک عام مغل تاجر کے لباس میں تھا۔ سر پر پگڑی، چوڑی دار پاجامہ، انگرکھا اور کمر کے گرد لپٹا ہوا پٹکا۔

ایک پستول اس کی کمر کے ساتھ بندھا تھا۔ جس شاہی محل کے شاہی مہمان خانے میں انگریز کمانڈر نے اپنا دفتر بنا رکھا تھا اور جس کے تہہ خانے میں شہزادی جہاں آرا قید تھی، اس کے بارے میں مختار بابا نے عنبر کو راستہ بتا دیا تھا۔

گورا فوج شہر کے گلی کوچوں میں گشت لگا رہی تھی۔ کئی چوکوں میں عنبر نے لوگوں کو پھانسیوں پر لٹکتے دیکھا۔ وہ خاموشی سے سر لپیٹے شاہی محل کی طرف چلا جا رہا تھا۔

آخر وہ شاہی محل پہنچ گیا۔

سرخ پتھروں کی شاندار عمارت تھی جس کے اوپر

گوروں کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ باہر گورا فوج پہرہ دے رہی تھی۔ سوچنے لگا، اندر کیسے جائے۔ کیوں کر جائے؟ ابھی باہر ہی گھوم رہا تھا۔ کہ ایک گورے نے اسے پکڑ لیا۔

’’کون ہو تم؟ ادھر کیا کر رہے ہو؟‘‘۔

عنبر نے کہا۔

’’میں تاجر ہوں، جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتا ہوں۔ یہاں میری ایک بہن رہتی تھی۔ اس کی تلاش میں آیا ہوں‘‘۔

گورے سپاہی نے ایک زوردار مکا عنبر کی گردن پر مارا اور بولا۔

’’کالے سور! جھوٹ بکتا ہے۔ صاف کیوں نہیں کہتا کہ ہمارے کمانڈر کو قتل کرنے آیا ہے۔ یہ پستول کس لیے ساتھ رکھا ہے‘‘۔

گورے نے عنبر کا پستول چھین لیا اور اسے پکڑ کر انگریز کمانڈر کے پاس لے گیا۔

’’سر! یہ کوئی جرائم پیشہ آدمی ہے۔ مشکوک حالت میں ہمارے ہیڈ کوارٹر کے آس پاس گھوم رہا تھا‘‘۔

انگریز کمانڈر نے اپنی لمبی مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

’’اسے قید میں ڈال دو‘‘

پھر بولا۔

"ٹھہرو"۔

اور عنبر کی طرف گھور کر بولا۔

"کون ہو تم؟ کہاں سے آئے ہو؟ یہاں کیا کر رہے تھے؟"۔

عنبر نے وہی بات پھر دہرا دی کہ تاجر ہوں۔ بھن کی تلاش میں آ گیا تھا۔ گورے کمانڈر کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے تلوار کی نوک عنبر کے سینے پر رکھ کر کہا۔

"کیا تمہیں معلوم ہے، یہاں اودھ کا شاہی خزانہ کس محل میں دفن ہے؟ تم ضرور خزانے کی تلاش میں آئے ہو"۔

عنبر اس کا منہ تکنے لگا۔ بات یہ تھی کہ انگریزوں

نے اودھ کے شاہی محلات پر قبضہ کر لیا تھا۔ انہیں لوٹ مار میں کروڑوں کے زیورات اور جواہرات ملے تھے۔

لیکن شاہان اودھ کا شاہی خزانہ کہیں نہیں مل رہا تھا۔ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ حضرت محل نے خزانے کو شاہی محل کے کسی خاص تہہ خانے میں دفن کر کے اس کا نقشہ اپنے خاص ملازم کو دے کر وہاں سے بھگا دیا ہے۔

عنبر نے کہا۔

"جناب! مجھے خزانے کے بارے میں کچھ معلوم نہیں"۔

گورے کمانڈر نے عنبر کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا۔

عنبر کے لیے یہ بے عزتی ناقابل برداشت تھی۔ اس نے گورے کے منہ پر ایک ایسا مکا جواب میں مارا کہ وہ الٹ کر میز کی دوسری جانب گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

سپاہیوں نے اسے پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور مارنا شروع کر دیا۔ بھلا عنبر پر مار پیٹ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جس جس نے عنبر کو مارا اس کے ہاتھ زخمی ہو گئے۔ سبھی حیران تھے کہ عنبر پر مار پیٹ کا اثر کیوں نہیں ہو رہا۔ اتنے میں کمانڈر کو ہوش آ گیا۔ اس

نے غضب ناک ہو کر عنبر کو دیکھا اور کہا۔

''اسے قید کر دو۔ صبح میں اپنے ہاتھ اسے پھانسی دوں گا''۔

عنبر کو تہہ خانے میں لے جا کر قید کر دیا گیا۔

عنبر اس خیال سے قید میں پڑ گیا کہ شاید اسی بہانے اسے شہزادی جہاں آرا کی کوئی خبر مل جائے گی۔ قید خانہ کیا تھا بس ایک پتھر کے فرش والی کوٹھڑی تھی جس میں دن کے وقت بھی اندھیرا تھا۔

ایک گورا باہر پہرہ دے رہا تھا۔ عنبر کچھ دیر خاموش بیٹھا سوچتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ پھر اس نے پہرے دار کو آواز دے کر کہا۔

"گورا صاحب! میری ایک بات سنو گے؟"۔

پہلے تو پہرے دار گورے نے کوئی توجہ نہ دی۔

جب عنبر نے بار بار اسے آوازیں دیں تو وہ گالی دیتا کوٹھڑی کی سلاخوں کے پاس آ کر بولا۔

"بولو کیا بکتا ہے تم؟"۔

عنبر نے کہا۔

"دیکھو مسٹر! مجھے معلوم ہے کہ شاہی خاندان کا خزانہ کس جگہ دفن ہے۔ اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ شہزادی جہاں آرا کس جگہ قید ہے تو میں تمہیں خزانے کا نقشہ بتا دوں گا"۔

گورے سپاہی نے کہا۔

"خزانہ کس جگہ دفن ہے، پہلے بتاؤ"۔

عنبر جھٹ کہنے لگا۔

"خزانہ اسی تہہ خانے میں ایک خفیہ جگہ پر دبایا گیا ہے۔ تم مجھے شہزادی کے پاس لے چلو۔ میں تمہیں خزانے کا پتا بتائے دیتا ہوں"۔

گورے سپاہی نے سوچا کہ اسے شہزادی کے پاس لے جا کر خزانے کا پتا پوچھتے ہیں۔ بعد میں اسے پھر گرفتار کر لیں گے۔ آخر یہ کیا کرے گا۔

نہتا ہی تو ہے۔ جب کہ گورے سپاہی کے پاس بندوق اور تلوار بھی تھی۔ گورے نے عنبر کو کوٹھڑی سے نکال کر کہا۔

"آؤ میں تمہیں شہزادی کے پاس لیے چلتا ہوں، لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ خزانہ کہاں ہے؟"۔

عنبر کوٹھڑی سے نکل کر گورے سپاہی کو ایک جگہ تہہ خانے میں لے گیا اور بولا

"خزانہ اس جگہ دفن ہے۔ اب بتاؤ شہزادی کہاں ہے؟"۔

گورے سپاہی نے مشعل کی روشنی میں ادھر ادھر دیکھا اور کہا۔

"شہزادی! اوپر والے برج میں قید ہے۔ مگر تمہیں خزانہ کھود کر نکالنا ہوگا۔ جب مجھے خزانہ دکھاؤ گے تو میں تمہیں اوپر برج میں شہزادی کے پاس لے

چلوں گا"۔

عنبر کے لیے بس اتنی اطلاع ہی کافی تھی کہ شہزادی اوپر برج میں قید ہے۔ اس نے کہا۔

"مسٹر گورا ہم تو اوپر جاتے ہیں شہزادے کے پاس اب تم یہاں خزانے کے ساتھ ٹکریں مارتے رہو"۔

سپاہی غصے میں آ گیا۔ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ جھٹ تلوار نکال کر عنبر کی طرف بڑھا۔

عنبر نے ہنس کر کہا۔

"مسٹر گورا ہمیں تمہارے بہن بھائی پر ترس آتا ہے جو انگلستان میں تمہارا انتظار کرتا ہے۔ ہمارے

ہاتھ سے مت مرو۔ ہمیں اوپر جانے دو"۔

بھلا گورا کب مانتا تھا۔ اور پھر اگر قیدی یوں بھاگ جاتا تو کمانڈر اسے قید کر لیتا۔ اس نے تو سوچا تھا کہ خزانے کا پتا پوچھ کر اسے پھر سے بند کر دیں گے۔

وہ عنبر کی طرف تلوار لے کر بڑھا۔ عنبر نے ہاتھ بڑھا کر تلوار پھل کی طرف سے پکڑ لی۔ اب گورا تلوار کھینچ رہا ہے تا کہ عنبر کا ہاتھ کٹ جائے۔ لیکن تلوار تو گویا کسی شکنجے میں آ گئی تھی۔

عنبر نے ایک جھٹکا دیا۔ تلوار ٹوٹ کر گر پڑی۔ گورے نے بندوق کا منہ عنبر کی طرف کر دیا۔ عنبر نہیں

چاہتا تھا کہ بندوق کی آواز سن کر اوپر سے کوئی نیچے آ جائے۔

اس نے جلدی سے پکڑ کر کھینچا۔ گورا زمین پر گرا۔ عنبر نے اس کی گردن پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔ گورے سپاہی کو یوں لگا جیسے کسی ہاتھی نے اپنا پاؤں اس کی گردن پر رکھ دیا ہو۔

اس کا سانس بند ہو گیا۔ وہ ہاتھ پاؤں مارنے لگا۔ مگر عنبر کے پاؤں کے نیچے سے نہ نکل سکا۔ یہاں تک کہ اس کا دم نکل گیا۔

عنبر نے گورے سپاہی کی لاش کو اسی جگہ چھوڑا اور دیوار کے ساتھ چلتا چھپ چھپا کر محل کے اوپر آ گیا۔

چھت کے کونے پر ایک برج بنا تھا۔

اس کا دروازہ بند تھا۔ رات ہو گئی تھی اور شاہی محل کے کونوں پر مشعلیں روشن تھیں۔ وہاں تک روشنی کم آ رہی تھی۔

عنبر برج کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ بند تھا اور تالا لگا تھا۔ عنبر نے منہ کواڑ کے ساتھ لگا کر آواز دی۔

''جہاں آرا شہزادی اندر ہے کیا؟''۔

اندر سے ایک کمزور سی آواز آئی۔

''کون ہے باہر؟''۔

عنبر نے کہا۔

''گھبراؤ نہیں شہزادی! مجھے تمہاری والدہ نے بھیجا ہے''۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے لوہے کے مضبوط تالے کو ایک ہی جھٹکے سے مروڑ کر پھینک دیا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر گیا۔

دیے کی روشنی میں ایک نہایت خوبصورت مگر اداس لڑکی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ وہ عنبر کو دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

عنبر نے کہا۔

''زیادہ باتیں کرنے کا وقت نہیں ہے۔ تمہاری والدہ شہر سے باہر مختار کے ساتھ ایک خانقاہ میں تمہارا

انتظار کر رہی ہے۔ میں بڑی مشکل سے تمہارے پاس پہنچا ہوں۔ آؤ میرے ساتھ''۔

شہزادی پہلے تو ذرا ہچکچائی ۔ پھر عنبر کے یقین دلانے پر اس کے ساتھ چل پڑی۔ عنبر چھتوں چھت ہوتا اسے لے کر شاہی محل کے عقب میں آ گیا۔ یہاں آموں کا باغ تھا۔ ایک درخت کی شاخیں محل کی چھت پر جھکی ہوئی تھیں۔

عنبر نے یہاں سے شہزادی کو نیچے اتارا اور خود بھی اتر آیا۔

رات گہری ہو گئی تھی۔ سپاہی چاروں طرف پہرہ دے رہے تھے۔ شہر میں کہیں کہیں مکانوں کو اب بھی

آگ لگی تھی۔ دور سے کسی وقت گولی چلنے کی آواز آ جاتی تھی۔ عنبر نے شہزادی کو ساتھ لیا اور چلنے لگا تو شہزادی نے کہا۔

''بھائی! تم ان راستوں سے بے خبر ہو۔ میں یہ سارے راستے جانتی ہوں۔ اگر اس وقت ہم گئے تو پکڑے جائیں گے''۔

عنبر نے سوچا کہ شہزادی ٹھیک کہتی ہے۔ شہر میں چپے چپے پر گورا فوج کے سپاہی پھر رہے ہیں۔ وہ کس کس سے اسے بچاتا پھرے گا۔

اس نے پوچھا۔

''پھر کیا کریں؟''۔

شہزادی نے قدرے رک کر کہا۔

"یہاں قریب ہی ایک مزار ہے۔اس کے متولی کی بیٹی ہماری نوکرانی تھی۔ ہم وہاں جا کر پناہ لیتے ہیں۔ پھر میں کل بھیس بدل کر وہاں سے نکل چلوں گا"۔

عنبر کو یہ ترکیب پسند آ گئی۔شہزادی اسے مزار میں لے کر آ گئی۔اس کی بیٹی نے جھک کر شہزادی کو ادب سے کیا اور رونے لگی کہ خدا کا شکر ہے اس نے شہزادی کو زندہ سلامت دکھایا۔

شہزادی نے اسے سارا حال بتا دیا کہ وہ رات آرام کریں گے اور صبح بھیس بدل کر وہاں سے نکل

جائیں گے۔

رات گذر گئی۔دوسرے دن وہاں قیامت برپا ہو گئی، کیونکہ شاہی قید سے شہزادی اور عنبر ایک گورے کو ہلاک کر کے غائب ہو گئے تھے۔

چاروں طرف فوج آ گئی۔اور گھر گھر خانہ تلاشی شروع ہو گئی۔اب وہ بھی پریشان ہو گئے۔باہر نکلنا خطرناک تھا۔

متولی نے کہا۔

آپ لوگوں کو یہاں رہنا درست نہیں ہے۔قبرستان میں ایک کوٹھڑی ہے۔جہاں پرانا کاٹھ کباڑ پڑا رہتا ہے۔

میری مانیے وہاں چلے جائیں۔ جب ذرا امن ہو گا۔ یہاں بلالوں گا۔

عنبر نے سوچا کہ بڑے میاں کو اپنی جان کی فکر ہے۔ اور پھر جوان بیٹی کا باپ ہے۔ ٹھیک سوچتا ہے کہ کہیں بے چارے کی عزت برباد نہ ہو جائے۔

وہ شہزادی کو لے کر قبرستان کی پرانی کوٹھڑی میں آ گیا۔ اس کوٹھڑی کی دیواروں اور چھت پر جنگلی بیلیں چڑھی ہوئی تھیں اور دور سے وہ گھاس پھونس کا ڈھیر معلوم ہوتی تھی۔

متولی نے انہیں کھانے پینے کے لیے سب کچھ پہنچا دیا۔

دوپہر کے بعد وہاں گورا سپاہی آ گئے۔ انہوں نے متولی کے گھر کی ساری تلاشی لی۔ پھر قبرستان میں ادھر ادھر گھومنے پھرنے لگے۔

یہ کل چار گورے تھے۔ بندوقیں تلواریں کندھوں پر تھیں۔ عنبر اور شہزادی دھڑکتے دل کے ساتھ دروازے کے سوراخ سے لگے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

اچانک ایک۔ سپاہی باقی تینوں۔ سپاہیوں سے الگ ہو کر کوٹھڑی کی طرف آ گیا۔ عنبر نے آنکھیں بند کر کے دل میں کہا۔

"اف! کم بخت کی موت اسے میری طرف لے

آئی''۔

سپاہی نے دروازے کو جھک کر دیکھا۔ عنبر نے دروازہ کھول دیا۔

''اندر آجاؤ گورا صاحب!''

گورا حیران ہو کر عنبر کو تکنے لگا۔

''کون ہو تم؟''۔

''سر میں ایک مردہ ہوں۔ ابھی ابھی قبر سے باہ نکلا ہوں کہ آپ کا استقبال کروں''۔

اس سے پہلے کہ گورا سپاہی اپنے ساتھیوں کو آواز دیتا، عنبر نے اسے گردن سے دبوچ لیا۔ اس کی آواز ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گئی۔

عنبر نے اسے جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد باقی تین سپاہی اپنے ساتھی کو آوازیں دینے لگے۔

شہزادی کو چھوڑ کر وہ اپنے ساتھی کو تلاش کرنے لگ گئے۔ پھرتے پھراتے وہ بھی کم بخت جھونپڑی کے پاس آگئے۔

انہوں نے جھاڑیوں کو ایک طرف ہٹا کر دیکھا کہ پرانی سی کوٹھڑی کا دروازہ ہے تو اسے زور سے ٹھوکر ماری۔ دروازہ کھل گیا۔

عنبر نے شہزادی جہاں آرا کو کرنے میں گھاس کے ڈھیر تلے چھپا دیا تھا۔ عنبر باہر نکل آیا۔

"گڈ مارننگ گورا سر!"۔

سپاہی عنبر کا منہ تکنے لگے۔

"ویل! تم کون ہو کالا آدمی؟"۔

عنبر نے جھک کر کہا۔

"سر! میں وہ سامنے والی قبر کا مردہ ہوں۔ اس کوٹھڑی میں تھوڑی سی گھاس کے لیے آ گیا تھا۔ اگر حکم ہو تو آپ کو گھاس پیش کروں؟"۔

سپاہی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔

"ویل کوئی پاگل آدمی ہے یہ"۔ سپاہی بولا۔

ایک سپاہی نے کہا۔

"لیکن ہمیں کوٹھڑی کی تلاشی لینی چاہیے۔ ہو سکتا

ہے ہمارا ساتھی اس پاگل نے چھپا رکھا ہو"۔

عنبر پرے ہٹ گیا۔

"ضرور ضرور تلاشی لیں ہماری کوٹھڑی کی۔ مگر اس کوٹھڑی میں آپ لوگوں کو سوائے ملک الموت کے اور کوئی نہیں ملے گا"۔

"بکواس بند کرو پاگل آدمی"۔ سپاہی نے عنبر کی گردن پر بندوق کا دستہ مارتے ہوئے کہا۔

اس کا خیال تھا کہ عنبر گر پڑے گا۔ لیکن وہ چٹان کی طرح اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ دوسرے دو سپاہی گھاس کے خشک ڈھیر کو تکنے لگے۔

"اس میں ضرور کوئی چھپا ہے۔ سالا گھاس ابھی ملا

تھا''۔

اتنے میں ایک سپاہی کی چیخ نکل گئی۔

''ہمارے ساتھی کی لاش یہ پڑی ہے''۔

سارا کام خراب ہو گیا تھا۔ عنبر نے بڑی کوشش کی تھی کہ ان گورے سپاہیوں کی جان بچ جائے اور وہ خاموشی سے واپس چلے جائیں اب یہ بات ناممکن ہو گئی تھی۔ دونوں گورے سپاہیوں نے عنبر کو پیچھے سے دبوچ لیا۔

''اس کو اسی جگہ قتل کر دو۔ یہ ہمارے ساتھی کا قاتل ہے''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

''مسٹر گورا! ہماری ایک بات دھیان سے سنو! تم لوگ اگر اپنی فوج کا سارا توپ خانہ بھی لے آئے گا تو ہمیں نہیں مار سکے گا۔ ہم تمہاری جان بخشی کرتا ہے۔ تم چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ''۔

اگر وہ ضدی اکھڑ گورے سپاہی کی بات مان لیتے تو ان کی زندگی بچ جاتی۔ مگر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس جگہ مرنے کے لیے آئے تھے۔

ایک گورے نے عنبر کے سر پر زور سے بندوق کا دستہ مارا۔ دستہ ٹوٹ گیا مگر عنبر کے سر پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔

عنبر مسکرا کر بولا!

"میں نہ کہتا تھا کہ تم مجھے نہ مار سکو گے۔ ابھی
وقت ہے۔ چپ چاپ واپس چلے جاؤ"۔

ایک گورا سپاہی بولا۔

"منہ کیا دیکھتے ہو جون! گولی چلا دو"۔

سپاہی جون نے عنبر کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا
دی۔ گولی عنبر کے سر کے ساتھ ٹکرا کر نیچے گر پڑی۔ عنبر کو
اب غصہ آ گیا۔

بولا۔

"بدبختو! تم حد سے بڑھ گئے ہو۔ اب میں تمہیں
ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

عنبر نے آگے بڑھ کر ایک گورے کے ہاتھ سے

بندوق چھین لی۔ مگر یہ بندوق خالی تھی۔ دوسرے
گورے نے تلوار لہرا کر عنبر کے سینے پر ماری تلوار ٹن کی
آواز پیدا کر کے ٹوٹ گئی۔

گورے سپاہی دنگ رہ گئے کہ یہ معاملہ کیا ہے عنبر
نے شہزادی جہاں آرا کو آواز دی۔

"شہزادی! تم بھی گھاس کے نیچے سے نکل آؤ۔
اب معاملہ کھل گیا ہے تو ذرا یہ تماشہ تم بھی دیکھ لو"۔

شہزادی جہاں آرا خشک گھاس کے گٹھے پرے ہٹا
کر باہر نکل آئی۔ سپاہی اسے دیکھ کر اور زیادہ غصے میں
آ گئے۔

"پکڑ لو شہزادی کو بھی"۔

دو سپاہی اس کی طرف بڑھے۔ عنبر نے ایک سپاہی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھا کر گھمایا اور پوری طاقت سے دوسرے سپاہی پر دے مارا۔

دونوں سپاہی ایک دوسرے پر چر مر ہو کر گرے۔ ایک کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ دوسرے کی گردن ٹوٹ گئی۔ تیسرے سپاہی نے عنبر پر حملہ کر دیا۔

اس کا حملہ بیکار تھا۔ عنبر نے اسے گردن سے پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا اور سامنے والی دیوار پر دے مارا۔ وہ بھی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

عنبر نے جہاں آرا سے کہا۔

''جہاں آرا بہن! اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا

چاہیے''۔

جہاں آرا نے کہا۔

''لیکن۔۔۔ دن کی روشنی۔۔۔''

''کوئی بات نہیں، میرے ساتھ آؤ''۔

عنبر نے ایک سپاہی کی وردی خود پہنی۔ دوسرے سپاہی کی وردی جہاں آرا شہزادی کو پہنائی اور قبرستان سے باہر نکل کر شاہی باغ کے مقبرے کی جانب روانہ ہو گئے۔

راستے میں کسی نے انہیں نہ پہچانا۔ بلکہ لوگ انہیں دیکھ کر ڈر کر پرے پرے ہٹ جاتے تھے۔ جب عنبر شہزادی کو لے کر مقبرے میں پہنچا تو انہیں شہزادی کی

ماں اور مختار بھی نہ پہچان سکے۔ ایک بات تو وہ بھی ڈر گئے کہ گورے سپاہی جانے کیا کرتے وہاں آئے ہیں۔

عنبر نے کہا۔

عالم جان نے عنبر کا ماتھا چوما۔ دعائیں دیں۔ وہ رات انہوں نے یہ سوچنے میں بسر کر دی کہ انہیں وہاں سے کس طرف جانا چاہیے۔

آخر یہ فیصلہ ہوا کہ وہ مختار کے ہاں بہار کے صوبے میں چلے جائیں اور جب حالات ٹھیک ہوں تو واپس آ جائیں۔

دوسرے دن یہ لوگ عنبر سے مل کر چلے گئے۔ عنبر

بھی وہاں سے نکل کر کلکتے کی طرف روانہ ہو گیا۔ کیونکہ وہاں رہنا اب خطرے سے خالی نہیں تھا۔ کلکتے کی جانب گھوڑا گاڑیاں چلتی تھیں۔ کیونکہ ہندوستان میں ابھی ریل گاڑی چلنا شروع نہیں ہوئی تھی۔

لکھنؤ شہر سے باہر ایک پڑاؤ تھا۔ جہاں سے گھوڑا گاڑیاں اور قافلے بنگال کی طرف روانہ ہوتے تھے۔ عنبر کے پاس کافی پیسے تھے۔

وہ ایک قافلے میں شریک ہو گیا۔ یہ قافلہ آدھی رات کے بعد بنگال کی طرف روانہ ہونے والا تھا قافلے والے نے عنبر سے پوچھا۔

''نوجوان! تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جاؤ

گے؟ ہمیں ہر ایک کا پورا پورا خیال رکھنا پڑتا ہے"۔

عنبر نے انہیں بھی یہی کہا کہ وہ جڑی بوٹیوں کا تاجر ہے اور جڑی بوٹیوں کی تلاش میں بنگال کے جنگلوں کی سیر کرنا چاہتا ہے۔ عنبر نے چھ اشرفیاں قافلے والے کو ادا کر دیں۔

اسے ایک الگ گھوڑا دے دیا گیا۔ رات جب آدھی گذر گئی تو قافلے کے چلنے کا اعلان کر دیا گیا۔ لکھنؤ میں عنبر کا جی نہ لگا تھا۔ اس نے سنا تھا کہ بنگال میں اتنی افراتفری نہیں ہے۔

شاید وہاں ناگ یا ماریا سے ملاقات ہو جائے۔ عنبر کے دل میں بس یہی ایک خیال اور لگن تھی کہ کسی طرح

ناگ اور ماریا سے پھر ملاقات ہو جائے۔ اتنا اسے یقین تھا کہ اگر وہ تاریخ کے آٹھ سو سال پیچھے چھوڑ کر آگے نکل آیا ہے تو ناگ اور ماریا بھی آٹھ سو برس کی چھلانگ لگا کر تاریخ کے اوراق سے آگے نکل آئی ہو گی اور وہ بھی عنبر کی تلاش میں اسی ملک میں پھر رہے ہوں گے۔

ساری رات سارا دن قافلہ چلتا رہا۔ دوسرے دن رات کو قافلے نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ سارا دن آرام کیا اور رات کو پھر اپنا سفر شروع کر دیا۔

آگے کیا ہوا؟۔۔۔

☆ناگ نے غدر میں کیا کیا دیکھا؟۔

☆کن پر اسرار لوگوں سے اس کی ملاقات ہوئی؟۔

☆عنبر کو کلکتے جا کر کیسے حالات پیش آئے؟۔

☆ماریا بحری جہاز میں سفر کرتے ہندوستان پہنچی تو کیا دیکھا؟۔

☆یہ سب کچھ آپ اس ناول کی 56ویں قسط میں پڑھیے۔

دیا بجھ گیا
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر56)
اے حمید
www.urdurasala.com

دیا بجھ گیا (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

فہرست

www.urdurasala.com

پیارے بچو!

ناگ خونی برج میں قید شہزادی جہاں زیب کے خاوند کو پھانسی کے پھندے سے بچانے کے لیے سانپ کی شکل میں جاتا ہے۔

سپاہی اسے دیکھ کر اس پر حملہ کرتے ہیں مگر ناگ بچ جاتا ہے۔ ادھر عنبر بخت خان کو ساتھ لے کر نیپال کے جنگلوں میں سفر کر رہا ہے۔ کہ راستے میں خونخوار ناگا قبیلے والے ان پر حملہ کر دیتے ہیں۔

عنبر کسی نہ کسی طرح بخت خان کے

ساتھیوں کو بچاتا ہے۔ کچھ ساتھی ناگا لوگوں کے زہریلے تیروں سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ عنبر ناگا قبیلے والوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کر کے ان کی سرحد میں داخل ہو جاتا ہے۔ ایک زہریلا تیر سن کی آواز کے ساتھ عنبر کے سینے میں آ کر کھب جاتا ہے۔ وہ مر تو نہیں سکتا تھا لیکن جھوٹ موٹ کا بہانہ کر کے گر پڑتا ہے۔ ناگا وحشی اسے اٹھا کر سردار کے پاس لے جاتے ہیں۔ سردار کے سامنے عنبر کیونکر زندہ ہو؟۔ ماریا جہاز میں سفر کرتی کالے پانیوں کر طرف چلی آ رہی ہے۔ اس کی ملاقات عنبر سے کہاں ہوئی ؟۔

یہ اب آپ خود پڑھئے۔

عنبر کی گرفتاری

عنبر قافلے کے ساتھ سفر کرتا ہوا بنگال پہنچ گیا۔

غدر کا ہنگامہ ختم ہو چکا تھا۔ انگریزوں نے سارے ہندوستان پر قبضہ کر لیا تھا۔ کلکتہ شہر پر بھی دہشت کی فضا طاری تھی۔

باغیوں کو دھڑا دھڑ گرفتار کیا جا رہا تھا۔ ان پر مقدمے چلائے جا رہے تھے۔ کسی کو پھانسی اور کسی کو

کالے پانی کی سزا مل رہی تھی۔

چوک چوک میں باغیوں کی لاشیں پھانسی پر لٹکی ہوئی تھیں۔ گورے فوجی کی شکل میں دیکھ کر لوگ بھاگ جاتے تھے۔

جن لوگوں نے آزادی کی جنگ میں حصہ لیا تھا، انہیں توپ کے منہ پر باندھ کر اڑایا جا رہا تھا۔ شہر کلکتہ کی یہ حالت تھی کہ لوگ دانے دانے کو ترس رہے تھے۔

ڈر کے مارے کوئی گھر سے نہ نکلتا تھا کہ کہیں گورے پکڑ کر پھانسی پر نہ چڑھا دیں۔ بندرگاہ سے بحری جہاز باغیوں کے بھر بھر کر کالے پانی میں

پہنچائے جا رہے تھے۔

عنبر قافلے کے ساتھ سرائے میں اترا۔ اصل میں وہ ناگ اور ماریا کی تلاش میں آیا تھا۔ یہاں حالات بڑے خراب تھے۔

لکھنو کے آخری بادشاہ نواب واجد علی شاہ کو انگریزوں نے مٹیا برج میں قید کر رکھا تھا۔ ادھر کسی ہندوستانی کو جانے کی اجازت نہیں تھی۔ پہلے روم عنبر شہر میں گھومتا پھرا۔

اگرچہ کہیں کہیں دکانیں کھلی تھیں مگر لوگ ڈرے ہوئے تھے، سہمے ہوئے تھے۔ گورا فوج شہر کے گلی کوچوں میں گشت کرتی پھرتی تھی۔

یہاں انہیں ذرا سی خبر ملتی کہ باغی چھپے ہوئے ہیں، وہ اس گھر میں گھس جاتے۔ باغیوں کو گھسیٹ کر باہر کھینچ لاتے اور مکان کو گرا کر تہس نہس کر دیتے۔

اس کے باوجود باغی لوگ شہر میں چھپے ہوئے تھے اور وہاں سے بھاگ کر نیپال کی طرف نکل جانے کی کوشش کر رہے تھے۔

عنبر بھی ہندوستانی لباس میں تھا۔ ایک جگہ اس نے دیکھا کہ ایک باغی کو پھانسی پر چڑھایا جا رہا ہے۔ یہ کوئی بنگالی نوجوان تھا۔

گوروں نے پکڑ کر اس گلے میں رسہ ڈال دیا۔ باغی نوجوان نے ہندوستان زندہ باد انگریز مردہ باد کا

نعرہ لگایا۔

جلاد نے اس کے نیچے سے گھوڑا بھگا دیا اور وہ لکڑی کے کھمبے کے ساتھ لٹکنے لگا رسہ اس کی گردن میں پھنس گیا۔ اور وہ تھوڑی دیر تڑپ کر مر گیا۔

لوگوں کو ڈرانے کے لیے اس کی لاش وہیں لٹکتی رکھی گئی۔

عنبر کی ساری ہمدردیاں ان آزادی کے سپاہیوں کے ساتھ ساتھ تھیں جنہیں انگریز باغی کہتے تھے۔ اسے بھی انگریز گوروں سے نفرت تھی۔

مگر وہ انگریز کی پھانسی سے کس کس کو بچاتا؟ وہاں تو سینکڑوں لوگوں کو موت کے گھاٹ اتارا جا رہا

تھا۔

عنبر خاموشی سے آگے بڑھ چل دیا۔

دوپہر ہو چکی تھی۔ وہ سرائے سے کافی دور نکل آیا تھا اسے کچھ بھوک محسوس ہوئی۔ سوچا تھوڑا بہت کھا لیا جائے۔

یہ علاقہ دریائے جمنا کے کنارے والا علاقہ تھا اور اسے کالی گھاٹ کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ایک آدمی نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کلکتہ شہر میں کہاں سے آیا ہے؟

عنبر نے بتایا کہ وہ جڑی بوٹیوں کی تجارت کرتا ہے اور نیپال جانے کا ارادہ رکھتا ہے، کیونکہ نیپال

کے جنگل جڑی بوٹیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔

بنگالی کہنے لگا۔

"شہر میں خون کی ہولی کھیلی جا رہی ہے اور تمہیں اپنے کاروبار کی پڑی ہے۔ معلوم ہوتا ہے تم انگریزوں کے جاسوس ہو"۔

عنبر نے کہا۔

"نہیں بھائی! میں کسی کا جاسوس نہیں ہوں۔ ایک مسافر ہوں۔ دلی سے آیا ہوں۔ دو ایک روز بعد یہاں سے چلا جاؤں گا"۔

اتنے میں ایک بنگالی لڑکی آئی۔ وہ کچھ کہتے کہتے عنبر کو دیکھ کر رک گئی۔

بنگالی آدمی نے کہا۔

"تم بنگالی زبان میں بات کو کملا! یہ مسافر ہے، ہماری بنگالی زبان نہیں جانتا"۔

اسے کیا معلوم تھا کہ عنبر تو دنیا کی ساری زبانیں جانتا تھا۔ لڑکی نے بنگالی زبان میں جو کچھ کہا اس کا مطلب یہ تھا کہ ان کے گھر میں ایک زبردست قسم کا آزادی کا سپاہی جس کا نام چندر موہن تھا، چھپا ہوا تھا اور یہ لوگ اسے خفیہ طریقے سے بنگال سے نکال کر نیپال کی طرف پہنچانا چاہتے تھے۔

لڑکی نے کہا۔

"سارا انتظام ہو گیا ہے۔ چندر موہن تیار ہے۔ تم

چلو۔ اسے نکال کر سرحد پار کرائی جا سکے"۔

بنگالی آدمی بولا۔

"میں تیار ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"بھائی میں تمہاری زبان سمجھتا ہوں۔ میں نے تمہاری ساری باتیں سن لی ہیں"۔

اس پر وہ لوگ چونکے۔

بھٹیارن نے کہا۔

"اگر یہ جاسوس ہے تو اسے یہیں ختم کر دو۔ یہ گوروں کو جا کر بتا دے گا۔ چندر موہن کو پھانسی مل جائے گی"۔

بنگالی آدمی نے چھرا نکال لیا۔ بھٹیارن نے جھٹ سے دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا دی۔ لڑکی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اور عنبر کے قتل کا انتظار کرنے لگی۔

عنبر مسکرا کر بولا۔

بھائی! تکلیف نہ کرو۔ تم لوگ مجھے مار نہیں سکو گے۔ ہاں البتہ اگر چاہو تو میں چندر موہن کو سرحد پار کرانے میں تمہاری مدد کر سکتا ہوں۔

کیونکہ مجھے آزادی کے سپاہیوں سے ہمدردی ہے تمہاری طرح میں بھی گوروں سے نفرت کرتا ہوں۔

بھٹیارن نے کہا۔

''یہ جھوٹ بکتا ہے۔ اس کی گردن اڑا کر لاش تنور میں پھینک دو''۔

بنگالی آدمی نے آگے بڑھ کر عنبر کو چھرے سے حملہ کرنا چاہا۔ عنبر نے ایک ہی جھٹکے سے چھرا چھین لیا اور اسے بنگالی کی گردن پر رکھ کر بولا۔

''میں اگر چاہوں تو تمہیں اسی وقت قتل کر سکتا ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ مجھے انگریزوں کے خلاف لڑنے والے باغیوں سے محبت ہے اور میں تمہاری مدد کرنا چاہتا ہوں۔ یقین کرو میں انگریزوں کا جاسوس نہیں ہوں''۔

بنگالی آدمی نے بھٹیارن کی طرف دیکھا۔

لڑکی بولی۔

''دادا! اسے چھوڑ دو۔ مجھے یہ شخص سچا لگتا ہے''۔

بھٹیارن کہنے لگی۔

''مگر تم نے یہ کہا تھا کہ ہم تمہیں قتل نہیں کر سکتے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟''۔

عنبر مسکرا کر بولا۔

''وقت آنے پر اس کا مطلب بھی تم لوگوں کی سمجھ میں آ جائے گا۔ ابھی تم لوگ یہ بتاؤ کہ چندر موہن کس جگہ سے سرحد پار کرنا چاہتا ہے۔ بہتر ہے کہ تم مجھے اس کے پاس لے چلو''۔

بنگالی آدمی نے کہا۔

''میں اپنی بیٹی کی سفارش پر تم پر اعتماد کر لیتا ہوں۔ لیکن یاد رکھو۔ اگر تم نے ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو تمہیں ہمارے ساتھی زندہ نہیں چھوڑیں گے''۔

عنبر بولا۔

''اس کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا''۔

وہ لوگ عنبر کو ساتھ لے کر گلیوں گلیوں ہوتے ایک جگہ پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں گورا فوج مکان کو گھیرے میں لیے کھڑی ہے۔

وہ جلدی سے ایک مکان میں گھس گئے۔ وہاں

انہیں اطلاع ملی کہ گوروں نے چندر موہن کو گرفتار کر لیا ہے اور وکٹوریہ محل لے گئے ہیں۔

عنبر نے پوچھا۔

''وہاں کیا ہوگا؟''۔

بنگالی بولا۔

''ہو گا کیا۔ ایک دن میں مقدمے کی ساری کارروائی ختم ہو جائے گی اور دوسرے روز چندر موہن کو شہر کے کسی چوک میں پھانسی دے دی جائے گی''۔

عنبر نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔ میں ایسا نہیں ہونے دوں گا''۔

بنگالی لڑکی اور آدمی طنزیہ انداز میں مسکرائے اور

اداس ہو کر بولے۔

تم کچھ نہیں کر سکو گے۔ ہم میں سے کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ چندر موہن نوجوان لڑکا ہے۔ اس بے چارے کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے گا۔

اس کی بوڑھی ماں رو رو کر مر جائے گی۔ باپ دریا میں چھلانگ لگا دے گا۔ سارا خاندان تباہ ہو جائے گا۔ ہندوستان کے ہزاروں خاندان اسی طرح تباہ کیے جا رہے ہیں۔

ہم سوائے کڑھے ہو کر آنسو بہانے کے اور کچھ نہیں کر سکتے۔

بنگالی لڑکی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

عنبر نے کہا۔

آنسو پونچھ ڈالو بہن! میں چندر موہن کو بچا کر لے آؤں گا۔ تم اس کو چھپانے کے لیے کوئی جگہ تیار کر رکھو۔

جگہ اگر سرحد کے قریب کسی جنگل میں ہو تو زیادہ اچھا ہو گا۔ تاکہ گوروں کو اس کی بھنک بھی نہ پڑ سکے۔

ان لوگوں کو عنبر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ بھلا ایک نوجوان پوری انگریز فوج کا کیونکر مقابلہ کر سکتا تھا۔ ان کے دل پریشان اور بوجھل تھے۔

اس کے باوجود انہوں نے عنبر کو نہ روکا۔ بنگالی دادا نے کہا۔

"تم ہمارے بچے کو گوروں کے چنگل سے کس طرح بچاؤ گے؟"۔

عنبر بولا۔

"یہ آپ لوگ مجھ پر چھوڑ دیں۔ آپ مجھے صرف یہ بتا دیں کہ چندر موہن کس جگہ رکھا گیا ہے"۔

شام تک انہیں پتا چل گیا کہ چندر کو شہر سے باہر گورا قبرستان کے پاس پرانی جیل میں رکھا گیا ہے۔ جہاں گورا فوج کا سخت پہرہ ہے۔

مقدمہ رات کو چلے گا اور صبح اسے پھانسی دے دی جائے گی۔ عنبر بنگالی دادا اور بنگالی لڑکی کملا کے ساتھ ایک مکان کی نیم روشن کوٹھڑی میں زمین پر بیٹھا ان

سے باتیں کر رہا تھا۔

کہنے لگا۔

"آپ نے چندر کے چھپانے کا انتظام کر لیا ہے کیا؟"۔

بنگالی دادا نے کہا۔

سارا بندوبست ہو گیا ہے۔ یہاں سے پندرہ کوس کے فاصلے پر جنگل میں ایک پرانا مندر ہے۔ اس مندر میں چندر کو چھپا دیا گیا جائے گا اور پھر اسے اگلی رات سرحد پار کروا کر نیپال پہنچا دیا جائے گا۔

لیکن بھائی! ہمیں بھگوان کے لیے یہ تو بتا دو کہ تم اکیلے یہ کام کس طرح کرو گے؟ وہاں تو چڑیا پر نہیں مار

سکتی۔

قدم قدم پر گورے فوجی پہرہ دے رہے ہیں۔
ذرا کھٹکا ہونے پر وہ گولی چلا دیتے ہیں"۔

عنبر کہنے لگا۔

میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہتا
ہوں کہ یہ کام آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ آپ اپنے کام
سے غرض رکھیں۔

کیا آپ کسی ایسے شخص کو میرے ساتھ بھیج سکتے
ہیں جو مجھے گورا قبرستان کا راستہ بتا دے؟۔

بنگالی دادا نے کہا۔

"کیوں نہیں۔ میں خود تمہارے ساتھ چلوں

گا"۔

جب رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا۔ فضا
پر موت جیسی خاموشی چھا گئی تو بنگالی دادا فقیر کا بھیس
بدل کر عنبر کو ساتھ لیے مکان سے باہر نکلا۔

چلتے چلتے وہ شہر کے دوسرے کنارے پر آ گئے۔
یہاں دور دور پرانی عمارتیں کھڑی تھیں۔ کہیں کہیں
مشعلوں کی روشنی میں چوکیدار پہرہ دے رہے تھے۔

عمارتیں ختم ہوئیں تو ویران علاقہ شروع ہو
گیا۔ یہاں درخت ہی درخت اگے ہوئے تھے۔ ہر
طرف خاموشی تھی۔

کسی وت کوئی جھینگر یا الو بول پڑتا تھا۔ اس

اندھیرے میں انہیں ٹوٹی ہوئی چار دیواری نظر آئی جس پر جھاڑیاں چڑھی ہوئی تھیں۔ بنگالی دادا نے سرگوشی میں کہا۔

''یہی گورا برستان ہے۔ اس قبرستان کے اندر وہ جیل ہے جہاں چندر موہن قید ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''دادا! اب تم واپس جا سکتے ہو۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ اب تمہارا کام ختم ہوتا ہے اور میرا کام شروع ہوتا ہے''۔

بنگالی دادا نے ذرا فکر مند ہو کر کہا۔

''بیٹا! اپنی جان کی حفاظت کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ

چندر موہن کے ساتھ ساتھ تم سے بھی ہاتھ دھونا پڑے''۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

''فکر نہ کرو دادا! میں صبح ہونے سے پہلے چندر موہن کو لے کر تمہارے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں گا''۔

عنبر نے بنگالی دادا سے ہاتھ ملایا۔ اسے رخصت کیا اور خود گوروں کے قبرستان کی پرانی چار دیواری کی طرف اندھیرے میں آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔

عنبر چندر تک پہنچنے سے پہلے کسی کو ہوشیار نہیں کرنا چاہتا تھا قبرستان کی چار دیواری جگہ جگہ سے ڈھے گئی تھی۔ وہ ایک شگاف میں سے قبرستان میں داخل ہو

گیا۔

اس وقت آسمان پر آدھا زرد چاند نکل آیا۔ اس کی دھیمی روشنی میں قبرستان اور زیادہ ڈراؤنا نظر آنے لگا۔ لیکن عنبر کو کسی قسم کا ڈر یا خوف محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

اس کے اردگرد ٹوٹی ہوئی قبریں بکھری تھیں۔ ان قبروں پر صلیب کے نشان تھے۔ کچھ نشان جھک گئے تھے۔ کچھ گر پڑے تھے۔

اب اسے ہلکی ہلکی روشنی میں ایک ڈھلوانی چھت کی اک منزلہ عمارت کا سایہ سا نظر آیا جس کے دروازے پر لالٹین جل رہی تھی عنبر ایک قبر کے پیچھے ہو کر بیٹھ گیا۔

لالٹین کی روشنی میں اس نے دو گوروں کو دیکھا کہ بندوقیں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ پیچھے سے عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

چنانچہ وہ قبروں میں سے گزرتا عمارت کے عقب میں آ گیا۔

یہاں بے شمار جنگلی جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ جیل کی دیوار میں کوئی روشندان تک نہ تھا۔ سوچنے لگا کہ کس طرف سے اندر داخل ہو۔

ایک بات اس نے عجیب دیکھی تھی کہ باہر سوائے ان دو گورے فوجیوں کے اور کوئی بھی پہرہ نہیں دے رہا

تھا۔

اس کا مطلب تھا کہ اگر وہ کسی طرح بغیر آواز پیدا کئے ان دو گوروں پر قابو پالے تو بڑی آسانی سے اندر داخل ہو سکتا تھا۔

سوائے اس کے اور کوئی بھی چارہ نہیں تھا۔ عنبر جھاڑیوں میں سے نکل کر واپس پہلی جگہ پر آ گیا۔

گورے دروازے کے آگے پتھروں پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ عنبر سوچنے لگا کہ حملہ کس ترکیب سے کرے کہ کوئی آواز بھی نہ پیدا ہو اور یہ گورے بھی اگلے جہان کو پہنچ جائیں۔

یہاں اسے ناگ بہت یاد آیا۔ ماریا بھی یاد آئی وہ

ساتھ ہوتے تو یہ کام دو منٹوں میں ہو جاتا۔ اتنے میں ایک گورا اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ عنبر خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔

اسے یہ بھی احساس تھا کہ رات گزرتی جا رہی ہے اور صبح صبح چندر کو پھانسی دے دی جائے گی۔ وہ جیل کے دروازے کے اتنا قریب ہو کر قبروں میں چھپا بیٹھا تھا کہ ان گوروں کی آوازیں بھی سن سکتا تھا۔

ٹہلتے ٹہلتے گورے فوجی نے کہا کہ وہ ذرا اندر جا کر قیدی کو دیکھ آئے۔ اس کے ساتھ ہی وہ عمارت کے اندر چلا گیا۔ بس یہی وہ لمحہ تھا جب عنبر کو اپنا کام کرنا تھا۔

اب وہ زیادہ انتظار نہیں کر سکتا تھا۔

عنبر قبروں میں سے نکل کر رینگتا ہوا دروازے کی طرف بڑھا۔ جہاں گورا فوجی پتھروں پر بیٹھا تھا۔ وہ اس کے پیچھے سے آگے بڑھ رہا تھا۔

گورے کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کی موت اس سے پانچ منٹ کے فاصلے پر آ چکی ہے عنبر نے ایک دم سے شیر کی طرح اچھل کر گورے کی گردن میں اپنا بازو ڈال دیا اور اسے گھسیٹ جھاڑیوں میں لے گیا۔

گورے کی آواز تک نہ نکلنے دی اور گلا دبا کر ہلاک کر دیا۔ عنبر گورے کی لاش کے پاس خاموش بیٹھا

دوسرے گورے کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔ وقت برابر گزر رہا تھا۔ رات بیت رہی تھی۔ اتنے میں موت دوسرے گورے کو بھی عمارت سے باہر کھینچ لائی۔

اس نے جو آکر دیکھا کہ اس کا ساتھی موجود نہیں تو ادھر ادھر تکنے لگا۔ ایک دو آوازیں بھی دیں۔ پھر ذرا آگے بڑھا کہ دیکھوں کہیں قبروں کی طرف تو نہیں نکل گیا۔

گورا بالکل اسی جگہ پر آ گیا جہاں عنبر پہلے گورے کی لاش کے پاس چھپا بیٹھا تھا۔ اچانک عنبر ایک بار پھر اچھلا اور اس نے گورے فوجی کے سر پر پوری

طاقت سے پتھر مارا۔

گورا لڑکھڑا کر گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عنبر بھاگ کر جیل کی عمارت کے اندر چلا گیا۔ بائیں جانب ایک کوٹھڑی تھی جس میں دو سکھ سپاہی تاش کھیل رہے تھے۔

عنبر رینگتا ہوا آگے نکل گیا۔ ایک راہداری سے نکل کر وہ آخر سلاخ دار کوٹھڑی کے دروازے پر آ گیا۔

اس نے دیکھا کہ اندر مٹی کا دیا جل رہا تھا اور پتھر کے چبوترے پر ایک نوجوان لڑکا سر جھکائے بیٹھا تھا۔ اس کے پاؤں میں موٹی زنجیر بندھی ہے۔

یہ چندر تھا۔ چندر نے عنبر کو دیکھا تو سمجھا کہ پھانسی دینے کا وقت آ گیا ہے۔ وہ کچھ نعرہ وغیرہ لگانے ہی والا تھا کہ عنبر نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سرگوشی میں کہا۔

''شی! خاموش!''۔

پھر عنبر نے تالے کو ہاتھ میں لے کر مروڑ دیا۔ تالہ ٹوٹ گیا۔ وہ اندر چلا گیا۔

''بولنا نہیں چندر! میں تمہیں بھگانے آیا ہوں''۔

چندر حیرانی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ سمجھ گیا کہ کملا اور بڑے دادا نے اپنے کسی جانباز کو اس کی جان بچانے کے لیے بھیجا ہے مگر وہ حیران تھا کہ یہ شخص بغیر کسی اوزار کے اس کے پاؤں کی زنجیر کیسے کھولے گا۔

پھر اسے خیال آیا کہ جس طرح اس نے تالہ ہاتھ سے توڑ دیا ہے، اس طرح شاید زنجیر کو بھی مروڑ دے گا اور ایسا ہی ہوا۔

عنبر نے ایک ہی جھٹکے سے چندر کے پاؤں کی زنجیر توڑ دی اور کہا۔

”آؤ میرے ساتھ“۔

عنبر چندر موہن کو لے کر جب دروازے میں سے گزرنے لگا تو سکھ فوجی خبردار ہو گئے۔ انہوں نے باہر آہٹ سن لی تھی۔

عنبر یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہاں بندوق چلے اور ارد گرد کے علاقے میں بیٹھی ہوئی گورا فوج ہوشیار ہو

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

جائے۔

پھر چندر کا وہاں سے اغوا مشکل ہو جاتا۔ اس کی خوش قسمتی اور سکھوں کی بدقسمتی کہ وہ بندوق کی جگہ تلوار کھینچ کر باہر آ گئے۔

لالٹین کی روشنی میں اب جو انہوں نے دیکھا کہ ایک آدمی پھانسی کے مجرم چندر کو بھگائے لیے جا رہا ہے تو دونوں عنبر پر ٹوٹ پڑے۔

عنبر نے چندر سے کہا۔

”باہر کی طرف بھاگو“۔

چندر باہر کو بھاگا۔ سکھ سپاہی اس کی طرف بھاگنے لگے کہ اسے پکڑ کر قابو کریں کہ عنبر آگے آ گیا۔ دونوں

www.urdurasala.com

سپاہی منہ کے بل گرے اور تلواریں چھوٹ کر پرے گر پڑیں۔

عنبر نے ایک تلوار اٹھائی اور ایک سکھ فوجی کا وہیں خاتمہ کر دیا۔ دوسرے نے تلوار اٹھالی اور عنبر سے لڑائی شروع ہوگئی۔

تلوار سے تلوار ٹکرانے لگی۔ عنبر نے سوچا کہ وہ کب تک اس احمق سکھ سے تلوار بازی کرتا رہے گا۔ اسے خود ہلاک ہونے کا تو ڈر ہی نہیں تھا۔

بس یونہی تلوار لے کر آگے بڑھا۔ سکھ نے چھ سات بار عنبر کے سر گردن اور سینے پر تلوار ماری مگر وہاں کیا اثر ہونا تھا۔

بھلا! ادھر عنبر کی تلوار اپنا کام کر چکی تھی۔ سکھ کٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔

عنبر تلوار لے کر باہر کو بھاگا۔ قبروں کے پیچھے چندر اس کا انتظار کر رہا تھا۔

''جلدی چلو میرے ساتھ چندر۔۔۔''

انہوں نے دیوار کے ساتھ بندھے ہوئے گھوڑے کھولے ان پر سوار ہوئے اور پچھلی رات کے چاند کی مدھم روشنی میں فرار ہو گئے۔

بنگالی دادا اور کملا نے عنبر کو جو مقام بتا رکھا تھا، عنبر چندر کو لے کر وہاں پہنچ گیا۔ یہ جگہ بنگال کی سرحد کے قریب تھی۔

ان لوگوں نے سارا انتظام پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ چنانچہ چندر موہن کو اسی وقت بنگال کی سرحد سے نکال کر آسام اور نیپال کے جنگل میں پہنچا دیا گیا۔

عنبر کملا اور بنگالی دادا کے ساتھ واپس کلکتے پہنچ گئے۔ اس وقت تک دن نکل آیا تھا۔

چندر کے فرار اور انگریزی فوج کے گوروں کے قتل کی خبر نے گورا پلٹن میں آگ لگا دی تھی۔ سارے شہر پر پہلے ہی قیامت ٹوٹ ہوئی تھی۔

اب اور بھی سختی شروع ہو گئی۔ یہ لوگ بھٹیار خانے میں دور دور تک چھپے رہے۔ چندر کے فرار کے شبے میں گوروں نے کئی لوگوں کو پکڑ لیا۔

بد قسمتی سے ان میں بنگالی دادا کا پرانا دشمن بھی تھا۔ اس نے مخبری کر دی اور گورا فوج نے بھٹیار خانے پر اچانک چھاپہ مارا۔ بھٹیارن اور کملا دوسرے محلے ہوئے تھے۔

وہاں صرف بنگالی دادا اور عنبر ہی تھے گوروں نے ان دونوں کو گرفتار کر لیا اور اسی وقت زنجیروں میں جکڑ دیا۔

قیامت کا دھماکہ

عنبر اسی وقت زنجیریں توڑ کر بھاگ سکتا تھا۔

مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ وہ گرفتار ہو کر اس جگہ پہنچنا
چاہتا تھا جہاں دوسرے قیدیوں کو رکھا جاتا تھا۔

اسے یقین تھا کہ ان قیدیوں سے اسے ناگ اور
ماریا کا کوئی نہ کوئی سراغ ضرور مل جائے گا۔ عنبر اور
بنگالی دادا کو پکڑ کر گوروں نے شہر کے کونے پر دریائے

جمنا کے کنارے ایک پرانے قلعے کے برج میں بند کر
دیا۔

رات انہوں نے بغیر کچھ کھائے پیے گذار دی۔

صبح انہیں تھوڑا سا پانی اور باسی چاول کھانے کو دیئے
گئے۔

عنبر نے بنگالی دادا سے کہا۔

''دادا! یہ گورا فوج ہمارے ساتھ کیا سلوک
کریگی؟''۔

بنگالی دادا نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔

''بیٹا! وہی سلوک کرے گی جو اس نے دوسرے
حریت پسندوں کے ساتھ کیا ہے۔ یعنی ہمیں پھانسی پر

لٹکا دیا جائے گا"۔

عنبر بولا۔

"دادا! کیا تم فرار ہونا چاہتے ہو؟"۔

بنگالی دادا ہنس پڑا۔

"کیسی بچوں جیسی باتیں کرتے ہو بیٹا! بھلا اس خونی برج سے ہم اپنی زنجیریں توڑ کر بھاگ سکتے ہیں؟ باہر گورا فوج کی پوری پلٹن پہرہ دے رہی ہے"۔

عنبر نے کہا۔

دادا! کیا چندر کو میں نے قید خانے سے نہیں نکالا تھا؟ میں تمھیں بھی آزاد کرا سکتا ہوں۔

بنگالی دادا کو کچھ حوصلہ ہوا۔ جلدی سے کہنے لگا۔

"کیا تم ایسا کر سکتے ہو؟"۔

"کیوں نہیں"۔

"تو پھر دیکھتے کیا ہو۔ جو کرنا ہے کرو۔ ہم بھاگ کر نیپال چلے جائیں گے۔ چندر کے پاس"۔

ابھی وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ قلعے میں شور مچ گیا۔ انہیں دھوئیں کی بو محسوس ہوئی۔ عنبر نے لپک کر پتھر کے دروازے کی کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔

اسے اپنی طرف شعلے بڑھتے نظر آئے۔ گوروں نے قلعے کے برج میں تیل چھڑک کر آگ لگا دی تھی۔

اتنے میں دو گورے جلتی ہوئی مشعلیں لے کر آئے اور انہیں کھڑکی میں سے اندر پھینک دیا۔ کوٹھڑی میں رکھی ہوئی گھاس کو آگ لگ گئی۔

بنگالی دادا گھبرا کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ کوٹھڑی میں دھواں بھر گیا۔ کھانس کھانس کر بنگالی دادا کا برا حال ہو گیا۔

عنبر نے پتھر کے دروازے کو توڑنے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ گھاس میں لگی ہوئی آگ کے شعلوں نے بنگالی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

وہ چیخنے چلانے لگا۔

عنبر نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی مگر آگ

نے بنگالی دادا کے کپڑوں کو جلانے کے بعد اس کے جسم کو بھی جلا ڈالا۔

وہ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ آگ ساری کوٹھڑی میں بھر گئی تھی۔ کوٹھڑی تنور بن چکی تھی۔

عنبر کو آگ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔

جب آگ بجھی تو بنگالی کی لاش جل کر سیاہ ہو چکی تھی۔ اگلے روز گوروں نے سلاخوں کی مدد سے کوٹھڑی کا پتھریلا دروازہ کھولا تو یہ دیکھ کر ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ بنگالی تو جل کر راکھ ہو چکا تھا لیکن عنبر اسی طرح بالکل صحیح و سالم گرم انگاروں پر بیٹھا ان کی طرف گھور کر تک رہا تھا۔

گورے دہشت زدہ ہو کر باہر کو بھاگے، عنبر ان سے بنگالی دادا کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ اس نے لپک کر دونوں گوروں کو گردنوں سے پکڑ کر ایسے جھٹکے دیئے کہ دونوں کی گردنیں لٹک گئیں۔

عنبر نے انہیں گرم راکھ پر پھینک دیا اور اوپر ہاتھوں سے انگارے ڈال دیئے۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ برج کی سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ قلعے کے صحن میں سکھ سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

انہوں نے قیدی کو بے خوف و خطر باہر کی طرف جاتے دیکھا تو اس پر گولیاں چلا دیں۔ عنبر پر ان

گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔

اس نے واپس مڑ کر ایک سکھ فوجی کے ہاتھ سے بندوق چھین لی اور اوپر تلے فائر کر کے چھ سات سکھ فوجی وہیں ڈھیر کر دیئے۔

باقی پیچھے ہٹ کر پتھروں اور دیوار کے عقب میں چھپ کر عنبر پر فائرنگ کرنے لگے۔ یہ دیکھ کر ان فوجیوں کے ہوش اڑ چکے تھے کہ عنبر پر گولی کا بالکل اثر نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر قلعے سے باہر آ گیا۔ قلعے کی دیوار کے ساتھ کچھ گھوڑے کھڑے تھے۔ اس نے ایک گھوڑا کھولا، اس پر سوار ہوا اور دریا کی جانب نکل گیا۔

سارا دن وہ دریا کنارے پھرتا رہا۔ سوچتا رہا کہ ناگ اور ماریا کو وہ کہاں تلاش کرے۔ ان سے ملاقات کب اور کیوں کر ہو گی۔

واپس شہر میں آ کر اس نے کملا کا پتا کیا تو معلوم ہوا کہ بنگالی دادا کی گرفتاری کے بعد وہ بھی اپنی ماں کے ساتھ نیپال کی طرف فرار ہو گئی ہے۔

کہیں ناگ اور ماریا نیپال کی طرف تو نہیں نکل گئے؟۔

یہ خیال عنبر کے دل میں بیٹھ گیا۔ کیونکہ ملک کے اکثر لوگ بھاگ کر ادھر کا رخ کر رہے تھے۔ پھر اس نے بنگالی دادا سے یہ بھی سن رکھا تھا کہ نیپال میں ایک

بہت بڑا سانپ دیوتا کا مندر بھی ہو ہے۔

ہو سکتا ہے ناگ اس مندر میں پہنچ چکا ہو اور پجاری پر دہشت بن کر وہاں میری راہ دیکھ رہا ہو۔

نیپال چلو!

عنبر نے نیپال جانے کا فیصلہ کر لیا۔ رات ہو گئی تھی۔ عنبر کالی گھاٹ پر ایک جگہ بیٹھا تھا۔ اس کا گھوڑا ذرا پرے کھڑا تھا۔

مندر کی دیواروں پر رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ اسے رات کسی جگہ آرام کرنا چاہیے اور صبح پو پھٹے نیپال کی جانب کوچ کر جانا چاہیے وہ گھوڑے پر سوار ہوا اور دریا کنارے کے مچھیروں کی

آبادی کی طرف آ گیا۔

اس خیال سے کہ یہاں کسی جھونپڑی میں وہ رات بسر کرے گا۔ وہ جھونپڑیوں کے قریب پہنچا تو اچانک کسی نے اس کے سر پر زور سے کوئی بھاری چیز ماری۔

عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی شخص اسے پکڑنا چاہتا ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک آدمی ڈنڈا ہاتھ میں لیے اسے حیرت سے تک رہا تھا۔

کیونکہ اس کے حساب کے مطابق جس قدر طاقت سے عنبر کو ڈنڈا مارا گیا تھا تو عنبر کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن ہوا یہ تھا کہ اس کا اپنا

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

ڈنڈا آگے سے ٹوٹ گیا تھا۔

عنبر نے سوچا کہ بے ہوش ہو جانا چاہیے۔ تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ لوگ کون ہیں؟ کہیں انہوں نے ناگ کو بھی تو قید نہیں کر رکھا۔

چنانچہ عنبر گھوڑے سے گر پڑا اور یونہی جھوٹ موٹ دکھانے کو بے ہوش ہو گیا۔ دو آدمی بھاگ کر اس کے پاس آ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

”زخمی نہیں ہوا کم بخت۔ بے ہوش ہو گیا ہے“۔

”بڑی سخت ہڈی کا معلوم ہوتا ہے۔ ضرور انگریزوں کا بھیجا ہوا جاسوس ہوگا“۔

”چلو اسے بخت خان کے پاس لے چلیں“۔

www.urdurasala.com

"ایک طرف سے پکڑو"۔

انہوں نے عنبر کو ڈولی ڈنڈا کر کے اٹھایا اور مختلف جھونپڑیوں کے اردگرد سے ہو کر ایک بڑی پراسراری جھونپڑی میں لے گئے جہاں دو آدمی پہلے سے پہرہ دے رہے تھے۔

عنبر کانی آنکھ سے یہ سب کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جھونپڑی کے اندر مٹی کا ایک دیا روشن تھا۔ تین چار آدمی سروں پر سیاہ پگڑیاں باندھے زمین پر بیٹھے تھے۔

ایک اچھی شکل وصورت کا سرخ وسپید بھاری بھر کم آدمی لکڑی کی الٹی کی ہوئی کشتی پر بیٹھا تھا۔ اس

کے سر پر لوہے کا خود تھا۔ عنبر کو اس کے سامنے لا کر ڈال دیا گیا۔ اس شخص نے بھاری رعب دار آواز میں پوچھا۔

"یہ کون ہے؟ اسے کہاں سے پکڑ لائے؟"۔

"خان! یہ انگریزوں کا جاسوس ہے۔ جھونپڑوں کے پاس ہماری جاسوسی کر رہا تھا"۔

اب عنبر اٹھ کر بیٹھ گیا اور خان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"میں جاسوس نہیں ہوں۔ بلکہ گوروں کی قید سے بھاگا ہوا قیدی ہوں۔ میرے ساتھیوں کو گورے پکڑ کر لے گئے ہیں"۔

خان نے دیئے کی لو اونچی کر دی اور عنبر کو جھک کر دیکھا۔

تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ مجھے تم اس ملک کے باشندے نہیں لگتے۔ سچ سچ بتاؤ۔ نہیں تو اسی وقت تمہاری گردن قلم کر دوں گا۔

عنبر مسکرایا۔

''پہلے تو بتاؤ خان کہ تم کون ہو؟''۔

خان نے کہا۔

''میں بخت خان ہوں''۔

عنبر نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا۔

''بخت خان! تم ایک غیور اور بہادر سپاہی ہو۔

میں نے تمہارے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔ تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی''۔

''بکواس بند کرو''۔

بخت خان نے ہاتھ کھینچ لیا اور پہلے سے زیادہ گرج کر بولا۔

''کون ہو تم؟''۔

اس کے ساتھ بخت خان اٹھ کھڑا ہوا اور اس نے تلوار نیام سے کھینچ لی۔

''اگر تم نے میری بات کا صحیح جواب نہ دیا تو ابھی اس تلوار سے تمہارا کام تمام کر دوں گا''۔

عنبر مسکرایا۔

خان! تم میرا کام تمام نہیں کر سکتے۔ کاش! کوئی ایسا انسان بھی مجھے ملتا جو میرا کام تمام کر سکتا۔ اب میں اس لمبی زندگی سے تنگ آچکا ہوں۔

ہاں میں تمہیں اپنے بارے میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ میرا نام عنبر ہے اور میں پانچ ہزار سال سے اس زمین پر زندہ چلا آرہا ہوں۔

مچھیرے عنبر کی اس بات پر ہنس پڑے۔ بخت خان نے تلوار کی نوک عنبر کی گردن پر رکھ دی اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

''مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش نہ کرو۔ تم گوروں کے جاسوس ہو''۔

دوسرے مچھیرے بھی پکار اٹھے۔

''خان! اسے ختم کر دو۔ یہ انگریزوں کا مخبر ہے۔ اگر اسے زندہ چھوڑا تو یہ ہم سب کو پھانسی پر چڑھا دے گا''۔

عنبر نے کہا۔

خان! میں تمہاری بے حد عزت کرتا ہوں۔ میں تمہاری تلوار کے دو ٹکڑے کر کے ایک بہادر انسان کی توہین نہیں کرنا چاہتا۔

لیکن اب تم پر یہ ضرور ثابت کر کے رہوں گا کہ میں تم میں سے کسی کے ہاتھوں بھی نہیں مر سکتا اور یہ کہ پانچ ہزار سال سے موت میرا تعاقب کر رہی ہے۔

یا یہ کہ میں موت کا تعاقب کر رہا ہوں۔ برائے مہربانی یہ تلوار اپنے کسی نوکر کو دے کر کہو کہ وہ میری گردن پر اپنی پوری طاقت سے وار کرے۔

عنبر کی ان باتوں کا بخت خان پر بڑا شدید اثر ہوا۔ پھر بھی وہ عنبر کو آزمانا چاہتا تھا کہ وہ کہاں تک سچ بول رہا ہے۔

اس نے اپنی تلوار ایک ساتھی کو دے کر کہا۔

''اس کی گردن پر وار کرو''۔

عنبر بولا۔

''بخت خان! میری گذارش ہے کہ تم اپنی تلوار اسے مت دو۔ کیونکہ یہ بڑی قیمتی تلوار ہے۔ ٹوٹ

جائے گی تو تمہارا نقصان ہوگا۔ اپنے ساتھی سے کہو کہ اپنی تلوار سے مجھ پر وار کرے''۔

بخت خان سوچنے لگا کہ یہ کیسا نوجوان ہے جو اتنے اعتماد اور بھروسے کے ساتھ اپنی موت کو دعوت دے رہا ہے اس نے اپنے ساتھی سے کہا۔

''بخت خان! اپنی تلوار سے اس جاسوس کی گردن اڑا دو۔ یہ ہمیں اپنی باتوں سے بے وقوف نہیں بنا سکتا''۔

بخت خان نے اپنی تلوار سونت کر لہرائی اور عنبر پر وار کیا۔ اصل میں عنبر بخت خان پر اپنی طاقت ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ اس کی مدد کر سکے۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہ ایک محب وطن ہے مگر اسے ہم وطنوں کی غداری نے یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ وہ روپوش ہو رہا ہے اور اسے عنبر کی مدد کی ضرورت ہے۔ اور پھر وہی ہوا جو ہوتا آیا تھا یعنی تلوار عنبر کے جسم سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہو گئی۔

کیونکہ نجف خان نے بھر پور طاقت سے عنبر پر وار کیا۔ بخت خان اپنی جگہ سے اٹھا اور جھک کر تلوار کے ٹکڑوں کو غور سے تکنے لگا۔ پھر اس نے عنبر کے جسم کو ہاتھ لگا کر ٹٹولا اور کہنے لگا۔

"یہ کیسے ہو گیا؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میں نہ کہتا تھا کہ آپ میں سے کوئی بھی مجھے ہلاک نہیں کر سکتا۔ آپ نے ناحق بخت خان کی تلوار کھو دی"۔

بخت خان بھی دیدے پھاڑ کر دوسرے سپاہیوں کے ساتھ عنبر کو تک رہا تھا۔ ان لوگوں نے اپنی زندگی میں کبھی ایسی بات نہ دیکھی تھی۔

بخت خان نے عنبر سے ہاتھ ملایا اور اسے اپنے پاس بٹھا کر کہا۔

"نوجوان! تم کون ہو؟ سچ سچ بتاؤ۔ میں تمہارا دوست ہوں اور تمہاری اس طاقت کی قدر کرتا ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

بخت خان! تم ایک بہادر آدمی ہو اور سچے محب وطن ہو۔ میں تمہارے جذبے کا احترام کرتا ہوں۔
میں تم سے وہی بات کہوں گا جو پہلے کہی تھی۔

میرا نام عنبر ہے۔ میں پانچ ہزار برس سے زندہ ہوں اور تاریخ کے ساتھ ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ لیکن تم ان باتوں کو نہ سمجھ سکو گے۔

"مجھے بتاؤ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"۔

بخت خان نے گہرا سانس لے کر کہا۔

میں نے اپنی جان تک کی بازی لگا دی کہ کسی طرح مغل بادشاہ میری بات مان لے اور انگریزوں

کے خلاف جنگ میں میرے ساتھ شریک ہو جائے مگر شاہی محل کے سازشیوں نے ایسا نہ ہونے دیا اور بہادر شاہ کا تخت چھن گیا۔

شہزادے قتل ہو گئے اور بادشاہ کو جلا وطن کر دیا گیا۔ اب میرا اس ملک میں رہنا اور انگریزوں کے ساتھ اکیلے جنگ کرنا حماقت ہے۔ میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ اس ملک سے جانا چاہتا ہوں۔ لیکن دشمنوں نے مجھے گرفتار کرنے کے لیے چاروں طرف جال پھیلا رکھا ہے۔

میرے سر کی قیمت ایک لاکھ روپیہ مقرر کر دی ہے۔ میں ذلت کی موت نہیں مرنا چاہتا۔ میں اگر تلوار

لے کر باہر نکل آؤں تو بیس پچاس دشمنوں کو قتل کر کے
آخر گرفتار ہو جاؤں گا اور یوں انگریز مجھے ذلت کے
ساتھ ہلاک کر دے گا اور ہندوستان کی تاریخ پر ایک
اور داغ لگ جائے گا۔

عنبر نے کہا۔

''کیا آپ نیپال جانا چاہتے ہیں؟''۔

''ہاں! ہم نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ شمال کے
جنگلوں سے گزر کر نیپال پہنچ جائیں۔ وہاں انگریز
ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا''۔

عنبر نے بخت ان کا جواب سن کر کہا۔

''پھر آپ اس جھونپڑے میں کس کا انتظار کر

رہے ہیں؟''۔

بخت خان بولا۔

ہمارا ایک آدمی کشتی کا بندوست کرنے گیا تھا مگر
وہ پکڑا گیا اب ہم سوچ رہے ہیں کہ رات کی تاریکی
میں دریا میں کود کر دریا پار کر جائیں اور وہاں سے فرار
ہو جائیں۔ دریا کے دوسرے کنارے پر ہمیں گھوڑے
مل جائیں گے۔

عنبر نے کہا۔

''دریا چڑھاؤ پر ہے۔ اس میں خطرہ ہے۔ آپ
مجھے خدمت کا موقع دیں۔ میں کسی نہ کسی طرح سے
کشتی کا انتظام کرتا ہوں۔ مجھے یہ بتائیں کہ کشتیاں

کہاں پر ہیں؟"۔

بخت خان کہنے لگا۔

"انگریزوں نے ان ماہی گیروں کی ساری کشتیاں جلا دی ہیں۔ یہاں سے دو کوس کے فاصلے پر گھاٹ پر کشتیاں کھڑی ہیں۔ اگر وہاں سے ایک کشتی لاسکو تو ہم اس پر سوار ہو کر دریا پار کر سکیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

میں ابھی جا کر کشتی لاتا ہوں۔ آپ لوگ میرا انتظار کریں۔ یہ کہہ کر عنبر جھونپڑے سے باہر نکل گیا۔

بخت خان کے ساتھی جھونپڑے میں اس کا انتظار کرنے لگے۔ بخت خان نے اس خطرے کا اظہار کیا

کہ کہیں یہ شعبدہ باز ہمیں دھوکہ نہ دے جائے۔

اس پر بخت خان نے کہا۔

"اس نوجوان کی آنکھوں میں مجھے خاندانی چمک نظر آئی ہے۔ وہ ہم سے کبھی غداری نہیں کرے گا۔ یاد رکھو۔ خاندانی انسانی مر جاتا ہے مگر اپنوں سے غداری کبھی نہیں کرتا"۔

عنبر وہاں سے سیدھا گھاٹ پر پہنچا۔ وہاں دریا کنارے کشتیاں کھڑی تھیں مگر گورا فوج کی ایک کمپنی پہرہ دے رہی تھی۔

یہاں سے کشتی چرانا مشکل کام تھا۔ کیونکہ گورے فوجی بندوقیں تلواریں لیے کھڑے تھے۔ عنبر نے

گھاٹ کے اردگرد گھوم کر جائزہ لیا۔

گھاٹ کے عقب میں ایک دو منزلہ عمارت کھڑی تھی۔ عنبر کے دماغ میں ترکیب آئی۔ وہ کسی نہ کسی طرح اندھیرے میں رینگتا ہوا عمارت کے پیچھے آ گیا۔

یہاں پر ایک لالٹین جل رہی تھی۔ پاس ہی ایک گورا سپاہی سٹول پر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

یہ بڑا آسان شکار تھا۔ عنبر نے قریب جا کر اس کی گردن پر زور سے ہاتھ مارا۔ یہ ہاتھ گویا ایک چٹان تھی جس نے گورے سپاہی کی گردن کی ہڈی توڑ دی۔ وہ گر پڑا۔

عنبر نے لالٹین اتار کر اس کا مٹی کا تیل عمارت کے دروازے پر چھڑکا یا اور آگ لگا دی۔ مٹی کے تیل نے جلد ہی آگ پکڑ لی۔

دروازہ دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ عنبر بھاگ کر واپس گھاٹ کے پتھروں کے پیچھے آ کر چھپ گیا۔

اسے بالکل خبر نہیں تھی کہ اس عمارت کے اندر گولہ بارود جمع ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عمارت کو آگ لگے گی تو سپاہی اس طرف بھاگ کر آئیں گے۔

اتنے عرصے میں وہ کشتی کھول کر لے جائے گا۔

لیکن جونہی آگ گولہ بارود تک پہنچی، ایک قیامت خیز دھماکہ ہوا اور دو منزلہ عمارت کے پرخچے اڑ گئے۔

ساتھ ہی گوراپلٹن بھی ختم ہوگئی۔

عنبر پتھروں سے باہر نکل آیا۔ عمارت کا ملبہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا۔ چاروں طرف گورا فوج کی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔

اسے معلوم تھا کہ دھماکے کی آواز بندرگاہ تک ضرور پہنچی ہوگی اور وہاں سے دوسری پلٹ اس طرف بھاگی چلی آرہی ہوگی۔

چنانچہ وہ بھاگ کر دریا کنارے آیا اور ایک کشتی میں سوار ہوکر اس کی رسی کاٹ دی اور چپو چلاتا اسے دریا کے اتار پر کھینے لگا۔

کشتی جس وقت بخت خان کے جھونپڑے تک

پہنچی تو بندرگاہ کی گوراپلٹن سکھ پلٹن کے ساتھ گھاٹ پر پہنچنے ہی والی تھی۔

دھماکے کی خوفناک آواز سن کر بخت خان اور اس کے ساتھی بھی باہر آگئے۔ اور تشویش کے ساتھ عنبر کا انتظار کررہے تھے۔

عنبر نے آتے ہی کہا۔

''جلدی سے اس کشتی میں سوار ہوجائیں۔ میں نے بارود کا ذخیرہ اڑادیا ہے''۔

بخت خان اپنے ساتھیوں کو لے کر کشتی میں سوار ہوگیا اور دریا کے دوسرے کنارے کی طرف کشتی چل پڑی۔

گورا فوج نے گھاٹ پر پہنچ کر گولیاں چلانی شروع کر دی تھیں۔

بخت خان نے کہا۔

اگر تم ذرا دیر کر دیتے تو ہم دریا میں اتر چکے ہوتے۔ کیونکہ دھماکے کی آواز کے بعد ہمارا جھونپڑے میں رہنا خطرناک تھا۔

ہمیں معلوم تھا کہ یہ دھماکہ تم ہی نے کیا ہے اور اب وہاں گورا فوج پہنچ کر چاروں طرف بکھر جائے گی اور ہم قابو میں آ جائیں گے۔

عنبر نے کہا۔

''اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا مگر مجھے خود بھی معلوم

نہیں تھا کہ اس عمارت میں گولہ بارود کا ذخیرہ موجود ہے''۔

سکھ فوجی دریا کی طرف بھی گولیوں کی باڑ مار رہے تھے۔ کچھ گولیاں کشتی کے قریب دریا میں گریں۔ پانی اچھل کر کشتی میں سوار لوگوں پر گرا۔

بخت خان نے حکم دیا کہ کشتی زور سے چلاؤ۔ کشتی کنارے پر پہنچ گئی۔ لیکن اب دھماکے کے بعد اس کنارے پر بھی خطرہ منڈلا رہا تھا۔

کیونکہ دوسری جانب سے گورا فوج نے بھی کشتیوں پر دریا پار کر لیا تھا۔ بخت خان نے کہا۔

''ہمیں پرانے کھنڈر میں جا کر چھپ جانا

چاہیے۔ ہم آج یہاں سے فرار ہو سکیں گے"۔

بخت خان بولا۔

"تمہارا خیال درست معلوم ہوتا ہے۔ ساتھیو! جلدی سے پرانے کھنڈر کی طرف بھاگو"۔

صبح ہونے والی تھی۔ ہلکی ہلکی نیلی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ یہ پرانا کھنڈر دریا کنارے کے پاس ہی تھا۔ درختوں کے جھنڈ تھے۔

جنگلی جھاڑیاں تھیں۔ اور کسی بارہ دری کا کھنڈر تھا جس کے سفید پتھروں کی سلیں ادھر ادھر پڑی تھیں۔ پیچھے کی جانب جنگلی جھاڑیوں میں ایک کھوہ سا بن گیا تھا۔

بخت خان کو اس کھنڈر کا علم تھا۔ بخت خان کو ساتھ لے کر کھوہ کے اندر اتر گیا۔ دوسرے سپاہیوں نے کہا۔

"ہم درختوں کے پیچھے جھاڑیوں میں چھپ کر دن بسر کریں گے۔ آپ ہمارا فکر نہ کریں"۔

بخت خان کے وفادار سپاہی درختوں کے پاس جھاڑیوں میں جا کر چھپ گئے۔ عنبر بھی بخت خان کے ساتھ ہی کھوہ میں اتر گیا۔

ایک پتھر کی سل اٹھا کر انہوں نے کھوہ کے منہ پر رکھ دی۔ وہ اپنی جانب سے تو بالکل محفوظ ہو گئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد صبح ہوگئی۔ عنبر نے کھوہ میں سے گردن باہر نکال کر دیکھا، دریا کنارے اسے سکھ اور گورا فوج کے کچھ سپاہی جھاڑیوں میں جھک جھک کر مفرور سپاہیوں کو تلاش کرتے نظر آئے۔ اس نے بخت خان سے کہا کہ دشمن سر پر پہنچ گیا ہے مگر فکر کی کوئی بات نہیں۔

بخت خان نے تلوار کھینچ کر کہا۔

"خدا کی قسم بخت خان چھ سات کو مار کر جام شہادت نوش کرے گا۔"

تہہ خانے میں لاش

"ابھی آپ چھپ جائیں"۔

عنبر نے بخت خاں کے جوش کو کسی قدر ٹھنڈا کیا اور اسے کھوہ میں چھپا دیا۔ کھوہ کے منہ پر پتھر کی سل رکھی تھی۔

دن کی ہلکی ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔ نجف خاں بھی جوش کے عالم میں تھا اور بخت خاں کے لیے اپنی

جان قربان کرنے کو تیار بیٹھا تھا۔ عنبر نے جھاڑیوں میں سے دیکھا کہ دو سکھ فوجی ایک گورے سپاہی کے ساتھ بارہ دری کے کھنڈر کی طرف آ رہے ہیں۔

وہ ہر جھاڑی میں سنگین مار کر دیکھ لیتے تھے کہ کہیں مفرور دشمن وہاں تو نہیں چھپا ہوا۔

یہاں تک کہ وہ اس کھوہ کے پاس آ گئے۔ جہاں بخت خاں، نجف خاں اور عنبر چھپے ہوئے تھے۔

عنبر نے سرگوشی میں کہا۔

''آپ لوگ کوئی آواز نہ نکالیں۔ ان کو میں سنبھال لوں گا''۔

اتنا کہہ کر عنبر کھوہ کے منہ پر آ کر جھک کر بیٹھ

گیا۔ اور باہر کو تکنے لگا۔ اب ایک سکھ سپاہی تلوار لے کر کھوہ کے منہ پر آ گیا اور جھک کر بولا۔

''صاب! ادھر ضرور دشمن چھپا ہے''۔

گورے نے کہا۔

''پتھر ہٹا کر دیکھو''۔

پھر کیا تھا۔ سکھ نے ٹھوکر مار کر پتھر کی سل پرے گرا دی۔ اس سے پہلے کہ دشمن بخت خاں کو دیکھ لے عنبر چھلانگ لگا کر باہر نکل آیا اور سکھ کے ہاتھ سے تلوار چھین کر ایک ہی وار سے اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔

دوسرا وار اس نے دوسرے سکھ پر کیا۔ سکھ سپاہی نے بھی عنبر پر گولی چلا دی مگر گولی کا کوئی اثر نہ ہوا اور

عنبر کی تلوار سکھ کے سینے میں اتر گئی۔ اس عرصے میں
گورا سپاہی بندوق سے کئی گولیاں عنبر پر چلا چکا تھا۔
اس کی بندوق خالی ہو گئی۔

عنبر تلوار لے کر اس کی طرف بڑھا۔

گورا بھاگا۔ عنبر نے پیچھے سے وار کیا۔ تلوار
گورے کے شانے پر پڑی اور نیچے تک اتر گئی۔

گولیوں کی آواز سن کر بخت خاں کے وفادار
سپاہی بھی جھاڑیوں سے نکل آئے۔ ادھر سے کچھ اور
سکھ فوجی بھی گولیوں کے دھماکے سن کر لپکے۔

اب بخت خاں نے بھی تلوار نکال لی۔ زوردار
لڑائی شروع ہو گئی۔ تلوار سے تلوار ٹکرانے لگی۔ لیکن

بخت خاں اور نجف خاں ایسے ماہر تلوار باز کا مقابلہ
عام سپاہی بھلا کہاں کر سکتے تھے۔

تھوڑی ہی دیر میں ان کی لاشیں زمین پر تڑپ
رہی تھیں۔ کچھ سپاہیوں کو عنبر نے ختم کر دیا۔ میدان
صاف ہوا تو عنبر نے کہا۔

''اب ہمیں یہاں سے نکل چلنا چاہیے''۔

مردہ سپاہیوں کے گھوڑے ذرا پرے درخت میں
بندھے تھے۔ انہوں نے کھول لیے۔ ان پر سوار ہوئے
اور شمال کی جانب گھوڑے دوڑائے لیکر اور پچھلا ہی
کے جنگل کے دوسرے کنارے پر جا کر وہ ایک ٹیکری
پر چڑھ گئے اور دوسری جانب اتر کر ایک جگہ آم کے

جھنڈ میں رک گئے۔

بخت خاں نے کہا۔

"عنبر! تم اگر چاہو تو یہاں سے واپس جا سکتے ہو۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ تم ہمارے ساتھ خواہ مخواہ پریشان ہوتے پھرو۔ ہم یہاں سے جنگل جنگل چھپتے چھپاتے لکھنو پہنچ جائیں گے جہاں سے نیپال کی راہ لیں گے"۔

عنبر نے کہا۔

"بخت خاں! میں ایک بہادر سپاہی کو بیچ منجدھار میں نہیں چھوڑ کر جا سکتا اور پھر لکھنو میں چاروں طرف آگ لگی ہے۔ انگریزی فوج تمہارے خون کی پیاسی

چاروں طرف پھر رہی ہے۔ لکھنو میں تم محفوظ نہ رہ سکو گے"۔

نجف خاں نے کہا۔

سردار! عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ اگر ہم یہاں سے اوپر کی طرف سفر کرتے جائیں تو نینیتال سے نکل کر ہمالیہ کی ترائی میں داخل ہو جائیں گے۔

پھر وہاں سے ہم نیپال پہنچ سکتے ہیں۔ ہمیں لکھنو سے دور ہی رہنا ہو گا۔ اس میں آپ کی زندگی کو خطرہ ہے۔

نجف خاں کچھ سوچنے لگا۔ پھر عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"تمہارا خیال اچھا ہے عنبر! ہم لکھنؤ نہیں جائیں گے بلکہ نجف خاں کے خیال کے مطابق یہاں سے نینی تال کی طرف سفر کریں گے۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب تمہارا ہمارے ساتھ رہنا مناسب نہیں۔ کیونکہ اب ہم خطروں کا خود ہی مقابلہ کریں گے اور ویسے بھی آگے جنگل شروع ہو رہا ہے۔ یہاں کوئی انگریزی فوج نہیں ہے۔

عنبر نے کہا۔

"نجف خاں! میں خود نیپال جانا چاہتا ہوں۔ مجھے اپنے ایک بھائی ناگ اور بہن ماریا کی تلاش ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ لوگ نیپال کے بڑے مندر

میں مجھے مل جائیں گے۔ اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں گا"۔

بخت خان کہنے لگا۔

"نوجوان! ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہمیں تو خوشی ہو گی۔ کیونکہ تم ساتھ ہو گے تو ہم کئی مصیبتوں کا شکار ہونے سے بچ جائیں گے"۔

چنانچہ عنبر ان لوگوں کے ساتھ نیپال کی طرف روانہ ہو گیا۔

پیارے قارئین!

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناگ اور ماریا کے بارے میں بھی آپ کو بتائیں کہ وہ کس حال میں ی

اور کیا کر رہے ہیں۔

ماریا کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ وہ نئی دنیا یعنی امریکہ سے ورجینا نامی بڑی جہاز پر سوار ہو کر ہندوستان کی طرف آ رہی ہے، وہ ابھی تک سمندر میں ہی سفر کر رہی ہے۔ اسے ہم سمندر میں ہی چھوڑتے ہیں۔

ناگ دلی میں انگریزی فوج کے ساتھ تھا۔ انگریزوں نے دہلی پر قبضہ کر لیا تھا۔ شہر میں انہوں نے بڑی لوٹ مار مچائی۔ لوگوں کو بے دریغ قتل کیا۔

پھانسی پر چڑھایا۔ گرفتار کر کے کالے پانی جلاوطن کر دیا۔ ناگ کو بھی عنبر اور ماریا کی تلاش تھی۔ سارا شہر

اس نے چھان مارا۔

مگر دونوں میں سے کوئی بھی اسے نہ ملا۔ سوچنے لگا کہ یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ کیونکہ دہلی میں عنبر یا ماریا کا کوئی معمولی سا نشان بھی اسے نظر نہیں آیا تھا۔ پھر وہاں رہنے سے کیا فائدہ؟۔

وہ شاہی قلعے کے پیچھے باغ میں ایک بارہ دری میں رہتا تھا۔ ایک رات چاند نکلا ہوا تھا۔ وہ سیر کرنے بارہ دری سے باہر آ گیا اور قلعے کی دیوار کے ساتھ ساتھ باغ میں سیر کرنے لگا۔

دل میں وہ عنبر اور ماریا کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اچانک اسے پیچھے سے گھوڑے کے ٹاپوں کی

آواز آئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ باغ کی روش پر ایک
گوراسپاہی گھوڑا دوڑائے چلا آ رہا تھا۔

جب وہ اس کے قریب سے گزرا تو ناگ نے
دیکھا کہ گھوڑے کی پیٹھ پر اس نے ایک عورت کو
زبردستی پکڑ رکھا تھا۔ عورت کے منہ سے ہلکی ہلکی چیخیں
نکل رہی تھیں۔

ناگ اپنی جگہ پر کھڑا یہ منظر دیکھتا رہا۔ گھوڑ اسوار
گورا ذرا فاصلے پر ایک سفید گنبد والی عمارت میں داخل
ہو گیا۔

اس کے بعد وہاں خاموشی چھا گئی۔ ناگ سمجھ گیا
کہ یہ بدبخت کسی عورت کو اغوا کر کے لایا ہے۔ اس قسم

کے واقعات وہاں روزانہ ہی ہوتے رہتے تھے۔

مگر ناگ کے دل پر جانے کیوں اس عورت کی
دبی دبی چیخوں نے بے حد اثر کیا۔ اس نے مظلوم
عورت کی مدد کرنے کا فیصلہ کر لیا اور درختوں کے پیچھے
سے ہوتا عمارت کی طرف بڑھا۔

یہ عمارت اک منزلہ تھی اور پرانے زمانے کا کوئی
مقبرہ معلوم ہوتی تھی۔ اس کے چاروں جانب جنگلی
گھاس اور جوہی کی بیلیں اگی تھیں۔

عنبر نے دن میں کئی بار یہ عمارت دیکھی تھی۔ مگر
کبھی اس طرف نہیں گیا تھا۔ کیونکہ یہ ایک ویران
عمارت تھی۔ وہ جھاڑیوں میں آ کر رک گیا۔

پرانی محرابوں کے نیچے برآمدے میں اندھیرا تھا۔ صرف چاند کی ہلکی ہلکی روشنی عمارت کے پرانے سفید گنبد پر پڑ رہی تھیں۔

وہ جھاڑیوں میں سے ہوتا ہوا محرابوں کے نیچے اکھڑے ہوئے فرش والے برآمدے میں آ گیا۔ یہ برآمدہ گول بارہ دری کے ساتھ ساتھ گھوم گیا تھا۔

اب اس نے اسی عورت کی سسکیوں کی آواز سنی۔

ناگ ہمہ تن گوش ہو گیا۔ یہ آواز ایسے لگتا تھا کہ کسی تہہ خانے یا نچلے کمرے سے آ رہی ہے۔

ناگ کو معلوم تھا کہ ایسی عمارتوں کے نیچے تہہ خانے ضرور ہوتے ہیں جہاں گرمیوں کی دوپہروں کو

لوگ آرام کرتے ہیں چونکہ وہ بڑے ٹھنڈے ہوتے ہیں۔

ناگ گنبد کے اندر آ گیا۔ ایک جگہ چبوترے کی دیوار پر سوراخ میں سے ہلکی ہلکی روشنی نکل رہی تھی۔ یہ سوراخ نیچے تہہ خانے کو جاتا تھا۔

ناگ نے سوراخ میں سے جھانک کر دیکھا۔ یہ ایک تہہ خانہ تھا۔ کونے میں لیمپ جل رہا تھا۔ وہی گورا سپاہی ہنٹر لیے کھڑا تھا۔

عورت زمین پر پڑی اسے ہاتھ جوڑ رہی تھی۔ اور وہ اسے مار رہا تھا۔ ناگ کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ کمینہ گورا ایک مسلمان عورت پر یوں ظلم کر رہا

تھا۔

عورت بے حد حسین اور نازک اندام تھی۔ صاف معلوم ہوتا تھا کہ وہ شاہی خاندان سے تعلق رکھتی ہے۔ ناگ سے یہ منظر برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے یہ بھی نہ دیکھا کہ تہہ خانے کو دروازہ کدھر سے جاتا ہے۔

وہیں سے سانپ کا روپ بدلا اور سوراخ میں سے گزر کر از تہہ خانے کی دیوار پر رینگتا ہوا فرش پر اتر گیا۔

وہ اندھیرے میں دیوار کے ساتھ ساتھ رینگتا گورے فوجی کی پشت پر آ گیا۔ گورے کو شکار کرنا اب

کوئی مشکل کام نہ تھا۔

ڈر تھا تو صرف اتنا کہ کہیں وہ ہوشیار ہو کر تلوار کا وار نہ کر دے۔ ایسی صورت میں ناگ کے دو ٹکڑے ہو سکتے تھے اور وہ مر سکتا تھا۔

گورے سپاہی نے عورت کو پکڑ کر گھسیٹا اور پھر زور سے ایک ہنٹر اس کی پیٹھ پر مارا۔

''اب تمہیں ساری زندگی میری بیوی بن کر رہنا ہوگا''۔

عورت نے روتے ہوئے کہا۔

''میرا خدا گواہ ہے کہ میں اپنے خاوند کی بیوی ہوں اور مرتے دم تک اسی کی بیوی رہوں گی۔ مر

جاؤں گی پر کسی غیر مرد کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھوں گی"۔

گورے فوجی نے طیش میں آ کر زور سے عورت کو ٹھوکر ماری۔ عورت الٹ کر پرے جا گری۔ پھر جانے عورت کے اندر کہاں سے طاقت آ گئی کہ وہ تڑپ کر اٹھی اور اس نے پوری طاقت سے گورے سپاہی کو دھکا دیا۔

وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔ جس جگہ گورا گرا، وہاں قریب ہی ناگ سانپ کی شکل میں دیوار کے ساتھ لگا بیٹھا تھا۔ بس یہی موقع تھا کہ ناگ نے اپنا پھن پھیلا لیا۔ زبان نکال کر پھنکارا اور گورے سپاہی کی گردن پر

بڑے پیار سے ڈس دیا۔

گورے نے تڑپ کر سانپ کی طرف دیکھا اور تلوار کے دستے پر ہاتھ مارا چاہتا تھا کہ تلوار کھینچ کر سانپ کے دو ٹکڑے کر دے مگر وہ ناگ کا زہر ہی نہیں جو دشمن کو اتنا موقع دے دے۔

گورے کا ہاتھ تلوار کے دستے پر ہی پڑا رہ گیا اور اس کی گردن ڈھلک گئی۔ ناگ اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور جسم نیلا پڑ گیا۔

ناگ تیزی سے دیوار پر چڑھ کر سوراخ میں سے باہر آ گیا۔

وہ عورت پر اپنا اصلی روپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا

تھا۔ باہر آ کر اس نے تہہ خانے کے دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹایا۔ اندر سے پریشان حال عورت نے دروازہ کھولا۔

ناگ اب انسان کے روپ میں تھا۔ اس نے کہا۔

”بہن میں مسلمان ہوں۔ قریب سے گزر رہا تھا کہ تمہاری آواز سنی۔ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں“۔

عورت نے کہا۔

”بھائی! جو مدد تم نے کرنی تھی وہ قدرت نے پہلے ہی کر دی ہے یہ ظالم گورا میری عزت کا دشمن تھا۔ قدرت نے ایک سانپ بھیج کر میری مدد کی۔ وہ دیکھو

اس کی لاش پڑی ہے۔ ٹھہرو پہلے مجھے شکرانے کے دو نفل پڑھ لینے دو“۔

اس عورت نے وہیں شکرانے کے دو نفل خدا کے حضور ادا کیے۔

عنبر نے پوچھا کہ وہ کون ہے اور یہاں کیسے پہنچ گئی؟۔

عورت کہنے لگی۔

بھائی! میرا نام شہزادی جہاں زیب ہے۔ میں شاہی خاندان کی شہزادی ہوں۔ یہ گورا ہمارے گھر میں سپاہیوں کو لے کر داخل ہوا۔

انہوں نے میرے گھر کو لوٹ کر تباہ کر دیا۔

میرے خاوند کو پکڑ کر سپاہی لے گئے اور یہ شخص مجھے زبردست اغوا کر کے یہاں لے آیا۔ خدا نے میری سن لی اور اس ظالم سے میری عزت بچالی۔

ناگ نے کہا۔

''شہزادی صاحبہ!'' میں بھی اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے سانپ کا سبب بنا کر آپ کی عزت بچائی۔ اب آپ یہ بتائیں کہ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟''۔

جہاں زیب شہزادی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

''بھائی! میرا گھر لٹ گیا۔ خاندان تباہ ہو گیا۔ نہ جانے میرے خاوند کو ان لوگوں نے کہاں قید میں ڈال

رکھا ہے۔

خدا معلوم وہ زندہ بھی ہے یا نہیں۔ میں اب زندہ رہ کر کیا کروں گی۔ کاش سانپ مجھے بھی ڈس لیتا تاکہ اس زندگی سے نجات ملتی''۔

ناگ نے کہا۔

شہزادی بہن! آپ کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جس خدا نے اپنی رحمت سے یہ سبب بنا دیا کہ آپ کی عزت بچالی۔

وہی خدا کوئی ایسا سبب بھی ضرور پیدا کر دے گا کہ آپ اپنے خاوند سے مل جائیں۔

شہزادی جہاں زیب نے کہا۔

بھائی! خدا تمہاری زبان مبارک کرے۔ لیکن اس وقت میں کہاں جا سکتی ہوں۔ اس گورے کپتان کے سارے فوجیوں کو معلوم ہے کہ یہ میرے ساتھ یہاں آیا تھا۔

اب اس کی لاش انہیں ملے گی تو وہ میرے خون کے پیاسے ہو کر چاروں طرف مجھے تلاش کرتے پھریں گے۔

پھر آنسو پونچھ کر کہنے لگی۔

تم مجھے میری حالت پر چھوڑ دو بھائی۔ اپنی جان مصیبت ساتھ مصیبت میں نہ ڈالو۔ تم جاؤ۔ میں یہاں سے نکل کر کسی طرف چل پڑوں۔

اگر زندگی باقی ہوئی تو ان ظالموں کے چنگل سے نکل جاؤں گی ورنہ ان کے ہاتھوں مر جاؤں گی۔

عنبر نے شہزادی کے سر پر ہاتھ رکھ دیا

نہیں بہن! اگر تم نے مجھے بھائی کہا ہے تو پھر یہ بھائی تمہیں ان ظالموں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑے گا۔

میں تمہاری حفاظت کروں گا۔ یقین کرو تم جہاں جانا چاہو گی، میں اپنا فرض سمجھ کر تمہیں وہاں پہنچاؤں گا اور یہ لوگ ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

شہزادی احسان مند نظروں سے ناگ کو دیکھنے لگی۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

''کیا تمہیں مجھ پر اعتبار نہیں بہن؟''۔

شہزادی نے کہا۔

''ایسا کبھی نہ سوچنا بھائی! مجھے تم پر پورا پورا اعتبار ہے''۔

''تو پھر بتاؤ کہ تم کہاں جانا چاہتی ہو؟''۔

شہزادی جہاں زیب نے کہا۔

سب سے پہلے تو میں اپنے خاوند کو اگر وہ زندہ ہے تو قید سے چھڑوانا چاہتی ہوں۔ اس کے بعد ہمارا اپنے گھر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

نیپال کی سرحد پر میری ایک خالہ رہتی ہے۔ میں

چاہتی ہوں کہ اگر ایسا ہو سکے تو میں اپنے خاوند کو لے کر نیپال کے سرحدی گاؤں میں اپنی خالہ کے پاس پہنچ جاؤں اور باقی زندگی کے دن اسی جگہ گزار دوں۔

ناگ نے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

میں قسم کھاتا ہوں بہن کہ جب تک تمہیں اور تمہارے خاوند کو اگر وہ زندہ ہے، نکال کر تمہاری خالہ کے ہاں نہ پہنچا لوں گا، چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

اب تم ایسا کرو کہ تم اسی جگہ بیٹھ کر میرا انتظار کرو۔ میں تمہارے لیے کسی محفوظ پناہ گاہ کا بندوبست کر کے واپس آتا ہوں۔

ڈرنا نہیں۔ بڑے سکون سے دروازہ اندر سے بند

کر لو۔ صبح تک یہاں کوئی پلٹن کا سپاہی اپنے کپتان کی خبر لینے نہیں آئے گا۔ کیا تم تیار ہو؟"۔

"ہاں بھائی! میں اس تہہ خانے میں تمہارا انتظار کروں گی"۔

شہزادی نے کہا۔

ناگ جانے لگا تو شہزادی نے پلٹ کر پوچھا۔

"بھائی! تم نے اپنا نام تو بتایا ہی نہیں؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میرا نام کچھ اور ہے۔ بہر حال تم ناگ کہہ لیا کرو"۔

"ناگ بڑا عجیب نام ہے۔ کیا تم مسلمان نہیں

ہو؟"۔

ناگ ہنسا۔

"الحمدللہ کہ میں مسلمان ہوں۔ میرا اصلی نام عبداللہ ہے۔ مگر اپنے دوستوں میں ناگ کے نام سے مشہور ہوں۔ یہ ہمارا پرانا خاندانی نام ہے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں"۔

ناگ چلا گیا۔ شہزادی نے تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی چڑھا دی اور لیمپ دھیما کر کے کونے میں بیٹھ کر ناگ بھائی کی واپسی کا انتظار کرنے لگی۔ اس کے سامنے زمین پر گورے کپتان کی لاش پڑی تھی۔ جو پھولتی جا رہی تھی۔

دیا بجھ گیا

ناگ گھوڑے پر سوار ہو کر واپس جانا چاہتا تھا۔ لیکن گھوڑا مرے ہوئے گورے سپاہی کا تھا۔ وہ پیدل ہی کوٹھڑی میں آ گیا اور سوچنے لگا کہ شاہی خاندان کی باعزت مسلمان شہزادی کے لیے وہ کیا کرے اور اسے کہاں چھپائے تاکہ وہ ایک دن میں اس کے خاوند کا سراغ لگا کر ان دونوں کو نیپال کی سرحد کی طرف لے

جائے۔

اپنے پاس ایسی کوئی جگہ نہیں تھی وہ تو خود گوروں میں رہتا تھا۔ ایکدم سے ناگ کو مقبرہ جہاں دار کا خیال آیا۔

یہ ایک اجاڑ مقبرہ تھا جو شہر سے باہر ایک جگہ کھنڈروں میں واقع تھا۔ یہاں کبھی کوئی نہیں تھا۔ اس مقبرے میں وہ شہزادی جہاں زیب کو کچھ دنوں کے لیے چھپا سکتا تھا۔

ناگ نے اپنا ذاتی گھوڑا اصطبل سے نکالا۔ اس پر سوار ہوا اور شہزادی کی بارہ دری کی طرف آ گیا۔

رات اب کافی گزر چکی تھی۔ کوئی دم میں صبح

ہونے والی تھی۔ ناگ صبح ہونے سے پہلے پہلے شہزادی
جہاں زیب کو محفوظ مقام پر پہنچا دینا چاہتا تھا۔ اس کی
کوٹھڑی سے فاصلہ زیادہ نہ تھا۔

وہ بہت جلد عمارت میں پہنچ گیا۔ گورے کی لاش کو
وہیں رہنے دیا اور جہاں زیب کو گھوڑے پر بٹھا کر وہ
ہوا سے باتیں کرتا سیدھا اجاڑ مقبرے میں آ گیا۔ یہ
ایک ویران جگہ تھی۔

اسے دیکھ کر کبھی کسی کو خیال بھی نہیں آ سکتا تھا کہ
یہاں کوئی انسان رہتا ہے۔ ناگ نے شہزادی کو
مقبرے کے تہہ خانے میں لے جا کر وہاں جگہ صاف
کی۔

دیا جلایا۔ زمین پر چٹائی بچھائی۔ سرہانہ وغیرہ رکھا
کچھ کھانے پینے کا سامان بھی وہاں لا کر رکھ دیا اور کہا۔

"شہزادی جہاں زیب تم یہاں آرام سے رہو۔ میں
اب تمہارے خاوند کی تلاش میں نکلتا ہوں۔ مجھے بتاؤ
کہ اس کا نام کیا ہے اور حلیہ کیا ہے؟"۔

جہاں زیب نے کہا۔

"میرے خاوند کا نام عزت بیگ ہے اور وہ گورا
چٹا گھبرو جوان ہے۔ اس کے ماتھے پر دائیں جانب
زخم کا نشان ہے"۔

ناگ بولا۔

"اب تم فکر نہ کرو۔ اگر عزت بیگ کو انگریزوں

نے ابھی تک جانی نقصان نہیں پہنچایا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اسے تلاش کر کے تمہارے پاس لے آؤں گا۔ تم فکر نہ کرو میں تمہارے پاس صبح شام دونوں وقت آیا کروں گا اور تمہیں کھانے پینے کی چیزیں دے جایا کروں گا۔

''اچھا بھائی! خدا تمہیں اس نیکی کا اجر دے گا''۔

ناگ شہزادی کو خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔

صبح ہوئی تو گورے کپتان اور اس کے ساتھیوں کے قتل کی خبر سارے شہر میں آگ بن کر پھیل گئی۔ کئی لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا۔

لوگوں پر اور زیادہ سختی کر دی گئی۔ گھاٹ کے

قریب سے گزرنے والوں کی تلاشی لی جاتی۔ ناگ پر کسی نے شک نہ کیا۔ کیونکہ وہ تو انگریزوں کے بہت کام آ رہا تھا۔

ناگ نے ایک سکھ فوجی سے معلوم کرنا چاہا کہ شہزادی کا خاوند کس جگہ پر قید ہے۔ وہ سکھ فوجی ایک افسر تھا اور اکثر قیدی اس کی نگرانی میں جلاوطن کیے جاتے تھے یا پھانسی کے تختے پر چڑھا دیے جاتے تھے۔ ناگ کے سوال پر سکھ افسر نے ناگ کو گھور کر دیکھا اور کہا۔

''کیوں بھئی تم کیوں عزت بیگ کا پوچھ رہے ہو؟''۔

www.urdurasala.com

ناگ سمجھ گیا کہ جب یہ شخص شہزادی کے خاوند کا نام جانتا ہے تو ضرور یہ بھی جانتا ہوگا کہ وہ کس جگہ پر قید ہے اس نے کہا۔

''وہ ہمارا دشمن ہے۔ میں یہ جان کر خوش ہونا چاہتا ہوں کہ اسے پھانسی دے دی گئی ہے''۔

سکھ افسر نے تلوار سے زمین کی مٹی کرید کر کہا۔

''پھانسی ابھی اسے نہیں ملی، لیکن اب نہ جائے گی کیونکہ اس کی بیوی فرار ہوگئی ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے بڑے قیمتی سپاہی ہلاک ہو گئے ہیں۔ ہمارے کپتان صاحب کو سانپ نے کاٹ لیا ہے''۔

ناگ دل میں ہنسا اور سوچنے لگا کہ اے سکھ افسر!

اگر ضرورت پڑی تو بیٹا تجھے بھی نہیں چھوڑوں گا۔ اس نے سکھ افسر سے پوچھا۔

''اسے کسی ایسی جگہ تو قید کر کے نہیں ڈالا جہاں سے وہ بھی اپنی بیوی کی طرح فرار ہو سکتا ہے؟''۔

ناگ سکھ افسر سے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ وہ کہاں پر قید ہے سکھ اس کی چال میں آ گیا۔ بڑے گھمنڈ سے بولا۔

''توبہ کرو جی! عزت بیگ ایسی جگہ قید ہے جہاں سے اگر ساری دنیا کے مسلمان بھی مل کر چاہیں تو اسے رہائی نہیں دلا سکتے''۔

ناگ نے ایک اور چال چلی۔

"اس کا مطلب ہے وہ ضرور دریا کے نیچے کسی تہہ خانے میں قید ہوگا!"۔

سکھ افسر ہنس پڑا۔

"بس ایسا ہی سمجھ لو۔ اچھا تم ہی بتاؤ۔ اگر کسی آدمی کو شاہی قلعے کی سب سے اونچی کوٹھڑی میں خونی برج کے اندر قید کر کے باہر ننگی تلواروں کا پہرہ لگا دیا جائے تو تمہارا کیا خیال کہ وہ وہاں سے فرار ہو سکتا ہے؟"۔

ناگ نے جھٹ کہا۔

"ہو سکتا ہے۔ اگر پہرے والے کسی وقت غافل ہو جائیں"۔

سکھ نے قہقہہ لگایا۔

"پاگل نوجوان! وہاں چوبیس گھنٹے پہرہ لگا ہوتا ہے۔ اور پھر شاہی قلعے کے اندر کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی بھلا اس خونی برج تک کوئی کیسے پہنچ سکے گا؟"۔

ناگ ہنس کر دوسری طرف چلا گیا۔ ناگ کو معلوم ہو چکا تھا کہ شہزادی کا خاون عزت بیگ خونی برج میں قید ہے۔

ناگ نے خونی برج کا نام بہت سن رکھا تھا۔ یہاں دو مہینے پہلے گوروں نے سو کے قریب مجاہدوں کو قید کر کے ایک ایک کر کے قتل کیا تھا اور ان کے سر

فصیل سے نیچے قلعے کی کھائی میں پھینک دیے تھے۔
اسی وقت سے اس برج کا نام تو خونی برج پڑ گیا تھا۔
شام کو ناگ اجاڑ مقبرے میں شہزادی کے لیے کھانا اور
کچھ پھل لے کر گیا تو اس نے بتایا کہ عزت بیگ کو
گوروں نے خونی برج میں قید کر رکھا ہے اور وہ اسے
پھانسی دینے کی فکر میں ہیں۔

شہزادی نے اداس ہو کر سر جھکا لیا۔ ناگ نے
اسے حوصلہ دیا۔

''بہن جہاں زیب! میں نے تمہیں اپنا بھائی کہا
ہے۔ سب سے پہلے خدا پر بھروسہ رکھو۔ اس کی رحمت
سے مایوس نہ ہو۔ اس کے بعد مجھ پر یقین کرو کہ میں

تمہارے خاوند کو تختہ دار سے بچا کر لے آنے میں کوئی
کسر نہ چھوڑوں گا''۔

شہزادی بولی۔

''تم گورا فوج کی پوری پلٹن کا مقابلہ اکیلے کیسے
کر سکو؟''۔

قلعے کے اندر جا کر خونی برج میں پہنچنا اور پھر جلاد
پہرے داروں کی نظروں سے بچا کر اسے اغوا کرنا
ایک ناممکن بات نظر آتی ہے۔

ناگ نے کہا۔

''اگر خدا چاہے تو کیا نہیں ہو سکتا۔ خدا کی مدد
تمہارے پاس ایک نامعلوم اندھیرے تہہ خانے میں

بھی تو پہنچ گئی تھی۔ تو پھر اب بھی تمہارے خاوند کو خدا
اگر چاہے تو بچالے گا"۔

"کاش ایسا ہوسکتا"۔

شہزادی نے کہا۔

وہ اپنے خاوند کی پھانسی کا سن کر پریشان ہوگئی
تھی۔ ناگ نے اسے حوصلہ دیا۔

پھر بھی شہزادی کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ دبلا پتلا
سا نوجوان اس کے خاوند کو سینکڑوں گورے فوجیوں کی
آنکھوں میں دھول جھونک کر بچا کر لے آئے گا۔

لیکن ایک بات ضرور تھی کہ شہزادی جہاں زیب کو
ناگ کی شخصیت میں ایک زبردست طاقت محسوس

ہوتی تھی۔

اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ جب ناگ اس کی
طرف دیکھ رہا ہوتا ہے تو آنکھ نہیں جھپکتا۔

ناگ میں اسے کوئی غیر معمولی طاقت کا احساس
ہوتا تھا۔ پھر بھی یہ کہنا کہ وہ خونی برج جا کر پہرہ دینے
والے جلاد قسم کے گورا فوجیوں کو جل دے کر اس کے
خاوند کو موت کے منہ سے بچا کر لے آئے گا، شہزادی
کو ایک ناممکن بات لگتی تھی۔

ناگ اٹھ کر جانے لگا تو اس نے شہزادی سے کہا۔

"میں آج ہی خونی برج پہنچ کر تمہارے خاوند
سے ملنے کی کوشش کروں گا۔ انشاء اللہ کل صبح میں آ کر

تمہیں کوئی نہ کوئی خوش خبری ضرور سناؤں گا‘‘۔

ناگ اپنی بارہ دری یا پارک میں آ گیا۔ سارا دن اس نے شاہی قلعے کے بارے میں سوچتے ہوئے بسر کر دیا۔

اس نے کئی ایک گورا فوجیوں سے جو اس کے دوست تھے شاہی قلعے میں جانے کے بارے میں بات کی۔

لیکن ہر ایک نے یہی کہا کہ شاہی قلعے میں جانے پر زبردست پابندی ہے۔ کوئی سرکاری افسر یا فوجی بھی بغیر اشد ضروری کام کے اندر نہیں جا سکتا۔

اس کے لیے بھی ایسے پاس کی ضرورت ہوتی ہے

جس پر گورنر جنرل کے اپنے دستخط ہوں۔ ہاں اگر تم شاہی گارڈ یا شاہی فوج کے اعلیٰ دستوں میں ہوتے تو قلعے کے اندر جا سکتے تھے۔

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ سیدھی انگلی سے گھی نہیں نکلے گا۔ وہ انسان کی شکل میں شاہی قلعے کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ اور خونی برج میں جانا تو اور بھی مشکل بات تھی۔

اسے کوئی دوسرا طریقہ آزمانا پڑے گا۔

رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ آبادی کے مکانوں میں کہیں کہیں لیمپ روشن ہو گئے تھے۔

آسمان پر ستاروں کی نیلی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ گھوڑے پر سوار ہو کر پارک سے باہر نکلا۔ اس نے سیاہ لباس پہن رکھا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ دور ہوتا گیا پھر اس کا گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ دریا کی جانب سے ہو کر وہ شاہی قلعے کے عقب میں آ گیا۔

یہاں موت جیسی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دریا کا پانی چپ چاپ بہہ رہا تھا۔ ناگ گھوڑے سے اتر پڑا۔ گھوڑے کو اس نے املی کے درخت سے باندھ دیا۔

وہ ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کس شکل

میں قلعے کے اوپر پہنچے۔ قلعے کی فصیل اس کے سامنے تھی۔ صرف بیچ میں دریا تھا جو خاموشی سے بہہ رہا تھا۔

اب کیا ہوا کہ اس علاقے کی ویران جھاڑیوں میں ایک کوبرا سانپ رہتا تھا۔ وہ بھی سیر کرتا کراتا اس طرف نکل آیا۔

ناگ کے ہاتھ میں چھوٹا سا پتھر تھا۔ جسے وہ سوچتے ہوئے ادھر سے ادھر ہاتھ میں لڑھکا رہا تھا۔ یونہی بے خیالی میں ناگ نے پتھر اٹھا کر زور سے پرے پھینک دیا۔

اتفاق سے وہ پتھر سیدھا کوبرا سانپ کی دم پر جا

لگا۔ کوبرا سانپ نے زور سے پھنکار ماری اور اپنا پھن
غصے میں کھڑا کر کے دشمن کی طرف لپکا۔

بے چارے کوبرا سانپ کو کیا خبر تھی کہ وہ کس شخص
پر حملہ کر رہا ہے۔ کوبرے نے ناگ کی گردن پر وار کر
دیا۔

ناگ نے بڑے سکون سے پلٹ کر کوبرے
سانپ کی طرف دیکھا اب جو کوبرا سانپ کی آنکھیں
ناگ سے چار ہوئیں تو اس کے جسم پر ڈر اور خوف سے
لرزہ طاری ہو گیا۔

وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ اس کا پھن سکڑ گیا۔ ناگ نے
اسے زمین پر سے اٹھا کر اپنے سامنے پتھر پر رکھا اور

کہا۔

''بد بخت! کیا تجھے معلوم نہیں تھا کہ تو جس شخص پر
حملہ کر رہا ہے۔ وہ شیش ناگ کا بھی دیوتا ہے؟''۔

کوبرے سانپ نے کہا۔

''اے عظیم دیوتا! مجھ سے بھول ہو گئی۔ مجھے
معاف کر دے۔ میں تمہارے قدموں پر سر جھکاتا
ہوں''۔

اور کوبرے سانپ نے اپنا سر ناگ کے قدموں پر
رکھ دیا۔

ناگ نے کہا۔

''اچھا۔ میں نے تمہیں معاف کیا''۔

کوبرا سانپ نے ناگ سے پوچھا۔

"اے عظیم دیوتا! آپ یہاں کس طرح تشریف لے آئے۔ کوئی خدمت ہو تو مجھے بتایئے۔ آخر ہم آپ کے خادم یہاں کس لیے پھر رہے ہیں"۔

ناگ نے کہا۔

میں ایک بڑے ضروری کام کے سلسلے میں یہاں آیا ہوں۔ کہاں تم میرا ایک کام کرو۔ دریا کے دوسرے کنارے پر جاؤ اور قلعے کے اوپر والے خونی برج میں جا کر دیکھو کہ ایک خوش شکل دراز قد نوجوان قید میں پڑا ہے کہ نہیں۔

پھر مجھے یہاں آ کر اطلاع کرو۔ میں تمہارا انتظار

کروں گا۔

کوبرا سانپ نے سر جھکا کر کہا۔

"ابھی لاتا ہوں حضور!"

اور اس کے ساتھ ہی وہ دریا میں اتر گیا۔

ستاروں کی روشنی میں ناگ اسے کچھ دور تک دیکھتا رہا۔ پھر وہ غائب ہو گیا۔

کوبرا سانپ دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ کر قلعے کی دیوار پر چڑھ گیا۔ اوپر جا کر وہ خونی برج کی طرف رینگنے لگا۔

وہاں سپاہیوں کا سخت پہرہ تھا۔ برج کے دروازے پر مشرقی جانب لالٹین جل رہی تھی اور دو

گورے فوجی آمنے سامنے بندوقیں لیے کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔

کوبرا سانپ پیچھے سے ہو کر دیوار پر چڑھ گیا اور رینگتا ہوا خونی برج کے اوپر والے روشندان میں آ گیا۔ یہاں سے اس نے اپنا سر اندر ڈال کر دیکھا۔ ایک مٹی کا دیا جل رہا تھا۔

اس کی روشنی میں ایک دراز قد گورا چٹا نوجوان دکھائی دیا۔ جس کی ڈاڑھی بڑھ آئی تھی۔ چہرے پر پریشانی تھی۔

پھر بھی وہ خاندانی معلوم ہو رہا تھا۔ کوبرا سمجھ گیا کہ یہی وہ نوجوان ہے جس کے بارے میں ناگ

دیوتا نے پوچھا ہے۔ وہ واپس ہوا اور برج کے گول دیوار پر سے رینگتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

جس وقت وہ چھت پر آیا تو ناگاہ ایک سپاہی کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس نے سانپ سانپ کا شور مچاتے ہوئے بندوق کا دستہ کوبرے پر مارا۔

کوبرا تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا لیکن اس کا سر زخمی ہو گیا اور خون بہنے لگا۔ کوبرے نے دیوار سے نیچے چھلانگ لگا دی اور دریا کنارے جھاڑیوں میں گر پڑا۔

خون اس کے سے بہہ رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ مگر وہ مرنے سے

پہلے ناگ دیوتا تک اس کا پیغام پہنچا دینا چاہتا تھا۔

کوبرے نے بڑی مشکل سے جھاڑیوں سے نکل کر دریا تک کا فاصلہ طے کیا۔ دریا کے کنارے آ کر وہ پانی میں اتر گیا اور دریا کے دوسرے کنارے کی طرف تیرنا شروع کر دیا۔

کمزوری کی وجہ سے اس پر غشی چھا رہی تھی۔ دریا کا ٹھنڈا پانی اسے اور زیادہ نڈھال کر رہا تھا۔ کوبرا برابر پانی پر تیرتے ہوئے آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

آخر وہ دریا کے کنارے پہنچ گیا۔ ناگ اسی جگہ بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے سانپ کو آہستہ آہستہ سر جھکائے رینگتے ہوئے دیکھا تو بھاگ کر اس

کے پاس آیا۔

دیکھا کہ سانپ کے سر سے خون بہہ رہا ہے اور وہ شدید زخمی ہے۔

ناگ نے پوچھا۔

"یہ کیا ہو گیا کوبرا؟"۔

کوبرے نے کہا۔

ناگ دیوتا! خونی برج پر کھڑے گورے سپاہی نے میرے سر پر بندوق کا دستہ مار دیا۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ میں نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ جس نوجوان کی تلاش میں آپ نکلے ہیں، وہ نوجوان خونی برج میں قید ہے۔

اتنا کہہ کر کوبرا سانپ نے سرزمین کے ساتھ لگا دیا۔ ناگ نے جھک کر دیکھا۔ وہ مر چکا تھا۔ ناگ کو بڑا غصہ آیا کہ گورے فوجی نے اس کے غلام کو ہلاک کر ڈالا۔

اس نے دل میں فیصلہ کرلیا کہ وہ خونی برج کے پہریداروں سے کوبرا سانپ کی موت کا ضرور انتقام لے گا۔

اس نے زمین کھود کر کوبرا سانپ کو دفن کر دیا اور قلعے کے اوپر والے خونی برج کو دیکھا جو دریا پار دور ستاروں کی روشنی میں دھندلا دھندلا سا نظر آ رہا تھا۔

رات گزر رہی تھی۔ وقت بہت کم رہ گیا تھا۔ صبح

ہونے سے پہلے پہلے ناگ شہزادی کے خاوند سے ملاقات کر کے واپس چلا جانا چاہتا تھا۔

ناگ دریا کے کنارے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دیئے جیسے اڑنے لگا ہو۔

پھر ایک گہرا زوردار سانس لیا اور دوسرے لمحے ناگ ایک چمگادڑ بن کر دریا کے اوپر غوطے لگاتا ہوا خونی برج کی طرف جا رہا تھا۔

دریا پار کر کے ناگ چمگادڑ کے روپ میں قلعے کی فصیل کے اوپر خونی برج کے روشندان سے اندر داخل ہو گیا۔

شہزادی کا خاوند عزت بیگ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے اونگھ رہا تھا۔ ناگ نے کوٹھڑی میں پھڑ پھڑانا اور زناٹے لگانا شروع کر دیئے۔

عزت بیگ کی آنکھ پھر بھی نہ کھلی تو ناگ کونے میں بیٹھ گیا اور گہرا سانس بھر کر پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔

اس نے عزت بیگ کے قریب جا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر سرگوشی میں کہا۔

''جاگو عزت بیگ جاگو''۔

عزت بیگ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور بولا۔

''کیا پھانسی چڑھانے کا وقت آ گیا؟''۔

ناگ مسکرایا۔

''نہیں بھائی! خدا کے فضل سے پھانسی کا پھندا ہمیشہ کے لیے تمہاری گردن سے دور ہو گیا ہے۔ میرے پاس وقت نہیں ہے۔ میری بات غور سے سنو! مجھے تمہاری بیوی شہزادی جہاں زیب نے یہاں بھیجا ہے''۔

اپنی بیوی کا نام سن کر عزت بیگ تڑپ اٹھا۔

''کیا میری وفادار بیوی زندہ ہے؟ وہ کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟''۔

ناگ بولا۔

آہستہ بات کرو۔ اگر پہرہ داروں نے سن لیا

تو مصیبت آ جائے گی۔

سنو! تمہاری وفادار بیوی زندہ سلامت ہے اور میرے گھر میں ہے۔ مجھے تم اس کا بھائی سمجھ لو۔ میں اسے گوراگوج سے بچا کر اپنے گھر لے آیا ہوں۔ اب میں اس کی طرف سے تمہاری خیریت معلوم کرنے آیا ہوں۔

عزت بیگ ٹھنڈا سانس بھر کر بولا۔

''اب میری خیریت معوم کر کے وہ بے چاری کیا کرے گی۔ آج نہیں تو کل گورا فوج مجھے پھانسی پر چڑھا دے گی''۔

ناگ نے اسے تسلی دی۔

گھبراؤ نہیں بھائی۔ خدا کی مدد سے ہم تمہیں پھانسی کے تختے سے اتار کر یہاں سے دور شہزادی جہاں زیب کی خالہ کے پاس نیپال کی سرحد پر لے جائیں گے۔

ہم نے سارا انتظام کر رکھا ہے۔ اب میں جاتا ہوں کل اسی وقت آؤں گا، تم تیار رہنا۔

اتفاق سے ان کی آواز پہرے داروں کے کانوں تک پہنچ گئی۔ ایک فوجی گورے نے پتھر کی کھڑکی میں سے منہ ڈال کر کہا۔

''اندر کس سے باتیں کر رہے ہو تم؟ بولو نہیں تو گولی چلا دوں گا''۔

عزت بیگ نے کہا۔

”میں تو کسی سے بات نہیں کر رہا۔ یہاں میرے سوا اور کوئی بھی نہیں ہے“۔

پہرے دار نے کہا۔

”میں نے خود ابھی ابھی آواز سنی ہے۔ اچھا میں اندر آ کر دیکھتا ہوں۔ تم جھوٹ بول رہے ہو“۔

اور ناگ نے دروازے کا تالہ کھولنے کی آواز سنی۔

عزت بیگ نے حسرت کے ساتھ ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

”بھائی! میرے ساتھ تم نے بھی اپنی جان

گنوائی“۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

”ایسا نہیں ہوگا میرے بھائی۔ تم اپنی آنکھیں بند کرو“۔

عزت بیگ نے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ نے دیوار کے ساتھ لگ کر گہرا سانس لیا۔ اور چمگادڑ بن کر پھڑ پھڑاتا ہوا اوپر روشندان کی دیوار سے چمٹ گیا۔

گورا پہریدار بندوق تان کر اندر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں لالٹین بھی تھی۔

اس کی سمجھ میں ابھی تک نہیں آیا تھا کہ اس کا ساتھی اچانک کوٹھڑی میں کہاں اور کیسے غائب ہو گیا۔

پہرے دار نے رعب دار آواز میں کہا۔

"خبردار! اب اپنے آپ سے بھی باتیں مت کرنا سمجھے۔"

"سمجھ گیا حضور!"

عزت بیگ اتنا کہہ کر دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پہرے دار نے باہر نکل کر پھر سے تالا لگا دیا۔

عزت بیگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کوٹھڑی میں دیکھنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ ناگ ابھی وہاں کسی جگہ چھپا ہوگا۔

مگر تلاش کرنے پر بھی اس کا کوئی سراغ نہ ملا۔

جب وہ تھک ہار کر بیٹھ گیا تو اسے ناگ کی آواز آئی۔ آواز روشندان کی طرف سے آرہی تھی۔

"عزت بیگ! کل رات تیار رہنا"۔

اور پھر عزت بیگ نے دیکھا کہ ایک چمگادڑ پھڑ پھڑاتا ہوا روشندان میں سے باہر اڑ گیا۔ عزت بیگ اور زیادہ حیرانگی میں ڈوب گیا۔

تو کیا وہ نوجوان چمگادڑ بن کر باہر نکل گیا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کیا وہ کوئی چھلاوہ تھا؟۔

کیا وہ کوئی بھوت ہے؟ یا کوئی جادوگر ہے؟ اب اسے اپنی زندگی کے بچانے جانے کی کچھ کچھ امید ہو

گئی تھی، کیونکہ جو شخص خود چمگادڑ بن کر روشندان سے باہر نکل سکتا تھا، وہ اسے بھی وہاں سے نکال سکتا تھا۔

ناگ چمگادڑ کی شکل میں اڑتا ہوا دریا کے دوسرے کنارے پر آ کر پھر سے اپنی اصلی انسانی شکل میں آ گیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتا ہوا اجاڑ ویرانے کے مقبرے میں آ گیا۔

جہاں زیب شہزادی نے جب سنا کہ اس کا خاوند عزت بیگ ابھی تک زندہ ہے اور ناگ اس سے مل کر اسے تسلی دے کر آیا ہے تو وہ بہت خوش ہوئی۔ اس نے پوچھا۔

''میرے سرتاج کی صحت کیسی تھی؟ کیا وہ مجھے یاد

کرتا تھا؟''۔

ناگ نے کہا۔

وہ بالکل ٹھیک ٹھیک ہے۔ تمہیں بات بات پر یاد کرتا تھا میری بہن! اور تمہارے بارے میں بہت زیادہ فکر مند تھا۔

جب اس نے میری زبان سے سنا کہ تم خیریت سے ہو اور میں تمہیں دشمنوں کے چنگل سے نکال کر اپنے گھر لے آیا ہوں تو وہ بے حد خوش ہوا اور اس نے خدا کا شکر ادا کیا۔

شہزادی نے کہا۔

''میرے بھائی! خدا تمہیں اس نیکی کا ضرور اجر

دے گا"۔

ناگ کہنے لگا۔

"ابھی ہمیں بہت کام کرنا ہے شہزادی بہن! میں کل
تمہارے خاوند کو خونی برج سے نکال کر یہاں لے
آؤں گا۔ اس کے بعد ہمارا یہاں سے فرار کا منصوبہ
شروع ہوگا"۔

شہزادی بولی۔

"اللہ تمہیں کامیاب کرے۔ کام بڑا مشکل
ہے"۔

ناگ بولا۔

اللہ کی رضا شامل ہو جائے تو پھر کوئی کام مشکل

نہیں رہتا۔ مجھے یقین ہے کہ میں خدا کی مدد کے ساتھ
تمہارے خاوند کو کل رات صبح ہونے سے پہلے پہلے
یہاں لے آؤں گا۔

"اب تم آرام کرو۔"

میں ابھی تمہارے لیے کھانے کے لیے کچھ پھل
اور روٹی لے کر آتا ہوں۔

ناگ اتنا کہہ کر مقبرے سے باہر نکلا اور گھوڑے
پر سوار ہو کر اپنی بارک کی طرف روانہ ہو گیا۔

جس وقت ناگ ویران مقبرے کے علاقے سے
باہر نکال تو اسی وقت شہزادی جہاں زیب کی تلاش میں
نکلا ہوا ایک گورا افسر گھوڑے پر سوار وہاں آ گیا۔

وہ کئی روز سے مفرور شہزادی کی تلاش میں تھا۔
ویران مقبرے کو اس نے دور سے ہی دیکھ لیا تھا۔ اس
نے سوچا کہ یہاں بھی شہزادی کو تلاش کرتے چلو۔
انگریز کمانڈر نے شہزادی کو تلاش کرنے والے کے
لیے دس ہزار روپے کی رقم کا اعلان کر رکھا تھا۔ یہ
انگریز افسر انعام کی رقم حاصل کر کے واپس ولایت
جانا چاہتا تھا۔

وہ گھوڑے پر سے نیچے اتر آیا۔ اس نے جھک کر
دیکھا تو زمین پر گھوڑے کے سموں کے نشان تھے جو
مقبرے کی طرف جا رہے تھے۔

سمجھ گیا کہ ضرور دال میں کچھ کالا کالا ہے۔

مقبرے کے باہر آ کر وہ رک گیا۔ شکل سے یہ مقبرہ
ایک کھنڈر نظر آتا تھا۔ کسی کو ایک نظر دیکھنے سے بھی
یقین نہیں آ سکتا تھا کہ ایسی اجاڑ جگہ پر بھی کوئی رہتا ہو
گا۔

لیکن چونکہ انگریز افسر کو شک پڑ گیا تھا اس لیے وہ
مقبرے کو چاروں طرف سے دیکھنے لگا۔ جھاڑیوں
کے پیچھے ایک ٹوٹا ہوا دروازہ تھا۔

جس کی اینٹیں زمین پر گری ہوئی تھیں۔ انگریز
افسر نے گھوڑا باہر درخت کے ساتھ باندھا اور خود
مقبرے کے اندر داخل ہو گیا۔

نیچے تہہ خانے میں جہاں زیب شہزادی دری پر

بیٹھی ناگ کا انتظار کر رہی تھی کہ اس نے گھوڑے کے ہنہنانے اور پھر مقبرے کے فرش پر کسی بھاری قدموں کی آواز سنی۔

اس نے سوچا کہ ناگ آ گیا۔ لیکن اگر ناگ آتا تو وہ مقبرے کے فرش پر ادھر ادھر ٹہلنے کی بجائے سیدھا نیچے تہہ خانے میں آ جاتا۔ یہ ضرور کوئی دوسرا شخص ہے جو اسے گرفتار کرنے آیا ہے۔

جہاں زیب ہوشیار ہو گئی مگر اس کے پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ تہہ خانے میں آنے والی اندھیری سیڑھیوں کے منہ پر جھاڑیوں کا ایک چھپر سا رکھ دیا گیا تھا۔

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ ناگ وہاں نہیں تھا۔ دشمن سر پر پہنچ گیا تھا۔ وہ اکیلی اس کا مقابلہ کیوں کرے گی؟۔

اوپر مقبرے میں انگریز افسر ادھر ادھر چل پھر رہا تھا۔

اچانک اس کی نگاہ خشک جھاڑیوں کے ایک چھپر پر پڑی جو دیوار کے ساتھ لگا دیا گیا تھا۔ اس نے تلوار سے چھپر پرے ہٹایا تو نیچے سے تہہ خانے میں جاتی سیڑھیوں کا اندھیرا دروازہ نکل آیا۔ انگریز افسر سیڑھیوں میں آ گیا۔

یہاں تاریکی اور ٹھنڈک تھی۔ وہ ایک ایک قدم

www.urdurasala.com

سیڑھیاں اترنے لگا۔ نیچے بیٹھی ہوئی شہزادی نے جب دیکھا کہ کوئی نیچے آ رہا ہے تو ڈر کر کونے میں لگ گئی۔ مگر خطرہ تو اس کے سر پر آ پہنچا تھا۔ بھلا چھپ کر کہاں جا سکتی تھی۔

انگریز افسر تلوار لیے تہہ خانے میں آ کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔

شہزادی نے غلطی یہ کی تھی کہ دیا گل نہیں کیا تھا۔ اس کی ہلکی ہلکی روشنی میں انگریز نے صاف شہزادی کو کونے کے ساتھ لگے ہوئے دیکھ لیا۔

وہ تلوار سونت کر اس کی طرف بڑھا اور گھورتے ہوئے بولا۔

آخر میں نے تمہیں ڈھونڈ ہی لیا۔ اب تم بچ نہ سکو گی میں تمہیں اپنے کمانڈر کے سامنے پیش کر کے دس ہزار روپے کا انعام اور تعریفی سند حاصل کروں گا۔

اگر تم نے بھاگنے کی کوشش کی تو میں ابھی تمہارا سر اتار دوں گا۔

تمہارے سر کی قیمت بھی دس ہزار روپے ہی مقرر کی گئی ہے۔

شہزادی کا تو رنگ اڑ گیا۔ وہ کیا سوچ کے بیٹھی تھی اور یہاں کیا ہو گیا تھا۔

کاش ناگ وہاں آ جائے۔ انگریز افسر نے کمر کے گرد بندھی ہوئی رسی کھول کر شہزادی کے ہاتھ پیچھے

کس کر باندھ دیے اور بولا۔

"چلو میرے ساتھ"۔

اس کے ساتھ ہی انگریز افسر نے پھونک مار کر دیا
بجھا دیا۔

سرخ سانپ کا پھن

ناگ بڑی جلدی پھل وغیرہ لے کر واپس آ نا
چاہتا تھا۔

کیونکہ اسے معلوم تھا شہزادی بے چاری رات بھر
کی بھوکی ہے اور اسے کھانے کی ضرورت ہے چنانچہ
اس نے جاتے ہی اپنی بارک سے ٹوکری لے کر اس
میں کچھ پھل اور روٹی رکھی اور گھوڑے پر سوار ہو کر

واپس مقبرے کی طرف چل پڑا۔

ادھر انگریز افسر شہزادی کو لے کر مقبرے سے باہر نکل کر اسے گھوڑے پر سوار کرانے لگا تو شہزادی نے سوچا کہ کچھ دیر لگا دینی چاہیے تاکہ ناگ کو واپس آنے کا موقع مل سکے۔

چنانچہ وہ بے ہوش ہونے کا بہانہ بنا کر زمین پر گر پڑی۔ انگریز نے اسے ہوش میں لانے کی بہت کوشش کی۔

لیکن شہزادی بے ہوش ہوئی تو ہوش آئی۔ وہ اسی طرح زمین پر پڑی رہی۔ دھوپ نکل آئی تھی۔ جھاڑیوں میں ذرا سایہ تھا۔

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

انگریز افسر نے سوچا کہ وہ شہزادی کی گردن پر تلوار چھو کر دیکھے۔ اس نے شہزادی کی گردن پر تلوار رکھی تھی کہ شہزادی چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔

انگریز ہنس پڑا۔

"تو تم نے یہ سارا ڈھونگ رچایا تھا"۔

شہزادی چاہتی تھی کہ باتیں کر کے کچھ اور وقت ضائع کر دے۔ وہ اس کی منتیں کرنے لگی کہ اسے چھوڑ دے۔

"میں تمہیں اپنے محل کے خفیہ خزانے میں لے چلوں گی جہاں تمہیں اتنی دولت ملے گی کہ تمہاری سات پشتیں عیش و آرام کی زندگی بسر کریں گی"۔

www.urdurasala.com

انگریز افسر ہنس کر بولا۔

کم بخت! تو مجھے اپنے فریب میں نہیں پھنسا سکتی۔ مجھے صرف دس ہزار روپے کی ضرورت ہے اور میں تمہیں کمانڈر کے آگے پیش کر کے یہ رقم بڑی آسانی سے حاصل کرلوں گا۔

چلو اٹھو اگر تم سیدھی طرح میرے گھوڑے پر سوار نہ ہوئیں تو میں تمہارا سر کاٹ کر بھی لے جا سکتا ہوں۔

شہزادی بے بس ہو گئی۔ وہ اس کے ساتھ چل پڑی انگریز نے اسے گھوڑے پر سوار کرایا۔ خود بھی گھوڑے پر چڑھ بیٹھا اور قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔

ٹھیک اس وقت ادھر سے ایک اور گھوڑا سوار

نمودار ہوا۔ یہ ناگ تھا۔ اس نے ٹوکری گھوڑے کے ساتھ لٹکا رکھی تھی جس میں شہزادی کے لیے پھل اور روٹی تھی۔

ناگ نے دیکھا کہ ایک انگریز گھوڑا سوار کسی عورت کو آگے ڈالے گھوڑے پر لیے جا رہا ہے۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ شہزادی پکڑی گئی ہے۔

اس نے بھی گھوڑا انگریز کے پیچھے ڈال دیا۔ انگریز نے بھی ناگ کو دیکھ لیا اور گھوڑے کی رفتار تیز کر دی۔

ناگ کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ کیونکہ وہ اکیلا انگریز کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس میں خطرہ تھا

کہ وہ شہزادی کا سر کاٹ کر الگ کر دے۔

چاہے بعد میں خود بھی ناگ کے ہاتھوں مارا جائے۔ اس طرح شہزادی کی جان خطرے میں تھی۔ اس نے گھوڑے کی باگ دوسری طرف کو موڑ دی اور اسے سرپٹ دوڑاتا پہلو میں نکل کر ایک جگہ جھاڑیوں کے پاس آ کر گھوڑے سے اتر آیا۔

گھوڑے کو اس نے درختوں میں باندھا اور خود جھاڑیوں میں آ کر بیٹھ گیا۔

دور سے انگریز افسر گھوڑا دوڑائے چلا آ رہا تھا۔

ناگ نے آنکھیں بند کر لیں اور اب جو گہرا سانس کھینچ کر چھوڑا تو وہ ایک طاقتور زرد دھاریوں

والا دس فٹ شیر بنگال کی شکل میں تبدیل ہو چکا تھا۔ جونہی انگریز افسر کا گھوڑا شہزادی کو لیے اس کے قریب سے گزرا تو گھوڑے نے شیر کی بو سونگھ کر جھرجھری لی اور زور سے ہنہنا کر اگلی دونوں ٹانگوں پر کھڑا ہو گیا۔

شہزادی اور انگریز افسر جھاڑیوں میں گر پڑے۔ شیر نے ایک گرج دار دھاڑ ماری اور اچھل کر انگریز افسر پر حملہ کر دیا۔

انگریز افسر خونخوار شیر کو دیکھ کر بھونچکا رہ گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ تلوار نکالے۔ شیر نے اس کی گردن اپنے زرد لمبے دانتوں میں دبائی اور اسے گھسیٹ کر جھاڑیوں میں لے گیا۔

شیر کو دیکھ کر شہزادی بھی بے ہوش ہو چکی تھی۔

شیر نے انگریز کی گردن ادھیڑ ڈالی۔ اب وہ لپک کر واپس شہزادی کے پاس آیا۔ اسے سونگھا اور گردن جھکا کر زمین پر بیٹھ گیا۔

پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گہرا سانس لیا اور دوسرے لمحے وہ پھر سے ناگ کے انسانی روپ میں آ گیا۔

ناگ نے شہزادی کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اسے بڑی مشکل سے ہوش آیا تو وہ ڈر کر ناگ سے لپٹ گئی۔ ناگ نے اس کے ہاتھ کھول دیے۔ وہ سہم کر کہنے لگی۔

”ہائے! یہاں شیر ہے“۔

ناگ نے کہا۔

”کہاں شیر ہے؟“۔

شہزادی نے کہا۔

وہ۔۔۔ وہ انگریز مجھے تہہ خانے سے اغوا کر کے لے جا رہا تھا کہ شیر نے حملہ کر دیا۔ وہ اسے کھینچ کر جھاڑیوں میں لے گیا تھا۔ خدا نے میری مدد کی ہے۔

ناگ شہزادی کو اٹھاتے ہوئے بولا۔

”خدا اپنے نیک بندوں کی ضرور مدد کرتا ہے۔ چلو واپس مقبرے میں چلتے ہیں“۔

شہزادی بولی۔

"مگر وہ انگریز وہ پھر آ جائے گا"۔

ناگ جھاڑیوں کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

"تمہارے دشمن کی لاش وہاں پڑی ہے۔ میں دیکھ آیا ہوں۔ شیر نے اس کی گردن چیر پھاڑ دی ہے"۔

"ہائے میں مر گئی۔ شیر پھر تو نہیں آ جائے گا؟"۔

"نہیں" ناگ نے اسے تسلی دی۔

فکر نہ کرو۔ شیر اب نہیں آئے گا۔ میں نے اسے دریا کی طرف جاتے خود دیکھا ہے۔

ناگ شہزادی کو لے کر مقبرے میں آ گیا۔ وہاں اس نے شہزادی کو ناشتہ وغیرہ کروایا اور یہ کہہ کر واپس

ہوا کہ وہ آدھی رات کو اس کے خاوند کے ساتھ آئے گا۔

شہزادی ڈرتے ڈرتے کونے میں لگ کر بیٹھ گئی۔

ناگ نے سیڑھیوں کے منہ پر پھر سے خشک کانٹوں والا چھپر رکھ دیا۔ مگر وہ کوئی پکا بندوبست کرنا چاہتا تھا۔ وہ اجاڑ مقبرے کے پیچھے آ کر ایک ایسے گڑھے کے پاس بیٹھ گیا جو جنگلی گھاس پھونس سے بھرا ہوا تھا۔ یہاں اس نے ایک سوراخ دیکھا جو زمین کے اندر چلا گیا تھا۔

اس نے سوراخ کے قریب منہ لے جا کر ہلکی سی سیٹی بجائی۔

دو تین بار سیٹی بجانے کے بعد سوراخ میں سے سرخ رنگ کا ایک سانپ نمودار ہوا۔اس نے ناگ کو دیکھتے ہی اپنا پھن پھیلایا اور پھر اسے جھکا کر ناگ کے قدموں میں رکھ دیا۔

''کیا حکم ہے میرے آقا؟''۔

ناگ نے کہا۔

دیکھو سرخ ناگ! اس مقبرے میں میرے ایک بہن رہتی ہے۔ میں اسے تیری پہرے داری میں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک نہ آؤں، اس کی حفاظت کرنا۔

جو شخص بھی اسے اغوا کر کے لے جائے یا میرے

سوا اندر داخل ہونے کی کوشش کرے اسے پکڑ کر یہیں رکھنا۔

سرخ سانپ نے اپنا پھن دوبارہ زمین پر جھکا کر کہا۔

''یہ میری خوش قسمتی ہے میرے آقا کہ آپ مجھ سے کوئی خدمت لے رہے ہیں۔ جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔ایسا ہی ہوگا''۔

اور ناگ گھوڑا دوڑاتا اپنی بارک کی طرف چل دیا۔

شام تک ناگ سوچتا رہا کہ قلعے کے خونی برج سے عزت بیگ کو نکال کر کیونکر مقبرے میں پہنچایا جائے؟

آخر ایک ترکیب اس کے ذہن میں آ گئی۔ یہ کام ذرا وقت طلب تھا۔

پھر بھی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ایسا ہی کرے گا اس نے چھاؤنی کی بارکوں میں گھوم پھر کر پتہ کر لیا تھا کہ قلعے کے کمانڈر کا نام بریگیڈیئر سائمن ہے۔

اس کی ایک تصویر بھی ناگ نے ایک کتاب میں سے ورق پھاڑ کر حاصل کر لی تھی۔ اب وہ رات کے اندھیرے کا انتظار کر رہا تھا۔ جوں ہی شام کے بعد شہر اور قلعے پر رات کا اندھیرا چھا گیا اور قلعے کی دیواروں پر مشعلیں جلنے لگیں، ناگ گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی بارک سے نکلا اور سیدھا قلعے کے پاس آ کر ایک جگہ

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

رک گیا جہاں اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا یہاں سے اس کا اصل کام شروع ہونے والا تھا۔

ناگ نے جیب سے بریگیڈیئر سائمن کی تصویر نکال کر اپنے ہاتھ میں تھام لی اور اسے غور سے دیکھ کر گہرے گہرے سانس کھینچنے لگا۔

پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ دس بارہ مرتبہ لمبے لمبے سانس کھینچنے کے بعد جب اس نے آنکھیں کھول کر اپنے آپ کو دیکھا تو وہ ناگ سے بدل کر بریگیڈیئر سائمن بن چکا تھا۔

گورا چٹا انگریز فوجی افسر جس کی آنکھیں نیلی تھیں اور وردی پر پیتل کے پھول اور تمغے لگے تھے۔

www.urdurasala.com

سر پر بڑا سا ہیٹ تھا برجس اور گم بوٹ پہنے ہوئے
تھے۔ وہ اپنے آپ کو اس حلیے پر دیکھ کر ہنس پڑا۔

ناگ بڑے اطمینان سے گھوڑے پر سوار ہوا اور
قلعے کے دروازے پر آ گیا

جونہی گورا سکھ اور گورکھا فوجیوں نے بریگیڈیئر
سائمن کو دیکھا، ایک دم سے چاق و چوبند ہو کر ایڑیاں
جوڑ کر کھٹاک سے سلوٹ مارا اور اپنی اپنی جگہ پر بت
بن کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے ذرا سا سر جھکا کر ان کے سلام کا جواب
دیا اور قلعے کے اندر داخل ہو گیا۔ اب اگر اسے ڈر تھا تو
صرف ایک بات کا کہ کہیں سامنے سے اصل

بریگیڈیئر سائمن آتا ہوا مل گیا تو اس کا سارا بھانڈا
پھوٹ جائے گا۔

کیونکہ اسے بالکل معلوم نہیں تھا کہ اصل
بریگیڈیئر سائمن کس جگہ ہے اور کیا کر رہا ہے۔

بہر حال اس کے پاس ابھی ان باتوں میں جانے
کا وقت نہیں تھا۔ کیونکہ اتنا اسے معلوم ہو چکا تھا کہ
عزت بیگ کو آج رات پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا
جائے گا۔

وہ سیدھا قلعے کے اس دروازے پر آ گیا جہاں
سے راستہ دوسری منزل والے خونی برج کو جاتا تھا۔
یہاں گیس کا ہنڈا جل رہا تھا۔

اس کی روشنی میں ناگ نے دیکھا کہ ایک انگریز
کپتان چند گورے سپاہیوں کے ساتھ کھڑا پہرہ دے
رہا تھا۔

اس نے جو بریگیڈیئر سائمن کو دیکھا تو حیران ہو
کر اسے سیلوٹ مارا اور ادب سے کہا۔

”سر! آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟“۔

ناگ بولا۔

”بالکل ٹھیک ہے، مجھے کیا ہوا تھا بھلا“۔

یہ بات وہ۔۔۔ انگریزوں کی طرح انگریزی بول
کر کر رہا تھا لیکن اس کے لہجے میں فرق تھا۔

کپتان نے کہا۔

سر! ابھی تو میں آپ کو شاہی دیوان خانے میں
بستر پر لیٹا چھوڑ کر آ رہا تھا۔

کیونکہ آپ کا بدن بخار میں تپ رہا تھا۔

ناگ سمجھ گیا کہ بریگیڈیئر سائمن بیمار ہے سر ہلا کر
بولا۔

”ویل! میں ٹھیک ہو گیا تھا اور جنرل صاحب کا حکم
ایسا ہے کہ عزت بیگ پھانسی کے قیدی کو نکال کر
شہر چھاؤنی والی جیل میں لایا جائے۔ صبح اسے وہیں
پھانسی دی جائے گی“۔

انگریز کپتان نے سر جھکا کر کہا۔

”جو حکم سر!“

اور دروازے سے پرے ہٹ گیا۔ اسی وقت
ناگ گھوڑے سے اتر پڑا انگریز کپتان نے فوجیوں کو
حکم دیا کہ خونی برج سے قیدی عزت بیگ کو نکال کر
نیچے لایا جائے۔

اس کے ساتھ ہی انگریز کپتان نے ایک
درخواست ناگ کے آگے رکھ دی اور کہا۔

''سر آپ تشریف لائے ہیں تو میری درخواست
پر دستخط بھی کر دیجیے۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ٹھیک
ہوتے ہی درخواست پر دستخط کر دوں گا۔ آپ کی بڑی
نوازش ہو گی''۔

ناگ نے قلم لے کر فوراً دستخط کر دیے۔ یہ دستخط

اصل سائمن کے دستخط سے تھوڑے مختلف تھے۔ انگریز
کپتان ان دستخطوں کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے کچھ
شک سا ہوا۔ اس نے ایک آدمی کو بلا کر کہا۔

''تم بریگیڈیئر صاحب کے لیے چائے لاؤ۔
میں اپنے کمرے سے کیک لے کر آتا ہوں''۔

انگریز کپتان نے ناگ سے اجازت لی کہ سر میں
آپ کے لیے خاص کیک لے کر ابھی حاضر ہوتا
ہوں۔ ناگ نے کوئی خیال نہ کیا۔

انگریز کپتان اسی وقت گھوڑے پر سوار ہو کر شاہی
دیوان کی طرف اٹھ دوڑا۔ وہاں جا کر جو اس نے
دیکھ کہ اصل بریگیڈیئر سائمن بستر پر بخار سے بے

ہوش پڑا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ کوئی دھوکے باز تھا جو جعل سازی سے کام لے کر عزت بیگ کو اغوا کرنے آیا تھا۔ ویسے کمال کا بہروپ بھرا تھا اس نے، بالکل اصل بریگیڈیئر سائمن معلوم ہو رہا تھا۔

انگریز کپتان واپس خونی برج کی طرف بھاگا۔ اس دوران میں ناگ عزت بیگ کو گھوڑے پر بٹھا کر وہاں سے جا چکا تھا۔

انگریز کپتان نے جب پتہ چلا کہ بناوٹی بریگیڈیئر سائمن قیدی کو لے کر جا چکا ہے تو وہ اس کے پیچھے بھاگا۔

ناگ قلعے کے دروازے پر آ چکا تھا۔ دروازے میں کھڑی پلٹن ایک قطار میں ہو کر سیلوٹ دے رہی تھی۔ عزت بیگ کو لے کر بڑی شان سے قلعے سے باہر آتے ہی اس نے گھوڑا دوڑا دیا۔ اس دوران میں انگریز کپتان نے بھی قلعے سے نکل کر اپنا گھوڑا بناوٹی سائمن کے پیچھے لگا دیا۔

ناگ نے محسوس کیا کہ کوئی اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس نے اپنا اور عزت بیگ کا گھوڑا روک لیا۔ عزت بیگ نے پوچھا۔

"بریگیڈیئر سائمن! کیا آپ اسی جگہ میرا سر قلم کرنا چاہتے ہیں؟"۔

ناگ نے سر جھٹک کر اردو میں کہا۔

"خاموش رہو بھائی! میں بریگیڈیئر سائمن نہیں ہوں، شہزادی جہاں زیب کا بھائی ہوں۔ یہ لو تلوار اور اس درخت کے پیچھے چھپ جاؤ"۔

عزت بیگ درخت کے پیچھے چھپ گیا وہاں رات کا اندھیرا تھا۔ ناگ اسی وقت بریگیڈیئر سائمن کی شکل سے نکل کر زبردست شیر کے روپ میں آ گیا۔ اور جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔

انگریز کپتان قریب آ کر رک گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ ناگ زور سے دھاڑا اور اس نے جھاڑیوں سے نکل کر انگریز کپتان پر حملہ کر دیا۔

وہ اچھل کر اس کے اوپر گرا اور اسے کھینچ کر نیچے گرا لیا۔ فضا شیر کی دھاڑوں سے گونج اٹھی۔ عزت بیگ بھی جھاڑوں کے پیچھے بیٹھا کانپنے لگا شیر نے دیکھتے دیکھتے انگریز کپتان کو ہلاک کر دیا۔ پھر وہ جھاڑیوں کے عقب میں چلا گیا۔

یہاں آ کر شیر نے دوبارہ ناگ کی شکل اختیار کر لی۔

جب ناگ عزت بیگ کے پاس آیا تو وہ ہکا بکا ہو کر اسے تکنے لگا۔

"بھائی! تم کہاں سے آ گئے؟ ابھی ابھی بریگیڈیئر سائمن میرے ساتھ تھا۔ پھر وہ چلا گیا۔

کپتان ہمارا پیچھا کر رہا تھا یہاں سے ایک شیر نکلا۔ اس نے انگریز کپتان کو ہلاک کیا اور بھاگ گیا۔ اب تم آ گئے ہو۔ یہ چکر کیا ہے؟۔

ناگ نے کہا۔

"یہ چکر تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا عزت بیگ! جلدی سے اٹھو اور میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔ میں تمہیں لینے آیا ہوں جلدی کرو"۔

عزت بیگ گھوڑے پر سوار ہوا۔ ناگ بھی گھوڑے پر سوار ہوا اور دونوں سرپٹ گھوڑے دوڑاتے شہر سے باہر ویران مقبرے کی طرف ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

اب ذرا مقبرے کی بھی سنیں۔ ناگ سرخ سانپ کو ہدایت دے کر چلا گیا تو سرخ سانپ نے ایک پتھر کے پیچھے چھپ کر مورچہ سنبھال لیا۔

بدقسمتی سے ایک چور ادھر آ نکلا اس کے پاس چوری کی اشرفیاں تھیلے میں بند تھیں۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ اس ویران کھنڈر میں کسی جگہ ان اشرفیوں کو دبا دے اور پھر ضرورت کے مطابق آ کر یہاں سے لے جایا کرے۔

اس خیال کے ساتھ جونہی وہ مقبرے کے اندر جانے کے لیے آگے بڑھا۔ سرخ سانپ نے لپک کر اس کا راستہ روک لیا۔

چور بھاگنے ہی لگا تھا کہ سرخ سانپ کو اپنے آقا کا
حکم یاد آ گیا کہ جو کوئی بھی یہاں آئے، اسے پکڑ لینا۔

سرخ سانپ اچھل کر چور کی گردن پر سوار ہو گیا۔
چور نیچے گر پڑا۔ سرخ سانپ نے اس کی گردن کے
گرد اپنا دھڑ لپیٹ لیا اور پھن چور کے منہ کے سامنے
پھیلا دیا۔

جس وقت ناگ عزت بیگ کو لے کر وہاں پہنچا تو
کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی زمین پر بے ہوش پڑا ہے۔
اور سرخ سانپ اس کی گردن کے گرد لپٹا اپنا پھن اس
کے منہ کے اوپر پھیلائے ہوئے ہے۔

عزت بیگ ڈر کر پیچھے ہٹا۔ ناگ نے اس کا ہاتھ

تھام لیا۔

"گھبراؤ نہیں بھائی! یہ تمہیں کچھ نہیں کہے گا"۔

اب ناگ نے اپنی ہلکی ہلکی سسکیوں اور سیٹیوں
کی زبان میں پوچھا تو سرخ سانپ نے سارا ماجرہ
بیان کر دیا۔

ناگ عزت بیگ کو لے کر نیچے تہہ خانے میں آ
گیا۔ دونوں میاں بیوی ایک دوسرے کو دیکھ کر خوشی
سے نہال ہو گئے۔

ناگ نے کہا۔

"تم لوگوں کو آج کی رات اور کل کا دن اسی جگہ
بسر کرنا ہو گا میں کل یہاں سے نیپال کی طرف بھاگنے

کا بندوبست کروں گا۔ اب میں جاتا ہوں۔ کل شام کو آؤں گا“۔

ناگ باہر آیا تو سرخ سانپ نے کہا۔

”اس کے بارے میں کیا حکم ہے میرے آقا! اگر حکم کریں تو ابھی اسے جہنم میں پہنچا دوں؟“۔

ناگ نے کہا۔

”نہیں یہ بے چارا کوئی چور ہے۔ اسے چھوڑ دو“۔

سرخ سانپ چور کی گردن سے نکل آیا۔ چور کو ہوش آ گیا۔ ناگ نے کہا۔

”خبردار! اگر تم نے آئندہ چوری کی۔ یہ چوری کا

مال جا کر جس کی امانت ہے اس کو واپس کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو یاد رکھو یہ سرخ سانپ تمہیں جہاں بھی تم ہو گے، آ کر ہلاک کر دے گا“۔

چور نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

”میں بھگوان کی سوگند کھا کر کہتا ہوں کہ ابھی جا کر یہ مال اس کے مالک کے گھر میں پھینک دوں گا۔ بھگوان آپ کو سکھی رکھے۔ آپ نے میری جان بچائی“۔

چور وہاں سے بھاگ گیا تو ناگ نے سرخ سانپ سے کہا۔

”ابھی تمہیں اس جگہ پہرہ دینا ہو گا۔ مقبرے کے

تہہ خانے میں میری بہن اور اس کا خاوند کل رات تک
رہیں گے۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کی حفاظت کرو“۔

”جو حکم میرے آقا“۔

”شاباش!“

اتنا کہہ کر ناگ وہاں سے واپس آ گیا۔ رات کا
باقی حصہ مقبرے کے تہہ خانے میں شہزادی جہاں
زیب اپنے خاوند عزت بیگ سے ناگ کے بارے
میں باتیں کرتی رہی۔

وہ ناگ کی ذہانت اور بہادری سے بڑے متاثر
تھے۔ شہزادی نے اپنے خاوند کو تمام واقعات سنائے
کہ کس طرح ناگ نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر

اس کی عزت بچائی اور پھر اسے دشمنوں کے پنجے سے
نکال کر یہاں لایا۔

عزت بیگ نے بھی کہا

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نوجوان ناگ بڑا دلیر
اور عظیم انسان ہے۔ مجھے تو کبھی کبھی خیال گزرتا ہے
کہ اس کے پاس کوئی زبردست جادو ہے۔

خونی برج میں جہاں میں قید تھا کوئی پرندہ بھی پر
نہیں مار سکتا تھا لیکن یہ اندر آ گیا اور اکیلا اس نے
دشمنوں سے مقابلہ کیا۔ پھر جنگل میں ایک شیر نے آ
کر ہماری جان بچائی۔

شہزادی نے کہا۔

”اسی قسم کا شیر میں نے بھی دیکھا تھا جو ایک گورے فوجی پر جھپٹا تھا ضرور ناگ کوئی زبردست جادوگر ہے“

عزت بیگ کہنے لگا۔

خدا اسے نیکی کا بدلہ ضرور دے گا۔ اس نے ہماری مدد کر کے ہم پر بڑا احسان کیا ہے زندگی رہی تو میں بھی انشاء اللہ ضرور اس کے کام آؤں گا۔

دیکھ لو۔ اگر آج یہ مجھے وہاں سے بچا کر نہ لاتا تو اس وقت میں پھانسی پر لٹک رہا ہوتا مگر میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی۔

مجھے خود بریگیڈیئر سائمن نے خونی برج سے نکالا

تھا۔ وہ خود مجھے لے کر قلعے سے باہر آیا تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ ایک انگریز کپتان ہمارا پیچھا کرتا ہوا ہمارے پیچھے آیا۔

ناگ نے مجھے تلوار دے کر جھاڑیوں میں چھپ جانے کو کہا۔ میں چھپ گیا۔ پھر ایک شیر کی دھاڑ سنائی دی اور میں نے ایک شیر کو انگریز پر حملہ کرتے دیکھا۔ شیر اسے ہلاک کر کے بھاگ گیا۔

پھر ناگ کہیں سے نکل کر میرے پاس آ گیا اور کہنے لگا کہ جلدی یہاں سے بھاگ چلو۔ یہ سب کچھ مجھے ایک خواب لگتا ہے یا کسی جادوگر کی کارستانی۔

شہزادی نے کہا۔

جو کچھ بھی ہے ہمیں ہر حالت میں ناگ کا شکریہ گزار ہونا چاہیے۔ اب ہمیں یہاں سے نکال کر نیپال پہنچانے میں بھی وہ ہماری مدد کر رہا ہے۔

ہم اکیلے یہاں سے ہرگز ہرگز باہر نہیں نکل سکتے۔ قدم قدم پر دشمن ہماری تلاش میں پھر رہے ہیں۔

عزت بیگ بولا۔

"اور اب صبح کو جب قلعے والوں کو معلوم ہو گا کہ خونی برج سے میں غائب ہوں اور ایک کپتان کی لاش جنگل کے قلعے کے پاس پڑی ہے تو میری تلاش میں ساری گورا رجمنٹ حرکت میں آ جائے گی۔

انہوں نے پہلے ہی میرے سر کے لیے دس ہزار روپے کے انعام کا اعلان کر رکھا ہے"۔

یونہی باتیں کرتے کرتے وہ سو گئے۔ باہر سرخ سانپ پہرہ دیتا رہا۔

دوسرے روز قلعے کی ساری پلٹنوں میں شور مچ گیا کہ عزت بیگ خونی برج سے فرار ہو گیا ہے۔ ساری فوج حرکت میں آ گئی۔

جگہ جگہ چھاپے مارے جانے لگے۔ ناگ کو سرخ سانپ پر پورا بھروسہ تھا کہ اول تو ادھر کا رخ کوئی نہیں کرے گا اور اگر کسی نے مقبرے میں داخل ہونے کی کوشش کی بھی تو سرخ سانپ اسے زندہ نہیں چھوڑے

گا۔

سارا دن ناگ بھاگ دوڑ کرتا رہا۔ اس نے ایک خاص آدمی سے مل کر نیپال کو جانے والے راستے کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کر لیں۔

ناگ نے چار تازہ دم عربی گھوڑے بھی خرید لیے۔ راستے میں کھانے پینے کا سامان بھی جھولے میں بھر کر رکھ لیا۔

شام کو وہ گھوڑے ساتھ لے کر پرانے اجاڑ ویرانے والے مقبرے میں آ گیا۔ اندھیرا آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔

اس نے عزت بیگ اور شہزادی جہاں زیب کو

ساتھ لیا اور گھوڑوں پر سوار شہر کے شمالی مشرق کی جانب تاریکی میں غائب ہو گئے۔ ساری رات ناگ میدانوں میں سفر کرتا رہا۔

صبح وہ ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں سے چھوٹی چھوٹی سرسبز پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ ان پہاڑیوں کی دوسری جانب نیپال کی سرحد شروع ہوتی تھی۔

نیپال کے مندروں میں

ناگ کو ہم نیپال کے راستے میں چھوڑتے ہیں۔

اب ذرا عنبر کے حالات معلوم کرتے نکلتے ہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ہم اسے بھی اس جنگل میں چھوڑ آئے تھے جس کا سلسلہ نیپال کی سرحد تک چلا گیا تھا۔ عنبر کے ساتھ بخت خان اور اس کے ساتھی تھے۔

یہ چھوٹا سا قافلہ تھا دہلی سے نیپال کی طرف روانہ

ہوا تھا۔

جنگل بڑا گھنا تھا۔ پہاڑیاں بھی تھیں۔ رات کو ٹھنڈ ہو جاتی تھی۔ قافلے کا سفر جاری رہا۔ پہلے کھیت آئے۔ آبادیاں ختم ہو گئیں۔

پھر ویران میدان شروع ہو گئے۔ وہ ختم ہوئے تو پہاڑ شروع ہو گئے۔ انہوں نے کئی چھوٹے چھوٹے دریا عبور کئے۔

کھانے پینے کو یہ لوگ جو ساتھ لے کر چلے تھے، وہ ختم ہو گیا۔ اب ان کا گذارہ جنگلی پھلوں اور چشمے دریاؤں کے پانی پر تھا

جنگلی درندے بھی ملے۔ کئی ایک بھاگ گئے۔ کئی

ایک ہلاک کر دیے گئے۔

سفر کرتے کرتے انہیں ایک مہینہ گزر گیا۔اب یہ لوگ آسام کے علاقے سے گزر رہے تھے۔نیپال کی سرحد زیادہ دور نہیں تھی۔

اس علاقے میں بڑے خونخوار قبیلے رہتے تھے۔ جنہیں ناگا کہتے تھے۔ناگا نیم عریاں رہتے تھے۔اور زہریلے تیر ہر وقت ان کے کندھوں سے کمان کے ساتھ لٹکتے رہتے۔

ایک روز کا ذکر ہے کہ یہ لوگ رات کو آرام کرنے کے بعد دن چڑھے جنگل میں سے گزر رہے تھے۔یہ بڑا گھنا جنگل تھا۔

اچانک ان کا ایک ساتھی ہائے کہہ کر گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ کسی ناگا نے چھپ کر اس پر زہر بھرا تیر چلا دیا ہے۔ جو اس کی گردن میں آدھا دھنس چکا تھا۔اس کی جان بچانے کی بہت کوشش کی گئی مگر وہ زہر اس کے خون میں شامل ہو گیا تھا۔وہ دیکھتے دیکھتے مر گیا۔

دوپہر کے بعد بخت خان کا ایک اور ساتھی زہریلا تیر لگنے سے مر گیا۔

اب بخت خان نے عنبر سے کہا۔

”ان ناگا لوگوں کا کوئی علاج کرنا چاہیے۔تمہیں تو یہ چھپ کر ہم سب کو باری باری ہلاک کر دیں گے“۔

اس وقت عنبر کو ناگ بہت یاد آیا۔ کیونکہ یہ ناگ

قبیلے والے سانپ کی پوجا کرتے تھے۔ اگر ناگ ہوتا تو وہ اس سارے قبیلے کو اپنا غلام بنا لیتا۔ اب مجبوری تھی۔

عنبر نے کہا۔

''ہم ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ میں سب سے پیچھے چلتا ہوں''۔

''اور جو تمہیں تیر لگ گیا تو؟''۔

عنبر ہنس دیا۔

''آپ فکر نہ کریں۔ مجھے تیر کچھ نہیں کہے گا بخت خان کو یاد آگیا کہ عنبر میں کوئی خفیہ طاقت تھی۔ جس کو جادوگری خیال کیا تھا اور ہماری مدد کریں''۔

عنبر کو یہ خیال پسند آیا۔ ناگا لوگ ان کی بڑی مدد کر سکتے تھے۔ انہیں جنگل کے سارے خفیہ راستوں کا علم تھا۔

اس کے علاوہ وہ انہیں کھانے پینے کو بھی بہت کچھ دے سکتے تھے۔

عنبر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں ان لوگوں کے پاس جاتا ہوں۔ پہلے ان کا ٹھکانہ دریافت کرتے ہیں''۔

انہوں نے بائیں طرف ہٹ کر سفر شروع کر دیا۔

ایک دریا آگیا جس کے کنارے عنبر نے دو کشتیاں دیکھیں۔

ایک جانب درختوں میں چند جھونپڑیاں بھی تھیں جن کے باہر کچھ ناگے چل پھر رہے تھے۔

عنبر نے کہا۔

''آپ لوگ اسی جگہ بیٹھیں۔ میں تمہیں تھوڑی دیر بعد اسی جگہ آ کر ملوں گا''۔

عنبر بخت خان اور اس کے دو ساتھیوں کو دریا کے شمالی کنارے پر چھوڑ کر دریا میں اتر گیا۔ وہ لوگ عنبر کو کچھ دور دریا میں تیرتے دیکھتے رہے۔

عنبر دریا کے دوسرے کنارے پر باہر نکلا ہی تھا کہ ایک دم سے اس پر زہریلے تیروں کا مینہ برسنے لگا۔

عنبر پر بھلا ان تیروں کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔

وہ اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ تیر آ کر اس سے ٹکراتے رہے اور گرتے رہے۔ ناگوں نے جب دیکھا کہ اس اجنبی پر ان تیروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو وہ نیزے اور چھرے لے کر اس پر لپکے۔

عنبر دنیا کے ہر قبیلے کی زبان سمجھ اور بول سکتا تھا اس کے ہاتھ اوپر اٹھا کر ان کی زبان میں کہا۔

''سنو اے ناگا قوم کے لوگو! تم نے دیکھ لیا ہے کہ تمہارے تیروں کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اسی طرح تمہارے نیزے اور چھرے بھی میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے''۔

تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ میرا حکم مانو اور جیسا

میں کہتا ہوں ویسا ہی کرو

ناگا رک گئے۔ پھر ایک ناگا نے چیخ کر کہا۔

"یہ جادوگر جھوٹا ہے۔ میں اسے تمہاری آنکھوں کے سامنے قتل کرتا ہوں"۔

اور اس ناگا نے آگے بڑھ کر نیزہ عنبر کے سینے پر پوری طاقت سے مارا۔ نیزہ دوہرا ہو گیا۔ ناگا منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

دوسرے ناگا حیران ہو کر کھڑے رہ گئے۔ ایک ناگا نے کہا۔

"یہ جادوگر ہے۔ اسے اپنے جادوگر خرموش کے پاس لے چلو۔ یہ خرموش سے بڑا جادوگر نہیں ہو سکتا۔

وہ اسے ضرور ہلاک کر دے گا"۔

سب ناگاؤں نے مل کر عنبر کو رسیوں میں جکڑ دیا اور گھسیٹتے ہوئے جنگل کے اندر ایک اونچی جھونپڑی کے باہر لے گئے۔

یہ جھونپڑی درختوں کے بیچ میں بنی ہوئی تھی۔ یہاں اس قبیلے کا بڑا جادوگر خرموش رہتا تھا۔ خرموش نے شور سنا تو جھونپڑی سے باہر آ گیا۔

وہ ایک چھ فٹا اونچا لمبا جوان تھا جس نے صرف ایک لنگوٹ پہن رکھا تھا۔ آنکھیں سرخ انگارہ تھیں گلے میں انسانی ہڈیوں کی مالا تھی اور ہاتھ میں ترشول تھام رکھا تھا۔

ایک ناگا نے کہا۔

"اے عظیم خرموش! یہ شخص کہتا ہے کہ میں خرموش سے بھی بڑا جادوگر ہوں"۔

یہ سن کر خرموش کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں غصے سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا وہ بانس کی سیڑھی پر سے اتر کر عنبر کے قریب آ کر بڑی شان سے کھڑا ہو گیا۔ اور گھور گھور کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا تم نے ایسا کہا اے بدقسمت نوجوان؟"۔

عنبر نے کہا۔

"ہاں اے خرموش! میں اب بھی کہتا ہوں کہ تم جادوگری میں میرا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بہتر یہی ہے کہ

میرے سامنے ہتھیار پھینک کر اپنی ہار مان لو۔ نہیں تو تمہیں پچھتانا پڑے گا"۔

اب تو طیش سے خرموش کا جسم کانپنے لگا۔ اس نے ترشول اوپر اٹھا کر ایک زوردار نعرہ مارا اور ترشول زمین پر پھینک دیا۔

زمین پر گرتے ہی ترشول نے ایک بارہ چہروں والے اژدھا کی شکل اختیار کر لی۔ اژدھا کے ہر منہ سے لال لال زبان باہر نکل کر پھنکار رہی تھی۔ وہ عنبر کی طرف بڑھا۔

سارے ناگا ڈر کے مارے پرے پرے ہٹ گئے مگر عنبر اپنی جگہ پر بڑی شان سے کھڑا رہا۔ اژدھا

www.urdurasala.com

نے آگے بڑھ کر عنبر پر حملہ کر دیا اور اس کے جسم کے
گرد لپٹ گیا۔

اژدہا کا ہر منہ عنبر کے جسم پر زور زور سے ڈس رہا
تھا۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔

''خرموش! میں تمہارے ترشول کے ٹکڑے اڑا رہا
ہوں''۔

اس کے ساتھ ہی عنبر نے ایک جھرجھری سی لی۔
اس کے جسم کے گرد بندھی ہوئی رسیاں تڑاخ تڑاخ
ٹوٹ کر گر پڑیں۔

عنبر نے اب اژدہا کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 56)

پکڑ لیا اور اتنے زور سے دبایا کہ اژدہا کے بارہ منہ کی
آنکھیں باہر نکل پڑیں۔

دیکھتے دیکھتے اژدہا کے جسم کے بارہ ٹکڑے جب
زمین پر گرے تو ترشول کے ٹکڑے بن گئے۔ عنبر نے
فاتحانہ انداز سے خرموش کی طرف دیکھا۔

''خرموش! اب دوسرا حملہ کرو تاکہ تیرے دل میں
کوئی ارمان باقی نہ رہ جائے''۔

خرموش نے غصے میں آ کر اپنے گلے کی مالا میں
سے ایک ہڈی نکالی اور اسے عنبر کی طرف زور سے
پھینکا۔

اس ہڈی نے عنبر کو چاروں طرف سے اونچے

www.urdurasala.com

اونچے سرخ شعلوں کی لپیٹ میں لے لیا۔ عنبر سب کی
نظروں کے سامنے دھڑا دھڑ جلنے لگا۔ خرموش نے زور
سے قہقہہ لگایا۔

ناگاؤں نے اپنے جادوگر کی حمایت میں نعرے
لگانے شروع کر دیئے۔ عنبر آگ میں جل رہا تھا۔
ظاہر میں ایسا ہی لگ رہا تھا۔

سب لوگ دیکھ رہے تھے کہ عنبر کے جسم کو آگ
کے شعلے تیزی سے چاٹ رہے تھے۔ لیکن وہ حیران
ضرور تھا کہ عنبر اس آگ میں بھی اپنی جگہ سے ذرا نہیں
ہل رہا تھا۔ ویسے کا ویسا ہی کھڑا تھا۔

کافی دیر بعد آگ بجھ گئی تو یہ دیکھ کر ناگاؤں کی

آنکھیں چکا چوند ہو گئیں کہ عنبر ویسے کا ویسا وہاں موجود
تھا۔

آگ نے اس کی قمیض کو کالر تک اس کے سر کے
ایک بال کو بھی نہیں جلایا تھا اس نے مسکراتے ہوئے
کہا۔

''خرموش! اگر کوئی اور داؤ ہے تو وہ بھی آزما کر
دیکھ لو تا کہ بعد میں تمہارے دل میں حسرت نہ رہے۔
کیونکہ جب میں نے تم پر وار کیا تو تم زندہ نہ بچ سکو
گے''۔

خرموش کچھ پریشان سا ہو گیا۔ کیونکہ یہ دونوں داؤ
اس کے بڑے مشہور داؤ تھے اور ان سے آج تک کوئی

نہیں بچا تھا۔

اب اس کی زندگی اور موت کا سوال پیدا ہو گیا تھا۔ خرموش جھنجھلا کر دو قدم پیچھے ہٹا۔ اس نے جھونپڑی کی دیوار کے ساتھ لٹکتے رسے کو اپنی طرف کھینچا اور پھر عنبر کی طرف اچھال دیا۔

رسے نے عنبر کو چاروں طرف سے لپیٹ لیا اور پھر اسے لے کر اوپر آسمان کی طرف اٹھنے لگا۔ جس طرح کہ ڈور کے ساتھ بندھی ہوئی پتنگ اوپر اٹھا کرتی ہے۔ ناگا لوگ دہشت زدہ ہو کر پرے پرے ہٹ گئے۔

رسا عنبر کو لے کر درختوں سے بھی اوپر آسمان پر اڑا

چلا جا رہا تھا۔ اب وہ بہت بلند ہو گیا۔ اب اتنی دور آسمان پر چلا گیا کہ نیچے سے دیکھنے پر عنبر ایک چھوٹا سا گیند نظر آ رہا تھا۔

خرموش کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی۔ وہ بڑے شان سے آگے بڑھا اور زمین پر لٹکتے ہوئے رستے کے پاس جا کر اس کا سرا اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔

اس نے گردن اٹھا کر بڑے غرور سے اپنے قبیلے کے لوگوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اس مکھی کے بچے نے شیر سے ٹکر لینے کی کوشش کی تھی۔ اب میں اس کو مزا چکھاؤں گا۔ تمہارے

سامنے اس کی لاش کی بوٹیاں اڑ جائیں گی"۔

خرموش نے چھرا نکال کر اوپر ہوا میں اچھال دیا۔

یہ چھرا اڑتا ہوا اوپر اس مقام پر پہنچا جہاں عنبر رسے میں جکڑا ہوا لہرا رہا تھا۔

چھرے نے کسی بھوکے پرندے کی طرح عنبر پر حملہ کر دیا۔ خرموش نے نعرہ لگا کر کہا۔

"اب اس گستاخ کی لاش کے ٹکڑے زمین پر گریں گے"۔

سب کی نظریں آسمان کی طرف اٹھی تھیں۔ جہاں چھرا کسی غیبی طاقت کے اثر سے اپنے آپ اچھل اچھل کر عنبر کے جسم پر حملے کر رہا تھا۔

مگر عنبر پر کچھ اثر نہیں ہو رہا تھا۔ نہ خون نکل رہا تھا اور نہ اس کے بدن کی کوئی بوٹی نیچے گر رہی تھی۔ خرموش کو بڑا غصہ آ رہا تھا۔

سب قبیلے والوں کے سامنے اس کی کرکری ہو رہی تھی۔ آخر اس نے غضبناک ہو کر غصے میں رسی کو زور سے کھینچ دیا۔

رسی عنبر کے جسم سے نکل کر نیچے زمین پر گر پڑی۔ خرموش کا خیال تھا کہ عنبر دھڑام سے زمین پر آن گرے گا اور اتنی بلندی سے نیچے گرنے پر ہڈی پسلی ایک ہو جائے گی۔

لیکن ایسا بالکل نہ ہوا۔ بلکہ ہوا یہ کہ عنبر بڑے

آرام سے یوں نیچے آنے لگا جیسے وہ کسی نظر نہ آنے والی لفٹ میں سوار ہو۔ وہ بڑے سکون سے نیچے اترتا ہوا زمین پر آ کھڑا ہو گیا اور خرموش کی طرف دیکھ کر رعب دار آواز میں بولا۔

خرموش! تیرا آخری وقت آن پہنچا ہے۔ تجھے تیرے غرور کی سزا مل کر رہے گی۔ تو نے مجھ پر تین ہلاک کر دینے والے کیئے اور میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔

اب میں تم پہ پہلا وار کرتا ہوں جو تیری زندگی کے لیے آخری وار ثابت ہوگا۔

قبیلے کے لوگ دم بخود کھڑے تھے۔ خرموش پر بھی کچھ ہیبت طاری ہو چکی تھی۔ اس سے پہلے کہ خرموش

اپنے قبیلے والوں کو کوئی حکم دیتا عنبر نے زمین سے چند پتھر اٹھا کر آسمان کی طرف اچھالے۔

آسمان پر دھوپ چمک رہی تھی۔ لیکن پتھروں کے اچھلتے ہی بڑے زور کا کڑاکا پیدا ہوا۔ وحشی ناگا ڈر کر زمین پر بیٹھ گئے۔

اس کے بعد آسمان پر سے بجلی زمین پر گری اور خرموش کی جھونپڑی کو درخت سمیت جلا کر راکھ کر گئی دوسرا کڑاکا پیدا ہوا۔ سارا جنگل دہل گیا۔ بخت خان اور اس کے ساتھیوں کے گھوڑے بھی دریا پار اگلی ٹانگوں پر کھڑے ہو کر زور زور سے ہنہنانے لگے۔

”دیوتا! مجھے معاف کر دو“۔

اتنا کہہ کر خرموش عنبر کے قدموں پر گر پڑا۔

عنبر یہی چاہتا تھا۔ اس نے خرموش کے سر پر پاؤں رکھ کر کہا۔

''کیا اب بھی تو غرور کرے گا؟ جادوگری کرے گا؟''۔

خرموش سر ہلا کر بولا۔

''کبھی نہیں عظیم دیوتا! کبھی نہیں! میں تمہارا غلام ہوں میرا سارا قبیلہ تمہارا غلام ہے''۔

قبیلے والوں نے عنبر کے حق میں نعرے لگائے اور اس کے آگے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

عنبر نے کہا۔

دیکھو! اپنا سر میری آگے نہ جھکاؤ۔ سر جھکانا ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کے آگے جھکاؤ۔ میں اس کا ادنیٰ بندہ ہوں ہاں مجھے ایک دیوی کی، بزرگ کی دعا ہے یا بددعا ہے جس کی وجہ سے میں ابھی مر نہیں سکتا۔

عنبر کو ان لوگوں نے پھولوں کے ہار ڈالے اور جھونپڑی کے اندر ایک تخت پر بٹھا دیا گیا اور جنگلی لوگوں کی طرح اس کے آگے بار بار آ کر سر جھکانے لگے۔

عنبر نے حکم دیا کہ دریا پار جا کر اس کے ساتھیوں کو حاضر کیا جائے۔ اسی وقت چند ناگ کشتی لے کر دریا پار گئے۔

بخت خان اور اس کے ساتھی دیکھ کر ان پر تلواروں سے حملہ کرنے لگے لیکن ناگاؤں نے جھک کر سلام کیا اور اپنی زبان میں کہا کہ وہ انہیں لینے آئے ہیں۔

بخت خان سمجھ گیا کہ عنبر نے اپنا کام دکھا دیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

''اب خطرے کی کوئی بات نہیں۔ ان لوگوں کو عنبر نے اپنا مطیع کر لیا ہے''۔

عنبر اور اس کے ساتھیوں کی وہاں بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ انہوں نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور سو گئے۔

تین دن خوب آرام کر کے سفر کی تھکان اتاری۔

چوتھے روز خرموش نے انہیں نیپال کی سرحد کو

جانے کا ایک خاص راستہ بتایا جو پہاڑیوں کے بیچ سے ہو کر جاتا تھا اور بڑا محفوظ اور مختصر راستہ تھا۔

چلتے وقت خرموں نے ٹوکرا پھلوں سے بھر کر گھوڑے پر رکھوا دیا اور عقیدت سے انہیں رخصت کیا۔

عنبر اور اس کے ساتھیوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ یہ لوگ جنگل میں ایک جگہ آرام کر رہے تھے کہ عنبر نے سیٹی کی عجیب سی آواز سنی۔

اس کے ساتھی گہری نیند سو رہے تھے۔ عنبر اٹھ کر

اس طرف گیا جدھر سے آواز آئی تھی۔ یہاں گھنے درختوں کے نیچے کانٹے دار جنگلی جھاڑیاں اگی تھیں۔ اندھیرا بہت تھا۔

سیٹی کی ہلکی سی آواز اسے پھر سنائی دی۔ اسے چونکہ ناگ کی تلاش تھی، سوچا شاید وہ سانپ کی شکل میں یہیں کہیں چل پھر رہا ہو اور اسے دیکھ کر پہچان لے۔

چلتے چلتے عنبر جنگل میں ذرا دور نکل گیا۔ ایک بار پھر وہی ہلکی سی سیٹی کی آواز آئی۔ عنبر جونہی آگے بڑھا، وہ دھڑام سے گر پڑا۔

اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو ایک جنگلی بیل بڑی

تیزی سے اس کے ارد گرد لپٹنے لگی۔ عنبر نے اسے ہٹانے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا۔

جنگلی بیل کی ٹہنیاں سانپوں کی طرح اس کے سارے جسم کے گرد لپٹ گئیں اور اسے پوری طرح جکڑ دیا۔

سیٹی کی ہلکی ہلکی آوازیں اسی بیل کی لچکدار سانپ جیسی جکڑ کر ان کا خون پی جایا کرتی تھی۔ عنبر کا خون تو وہ نہ پی سکتی تھی مگر اس نے عنبر کو اس بری طرح سے جکڑ لیا کہ وہ ذرا بھی ہل نہ سکتا تھا۔

اس کی طاقت جواب دینے لگی۔ زندگی میں پہلی بار عنبر نے اپنے کو بے بس محسوس کیا۔

بیل کی ٹہنیاں اس کی گردن کے گرد بھی لپٹ گئیں۔ وہ گردن بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ جوں جوں وہ زور لگاتا، ٹہنیاں اور زیادہ مضبوطی سے اسے گرفت میں لے لیتیں۔

اس نے آواز دے کر اپنے ساتھیوں کو بلانے کی کوشش کی مگر اس کی آواز بھی بند ہو چکی تھی۔ اس پر آہستہ آہستہ غشی طاری ہونے لگی۔ اور آخر وہ بے ہوش ہو گیا۔

صبح ہوئی۔ بخت خان اور اس کے ساتھی اٹھے۔ دیکھا کہ عنبر نہیں ہے۔ اسے بہت تلاش کیا گیا۔ مگر گڑھے میں پھیلی ہوئی جنگلی آدم خور بیل نے اسے

چاروں طرف سے اس طرح سے ڈھانپ رکھا تھا کہ کوئی اسے دیکھ نہ سکتا تھا۔

کافی دیر تلاش کرنے کے بعد اس کے ساتھی بادل نخواستہ یہ سوچ کر آگے چل پڑے کہ عنبر کسی کام سے آگے نکل گیا ہے اور وہ انہیں کہیں نہ کہیں ضرور مل جائے گا۔

دوپہر کے بعد عنبر کو ہوش آیا۔ وہ ابھی تک آدم خور بیل کی گرفت میں تھا۔ بیل کی ٹہنیاں فولاد سے بھی زیادہ طاقت کے ساتھ اس کے سارے بدن کے گرد لپٹی ہوئی تھیں اس نے باہر نکلنے کی بہت کوشش کی مگر ناکام رہا اس کی آواز بھی بند ہو چکی تھی۔

جنگلی بیل نے بھی اس قسم کا انسان پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جس کے اندر سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں نکل رہا تھا۔ اور اسے موت بھی نہیں آ رہی تھی۔

اس سے پہلے وہ جب بھی کسی جانور یا انسان کو اپنی لپیٹ میں لیتی تو وہ دس منٹ کے اندر اندر اسے کھا پی کر چٹ کر جاتی۔

لیکن یہ عجیب انسان تھا کہ ابھی تک زندہ تھا اور اسے سوائے اس کے کچھ بھی نہ ہوا تھا کہ اس کی آواز بند ہو گئی تھی اور طاقت ختم ہو گئی تھی۔

دوپہر کے بعد عنبر نے دیکھا کہ گڑھے کے کنارے کنارے ایک کالا سانپ رینگ رہا ہے۔ عنبر

نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور بولنے کی کوشش کی۔

اس کی آواز تھوڑی سی واپس آ چکی تھی۔ گلے کی خشکی دور ہو گئی تھی۔ عنبر نے سانپ کو آواز دی۔

''ناگ! میری مدد کرو''۔

اس کا خیال تھا کہ یہ ناگ اس کا بھائی ہوگا۔ لیکن وہ تو ایک عام زہریلا کوبرا سانپ تھا۔ اس نے عنبر کی آواز سنی تو اپنا پھن کھڑا کر لیا اور آہستہ آہستہ گڑھے میں اتر کر عنبر کے سامنے کھڑے ہو کر جھومنے لگا۔

عنبر نے سانپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ کالے سانپ نے اپنی لال لال آنکھوں سے

عنبر کو تھوڑی دیر تک گھورا پھر لپک کر اسے ڈس دیا۔ مگر
عنبر پر کچھ اثر نہ ہوا۔

اچانک عنبر کو خیال آیا کہ ناگ نے ایک بار کسی
سانپ سے باتیں کرتے ہوئے ایک منتر پڑھا۔ وہ
منتر اتفاق سے عنبر کو یاد رہا۔

چنانچہ اس نے اپنی دھیمی دھیمی آواز میں وہ منتر
پڑھ کر سانپ کے پھن پر پھونک دیا۔ منتر کا پھونکا جانا
تھا کہ کالا سانپ تڑپ کر پرے ہٹ گیا اور گردن بار
بار جھکانے اور عنبر کے پاؤں پر سر رکھنے لگا۔

عنبر نے کہا۔

'' اے کالے سانپ! اگر تم اس منتر کا مطلب سمجھ

گئے ہو تو تمہیں یہ بھی ملوم ہو گیا ہو گا کہ میں ناگ دیوتا
کا بھائی ہوں اور اس کی تلاش میں یہاں آیا تھا کہ اس
آدم خور بیل نے مجھے اپنی گرفت میں لے لیا۔

کیا تم کسی طرح مجھے اس مصیبت سے نجات دلا
سکتے ہو؟۔

کالا سانپ ایک مدت کے لیے عنبر کو دیکھتا رہا۔
پھر سرگوشی کے انداز میں بولا۔

'' میرے آقا! میں ہر خدمت کے لیے حاضر
ہوں''۔

اور پھر سانپ نے آدم خور بیل کی جڑوں کے
پاس منہ لے جا کر زور سے پھنکار ماری۔ اس کے منہ

سے شعلہ نکلا جس نے آدم خور بیل کی جڑوں کو جلا کر خاک کر دیا۔

اس کے منہ سے ساتھ ہی بیل کی ٹہنیوں میں سے جان نکل گئی ان کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی اور وہ اپنے آپ مردہ ہو کر عنبر کے جسم سے اتر کر نیچے گر پڑیں۔

عنبر آزاد ہو گیا وہ گڑھے سے باہر نکل آیا۔ وہ اس جگہ گیا جہاں اس کے ساتھی سو رہے تھے۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھی اسے تلاش کرنے کے بعد جا چکے ہیں۔

کالا سانپ عنبر کے پیچھے پیچھے ادب سے چلا آ رہا تھا۔ عنبر ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ سانپ اس کے قریب ہی

دیا بجھ گیا (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر56)

کنڈلی مار کر گردن جھکائے احترام سے بیٹھ گیا۔

عنبر نے کہا۔

''اے سیاہ سانپ! کیا تو میرے بھائی ناگ کی کوئی خبر لا سکتا ہے؟ کیا تو مجھے بتا سکتا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہو گا؟''۔

کالے سانپ نے گردن اٹھا کر عنبر کو دکھا اور عاجزی سے کہنے لگا۔

میرے آقا! مجھ میں اتنی طاقت نہیں کہ میں ناگ دیوتا کے بارے میں کچھ معلوم کر سکوں۔ میں بہت چھوٹا اور ادنیٰ قسم کا سانپ ہوں۔

ہاں میں آپ کو اپنی سردار ناگنی کے پاس لیے چلتا

www.urdurasala.com

ہوں۔وہ شاید آپ کی کوئی مدد کر سکے۔

"مجھے ضرور تائی کے پاس لے چلو"۔

عنبر کالے سانپ کے ساتھ چل پڑا سانپ جنگل کے مختلف راستوں سے ہوتا ہوا ایک ٹیلے کے پاس آ گیا۔

یہاں ایک غار تھا۔وہ عنبر کو ساتھ لے کر غار کے اندر چلا گیا۔غار میں ایک صاف ستھرا مٹی کا فرش تھا۔جس کے درمیان میں ایک چوڑا پتھر رکھا ہوا تھا۔کالے سانپ نے سیٹی کی آواز نکالی۔

اس کے ساتھ ہی ادھر ادھر سے بے شمار کالے سانپ نکل کر عنبر کی طرف پھن اٹھا کر لپکے۔کالے

سانپ نے انہیں اپنی زبان میں کچھ کہا جسے سن کر سارے کے سارے سانپ زمین پر سر رکھ کر بیٹھ گئے۔

اب ایک بل میں سے ایک سفید رنگ کا سانپ نکلا جس کے سر پر سرخ رنگ کا تاج تھا۔سانپ بار بار اپنی گردنیں ہلانے لگے۔

جیسے اس کی تعظیم کر رہے ہوں۔سفید سانپ نے اپنی لال آنکھوں سے عنبر کو دیکھا اور ایک دم سے اپنا پھن پھیلا کر غصے میں پھنکارا۔

کالے سانپ نے ادب سے گردن جھکا کر عرض کی کہ یہ شخص ناگ دیوتا کا بھائی ہے۔اتنا سنا تھا کہ

سفید سانپ نے اپنا پھن سمیٹ لیا اور عنبر کے پاؤں پر سر جھکا کر اٹھا لیا اور خالص کسی لڑکی کی آواز میں کہا۔

"خوش آمدید ہمارے آقا!"

یہ ناگنی تھی اور اس جنگل کے سارے سانپوں کی ملکہ تھی۔ عنبر نے اسے بتایا کہ وہ اپنے ناگ بھائی کی تلاش میں یہاں تک آیا ہے۔ کیا وہ اس کی کوئی مدد کر سکتی ہے؟۔

ناگنی نے کہا۔

"میرے آقا! ناگ دیوتا پر ہماری جان بھی قربان کاش وہ یہاں ہوتے اور ہم ان کی پوجا کر کے برکت حاصل کرتے مگر وہ تو یہاں کہیں بھی نہیں

ہے"۔

عنبر نے پوچھا۔

"کیا تم کسی طرح سے معلوم بھی نہیں کر سکتیں کہ ناگ دیوتا اس وقت کہاں ہو گا؟ کس حال میں ہو گا؟"۔

ناگنی نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر اپنی زبان بار بار نکال کر کبھی مشرق کی طرف اور کبھی مغرب کی طرف گردن گھمائی۔ دیر تک وہ ایسا کرتی رہی۔

پھر جھوم کر بولی۔

"میرے آقا! مجھے ہواؤں نے اطلاع دی ہے کہ ناگ دیوتا اس جنگل سے نکل کر نیپال کے بڑے

ناگ منی مندر کے آس پاس پہنچ چکا ہے۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے''۔

عنبر بڑا خوش ہوا کہ چلو ناگ کا کچھ تو ٹھکانہ دریافت ہوا۔ نیپال تو وہاں سے تھوڑی ہی دور تھا۔ وہ اب ناگ سے ملاقات کر سکتا تھا۔

اس نے سوچا کہ لگے ہاتھوں ناگنی سے ماریا کے بارے میں بھی معلوم کر لینا چاہیے۔

اس نے کہا۔

''ناگنی! کیا تم ہماری بہن ماریا کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہو؟''۔

''ہم تینوں بہن بھائی اکٹھے سفر کر رہے تھے کہ ہم

پر ایک مشکل آن پڑی اور ہم بچھڑ گئے۔ ماریا پر جادو کا اثر ہے اور وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی''۔

ناگنی نے کہا۔

''میرے آقا! اگر مجھے ماریا کے بارے میں کچھ علم ہوتا تو ضرور بیان کرتی۔ لیکن میں کسی انسان کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ یہ میری طاقت سے باہر ہے''۔

عنبر نے کہا۔

''اچھا! تمہاری مہربانی کہ تم نے ناگ دیوتا کے بارے میں ہی میری مدد کی۔ اب یہ بتاؤ کہ میں کس راستے پر سفر کروں کہ جلدی سے جلدی نیپال پہنچ

جاؤں!''۔

ناگنی کہنے لگی۔

میرے آقا! جس جگہ آپ کھڑے ہیں اس کے نیچے سے ایک سرنگ نیپال کی سرحد کو جاتی ہے۔ یہ سرنگ اس علاقے کے پرانے راجاؤں نے کھدوائی تھی۔

جو پہاڑیوں کے نیچے ہی نیچے سے نیپال کی سرحد تک چلی گئی ہے۔ آیئے میں آپ کو سرنگ میں لیے چلتی ہوں۔

ناگنی کے حکم پر سانپوں نے مل کر پتھر پرے ہٹا دیا۔ نیچے سے ایک سرنگ کا راستہ نکل آیا۔ ناگنی عنبر کو

لے کر سرنگ کے اندر آ گئی۔

یہ سرنگ ایک مرد کے قد کے برابر اونچی اور چوڑی تھی۔ تھوڑی تھوڑی دور روشنی کا ایسا بندوبست کیا گیا تھا کہ اوپر پتھر میں سوراخ تھا جہاں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔

ناگنی نے کہا۔

''میرے آقا! اس سرنگ کے راستے آپ ایک رات میں نیپال پہنچ جائیں گے۔ میرے سانپ آپ کی حفاظت کے لیے ساتھ جائیں گے''۔

عنبر نے کہا۔

''نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں اکیلا ہی یہ

سفر طے کر لوں گا۔ تمہارا بہت بہت شکریہ! ناگ دیوتا
سے میں تمہاری تعریف کروں گا"۔

ناگنی کہنے لگی۔

"اگر آپ نے ناگ دیوتا سے میری تعریف کی
اور وہ خوش ہو گیا تو میں اس دنیا کی خوش قسمت ناگن
ہوں"۔

عنبر بولا۔

"فکر نہ کرو۔ ناگ دیوتا تم سے بہت خوش ہو گا
اچھا خدا حافظ!"۔

خدا حافظ۔

ناگنی سے رخصت ہو کر عنبر سرنگ کے اندر روانہ ہو

گیا۔ کافی دور تک وہ چلتا چلا گیا۔ ہر دو فرلانگ کے
فاصلے پر سرنگ کے اوپر سے روشنی اندر آتی تھی۔
سرنگ میں ہوا بھی آتی تھی۔

پھر بھی فضا میں نمی تھی۔ جیسے بارش کے بعد ہوا
کرتی ہے عنبر دیر تک سفر کرتا رہا۔ پھر وہ تھک کر ایک
جگہ بیٹھ گیا۔ جب ذرا تھکان دور ہوئی تو پھر سے چلنا
شروع کر دیا۔

وہ ساری رات سفر کرتا رہا۔ دوسرے روز صبح صبح
اسے غار میں دور روشنی کا ایک دائرہ سا نظر آیا جو آہستہ
آہستہ بڑا ہوتا گیا۔ یہ دائرہ پھر ایک دروازہ بن گیا۔

سرنگ یہاں پر ختم ہو گئی تھی عنبر سرنگ سے باہر نکل

آیا۔

یہاں اردگرد چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ ان کی ڈھلانوں پر کسانوں کے کھیت لہلہا رہے تھے۔ اور جگہ جگہ جھونپڑے بنے تھے۔ یہ نیپال کے دیہات کا علاقہ تھا۔

عنبر نیپال کی سرحد میں داخل ہو چکا تھا۔ وہ پہاڑیوں سے نکل کر ایک کسان کے جھونپڑے کے پاس آ کر رک گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ناگ منی کا مندر کہاں پر ہے۔ اس نے کسان سے پوچھا۔

''بھائی! مجھے ناگ منی کے مندر میں جانا ہے۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ یہ مندر کہاں پر ہے؟''۔

کسان نے کہا۔

''یہاں سے وادی کے پار ایک دریا تمہیں ملے گا۔ جب وہ دریا تم پار کر جاؤ گے تو دوسرے کنارے پر ایک چٹان کے اوپر ناگ منی کا مندر ہے''۔

عنبر نے کسان کا شکریہ ادا کیا اور وادی میں اتر گیا۔

یہ وادی بڑی سرسبز و شاداب تھی۔ کھیتوں میں مکئی کے بھٹے چمک رہے تھے۔ دھوپ خوب نکلی تھی۔ فضا میں گرمی بالکل نہیں تھی۔

کسان جگہ جگہ کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ عورتیں ٹوکریاں پیٹھ پر رکھے پہاڑی ڈھلانوں سے

اتر رہی تھیں۔

عنبر اس علاقے میں آ کر بڑا خوش ہوا۔ وادی سے نکل کر اس نے ایک دریا دیکھا جس کا پاٹ چوڑا نہیں تھا مگر اس کا پانی پتھروں سے ٹکرا کر بڑی تیزی سے بہہ رہا تھا۔

اس دریا پر رسوں کا ایک چھوٹا سا پل بنا تھا۔ مسافر اس پل پر سے دریا عبور کر رہے تھے۔ عنبر اس پل پر سے گزر کر دریا کے دوسرے کنارے پر آ گیا۔

پوچھتے پوچھتے آخر وہ اس جگہ پر آ گیا جہاں سامنے سرخ چٹان تھی اور اس پر ناگ منی کے مندر کا سنہری کلس چمک رہا تھا۔

ایک سرنگ رنگ کا جھنڈا ابھی لہرا رہا تھا مندر کے ماتھے پر پتھر کا ایک بہت بڑا سانپ بنا تھا۔ اس مندر میں ناگ منی کی پوجا ہوتی تھی جو سانپوں کا دیوتا تھا۔

عنبر مندر کی ڈیوڑھی پر آ کر رک گیا۔ وہاں ایک بھکشو بیٹھا تھا۔ اس نے عنبر سے پوچھا کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟

عنبر بولا۔

''میں ملک افریقہ سے آیا ہوں۔ مجھے مندر دیکھنے کا شوق ہے۔ یہی شوق مجھے آپ کے ملک میں کھینچ لایا ہے۔ میں ناگ منی کا مندر دیکھنا چاہتا ہوں''۔

بھکشو نے کہا۔

"تم غیر مہذب کے آدمی ہو۔ تمہیں مندر میں جانے کی اجازت نہیں مل سکتی۔ ہاں تم باہر سے مندر کو دیکھ سکتے ہو"۔

عنبر نے سوچا کہ اگر ناگ یہاں پر موجود ہوا تو وہ باہر بھی آ جائے گا اور اسے مل لے گا۔ اندر نہ سہی باہر بیٹھ کر ہی ناگ کا انتظار کرتے ہیں اس نے بھکشو سے پوچھا۔

بھائی! میں مندر کو باہر ہی سے دیکھ لوں گا۔

لیکن کیا یہاں دو چار روز تک رہنے کے لیے کوئی جگہ مل جائے گی؟۔ میں کرایہ ادا کروں گا۔

بھکشو نے کہا۔

اس چٹان کے پیچھے تالاب کے کنارے کچھ جھونپڑیاں ہیں جہاں باہر مسافر آ کر ٹھہرتے ہیں۔ تمہیں وہاں ایک جھونپڑی کرائے پر مل سکتی ہے۔

عنبر بڑا خوش ہوا۔ کیونکہ ناگ بھی اگر یہاں آیا تو ان جھونپڑیوں میں ضرور آئے گا۔

اس نے بھکشو کا شکریہ ادا کیا اور چٹان کے عقب میں آ گیا۔ یہاں ایک بڑا سا تالاب بنا تھا۔ جس کے اندر پتھر کی سیڑھیاں اتر گئی تھیں۔ ایک جانب بانس کے درختوں میں کچھ جھونپڑیاں بنی ہوئی تھیں۔

ان جھونپڑیوں میں باہر سے آئے ہوئے مسافر

رہ رہے تھے۔ عنبر نے بھی ایک جھونپڑی کرائے پر لے لی اور اس کے اندر بانس کے تخت پوش پر آ کر لیٹ گیا۔

وہ کچھ تھک گیا تھا۔ اس کم بخت آدم خور بیل نے اسے کافی نقصان پہنچایا تھا۔ اگر سانپ اس کی مدد نہ کرتا تو کیا خبر ابھی تک وہ اسی کے چنگل میں پھنسا ہوا ہوتا۔

شام کو عنبر نے کھانا کھایا اور سو گیا۔ اس نے سوچا کہ صبح اٹھ کر وہ اس سارے علاقے میں ناگ کو تلاش کرے گا۔

اب ذرا ناگ کی طرف چلتے ہیں۔

ناگ نے عزت بیگ اور شہزادی جہاں زیب کو اس کی خالہ کے گھر پہنچا دیا تھا۔ اس کی خالہ نیپال کی شمالی سرحد کے ایک گاؤں میں رہتی تھی۔

انہوں نے ناگ کی بڑی خدمت کی۔ وہ چاہتے تھے کہ ناگ ابھی کچھ دیر اور ان کے ہاں ٹھہرے لیکن ناگ کو بھی عنبر اور ماریا کی لگن ہوئی تھی۔

اس نے معذوری کا اظہار کیا اور گاؤں سے نکل کھڑا ہوا۔ اس کی منزل نیپال شہر کاٹھمنڈو تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ عنبر سے وہاں ضرور مل سکے گا۔

وہ چلتا چلا گیا۔ کبھی بیل گاڑی میں کبھی پیدل اور کبھی ٹٹو پر۔ آخر وہ ایک وادی میں پہنچا جہاں کسان

کھیتوں میں کام کر رہے تھے۔ اس نے ایک کسان
سے پوچھا کہ کاٹھ منڈو کتنی دور ہے۔ کسان نے تعجب
سے اس کی طرف دیکھا اور کہا۔

''کاٹھ منڈو تو یہاں سے بہت دور ہے۔ اگر تم
پیدل چلتے رہے تو شاید ایک مہینے میں پہنچو گے''۔

ناگ نے کہا۔

''کیا تم مجھے ایک بیل دے سکتے ہو؟ میں تمہیں
اس کے عوض سونے کی چار اشرفیاں دوں گا''۔

ناگ کے پاس بس صرف یہ چار اشرفیاں ہی رہ
گئی تھیں۔ اس نے یہ چاروں اشرفیاں کسان کے
حوالے کر دیں اور ایک مریل سا بیل لے کر اس پر

سوار ہو گیا اور آگے چل پڑا۔

ناگ جس راستے سے سفر کر رہا تھا۔ اس راستے پر
عنبر نے سفر نہیں کیا تھا۔ ورنہ اس کی ملاقات ناگنی ملکہ
سے ضرور ہوتی اور وہ اسے عنبر کے بارے میں بتا دیتی
کہ وہ ناگ منی کے مندر میں اس کا انتظار کر رہا ہے۔

ناگ شمال کی طرف سے سفر کرتا آ رہا تھا اور ادھر
راستہ دشوار گذار بھی تھا اور یہاں سردی بھی زیادہ تھی۔
خیر ناگ پر تو سردی گرمی کا کوئی اثر نہیں ہوتا تھا۔ بیل
بڑا مریل تھا دو روز تک وہ سیدھی طرح سے چلتا رہا۔
مگر تیسرے روز اس نے پتنگ کی طرح ایک طرف
جھپ کھانے شروع کر دیا۔

شام کو وہ ایک جگہ دھڑام سے گر پڑا اور ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا ناگ نے بیل کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

''اچھا دوست! تم نے میری بڑی مدد کی میں تمہارا شکر گزار ہوں خدا کو یہ منظور نہیں تھا کہ ہمارا ساتھ دور تک رہتا۔ جہاں رہو خوش رہو۔ خدا حافظ''۔

ناگ پیدل ہی چل دیا۔ یہاں قدم قدم پر چشمے اور ندیاں ملتی تھیں۔ رات کو ناگ نے ایک جگہ آرام کیا صبح اٹھ کر درختوں سے پھل توڑ کر کھایا اور پھر سفر پر روانہ ہو گیا۔

آخر وہ ایک روز نیپال کے سب سے بڑے شہر کاٹھمنڈو پہنچ گیا۔ ابھی وہ شہر کی چار دیواری سے دور

وادی میں ہی تھا کہ شام ہو گئی اور شہر کے قلعے کے اوپر مشعلیں روشن کر دی گئیں۔

ناگ پھر بھی چلتا رہا۔ کیونکہ وہ تھک تو سکتا ہی نہیں تھا۔ شہر کے دروازے پر اسے کسی نے نہ روکا۔ وہ شہر میں داخل ہو گیا۔ اچھی آبادی والا شہر تھا۔ لوگ لکڑی کے مکانوں میں رہتے تھے۔

محلے گنجان تھے۔ جگہ جگہ مندر تھے۔ جہاں سانپوں اور کرشن کی پوجا ہوتی تھی۔

اب رات گزارنے کے لیے ناگ کو کسی ٹھکانے کی ضرورت تھی۔

وہ ایک ندی کے کنارے آ کر بیٹھ گیا۔ یہ ندی شہر

کے درمیان سے گزرتی تھی۔ وہ ندی پر بیٹھا عنبر کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ ایک جلوس اس کے قریب سے گزرا۔

یہ کچھ پجاری تھے جو ایک تخت پر موٹی توند والے بڑے پجاری کو بٹھائے اور تخت کو کندھوں پر اٹھائے چلے جا رہے تھے۔

آگے آگے پٹاری میں ایک سانپ اپنا پھن پھیلائے کھڑا تھا۔ یہ پٹاری بھکشو نے اپنے سر پر اٹھا رکھی تھی۔

دو آدمی پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ اور سانپ کے سر پر مور کے پروں کا پنکھا جھل رہے تھے۔ ناگ

خاموش سے بیٹھا یہ جلوس دیکھتا رہا۔ اچانک پٹاری میں پھن پھیلائے کھڑے ہوئے سانپ نے کچھ بے چینی محسوس کی۔

اب جو اس کی نظر ناگ پر پڑی تو وہ پٹاری میں سے اچھل کر سڑک پر آ گیا۔ جلوس ایک دم سے رک گیا۔ کیونکہ مقدس سانپ پٹاری سے نکل گیا تھا۔

موٹے پجاری نے کہا۔

''مقدس سانپ کو پکڑو۔ جلدی کرو پوجا کا وقت جا رہا ہے''۔

مقدس سانپ ناگ کے سامنے آ کر سجدے میں گر پڑا۔ اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ ناگ نے

کوئی حرکت نہ کی۔ خاموشی سے سانپ کو تکتا رہا۔ اب
تو پجاری کا پارہ ایک دم سے چڑھ گیا۔ وہ تخت پر سے
اترا اور ناگ کے پاس آ کر رعب سے بولا۔

''کون ہو تم آوارہ انسان! تمہیں جرات کیسے
ہوئی کہ اپنے جادوں کے زور سے ہمارے مقدس
سانپ کو مطیع کر لو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''میں نے کوئی جادو نہیں کیا اور نہ ہی میں جادوگر
ہوں مسافر ہوں ملک قرطاجنہ سے سیر کرنے آپ
کے دیس میں آیا ہوں''۔

پجاری چلایا۔

''تو پھر یہ مقدس سانپ تمہارے پاس کیوں آ
گیا ہے؟''۔

''مجھے کیا معلوم؟ یہ تم اپنے سانپ سے پوچھو''۔

ناگ نے آرام سے جواب دیا۔

موٹے پجاری کو بڑا غصہ آیا کہ یہ گستاخ مسافر
کس طرح بات کرتا ہے اس نے تخت پر سے ہنٹر اٹھایا
اور پوری طاقت سے ناگ کے جسم پر دے مارا۔

ایک پٹاخے کی آواز پیدا ہوئی ہنٹر ناگ کے
کاندھے پر پڑا۔ ناگ کو طیش تو آ گیا مگر وہ کسی انسان
کو یونہی مارنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔

''پجاری بابا! مجھے تنگ نہ کرو نقصان اٹھاؤ گے''۔

موٹا پجاری زمین پر پاؤں مار کر بولا۔

''پھر میرے مقدس سانپ کو کہو کہ وہ واپس پٹاری میں چلا جائے''۔

''ناگ نے سانپ کو اشارہ کیا۔سانپ نے پھن پھیلا کر اپنی زبان میں جو اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا' کہا۔''

''میرے آقا! اگر حکم ہو تو میں اس موٹے پجاری کو ڈس کر ابھی ہلاک کر دوں''۔

ناگ نے سانپ کی زبان میں کہا۔

''نہیں! میں اس پجاری پر رحم کرتا ہوں۔تم واپس

پٹارے میں چلے جاؤ''۔

سانپ خاموشی سے واپس پٹاری میں چلا گیا اور پھن اٹھا کر کھڑا ہو گیا۔موٹے پجاری نے قہر آلود نظروں سے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔

''خبردار! آئندہ میرے مقدس سانپ پر جادو کرنے کی جرات نہ کرنا نہیں تو تمہیں زمین میں گاڑ کر تم پر کتے چھوڑ دیے جائیں گے۔اس بار تمہیں معاف کرتا ہوں''۔

پجاری تخت پر بیٹھ گیا۔غلاموں نے تخت اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا اور جلوس بڑے مندر یعنی ناگ منی کے مندر کی طرف روانہ ہو گیا۔یہی وہ مندر تھا جس

کے تالاب کے پاس عنبر ایک جھونپڑی میں ٹھہرا ہوا تھا۔

ناگ کو غصہ تو اس موٹے پجاری پر بہت آیا مگر خاموش رہا۔ وہ کسی اور موقع پر اس سے بدلہ لینا چاہتا تھا۔ رات گہری ہونے لگی تو ناگ نے سوچا کہ کسی جگہ بسیرا کرنا چاہیے۔

یہ سوچ کر وہ اٹھا اور شہر کے اس علاقے کی طرف آ گیا جہاں بڑی بڑی محل نما پتھر کی اونچی عمارتیں بنی ہوئی تھیں۔ اچانک ایک سپاہی نے سامنے آ گیا۔

اپنی خونخوار آنکھوں سے ناگ کی طرف دیکھ کر بولا۔

"کون ہو تم؟ یہاں کیا کر رہے ہو؟"۔

ناگ نے سادگی سے جواب دیا۔

"رات بسر کرنے کا ٹھکانہ تلاش کر رہا ہوں"۔

سپاہی نے ناگ کو گرفتار کر لیا۔ دوسرے سپاہی بھی بھاگ کر آ گئے۔ انہوں نے ناگ کو رسیوں سے باندھا اور شاہی محل کے اندر لے گئے۔

یہاں جا کر اسے معلوم ہوا کہ وہ غلطی سے سپہ سالار کے محل میں نکل آیا تھا جہاں بغیر اجازت جانے کی سزا موت تھی۔

آگے کیا ہوا۔۔۔؟

اس دلچسپ سلسلہ وار ناول کا اگلہ حصہ

آیندہ قسط نمبر 57 میں پڑھیے

پھانسی کی کوٹھڑی
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)
اے حمید

فہرست

پھانسی کی کوٹھڑی

جزیرے کی جیل ایک ویران جگہ پر تھی۔

یہاں چاروں طرف اجاڑ پہاڑیاں تھیں جہاں کہیں کہیں خاردار خشک جھاڑیاں اتنی اونچی اونچی تھیں کہ اس میں ہاتھی چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔

اس جیل کا دروازہ بہت مضبوط لوہے کا تھا اور اسے چار آدمی مل کر کھولتے تھے یہاں تہہ خانے کی

ایک نیم روشن نمدار کوٹھڑی میں سلاخوں کے پیچھے سرفروش زمان خان اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں گن رہا تھا۔

یہ اس کی زندگی کا آخری دن تھا اور آخری رات۔ جس کے پچھلے پہر اس کو پھانسی ملنے والی تھی۔ جلاد نے پھانسی گھر میں پھانسی صاف کرنی شروع کردی تھی۔

نیا رسا باندھا جا رہا تھا۔ ان تختوں کو جانچا جا رہا تھا۔ جنہوں نے ایک دوسرے سے الگ ہو کر زمان خان کی لٹکی ہوئی، پھندے میں پھنسی ہوئی لاش کو نیچے اندھیرے کنوئیں میں اچھال دینا تھا۔ کل پرزوں کو تیل دیا جا رہا تھا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز رنگ ماریا قسط نمبر 57

شام ہو گئی۔ کالے پانی کے سمندر میں ہلکی ہلکی ہوائیں چلنا شروع ہو گئیں۔ آسمان پر بادل چھانے لگے اور رات کے پہلے پہر کو گرج چمک کے ساتھ بارش شروع ہو گئی۔

آج کی رات جزیرہ کالے پانی کی بڑی ڈراؤنی اور دہشت ناک رات تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے جزیرے کو کسی ڈراؤنے آسیب نے گھیر لیا ہے۔

جنگل کے گھنے سیاہ درختوں پر پانی کی بوچھاڑیں پڑ رہی تھیں۔ جنگلی درندے اور جانور اپنے اپنے غاروں، کچھاروں اور گھونسلوں میں دبے بیٹھے تھے۔ بادل گرجتا تو دل دہل جاتے۔

بجلی چمکتی تو ایک پل کے لیے طوفانی سمندر روشن ہو جاتا۔ جیل میں زمان خان کو پھانسی دینے کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

جلاد ایس پی جیل کے کمرے میں آ کر میز کے سامنے دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ یہ جزیرے کا بڑا مشہور جلاد تھا اور کئی سرفروشوں کو پھانسی دے چکا تھا۔

سیاہ رنگ کا سوکھا چمرخ سا مقامی آدمی تھا جس نے سوائے آنکھوں کے سارے منہ پر کپڑا باندھ رکھا تھا۔

جیل انسپکٹر کے کمرے میں مدھم لیمپ روشن تھا اور وہ زمان خاں کی فائیل کھولے اس پر کچھ لکھ رہا

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

تھا۔

یہ پھانسی کی فائیل تھی اور اس کا رنگ سیاہ تھا جیل کے اندر سارے قیدیوں کی کوٹھڑیوں پر تالے لگا کر انہیں بند کر دیا گیا تھا۔

کسی کو باہر نکلنے کا حکم نہیں تھا۔ بارش، گرج چمک، تیز ہوائیں۔

ماریا اس وقت کہاں تھی؟ ماریا اس وقت جیل کے بڑے دروازے کے پہلو میں ایک جگہ سائے میں کھڑی تھی۔

بارش کی بوندیں لکیروں کی شکل میں چھت پر سے گر رہی تھیں۔ لوہے کے بڑے گیٹ کے نیچے ایک

چھوٹا دروازہ بھی تھا۔

مایا اس دروازے کے کھلنے کا انتظار کر رہی تھی۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آدھی رات کے بعد جیل میں ایک خاص ہرکارہ گورنر کا حکم نامہ لے کر آئے گا۔

گھڑیال نے جب رات کے بارہ بجائے تو دور سے ایک گھوڑ سوار جیل کے گیٹ کے پاس آ کر رک گیا۔ اس نے ایک کاغذ دکھایا۔

جیل کے پہریدار نے اپنی کوٹھڑی سے نکل کر لالٹین کی روشنی میں وہ حکم نامہ دیکھا۔ ہرکارے کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھول دیا۔

بس یہی وقت ماریا کے بھی اندر داخل ہونے کا

تھا۔

ماریا اسی وقت کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ جلدی سے چھپر کے نیچے سے نکل کر گیٹ کے پاس آ گئی۔ جونہی چھوٹا دروازہ کھلا اور ہرکارہ گھوڑے سے اتر کر اندر داخل ہوا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہو گئی۔

اندر ایک چھوٹا سا میدان تھا جس کے کنارے کنارے پکے پتھروں سے ایک منزلہ کوٹھڑیاں ساتھ ساتھ بنی ہوئی تھیں۔

جیل کی کوٹھڑیاں ساتھ ساتھ بنی ہوئی تھیں۔ جیل کی کوٹھڑیاں ان کے اندر جا کر تھیں۔ ماریا ایک کمرے

کے دروازے میں سے نکل کر برآمدے میں آ گئی۔

یہاں قدم قدم پر بندوق کندھے پر رکھے سپاہی گھوم پھر کر، گشت لگا کر پہرہ دے رہے تھے۔ ایک جگہ "انسپکٹر جیل" کی تختی لگی تھی۔

ماریا نے اندر جھانک کر دیکھا۔

انسپکٹر جیل ہرکارے سے حکم نامہ لے کر اس پر دستخط کر رہا تھا۔ لازمی بات تھی یہ حکم نامہ زمان خاں کی پھانسی کے بارے میں تھا۔

ماریا کو یہ معلوم نہیں تھا کہ پھانسی کی وہ کوٹھڑی کہاں ہے جہاں زمان قید ہے۔ وہ برآمدے میں سے گزرتی ایک اور برآمدے میں آ گئی۔

یہاں محرابوں کے ساتھ ساتھ سلاخیں لگی تھیں۔ ایک جگہ دیوار کے ساتھ مٹی کے تیل کا لیمپ روشن تھا۔ سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔

ماریا کچھ دیر بیکار چکر لگاتی رہی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ قیامت تک پھانسی کی کوٹھڑی میں نہیں پہنچ سکے گی۔

کسی سے پوچھنا چاہیے۔ مگر وہ کس سے پوچھے؟ وہ تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔

وقت بڑا قیمتی تھا۔ اس نے یہ خطرہ بھی مول لے لیا۔ وہ برآمدے کے پہلو میں ایک بارک کی کوٹھڑی میں آئی۔

یہاں لیمپ کی روشنی میں ایک کالا انڈیمائی سپاہی شاید آدھی رات کو ڈیوٹی سے فارغ ہو کر چارپائی پر بیٹھا اپنے بھاری بھرکم بوٹ اتار رہا تھا۔

ماریا چپکے سے اس کی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ اس نے بڑے آرام سے اپنے پیچھے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔ تاکہ سپاہی ڈر کر کہیں باہر نہ بھاگ جائے۔

کنڈی لگنے کے کھٹکنے کی آواز آئی تو کالے سپاہی نے پلٹ کر دیکھا۔ دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا تھا اور کنڈی بھی لگ گئی تھی۔

پاؤں سے اتارا ہوا بوٹ اس کے ہاتھ میں پکڑا رہ

گیا۔ اس کے ماتھے پر خوف سے ٹھنڈا پسینہ آ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اندر کوئی چڑیل یا بھوت داخل ہو گیا ہے۔

اتنے میں ماریا نے اس کے سر کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ سپاہی کو اپنے کندھے پر بھوت کا ٹھنڈا ٹھنڈا ہاتھ محسوس ہوا تو اس کے جسم پر دہشت سے کپکپی طاری ہو گئی اور وہ یوں کانپنے لگا جیسے قصائی نے بکرے کی گردن پر چھری رکھ دی ہو۔

ماریا کہنے لگی۔

"میری بات غور سے سنو! میں اس جیل کے بھوت کی بیوی ہوں۔ مجھے بتاؤ وہ کوٹھڑی کہاں ہے۔

جہاں زمان خان قید میں پڑا ہے۔ میں اسے ملنا چاہتی ہوں"۔

سپاہی پہلے ہی تھر تھر کانپ رہا تھا۔ اب جو ماریا یعنی بھوت کی بیوی کی آواز سنی تو اور بھی زبان گنگ ہو گئی۔ ماریا نے اس کی گردن پر اپنا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"جواب دو۔ بولو نہیں تو میں اسی وقت تمہیں ہلاک کر کے کھا جاؤں گی"۔

کالے سپاہی نے منہ کھولا تو اس کی زبان ہکلا رہی تھی۔

"تت تت۔ تت۔۔۔ تہہ خانے میں"۔

ماریا نے اس کی گردن دباتے ہوئے پوچھا۔

"تہہ خانے کو راستہ کدھر سے جاتا ہے؟"۔

سپاہی نے ہاتھ کی انگلی سے زمین کی طرف اشارہ کیا۔

"برآمدے کی آخیر میں سیڑھیاں۔۔۔ س۔ سس۔ سس سیڑھیاں۔ ب ب برآمدے"۔

اور اس کے بعد سپاہی بے ہوش ہو کر چار پائی پر گر پڑا۔

ماریا کو جتنی اطلاع چاہیے تھی، وہ اسے مل گئی تھی۔ کنڈی کھول کر وہ برآمدے میں آ گئی۔ بائیں جانب برآمدہ آگے جا کر ختم ہو گیا تھا۔

وہاں ایک محراب بنی تھی جس کے منہ پر جنگلا لگا تھا۔ اس میں ایک کھڑکی تھی جس کے باہر ایک سپاہی کھڑے ہو کر پہرہ دے رہے تھے۔ اس نے بھی کندھے پر توڑے دار بندوق اٹھا رکھی تھی۔

یہ ایک اور مصیبت سامنے آ گئی تھی۔ ماریا ابھی سوچ ہی رہی تھی کہ اس لوہے کے جنگلے کے پاس کیوں کر جائے کہ زمان خان کی خوش قسمتی سے ایک سپاہی اندر سے آتا دکھائی دیا۔

پہریدار نے دروازہ کھول دیا۔ سپاہی باہر نکل گیا۔ لیکن اس عرصے میں ماریا اندر داخل ہو چکی تھی۔ ذرا آگے جا کر برآمدہ داہنی جانب گھوم گیا۔

یہاں چھت پر بارش کی آواز آ رہی تھی۔ معلوم ہوا ایک طرف کہیں ٹین کی چھت تھی۔ اب نیچے تہہ خانے کو سیڑھیاں جاتی تھیں۔

محراب کے طاق میں یہاں بھی ایک لیمپ جل رہا تھا۔ ماریا سیڑھیاں عبور کر گئی۔ سامنے ایک کوٹھڑی تھی جس ے آگے لوہے کی موٹی موٹی سلاخیں لگی تھیں۔

باہر ایک انڈیمانی سپاہی ڈیوٹی پر کھڑا تھا۔ اس قسم کا زبردست انتظام اور چوکی پہرہ ماریا نے پہلے کہیں بھی نہیں دیکھا تھا۔

وہ سلاخوں کے پاس ایک طرف آ کر کھڑی ہو گئی

اور اندر جھانک کر دیکھا۔

یہ پھانسی کی کوٹھڑی تھی چھوٹا سا کچا صحن تھا۔ جس پر گھاس بچھی ہوئی تھی ایک کونے میں دیا جل رہا تھا۔ نیچے گھاس پر بیٹھا زمان خان نماز پڑھ رہا تھا۔

ماریا اپنی منزل پر پہنچ چکی تھی۔ اب زمان خان کو یہاں سے نکال کر جزیرے میں کسی محفوظ جگہ پہنچانا تھا۔

یہ بڑا کٹھن کام تھا۔ مگر ماریا نے ایک ترکیب پہلے سے سوچ رکھی۔ اول تو اس کوٹھڑی کا تالہ کھولنا ہی مشکل تھا۔

کافی موٹا لوہے کا تالا لگا تھا۔ ظاہر ہے، اس کی

پھانسی کی کوٹھڑی (تیزگام ماریا قسط نمبر 57)

چابی پہرے دار کے پاس ہو گی۔ پہرے دار بڑا ہوشیار ہو کر کھڑا تھا۔

کم بخت اونگھ رہا ہوتا تو ماریا اس کی جیب سے چابی نکال لیتی۔ بہرحال وقت کم رہ گیا تھا۔ ماریا کو جو کچھ بھی کرنا تھا بڑی تیزی سے کرنا تھا۔

پہرے دار بندوق زمین پر لٹکائے اس پہ ہاتھ رکھے ٹانگیں چوڑی کیے کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔ ماریا نے پیچھے سے اسے زور سے دھکا دیا۔

پہرے دار سامنے دیوار کے ساتھ جا کر لگا اور گر پڑا۔

ابھی وہ سنبھلنے بھی نہ پایا تھا اور یہ سوچ ہی رہا تھا

کہ اس کے ساتھ یہ کیا ہو گیا ہے کہ ماریا نے بندوق اٹھا کر اس کا دستہ پوری طاقت سے اس کے سر پر دے مارا۔

پہرے دار سپاہی اٹھتے اٹھتے چکرا کر دوبارہ گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ زمان خان نماز پڑھ کر دعا مانگ رہا تھا۔

اس نے دیکھا کہ سپاہی ابھی ٹانگیں چوڑی کیے پہرہ دے رہا تھا اور ابھی وہ ایک دم سے اچھل کر اپنے آپ سامنے والی دیوار سے ٹکرایا۔

اٹھنے کی کوشش کی۔ اس کی بندوق اپنے آپ فضا میں اچھل کر اس کے سر پر لگی اور دوبارہ گرا اور بے

پھانسی کی کوٹھڑی (تیزنگ ماریا قسط نمبر 57)

ہوش ہو گیا۔

اس کی آواز تک نہ نکل سکی۔ زمان خان بڑا ہی دار دلیر نوجوان تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ کوئی غیبی طاقت اس کی مدد کر رہی ہے۔ اس نے سن رکھا تھا کہ اس جیل میں ایک بھوت رہتا ہے۔

خدا نے اس کی دعا قبول کر لی۔ اور اس کی مدد کے لیے یہ بھوت بھیجا ہے۔ ماریا نے سپاہی کی جیب ٹٹول کر چابی نکالی۔

تالا کھول کر سلاخ دار دروازے کا ایک پٹ کھولا اور اندر کوٹھڑی میں آ گئی۔

"زمان خان! میں تمہاری مدد کو آئی ہوں۔ گھبرانا

"نہیں"۔

زمان خان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا تم جیل کا بھوت ہے؟"۔

ہاں۔ میں جیل کے بھوت کی بیوی ہوں۔ تم یہی سمجھ لو۔ میں تمہیں یہاں سے نکالنے کے لیے آئی ہوں۔

میرے ساتھ یہاں سے نکل چلو۔ آؤ میرے ساتھ۔ لیکن ٹھہرو۔ تم اس بے ہوش سپاہی کی وردی اتار کر پہن لو۔ جلدی کرو۔ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔

زمان خان لپک کر کوٹھڑی سے باہر آیا۔ اس نے

بے ہوش سپاہی کی وردی اتار کر خود پہن لی۔ سر پر اس کی پگڑی جمائی کندھے پر بندوق رکھی اور بولا۔

"بھوت کی بیوی! میں تیار ہوں"۔

ماریا ہنس پڑی اور پھر سنجیدگی سے بولی۔

دیوار کے ساتھ ساتھ باہر نکلنے کی کوشش کرو۔ تم بالکل نہ گھبرانا۔ جو بھی راستے میں ملے یہی ظاہر کرنا کہ تم سپاہی ہو۔

اور کوئی خاص اطلاع کرنے جیل انسپکٹر کمرے میں جا رہے ہو۔ گھبرانا بالکل نہیں۔ میں تمہارے ساتھ ساتھ ہوں گی۔

اگر کوئی مصیبت آن پڑی تو میں خود سنبھال لوں

گی۔ تم کسی حالت میں بھی گولی مت چلانا۔ نہیں تو اس کے شور سے بنا بنایا کھیل بگڑ سکتا ہے۔ میری بات اچھی طرح سمجھ گئے ہو ناں؟۔

زماں خان نے سرگوشی میں کہا۔

"سمجھ گیا ہوں۔ تم فکر نہ کرو۔ میں تمہارے آگے آگے چل رہا ہوں"۔

زماں خان نے چلنا شروع کر دیا۔ سیڑھیاں چڑھ کر جب وہ محرابی دروازے کے پاس آیا تو وہاں سپاہی باہر کی طرف لوہے کے جنگلے کے پاس کھڑا پہرہ دے رہا تھا۔

اس نے جو دیکھا کہ کوٹھڑی والا سپاہی بندوق

اٹھائے چلا آ رہا ہے تو سمجھا کہ ضرور کسی خاص کام کی غرض سے جا رہا ہے۔

اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہاں لیمپ کی روشنی ذرا کم آ رہی تھی۔ کہ ایک زبردست غلطی ہو گئی۔ کم بخت کوٹھڑی کی چابیاں زمان خان اپنے ہاتھ میں لیتا آ گیا تھا۔

وہ اس کی پیٹی میں پوری طرح سے نہیں پھنسی تھیں۔ جب وہ سپاہی کے قریب سے گزرنے لگا تو چابیاں فرش پر گر پڑیں۔

سپاہی نے مسکرا کر کہا۔

"یار چابیاں تو سنبھال کر رکھا کرو"۔

اب زمان خان سے ایک خوفناک غلطی ہو گئی ہے
کہ بول پڑا۔
"شکریہ بھائی"۔
اس کی آواز پہرہ دینے والے سپاہی سے بالکل
مختلف تھی۔ سپاہی کو شک پڑ گیا۔ اس نے زمان خان
کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔
"تمہاری آواز کو کیا ہو گیا ہے دوست؟"۔
اب جو اس نے جھک کر دیکھا تو وہاں زمان خان
سپاہی کی پگڑی سر پر رکھے اس کے سامنے کھڑا تھا۔
سپاہی نے سیٹی نکال کر منہ کے ساتھ لگائی اور سیٹی بجا
کر خطرے کا الارم دینے ہی والا تھا کہ ماریا نے اس

کی پشت میں چھرا گھونپ دیا۔
جو سیدھا اس کے دل میں جا کر اتر گیا۔ سپاہی
نے آہ تک نہ کی۔ اور بڑے آرام سے وہیں اسی جگہ
بیٹھا اور پھر ڈھیر ہو گیا۔
ماریا نے زمان خان کو ہلکا سا دھکا دیا۔
"جلدی یہاں سے نکلو"۔
زمان خان آگے بڑھا۔ اب برآمدہ دائیں
جانب گھوم گیا۔ یہاں بھی سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔
اس نے زمان خان کی طرف بالکل نہ دیکھا۔
سمجھا کہ اس کی طرح یہ بھی ایک سپاہی ہے جو
پہرہ دے رہا ہے۔ زمان خان اب جیل انسپکٹر کے دفتر

کے آگے سے گزرنے والا تھا۔ کمرے میں لیمپ جل
رہا تھا جس کی روشنی برآمدے میں آرہی تھی۔

اس روشنی کو عبور کرنا زمان خان کو ایک زبردست
مرحلہ لگ رہا تھا۔ ماریا نے پیچھے سے اس کی کمر پر
ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آگے بڑھو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں"۔

زمان خان سر اٹھائے انسپکٹر کے دفتر کے آگے
سے گزرا ابھی وہ دفتر کے سامنے سے گزر ہی رہا تھا کہ
اندر سے انسپکٹر جیل نے آواز دی۔

"اے سارجنٹ! ادھر آؤ"۔

زمان خان کی اب ٹانگیں کانپیں۔ اسے یوں لگا

جیسے جلاد اسے پھانسی کے تختے کی طرف بلا رہا ہے۔
کیونکہ یہ ناممکن تھا کہ وہ انسپکٹر جیل کے کمرے میں
جائے اور پھر اسے پہچان نہ لیا جائے۔

ظاہر ہے وہ اندر جائے گا انسپکٹر اسے پہچان کر
ایک دم جیل میں خطرے کا الارم بجا دے گا۔ اور زمان
خان کو دنیا کی کوئی طاقت پھر پھانسی کے تختے سے نہ
بچا سکے گی۔

انسپکٹر جیل کو ایک ضروری کاغذ گیٹ کے
سپاہیوں تک پہنچانا تھا۔ وہاں چپڑاسی کوئی نہیں تھا۔
اس نے دیکھا کہ ایک سپاہی کو باہر جا رہا ہے۔
سوچا اس کے ہاتھ پرچہ پہنچا دوں چنانچہ اس نے

آواز دے ڈالی۔

زمان خان ابھی رکا نہیں تھا۔ ماریا خبردار ہو گئی تھی کہ انسپکٹر جیل اتنی دیر میں پرچہ ہاتھ میں لے کر خود دفتر کے دروازے پر آ گیا اور بولا۔

"ویل سارجنٹ ایہہ پرچہ گیٹ پر دے دینا"۔

زمان خان نے پرچہ تھام لیا۔ انسپکٹر نے اسے ایک نظر دیکھا اور اپنے کمرے میں آ گیا۔

پھر اچانک جیسے اسے سانپ نے ڈس لیا۔ چونک کر پلٹا اور دروازے پر آ کر بولا۔

"سارجنٹ ٹھہر جاؤ"۔

وہ سمجھ گیا تھا کہ سارجنٹ کے لباس میں زمان

خان پھانسی کا سزا یافتہ، گورنر کا قاتل فرار ہو رہا ہے۔

اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

زمان خان برآمدے میں نہیں تھا۔ انسپکٹر لپک کر واپس اپنی میز کے پاس آیا۔ یہاں میز کے ساتھ ہی ایک الارم لگا تھا جس کی ہتھی نیچے کرنے سے ایک ایسا زبردست اور بھیانک الارم چیخ اٹھتا تھا کہ جیل کے درو دیوار گونج اٹھتے تھے اور تمام سپاہی بندوقیں لے کر جیل کے بڑے گیٹ پر مورچے سنبھال لیتے تھے۔

اگر یہ الارم ہو جاتا تو پھر زمان خان کو ماریا نہیں بچا سکتی تھی۔ کیونکہ پھر وہ ضرور کسی نہ کسی سپاہی کی گولی کا نشانہ بن جاتا۔

انسپکٹر کی جانب سے یہ حکم تھا کہ الارم کی آواز سنتے ہی فرار ہوتے ہوئے قیدی کو بے دریغ گولی مار دی جائے۔

انسپکٹر میز پر جھک کر الارم کی ہتھی نیچے کرنے لگا۔

لیکن ماریا تو اسی گھڑی کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ اس وقت کے لیے پہلے ہی سے خنجر نکالے انسپکٹر کی میز کے پاس کھڑی تھی۔

جونہی انسپکٹر الارم بجانے کے لیے جھکا ماریا نے زور سے وار کیا۔ خنجر انسپکٹر کی پسلیوں میں لگا اور انہیں توڑتا ہوا دل کو دو ٹکڑے کر کے واپس ماریا کے ہاتھ میں آ گیا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (تیزنگ ماریا قسط نمبر 57

انسپکٹر بوکھلا گیا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ اس پر کس نے حملہ کیا۔ قاتل کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

وہ اٹھا اور اپنا پستول نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔

پستول چمڑے کی پیٹی میں پھنس گیا تھا۔ ماریا نے دوسرا وار انسپکٹر کی گردن پر کیا۔

یہ وار کاری ثابت ہوا اور وہ کرسی سے ٹکرا کر فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔

ماریا نے اس کی وردی سے خنجر پونچھا اور دفتر سے نکل کر باہر کو بھاگی۔ اب وہ بارکوں سے نکل کر جیل کا چھوٹا سا میدان عبور کر رہی تھی۔

بارش کا زور ٹوٹ گیا تھا۔ صرف ہلکی ہلکی پھوار پڑ

رہی تھی۔ زمان خان اسے کہیں نظر نہ آیا۔ وہ بڑے گیٹ کی طرف بھاگی۔

کیا دیکھتی ہے کہ زمان خان ایک طرف ڈیوڑھی میں پتھر کے ستون کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہے۔ جیل کا بڑا آہنی دروازہ بند تھا۔

اور تین سپاہی بندوقیں اٹھائے وہاں پہرہ دے رہے تھے۔ خدا جانے زمان خان اس کا انتظار کر رہا تھا کہ کیا بات تھی۔

کیونکہ اس نے تو سپاہی کی وردی پہنی ہوئی تھی۔ اسے تو چاہیے تھا کہ جتنی تیزی سے ہو سکتا جیل کے گیٹ سے باہر نکل جاتا۔

ماریا اس کے قریب آ کر بولی۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو۔ باہر کو بھاگو۔ معلونہیں پیچھے کئی سپاہیوں کا خون ہو چکا ہے۔ کسی وقت بھی الارم بج سکتا ہے"۔

ابھی وہ بات ہی کر رہی تھی کہ جیل کا الارم اپنی بھیانک آواز سے چیخ اٹھا۔

ہر طرف لیمپ روشن ہو گئے۔ بارکوں میں شور مچ گیا۔ سپاہی بارکوں سے بندوق نکال کر گیٹ کی طرف بھاگنے اور مورچوں میں چھلانگیں لگانے لگے۔

چاروں طرف سیٹیوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

الارم ابھی تک چیخ رہا تھا۔ ماریا نے زمان خان

سے کہا۔

"اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ میں گیٹ پر جا کر اسے کھولنے کی کوشش کرتی ہوں۔ جونہی تمہیں چھوٹا گیٹ کھلتا نظر آئے فوراً باہر نکل چلو اور تالاب کی چٹان کے پیچھے چھپ کر میرا انتظار کرو"۔

ماریا گیٹ کے پاس آ گئی۔ گیٹ کا چھوٹا دروازہ بند کر دیا گیا تھا۔ ماریا نے ایک سپاہی کی بندوق چھین کر سنگین اس کے سینے میں اتار دی۔

سپاہی چیخ مار کر گرا۔ دو سپاہی اس کی طرف بڑھے۔ ماریا نے اوپر تلے دو فائر کر کے دونوں سپاہیوں کو وہاں ڈھیر کر دیا۔

زمان خاں گیٹ کی طرف بھاگا۔ ماریا نے چھوٹا گیٹ کھول دیا تھا۔

دونوں جیل سے باہر نکل آئے۔ فائر کی آواز سن کر سپاہی گیٹ کی طرف بھاگے۔ وہ یہ سمجھے کہ ان کے سپاہیوں نے فرار ہونے والے مجرم کو مار ڈالا ہے۔

وہاں آ کر انہوں نے اپنے ہی سپاہیوں کی لاشیں دیکھیں تو ان کے ہوش اڑ گئے۔

"قیدی بھاگ گیا ہے۔ باہر نکل کر اس کا پیچھا کرو"۔

کسی نے حکم دیا۔ سپاہی تیزی سے باہر نکلے اور اندھیرے میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ادھر ادھر بھاگ

گئے۔

تالاب والی چٹان جیل کے قریب ہی ایک
پہاڑی چٹان کی اوٹ میں تھی۔

ماریا جلدی جلدی پہنچی دیکھا کہ جھاڑیوں کے
پیچھے زمان خان مورچہ بنائے بندوق تانے بیٹھا ہے۔
ماریا نے سوچا کہ کہیں اس کی آہٹ پر وہ فائر نہ کر
دے۔اس نے دور ہی سے کہا۔

''میں ہوں زمان خان! فائر مت کرنا''۔

قریب آ کر ماریا نے کہا۔

''تم تو یہاں مورچہ بنا کر بیٹھے ہو۔جلدی سے
بھاگنے کی فکر کرو۔کوئی دم میں صبح ہو جائے گی اور تمہیں

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

سپاہی یہاں سے تلاش کر کے لے جائیں گے''۔

''لیکن ہم کہاں جائیں گے بہن! اگر میں اپنے
سرفروش ساتھیوں کے پاس گیا تو پکڑا جاؤں گا اور
میرے ساتھ وہ بھی پھانسی پر لٹکا دیے جائیں گے''۔

ماریا نے کہا۔

''فکر نہ کرو۔پھانسی کے تختے سے تمہیں اتارا ہے
تو کہیں نہ کہیں چھپا بھی دوں گی۔میں گھوڑا لاتی
ہوں''۔

ماریا واپس جیل کے گیٹ کی طرف آ گئی۔یہاں
ایک سپاہی گھوڑے پر سوار ہونے ہی والا تھا کہ ماریا
نے اس کی کمر پر ایسی لاتی ماری کہ وہ منہ کے بل زمین

پر گر پڑا۔

ابھی سنبھل ہی رہا تھا کہ ماریا گھوڑا لے کر فرار ہو گئی۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ ماریا جب گھوڑے پر سوار ہوتی تھی تو بڑا عجیب منظر ہوتا تھا۔ یعنی اکیلا گھوڑا بھاگتا ہوا نظر آتا تھا۔

پہلے گھوڑا اس کے ساتھ ہی غائب ہو جایا کرتا تھا۔ لیکن کچھ عرصے سے ایسا ہونے لگا تھا کہ گھوڑا غائب نہیں ہوتا تھا۔

زمان خان کے پاس آ کر ایک خالی گھوڑا رک گیا۔

”جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔ میں بھی

تمہارے ساتھ ہی اس پر سوار رہوں گی“۔

زمان خان چھلانگ لگا کر ماریا کے ساتھ ہی گھوڑے پر سوار ہو گیا اور گھوڑے نے سرپٹ دوڑتے ہوئے جزیرے کے گھنے جنگلوں کا رخ کر لیا۔

اب صبح کی روشنی بادلوں کی ہلکی چادر میں سے ظاہر ہونے لگی تھی۔ جزیرے کے درخت، گرجے کا مینار اور قیدیوں جھونپڑے دکھائی دینے لگے تھے۔

گھوڑا چوک میں پہنچا تو ایک سپاہی نے اسے روکا۔

زمان خاں نے پھر غلطی کی کہ گھوڑے کی باگیں کھینچ کر رک گیا۔ لیکن چونکہ سپاہی کی وردی میں تھا

اس لیے رکوانے والے سپاہی نے صرف اس سے اتنا پوچھا۔

''مفرور قیدی ادھر تو کہیں نظر نہیں آیا؟''۔

زمان خان نے کہا۔

''نہیں۔ میں جنگل میں اس کو تلاش کرنے جا رہا ہوں''۔

اور وہ گھوڑے کو لے کر آگے بڑھ گیا۔ ماریا نے غصے سے کہا۔

زمان خان! اگر دوبارہ تم نے اس قسم کی حماقت کی تو میں تمہاری زندگی کی ذمے دار نہیں ہوں گی۔ تمہیں کیا ضرورت تھی، اس سپاہی کے اشارے پر گھوڑا

پھانسی کی کوٹھڑی (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

روکنے کی۔

''غلطی ہو گئی بہن! آئندہ ایسا نہیں کروں گا''۔

جس وقت وہ جنگل کے قریب پہنچے تو دن کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔ یہاں اب ایک جانب سمندر نظر آنے لگا تھا۔

رات بھر کی بارش نے جگہ جگہ کیچڑ کر دیا تھا۔ سمندر میں لہریں اٹھ رہی تھیں اور دور سے آ کر ساحل سے ٹکرا رہی تھیں۔

ماریا زمان خان کو لے کر جنگل میں گھس گئی۔ اس نے گھوڑے کو واپس دوڑا دیا۔ دونوں پیدل چلنے لگے۔ جھاڑیوں اور درختوں سے بارش کا پانی ابھی تک

ٹپک رہا تھا۔

ماریا نے کہا۔

"تمہیں جنگل کی گہرائیوں میں جا کر کسی محفوظ جگہ پر چھپ کر رہنا ہوگا۔ تمہارے لیے کھانے پینے کا انتظام میں کرتی رہوں گی۔ جب تک کشتی کا بندوبست نہیں ہو جاتا تمہیں وہیں رہنا ہوگا"۔

"کیا مجھے کشتی میں سمندر پار کر کے ہندوستان جانا ہوگا؟"۔

"شاید میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گی"

اس جواب پر زمان خان بڑا حیران ہوا کہ ایک بھوت کی بیوی یعنی بھتنی کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

کشتی میں سوار ہو کر سمندر پار کرے۔

بھوت تو پلک جھپکنے میں جہاں چاہے جا سکتے ہیں۔ اس نے یونہی پوچھ لیا۔

بہن! اگر تم بھوت کی بیوی ہو۔ یعنی بھتنی ہو تو تمہیں میرے ساتھ کشتی میں سمندری سفر کی تکلیفیں اٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟

تم تو ہوا میں اڑ کر بھی ہندوستان جا سکتی ہو؟

کیا میں جھوٹ کہہ رہا ہوں؟۔

ماریا نے مسکرا کر کہا۔

"تم نے جھوٹ نہیں کہا زمان! تم ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اصل حقیقت کیا ہے؟ یہ ابھی تم نہیں جانتے۔ اور

میرا خیال ہے کہ تمہیں جاننے کی ضرورت بھی نہیں ہے"۔

میرا فرض تھا کہ میں ایک سرفروش آزادی کے مجاہد کی جان بچاؤں۔ سو میں نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ اب میں بھی چونکہ ہندوستان جانا چاہتی ہوں۔ اس لیے میں اسی کشتی میں چلوں گی جس میں تم کو سوار کراؤں گی۔

زمان خان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ عورت کون ہے۔ لیکن چونکہ وہ اپنی مصیبت میں پھنسا ہوا تھا اس لیے معاملے کو زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خاموش رہا۔ جنگل شروع ہو چکا تھا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

خونی قبر

جنگل کا یہ علاقہ بڑا گھنا تھا۔

اس کے بارے میں مشہور تھا کہ یہاں ایسی ایسی خطرناک دلدلیں ہیں کہ جہاں ہاتھی بھی اگر پاؤں رکھے تو اس میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔

ماریا کو ان دلدلی علاقوں کا علم تو نہیں تھا لیکن اس

کی چھٹی حس اسے خبردار کر دیا کرتی تھی۔

اس کے علاوہ اس جنگل میں بڑے خطرناک سانپ بھی رہتے تھے جن کی ایک شوکر سے شیر بھی اپنا راستہ چھوڑ دیتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ یہ جنگل وحشی لوگوں سے بھی خالی تھا۔ ماریا یہاں سے ایک بار گذر چکی تھی۔ سارا دن وہ جنگلوں میں چلتے رہے۔

آخر ماریا نے ایک مناسب جگہ دیکھ کر قیام کر لیا۔

رات ہونے سے پہلے پہلے انہوں نے وہاں ایک جھونپڑی ڈال لی۔

ماریا نے کہا۔

”اب تم اس جھونپڑی میں رہو۔ میں جاتی ہوں۔ کل صبح پھر تمہارے پاس آ جاؤں گی“۔

زمان خان نے کہا۔

”بہن! تم کہاں جاؤ گی؟ میں ایک الگ جھونپڑی تمہارے لیے بھی بنائے دیتا ہوں“۔

ماریا نے کہا

”تم کل تک جھونپڑی بنا رکھنا۔ میں شاید دوپہر کو تمہارے پاس پہنچوں اور ہاں۔ اگر مجھے دیر ہو گئی تو تم درختوں کے پھل وغیرہ توڑ کر کھا لینا اور یہاں قریبی چشمے کا پانی پی کر پیاس بجھا لینا“۔

”بہت اچھا بہن! میں تمہارا انتظار کروں گا“۔

ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں زمان خان بھائی! میرے خدا نے چاہا تو میں تمہیں ہندوستان پہنچا کر دم لوں گی"۔

زمان خان بڑا خوش ہوا۔ اس نے ماریا کا شکریہ ادا کیا۔ ماریا دوسرے روز آنے کا وعدہ کر کے چلی گئی۔

جنگل میں سے نکل کر وہ سمندر کے کنارے آ گئی یہاں ماہی گیروں کی کئی ایک جھونپڑیاں خالی پڑی تھیں۔

شاید اس لیے کہ ماہی گیر طوفان گذرنے کے بعد دور سمندر میں مچھلیاں پکڑنے نکل گئے تھے۔ شام ہو

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

رہی تھی۔

ماریا نے ایک درخت سے کچھ زرد کیلے توڑ کر کھائے۔ ناریل کا پانی پیا اور ایک خالی جھونپڑی میں آ کر صف پر لیٹ کر سو گئی۔

بے حد تھکی ہوئی تھی۔ اسے فوراً نیند آ گئی۔

ماہی گیر رات گئے مچھلیاں پکڑ کر واپس آئے۔

جس جھونپڑی میں ماریا سو رہی تھی وہ ایک ادھیڑ عمر ماہی گیر کی تھی جہاں وہ اکیلا رہتا تھا۔

مچھلیاں ٹوکری میں بھر کر وہ جھونپڑی میں آیا تو اسے اندر کسی انسان کے خراٹوں کی آواز سنائی دی۔

اس نے دیا جلایا۔

دیکھتا کیا ہے کہ خراٹوں کی آواز آ رہی ہے مگر اندر
کوئی بھی نہیں سو رہا۔ صف خالی پڑی ہے۔ بڑا حیران
ہوا کہ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے۔

اس نے کان لگا دیے۔ خراٹوں کی ہلکی ہلکی آواز
صاف سنائی دے رہی تھی۔ جس طرف سے آواز آ
رہی تھی ماہی گیر اسی طرف بڑھنے لگا۔

آخر وہ صف کے پاس آ کر رک گیا۔

خراٹوں کی آواز اسی جگہ سے آ رہی تھی۔ ماہی گیر
نے یونہی صف پہ ہاتھ رکھا تو اس کا ہاتھ ایک عورت
کے جسم سے ٹکرا گیا

ادھر یہ بدک کر پرے ہٹا ادھر ماریا جاگ کر

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز رنگ ماریا قسط نمبر 57)

پرے ہٹ گئی۔

ماہی گیر تو خوف زدہ سا ہو کر کھڑے کا کھڑا رہ
گیا۔ ماریا سمجھ گئی کہ بوڑھا پریشان ہے۔ سوچا ذرا اس
سے دل لگی کی جائے۔

اب اس نے جگا تو دیا ہے۔ ماریا نے کہا۔

"بابا! تمہارا نام کیا ہے"۔

اب تو ماہی گیر کی گھگھی بندھ ہو گئی۔ پوپلا منہ
کپکپانے لگا۔

ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بابا! میں کوئی بھوت پریت نہیں
ہوں۔ تمہاری طرح میں بھی انسان ہوں"۔

بوڑھا صرف کانپ رہا تھا اور کچھ نہیں کہہ رہا تھا۔

ماریا نے اٹھ کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"دیکھ لو میرا ہاتھ بالکل تمہارے ہاتھ کی طرح ہے"۔

اپنے جسم پر ماریا کا ہاتھ لگتے ہی بوڑھے کی چیخ نکل گئی اور وہ مچھلیوں کی ٹوکری چھوڑ کر باہر کو بھاگ گیا۔

ماریا سمجھ گئی کہ اب وہ سارے ماہی گیروں کو ڈرا دے گا۔ وہ لوگ ہوسکتا ہے، اس کا مذاق اڑائیں اور کچھ من چلے جوان ماہی گیر اپنا شک دور کرنے جھونپڑی میں بھی آجائیں۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

بہر حال ماریا کی نیند خراب کرنے کا انتظام کیا جا رہا تھا اور اسے سخت نیند آ رہی تھی۔ ابھی آدھی رات باقی پڑی تھی۔

ماریا جھونپڑی سے باہر آ گئی اور ذرا دور ایک جگہ چٹان کی اوٹ میں ٹھنڈی ٹھنڈی ریت پر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد سمندر کی طرف سے آنے والی ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں نے اسے تھپک کر سلا دیا۔

جس وقت ماریا کی آنکھ کھلی، دن چڑھ چکا تھا۔ سمندر پر سکون تھا۔ ہر طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ بڑی لطیف ہوا چل رہی تھی۔

ماریا کی ساری تھکان اتر چکی تھی۔ وہ بالکل تازہ دم ہوگئی تھی۔ اس نے سوچا کہ اب زمان خان کی بھی خبر لینی چاہیے۔

وہ اس کا انتظار کر رہا ہوگا۔ مگر سب سے پہلے کسی کشتی کا انتظام بڑا ضروری تھا جس میں سوار ہو کر وہ سفر کر سکیں اور اس کالے پانی کے جزیرے سے فرار ہو سکیں۔

ماریا غور کرنے لگی تو اسے محسوس ہوا کہ ایک عام ماہی گیروں کی کشتی میں سوار ہو کر وہ کالے پانی سے بنگال تک طوفان خیز سمندر کا سفر کیسے کر سکے گی؟

اور پھر کیا خبر کہ کشتی کس سمت کو نکل جائے؟۔

اس نے سن رکھا تھا کہ کالے پانی کا سمندر بے حد خطرناک ہے اور اس میں اکثر طوفان آتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ چڑھاؤ پر رہتا ہے۔

پھر وہ کیا کرے؟ اسے بھی کالے پانی کے جزیرے سے ہر حالت میں نکلنا تھا۔ وہاں تو ہر مہینے کے آخر میں ایک جہاز کنارے پر آ کر لگتا تھا جو مہینے بھر کے بعد مسافروں کو لے کر واپس کلکتے کی جانب روانہ ہو جاتا تھا۔

ماریا اگر چاہتی تو وہ اس جہاز پر بڑی آسانی سے سفر کر سکتی تھی۔ کوئی بھی اسے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن زمان خان سرفروش کو اس نے زبان دے رکھی تھی کہ وہ

اسے واپس ہندوستان کی سرزمین پر پہنچا کر دم لے گی۔

اس کا کیا بنے گا؟۔

زمان خان تو اگر اس کے ساتھ جہاز پر سوار ہونے لگے گا تو انڈیمان کی پولیس اسے پہچان لے گی اور فوراً گرفتار کرے گی۔

وہ تو ان کی نظروں سے بچ کر بندرگاہ سے کسی بھی جہاز پر سوار نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے فرار ہونے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ کشتی میں کھانے پینے کی چیزیں ڈال کر بیٹھ جائے اور رات کے اندھیرے میں سمندر میں اتر کر اپنی کشتی خدا کے بھروسے سے چلا

دے۔ مشکل اس بات کی تھی کہ یہ سفر اکیلے زمان خان کے بس کا نہیں تھا۔

خطرناک سمندر ہونے کی وجہ سے ماریا بھی محض ایک معمولی کشتی پر سفر کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتی تھی۔

آخر اس کا علاج کیا تھا پھر؟

ایک بات تو طے تھی کہ ماریا نے زمان خان سے جو وعدہ کر رکھا تھا اور اسے جو زبان دے رکھی تھی، اسے وہ ہر حال میں پورا کرنا چاہتی تھی۔ مگر حالات اس کے خلاف جا رہے تھے۔

انہی خیالوں اور پریشان سوچوں میں الجھی ہوئی

وہ اٹھی اور ماہی گیروں کی جھونپڑیوں کی طرف آ گئی۔

یہاں کئی جھونپڑیوں سے مچھلی تلنے کی خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا کو بڑی بھوک لگی تھی۔ وہ خود بھی مچھلی کھا کر پیٹ بھرنا چاہتی تھی۔

وہ ایک جھونپڑی کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔ دروازے پر ایک موٹی عورت کڑاہی میں مچھلیاں تل کر مٹی کی تھالی میں رکھتی جا رہی تھی۔

ذرا پرے کچھ آدمی بیٹھے ناریل کی گڑ گڑی پی رہے تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ان میں وہ ادھیڑ عمر ماہی گیر بھی تھا جس کی جھونپڑی میں ماریا نے آدھی رات گذاری تھی اور جو ڈر کر بے ہوش ہو گیا

تھا۔

وہ چپ چاپ بیٹھا تھا اور کبھی کبھی سہمی ہوئی آنکھوں سے اپنے ارد گرد دیکھ لیتا جیسے اسے شک ہو کہ اس کے خیال کا بھوت کہیں قریب ہی کھڑا ہو۔

یہ سچ بھی تھا کہ اس کا بھوت یعنی ماریا اس کے قریب ہی کھڑی تھی۔ ماریا کو نہ جانے کیوں ہنسی آ گئی اسے شرارت کا خیال آیا۔

لیکن سب سے پہلے وہ اپنی اور زمان خان کی بھوک کا علاج تلی ہوئی گرما گرم مچھلی سے کرنا چاہتی تھی۔

وہاں بھنی ہوئی مچھلی کی کوئی کمی نہیں تھی۔ ماریا نے

سنا۔ایک ماہی گیر کہہ رہا تھا۔

''کاکا جی! میری بات مانو۔ اپنی جھونپڑی کو سرسوتی دیوار کا مندر بنا دو۔ سرسوتی پوجا شروع کرا دو۔ دیوی نے تمہاری جھونپڑی کو اپنے لیے پسند کرلیا ہے''۔

ادھیڑ عمر ماہی گیر کمزور سی آواز میں بولا۔

''میں کب انکار کرتا ہوں بھائی! چاہے ابھی میری جھونپڑی میں جا کر سرسوتی دیوی کا بت رکھ دو میرا کیا ہے میں دیوی کے چرنوں میں سو جایا کروں گا''۔

ایک جوان ماہی گیر بڑا منہ زور تھا۔معلوم ہوتا تھا

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

کہ اسے نئے زمانے کی کچھ کچھ ہوا لگ چکی ہے نیزہ ریت میں گاڑے وہ زمین پر بیٹھا ماہی گیروں کی باتیں سن کر زیر لب طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

کہنے لگا۔

ارے کاکا تمہارا تو دماغ خراب ہو گیا ہے۔ بھلا سرسوتی دیوار میری مانو اور اس خیال کو دماغ سے نکال دو۔

اگر سچ مچ کسی بھوت چڑیل نے تمہاری جھونپڑی پر قبضہ کر رکھا ہے تو اسے میں ایک پل سے نکال باہر کروں گا۔ مجھ سے بڑا جن اس جزیرے میں اور کوئی نہیں ہے۔

ایک اور ماہی گیر اس کی سرزنش کرتے ہوئے بولا۔

"بگھیری! ایسی باتیں منہ سے نہ نکالو۔ اس جزیرے میں بھوت پریت بہت ہے۔ کیا خبر وہ یہاں کھڑا تمہاری باتیں سن رہا ہو"۔

بگھیری ہنس کر بولا۔

"ارے دادا! سٹھیا گئے ہو تم بھی۔ بڑے دیکھی ہیں میں نے بھوت پریت۔ تمہاری قسم ہے اگر کوئی بھوت میرے مقابلے پر آ بھی جائے تو اسے وہ مزہ چکھاؤں کی نانی یاد آ جائے اسے"

دادا نے کہا۔

"کیوں مصیبت کو بلا رہے ہو بگھیری! چپ کر کے بیٹھے رہو"۔

دوسرا ماہی گیر بولا۔

کیا خبر وہ بھوت نہ ہو بلکہ سرسوتی دیوی ہی ہو۔ پھر تم کیا کرو گے؟

وہ تو ہماری سمندر کی دیوی ہے۔ وہ ہماری پالنہار ہے۔ ہمیں مچھلیاں عطا کرتی ہے۔ ہمارے بچوں کی پرورش کرتی ہے۔

بگھیری کوئی بڑا ہی ضدی اور اکھڑ ماہی گیر تھا اس کو اپنی طاقت کا بہت زیادہ گھمنڈ تھا۔ اس نے ہاتھ اپنی ران پر مار کر کہا۔

''دادا! وہ سرسوتی نہیں ہے میں شرط لگاتا ہوں۔ وہ کوئی چڑیل تھی اور میں اس چڑیل کا مار مار کر بھرکس نکال سکتا ہوں''۔

ماہی گیر بولا۔

''اپنی جوانی پر رحم کھاؤ بگھیری! اگر اس چڑیل نے سن لیا تو تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ اگر وہ سچ مچ کوئی چڑیل ہے تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ وہ ہوائی لوگ ہوتے ہیں اور ہم سے زیادہ طاقت رکھتے ہیں''۔

یہاں بگھیری نے ایسی بات کہہ دی سے سن کر ماریا کو غصہ چڑھ گیا اپنا نیزہ لہرا کر وہ گستاخ بگھیری

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

کہنے لگا۔

''میں ابھی کاکا کی جھونپڑی میں جا کر سوتا ہوں۔ اس چڑیل سے کہو کہ اگر اس میں ہمت ہے تو میرے مقابلے پر آ جائے''۔

سارے ماہی گیر دیکھتے رہ گئے اور گستاخ بگھیری نیزہ تھام کر کاکا کی جھونپڑی کی طرف چل پڑا۔ اب ماریا نے اسے اس کی گستاخی کا مزہ چکھانے کا فیصلہ کر لیا۔

''مچھلی بعد میں کھاؤں گی، پہلے اس گدھے کے بچے کی خبر لے لوں''۔

بگھیری ادھیڑ عمر ماہی گیر کی جھونپڑی کے باہر

دروازے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے نیزہ ریت میں زور سے گاڑا اور ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''سن اے چڑیل کی بچی! اگر تو زندہ ہے تو میرے سامنے آ تا کہ میں تجھ سے دو دو ہاتھ کر کے تجھے پچھاڑ سکوں''۔

اب تو ماریا کا چہرہ لال سرخ ہو گیا۔ اس کمینے کی یہ جرات! سارے ماہی گیر سہمی ہوئی آنکھوں سے بگھیری کو دیکھ رہے تھے۔

بگھیری نے نیزہ گاڑ کر دونوں ہاتھ بغلوں میں دے رکھے تھے اور کسی بن مانس کی طرح جھک کر کھڑا تھا۔

جیسے حملہ کرنے کو تیار ہو ماریا اپنی جگہ سے چل کر اس کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی اس نے بڑے آرام سے بگھیری کی پیٹھ پر ایک لات ماردی۔ بگھیری آگے کو الٹ کر گر پڑا۔

ماہی گیروں کے رنگ فق ہو گئے سمجھ گئے کہ سرسوتی دیوی آ گئی۔ بگھیری بھی کچھ گھبرا گیا۔

لیکن آدمی طاقتور اور اکھڑ تھا۔ ریت پر سے اٹھا اور لپک کر نیزہ پکڑنے کو بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے ہاتھ پھیلا کر نیزہ ریت سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

ماریا کے ہاتھ میں جاتے ہی نیزہ گم ہو گیا۔ ایسا تو

ہونا ہی تھا

ماہی گیروں نے جو نیزے کو غائب ہوتے دیکھا تو ایک دم سارے کے سارے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور ہاتھ باندھ کر بولے۔

''سرسوتی دیوی کی جے''۔

عورتیں بھی اپنے اپنے گندے مندے ننگ دھڑنگ بچوں کو سنبھالتیں جھونپڑیوں سے نکل کر باہر آ گئیں۔ اور بکھیری کو خوف زدہ نظروں سے دیکھنے لگیں۔

چاہیے تو یہ تھا کہ گستاخ نوجوان اپنی بدزبانی کی معافی مانگ کر زمین پر بیٹھ جاتا۔ مگر اس پر بھی جوانی

اور طاقت کا نشہ سوار تھا۔ اس نے کمر کے ساتھ بندھا ہوا خنجر نکال لیا اور اسے لہراتے ہوئے چیخا۔

''او چڑیل کی بچی! میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ آج میں تجھے قتل کر کے ہی دم لوں گا''۔

ماریا کو بھی اس قسم کا نوجوان کبھی نہیں ملا تھا۔ اس نے کئی لوگوں کو جان سے مار ڈالا تھا مگر اس نوجوان کو مارتے ہوئے اسے افسوس ہو رہا تھا مگر وہ تو بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا اور بدزبانی پر اتر آیا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے ماریا کو چڑیل کہہ کر گالیاں دینی شروع کر دیں۔

اب ماریا کے صبر کا پیالہ لبریز ہو کر چھلک اٹھا۔

گالیاں اس کی برداشت سے باہر تھیں ، وہ سب کچھ اپنے خلاف سن سکتی تھی لیکن گالیاں نہیں سن سکتی تھی۔ اس کے باوجود ماریا اسے ایک موقع دینا چاہتی تھی۔

وہ آخر بول پڑی۔ اس نے کہا۔

سن اے احمق نوجوان! میں اگر چاہوں تو تمہیں ایک منٹ سے بھی پہلے ہلاک کر سکتی ہوں۔ مگر میں ایسا نہیں کرنا چاہتی۔

مجھے تمہاری جوانی پر رحم آتا ہے۔ خبردار! اب بد زبانی ہرگز نہ کرنا۔ نہیں تو تمہیں اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔

مگر صاحب وہ نوجوان بھی شاید کوئی لڑاکا کوا کھا کر آیا تھا۔

کہنے لگا۔

"بہت دیکھی ہیں میں نے تم جیسی چڑیلیں! ہمت ہے تو سامنے آ کر مقابلہ کرلو کی پٹھ۔ حرام زادی"۔

آخری لفظ اس نوجوان کے ہونٹوں پر ہی تھا کہ ماریا کا نیزہ اس کے سینے کی پسلیوں کو توڑتا ہو دل سے پار ہو چکا تھا

ساحل کی فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور وہ بدزبان نوجوان خاک و خون میں تڑپتا ہوا سینے میں نیزہ لیے ریت پر پڑا تھا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

ماہی گیروں میں ایک سناٹا چھا گیا۔ کوئی لاش کی طرف آگے نہ بڑھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس کا کوئی عزیز یا رشتے دار وہاں پر نہیں ہے۔

ویسے بھی ہر ایک پر دہشت طاری تھی۔ عورتیں اپنے بچوں کو لے کر اپنی اپنی جھونپڑیوں میں گھس گئیں۔

ماریا نے دونوں پاؤں سے ریت اچھال اچھال کر لاش کے اوپر ڈالنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ ساری لاش ریت میں دفن ہو گئی اور وہاں ایک قبر سی بن گئی۔

نوجوان کی لاش کے سینے سے ابھی تک خون ابل

رہا تھا اور وہ قبر کی ریت کے اوپر تک آ گیا۔ وہ بالکل ایک خونی قبر معلوم ہو رہی تھی۔

اب کہیں جا کر ماریا کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اس نے ماہی گیروں کی طرف دیکھا جن کے چہروں پر خوف اور دہشت کے سوا کچھ نہیں تھا۔

وہ بلند آواز میں بولی۔

”سنو! میں تمہاری سرسوتی دیوی ہوں! اس گستاخ نے مجھے گالی دی تھی۔ اس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔“

ابھی یہ بڑھ چڑھ کر باتیں کر رہا تھا۔ اب اس کی قبر اس کے اپنے خون سے سرخ ہو کر میرے

قدموں میں پڑی ہے۔

ایسی بدزبان کو سزا ضرور ملنی چاہیے تھی۔ یاد رکھو! اگر تم میں سے کسی نے کبھی ایسی گستاخی کی تو اس کا انجام بھی یہی ہوگا۔

سارے کے سارے ماہی گیر ہاتھ باندھ کر پکار اٹھے۔

"جے ہو! سرسوتی دیوی کی جے ہو! سرسوتی میا کی جے ہو!"

اب ماریا کو خیال آیا کہ اسے بھوک لگی ہے اور مچھلی کھانے کو چاہیے۔ اور پھر بھنی ہوئی مچھلی زمان خان کے لیے بھی لے جانی ہے جو اس کا انتظار کر رہا

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

ہے۔

چنانچہ ماریا نے کہا۔

سنو! یہاں سے دور جنگل میں ایک سادھو مہاراج میری بھگتی کر رہا ہے۔

وہ کئی روز سے بھوکا ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے بھنی ہوئی مچھلی رکابی میں ڈال کر یہاں لے آؤ تاکہ وہ سادھو کھا کر خوش ہو اور تمہارے لیے دعا کرے۔

اتنا سننا تھا کہ سارے ماہی گیر اپنی اپنی جھونپڑیوں کی طرف بھاگے اور جتنی بھنی ہوئی مچھلی وہاں تھی، اسے رکابی میں ڈال کر لے آئے اور خونی

خنجر کے پاس لا کر رکھ دی۔

بس ماریا یہی چاہتی تھی۔ اس نے تھالی اٹھا لی۔

ماہی گیروں کی آنکھوں کے سامنے بھنی ہوئی مچھلی سے بھری تھالی غائب ہو گئی۔ انہوں نے خوش ہو کر نعرہ بلند کیا۔

"جے ہو سرسوتی دیوی کی۔ جے ہو سرسوتی میا کی!"۔

ماریا نے جلدی جلدی ایک مچھلی اٹھا کر منہ میں ڈالی اور کھانے لگی ناریل کے تیل میں بھنی ہوئی مچھلی بڑی ہی مزیدار تھا۔ پوری ایک مچھلی نگلنے کے بعد ماریا نے کہا۔

اب میں جا رہی ہوں اس سادھو بھگت کے پاس۔

تم لوگ اپنی اپنی جھونپڑیوں میں آرام سے رہو اور کام کرو۔

اپنی عورتوں سے کہو کہ وہ باہر آ کر بچوں کے لیے مچھلیاں بھونیں۔ میں پھر آؤں گی۔

ماہی گیر اپنی اپنی جھونپڑیوں کی طرف جانے لگے تو ماریا نے کہا۔

"اور ہاں! مجھے یاد آ گیا کاکا ماہی گیر کی جھونپڑی کو میرے لیے مندر بنا دیا جائے۔ وہاں میری پوجا ہوا کرے گی۔ میں کل پھر آؤں گی"۔

اتنا کہہ کر ماریا نے بھنی ہوئی مچھلیوں کی رکابی

سنبھالی اور بڑی تیزی سے جنگل کی طرف چل پڑی اسے زمان خان کا خیال تھا کہ وہ بھوکا ہوگا۔

وہ چلتی بھی جا رہی تھی اور کھاتی بھی جا رہی تھی۔ جنگل اب دن کی روشنی میں بڑا صاف ستھرا لگ رہا تھا۔

راستہ اسے بالکل سامنے دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے جس جگہ پر زمان خان کو چھپا رکھا تھا وہ اسے خوب معلوم تھی۔

چنانچہ وہ بہت جلد وہاں پہنچ گئی۔ زمان خان کھوہ کے باہر نکل کر درخت کے نیچے بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

ماریا نے اسے جا کر مچھلی دی اور بتایا کہ فکر نہ کرو۔ کشتی کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔

زمان خان بڑا خوش ہوا اور مچھلی کھانے لگا۔

جزیرہ کالے پانی میں شور مچا رہا تھا کہ زمان خان قیدی بھاگ گیا۔

سارے جزیرے کو پولیس اور فوج نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ نئے گورنر نے حکم دے دیا تھا کہ زمان خان کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کو ایک لاکھ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

زمان خان کے ساتھیوں پر بڑی سختی کی جا رہی تھی۔ جگہ جگہ پولیس کے سپاہی کھڑے تھے۔ گھر گھر

تلاشی لی جا رہی تھی۔

فوج نے جنگل کا بھی چپہ چپہ چھان مارا تھا۔ مگر زمان خان کو ماریا نے ایک پراسرار اور خفیہ جگہ چھپا رکھا تھا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی۔

ایسے سخت پہرے اور زبردست نگرانی میں زمان خان کو جزیرے سے نکال لے جانا بڑا ان جان جوکھم کا کام تھا۔

اس کے باوجود ماریا نے فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اسے ہر حالت میں وہاں سے نکال لے جائے گی۔

اسی طرح وقت گزرتا چلا گیا، زمان خان جنگل کی خفیہ کمین گاہ میں چھپا رہا ماریا اسے کھانے پینے کو لا کر

دے دیتی۔

دس پندرہ دن گزر گئے۔ انہی دنوں کلکتے سے آنے والا جہاز آ کر بندرگاہ سے آن لگا سامان اتارا جانے لگا۔

کچھ اور قیدی بھی اتارے گئے۔ ماریا کا خیال تھا کہ وہ اسی جہاز سے زمان خان کو ساتھ لے کر واپس جائے گی۔

لیکن جہاز کے اردگرد فوج کا پہرہ تھا۔ وہاں کوئی بھی شخص بغیر کاغذات دکھائے اندر نہیں داخل ہو سکتا تھا۔ جہاز کے واپس جانے میں دو روز باقی رہ گئے تھے۔

جزیرے سے کچھ انگریز مسافر کچھ دوسرے انڈیمانی مسافر سوار ہو چکے تھے۔ ایک روز ماریا جہاز کے حالات کا جائزہ لینے خود بندرگاہ پر آ گئی۔

بندرگاہ کا پہلا دروازہ لوہے کے جنگلے سے بنا تھا۔ یہ تھوڑا سا کھلا تھا۔ آمنے سامنے سپاہی بیٹھے ہر آنے جانے والے کے کاغذات کی پڑتال کر رہے تھے۔

ماریا تو خیر بڑے اطمینان سے ان کی آنکھوں کے سامنے اندر داخل ہو گئی۔ اندر ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس کی چھت اونچی تھی۔

یہاں آگے جا کر ایک گیٹ سے گزر کر ایک پلیٹ فارم سا آ گیا سامنے جہاز سمندر میں کھڑا تھا۔

کافی بڑا جہاز تھا۔

اس کے بادبان بھی تھے اور چمنی بھی تھی جس میں سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔ جہاز پر چڑھنے کے لیے سیڑھی لگی تھی۔

اس سیڑھی پر بھی دو فوجی سپاہی بندوقیں لیے کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ جو کوئی اوپر جاتا اس کے کاغذ دیکھتے اور پھر اسے جانے کی اجازت دیتے۔ بڑا سخت پہرہ تھا۔ بڑا زبردست انتظام تھا۔

واقعی ایسے زبردست پہرے میں زمان خان کو لے جانا قریب قریب ناممکن نظر آتا تھا۔ ماریا دیر تک سوچتی رہی۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

وہ جہاز کی سیڑھیاں چڑھنے لگی تو اس کا پاؤں ایک رسی میں الجھ گیا۔ وہ گرتے گرتے بچی لیکن اس کا ہاتھ لگ کر ایک گول پیتل کا لٹو ریلنگ سے ٹوٹ کر گر پڑا۔

انگریز فوجی نے چونک کر لٹو کی طرف دیکھا دوسرا فوجی بھی حیرانی سے تکنے لگا۔

"یہ لٹو اپنے آپ کیسے گر پڑا؟"۔

اس نے پوچھا۔

دوسرا فوجی کندھے اچکا کر بولا۔

"خدا جانے کیسے گر پڑا۔ یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے"۔

ماریا ان کے سامنے سیڑھیوں کی رسی پکڑ کر زور سے ہلائی۔ رسی جھنجھلائی دونوں فوجی ایک دم سے پرے ہٹ گئے۔

"زلزلہ آ رہا ہے شاید"۔

"مگر پلیٹ فارم تو بالکل نہیں ہل رہا"۔

"پھر یہ رسی کیوں ہل رہی ہے؟"۔

"خدا جانے کیسے ہل رہی ہے"۔

اچانک جہاز کا کپتان نیچے اترتا نظر آیا۔ انہوں نے کپتان سے بات چیت کی کہ اس جہاز کی رسی کبھی پہلے بھی اپنے آپ ہلی ہے کبھی؟

کپتان نے اپنی نسواری مونچھوں پر ہاتھ پھیر کر

کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تم دونوں نے بھنگ پی رکھی ہے۔ بھلا کبھی کوئی رسی بھی اپنے آپ ہل سکتی ہے؟"۔

ماریا نے پیچھے سے آ کر کپتان کی ٹوپی اتار کر دوبارہ اس کے سر پر رکھ دی۔

کپتان کو جیسے بجلی کا کرنٹ لگا بدک کر پرے ہٹ گیا۔

"یہ۔ یہ میری ٹوپی کس نے اٹھائی تھی؟"۔

دونوں فوجی اب زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔

"سر۔۔ سر۔۔ ہم نے نہیں اٹھائی"۔

ماریا ان تینوں کو حیرت زدہ چھوڑ کر جہاز کے عرشے پر آ گئی۔ جہاز اگرچہ پرانا تھا مگر بڑی صفائی تھی وہاں پر۔ پالش ہو چکا تھا۔

عرشے کا فرش چمک رہا تھا۔ چمنی بھی چمک رہی تھی۔ بادبانوں پر کہیں کوئی پیوند نہیں لگا تھا۔ کچھ مسافر عرشے پر بستر بچھائے سامان رکھے، آرام کر رہے تھے۔ کچھ نیچے کیبنوں میں آرام کر رہے تھے زیادہ رش نہیں تھا۔

جزیرے سے بہت کم مسافر واپس جایا کرتے تھے۔

ماریا نے گھوم پھر کر جہاز کا جائزہ لینے شروع کر دیا

وہ نچلی منزل میں آ گئی۔ یہاں ایک جگہ چائے وغیرہ کی کینٹین بنی تھی۔ کینٹین کا مالک ایک کرسی پر بیٹھا بالٹی میں آم ڈلوا رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اپنے کسی رشتے دار سے باتیں بھی کر رہا تھا۔

یہ سکھ تھا اس نے سر پر پگڑی باندھ رکھی تھی اور ڈاڑھی کو رومال میں لپیٹا ہوا تھا۔ اس کا رشتے دار کہہ رہا تھا۔

"سردار نتھا سنگھ کی موت کا بڑا افسوس ہوا۔ بے چارہ دس برس جزیرے پر رہا لیکن موت کے آگے کسی کا کیا زور چل سکتا ہے"۔

مالک سکھ بولا

''افسوس تو اس بات کا ہے کہ سردار نتھا سنگھ نے اسی جہاز پر میرے ساتھ واپس کلکتے جاتا تھا۔ یہ دیکھو اس کے سارے کاغذات میں تیار کر کے لایا تھا۔''

اور اس کے ساتھ ہی سکھ مالک نے جیب سے کچھ کاغذات نکال کر اپنے رشتے دار کو دکھائے۔ ان میں نتھا سنگھ کی تصویر، پاسپورٹ اور واپسی کا اجازت نامہ تھا۔

ایک ٹکٹ بھی تھا کتنے دکھ کی بات ہے۔ مگر کیا کیا جائے بھگوان کو یہی منظور تھا کہ سردار نتھا سنگھ اسی جزیرے میں مرے۔

دونوں آہ بھر کر خاموش ہو گئے۔

ایک خیال بڑی تیزی سے ماریا کے ذہن میں آیا۔ اگر کسی طرح سے وہ یہ کاغذ اس جہاز پر لے جائے تو وہ جزیرے سے فرار ہو سکتا ہے۔

ماریا نے اسی وقت اس خیال پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اب وہ موقع تلاش کرنے لگی کہ کس طرح سے نتھا سنگھ جو کہ مر چکا ہے، کے کاغذات اس سکھ کی جیب سے نکالے۔

سکھ کچھ دیر بعد کینٹین پر سے اٹھ کر اپنے کیبن میں چلا گیا ماریا بھی اس کے ساتھ آ گئی۔

سکھ نے اندر جا کر اپنی صدری میں کاغذات نکال کر ایک صندوق میں رکھے۔ اس میں تالا لگایا۔ چابی

ایک لحاف میں رکھی اور خود بستر پر لیٹ کر آرام کرنے لگا۔

ماریا ایک طرف دیوار کے ساتھ لگ کر اسے دیکھتی رہی۔ کوئی دس منٹ بعد سکھ سو گیا۔ ماریا نے بڑے آرام سے لحاف میں سے چابی اٹھا کر صندوق کھولا۔

کاغذات نکال کر اپنی جیب میں رکھے اور جہاز سے اتر کر بندرگاہ پر آ گئی۔

جس وقت وہ جنگل والی خفیہ کمین گاہ میں پہنچی تو زماں خان غار کے باہر بیٹھا تھا اور ایک گورکھا سپاہی اس کے سر پر کھڑا تھا اور دوسرا گورکھا سپاہی زمان خان

کے دونوں ہاتھ اس کی پیٹھ پر باندھ رہا تھا۔

زمان خان کہہ رہا تھا۔

''تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے، میں زمان خان نہیں ہوں میں تو یہاں کا ایک سیاسی قیدی ہوں اور جنگل میں لکڑیاں کاٹنے پر لگا ہوں''۔

دوسرا گورکھا بندوق تانے کھڑا تھا۔ کہنے لگا۔

''خاموش! ہمارے افسر سے چل کر بات کرنا''۔

ماریا نے یہ تماشا دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ اس کے سارے کئے کرائے پر پانی پھرنے والا تھا۔ بھلا وہ اس کی کب اجازت دے سکتی تھی۔

اس نے الو کی بولی بول کر زمان خان کو اپنی

موجودگی کا یقین دلایا۔

الو کی آواز سن کر زمان خان کے مرجھائے ہوئے چہرے پر رونق واپس آ گئی۔ سمجھ گیا کہ اس کی مددگار اور محسنہ ماریا آ گئی ہے۔

اب وہ اسے ضرور بچائے گی۔ الو کی آواز پر ایک گورکھا سپاہی نے سر اٹھا کر اپنے درختوں میں دیکھا اور بولا۔

''یہ الو کہاں بول پڑا اس؟ ضرور کوئی شرارت ہو رہی ہے ہوشیار۔ رہنا بہادر سنگھ''۔

دوسرے گورکھے نے بندوق کا منہ زمان خان کی طرف کر دیا۔

''خبردار اگر تم نے ذرا بھی حرکت کی تو میں گولی چلا کر تمہارا بھیجہ اڑا دوں گا''۔

زمان خان خاموش کھڑا رہا۔ گورکھے نے بندوق اس کے کندھے پر رکھ کر کہا۔

''آگے آگے چلو''۔

زمان خان سر جھکائے چل پڑا۔ اب حالت یہ تھی کہ ایک سپاہی زمان خان کے بائیں جانب بندوق لیے چل رہا تھا اور دوسرا سپاہی بندوق لیے اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔

ماریا بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ جنگل میں جھاڑیوں کے قریب سے گذرتے ہوئے ایک سپاہی

کی پتلون کانوں میں اڑ گئی وہ اسے چھڑانے کے لیے
جھکا تو ماریا نے آگے بڑھ کر اس کی پیٹھ پر اس زور
سے ٹھڈا مارا کہ وہ منہ کے بل آگے گر پڑا۔

اس کی بندوق پرے جا پڑی۔ ماریا نے جلدی
سے بندوق اٹھالی۔ دوسرا سپاہی ایکدم سے ہوشیار ہو
گیا اور اس نے گولی چلا دی۔

اگر زمان خان اچھل کر ایک طرف نہ ہو جاتا تو
گولی اس کی کھوپڑی پار کر کے نکل جاتی۔ زمین پر
سوئے ہوئے گورکھے نے زمان خان کو پکڑ لیا۔

اب ماریا مزید انتظار نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے
بندوق کا ایک فائر کیا اور ایک گورکھا زمین پر ڈھیر

ہو گیا۔ دوسرا سپاہی پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے لگا کہ
یہ بندوق کا فائر کہاں سے آیا تھا۔

ماریا نے اسے مزید حیران ہونے کی مہلت نہ دی
اس نے دوسرے گورکھے کے بالکل قریب جا کر
بندوق کا دستہ اٹھا کر دھائیں سے گورکھے کے سر پر
دے مارا۔

اس کے سر کی ہڈی کڑاک سے ٹوٹ گئی اور وہ
ٹیڑھی گردن کر کے زمین پر گر پڑا۔ ماریا نے دوسرا وار
کیا جو بہت کاری ثابت ہوا اور وہ بھی مر گیا۔

ماریا نے کہا۔

”زمان! ان دونوں گورکھا سپاہیوں کو زمین کھود کر

دفن کردو۔ ان کی لاشیں باہر نہیں رہنی چاہئیں"۔

قریب ہی ایک کافی گہرا گڑھا تھا۔ زمان ان ان دونوں کی لاشیں گھسیٹ کر اس گڑھے میں لے گیا۔ لاشیں گڑھے میں ڈال کر اس نے اسے درختوں کو ٹوٹی پھوٹی شاخوں اور مٹی وغیرہ سے بھر دیا۔ ماریا اسے ساتھ لے کر کمین گاہ میں آ گئی۔

"تم باہر کس لیے نکل آئے تھے؟"

"اندر بیٹھا بیٹھا سردی سے ٹھٹھرنے لگا تو خیال آیا کہ ذرا تازہ ہوا اور دھوپ تاپ لوں"۔

"آئندہ ایسا ہرگز نہ کرنا ہر حال میں اب تمہیں یہاں زیادہ دیر نہیں رہنا پڑے گا"۔

پھانسی کی کوٹھڑی (تبرنگ ماریا قسط نمبر 57)

زمان خان نے خوش ہو کر پوچھا۔

"کیا بندوبست ہو گیا ہے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"کچھ ہو ہی گیا ہے بندوبست! لیکن تمہیں سکھ بننا پڑے گا"۔

"کیا مطلب؟ زمان خان نے تعجب سے پوچھا۔

ماریا بولی۔

نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ تمہیں اپنا مذہب تبدیل کرنا پڑے گا۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

صرف تمہیں سکھوں کی طرح پگڑی باندھ کر نکلی

ڈاڑھی لگائی ہوگی۔

اس کے بعد ماریا نے زمان خان کو ساری بات سمجھائی۔ اور سردار نتھا سنگھ کی پاسپورٹ والی تصویر بھی دکھائی۔ وس کی شکل زمان خان سے کچھ کچھ ملتی جلتی تھی۔

ماریا نے کہا۔

”جب تم ڈاڑھی مونچھ لگا کر پگڑی باندھ لو گے تو بالکل سردار نتھا سنگھ معلوم ہو گے۔ ویسے بھی جہاں تک میں نے دیکھا ہے سارے سکھوں کی شکلیں آپس میں ملتی جلتی ہیں۔“

زمان خان خوش ہو کر بولا۔

”ماریا بہن! تم نے تو یہ کمال کر دیا کہ یہ مکمل کاغذات پاسپورٹ کے ساتھ لے آئیں“۔

ماریا نے کہا۔

”ابھی مجھے بازار جا کر تمہارے لیے نقلی ڈاڑھی مونچھ اور انڈیمان سے کلکتے تک کا ٹکٹ لانا ہے۔ جہاز کل شام کو روانہ ہونے والا ہے“۔

زمان خان بولا۔

”کہیں وہاں لوگ مجھے پہچان تو نہیں لیں گے؟ جیسا کہ تم کہہ رہی تھیں کہ وہاں بندرگاہ پر چپے چپے پر پہرہ ہے اور پڑتال ہو رہی ہے“۔

ماریا نے کہا۔

’’جو کچھ بھی ہو گا دیکھا جائے گا۔ یہ خطرہ ہمیں ہر حالت میں مول لینا ہی ہو گا۔ ورنہ یہاں اس ویران جنگل میں ہم کب تک پڑے رہیں گے‘‘۔

زمان خان کو تسلی دے کر ماریا شہر آ گئی۔

اس نے دیکھ رکھا تھا کہ شہر کے ایک بازار میں نقلی ڈاڑھیاں اور مونچھیں بکتی ہیں۔ وہ اس دکان پر آ گئی۔ یہاں دوسری چیزوں کے علاوہ نقلی ڈاڑھیاں وغیرہ لٹک رہی تھیں۔

ماریا نے بڑے آرام سے ایک جگہ سے دو چار سیاہ لمبی ڈاڑھیاں اور مونچھیں اتار کر جیب میں رکھیں اور دکان سے باہر نکل آئی۔

اتفاق سے دوکاندار اسی طرف دیکھ رہا تھا جہاں دیوار پر نقلی ڈاڑھیاں لگی تھیں۔ اس نے جو دیکھا کہ دو تین ڈاڑھیاں اور مونچھیں اپنے آپ دیوار کی کھونٹوں سے اتریں اور غائب ہو گئیں تو وہ اپنی گدی پر بیٹھا بیٹھا اچھل پڑا۔

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیوار کو تکنے لگا۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر ڈاڑھیاں کہاں چلی گئیں؟۔

اسے چکر سا آ گیا اور وہ سر پکڑ کر خاموش ہو گیا۔

ماریا نے ڈاڑھیاں لا کر زمان خان کے حوالے کر دیں۔

’’لو میں سکھ بننے کا سارا سامان لے آئی ہوں۔

اب تم جانو تمہارا کام۔ یہ پگڑی بھی ہے۔ کرپان بھی ہے اور جوئی بھی اور کپڑے بھی جلدی سے سکھ بن جاؤ"۔

اسی دکان سے ماریا نے باقی چیزیں بھی اٹھا لی تھیں۔ زمان خان نے سکھ بننا شروع کر دیا۔ دوسرے روز جب ماریا غار میں زمان خان کے لیے پھل وغیرہ لے کر گئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ وہاں زمان کی جگہ ایک سکھ بیٹھا تھا۔

ماریا نے قریب جا کر کہا۔

"کون ہو تم؟"۔

زمان خان نے مسکرا کر کہا۔

"میں سردار نتھا سنگھ ولد کتھا سنگھ ہوں بہن ماریا"۔

ماریا زور سے ہنس پڑی۔

"بھئی واہ! تم نے تو کمال کر دیا۔ تم تو بالکل سکھ بن گئے۔ عین مین سردار نتھا سنگھ معلوم ہو رہے ہو"۔

ذرا پاسپورٹ کی تصویر تو دکھانا"

زمان نے پاسپورٹ جیب سے نکال کر ماریا کو دکھایا۔ ماریا نے بڑے غور سے پہلے سردار نتھا سنگھ کی تصویر دیکھی۔

پھر زمان خان کو دیکھا۔ وہی ڈاڑھی وہی مونچھیں۔ ویسی ہی نیلی پگڑی بندھی تھی۔

کمر میں کرپان لٹک رہی تھی تنگ چوڑی دار
پاجامہ اور کھال کی جولی پہن رکھی تھی۔

بھئی واہ! مجھے یقین ہے اب تمہیں کوئی نہیں
پہچان سکے گا لیکن ایک بات کا خاص خیال رکھنا کہ
تمہیں جہاز پر سفر کرتے ہوئے کینٹین کی طرف بالکل
نہیں جانا۔

کیونکہ تم کینٹین کے مالک سکھ کے چچا ہو اور تم
اس کے لیے مر چکے ہو۔ اس نے اگر تمہیں دیکھ لیا کہ
زندہ ہو تو سارا بھانڈا پھوٹ جائے گا۔

''فکر نہ کرو بہن! تم مجھے جہاں بٹھاؤ گی، اسی جگہ
بیٹھا رہوں گا''۔

ماریا نے کہا۔

''اسی لیے میں فسٹ کلاس کے کیبن کے ٹکٹ
لاؤں گی تا کہ تم دوسرے مسافروں اور جہاز کی گارڈ کی
نظروں سے بچے رہو۔ کیونکہ یقینی طور پر جہاز کی گارڈ کو
بھی تمہاری تصویر دے دی گئی ہوگی''۔

''میں اپنے کیبن سے بالکل باہر نہیں نکلوں گا''۔

''اور ہاں! تمہیں اپنے آپ کو گونگا ظاہر کرنا ہوگا
کیونکہ ہو سکتا ہے تمہارا پشتو زبان کا لہجہ تمہاری چغلی کھا
جائے''۔

''یہ ٹھیک رہے گا۔ میں گونگا بن جاؤں گا''۔

''تو پھر اب میرے ساتھ چلو بندر گاہ کی

طرف۔ ٹکٹ وہیں چل کر لینا ہوگا''۔

ان دونوں نے غار کو خیر باد کہا اور جنگل سے نکل کر آ گئے۔

دوپہر ہو چکی تھی۔ آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ ماریا ساحل سمندر پر آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ جھونپڑے میں ماہی گیر عورتیں اور مرد سرسوتی دیوی کی پوجا کر رہے ہیں۔

ماریا نے ہنستے ہوئے زمان خان کو سارا واقعہ سنا دیا۔

زمان خان سکھ بنا جھونپڑے کے قریب سے گزر گیا۔ ماریا نے ان ماہی گیروں پر ایک ہمدردی بھری

نظر ڈالی جو اس کی پوجا کر رہے تھے۔ زمان خان بازار میں چلا جا رہا تھا۔

اسے کسی نے بھی نہ پہچانا تھا اس نے ماریا سے کہا۔

''بہن! اگر تم اجازت دو تو میں اپنے جگری دوست خدا بخش سیاسی قیدی سے آخری بار مل لوں۔''

ماریا نے کہا۔

''اگر تمہیں اپنے دوست پر بھروسہ ہے تو مل سکتے ہو۔ کیونکہ اس وقت خطرہ چاروں طرف منڈلا رہا ہے''۔

زمان خان بولا۔

''ماریا بہن! خدا بخش میرا گہرا یار ہے۔ ہم دونوں ایک ہی گاؤں کے رہنے والے ہیں اور ایک دوسرے پر جان تک فدا کر سکتے ہیں''۔

''تو پھر چلو مل آتے ہیں۔ جہاز تو شام کو روانہ ہو گا''۔

زمان خان ماریا کو ساتھ لے کر جزیرے کے عقبی علاقے آ گیا۔ یہاں جھونپڑیاں بنی تھیں جہاں سیاسی قیدی رہتے تھے۔

زمان خان ایک جھونپڑی میں داخل ہو گیا۔ اندر ایک نوجوان قیدی فرش پر بیٹھا مونجھ بٹ رہا تھا۔ اس نے ایک سکھ کو بے دھڑک اندر آتے دیکھا تو حیرانی

سے بولا۔

''سردار جی! آپ کو کس سے ملنا ہے؟''۔

زمان خان نے کہا۔

''اگر تم بھی نہیں پہچان سکے تو پھر کوئی بھی نہیں پہچان سکتا خدا بخش! اب مجھے غور سے دیکھو۔ میں زمان خان ہوں''۔

''زمان خان!''

خدا بخش اٹھ کھڑا ہو گیا اور اس نے بڑھ کر زمان کو گلے سے لگا لیا۔

''یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے تم نے دوست! میں نے سنا کہ تم جیل سے فرار ہو گئے ہو تو مجھے بڑی خوشی ہوئی۔

پھر سوچا کہ تم اس جزیرے سے کیوں کر باہر نکل سکو گے''۔

یہ بتاؤ کہ اس حلیے میں کہاں رہتے ہو؟۔

زمان خان نے کہا۔

''بس تم یہ سمجھ لو خدا بخش! کہ میں آج یہاں سے فرار ہو رہا ہوں۔ اپنے گھر کوئی پیغام دینا ہے تو دے دو''۔

خدا بخش نے پوچھا۔

''فرار؟ مگر کیسے زمان خان! تم کیسے یہاں سے فرار ہو سکتے ہو؟''۔

''یہ مت پوچھو دوست! یہ کہو کہ تمہیں گھر کوئی

پیغام دینا ہے؟''۔

خدا بخش کا چہرہ اداس ہو گیا۔

بس میری گھر والی کو کہنا کہ زندگی رہی تو کبھی نہ کبھی آ جاؤں گا اس کے پاس۔

میرے بچے کو گود میں اٹھا کر پیار کرنا اور کہنا کہ بڑا ہو کر انگریز سے اپنے باپ کا بدلہ ضرور لے جس طرح کہ تو نے بدلہ لیا ہے زمان۔

''خدا حافظ!''

زمان خان نے خدا بخش کو گلے لگا لیا اور رخصت ہو گیا۔

ماریا نے کہا۔

"اب تم فسٹ کلاس کے مسافر ہو۔ تمہارا نام سردار نتھا سنگھ ہے۔ تم یہاں جنگلوں کے ٹھیکے دار ہو۔ اور تم گونگے ہو۔ سمجھ گئے ناں؟"۔

"بالکل سمجھ گیا ماریا تم فکر نہ کرو میں بھول کر بھی کسی سے بات نہیں کروں گا"۔

اب بندرگاہ سامنے دکھائی دے رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

تم بڑی شان سے چلتے ہوئے گیٹ پر اپنے کاغذ دکھانا۔ اور خبرداری تمہاری کسی بھی حرکت سے گھبراہٹ ظاہر نہ ہو۔

وگرنہ سارا بنا بنایا کام بگڑ کر رہ جائے گا۔ میں

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

تمہارے ساتھ ہوں گی اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو گئی تو میں سنبھال لوں گی۔

"بہت اچھا بہن"۔

زمان خان، سردار نتھا سنگھ کے روپ میں گردن اٹھا کر سرمایہ داروں کی طرح چلتا ہوا بندرگاہ کے بڑے گیٹ پر آ گیا۔

یہاں دو انگریز فوجی پہرہ دے رہے تھے انہوں نے زمان خان کو روک دیا۔

"سردار جی! ٹکٹ کہاں ہے؟"۔

ٹکٹ ماریا نے پہلے ہی اسے لا کر دے دیا تھا۔

زمان خان نے ہاتھ کے اشاروں سے اور غوں غاں

کرتے بتایا کہ وہ گونگا ہے اور ساتھ ہی جیب سے ٹکٹ
اور پاسپورٹ نکال کر دکھائے۔

پہرہ داروں نے دیکھا کہ فسٹ کلاس کا مسافر
ہے اور اس کے پاس سرکاری ٹھیکیداری کا لائسنس بھی
ہے۔ اور کاغذات بھی بالکل ٹھیک ٹھاک ہے تو انہوں
نے اسے اندر جانے کی اجازت دے دی۔

ماریا بھی زمان خان عرف سردار نتھا سنگھ کے پیچھے
پیچھے بلکہ ساتھ ساتھ ہی گیٹ میں داخل ہو گئی۔ اس
نے زمان کو راستے کے بارے میں سب کچھ سمجھا دیا
تھا۔

وہ بڑے ہال کمرے سے نکل کر دوسرے بڑے

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

دروازے پر آ گیا یہاں بھی زبردست پہرہ تھا۔ اور دو
فوجی افسر کاغذات کی جانچ کر رہے تھے۔ زمان خان
نے ان کو بھی اپنا ٹکٹ اور پاسپورٹ کے کاغذات
دکھائے۔

انہوں نے پاسپورٹ پر نتھا سنگھ کی تصویر کو دیکھ کر
زمان خان کی مونچھوں کو گھور کر دیکھا۔ ماریا کا دل
دھڑکنے لگا۔

کیوں کہ اگر وہ مونچھوں کو کھینچ کر دیکھتا تو وہ ضرور
اس کے ہاتھ میں آ جاتیں۔ اور سارا کھیل ختم ہو جاتا
پھر پتہ نہیں۔

زمان خان کو بچانے کے لیے ماریا کو کتنے اور قتل

کرنے پڑتے۔ مگر خیریت ہی رہی انہوں نے بھی
زمان خان کو جانے دیا۔
اب آخری مرحلہ رہ گیا تھا یعنی سامنے جہاز کی
سیڑھیوں پر جو گارڈ بیٹھی تھی، ان سے بچ کر نکلتا۔
آخر وہاں جا کر زمان خان رک گیا

کالے پانی کا سفر

سپاہیوں نے زمان خان کے کاغذات کو بار بار
دیکھا۔
کاغذات بالکل ٹھیک تھے۔ شکل تھی نتھا سنگھ کی
تصویر تھی نتھا سنگھ یعنی اصل زمان خان سے ملتی تھی۔
سپاہی نے پوچھا۔
''سردار نتھا سنگھ تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''۔

زمان خان نے ہنس کر ہاتھ کے اشارے سے کہا۔

"اوں۔۔۔ غاں۔۔۔ غوں۔۔۔ غاؤں غاؤں ۔۔۔"

پہرے دار ہنس پڑے۔

"بے چارہ گونگا ہے"۔

انہوں نے زمان خان کو جہاز پر جانے کی اجازت دی۔ ماریا کا سانس ابھی تک اوپر کا اوپر تھا۔ اب اس نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور زمان خان کے ساتھ ہی جہاز کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر عرشے پر آ گئی۔

"خدا کے لیے اب سر جھکا کر سیدھے اپنے کیبن میں آ جاؤ"۔

"فکر نہ کرو بہن! میں کسی کو شک کرنے کا موقع نہیں دوں گا"۔

زمان خان کے کیبن کا نمبر 18 تھا اور وہ جہاز کی اوپر والی منزل میں تھا۔ یہ کیبن بڑا صاف ستھرا اور خوبصورت تھا۔ یہاں آرام کی ہر شے موجود تھی۔

ماریا نے زمان سے کہا۔

اب تمہاری زندگی کا سب سے خطرناک سفر شروع ہو رہا ہے۔

یاد رکھو اس جہاز پر آ کر تم اپنے آپ کو ایک لمحے

کے لیے بھی آزاد نہ سمجھ بیٹھنا۔ انگریزی سی آئی ڈی کی ایک پوری رجمنٹ سا جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ اگر کسی کے کان میں ذرا سی بھی بھنک پڑ گئی کہ تم سردار نتھا سنگھ نہیں بلکہ زمان خان مفرور قیدی ہو تو تمہیں اسی جہاز میں گرفتار کر کے زنجیریں پہنا دی جائیں گی اور پھر میرے لیے بھی تمہیں چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔

زمان خان نے کہا۔

''بہت بہتر بہن! میں پورا پورا خیال رکھوں گا بہت احتیاط برتوں گا۔ کسی سے یونہی ملاقات کرنے کی کوشش نہیں کروں گا''۔

شام ہو گئی۔ سورج سمندر میں غروب ہو گیا۔

جزیرے کے شہر میں لیمپ روشن ہو گئے۔ جہاز کی چمنی دھواں اگلنے لگی تھی۔

جہاز چلنے کے لیے بالکل تیار تھا۔ زمان خان کو ماریا نے کیبن کے اندر بند رہنے کا حکم دے رکھا تھا۔ ماریا کیبن کے باہر جنگلے کے ساتھ لگی بندرگاہ کے پلیٹ فارم کو دیکھ رہی تھی جہاں کھمبوں پر لیمپ روشن ہو گئے تھے اور قلی رسے کھول کر اوپر جہاز پر پھینکنے لگے تھے۔

لنگر بھی اٹھا دیا گیا تھا۔ جہاز کی سیڑھی کب کی اٹھائی جا چکی تھی۔ جہاز نے زور زور سے وسل دی اور پھر مشین چلنے کی آواز سے جہاز کا فرش آہستہ آہستہ

کانپنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد جہاز نے بندرگاہ کو چھوڑنا شروع
کر دیا۔

جہاز آہستہ آہستہ بندرگاہ سے دور ہونے لگا۔

بندرگاہ کی روشنیاں بھی دور ہونا شروع ہو گئیں۔

ہوا میں نمی آ گئی تھی۔

ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ معاملہ ٹھیک ہو گیا۔
وگرنہ زمان خان ایک خطرناک پھانسی پانے والے
مفرور قیدی کو بچا کر لے جانا ایک بڑا ہی کٹھن کام
تھا۔ جہاز بندرگاہ سے کافی دور نکل آیا تھا۔

اب روشنیاں جزیرہ کالے پانی کی روشنیاں

دھندلی ہو گئی تھیں اور سمندر کی ہوائیں ٹھنڈی ہو رہی
تھیں۔

ماریا جنگلے سے ہٹ کر کیبن میں آ گئی۔ اندر لیمپ
کی روشنی میں زمان خان عرف ننھا سنگھ اپنے بستر پر لیٹا
کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔

اس نے دروازہ اپنے آپ کھلتے دیکھا تو سمجھ گیا
ماریا آئی ہے۔

"بہن ماریا؟"۔

"ہاں۔۔۔ میں ہوں زمان!"۔

ماریا سامنے والے دوسرے بستر پر لیٹ گئی۔ کچھ
دیر وہ باتیں کرتے رہے کہ کلکتے پہنچ کر کس طرح سے

قافلے کے ساتھ سرحد تک سفر کرنا ہوگا۔

اتنے میں دروازے پر آہستہ سے دستک ہوئی۔

زمان خان بولنے ہی لگا تھا کہ ماریا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔

''مت بھولو کہ تم گونگے ہو اور یہ سی آئی ڈی کا آدمی بھی ہوسکتا ہے۔اسے گونگا بن کر اندر بلاؤ''۔

زمان خان نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور کہا۔

''اوں۔۔۔اوں۔۔۔؟''۔

یعنی کیا بات ہے؟ بہرے نے ادب سے کہا۔

''صاحب! کھانا کس وقت کھائیں گے آپ؟''۔

اور ساتھ ہی ایک کارڈ خان کے حوالے کر دیا۔

اس پر سارے کھانے درج تھے۔زمان خان نے ایک جگہ انگلی رکھ کر کہا۔

''اوں۔۔۔اوں۔۔۔غوں۔۔۔غاں''۔

بہرہ سر جھکا کر مسکراتے ہوئے باہر نکل گیا۔ماریا نے اس کے جاتے ہی دروازہ اندر سے بند کر دیا۔

تمہیں بڑی سخت احتیاط کی ضرورت ہے زمان! میں نے تمہیں پہلے ہی کہا تھا کہ یہ تمہارا خطرناک ترین سمندری سفر ہے۔

اس جہاز پر باورچی خانے کے آدھے نوکر سی آئی

ڈی کے آدمی ہیں۔

اگر تم سے ذرا سی بھی بھول ہو گئی تو پھر تمہیں شاید میں بھی پھانسی کے پھندے سے نہ بچا سکوں گی؟۔

زمان خان نے وعدہ کیا کہ وہ آئندہ سے احتیاط سے کام لیا کرے گا۔

کالے پانی سے کلکتے کی بندرگاہ تک دس روز کا سفر تھا آج سے سوا سو سال پہلے جہاز بڑی سست رفتاری سے چلا کرتے تھے۔

سمندر بڑا پرسکون تھا۔ سفر آسانی سے جاری تھا۔ انہیں سفر کرتے تیسرا دن جا رہا تھا کہ ایک روز شام کو ماریا جہاز کے عرشے پر ایک طرف آرام کرسی پر بیٹھی

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز رنگ ماریا قسط نمبر 57

شام کا منظر دیکھ رہی تھی کہ زمان خان کیبن سے نکل کر باہر جنگلے پر کھڑا ہو گیا۔

سمندر میں سورج کے غروب ہونے کا منظر اتنا خوبصورت تھا کہ وہ اس کی دل کشی میں کھو گیا اسے بالکل خبر نہ ہوئی کہ بیرا شام کی چائے لے کر کیبن کے اندر چلا گیا۔

زمان کے منہ سے نکل گیا۔

''چائے باہر ہی لے آؤ بھائی''۔

بیرے نے اتنا سنا تو بڑا حیران ہوا کہ یہ کیا انقلاب آ گیا۔ ابھی دوپہر تک تو یہ صاحب گونگے تھے۔

غوں غاں میں باتیں کرتے تھے۔ پھر یہ یکا یک
کیسے کایا پلٹ گئی کہ انہوں نے بولنا شروع کر دیا۔ وہ
تعجب سے زمان کی طرف دیکھنے لگا۔

ادھر زمان خان کو بھی فوراً ہی اپنی غلطی کا احساس
ہو گیا۔ جلدی سے غوں غاں کرنے لگا اور زمان کی
طرف اشارہ کرکے بولا۔

''اوں۔۔۔آں۔۔۔غاں۔۔۔اوں۔۔۔ہی
ہی۔۔۔اوں۔'

لیکن بلی تھیلے سے نکل چکی تھی۔ اس کا راز فاش
ہو چکا تھا بیرے کو معلوم ہو چکا تھا کہ دال میں ضرور
کچھ کالا کالا ہے۔

وہ مسکرا کر چلا گیا۔ اس نے جاتے ہی اپنے سکھ
مالک سے کہا۔

''صاحب! فسٹ کلاس کے کیبن میں ایک سردار
جی سفر کر رہے ہیں۔ صبح تک تو وہ گونگے تھے۔ لیکن
آج اچانک انہوں نے بولنا شروع کر دیا''۔

سکھ مالک بڑا حیران ہوا۔ اس کے دل میں خیال
آیا کہ اسے چل کر دیکھنا چاہیے کہ اس کے پاس کوئی سی
ایسی دوائی ہے جس سے گونگے بولنے لگتے ہیں۔

پنجاب میں اس کا رشتے دار گونگا تھا۔ اس نے
سوچا کہ اگر سردار صاحب سے دوائی مل جائے تو وہ
اپنے رشتے دار کو بھجوا کر اسے بھی زبان واپس دلا سکے

گا۔

یہ سکھ کینٹین کا مالک تھا اور وہی سکھ تھا جس کے مردہ رشتے دار سردار نتھا سنگھ کا بھیس بدل کر زمان خان جہاز میں سفر کر رہا تھا۔

شام کے بعد کھانے وغیرہ سے فارغ ہو کر سکھ کینٹین والا فسٹ کلاس کے اس کیبن کے دروازے پر آ گیا جہاں زمان خان سفر کر رہا تھا۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔ ماریا ابھی تک عرشے پر ہی آرام کر رہی تھی۔ زمان خان نے سر پر پگڑی جمائی اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔

اب جو سکھ کینٹین والے نے اپنے سامنے اپنے

چچا سردار نتھا سنگھ کو دیکھا تو حیرت سے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"چچا تم؟"۔

اس نے خوشی سے کہا اور زمان خان سے لپٹ گیا زمان خان بڑا پریشان ہوا کہ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے سکھ کینٹین والا اس سے لپٹ لپٹ جا رہا اور کہہ رہا تھا۔

"تم زندہ کیسے ہو گئے چچا؟ ہم نے تو تمہیں جلا کر تمہارے پھول دریا میں بہا دیئے تھے واہ گورو جی نے یہ تو بڑی کرپا کی تمہیں پھر سے زندہ کر دیا"۔

زمان خان اب سارا ماجرا سمجھ گیا کہنے لگا۔

"سردار جی آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں تمہارا

چچا نتھا سنگھ نہیں ہوں۔ بلکہ دوسرا نتھا سنگھ ہوں"۔

سکھ کینٹین والا بولا۔

"بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے چچا۔ تمہارے کیبن کے باہر صاف لکھا ہے تم مرے نہیں زندہ ہو۔ واہ گورو کی مہربانی سے پھر سے زندہ ہوگئے ہو"۔

مگر زمان خان نے اسے دھکے دے کر کیبن سے نکال دیا۔ وہ بے چارا پریشان ہوکر اپنی کینٹین میں چلا گیا۔

ماریا کو ان حالات کا علم ہوا تو بڑی پریشان ہوئی کیونکہ رات ہی رات میں سارے جہاز میں یہ مشہور ہوگیا تھا کہ فسٹ کلاس کے کیبن میں ایک ایسا سکھ سفر

کر رہا ہے جو مردہ تھا لیکن زندہ ہو گیا ہے۔

ہوتے ہوتے یہ بات جہاز کے کپتان تک بھی جا پہنچی۔ وہ ایک انگریز تھا اور اسے انڈیمان کی سی آئی ڈی کی طرف سے اطلاع مل چکی تھی کہ ایک مفرور قیدی زمان خان جیل سے بھاگ گیا ہے۔

اس نے سوچا کہ چل کر بند کرنا چاہیے کہ وہ کون شخص ہے؟۔

چنانچہ اس نے رات کے پہلے پہر کیبن کا رخ کیا اور زمان خان سے مل کر بڑے اخلاق کے ساتھ بولا۔

"سردار جی! یہ کیا خبر جہاز میں گھوم رہی ہے کہ آپ انڈیمان میں مر گئے تھے اور پھر سے زندہ ہو

گئے؟"۔

کپتان ساتھ ہی ساتھ بڑے غور سے زمان خان کو سر سے پاؤں تک دیکھ رہا تھا۔

اسے وہ پورا سکھ نظر آ رہا تھا کہیں سے ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ وہ مسلمان پٹھان ہے اور اس نے سکھ کا بھیس بدل رکھا ہے۔

ماریا بھی اس کے پاس کھڑی تھی اور دونوں کی باتیں بڑے غور سے سن رہی تھی دل میں ڈر رہی تھی کہ یہ زمان خان کے امتحان کا وقت ہے اس سے پہلے ہی ایک غلطی ہو گئی تھی کہیں اب وہ کوئی ایسی غلطی نہ کر بیٹھے کہ سارا راز طشت از بام ہو جائے۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

زمان خان نے کوئی بات نہ کی اور زبان سے غوں غاں کرتا رہا۔ کپتان ہنس پڑا۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ شخص واقعی گونگا ہے۔ وہ خاموشی سے واپس چلا گیا۔

لیکن اس کے دل میں شک سا پڑ گیا تھا۔

ماریا نے کپتان کے جاتے ہی زمان خان سے کہا۔

زمان بھائی! تمہاری ذرا سی غلطی نے ہمیں سخت پریشانی میں لا کھڑا کیا ہے۔

اب خدا ہی ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کپتان کو شک پڑ گیا ہے۔

زمان خان نے کہا۔

"یہ تو مجھ سے بڑی بھاری غلطی ہو گئی۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے۔ بہن ماریا! اب تو تمہیں ہی کچھ کرنا پڑے گا"۔

ماریا کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ زمان خان اگرچہ اس کے چہرے کو نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن ماریا کی آواز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ پریشان ہے۔

ادھر کپتان نے اپنے کیبن میں پہنچ کر سوچا کہ یہ شخص ضرور وہی زمان خان ہے اور جھوٹ موٹ کا سکھ بنا ہوا ہے اس نے کینٹین والے سکھ کو بلا کر پوچھا۔

کیا تم کو یقین ہے کہ یہی سکھ تمہارا اچا سردار نتھا سنگھ ہے جس کی لاش کو تم جلا چکے تھے؟۔

کینٹین والے سکھ نے کہا۔

مجھے پکا یقین ہے صاحب کہ ہم نے سردار صاحب کی لاش کو اپنی آنکھوں کے سامنے آگ لگائی تھی۔ اور پھر اس کی راکھ پیتل کی تھالی میں اکٹھی کر کے دریا میں بہا دی تھی۔

کپتان نے کہا۔

"تو پھر تو یہ تمہارا اچا نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی بھی شخص جس کو جلا کر راکھ کر دیا جائے دوبارہ زندہ نہیں ہو سکتا۔"

یہ ضرور کوئی دھوکے باز ہے جو تمہارے چچا کے پاسپورٹ پر سفر کر رہا ہے۔ کیا تمہارے پاس تمہارے

چچا سردار نتھا سنگھ کا پاسپوٹ اور دوسرے کاغذات
موجود ہیں؟

"جی ہاں! ابھی لاتا ہوں"۔

سکھ باہر نکلا کہ اپنے کیبن میں جا کر سردار نتھا سنگھ
مرحوم کے پاسپورٹ کے کاغذات لا سکے۔ ماریا بھی
اس کے ساتھ ہی باہر نکل آئی۔

وہ کپتان کے کیبن میں کھڑی ان کی باتیں سن
رہی تھی۔ اب وہ انگریز کپتان کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتی
تھی۔

اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لینے اب اس کا
فرض ہو گیا تھا۔ رات آدھی گزر گئی تھی۔ جہاز گہرے

اندھیرے، کالے سمندر کی لہروں پر سفر کر رہا تھا۔

جہاز کے سارے مسافر سو رہے تھے۔ سکھ جلدی
سے اپنے کیبن میں داخل ہوا۔ اس نے الماری کھول
کر ٹرنک باہر نکالا جس میں اس نے اپنے مرحوم چچا
کے کاغذات حفاظت سے رکھے ہوئے تھے۔

جونہی اس نے ٹرنک کھولا کاغذات غائب تھے
اس نے ساری الماری کیبن کی ایک ایک چیز تلاش کر
ڈالی مگر کاغذات کہیں سے نہ ملے۔

سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے
اور کاغذات چرا لیے گئے ہیں۔

جلدی سے کیبن سے باہر نکلا اور کپتان کے کیبن

میں آ کر کہنے لگا۔

سر! پاسپورٹ کے کاغذات کسی نے چوری کر لیے ہیں۔

انگریز کپتان کے ماتھے پر بل پڑ گیا۔ سمجھ گیا کہ فسٹ کلاس کا مسافر سکھ نہیں ہے بلکہ وہی مفرور قیدی زمان خان ہے جو سردار نتھا سنگھ کا بہروپ بھر کر سفر کر رہا ہے۔

اس نے سکھ سے کہا۔

ویل سردار صاحب! تم جا کر آرام کرو اور کسی سے اس بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔

میں خود اب سارا معاملہ اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں۔

ٹھیک ہے۔

تم جاؤ اور خاموش رہو۔

سکھ کیبن والا چلا گیا۔

ماریا اگر چاہتی تو سکھ کیبن والے کو انگریز کپتان کے کیبن میں جانے سے پہلے پہلے سمندر میں پھینک کر ہلاک کر سکتی تھی۔

لیکن وہ اس بے گناہ سکھ کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگنا چاہتی تھی۔ وہ یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ جب یہ خبر جہاز کے انگریز کپتان کے پہنچتی ہے کہ پاسپورٹ کے کاغذات غائب ہیں تو وہ کیا کرتا ہے۔

اب جبکہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ انگریز کپتان نے

سارا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور اسے یقین ہو گیا ہے کہ یہ شخص سردار نتھا سنگھ نہیں بلکہ مفرور قیدی ہے تو ماریا نے اس انگریز کپتان کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

اور یہ ایک درست فیصلہ تھا۔ کیونکہ یہ انگریز کپتان ایک منٹ سے پہلے پہلے زمان خان کو گرفتار کروا سکتا تھا۔

جہاز پر انگریزوں کی گورکھا فوج کا ایک دستہ سفر کر رہا تھا۔

ماریا نے دیکھا کہ انگریز کپتان نے دراز میں سے کاغذ نکال کر قلم دوات سامنے رکھ کر ایک خفیہ خط

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

لکھنا شروع کر دیا۔

پھر اس نے کاغذ کو لپیٹ کر ایک تانبے کے خول میں ڈالا اونچے خانے میں سے ایک قاصد کبوتر نکال کر اس کے پروں میں پیغام کے خول کو باندھنے لگا۔

ماریا چونک پڑی انگریز کپتان پیغام لے جانے والے قاصد کبوتر کے ذریعے کلکتے کے فوجی افسروں کو خبردار کرنے والا تھا کہ زمان خان نامی مفرور قیدی اور انڈیمان کے انگریز گورنر کا قاتل جہاز میں سفر کر رہا ہے تم لوگ بھاری فوج کے دستے لے کر بندرگاہ پر موجود رہنا اور اسے گرفتار کر لینا۔

ماریا نے آگے بڑھ کر ایک جھپا مارا اور کپتان

کے ہاتھ سے کبوتر چھین لیا۔ کبوتر ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہوگیا کہ کپتان ہکا بکا ہو کر ادھر ادھر تکتا رہ گیا کہ یا خدا یہ ماجرا کیا ہے۔

ابھی تو کبوتر اس کے ہاتھوں میں تھا اب کہاں چلا گیا؟۔

ماریا نے خول میں سے پیغام نکال ک پھاڑ ڈالا اور کیبن میں ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہوگئی۔ وہ دیکھنا چاہتی تھی یہ انگریز کپتان اب کیا کرتا ہے۔

ماریا نے سوچا تھا کہ کپتان اپنی غیبی طاقت کا اثر ڈال کر اس سے وعدہ لے کر وہ زمان حان کے بارے میں کوئی کارروائی نہیں کرے گا۔

لیکن وہ انگریزوں کی ذہنیت سے اچھی طرح واقف تھی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ یہ لوگ بھوت پریت وغیرہ سے بالکل نہیں ڈرا کرتے، دوسرے یہ بات تھی کہ یہ قوم وعدہ خلاف تھی۔

اگر انگریز کپتان ماریا کی غیبی طاقت سے ڈر کر یہ وعدہ بھی کر لیتا کہ وہ زمان خان کے سلسلے میں کسی سے کچھ نہیں کہے گا تو اس بات کا یہ بدستور خطرہ موجود تھا کہ جونہی جہاز کلکتے پہنچے، یہ شخص انگریز فوج سے مل کر زمان خان کو پکڑوا دے۔

چنانچہ ماریا نے اب یہ دیکھنا چاہا کہ کپتان اگلا قدم کیا اٹھاتا ہے۔

کپتان نے اس وقت تو کچھ نہ کیا۔

اپنے بستر پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ کبوتر کہاں گم ہو گیا؟ پھر تھوڑی دیر بعد اس نے گھنٹی بجائی۔ ایک اردلی اندر آیا۔

"دیکھو! سارجنٹ صاحب کو بلاؤ"۔

اردلی سر جھکا کر چلا گیا تھوڑی دیر بعد ایک انگریز سارجنٹ اندر آیا۔ اس نے سلیوٹ مار کر پوچھا۔

"سر! آپ نے مجھے یاد کیا"۔

"ٹھیک ہے سارجنٹ! یہاں بیٹھ جاؤ"۔

پھر کپتان نے چاروں طرف نظریں گھما کر دیکھا۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں ہے تو

سرگوشی میں کہنے لگا۔

سنو سارجنٹ! میری بات کو غور سے سنو! تم کو معلوم ہے کہ انڈیمان کے جزیرے پر پچھلے دنوں ہمارے ایک انگریز گورنر کو ایک مسلمان پٹھان نے قتل کر دیا تھا۔

اس کا نام زمان خان تھا۔

سارجنٹ نے سر ہلا کر کہا۔

"جی ہاں! مجھے یاد ہے اور میں نے یہ بھی سنا تھا کہ وہ قاتل جیل کی سلاخیں توڑ کر بھاگ نکلا تھا"۔

کپتان نے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"شی! آہستہ بات کرو۔ کوئی سن نہ لے۔ یہ

بڑے راز کی بات ہے۔غور سے سنو! تم نے ٹھیک سنا
تھا۔وہی قاتل یعنی زمان خان فسٹ کلاس کے ایک
کیبن میں سکھ بن کر سفر کر رہا ہے“۔

سارجنٹ کے کان کھڑے ہو گئے۔

”یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر؟ کیا یہ سچ ہے؟“۔

”بالکل سو فیصد سچ ہے“۔

کپتان نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے
کہا۔

اگر تم چاہو تو جا کر اسے دیکھ سکتے ہو لیکن تمہیں
اسے جا کر دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

پس اب اس جہاز کے کپتان ہونے کی حیثیت

سے میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس زمان خان کو جہاز کی
فسٹ کلاس میں سردار نتھا سنگھ کے جھوٹے نام سے
سفر کر رہا ہے۔

ابھی جا کر گرفتار کر لو۔

اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال کر اسے جہاز کی
حوالات میں بند کر دو۔جاؤ جلدی کرو اور واپس آ کر
مجھے رپورٹ کرو۔

”یس سر“۔

سارجنٹ سلیوٹ مار کر باہر نکل گیا۔

ماریا کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔تو کپتان
نے بھرپور حملہ شروع کر دیا ہے۔اب ماریا کو بھی جنگ

شروع کر دیتی تھی۔

وہ بھی تیزی سے کیبن سے باہر آ گئی اور سارجنٹ کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ راہداری میں نیم روشن لیمپ جل رہا تھا۔

سارجنٹ سیڑھیاں چڑھ کر اور زمان خان کے کیبن کے باہر آ کر دستک دینے لگا۔ اس نے طمنچہ ہاتھ میں لے لیا تھا جو آج سے سو برس پہلے کا پستول ہوتا تھا اور اس میں بارود بھر کر چلایا جاتا تھا۔

زمان خان شاید سو رہا تھا۔ سارجنٹ کے دو تین بار دستک دینے پر اس نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ سارجنٹ چیتے کی سی پھرتی کے ساتھ کیبن کے اندر آ

گیا اور طمنچہ تان لیا۔

مسٹر زمان خان! تم زیر حراست ہو۔ خبردار اگر تم نے کوئی حرکت کی تو میں گولی چلا دوں گا۔

چپ چاپ میرے آگے آگے جہاز کی حوالات کی طرف چل پڑو۔

زمان خان حیران ہو کر رہ گیا۔

لیکن ٹھیک اسی لمحے ماریا نے پیچھے سے ایک زوردار لات سارجنٹ کی پیٹھ پر ماری اور وہ منہ کے بل گر پڑا اس کا پستول دور جا پڑا۔

ماریا نے کہا۔

”زمان! پستول اٹھا لو“۔

سارجنٹ نے سوچا یہ عورت کی آواز کہاں سے آ گئی۔

یہاں تو کوئی عورت نہیں تھی۔ لیکن ماریا کی جنگ شروع ہو چکی تھی۔ اس سارجنٹ کو اس سے آگے سوچنے کی مہلت ہی نہ دی۔

اس نے کیبن میں ایک طرف پڑا ہوا لوہے کا برتن اٹھا کر پوری طاقت سے انگریز سارجنٹ کے سر پر دے مارا۔

وہ بے ہوش ہو گیا۔

"جلدی سے سارجنٹ کو کندھے پر اٹھا کر باہر لے آؤ۔ میں باہر کھڑی ہوں"۔

زمان خان نے بے ہوش سارجنٹ کو کندھے پر اٹھایا اور کیبن سے باہر آ گیا۔ اندھیرے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے اور سیاہ کالے سمندر کی لہریں جہاز سے ٹکرا کر شور مچا رہی تھیں۔

تیز ہوا بھی چل رہی تھی زمان خان کو ماریا یاد آئی۔

"اسے عرشے کے عقب میں لے آؤ زمان!"۔

جہاز کے ڈیک پر کوئی بھی نہیں تھا۔ صرف وہ لنگر پھینکنے والی مشین کے پاس کچھ مسافر گہری نیند سو رہے تھے۔

زمان نے بے ہوش سارجنٹ کو اپنے کندھے پر

اٹھا رکھا تھا۔ وہ ڈیک کے جنوبی حصے کی طرف یعنی
جہازدم آ گیا۔

یہاں ماریا اس کا انتظار کر رہی تھی۔

اس نے کہا۔

اس انگریز کو سمندر میں پھینک دو۔

زمان خان ذرا ہچکچایا۔

''ماریا بہن! اگر ہم اسے۔۔۔''

''بکواس بند کرو''۔

ماریا نے زمان خان کو جھاڑ ڈالا اور آگے بڑھ کر
بے ہوش سارجنٹ کو اس کے کندھے سے اتارا اور خود
اسے دھکا کر بپھری ہوئی موجوں والے سمندر میں گرا

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز گام ماریا قسط نمبر 57

دیا۔

کالے سمندر کی لہروں نے ایک سیکنڈ کے اندر
اندر سارجنٹ کو نگل لیا اور کسی کانوں کان خبر تک نہ
ہوئی۔

ماریا نے ڈانٹ کر کہا۔

اگر آئندہ تم نے اس قسم کی بزدلی دکھائی تو میں
تمہاری ذمے داری نہیں ہوں گی۔ چلو واپس اپنے
کیبن میں اور خبردار سوائے میرے کوئی بھی آ جائے
دروازہ نہیں کھولنا۔

زمان خان چپ چاپ واپس اپنے کیبن میں آ
گیا۔

بھوت کے خراٹے

جہاز پر یہ پہلا قتل تھا۔

صبح سارے جہاز پر یہ خبر پھیل گئی کہ انگریزی فوج کے سارجنٹ کو کسی نے سمندر میں پھینک کر ہلاک کر دیا ہے۔

مصیبت یہ ہوگئی تھی کہ جس مقام سے سارجنٹ کو سمندر میں پھینکا گیا تھا وہاں اس کی جیب سے بٹوہ گرا

ہوا پایا گیا تھا۔

کپتان کے تن بدن میں تو آگ لگ گئی۔ سمجھ گیا کہ یہ زمان خان کس آدمی کی شرارت تھی۔ تو گویا اس کے حمائتی بھی اسی جہاز میں سفر کر رہے تھے۔

اس حمائتی نے کبوتر اور پیغام گم کر دیا تھا۔ شاید یہ کوئی بنگال کا جادوگر ہے جو زمان خان کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

لیکن انگریز کپتان ایسی باتوں سے ڈرنے والا نہیں تھا۔ اس نے ہر حالت میں انگریز گورنر کے قاتل کو گرفتار کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ گورکھا سپاہیوں کی ایک پوری رجمنٹ کو ساتھ

لے کر آگے بڑھا اور اس نے زمان خان کے کیبن پر چھاپہ مارا کر اسے فوراً گرفتار کرلیا۔

اسے زنجیریں پہنا دی گئیں اور جہاز کے حوالات میں بند کر دیا گیا۔

ماریا یہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ اس نے کوئی جوابی کارروائی نہ کی اس وقت جوابی کارروائی کرنا حماقت تھی۔

کیونکہ اگر وہ دو تین سپاہیوں کو ہلاک بھی کر دیتی تو کپتان اسی انتقامی طور پر زمان خان کو گولی مروا کر ہلاک کروا سکتا تھا۔

وہ خاموش رہی۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ کپتان نے

زمان خان کو گرفتار ہی کیا تھا۔ اگر وہ اسے ہلاک کرنے کا حکم صادر کر دیتا تو وہ زمان خان کو مروا بھی سکتا تھا۔ اور ماریا شاید کچھ بھی نہ کر سکتی تھی۔

زمان کے کیبن پر ایک گورکھا سپاہی کا پہرہ بٹھا دیا گیا۔ ادھر زمان خان کو سپاہی جب حوالات میں لے جانے لگے تو ماریا ان کے ساتھ ساتھ گئی۔

یہ معلوم کرنے کے لیے کہ حوالات جہاز میں کس مقام پر ہے۔ یہ حوالات جہاز کے سب سے نچلے حصے میں تھی۔

ایک چھوٹی سی راہداری میں گزر کر تنگ سی ایک کوٹھڑی تھی جس کے دروازے پر سلاخیں لگی تھیں۔

ایک سپاہی اسے تالا لگائے پہرہ دے رہا تھا۔ زمان
خان کو یہاں بند کر دیا گیا۔

ماریا خاموشی سے واپس آ گئی۔ دوپہر تک مایا
جہاز کے عرشے پر ایک طرف خاموش بیٹھی سمندر کی
لہروں کو دیکھتی رہی۔

کھانا اس نے سکھ کی کینٹین پر جا کر کھایا۔ یہی وہ
سکھ تھا جس کی وجہ سے زمان خان مصیبت میں پھنس
گیا تھا۔

لیکن اس میں سکھ کا بھی کیا قصور تھا۔ غلطی خود
زمان خان کی تھی۔ بہرحال جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔

کینٹین میں بنچ اور لکڑی کے لمبے لمبے میز لگے

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز گام ماریا قسط نمبر 57

تھے۔ کچھ مسافر بیٹھے چاول وغیرہ کھا رہے تھے۔ ماریا
کو کھانے میں نہ تو کوئی پیسہ دینا پڑتا تھا اور نہ کسی سے
کھانا مانگنے کی تکلیف گوارا کرنا پڑتی تھی۔

اس نے بڑے آرام سے ایک تھال میں سے بھنی
ہوئی مچھلی کے دو تین ٹکڑے اور دو روٹیاں اٹھائیں اور
بڑے سکون سے ایک جگہ میز پر آ کر بیٹھ گئی اور کھانا
شروع کر دیا۔

کھانا کھانے کے بعد وہ اٹھی۔ سوچا ایک کپ
کافی پی لی جائے تو کیا حرج ہے؟

کینٹین پر ایک پیتل کا حمام کافی سے بھرا ہوا تھا
سکھ مالک کپ بھر بھر کر لوگوں کو دے رہا تھا۔ ایک

کپ ماریا نے اٹھایا اور حمام کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

سکھ مالک کا ہاتھ حمام سے ہٹا تو ماریا نے ٹونٹی کھول کر اپنا کپ نیچے رکھ دیا۔

”ارے! یہ ٹونٹی کس نے کھول دی؟“۔

سب سے زیادہ حیرانی سکھ مالک کو اس بات پر ہوئی کہ ٹونٹی میں سے جو کافی بہہ رہی تھی وہ نیچے نہیں گر رہی تھی بلکہ ایک خاص فاصلے پر آ کر غائب ہو رہی تھی۔

وہ گدی پر بیٹھا بیٹھا اچھل پڑا۔

”یہ کیا ہو رہا ہے میرے حمام کے ساتھ“۔

اتنے میں ماریا نے ٹونٹی بند کر دی اور کپ لے کر میز پر جا بیٹھی۔ وہ اس وقت شرارت کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔

سکھ مالک حیران ہی ہوتا رہ گیا۔ دیر تک جھک جھک کر حمام کی ٹونٹی کو دیکھتا رہا کہ یہ اپنے آپ کیسے کھل گئی اور اپنے آپ کیسے بند ہو گئی۔

کافی پی کر ماریا اٹھی اور سوچا کہ زمان خان کے لیے بھی کچھ لیتی چلے۔ کیبن پر وہ اس تھال کے پاس آ گئی جس میں بھنی ہوئی مچھلیوں کے قتلے پڑے تھے۔

ماریا نے تین بھنی ہوئی مچھلیاں اٹھائیں اور کاغذ

میں لپیٹ کر اپنے ساتھ رکھ لیں۔

کینٹین کا مالک دیکھتا ہی رہ گیا کہ یہ تھال سے اچانک تین چار مچھلیوں کے ٹکڑے کہاں گم ہو گئے؟ سکھ کی سمجھ میں جب کچھ نہ آیا تو وہ اپنا سر پکڑ کر رہ گیا۔

ماریا جہاز کے نیچے والے حصے میں آ گئی۔ یہاں سے وہ تنگ راہداری سے گزرنے لگی تو اتفاق سے ایک ملاح بھی سامنے سے آ رہا تھا۔

ماریا ایک جانب ہو گئی پھر بھی موٹے ملاح کا جسم ماریا کے جسم سے ٹکرا گیا۔ ملاح نے چونک کر آس پاس دیکھا کہ اس کا جسم انسان سے ٹکرایا ہے وہ کہاں ہے۔

جب اسے کچھ بھی دکھائی نہ دیا تو وہ سر کو جھٹک کر آگے چل دیا۔

ماریا حوالات کے سامنے آ کر رک گئی۔ گورکھا سپاہی بندوق اٹھائے پہرہ دے رہا تھا۔ ماریا نے سلاخوں میں سے کوٹھڑی میں جھانک کر دیکھا۔

زمان خان کونے میں دیوار سے لگا بیٹھا تھا۔ اس کے پاؤں میں زنجیر بندھی تھی۔ سامنے ایک ٹین کا ڈونگا اور تھالی پڑی تھی۔

جس میں تھوڑے سے ابلے ہوئے چاول ابھی باقی تھے۔ ماریا نے سوچا کہ کس طرح زمان خان سے بات کی جائے؟۔

خان سمجھ گیا کہ ماریا آن پہنچی ہے لیکن گورکھا بڑا
پریشان ہوا کہ یہ الو کی آواز جہاز میں کہاں سے آ
گئی۔

ماریا نے سلاخوں کے اندر ہاتھ ڈال کر کاغذ میں
لپٹی ہوئی مچھلی کا بندل زمان خان کی طرف پھینک
دیا۔

زمان خان نے جلدی سے اسے اٹھایا اور اپنے
پیچھے چھپا لیا گورکھا سپاہی نے جو زمان خان کو کچھ
چھپاتے دیکھا تو ڈانٹ کر پوچھا۔

"کیا ہے تمہارے پیچھے؟ یہ تم نے کیا چھپایا
ہے؟"۔

زمان خان نے کہا۔

"کچھ نہیں۔ اس میں مچھلی ہے۔"

"مچھلی؟"۔

گورکھے نے تعجب سے پوچھا۔

"یہ مچھلی کہاں سے آ گئی تمہارے پاس؟"۔

زمان خان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔
یوں ہی کہنے لگا۔

"کسی نے بھیج دی ہے میرے لیے"۔

"ادھر لاؤ۔ جلدی۔ نہیں تو گولی چلا دوں گا"۔

گورکھے نے بندوق تان لی۔ ماریا فکر مند ہو گئی۔
کم بخت یہ گورکھا تو اسے ایک لقمہ بھی نہیں کھانے

دے گا بلکہ ساری مچھلی خود کھائے گا۔

آگے سے بھی کچھ زمان خان کے لیے لائے گی وہ خود ہی چھین کر کھا جایا کرے گا۔ اس کا تو کچھ علاج ہونا چاہیے۔

بے چارہ زمان خان مجبوراً مچھلی والا بنڈل اٹھا کر گورکھے سپاہی کے پاس لے آیا۔ گورکھے نے جو تازہ بھنی ہوئی مچھلی دیکھی تو بڑا خوش ہوا۔

''یہ تو میرے لیے بھگوان نے بھیجی ہے۔ تم کون ہوتے ہو اس کو کھانے والے۔ خبردار جو آئندہ ایسی حرکت کی''۔

گورکھے نے کاغذ میں سے مچھلی کا ایک قتلہ نکالا

اور اسے منہ کے پاس لے جا کر کھانے ہی لگا تھا کہ ماریا نے زور سے ہاتھ مار کر اس کی مچھلی نیچے گرا دی گورکھا بت بن کر رہ گیا۔

''یہ میری مچھلی کس نے گرا دی؟''۔

ماریا نے سوچا کہ اس شخص پر اپنا آپ ظاہر کر دینا چاہیے۔ جب ہی زمان خان کو کھانے پینے کی چیزیں دینے میں آسانی رہے گی اس نے گورکھے سپاہی کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر کہا۔

سنو! اے گورکھا سپاہی! میں آکاش سے آئی ہوں۔ میرا نام سرسوتی دیوی ہے۔ مجھے بھگوان نے حکم دیا ہے کہ اس نوجوان کو روزانہ کھانے پینے کی چیزیں

دیا کرو۔

کیوں کہ اس نے اپنے وطن کی آزادی کے لیے جیل کاٹی ہے اور اپنے وطن کے دشمن انگریز کو قتل کیا ہے۔ میں روزانہ آ کر اسے کچھ نہ کچھ کھانے کو دے جایا کروں گی۔

تم بیچ میں دخل مت دینا۔

اب یہ مچھلی جو تمہارے ہاتھ میں پکڑی ہے، کاغذ میں لپیٹ کر زمان خان کی طرف پھینک دو اور چپکے سے بیٹھ جاؤ۔

میں اگر چاہوں تو تمہیں ہلاک کر کے زمان خان کو یہاں سے نکال لے جا سکتی ہوں۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

لیکن ابھی مجھے بھگوان کی طرف سے ایسا حکم نہیں ملا چلو۔ واپس کرو یہ بھنی ہوئی مچھلی۔ یہ زمان خان کا حصہ ہے۔

گورکھا سپاہی سن ہو کر رہ گیا تھا۔ وہ جیسے خواب کے عالم میں ماریا کی آواز سن رہا تھا۔ اس کا سارا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا

اس نے مشین کی طرح ہاتھ بڑھا کر مچھلی کا بنڈل زمان خان کی طرف پھینک دیا۔ زمان سمجھ گیا تھا کہ ماریا آ گئی ہے اس نے بنڈل اٹھا لیا اور خوشی خوشی مچھلی کھانے لگا۔

ماریا نے کہا۔

’’تم نے میری بات سن لی ہے ناں سپاہی؟‘‘

گورکھا سپاہی نے آہستہ سے گردن ہلائی اور پتھریلی آنکھوں سے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

’’سن لی ہے سرسوتی دیوی! تم جیسا کہو گی ویسے ہی ہوگا۔ میں میں تمہارا داس ہوں‘‘۔

ماریا نے زمان خان سے کہا۔

زمان خان! تم بھی سن لو۔ میں سرسوتی دیوی ہوں اور آکاش سے تمہاری مدد کرنے آئی ہوں کیونکہ تم وطن کے سرفروش ہو۔

تم نے اور تمہارے خاندان نے آزادی کے لیے

بڑی مصیبتیں برداشت کی ہیں۔ میں روز آ کر تمہیں کھانے کو کچھ نہ کچھ دے جایا کروں گی۔

اگر اس گورکھے سپاہی نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی کی تو مجھے بتانا۔ میں اسے اسی جگہ جلا کر بھسم کر دوں گی۔

گورکھا سپاہی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

’’اے سرسوتی دیوی! اے ماں! میں تمہارا غلام ہوں میں اسے کبھی کچھ نہیں کہوں گا۔ مجھے معاف کر دو‘‘۔

’’معاف کر دیا‘‘۔

ماریا نے کہا۔

پھر زمان خان سے مخاطب ہو کر بولی۔

''اچھا زمان خان! اب میں جاتی ہوں۔ رات کو آ کر تمہیں کھانے کو دے جاؤں گی''۔

ماریا چلی گئی۔ گورکھے کی عجیب حالت تھی اس کا جسم ابھی تک پسینے میں تر تھا۔ کچھ دیر بعد وہ سنبھل کر بیٹھ گیا اور سلاخوں کے ساتھ منہ لگا کر کہنے لگا۔

''بھائی! بھائی میں آج سے تمہیں کچھ نہیں کہوں گی سرسوتی دیوی سے میری شکایت مت کرنا۔ نہیں تو وہ مجھے بھی ختم کر دے گی۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں''۔

زمان خان نے مسکرا کر کہا۔

''فکر نہ کرو بھائی! میں کبھی شکایت نہیں کروں گی۔ لیکن تم بھی ایک بات کا خیال رکھنا کہ اگر کبھی سرسوتی دیوی! مجھ سے تنہائی میں کوئی بات کرنی چاہے تو تم ذرا پرے ہٹ کر کھڑے ہو جانا''۔

''ایسا ہی کروں گا بھائی! ایسا ہی کروں گا''۔

گورکھے نے ہاتھ جوڑ کر کہا اور سر جھکا کر گہرے فکر میں کھو گیا۔

رات کو پھر ماریا زمان خان کے لیے مچھلی لے کر آئی۔ زمان خان نے گورکھے سے کہا کہ سرسوتی دیوی آ گئی ہے اور اس سے تنہائی میں کچھ باتیں کرنی چاہتی ہے اس لیے تم ذرا پرے ہو جاؤ۔

گورکھے نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"جو حکم مہاراج! پر بھگوان کے لیے یہاں سے فرار ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ نہیں تو کپتان میری گردن اڑا دے گا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں"۔

ماریا نے کہا۔

"فکر نہ کرو۔ ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اب ایسا وقت آیا تو تمہیں اس ڈیوٹی سے پہلے ہی فارغ کر دیا جائے گا"۔

بھگوان آپ کا بھلا کرے۔

گورکھا بے چارہ خوف سے کانپ رہا تھا۔ کیونکہ

اسے عورت کی آواز آ رہی تھی۔ مگر وہ اسے دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

وہ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا زمان خان کو ماریا نے سلاخوں کے پاس بلالیا اور بولی۔

زمان خان! میں اگر چاہوں تو یہ تالا توڑ کر تمہیں ابھی یہاں سے نکال سکتی ہوں۔ لیکن اس کا فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔

کیونکہ ہم لوگ سمندر میں سفر کر رہے ہیں۔ فوج تمہیں پھر گرفتار کرے گی۔ اور ہوسکتا ہے کہ اس افراتفری میں کوئی تمہیں گولی مار دے ایسی حالت میں، میں شائد تمہاری کوئی مدد نہ کرسکوں گی۔

زمان خان کہنے لگا۔

"ماریا بہن! بات تم نے ٹھیک کی ہے، پھر تمہارا کیا خیال ہے، ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے اس کے بارے میں بہت سوچا ہے۔ آخر اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ جہاز کو کلکتے کی بندرگاہ پر پہنچنے دیا جائے۔ جہاز بندرگاہ کے ساتھ لگ جائے تو کچھ کیا جائے"۔

زمان خان نے فکرمندی سے کہا۔

"لیکن ہو سکتا ہے پھر ہم زیادہ مجبور ہو جائیں۔ وہاں فوج اور پولیس کی بھاری تعداد مجھے لینے آئی ہو

گی۔ ہو سکتا ہے وہاں ہم کچھ بھی نہ کر سکیں"۔

ماریا خاموش رہی۔ پھر کچھ سوچ کر بولی۔

تمہاری بات بھی ٹھیک لگتی ہے۔ بہر حال اس پر غور کر لیں گے۔

ایک بات تو طے ہے کہ ہم کلکتہ پہنچنے سے پہلے کچھ نہیں کر سکتے۔ ابھی سات دن باقی ہیں۔ ان سات دنوں ہم کچھ نہ کچھ ضرور سوچ لیں گے۔ اب میں جاتی ہوں۔ کل آؤں گی۔

ماریا چلی گئی۔

وہ سیدھی اپنے کیبن میں آ گئی۔ رات وہ فسٹ کلاس والے کیبن میں ہی سوتی تھی۔ وہ اس کی پچھلی

کھڑکی سے اندر داخل ہو کر بستر پر لیٹ کر سویا جایا کرتی تھی۔

آج بھی کھڑکی میں سے اندر داخل ہوئی تو اس کے پاؤں سے ٹکرا کر ایک گلاس میز سے نیچے گر کر ٹوٹ گیا۔

کھڑاک کی آواز سن کر پہریدار سپاہی نے تالا کھول کر کیواڑ کھولا اور لیمپ جلا کر اندر آ کر دیکھنے لگا۔

کہ یہ گلاس کس نے گرا دیا روشنی میں اسے زمین پر پڑے ہوئے گلاس کے ٹکڑے صاف نظر آ رہے تھے۔

پچھلی کھڑکی کا پردہ ہوا میں ہل رہا تھا۔ ظاہر ہے کوئی کھڑکی کھول کر اندر آیا تھا۔ سپاہی نے کمرے میں گھوم کر تلاشی لینی شروع کر دی۔

لیمپ اس نے میز پر رکھ دیا۔ اور بندوق یوں چھپا لی جیسے کسی کو گولی مارنے والا ہو۔ ماریا کونے میں چپ چاپ کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھ رہی تھی۔

کم بخت سپاہی اس کے قریب آ گیا۔ ماریا جلدی سے پرے ہٹ گئی۔

اس بار پھر اس کے ہاتھ سے لگ کر ایک طشتری فرش پر گر پڑی۔ اب تو سپاہی کو یقین ہو گیا کہ اندر ضرور کوئی موجود ہے۔

مگر وہ نظر کیوں نہیں آ رہا؟ یہ سوچ کر سپاہی کو پسینہ آ گیا۔ اب وہ خود ڈرنے لگا کہ جانے اندر کوئی بھوت آ گیا ہے کہ چیزیں گر کر ٹوٹ رہی ہیں مگر اسے گرانے والا دکھائی نہیں دیتا۔

بھوت پریت کے خوف سے بہت سے لوگوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور پھر وہ سپاہی بے چارہ تو ایک عام گورکھا سپاہی تھا۔ ڈر کے مارے تو اسے پسینہ آ گیا۔

ماریا نے اسے ڈرتے دیکھا تو اور ڈرایا۔ اس نے پھونک مار کر لیمپ بجھا دیا اور زور سے چیخ ماری بس پھر کیا تھا۔

پہرے دار سپاہی کو جیسے کسی نے اچھال کر کیبن سے باہر پھینک دیا۔ اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور بھاگ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ایک انگریز سارجنٹ کچھ سپاہیوں کو لے کر آ گیا۔ ماریا کو معلوم تھا کہ یہ گورکھا بھاگ کر اس کے لیے مصیبت بن جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر ماریا اب کیا کر سکتی تھی۔ انگریز سارجنٹ نے اندر آ کر لیمپ جلایا اور چاروں طرف گھور گھور کر دیکھا یہ لوگ ذرا کم ہی ڈرا کرتے ہیں۔

دوسرے سپاہی اب بھی خوف زدہ تھے۔

سارجنٹ نے کہا۔

"کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ ایک دم بزدل تھا۔ بھاگ گیا۔ یہاں کوئی بھوت نہیں ہے۔ بھوت کہاں سے آ سکتا ہے اس جگہ پر چلو۔ تم لوگ باہر پہرہ دو"۔

ماریا کو اگر نیند آ رہی ہوتی تو وہ اسے ضرور بتاتی کہ وہاں بھوت کس طرح سے آتے ہیں۔ لیکن نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو رہی تھیں وہ چاہتی تھی کہ یہ کم بخت باہر جا کر کیبن کو تالا ڈالیں اور وہ بستر پر گر کر سو جائے۔

چنانچہ سارجنٹ کے حکم پر سب لوگ اس کے ساتھ باہر نکل گئے۔ نئے پہرے دار نے باہر تالا لگا دیا اور ماریا بستر پر لیٹ کر سو گئی۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

اب خدا جانے زیادہ مچھلی کھانے کا اثر تھا کہ سونے کے کوئی آدھ گھنٹے بعد ماریا نے ہلکے ہلکے خراٹے لینے شروع کر دیئے۔

باہر جو نیا سپاہی پہرہ دے رہا تھا۔ وہ بڑے مزے سے کیبن کے سامنے بندوق رکھے ایک سٹول پر بیٹھا چلم پی رہا تھا۔

جہاز رات کے اندھیرے میں سمندر میں بڑے سکون کے ساتھ بہا چلا جا رہا تھا۔ لہروں کی ہلکی ہلکی آواز مسلسل آ رہی تھی سپاہی نے ان لہروں کی آواز میں ایک عجیب سی آواز سنی۔

جیسے کوئی سوتے میں خراٹے لے رہا ہے۔ اس

نے کوئی دھیان نہ دیا۔ سوچا یہ لہروں ہی کی آواز ہو گی۔ بڑے مزے سے دوبارہ چلم پینے لگا۔

لیکن خراٹوں کی آواز اب کچھ زیادہ ہی آنے لگی تھی۔

وہ ذرا ہوشیار ہو گیا۔ اس نے آواز پر کان لگا دیئے۔ اب اسے محسوس ہوا کہ آواز اس کے قریب ہی سے آ رہی ہے۔

ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگا تو یوں لگا کہ آواز کیبن کے اندر آ رہی ہے۔ اس نے دروازے کے ساتھ کان لگا دیا۔

وہ ڈر گیا۔ سچ مچ خراٹوں کی آواز اندر سے آ رہی

تھی۔ اس کو یقین ہو گیا کہ اندر بھوت ہے جو سو رہا ہے۔

خوف سے اس کا ہاتھ کانپا اور چلم لڑھک کر سمندر میں گر گئی۔ وہ دروازے سے اٹھ کر ایک طرف کو بھاگ گیا۔

سیدھا گارڈ روم میں پہنچا۔ اس کی ٹانگیں کھڑکھڑا رہی تھیں۔ چہرہ زرد تھا۔ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ جاتے ہی کرسی پر دھڑام سے گر گیا اور لڑکھڑاتی زبان بھی بولا۔

"بھ۔۔۔بھ۔۔۔بھوت۔۔۔ک۔۔۔س۔۔۔سو رہا ہے"۔

موٹے حوالدار نے کر اس کے سر پر دھپ لگائی۔

اور کہا۔

''کمینے! نمک حرام! کام چور! ڈیوٹی سے بھاگنے کے بہانے بناتا ہے۔ کہاں سو رہا ہے تیرا باپ بھوت''۔

سپاہی بولا۔

''سر! بھوت کے خراٹوں کی آواز اندر سے آ رہی ہے۔ چل کر دیکھ لیں۔۔ بے شک چل کر دیکھ لیں''۔

بھگوان کی قسم بھوت۔۔ بھوت۔ بھوت۔۔۔ سو رہا ہے''۔

''چل بے کام چور! چل کر دکھا مجھے''۔

موٹا حوالدار ڈنڈا لے کر کیبن کے دروازے پر آ گیا۔ جونہی اس نے دروازے کے ساتھ کان لگایا تو ڈر کر اچھل پڑا۔

کم بخت جانے ماریا کو آج کیا ہو گیا تھا۔ کیسی مچھلی کھالی تھی اس نے کہ اب وہ بہت زور زور سے خراٹے لے رہی تھی۔

موٹے حوالدار کی تو گھگھی بندھ گئی۔ دونوں وہاں سے بھاگ اٹھے اور سیدھے انگریز سارجنٹ کے پاس جا کر سارا ماجرا سنا ڈالا۔

انگریز سارجنٹ نے بڑے سکون سے ان کی آسیب کی کہانی سنی اور کرسی سے اٹھ کر کہنے لگا۔

''معلوم ہوتا ہے تم لوگ میری رات کی ڈیوٹی اسی پریڈ میں ختم کرا دو گے کہ کبھی کیبن کے دروازے پر اور کبھی پھر اپنے دفتر میں۔۔۔ چلو میرے ساتھ۔۔۔''

حوالدار اور سپاہی اپنے ساتھ سارجنٹ کو لے کر ماریا کے کیبن کے باہر آ گیا۔

سارجنٹ نے کان لگا کر سنا اندر سے کوئی آواز نہیں آ رہی تھی۔ اس عرصے میں کہیں ماریا نے کروٹ بدلی تھی اور اس کے خراٹے بند ہو گئے تھے۔

سارجنٹ نے ان دونوں کو خوب گالیاں دیں بلکہ ایک دو ڈنڈے بھی مار دیئے۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

''کم بختو! نمک حرامی کرتے ہو۔ کام نہ کرنے کے بہانے ڈھونڈتے ہو۔ خبردار جواب کوئی یہاں سے ہٹا''۔

سارجنٹ اپنے ساتھ حوالدار کو لے کر چلا گیا۔

پیچھے سپاہی پہرے پر رہ گیا۔

تھوڑی دیر بعد ماریا نے پھر سے خراٹے لینے شروع کر دیئے۔ اب جو سپاہی کو خراٹوں کی آواز آئی تو اس کی بے اختیار چیخ نکل گئی اور وہ کیبن کے دروازے کے باہر ہی گرا اور بے ہوش ہو گیا۔

لال برج

آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر کو نیپال سے بنگال آتے ہوئے ماہی گیروں نے دریا سے نکال لیا تھا۔ وہ ان کے پاس ہی ایک جھونپڑے میں رہنے لگا۔

اس نے ماہی گیروں کو اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا تھا کہ وہ بنگال میں اپنے بھائی ناگ اور بہن ماریا کی تلاش میں آیا ہے جو انقلاب میں کہیں کھو گئے ہیں۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

اب وہ وہاں سے کلکتے جانے کی سوچ رہا ہے۔

دوسری طرف ناگ عقاب بن کر جا رہا تھا کہ ایک جگہ پہاڑیوں میں چکمہ ڈاکو عقابوں کے شکار کو نکلا ہوا تھا۔ اس نے جو دیکھا، ایک سفید کلغی والا عقاب آسمان پر اڑتا جا رہا ہے۔

اور بڑی نیچی پرواز کر رہا ہے تو اس نے تیر چلا کر عقاب کو زخمی کر دیا۔ عقاب نیچے گر پڑا۔

یہ عقاب جو کہ ناگ تھا۔ زخمی حالت میں چکمہ ڈاکو کی کمین گاہ میں ہے۔ اس کا بازو زخمی ہے۔

ڈاکو اس کی مرہم پٹی کر رہا ہے۔ ناگ جب تک کہ اس کا زخم اچھا نہ ہو، پھر سے سانپ نہیں بننا چاہتا

www.urdurasala.com

کیونکہ ایسی صورت میں ڈاکو اسے فوراً ہلاک کر دیتے اور کوئی دوسرا جانور یا انسان بھی نہیں بن سکتا۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ عقاب کی شکل میں تو زخم چھوٹا تھا اگر وہ انسان یا کوئی درندہ بن جائے تو خدا جانے زخم اس حساب سے کس قدر بڑا اور مہلک ہو جائے۔

ناگ نے یہی فیصلہ کیا تھا کہ جب تک وہ پوری طرح صحت یاب نہیں ہو گا۔ عقاب کی شکل میں ہی زندہ رہے گا۔ اب ایک اتفاق ہوتا ہے۔

ایک روز چکمہ ڈاکو کا ایک ساتھی ڈاکو عقاب کو ہاتھ پر بٹھائے ایک قریبی قصبے میں دوائی لگانے جا رہا تھا کہ ایک انگریز شکاری کی عقاب پر نظر پڑ گئی۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

اس نے ڈاکو کو بلا کر پوچھا کہ یہ عقاب کس کا ہے؟۔

ڈاکو نے بتایا کہ اس کے مالک کا ہے جو زمیندار ہے اور جسے عقاب پالنے کا شوق ہے انگریز شکاری لندن سے شکار کھیلنے آیا تھا اور واپس اپنے وطن جا رہا تھا۔

اسے عقاب پسند آ گیا۔ سفید کلغی والا عقاب بے حد کمیاب ہوتا ہے۔

اس نے کہا۔

"کیا تمہارا مالک اسے بیچنا پسند کرے گا میں اس کے منہ مانگے دام دے سکتا ہوں"۔

ڈاکو نے کہا۔

"میں اپنے مالک سے بات کروں گا"۔

شکاری بولا۔

"ٹھیک ہے میں یہاں ڈاک بنگلے میں ہی ٹھہرا ہوا ہوں۔ اگر تمہارا مالک مان جائے تو اسے میرے پاس لے آنا"۔

ڈاکو نے جا کر چکمہ سردار سے بات کی۔ وہ سوچ میں پڑ گیا۔

پھر ڈاڑھی کھجا کر کہنے لگا۔

"چلو میرے ساتھ! میں اس شکاری سے ملوں گا"۔

اور وہ ڈاک بنگلے میں آ گیا۔ ڈاک بنگلے میں شکاری انگریز نے کہا۔

"ویل مسٹر زمیندار! ہم کو یہ عقاب پسند آ گیا ہے۔ اگر تم چاہو تو ہم تم کو اس کا دام دو ہزار پونڈ یعنی بیس ہزار روپیہ دے سکتا ہے"۔

چکمہ ڈاکو کی تو باچھیں کھل گئیں۔

جھٹ بولا۔

"صاحب! یہ بڑا قیمتی عقاب ہے۔ میں نے بڑی محنت سے اسے پکڑا ہے اگر تم مجھے تیس ہزار روپیہ دے دو تو میں اسے ابھی تمہارے حوالے کر دوں گا"۔

آخر پچیس ہزار روپے پر سودا ہو گیا۔ عقاب انگریز

شکاری کے حوالے کر دیا گیا۔

شکاری نے روپے اسی وقت ادا کر دیے۔ یہ سودا ہوتے ناگ بھی دیکھ رہا تھا۔

سوچ رہا تھا، چلو ایک سنگدل ڈاکو سے نجات ملی۔

زخم کوئی ان میں اچھا ہو جائے گا پھر اس انگریز شکاری سے بھی نجات حاصل کر لوں گا

انگریز شکاری کا نام مسٹر گرانڈ لے تھا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔ جس کا شوق صرف عقاب پالنا اور ہاتھی کا شکار کھیلنا تھا۔

وہ ایک مہینے سے بنگال کے جنگلوں میں شکار کھیل رہا تھا اور اب واپس ولائت جانے کی تیاریاں کر رہا

تھا۔

اس کا جہاز کلکتے کی بندرگاہ سے دس روز بعد روانہ ہونے والا تھا جس میں اس کی سیٹ بک ہو چکی تھی۔ اس کی ناگ کو خبر نہیں تھی۔

مسٹر گرانڈ لے نے عقاب کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال شروع کر دی۔ زخم کافی گہرا تھا۔ تیر بازو کو چیرتا ہوا نکل گیا تھا۔

شکاری گرانڈ لے کی روانگی کی تاریخ آ گئی اس نے بوریا بستر باندھا اور کلکتہ آ گیا۔ یہاں وہ ایک سرکاری ڈاک بنگلے میں اترا۔

اس نے ایک ولائتی ڈاکٹر سے عقاب کے زخم

کے بارے میں بات کی تو اس نے کہا۔

عقاب کا زخم اس لیے اچھا نہیں ہو رہا کہ وہ ہلتا جلتا رہتا ہے۔ میں تمہیں ایک دوائی دیتا ہوں۔ وہ عقاب کو گوشت میں ملا کر کھلا دو۔

عقاب کم از کم ایک مہینے تک بے ہوش رہے گا۔ اس عرصے میں وہ باقاعدہ سانس لیتا رہے گا۔ تم دوائی باقاعدگی سے لگاتے رہنا۔ ایک مہینے میں زخم بالکل اچھا ہو جائے گا۔

شکاری گرانڈلے نے پوچھا۔

"بڑا قیمتی عقاب ہے میرا۔ اسے کچھ نقصان تو نہیں پہنچے گا؟"۔

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میرا تجربہ چالیس سال کا ہے۔ میں نے اس دوائی سے بڑے بڑے جانوروں کے مہلک زخم اچھے کیے ہیں۔

تم بے فکر ہو کر عقاب کو یہ دوائی کھلا دو ایک مہینے بعد وہ انگلستان کی فضاؤں میں اڑ رہا ہو گا۔

شکاری گرانڈلے دوائی لے کر ڈاک بنگلے پر آ گیا۔

شام کو اس کا جہاز کلکتے سے روانہ ہونے والا تھا۔

اس نے گوشت میں دوائی ملائی اور ناگ کو جا کر کھلا دی۔

ناگ کو کیا معلوم تھا کہ یہ دوائی اس پر کیا اثر کرے گی۔

وہ بڑے مزے سے اسے کھا گیا کوئی دس پندرہ منٹ بعد اس کا سر چکرانے لگا۔ آنکھوں کے آگے دھند سی چھانے لگی

وہ پیتل کی سلاخ پر بیٹھا تھا۔ شکاری گرانڈلے نے ناگ کو گردن گراتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اس نے اسے تھام لیا۔

چونک اٹھا کر دیکھا تو وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ شکاری گرانڈلے نے ناگ کے لیے ایک بڑا نرم نرم بستر بنالیا تھا جس میں سنبل کے تکیے لگے تھے۔ عقاب

کو بڑی شان سے وہاں لٹا دیا گیا۔ عقاب مکمل طور پر بے ہوش ہو چکا تھا۔

شکاری گرانڈلے نے اپنے نوکر کو ہدایت کر دی کہ ٹھیک وقت پر گوشت کی یخنی عقاب کے منہ میں ڈالی جائیگی اور ہر روز صبح شام اسے گرم پانی سے صاف کیا جائے اور روزانہ صبح کے وقت زخم کی پٹی بدلی جایا کرے گی۔

عقاب یعنی ناگ بے ہوش تھا، اسے کوئی خبر نہ تھی کہ وہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک بہت بڑے جہاز میں سوار ہو چکا ہے جو لندن جا رہا ہے۔

اسی روز شام کو جہاز نے آخری وسل دی اور کئی

انگریز مردوں عورتوں بچوں کو ساتھ لے کر بنگال کے دریائے ہگلی میں تیرتا ہوا ولایت کی طرف روانہ ہو گیا۔

یہ کافی بڑا جہاز تھا اس میں ایسے انگریز تاجر بھی سوار تھے جو غدر کے بعد ہندوستان سے کئی من سونا اور زیورات اور ہیرے جواہرات مغلیہ بادشاہ کے محل اور اودھ کے شاہی محلات سے لوٹ کر انگلستان جا رہے تھے۔

یہ جواہرات اور سونا بڑے بڑے صندوقوں میں بند تھا۔ اور جہاز کے نیچے والے تہہ خانوں میں رکھا ہوا تھا۔

جہاز کے کپتان کو ان لوٹ مار کے جواہرات اور سونے کی حفاظت کے لیے کافی رشوت دے رکھی تھی۔ چنانچہ کپتان نے تہہ خانوں کی چابی خاص اپنی جیب میں رکھی ہوئی تھی تاکہ اس کے سوا دوسرا کوئی بھی ان ہیرے جواہرات اور سونے کے زیورات سے بھرے ہوئے صندوقوں کے پاس نہ پہنچ سکے۔

یہ لوگ انگلستان میں غریبی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ لیکن اب کروڑوں روپے کا سونا اور جواہرات لوٹ کر لے جا رہے تھے اور بڑے خوش تھے۔

دل میں بے چینی سی لگی تھی کہ کاش وہ اڑ کر اپنے سامان کے ساتھ انگلستان پہنچ جائیں۔ لیکن اس

زمانے میں بحری جہاز کوئلے سے چلا کرتے تھے اور ان کی رفتار بہت سست ہوتی تھی۔

بس آہستہ آہستہ سمندر میں چلتے رہا کرتے تھے۔

پیارے قارئین! اس جہاز کو تو ہم انگلستان کی طرف جاتے ہوئے اسی جگہ یعنی سمندر میں چھوڑتے ہیں اور واپس چل کر ماریا کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

ماریا جس جہاز میں زمان خاں کے ساتھ سفر کر رہی تھی، وہ اپنی منزل پر پہنچنے ہی والا تھا۔ کلکتے کی بندر گاہ پر پہنچنے میں صرف دو روز باقی رہ گئے تھے۔

جہاز کے کپتان نے کلکتے کی پولیس کو کبوتر کے

ذریعے پیغام بھجوایا دیا تھا کہ جیل سے بھاگا ہوا مفرور قاتل زمان خان پکڑا جا چکا ہے اور جہاز کی حوالات میں ہے۔

چنانچہ کلکتے کی پولیس نے اسے گرفتار کرنے کا بڑا زبردست بندوبست کر رکھا تھا جس روز جہاز کو بندرگاہ پر آ کر لگنا تھا اس روز وہاں پولیس بھاری تعداد میں موجود تھی۔

جہاز ابھی سمندر میں ہی تھا کہ ماریا جہاز کی نچلی منزل میں اتر کر حوالات میں زمان خاں کے پاس گئی اس نے اسے بلا کر کہا۔

کسی بات پر گھبرانا نہیں۔ یہاں سے میں نے

تمہیں فرار کروانے کی کوشش کی تو زبردست قتل و خون ریزی کا خطرہ ہے۔

ہو سکتا ہے اس لڑائی میں کوئی پولیس والا تم پر اس خیال سے گولی چلا دے کہ تم کہیں بھاگ نہ جاؤ۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم بڑے اطمینان سے پولیس کی حفاظت میں چلے جاؤ۔

یہ لوگ شہر میں تمہیں جس مقام پر قید کر کے رکھیں گے میں وہیں سے تمہیں نکال لے جاؤں گی۔

زمان خاں بولا۔

”ٹھیک ہے بہن ماریا! میں ہر حالت میں مطمئن اور خوش ہوں تم جیسا کہو گی ویسے ہی کروں گی“۔

جہاز بندرگاہ پر آ کر لگ گیا۔

ایک دم سے پولیس نے وہاں گھیرا ڈال لیا۔ کسی مسافر کو نیچے اترنے کی اجازت نہیں تھی۔ سیڑھی لگا دی گئی۔

زمان خان کو زنجیروں اور بیڑیوں میں جکڑ کر بندوق بردار پولیس کی حفاظت میں جہاز سے اتار کر ایک گھوڑا گاڑی میں بند کر دیا گیا اور گھوڑا گاڑی بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئی۔

یہ منزل کلکتہ شہر کا لال خونی برج تھا۔ یہ برج شہر سے دور ایک جھیل کے کنارے مٹی کے ٹیلے پر بنا ہوا تھا۔

ماریا گھوڑا گاڑی میں زمان کے ساتھ لال برج تک گئی۔ زمان خان کو یہاں ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

باہر بندوق بردار سپاہی پہرہ دینے لگے۔ یہ کوٹھڑی پھانسی پانے والے قاتلوں کے لیے مخصوص تھی۔

اس کا ایک ہی دروازہ جس پر لوہے کا موٹی سلاخوں والا جنگلہ چڑھا ہوا تھا۔ پیچھے ایک روشندان تھا جو چھوٹا سا تھا اور اس میں بھی لوہے کی سلاخیں لگی تھیں۔

ماریا کوٹھڑی کے باہر کھڑی وہاں کا جائزہ لیتی

رہی۔ پھر اس نے خاص سیٹی بجا کر زمان خان کو اطلاع کر دی کہ فکر نہ کرو۔

میں یہاں موجود ہوں۔ اس کے بعد وہ لال برج سے نکل کر جھیل کنارے آ کر بنچ پر بیٹھ گئی اور سوچنے لگی کہ زمان خان کو لال برج سے نکالنے کی کیا ترکیب کی جائے۔

اسے یقین تھا کہ انگریز اب زیادہ وقت نہیں دے گا اور زمان خان کو آج نہیں تو کل پھانسی پر چڑھا دیا جائے گا۔

اس کے خیال میں صرف آج کی رات ہی باقی تھی۔ جو کچھ اسے کرنا تھا، آج کی رات میں ہی کر لینا

چاہیے تھا۔

وہ سوچتی رہی۔ سوچتی رہی۔ اس کی سمجھ میں ی کچھ نہیں آ رہا تھا۔

دو پہر گزرتی جا رہی تھی۔ آخر وہ وہاں سے اٹھی اور قریبی بستی میں آ گئی۔ یہاں ایک مندر اسے نظر آیا جس میں کسی دیوی کے بت کی پوجا ہو رہی تھی۔

ماریا مندر میں داخل ہو گئی۔ عورتیں اور مرد پوجا پاٹھ کر رہے تھے۔ پجاری بیٹھا بڑے مزے سے بھجن گا رہا تھا۔

ماریا کے دماغ میں ایک ترکیب آئی۔ جب پوجا ختم ہوئی اور پجاری اکیلا رہ گیا تو ماریا چپکے سے دیوی

کے بت کے آگے جا کر کھڑی ہو گئی۔

اس نے ایک جلتے ہوئے دیئے کو اٹھا کر ذرا اوپر رکھ دیا۔ پجاری نے جو دیئے کو اپنے آپ ایک جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ پر جاتے دیکھا تو ششدر ہو کر رہ گیا۔

ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

''ہے دیوی گنگا میا! جے ہو تیری! جے ہو تیری!''۔

تیر ٹھیک نشانے پر لگا تھا۔ ماریا نے بھاری سی آواز نکال کر کہا۔

''سنو پجاری! میں دیوی گنگا میا بول رہی

ہوں"۔

پجاری تو تھر تھر کانپنے لگا۔ جھٹ سے سجدے میں گر گیا اور گڑگڑانے لگا۔

"ہے گنگا میا! میرے گناہ معاف کر دے۔ میں پوجا کے حساب میں گڑ بڑ کرتا تھا۔ مجھے معاف کر دے"۔

ماریا نے کہا۔

سیدھے ہو کر بیٹھ جاؤ اور میری بات غور سے سنو! میں ایک خاص مقصد لے کر یہاں آئی ہوں۔

میں نے تمہاری غلطی کو معاف کر دیا۔ سنو! اس شہر میں ہمارا ایک دیش بھگت، ہمارا ایک بھائی انگریزوں

کی قید میں ہے۔

اسے میں بچا کر یہاں مندر میں لاؤں گی۔ تمہارا فرض ہوگا کہ اسے ایسی جگہ چھپاؤ جہاں کسی کی نظر نہ پڑ سکے۔

اس کے کھانے پینے کا خیال رکھو اور جب تک حکم نہ دوں۔ اسے اسی جگہ پر رہنے دو۔

پجاری نے سر جھکا کر کہا۔

"جو حکم دیوی گنگا میا! میں دیش بھگت جی کے لیے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔ وہ کب آئے گا دیوی؟"۔

"آج رات کسی وقت وہ تمہارے پاس پہنچ

جائے گا۔ اچھا اب میں جاتی ہوں“۔

پجاری نے رک رک کر کہا۔

”ہے گنگا میا! میری ایک عرض بھی سن لو“۔

”کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“۔

ماریا نے کہا۔

پجاری بولا۔

”گنگا میا! پوجا کی رکھشنا سے گذارہ نہیں ہوتا بڑی تنگی کے دن آ گئے ہیں کچھ مہربانی کرو میرے حال پر“۔

ماریا ہنس پڑی۔

بڑا مکار تھا یہ پجاری۔ اپنا مطلب نہیں بھولا۔ خیر

ماریا نے کہا۔

”فکر نہ کرو۔ تمہارا بھی بندوبست کر دیا جائے گا“۔

ماریا وہاں سے نکل کر سیدھی جھیل کے پار لال برج کی دیوار کے قریب آ کر رک گئی۔ دیوار کی پچھلی جانب لال برج کا روشندان دور اوپر نظر آ رہا تھا۔

اگر زمان خان اس روشندان کے ساتھ والی دیوار سے اتر کر یہاں آ جائے تو اسے رات کے اندھیرے میں فرار کیا جا سکتا ہے۔

کیونکہ سامنے والے دروازوں اور سیڑھیوں سے اتر کر نیچے آنا بڑا مشکل تھا۔

قدم قدم پر بندوقوں کا پہرہ تھا۔ ماریا کس کس کو ہلاک کرتی۔

وہ لال برج کی عمارت میں آ گئی۔ اسے کسی نے نہ دیکھا۔

وہ اوپر والی منزل میں آ کر ایک کمرے میں داخل ہوئی جہاں پرانا سامان پڑا تھا۔

یہاں اسے ایک مضبوط رسی مل گئی۔ ماریا نے رسی اٹھا کر اپنے کندھے پر رکھی اور اس سے بھی اوپر والی منزل میں آ گئی۔

یہ لال برج کی سب سے آخری منزل تھی اور اسی منزل کی ایک اندھیری کوٹھڑی میں زمان خان قید تھا۔

یہاں اسے سپاہیوں کی باتوں سے معلوم ہوا کہ آج ہی رات پچھلے پہر زمان خان کو پھانسی دی جانے والی تھی۔

وہ ٹھیک وقت پر آئی تھی۔ وہ کوٹھڑی کے پیچھے دیوار کی منڈیر پر آ کر رک گئی۔

نیچے کھائی نظر آ رہی تھی۔ ماریا نے ایک جگہ رسی چھپا کر رکھ دی اور رات کے اندھیرے کا انتظار کرنے لگی۔

اس عرصے میں کوٹھڑی کے باہر آ کر اس نے سیٹی بجا کر زمان خان کو اپنی موجودگی سے باخبر کیا۔

زمان خان زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ چونک کر

اس نے سلاخوں والے دروازے کی طرف دیکھا۔ پہرے دار نے بھی ادھر ادھر نگاہ دوڑائی کہ یہ سیٹی کس نے بجائی تھی۔

لیکن وہ تو کبھی ماریا کو نہ دیکھ سکتا تھا۔ ماریا نے ایک بار پھر سیٹی بجائی۔ پہرے دار اب سٹول سے اٹھ کر پیچھے جا کر دیکھنے لگا کہ یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے۔

وہ ذرا پرے گیا تو ماریا نے موقع غنیمت جان کر سرگوشی میں کہا۔

"آج رات زمان!"۔

"ٹھیک ہے ماریا"۔

پہرے دار لپک کر کوٹھڑی کے آگے آ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے شاید آواز سن لی تھی۔ زمان خان کی طرف دیکھ کر بولا۔

"ویل! تم نے کس سے بات کیا قیدی؟"

زمان خان نے بے نیازی سے کہا۔

"اپنے آپ سے۔ میں اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ کیا کروں۔ یہاں تو کوئی بات کرنے والا ہے نہیں پھر مجبوراً مجھے اپنے آپ سے باتیں کرنا پڑتی ہیں"۔

پہرے دار کو یقین نہ آیا۔ پھر بھی چونکہ وہاں اور کوئی بھی نہیں تھا۔

اس لیے وہ مطمئن سا ہو کر اپنی جگہ پر پہرہ دینے لگا۔ رات ہو گئی لال برج کی کوٹھڑیوں میں لیمپ روشن ہو گئے۔

مگر زمان خان کی کوٹھڑی میں اندھیرا تھا صرف کوٹھڑی سے باہر ایک طاق میں پہرے دار کے سر کے اوپر لیمپ جل رہا تھا۔

جس کی روشنی بڑی ناکافی تھی۔ ادھر پھانسی گھر میں زمان خان کو پھانسی پر چڑھانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔

ماریا ایک کمرے کے قریب سے گذری تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہے۔

اس نے یونہی اندر جھانک کر دیکھا ایک طرف دیوار کے ساتھ پادریوں والا لمبا چغہ اور ٹوپی لٹک رہی تھی۔

ماریا کو ایک خیال آیا۔ اس نے جلدی سے وہ چغہ اور ٹوپی اتار کر سنبھالی اور زمان خان کی کوٹھڑی کے پاس واپس آ گئی۔

سپاہی پہرے پر چاق و چوبند کھڑا تھا۔

ماریا نے سیٹی بجا کر زمان خان کو خبر کر دیا وہ ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا

سمجھ گیا کہ ماریا آ گئی ہے اور عمل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔

سپاہی چونکا کہ یہ سیٹی کس نے بجائی ہے۔ ماریا نے ایک بار پھر سیٹی بجائے۔

اب سپاہی نے جھانک کر کوٹھڑی میں دیکھا۔ یہی حملے کا وقت تھا۔ ماریا نے سپاہی کو زور سے لات ماری وہ سلاخوں پر جا کر گرا۔

بندوق اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ ماریا نے بندوق اٹھا کر سپاہی کی گردن پر رکھی اور کہا۔

"دروازہ کھولو۔ خبردار اگر شور مچایا تو میں بندوق چلا کر تمہاری گردن اڑا دوں گی"۔

سپاہی کانپنے لگا۔ اسے نہ تو بندوق نظر آ رہی تھی۔ اور نہ بندوق والی۔

ہاں بندوق کی ٹھنڈی نالی اس کی گردن پر ضرور لگی تھی۔ وہ پتھر سا بن کر رہ گیا۔

ماریا نے بندوق اس کی گردن پر چبھو کر کہا۔

"جلدی کرو۔ نہیں تو میں فائر کر دوں گی جو میں کہتی ہوں اس پر عمل کرو۔ جلدی کھولو دروازہ"

سپاہی نے چابی نکال کر دروازہ کھول دیا۔ ماریا بندوق کے سہارے سپاہی کو کوٹھڑی کے اندر لے گئی۔ اندر جا کر اس نے زور سے بندوق کا بٹ سپاہی کے سر پر مارا وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

"زمان ! سپاہی کی جیب سے چابی نکال کر زنجیروں کے تالے کھول دو جلدی کرو۔ وقت کم

ہے"۔

زمان خان نے ہاتھ آگے بڑھا کر سپاہی کی جیب سے چابی نکال کر زنجیروں کے تالے کھولنے شروع کر دیے اس دوران میں ماریا بندوق لیے سلاخوں والے کھولے دروازے کے پاس کھڑی رہی کہ اگر کوئی ادھر آ گیا تو وہ اس سے بھی نمٹ سکے

تھوڑی ہی دیر میں زمان خان زنجیروں سے آزاد ہوگیا ماریا نے پادریوں والا لبادہ اور ٹوپی اس کی طرف پھینک کر کہا۔

"یہ لباس پہن کر پادری بن جاؤ اور خاموشی سے سر جھکائے باہر نکلتے چلو کوئی پوچھے تو سر جھکا کر سلام کر

پھانسی کی کوٹھڑی (تیز رنگ ماریا قسط نمبر 57)

کے گذر جانا"۔

زمان خان نے لبادہ پہن کر ٹوپی سر پر اوڑھ لی۔ وہ بالکل پادری بن گیا اور کوٹھڑی سے نکل کر تاریک راستے سے گذرنے لگا

ماریا بندوق سنبھالے اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ جب وہ دالان میں آیا تو ایک سپاہی اس کے قریب آ کر بولا۔

"فادر آپ کو کس کی تلاش ہے؟"۔

زمان خان نے سر جھکا کر سلام کیا اور آگے گزرنے لگا تھا کہ سپاہی کو کچھ شک سا ہوا اس نے جھک کر پادری کو دیکھا اور چونک کر بولا۔

"تم ۔۔قیدی ۔۔"

یہ لفظ اس کے منہ میں ہی تھا کہ پیچھے سے اس کے سر پر بندوق کا دستہ پڑا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑا۔

"ادھر ۔۔۔زمان خان ادھر دیوار کی طرف ۔ وہاں میں نے رسی چھپا رکھی ہے"

زمان خان نے رسی نکال کر برج کے ایک کنگرے سے باندھی اور نیچے پھینک دی۔

ماریا نے کہا۔

"یہ لو بندوق ۔اسے لبادے میں چھپالو تم نیچے اتر کر جھیل کنارے والے درختوں میں میرا انتظار کرو۔ میں سیڑھیوں سے اتر کر آئی ہوں"۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

زمان خان نے بندوق اپنے لبادے میں چھپالی اور رسی کے ذریعے نیچے کھائی میں اترنے لگا۔ ماریا تیزی سے سیڑھیاں اتر کر دوسری اور پھر نیچے والی پہلی منزل میں آ گئی۔

ابھی تک وہاں کسی کو پتہ نہیں چلا تھا کہ جس مجرم کو انہیں رات کے پچھلے پہر پھانسی دینی ہے وہ فرار ہو گیا ہے۔

دروازے کے پاس ماریا نے ایک افسر اور جلاد اور پادری کو دیکھا کہ وہ زمان خان کو پھانسی دینے کے لیے اندر جا رہے تھے۔

ماریا لپک کر جھیل والے درختوں کے جھنڈ میں آ

گئی۔ زمان خان اس کا انتظار کررہا تھا۔

ماریا نے اسے ساتھ لیا اور جھیل کے دوسرے کنارے والے مندر میں آ گئی۔ پجاری ابھی تک دیوی کے بت کے آگے سر جھکائے بیٹھا تھا۔ ماریا نے مندر کا دروازہ بند کردیا۔

پجاری نے سر اٹھا کر اپنے سامنے ایک پادری کو دیکھا تو حیرانی سے پوچھا۔

''فادر! آپ اس وقت کیسے تشریف لائے؟''۔

اس سے پہلے کہ زمان خان کوئی جواب دے۔ ماریا نے کہا۔

پجاری! یہ وہی دیش بھگت ہے۔ جس کی حفاظت

کے لیے میں نے تمہیں کہا تھا۔

اسے کہیں چھپا دو۔ میں تمہیں دولت سے مالا مال کردوں گی۔ میں دیوی گنگامیا بول رہی ہوں۔

پجاری بڑے ادب سے سر جھکا کر اٹھا اور زمان خان سے بولا۔

''دیش بھگت جی! میرے ساتھ آجائیں''۔

زمان خان کو ساتھ لے کر پجاری مندر کی سب سے پچھلی کوٹھڑی میں چلا گیا۔

یہاں فرش پر ایک جگہ سے پتھر کی سل ہٹائی تو نیچے تہہ خانے میں سیڑھیاں جاتی تھیں۔ پجاری نے ادب سے کہا۔

"مہاراج! نیچے تہہ خانے میں چلے جائیں۔ یہاں اگر آپ ساری زندگی بھی گذار دیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ آپ کو ہر شے نیچے پہنچتی رہے گی"۔

زمان خان نیچے اتر گیا۔

ماریا نے کہا۔

"مہاراج! نیچے تہہ خانے میں چلے جائیں یہاں اگر آپ ساری زندگی بھی گذار دیں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی۔ آپ کو ہر شے نیچے پہنچتی رہے گی"۔

زمان خان نیچے اتر گیا۔

ماریا نے کہا۔

"پجاری! تم ابھی اوپر ہی کھڑے رہو۔ میں خود نیچے جا کر دیکھتی ہوں کہ جگہ کیسی ہے"۔

"جو حکم گنگا میا!"

پجاری نے جھک کر کہا

تہہ خانے بڑا محفوظ تھا۔ تنگ سی جگہ تھی۔ زمین پر بستر لگا تھا ایک کھڑکی بھی تھی جس سے خدا جانے کہاں سے ہلکی ہلکی ٹھنڈی ہوا بھی آ رہی تھی۔ ماریا نے زمان سے کہا۔

"اب تم یہاں اطمینان کے ساتھ اس وقت تک رہو۔ جب تک کہ میں تمہارے لیے کسی قافلے کے ساتھ روانہ ہونے کا بندوبست نہیں کر لیتی۔

پھر تم قافلے کے ساتھ اپنے غیر علاقے کی طرف روانہ ہو جانا۔ کیا وہاں پہنچ کر تم ان دشمنوں سے محفوظ ہو جاؤ گے؟۔

زمان خان کہنے لگا۔

''وہاں پہنچ کر مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہوگی۔ غیر علاقے میں انگریز کا باپ بھی داخل نہیں ہو سکتا''۔

ماریا نے باہر آ کر اپنے سامنے پجاری سے سل فرش پر رکھوائی اور اسے تاکید کی کہ وہ دیش بھگت کی خاص طور پر خبر گیری کرے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو کہ وہ وہاں چھپا ہوا ہے۔

پجاری نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''گنگا میا! میری جان بھی چلی جائے مگر دیش بھگت پر آنچ نہ آنے دوں گا''۔

ماریا نے جاتے ہوئے کہا۔

''تمہارے لیے میں بندوبست کر دوں گی''۔

ماریا مندر کے باہر ہی ایک جگہ گھاس پر لیٹ گئی کہ رات تو گذرے۔

تھوڑی دیر بعد اسے نیند آ گئی۔ آنکھ اس وقت کھلی جب آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔ اس نے اٹھ کر مندر کی باؤلی پر منہ ہاتھ دھویا۔

وہیں پرشاد وغیرہ تقسیم ہو رہا تھا۔ پرشاد کھایا اور شہر کے مغربی کنارے پر آ گئی۔ اس نے پجاری سے

ان تمام علاقوں کی معلومات حاصل کر لی تھیں۔ جہاں سے قافلے، اونٹوں، گھوڑوں اور بیل گاڑیوں پر صوبہ سرحد کی جانب روانہ ہوتے تھے۔

اسے پتہ چلا کہ ایک قافلہ دو روز بعد روانہ ہونے والا ہے۔ اس نے دیکھا کہ شہر میں پولیس جگہ جگہ گشت کر رہی تھی۔

مفرور قیدی زمان خان کی تلاش میں فوج اور پولیس ہر جگہ چھاپے مار رہی تھی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ یہاں سے زمان خان کو قافلے کے ساتھ روانہ کرانا خطرناک بات ہو سکتی ہے کیونکہ نہ ایسا کیا جائے کہ زمان آگے کسی شہر میں کر اس قافلے میں

شریک ہو جائے۔

وہ واپس مندر میں آ گئی۔ یہاں اس نے زمان سے بات کی۔ اس نے بھی اس خیال کو پسند کیا۔ اب اس نے پجاری کو حکم دیا کہ وہ دو اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کا بندوبست کرے۔

اس کے لیے ماریا نے پجاری کو کچھ سونا دیا۔ یہ سونا ماریا نے جہاز کے کپتان کے کیبن سے حاصل کیا تھا اور کسی ایسے مشکل وقت کے لیے ہی چھپا کر رکھا ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد پجاری دو گھوڑے خرید کر لے آیا جن پر زین وغیرہ کسی ہوئی تھی۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

جب شام گہری ہو گئی اور رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل گیا تو ماریا نے زمان کو ساتھ لیا۔ اسے پادریوں کا لباس پہنچایا اور شہر سے باہر جانے والی سڑک پر آ گئی۔

دریا عبور کر کے وہ بڑی سڑک پر ہو گئے۔ یہ سڑک کلکتے سے سیدھی سرحد کے علاقے کو جاتی تھی اور بڑی پرانی سڑک تھی۔

قافلے اسی پکی سڑک پر سفر کیا کرتے تھے۔ آدھی رات تک وہ گھوڑوں پر سفر کرتے رہے۔

راستے میں ایک جگہ کچھ انگریز فوجی پڑتال کر رہے تھے۔ انہوں نے پادری کو گھوڑے پر سوار دیکھا تو راستہ چھوڑ دیا۔

ایک گھوڑا اس کے ساتھ خالی تھا۔ لیکن اصل میں اس پر ماریا سوار تھی۔ جو انہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ایک فوجی نے پوچھا

”فادر! یہ خالی گھوڑا کس لیے ہے؟“۔

زمان خان نے کہا۔

جب میرا گھوڑا بوجھ اٹھا کر تھک جائے گا تو میں اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤں گا“۔

”خدا حافظ!“۔

یہ پڑاؤ بھی گذر گیا۔ یہ اس سفر کا شہر کی جانب

سے آخری پڑاؤ اور پوسٹ تھی۔ دوسرے روز وہ ایک شہر میں پہنچ گئے۔

ماریا نے زمان سے کان میں کہا۔

بھائی! اب میرا وعدہ پورا ہو گیا ہے۔ میں یہاں سے واپس جاتی ہوں۔ کیونکہ مجھے بھی اپنے بھائی عنبر اور ناگ کو تلاش کرنا ہے۔

تم یہاں سے اپنے وطن کی طرف جاؤ۔ امید ہے تمہارا سفر حفاظت سے کٹ جائے گا۔

راستے میں اب کوئی تمہیں نہیں پوچھے گا۔ آگے جا کر تم قافلے میں شامل ہو جانا۔

زمان خان نے ماریا کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

گھوڑا آگے بڑھا دیا

ماریا وہاں سے پیچھے کی طرف چل پڑی۔ جب وہ پوسٹ پر پہنچی تو فوجیوں نے دیکھا کہ فادر کا گھوڑا اکیلا ہی واپس آ رہا ہے۔

انہوں نے آگے بڑھ کر گھوڑے کو پکڑنا چاہا تو ماریا نے اسے چابک مار کر دوڑا دیا۔

ایک فوجی نے اپنا گھوڑا پیچھے لگا دیا۔

باقی کھڑے ہنستے رہے۔ انہیں یقین تھا کہ ان کا ساتھی فادر کے خالی گھوڑے کو ضرور پکڑ کر لے آئے گا۔

کافی دور تک کچی سڑک پر گھوڑا دوڑتی رہی۔ ماریا

گھوڑے کو لے سڑک سے ہٹ کر ایک جنگل میں داخل ہوگئی۔

کم بخت انگریز فوجی اس کا پیچھا ہی نہیں چھوڑ رہا تھا۔ اس نے بھی گھوڑا پیچھے ڈال دیا۔ اور جنگل میں داخل ہوگیا۔

ماریا نے ایک مدت کے بعد گھوڑا سواری کی تھی۔ وہ تھک گئی۔ آخر ایک جگہ روک کر وہ نیچے اتر آئی۔

گھوڑے کو وہ اپنے پاس ہی رکھنا چاہتی تھی۔

اسے شہر کلکتے تک پہنچنے کے لیے گھوڑے کی اشد ضرورت تھی۔ وہ کبھی گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ وہ انگریز فوجی گھوڑا لے جائے۔

انگریز فوجی بھی گھوڑے سے اتر پڑا اور ماریا کے گھوڑے کی طرف بڑھا ماریا نے زور سے چیخ ماری۔

اس کی چیخ کی آواز سن کر گھوڑا بدک گیا۔ انگریز فوجی پر دہشت طاری ہوگئی۔

ماریا نے بھیانک آواز میں کہا۔

"واپس بھاگ جاؤ نہیں تو تمہیں کچا کھا جاؤں گی۔ میں اس علاقے کی سب سے بڑی خوفناک چڑیل ہوں"۔

انگریز فوجی خدا جانے کہاں سے ہمت کر کے اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور ایسا پیچھے بھاگا کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔

ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا کہ بلا سر سے ٹلی اور گھوڑے پر سوار ہو کر شہر کلکتہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ رات پڑ چکی تھی کہ اس نے دریا عبور کیا اور شہر کی فصیل میں داخل ہوئی۔

کہیں کہیں مشعلیں اور لیمپ روشن ہو گئے تھے۔ وہ کہاں جائے؟ اسے پجاری کا خیال آ گیا۔ پجاری کا مندر رہائش کے لیے موزوں رہے گا۔

چنانچہ وہ اس مندر میں آئی۔ اس نے اپنے لیے تہہ خانہ چن لیا۔ دن بھر وہ شہر میں گھوم پھر کر عنبر اور ناگ کو تلاش کرتی اور رات کو تہہ خانے میں آ کر سو جاتی۔

تیسرے روز کی بات ہے کہ شاید مندر سے کسی نے مخبری کر دی اور پولیس سارجنٹ نے آگے بڑھ کر مندر کا دروازہ لات مار کر کھول دیا۔ پجاری ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہمیں معلوم ہوا ہے کہ مفرور قاتل زمان خان کو تم نے یہاں کسی تہہ خانے میں چھپا رکھا ہے۔ ہم تلاشی لینے آئے ہیں"۔

سارجنٹ پولیس کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔

پجاری نے کہا

"صاحب! یہ گنگا میا کا مندر ہے۔ یہاں کوئی مفرور قاتل نہیں۔ مندر کی توہین کرنا پاپ ہے۔ گنگا

میا آپ کو کبھی معاف نہیں کرے گی"۔

سارجنٹ گورا تھا۔ اس نے ہنٹر زور سے پجاری کی گردن پر مار کر کہا۔

"شٹ اپ یو فول!"

سپاہی مندر کی تلاشی لینے لگے۔ آخر انہیں ایک جگہ فرش ذرا سا اکھڑا ہوا نظر آ گیا۔ انہوں نے سل ہٹائی تو پیچھے تہہ خانہ تھا۔

سارجنٹ نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

ابھی ہم تم کو تمہارے جھوٹ کی سزا دے گا۔ تم نے اسی تہہ خانے میں قاتل لوگ چھپا رکھا ہے۔

پجاری بولا۔

پھانسی کی کوٹھڑی (تیزگام ماریا قسط نمبر 57)

"سرکار! یہاں تو میں خود رہتا ہوں۔ تہہ خانہ تو بالکل خالی ہے۔ بے شک جا کر دیکھ لیں"۔

"ابھی معلوم ہو جاتا ہے"

سارجنٹ نے ایک سپاہی کو تہہ خانے میں بھیجا۔

ماریا تہہ خانے میں آرام کر رہی تھی۔ شور سن کر اٹھ بیٹھی اور دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔

پولیس کے سپاہیوں کو دیکھا تو سمجھ گئی کہ یہ لوگ زمان خان کی تلاش میں آئے ہیں۔ سپاہی نے مشعل روشن کر لی تھی اور وہ کونے کونے میں جھک کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے آواز دی۔

"سر! یہاں کوئی نہیں ہے"۔

سارجنٹ نے اوپر ہی سے کہا۔

"غور سے دیکھو حوالدار! قاتل یہیں کہیں چھپا ہوا ہے"۔

سپاہی نے اور زیادہ چیزوں کو الٹ پلٹ کر دیکھنا شروع کر دیا۔ ماریا کبھی اس کونے میں ہو جاتی۔ کبھی اس دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو جاتی۔

اس خیال سے کہ کہیں وہ سپاہی کے ساتھ ٹکرا نہ جائے۔ سپاہی جب دوسری بار سارے تہہ خانے کی تلاشی لے چکا اور اسے کچھ نہ ملا تو منہ اوپر کر کے بولا۔

"سر! تہہ خانے میں کچھ بھی نہیں ہے"۔

"ٹھیک ہے حوالدار! اوپر آ جاؤ"۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57

سپاہی سارجنٹ گورے کے حکم پر تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ اب ساری مصیبت پجاری پر آ گئی۔

گورے سارجنٹ نے پجاری کو پکڑ کر ساتھ لیا۔

"چلو تھانے چلو۔ وہاں چل کر تم سے پوچھے گا اور تم خود بخود ہم کو بتا دے گا کہ تم نے قاتل زمان خاں کو کہاں چھپا رکھا ہے"۔

مندر کے سارے لوگ پجاری کو مایوسی سے دیکھتے رہ گئے۔ پجاری نے مشکل وقت میں ماریا کا ساتھ دیا تھا۔

اب اسے اکیلا چھوڑ دینا کسی طرح بھی مناسب نہ تھا۔ ماریا اسی وقت سپاہیوں کی گارد کے ساتھ ہو

گئی۔

پجاری کو تھانے لے جا کر حوالات میں بند کر دیا
گیا اور باہر پہرہ لگا دیا۔ مگر یہاں سپاہی دور کھڑا تھا۔
ماریا چپکے سے جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور اس
نے سرگوشی میں پجاری کو آواز دے کر کہا۔

سنو پجاری! میری بات غور سے سنو! اور خبر دار
اپنی جگہ سے بالکل نہ ہلنا۔ نہیں تو پہرے دار کو شک پڑ
جائے گا۔

میں گنگا میا ہوں اور تمہاری مدد کو آئی ہوں۔ تم بے
فکر رہو۔ میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں
گی۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عمبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

پجاری نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"ہے گنگا میا! ہے دیوی میا! میری مدد کرنا"۔

گورکھے پہرے دار نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"کیوں بے یہ کیا بکتا ہے؟"۔

پجاری نے کہا۔

"سرکار! اپنی دیوی جی کے آگے مدد کی بھیک
مانگ رہا ہوں"۔

گورکھے پہرے دار نے ڈانٹا۔

"بس بس! خاموش رہ، نہیں تو ابھی پیش کر دے
گا"۔

ماریا تھانے میں ایک طرف درختوں کے نیچے بچ

پر بیٹھ گئی کہ دیکھتے ہیں اب اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

اتنے میں ایک سپاہی آیا اور پجاری کو پکڑ کر اوپر والی منزل کے ایک کمرے میں لے گیا۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو گئی یہاں زمین پر صف بچھی تھی۔

ایک سٹول اور ایک کرسی پڑی تھی۔ گورا سارجنٹ ایک طرف کھڑا تھا۔ سامنے ایک موٹا ہندو تھانیدار ادب سے کھڑا تھا

سارجنٹ نے کہا۔

”ویل پانڈے جی! اس پجاری کو اتنا مارو کہ یہ خود

بتو دیک دے کہ زمان خان کو اس نے کہاں چھپا دیا ہے“۔

پانڈے نے سیلوٹ مار کر کہا۔

”فکر نہ کریں صاب! ابھی اس کا بھرکس نکالتا ہوں“۔

سارجنٹ چلا گیا تو موٹی توند والے ہندو تھانیدار پانڈے نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

”کیوں بے حرامی! بتاتا ہے کہ نہیں؟“۔

اور ایک ایسی لات پجاری کی پسلیوں میں ماری کہ وہ ہائے کہہ کر فرش پر دوہرا ہو گیا۔ اوپر سے دو تین گھونسے اور تھانیدار نے جڑ دیئے۔

پجاری تو درد کی شدت سے کراہنے لگا۔ماریا کو بڑا
غصہ آیا کہ یہ ظالم تھانیدار تو پجاری کو ہلاک کر دے
گا۔

اس نے آگے بڑھ کر ایک ایسا زناٹے دار تھپڑ
تھانیدار کے منہ پر مارا کہ اس کی پگڑی کھل کر دور جا
پڑی تھانیدار چکا چوند سا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا

''کو۔۔۔کو۔۔۔کون ہے؟''۔

ماریا نے آواز بلند کر کے کہا۔

''سنگدل انسان! میں دیوی گنگا ہوں اور اپنے
مندر کے پجاری کی مدد کرنے آئی ہوں۔ اٹھ اور
پجاری سے معافی مانگ''۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

تھانیدار نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

''گنگا۔۔۔گ۔۔۔گ۔۔۔گنگا دیوی!''۔

ماریا نے رعب دار آواز میں کہا۔

''ہاں ہاں گنگا دیوی ہوں''۔

اور ایک زبردست لات موٹے تھانیدار کے
پیٹ پر ماری۔

ہندو بوکھلا اٹھا۔جلدی سے اٹھ کر اس نے پجاری
کو اٹھا کر بٹھایا۔اس کا پیٹ سہلایا اور کہا۔

''بھائی مجھے معاف کر دے مجھ سے غلطی ہوگئی''۔

ماریا نے کہا۔

اس طرح تجھے معافی نہیں ملے گی۔تمہیں میرے

پجاری کو یہاں سے فرار کروانا ہو گا۔ نہیں تو میں تمہارے سارے خاندان کو تباہ کر دوں گی۔

تھانیدار کی گھگھی بندھ گئی۔ بولا کہ میری نوکری کا سوال ہے دیوی! ماریا نے کہا۔

پجاری کی زندگی کا سوال ہے۔ چل اسے لے کر تھانے سے باہر نکل۔ پھر میں جانوں میرا کام جانے۔

ہندو تھانیدار بادل نخواستہ اٹھا اور پجاری کو ساتھ لے کر تھانے کے صحن میں آ گیا۔ ایک سپاہی نے پوچھا۔

''اسے کہاں لیے جا رہے ہو پانڈے جی؟''۔

پھانسی کی کوٹھڑی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 57)

ہندو تھانیدار ہکلا کر بولا۔

''ذرا۔۔۔ یونہی۔۔۔ ذرا باہر موقع پر لے جا رہا ہوں''۔

تھانیدار سے باہر کر آ کر ماریا نے کہا۔

''اب واپس بھاگ جاؤ اور خبردار پیچھے مڑ کر ہرگز نہ دیکھنا''

چلو۔۔۔ بھاگو۔

اور ماریا نے اس کی پیٹھ پر ایک لات ماردی۔

ہندو موٹا تھانیدار تھانے کی طرف بھاگ گیا۔ ماریا نے پجاری کو ساتھ لیا اور مندر کی طرف آ گئی۔

☆ سارجنٹ اور ماریا کا مقابلہ۔

☆ ماریا نے عنبر کو کہاں تلاش کیا؟۔

☆ ناگ جس جہاز میں سفر کر رہا تھا، اس پر کیا گزری؟

☆ کیا وہ ہیرے جواہرات اور سونے کے صندوق کے ساتھ انگلستان پہنچ سکا؟

☆ کیا ناگ ماریا اور عنبر سے ملا؟

یہ آپ اس ناول کی 58 ویں قسط میں پڑھیے۔

نقاب پوش قاتل
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 58)
اے حمید

UrduRasala.com کا پیغام

نقاب پوش قاتل (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 58)

فہرست

پیارے بچو!

پجاری نے سرفروش قاتل کو پناہ دے رکھی تھی۔

سرفروش چلا گیا۔

گورا فوج نے پجاری کو پکڑ کر قلعے میں بند کر دیا۔ اسے سخت اذیتیں دی گئیں۔ پجاری خاموشی سے یہ اذیتیں برداشت کرتا رہا۔

آخر اسے پھانسی کی سزا ہوئی۔ ماریا رات کے اندھیرے میں پجاری کو بڑی مشکل سے پھانسی کی

کوٹھڑی سے بچا کر واپس مندر میں لے آئی۔

سپاہی اس کی تلاش میں مندر میں آ گئے۔ یہاں گورا سارجنٹ نے پجاری کو گرفتار کرنا چاہا تو ماریا نے گنگا میا کے روپ میں آ کر ایسی کراماتیں دکھائیں کہ سپاہیوں کی لاشیں بچھ گئیں اور آخر میں گورا سارجنٹ بھی ماریا کے ہاتھوں ہلاک ہوا۔

ماریا ایک جہاز پر سیر کرتی پھر رہی تھی کہ بے ہوش کر دی گئی۔ جہاز ولادت کی طرف روانہ ہو گیا۔ بے ہوش ہو کر ماریا سب کو دکھائی دینے لگی تھی۔ دو ملاحوں نے اسے قابو کر کے رکھ لیا کہ ولایت جا کر اسے فروخت کر دیں گے۔

ادھر ناگ شکاری گرانڈلے کے ساتھ زخمی عقاب
کے روپ میں سفر کر رہا ہے۔ سمندر میں طوفان آتا
ہے۔

جہاز چٹانوں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا ہے۔
ہیرے جواہرات کے صندوق غرق ہو جاتے ہیں۔
ناگ جان بچا کر افریقہ کے جنگل ساحل پر پہنچتا ہے۔
آگے آپ خود پڑھیے۔

اور جہاز چل پڑا

"پجاری حوالات سے فرار ہو گیا"۔
یہی ایک فقرہ تھانے میں ہر ایک کی زبان پر تھا
گورا سارجنٹ کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔
بڑے افسر نے اسے حکم دیا کہ مفرور ملزم کو جہاں کہیں
بھی ملے پیدا کرو نہیں تو تمہیں حوالات میں بند کر دیا
جائے گا۔

گورا سارجنٹ گھوڑے پر سوار ہوا پولیس کی گارڈ ساتھ لی اور غصے میں بھرا ہوا پجاری کی تلاش میں نکل پڑا

وہ سیدھا مندر پہنچا اسے یقین تھا کہ پجاری مندر میں ہی کسی جگہ چھپا ہوا ہوگا مندر کا دروازہ بند تھا۔ پوجا پاٹ کرنے والے جا چکے تھے۔

سارجنٹ نے دروازے پر جاتے ہی زور سے لات ماری اور چیخ کر کہا

"پجاری کے بچے! سیدھی طرح باہر آ جاؤ۔ نہیں تو مندر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی"۔

ماریا نے پجاری کو گنگا ماتا کی بڑی مورتی کے پیچھے

ایک جگہ گندم کی بوریوں میں چھپا دیا تھا اور خود مورتی کے قریب سیڑھیوں پر بیٹھی سارجنٹ کا انتظار کر رہی تھی۔

اسے معلوم تھا کہ کم بخت سارجنٹ اس کی تلاش میں وہاں ضرور آئے گا۔ ماریا پجاری کو لے کر شہر میں ماری ماری نہیں پھر سکتی تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ مندر میں ہی گورا سارجنٹ کو کچھ اس طرح سے ڈرا دیا جائے کہ وہ دوبارہ ادھر کا نام نہ لے اس نے دروازے پر لات پڑنے کی آواز سنی تو اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔

وہ مقابلے کے لیے اب تیار تھی اس نے دروازہ

کی کنڈی کھول دی سارجنٹ سپاہیوں کو لے کر اندر آ گیا۔

"سارے مندر کی تلاشی لو"۔

اس نے حکم دیا۔ سپاہی ایک دم سے تلواریں لیے ادھر ادھر پھیل گئے اور چیزیں اٹھا اٹھا کر پھینکنے لگے۔

گورا سارجنٹ خود نیچے تہہ خانے میں اتر گیا۔

مگر وہاں اسے کیا مل سکتا تھا بھلا پجاری کو تو ماریا نے مورتی کے پیچھے گندم کی بوریوں میں چھپا رکھا تھا۔ ماریا خود اس جگہ پر کھڑی پہرہ دے رہی تھی۔ وہ دل سے چاہتی تھی کہ صلح صفائی اور امن کے ساتھ ہی بات ٹل جائے۔

اور یہ لوگ پجاری کو تلاش کرنے کے بعد نا امید ہو کر واپس چلے جائیں مگر گورا سارجنٹ تو جیسے فیصلہ کر کے آیا تھا کہ یہ پجاری کو برآمد کر کے اپنے ساتھ لے جائے گا اور یا پھر مندر کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔

آخر وہ ایک ایسے مفرور قاتل کا حمایتی تھا جس نے انگریز گورنر کو قتل کیا تھا۔

پس گورا سارجنٹ نے حکم دیا کہ خبردار مندر سے پجاری کو برآمد کرنا ہے۔ خواہ ہر شے تہس نہس ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔

سپاہی تو جیسے اسی حکم کے انتظار میں تھے۔ انہوں

نے دیکھتے دیکھتے چیزیں الٹا پلٹا کر برباد کرنی شروع کردیں

باورچی خانے کے چولہے توڑ ڈالے۔ غسل خانے کی دیوار گرادی۔ پجاریوں کے لیے بنا ہوا چبوترہ ڈھادیا۔

تہہ خانے میں چار پائی تھیں، دریاں تخت پوش غرض کہ کسی شے کو بھی صحیح سلامت نہ چھوڑا۔

ماریا یہ سب کچھ دیکھتی رہی اور خاموش رہی وہ اب بھی دل سے یہی چاہتی تھی کہ یہ لوگ اپنے اوپر اور مندر پر رحم کھائیں اور واپس جائیں۔

مگر ایسا نہ ہوا۔ ایک سپاہی آخر گندم کی بوریوں کی

طرف آ گیا۔

''ادھر کیا رکھا ہے؟''۔

اور اس نے بوریوں کے پیچھے آ کر تلاشی لینی شرو کردی۔ ماریا کے لیے اب صبر کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ ہوشیار ہوگئی۔

جونہی ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر ایک بوری کو اٹھا کر پرے کیا۔ ماریا نے اس کی گردن پر زور سے تلوار ماردی۔

کیونکہ اسی بوری کے پیچھے پجاری چھپا ہوا تھا۔ سپاہی کی گردن بغیر کسی آواز کے گاجر مولی کی طرح کٹ کر گر پڑی۔

کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ ماریا نے اس کی لاش کو پیچھے اندھیرے میں پھینک دیا۔ گورا سارجنٹ اب خود چند ایک سپاہیوں کو لے کر ادھر آ گیا۔

"ان بوریوں کے پیچھے دیکھا تم نے؟"۔

"نہیں حضور"۔

"تو دیکھتے کیوں نہیں بدمعاش!"

سپاہی بوریوں کی طرف آئے۔ پجاری کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔

وہ چار سپاہیوں کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ اب چار سپاہی اور اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماریا خاموش رہی۔

جونہی سپاہی بوریوں کے قریب آئے اس نے تلوار کے وار کرنے شروع کر دیئے۔ دو سپاہی تو اسی جگہ مارے گئے۔

دو شدید زخمی ہو کر گر پڑے۔ گورے سارجنٹ نے یہ عجیب و غریب قتل عام دیکھا کہ جس میں قتل کرنے والا نظر نہیں آ رہا تھا تو خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹا پھر ہمت کر کے اس نے بندوق تان کر کہا۔

"کون ہو تم؟ سامنے آ جاؤ نہیں تو گولی چلا دوں گا"۔

اس دوران میں ماریا اپنی جگہ سے ہٹ کر گورے سارجنٹ کے پیچھے آ گئی تھی یہ آواز پجاری نے سنی تو

کم بخت ڈر کر بوریوں سے باہر نکل آیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"حضور! انہیں میں نے قتل نہیں کیا۔ انہیں گنگا میا نے مارا ہے۔ مجھے معاف کر دیں"۔

گورے سارجنٹ کی آنکھوں میں اپنے سپاہیوں کی لاشیں دیکھ کر خون اتر آیا تھا۔ اس نے پجاری کو دیکھا تو چیخ کر کہا۔

"بد بخت! میرے سپاہیوں کو تو نے ہلاک کر دیا۔ میں تیری بوٹی بوٹی کر کے کتوں کو کھلا دوں گا۔ باہر نکل کر اپنے آپ کو گرفتاری کے لیے پیش کر دو"۔

پجاری اصل میں ڈر گیا تھا۔ یہ سب کچھ اس نے

خوف کی وجہ سے سپاہیوں کی لاشی اور خون دیکھ کر کیا تھا ماریا جانتی تھی کہ پجاری کی خیر نہیں ہے۔

یہ گورا سارجنٹ اب اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گا اور ان سپاہیوں کے خون کا بدلہ اسی سے لے گا۔

یہ ماریا کو گوارا نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے پیچھے سے سارجنٹ کی پیٹھ پر لات مار کر اسے اوندھے منہ گرا دیا اور اس کی بندوق اٹھا کر غائب کر دی۔

اور کہا۔

سنو! میں گنگا دیوی بول رہی ہوں۔ پجاری بے گناہ ہے۔ تمہارے لوگوں کو میں نے قتل کیا ہے۔ اگر

تم میں ہمت ہے تو مجھے گرفتار کرو۔

اسے چھوڑ دو۔ اگر تم نے پجاری کو نہ چھوڑا تو تمہاری لاش بھی ان سپاہیوں کی لاشوں کے ساتھ پڑی نظر آ رہی ہو گی۔

گورا سارجنٹ بھوت پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ لیکن اب جو اس نے ایک ایسی عورت کی آواز سنی جو نظر نہیں آ رہی تھی تو ایک بار تو اسے بھی پسینہ آ گیا۔

"ک ک کون ہو تم؟"۔

ماریا نے کہا۔

"کیا تم نے سنا نہیں؟ میں گنگا دیوی بول رہی ہوں۔ اس مندر کی رکھوالی دیوی! اس پجاری کو چھوڑ دو

اور چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ"۔

سارجنٹ بولا۔

"اے دیوی! میں اس پجاری کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ میں اسے اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا۔ کیونکہ یہی میرا فرض ہے یہ میرے آدمیوں کا قاتل ہے۔ میں اسے گرفتار کروں گا"۔

ماریا کو خیال آیا کہ سارجنٹ اگر ڈر کر چلا بھی گیا تو وہ اعلیٰ افسروں کو جا کر ساری کہانی سنا دے گا اور وہ پجاری کو دوبارہ پکڑ کر لے جائیں گے۔

اس لیے بہتر یہی ہے کہ اس گورے کا بھی کام تمام کر دیا جائے۔ تا کہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسی۔

ماریا نے بندوق کی نالی گورے سارجنٹ کے سینے کے ساتھ لگا دی اور کہا۔

"اس موت کو تم نے خود پسند کیا ہے۔ اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

گورا سارجنٹ اب گھبرا گیا۔ کیونکہ بندوق کی نالی اس کے دل کے ساتھ لگی تھی۔ مگر نہ بندوق نظر آ رہی تھی اور نہ بندوق پکڑنے والی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے جلدی سے کہا۔

"ٹھہرو گنگا دیوی! میں امن کے نام پر پناہ مانگتا ہوں میں پجاری کو چھوڑ کر واپس جاتا ہوں"۔

ماریا نے کہا۔

"لیکن تمہیں وعدہ کرنا ہو گا کہ تم اپنے افسروں کو یہاں کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے"۔

وعدہ کرتا ہوں۔

پجاری نے جھٹ کہا

گنگا میا! یہ گورا جھوٹ کہتا ہے۔ یہ ضرور جا کر افسروں کو ساری بات بتا دے گا۔

آخر یہ اپنے سپاہیوں کی موت کو کیوں کر چھپائے گا۔ اسے ہرگز نہ جانے دینا اسے بھی ختم کر دو۔

یہ بات ماریا کے دل کو لگی۔ اس نے گھوڑا دبا دیا۔

دھماکے کی آواز کے ساتھ بارود پھیل گیا۔

گولیاں نکل کر گورے سارجنٹ کے سینے سے پار
ہو گئی۔ وہ چیخ مار کر پڑا تڑپا اور مر گیا۔ ماریا نے محاذ فتح
کر لیا تھا۔

وہاں دشمن کی لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا۔

اس نے پجاری سے کہا۔

پجاری! اب یہ تمہارا کام ہے کہ ان ساری لاشوں
کو تہہ خانے میں گڑھا کھود کر دفن کر دو۔ تا کہ کسی کو
کانوں کان خبر نہ ہو سکے۔

اب یہاں کوئی نہیں گرفتار کرنے نہیں آئے گا۔
کیونکہ ان سپاہیوں اور گورے کے سوا اور کسی کو معلوم
نہیں تھا اور تم اس مندر میں چھپے ہوئے ہو۔

''جو حکم گنگا دیوی!''

اتنا کہہ کر پجاری نے ساری لاشوں کو گھسیٹ
گھسیٹ کر تہہ خانے میں گرا دیا۔ زمین کو دھو کر صاف
کیا۔ کدال لے کر تہہ خانے میں اتر گیا اور گڑھا کھودنا
شروع کر دیا۔

ماریا نے کہا۔

ان لاشوں کو زمین میں دبا دو۔ اوپر سے مٹی ڈال
کر فرش پر بالکل ہموار کر دینا۔

فکر مت کرنا۔ اب یہاں کوئی تمہاری تلاش میں
نہیں آئے گا۔ جن لوگوں کو یہ پتہ تھا کہ مفرور قاتل
تھا۔

تمہارے مندر میں ٹھہرا تھا، ان کی لاشیں یہاں پڑی ہیں۔

پجاری اپنے کام میں لگ گیا۔ ماریا نے اسے کہا کہ وہ بندرگاہ تک جا رہی ہے۔ کیونکہ اس کا خیال تھا کہ شاید وہاں مسافروں میں اسے عنبر بھی آتا جاتا دکھائی دے جائے۔

مندر سے باہر نکل کر ماریا سڑک کنارے کھڑی ہو گئی۔ بندرگاہ وہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔

وہ پیدل ہی اس طرف روانہ ہو گئی۔ دن بڑا خوشگوار تھا۔ موسم میں گرمی زیادہ نہیں تھی۔ چلتے چلتے وہ بندرگاہ والے چوک میں پہنچ گئی۔

یہاں لوگوں کا رش تھا۔ سامان سے بھرے ہوئے گڈے بندرگاہ میں داخل ہو رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ ایک جہاز ولایت کی طرف روانہ ہو رہا ہے۔

ماریا کو خیال آیا کہ جہاز پر چل کر مسافروں کو دیکھنا چاہیے۔ شاید کہیں عنبر یا ناگ نظر آ جائے۔ وہ بندرگاہ کے اندر آ گئی۔

یہاں بھی لوگوں کا ہجوم تھا۔ جہاز کافی بڑا اور پرانا تھا۔ اس پر بادبان لگے تھے جو ابھی لپٹے ہوئے تھے۔

جہاز کی سیڑھیوں پر سے مسافر اوپر جا رہے تھے۔

مزدور سامان اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے۔

ایک آدمی سیڑھی کے پاس کھڑا آنے جانے
والے کاغذات دیکھ رہا تھا۔ ماریا خاموشی سے اس کے
قریب سے گذر کر سیڑھیاں عبور کر کے جہاز کی نچلی
منزل پر آ گئی۔

ایک راہداری باورچی خانے کو جاتی تھی۔ ادھر
سے کھانے کی خوشبو آ رہی تھی۔

بھنی ہوئی مچھلی اور ابلے چاولوں کی خوشبو نے
ماریا کی بھوک تیز کر دی۔ وہ سیدھی باورچی خانے میں
آ گئی۔

اس قسم کے جہازوں میں وہ سفر کر چکی تھی۔ اسے
جہاز کی تمام جگہوں کا علم تھا۔ باورچی خانے میں نوکر

کھانا تھالیوں میں ڈال رہے تھے۔

ماریا نے چپکے سے ایک تھالی ابلے ہوئے چاولوں
کی اٹھائی اس میں بھنی ہوئی مچھلی کے کچھ قتلے تھال
میں سے لے رکھے اور کونے والے میز پر بیٹھ کر مزے
سے کھانا شروع کر دیا

اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ جس تھال میں سے اس کی
بھنی ہوئی مچھلی اٹھائی تھی، وہاں بھنگ کے مسالے
میں بھنی ہوئی مچھلیاں رکھیں تھیں

یہ مذاق باورچی خانے میں کام کرنے والوں نے
اپنے ساتھیوں سے کیا تھا۔ وہ بھنگ والی مچھلی اپنے
ساتھیوں کو کھلا کر ان کا تماشہ دیکھنا چاہتے تھے۔

ماریا نے بڑے مزے سے ساری مچھلی کھالی کھانے سے فارغ ہو کر اسے خیال آیا کے نیچے والے ڈیک پر بھی جا کر عنبر اور ناگ کو دیکھنا چاہیے۔

وہ نیچے آ گئی۔ یہاں چھوٹے چھوٹے کیبن اور سٹور بنے تھے جہاں نوکر وغیرہ رہتے تھے اور چھوٹا موٹا سامان بھرا پڑا تھا۔

وہ ایک کیبن میں داخل ہوئی تو اسے چکر سا آ گیا۔ وہ رک کر سر پر ہاتھ رکھ کر سوچنے لگی کہ یہ چکر کس قسم کا ہے؟۔

کبھی شاید کیبن کی گرم ہوا اس کا دل گھبرا رہا ہے۔ مگر اب اس کے پاؤں بھی لڑکھڑانے

لگے۔ بھنگ کا نشہ چڑھنا شروع ہو گیا تھا۔ سٹور میں جو سامان تھا وہ اسے ایک ایک کا دو دو نظر آنے لگا۔ وہ ایک دم ایک جگہ کاٹھ کباڑ کے پیچھے بیٹھ گئی کہ شاید آرام کرنے سے چکر دور ہو جائیں۔

لیکن چکر تو زیادہ آنے شروع ہو گئے تھے۔ اب اس کا جسم سرد پڑتا جا رہا تھا۔ وہ اپنے آپ میں سخت کمزوری محسوس کر رہی تھی۔

جیسے خواب کے عالم میں ہو۔ اس کی آنکھیں اپنے آپ بند ہونے لگیں۔ وہ آنکھیں کھولنے کی بہتیری کوشش کرتی مگر اس کے پپوٹے اپنے آپ آنکھوں پر جھکتے چلے جا رہے تھے۔

اس نے دو ایک بار سر کو جھٹکا بھی دیا۔ کوئی فرق نہ پڑا۔ گردن ایک طرف ڈھلکتی چلی گئی اور پھر وہ پرانے بکسوں اور صندوقوں کے پاس ہی گہری نیند میں کھو گئی۔ بھنگ اپنا کام کر چکی تھی۔

تیسرے پہر جہاز کی سیڑھی اتار دی گئی۔ سارے مسافر اور سارا سامان جہاز پر لادا جا چکا تھا۔ جہاز کا لنگر بھی اٹھا دیا گیا۔ اس کے بادبان کھول دیئے گئے۔

جہاز کا کپتان اوپر عرشے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ جہاز کی چھوٹی توپ نے ہلکے ہلکے تین گولے چلائے۔ یہ جہاز کے چلنے کا اعلان تھا۔

لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں چھوڑنے آئے ہوئے لوگوں نے رومال ہلانے شروع کر دیئے اور جہاز اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ماریا سٹور روم میں پرانے صندوق کے پاس نیم بے ہوش پڑی تھی۔

اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ جہاز روانہ ہو چکا ہے۔ شام غروب ہو گئی۔ رات کے پہلے پہر جہاز دریائے جمنا سے نکل کر کھلے سمندر میں داخل ہو گیا۔ جہاز پر مشعلیں روشن کر دی گئیں کچھ دیر تک مسافر عرشے پر ہنستے کھیلتے باتیں کرتے رہے

پھر وہ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا میں سو گئے۔ اعلے

درجے کے کیبنوں میں انگریز یعنی گورے لوگ ان کی عورتیں اور بچے سفر کر رہے تھے وہ بھی کافی رات گذر جانے کے بعد سو گئے۔

جہاز بڑے سکون کے ساتھ سمندر میں سفر کرتا رہا۔

اب ایسا اتفاق ہوا کہ ملاح کسی شے کی تلاش میں اس سٹور روم میں داخل ہوا جہاں پرانے صندوقوں کے پاس ماریا بے ہوش یا گہری نیند میں مدہوش پڑی تھی۔

ملاح چیزوں کو ادھر ادھر لڑھکا کر اپنی شے کو تلاش کرتا کرتا اس صندوق تک بھی پہنچ گیا جہاں ماریا سو رہی تھی۔

ماریا کو آج سے ہزاروں سال پہلے جس دیوی نے بددعا یا دعا دی تھی کہ تم ہمیشہ زندہ رہو گی اور غائب رہو گی۔

اس نے یہ بھی کہا تھا۔

”خبردار! کبھی زندگی میں کسی جگہ بے ہوش مت ہونا۔ اگر تم بے ہوش ہو گئیں تو تم ظاہر ہو جاؤ گی اور لوگ تمہارا جسم دیکھ سکیں گے۔ اس وقت تک کہ تم دوبارہ ہوش میں نہیں آ جاتیں“۔

اس وقت ماریا کا جسم صاف دکھائی دے رہا تھا۔

ملاح چیزیں الٹتا پلٹتا جب صندوق کے پاس آیا تو مشعل کی روشنی میں سے ایک خوبصورت چہرے اور

سنہری بالوں والی حسین لڑکی نظر آئی جو صندوق کے
ساتھ لگی بے ہوش پڑی تھی۔

وہ ٹھٹھک کر وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ پھر وہ
بھاگ کر اپنے دوسرے ملاح کے پاس گیا اور اسے
ساری بات سنائی دونوں سٹور روم میں آ گئے اور ماریا
کو جھک کر غور سے دیکھنے لگے۔

یہ تو کوئی بے یارو مددگار لڑکی دکھائی دیتی ہے۔

”اور خوبصورت بھی بہت ہے۔ اگر ہم اسے
ولایت جا کر فروخت کر دیں تو کافی روپیہ کما سکتے
ہیں“۔

”چلو اسے اٹھا کر اپنے کیبن میں لے جا کر بند کر

دیتے ہیں“۔

انہوں نے بے ہوش ماریا کو اٹھایا اور ایک پرانے
سے کیبن میں لا کر بند کر کے باہر سے تالا لگا دیا۔ یہ بھی
ماریا کے ساتھ ایک عجیب قسم کا مذاق ہوا تھا۔

دونوں ملاح بڑے خوش تھے کہ ان کے ہاتھ بڑا
قیمتی مال آ گیا ہے اور ولائت میں اس لڑکی کی قیمت
خوب پڑے گی۔

وہ اسے بڑے مہنگے داموں فروخت کریں گے۔

اب ایک اور اتفاق ہوتا ہے۔ ذرا یہ بھی سنئے جس سٹور
روم میں ملاحوں نے ماریا کو لا کر بند کیا تھا وہاں جہاز
کے کپتان نے ایک نقشہ چھپا رکھا تھا جس کا کسی کو علم

نہیں تھا۔

جہاز کی روانگی کے دوسرے روز وہ سٹور روم میں آ گیا کہ چل کر دیکھتا ہوں وہ نقشہ ابھی تک وہیں پڑا ہے یا نہیں۔

اس وقت دونوں ملاح ماریا کے پاس بیٹھے اسے ہوش میں لانے کی ترکیبیں کر رہے تھے۔ کبھی اسے زور زور سے ہلاتے۔

کبھی منہ پر پانی کے چھینٹے مارتے۔ مگر ماریا نے ایسی بھنگ پی تھی کہ ہوش میں آنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

اتنے میں سٹور روم کا دروازہ کھلا اور جہاز کا

کپتان اندر آ گیا۔ اس نے مشعل جلا کر صندوق کھولنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ آہٹ سے چونکا۔

"کون ہے؟"۔

دونوں ملاح ڈر کر سمٹ گئے۔ کپتان نے مشعل آگے کی تو دیکھا کہ ایک خوبصورت حسین لڑکی سو رہی ہے۔ اور دو ملاح اس کے آس پاس دبکے بیٹھے ہیں۔ کپتان نے غصے سے کہا۔

"کیا کر رہے ہو تم یہاں؟ کون ہے یہ؟"۔

ملاح ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور سچ سچ سارا ماجرا کہہ سنایا۔ کپتان کو بڑا غصہ آیا کہ یہ لوگ اس غریب لڑکی کو اغوا کر کے فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے

ہیں۔

اس نے حکم دیا۔

"اس لڑکی کو اوپر میرے کیبن میں لے چلو۔ تم دونوں کو میں نوکری سے برخاست کرتا ہوں اور جیل میں بند کرتا ہوں۔ چلو اوپر"۔

دونوں ملاحوں نے ماریا کو اٹھا لیا اور اوپر لا کر کپتان کے کیبن میں بستر پر لٹا دیا۔

کپتان نے دونوں ملاحوں کو حوالات میں بند کر دیا۔ وہ بڑا حیران تھا کہ یہ لڑکی کون ہو سکتی ہے۔ وہ یہی سمجھا کہ یہ کسی مسافر کی بیٹی ہے اور یہ بدمعاش اسے اٹھا کر لے گئے تھے۔

کپتان نے سارے جہاز پر اعلان کروا دیا کہ اگر کسی کی بہن بیوی یا بیٹی گم ہوئی تو اسے آ کر اطلاع کرے۔ مگر کوئی اس کے پاس نہ آیا۔

مسافروں کی فہرست میں بھی اس لڑکی کا کہیں ذکر نہ تھا۔ کپتان نے یہی خیال کیا کہ اس لڑکی کو بدمعاش ملاح شہر سے اٹھا کر لائے ہوں گے اور جہاز میں چھپا دیا کہ ولایت پہنچ کر اسے فروخت کر کے مال کمائیں گے۔

کپتان نے ماریا کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ ماریا بالکل بے ہوش پڑی تھی۔

تیسرے روز شام کا وقت تھا۔ کپتان ابھی

ماریا کے ماتھے پر کوئی ٹھنڈی ہوش میں لانے والی دوائی مل کر باہر گیا تھا کہ ماریا کو ہوش آ گیا۔

اس نے چاروں طرف دیکھا۔ سب سے پہلے تو اسے محسوس ہوا کہ زمین ہل رہی ہے۔ سمجھی کہ شاید زلزلہ آ گیا ہے۔

جلدی سے اٹھ کر بیٹھ گئی اس کی نظر سامنے شیشے پر پڑی تو حیران ہو گئی ایک مدت کے بعد اسے شیشے میں اپنا عکس دکھائی دے رہا تھا اسے دیوی کے الفاظ یاد آ گئے۔

اگر کبھی تم بے ہوش ہو گئیں تو تم ظاہر ہو جاؤ گی اور لوگ تمہیں دیکھ سکیں گے پھر جب تم کو ہوش آ جائے گا

تو تمہارا جسم پھر سے آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو جائے گا۔

ماریا پریشان ہو گئی۔ وہ کہاں ہے؟

یہ جگہ کون سی ہے؟

وہ بے ہوش کیسے ہو گئی اسے یاد آیا کہ اس نے مچھلی اور چاول کھائے تھے۔ ظاہر ہے اسی کھانے میں بے ہوشی کی کوئی شے ملی ہوئی ہو گی۔

وہ فوراً سمجھ گئی کہ وہ جہاز میں کسی اعلیٰ درجے کے کیبن میں ہے اور جہاز سمندر میں چلا جا رہا ہے۔ وہ اٹھ کر گول آئینے کے پاس آئی۔

اس میں ابھی تک اس کا عکس نظر آ رہا تھا۔ پھر

آہستہ آہستہ عکس غائب ہونا شروع ہو گیا۔ ماریا پوری طرح ہوش میں آ چکی تھی اور دیوی کے الفاظ کے مطابق اب وہ دوبارہ ہوئے۔

پھر دونوں غائب ہو گئیں۔ اب صرف اس کا آدھا جسم اور سر باقی رہ گیا تھا۔ دیکھتے دیکھتے مایا کا دھڑ اور سر بھی غائب ہو گیا۔

اب وہ غائب تھی اور اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کوئی نہیں چھو سکتا تھا۔

وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔ کیونکہ کیبن سے باہر بند تھا۔

میں کچھ دیر بعد سے کیبن کے کھلنے کی آواز آئی

ماریا ہمہ تن گوش ہو کر ادھر دیکھنے لگے۔

کیبن کا دروازہ کھلا اور بھاری بھر کم مونچھوں والا کپتان اندر آیا۔

جونہی اس کی نظر بستر پر پڑی وہ چونک اٹھا۔ ماریا بستر پر نہیں تھی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا وہاں کوئی نہیں تھا۔

وہ سوچ میں پڑ گیا۔ یہ لڑکی کہاں چلی گئی۔ باہر سے تو تالا لگا ہوا تھا۔ وہ چکرا گیا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا تو کیبن سے باہر نکل گیا۔

اب ماریا جہاز پر آزاد تھی۔

وہ کیبن سے نکل کر اوپر جہاز کے عرشے پر آ گئی۔

اس نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ چاروں طرف پانی ہی پانی تھا۔

جہاز سمندر میں مشرق سے مغرب کی طرف سفر کر رہا تھا۔ تو کیا وہ ولایت جا رہی ہے؟

اب وہ سوائے جہاز سفر کرتے رہنے کے اور کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ برے پھنسے۔ اس نے سوچا لیکن کیا خبر اس میں بھی کوئی بہتری ہو۔

ہو سکتا ہے ولایت میں عنبر اور ناگ سے ملاقات ہو جائے۔

سمندر کا انتقام

اب ماریا بھی سفر میں ہے۔ ناگ بھی سفر میں ہے۔

دونوں آگے پیچھے گہرے نیلے سمندر میں الگ الگ جہازوں پر ولائت کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ عنبر کرنافلی کے جنگل میں ماہی گیروں کی بستی میں ہے اور کشتی میں بیٹھ کر کلکتے جانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ناگ زخمی عقاب کے روپ میں ہے جس کو مسٹر گرانڈلے نامی ایک مشہور انگریز شکاری نے چکمہ ڈاکو سے خرید لیا تھا اور اب اسے اپنے ساتھ کیبن کے ایک پنجرے میں بند کر کے اس کی مرہم پٹی کرتا اسے واپس ولائت لئے جا رہا ہے۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ جس جہاز میں ناگ اپنے مالک شکاری گرانڈلے کے ساتھ پنجرے میں بند تھے۔

یہ انگریز تاجر اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ ناگ ابھی تک عقاب کی شکل میں تھا۔ اس کے بازو کا زخم اب اچھا ہو گیا تھا اور اب وہ اگر چاہے تو انسانی یا کسی

بھی روپ میں آ سکتا تھا۔

لیکن وہ عقاب ہی بنا پنجرے میں بیٹھا رہا ان کا جہاز افریقہ کے ساحل سے گذر رہا تھا کہ اچانک طوفان میں پھنس گیا۔

کپتان نے بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے جہاز کو ساحل کی طرف لانا شروع کر دیا۔ افریقہ کا ساحل وہاں سے تھوڑی ہی دور تھا۔

مگر بدقسمت کپتان اس بات کو بھلا بیٹھا تھا کہ یہاں ساحل کے قریب سمندر کے نیچے ایسی چٹانیں اور پہاڑوں کی سخت چوٹیاں ہیں کہ اگر جہاز قریب جائے گا تو ٹکڑا پاش پاش ہو جائے گا۔

اور ایسا ہی ہوا۔ جونہی جہاز وہاں پہنچا وہ ایک چٹان سے ٹکرا گیا اور اسے ایکدم سے دو ٹکڑے ہو گئے۔

اتنی جلدی آج تک کوئی جہاز بھی گہرے سمندر میں نہیں ڈوبا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے جہاز میں پانی بھر گیا۔ بڑی مشکل سے اتنی مہلت مل سکی کہ چند ایک بڑی کشتیاں نیچے سمندر میں پھینکی گئیں۔

اس میں کچھ عورتیں اور مرد سوار ہو گئے اور انہوں نے افریقہ کے ساحل کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ناگ کا مالک شکاری گرانڈ لے بھی ڈوب گیا ہیرے جواہرات سے بھرے ہوئے صندوق اور ان

کے ڈاکو مالک بھی سمندر میں غرق ہو گئے۔

صرف پندرہ بیس گوری عورتیں اور دس بارہ مرد مسافر باقی بچے جن کی حالت بہت بری تھی۔ ساحل پھر آ کر وہ زمین پر لیٹ گئے اور رونے لگے۔

ناگ عقاب کی شکل میں اڑتا ہوا سب سے پہلے ساحل پر آن پہنچا تھا اور ایک درخت کی شاخ پر بیٹھا یہ سارا کھیل دیکھ رہا تھا۔

ابھی یہ بدنصیب مسافر سنبھلنے بھی نہ پائے تھے کہ اچانک افریقہ کے جنگلی قبیلے والوں نے حملہ کر دیا اور سب مسافر عورتوں اور مردوں کو رسیوں سے باندھ کر لے گئے۔

انہوں نے ان لوگوں کو ساحل سے دور اندر گھنے
جنگل میں لے جا کر ایک جھونپڑیوں میں بند کر دیا اور
باہر سخت پہرہ لگا دیا گیا۔

یہ سارے مسافر کل پچپن کے قریب تھے جن میں
گیارہ عورتیں تھیں۔ کچھ بچے اور بوڑھے تھے ۔
عورتیں ساری گوری انگریز تھیں ناگ نے سوچا کہ ان
بے گناہ لوگوں کو وحشی لوگوں سے ضرور بچانا چاہیے۔

وہ ابھی تک عقاب کی شکل میں تھا وہ اڑتا ہوا وحشی
لوگوں کی جھونپڑیوں کے پاس آ کر ایک درخت کی
شاخ پر بیٹھ گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ ایک جگہ آگ پر بڑی سی دیگ

رکھی ہے اور اس میں گرم پانی ابل رہا ہے پھر وحشی
لوگوں نے دیگ کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا اور اب
آگ کے ارد گرد ڈانس کرنے لگے۔

ان کا وحشی سردار اچانک جھونپڑی سے باہر نکلا۔
اس نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھایا۔ ہر طرف خاموشی چھا
گئی۔

عقاب چونکہ سب زبانیں سمجھ لیتا ہے اس لیے
کان کھڑے کر کے سننے لگا کہ یہ سردار کیا کہتا ہے۔

وحشی سردار نے کہا۔

”سنو! میرے قبیلے کے سورماؤ! کل کا دن بڑا
خوش قسمت دن تھا کہ ہم نے اتنا بڑا شکار مارا اور

ہمارے ہاتھ زیادہ گوری چمڑی والے انسان آ گئے۔
اس وقت ہمارے پاس اپنے دیوتا شری گرہست
ناگ کو قربانی کے لیے پیش کرنے کے واسطے پچیس
انسان موجود ہیں۔

جنہیں ہم پرسوں سے قربان کرنا شروع کر دیں
گے۔ کیونکہ پرسوں پورے چاند کی رات ہے اور
ہمارے گرہست ناگ دیوتا کا جنم دن ہے۔

اس پر سارے وحشی لوگ خوشی سے ناچنے لگے۔

ناگ کو سمجھنے میں اب زیادہ دیر نہ لگی، ان وحشی
لوگوں کا دیوتا کوئی گرہست ناگ ہے اور یہ آدم خور
نہیں ہے

لیکن انسانوں کو اپنے دیوتا کے آگے ذبح
کر دیتے ہیں اور ان کا خون دیوتا کو پیش کرتے ہیں
ناگ کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے
قربان کیے جائیں۔

اس نے ان سارے کے سارے مسافروں کو
بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ ان وحشی لوگوں
کو گرہست ناگ کون سی بلا ہے۔

ناگ کے لیے اب عقاب بنے رہنا ٹھیک نہیں
تھا۔ وہ درخت سے نیچے اتر آیا اور اڑتا اڑتا ان
جھونپڑیوں کے عقب میں آ گیا جہاں بدنصیب
انگریز مسافر اور بچے قید تھے۔

عورتیں دوسری جھونپڑی میں بند تھے۔ ان جھونپڑوں سے عورتوں اور بچوں کے رونے کی آوازیں آرہی تھیں۔

شاید انہیں پتہ چل گیا کہ کل رات کو ان کو قربان کر دیا جائے گا۔

باہر دو وحشی نیزے لیے پہرہ دے رہے تھے۔

سامنے درختوں پر بھی وحشی تیر کمان لیے بیٹھے پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ نے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ جب رات کا اندھیرا اچھیل گیا تو وہ رینگتا ہوا پیچھے آ کر ایک جگہ سے جھونپڑی

کے اندر داخل ہو گیا۔ یہ کافی کھلی جھونپڑی تھی۔

بانس کے ساتھ تیل کا دیا جل رہا تھا جس کی ہلکی ہلکی روشنی میں اترے ہوئے اداس پریشان چہروں والے مسافر بچوں اور عورتوں کے ساتھ بیٹھے اپنی موت کا انتظار کر رہے تھے

ناگ اندھیرے میں تھا۔ اس پر کسی کی نظر نہ پڑی۔ اس نے وہیں لیٹے لیٹے انسان کا روپ دھار لیا اور مسافروں کے قریب آ کر زمین پر بیٹھ گیا۔

انہوں نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا کہ یہ کون شخص ہے اور اندر کہاں سے آ گیا؟۔

ناگ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش

رہنے کے لیے کہا۔

پھر وہ سرگوشی میں بولی۔

میں تمہاری مدد کو آیا ہوں۔ میں بھی تمہارے ساتھ جہاز میں سفر کر رہا تھا اور ان آدم خوروں کا قیدی ہوں۔

سنو! میری بات غور سے سنو! ان وحشی لوگوں نے تم سب کو اپنے دیوتا گرہست ناگ کے آگے کل رات قربان کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

یہ منحوس خبر ان مسافر مردوں اور عورتوں پر بجلی بن کر گری۔

عورتیں آہستہ آہستہ سسکیاں بھرنے اور اپنے

بچوں کو سینے سے چمٹا کر پیار کرنے لگیں۔ ناگ نے انہیں خاموش رہنے کی ہدایت کرتے ہوئے کہا۔

"خاموش رہو میری بہنو! خدا نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ میں تمہاری مدد کروں گا تم بے فکر رہو"۔

ایک بوڑھے نے کہا۔

"بیٹا تم اکیلے ان خونخوار وحشیوں کا کیوں کر مقابلہ کر سکو گے؟"۔

ناگ بولا۔

بڑے میاں! یہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں جانوں اور یہ وحشی لوگ جانیں۔ میں تو صرف آپ کو

تسلی دینے آیا ہوں کہ غم نہ کریں۔

اپنے حوصلے بلند رکھیں۔ خدا کو یاد کریں۔ میں ان لوگوں کو صبح شکست فاش دوں گا۔

ایک عورت نے ناگ کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا۔

”خداوند تمہاری حفاظت کرے بیٹا! تم ہمارے نجات دہندہ بن کر آئے ہو مگر تم کیا کر سکو گے؟ یہ لوگ تو بڑے خونی ہیں۔ انسان کو مار دینا ان کے لیے کوئی بات نہیں ہے۔“

ناگ نے کہا

”آپ بے فکر رہیں انہیں مار دینا میرے لیے بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ صبح

جو کچھ ہو گا اسے آپ بھی دیکھ لیں گے۔ اچھا اب میں جاتا ہوں“۔

اتنا کہہ کر ناگ جھونپڑی کے سوراخ کے پاس آ گیا۔ باہر نکلنے کا دوسرا راستہ نہیں تھا۔ ان کے سامنے ناگ سانپ کے روپ میں نہیں آنا چاہتا تھا۔ پھر وہ کہاں سے باہر نکلے جھونپڑی کا دروازہ باہر سے بند تھا اور باہر دو وحشی نیزے لیے پہرہ دے رہے تھے ناگ نے ان سے کہا۔

میری ایک درخواست ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ میں یہ ایک بڑی مجبوری کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔

بے شک ایک منٹ بعد اپنی آنکھیں کھول دیں۔

مسافروں کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ ناگ نے ایک گہرا سانس لیا اور سانپ بن کر رینگتا ہوا جھونپڑی کے سوراخ میں سے باہر نکل گیا۔

ایک منٹ بعد مسافروں نے آنکھیں کھولیں تو وہاں ان کا نجات دہندہ نہیں تھا وہ حیرت سے ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ ایک بوڑھے نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"وہ میری آنکھوں کے سامنے غائب ہوا ہے"۔

دوسرے نے کہا۔

"میں نے آنکھیں بند نہیں کی تھیں۔ میں چوری چوری دیکھ رہا تھا وہ شخص ایک دم سے غائب ہو گیا"۔

عورت بولی۔

"وہ ضرورت ہمارا نجات دہندہ ہے اور خدا نے اسے ہماری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ ہم لوگوں کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے"۔

باہر پہرہ داروں نے یہ آوازیں سنیں تو ایک نے اندر آ کر اپنا نیزہ ایک بوڑھے کے سینے پر رکھ کر کہا۔

"کیوں شور مچا رہے ہو بڈھے؟"

بوڑھے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"میں تو چپ ہوں"

وحشی نے نیزہ اس کے سینے میں چبھو کر کہا۔

"اگر تم آج ہی مرنا چاہتے ہو تو میں ابھی تمہیں ہلاک کر دوں گا"۔

بوڑھے نے جوش میں آ کر کہا۔

"ہمارا نجات دہندہ آ گیا ہے وہ ہمیں تو ظالموں سے بچا کر لے جائے گا۔ اب تم ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے"

اس پر پہرے دار وحشی کو غصہ آ گیا۔ اس نے ایک ہی جھٹکے سے نیزہ اس بوڑھے کے سینے میں اتار دیا۔

چیخ کی آواز کے ساتھ بوڑھے نے دم توڑ دیا۔

آواز ناگ نے بھی سنی وہ ابھی جھونپڑے سے تھوڑی دور ہی گیا تھا۔

سمجھ گیا کہ وہاں کچھ گڑبڑ ہو گئی ہے جھٹ واپس پلٹا اور جھونپڑی میں آ کر دیکھا کہ وحشی پہریدار نے بوڑھے کو ہلاک کر دیا ہے۔

اس بھیانک منظر کو ناگ برداشت نہ کر سکا۔ اس نے اپنا پھن پھیلا کو وحشی قاتل پر حملہ کر دیا۔ اس کے لیے وحشی کی لات پر صرف ایک بار ڈسنا ہی کافی تھا۔ وحشی کے جسم میں ناگ کا زہر فوراً اثر کر گیا اور وہ لڑکھڑا کر گر پڑے۔

اس کے ناک منہ سے خون جاری ہو گیا۔ قیدی

مسافروں نے یہ معجزہ دیکھا تو سجدے میں گر پڑے۔ خدا نے ان کے ساتھی کا بدلہ لے لیا تھا۔

دوسرا پہرے دار بھاگ کر اپنے ساتھی کی مدد کو اندر آیا۔ اس نے جو اپنے ساتھی کی لاش دیکھی تو نیزہ اٹھا کر قیدیوں پر ٹوٹ پڑا۔

ابھی اس نے حملہ کیا ہی تھا کہ ناگ نے اسے بھی ڈس دیا۔ وہ بھی لڑکھڑا کر گرا اور مر گیا۔ قیدی مسافروں نے دونوں لاشیں اٹھا کر جھونپڑی کے باہر ڈال دیں۔

ناگ جنگل میں چلا گیا۔ صبح شور مچ گیا کہ دو پہرے داروں کو سانپ نے کاٹ کر ہلاک کر دیا

ہے۔ اور ایک قیدی مسافر ہلاک ہو گیا ہے۔ سردار نے خود آ کر جھونپڑی کا معائنہ کیا اور قیدیوں کو اپنے ساتھیوں کی موت کا ذمے دار ٹھہرایا۔

اس نے ہاتھ بلند کر کے کہا۔

"ان لوگوں کو ابھی ایک ایک کر کے ہلاک کر دو۔ عورتوں کے سر کاٹ کر درختوں پر لٹکا دو۔ سب سے پہلے ان کے بچوں کے سر کاٹو۔

وحشی لوگ کلہاڑے لے کر قیدی عورتوں کی طرف بڑھے عورتوں نے رونا چیخنا شروع کر دیا۔

مردوں کو رسیوں سے باندھ دیا گیا۔ عورتوں کو پکڑ پکڑ کر جھونپڑی کے آگے کھڑا کر دیا گیا سردار نے

کہا۔

"ان عورتوں کی گردنیں کاٹ ڈالو"۔

ایک وحشی کلہاڑا لے کر قیدی عورت کی طرف بڑھا۔

ناگ یہ سارا تماشا ایک طرف کھڑا دیکھ رہا تھا۔

جونہی وحشی نے کلہاڑا اٹھایا۔

ناگ بیچ میں آ کر ہاتھ اٹھا کر بولا۔

"خبردار! سردار ایسا نہ کرنا۔ نہیں تو میں تمہارے سارے بچوں کو ایک ایک کر کے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کردوں گا"۔

سردار دم بخود رہ گیا۔ کہ یہ کون دبلا پتلا سا نوجوان

ہے جو ان کی جنگلی زبان میں اسے اس قدر خوفناک دھمکی دے رہا ہے۔

اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ تخت پر غصے سے کانپتا ہوا اٹھا اور اپنا کلہاڑا لے کر ناگ کی طرف بڑھا۔

ناگ نے کہا۔

"دوستو! میں گرہست ناگ ہوں۔ تمہارا دیوتا ہوں"۔

اور اس کے ساتھ ہی وہ روپ بدل کر ایک بہت بڑا اژدہا بن گیا جس کے سات منہ تھے اور ہر منہ میں سے دو شاخہ زبانیں باہر نکل رہی تھیں۔

یہ منظر دیکھ کر سارے وحشی دہشت سے لرز اٹھے اور سجدوں میں گر پڑے۔

سردار کا بھی خوف سے رنگ فق ہو گیا۔ وہ ایک دم سے زمین پر سجدے میں گر پڑا۔ قیدی عورتیں اور مرد یہ منظر دیکھ کر حیرت میں غرق ہو گئے۔

انہوں نے اپنے نجات دہندہ کو پہچان لیا تھا۔ وہی رات والا نوجوان تھا جو ان کی جھونپڑی میں آیا تھا۔

اور اب ایک بھیانک اژدہے کی شکل میں وحشیوں کے درمیان پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ شخص کوئی جادوگر ہے یا

کوئی بھوت پریت ہے۔

ناگ نے اپنا پھن لہراتے ہوئے کہا۔

سردار! تم نے بے گناہ لوگوں کو پکڑ کر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اگر تو ان لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی ہلاک کر دیتا تو میں تمہارے قبیلے پر اپنا عذاب نازل کرتا۔

میں تمہارے سارے جنگل جلا کر خاک کر دیتا اور تمہارے بچوں کو ہلاک کر دیتا۔

سردار نے زمین پر ناک رگڑتے ہوئے کہا۔

"دیوتا! معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ اب ایسا نہیں ہو گا"

ناگ بولا۔

اچھا جاؤ میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ ان لوگوں
سے اپنے برے سلوک کی معافی مانگو۔

ان کو اپنا خاص مہمان سمجھ کر ان کی خدمت کرو اور
ان کے واپس جانے کا انتظام کرو۔

میں ایک انسان کے روپ میں تم سے پھر آ کر
ملوں گا۔

جو حکم میرے دیوتا۔ سردار نے جھک کر ادب سے
کہا۔

گرہست ناگ رینگتا ہوا جنگل میں گم ہو گیا وہاں
جا کر اس نے پھر سے انسان کا روپ دھالیا اور ناگ

بن کر واپس سردار کے پاس آ گیا۔

اس نے سردار کی گردن پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"سنو سردار! مجھے گرہست دیوتا نے بھیجا ہے۔
میں اپنی نگرانی میں ان قیدیوں کو لے کر ان کے وطن
جاؤں گا۔ تمہارا فرض ہے کہ ان کے سفر کا بندوبست
کرو"۔

سردار نے جھک کر کہا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ میرے عظیم دیوتا!"۔

اسی وقت سردار کے حکم سے قیدی مسافروں کو
آزاد کر دیا گیا۔

ان کی تواضع تازہ جنگلی پھلوں اور مرغیوں کے

بھنے ہوئے گوشت سے کی گئی۔

ان کے لیے ایک شاندار جھونپڑی میں گھاس پھونس کے آرام دہ بستر بچھا دیے گئے جہاں وہ آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے۔

ناگ سردار کے پاس بیٹھا اس سے سفر کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔

اس نے پوچھا۔

''ان لوگوں کے سفر کے لیے کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟''۔

''ان لوگوں کے لیے کیا بندوبست ہو سکتا ہے؟''۔

ناگ نے پوچھا

سردار نے ادب سے کہا۔

''میرے آقا! آپ دیوتاؤں کے ساتھی ہیں۔ آپ کو سب کچھ معلوم ہے۔ آپ جیسا کہیں گے ویسے ہی کیا جائے گا''۔

ناگ بولا۔

ابھی تم ان باتوں کو چھوڑو کہ میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا نہیں کر سکتا۔

سوال صرف یہ ہے کہ ہم لوگ کس راستے سے سفر کریں کہ یہاں کسی ایسے شہر پہنچ سکیں جہاں سے ان لوگوں کو اپنے وطن جانے کے لیے جہاز مل جائے۔

سردار نے کہا۔

آقا! یہاں سے قریبی بندرگاہ سو میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں تک جانے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ جنگل میں سے ہو کر گذرتا ہے جو خطرناک ہے اور جنگلی درندوں سے بھرا ہوا ہے۔

دوسرا راستہ سمندر کا راستہ ہے۔ یہ راستہ زیادہ محفوظ ہے۔ اگر آپ ان لوگوں کو لے کر سمندر کے راستے سے سفر کریں تو خیریت سے بندرگاہ تک پہنچ جائیں گے۔

ناگ نے پوچھا۔

''کیا یہ سفر ہمیں کسی کشتی پر کرنا پڑے گا؟ ایسی

صورت میں کیا اتنی بڑی کشتی ہمیں مل جائے گی جس میں یہ سارے مسافر سوار ہو جائیں گے؟۔

سردار نے کہا۔

اس کا میں انتظام کر دوں گا حضور! میرے پاس ایک بہت بڑی کشتی ہے۔

وہ کشتی میں آپ کی نذر کرتا ہوں۔ اس میں کھانے پینے کا سامان بھی بھر دیا جائے گا۔ آپ کو راستے میں کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔

ناگ نے پوچھا۔

''یہ سفر کتنے دنوں کا ہو گا؟''۔

سردار بولا

"اگر آپ ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے رہیں
تو سات روز میں بندرگاہ پر پہنچ جائیں گے۔ میں اپنا
ایک آدمی آپ کے ساتھ کر دوں گا جو آپ کی رہنمائی
کرے گا"۔

"بہت خوب! تم کشتی تیار کرو۔ ہم جتنی جلدی
ہو سکے یہاں سے کوچ کر جائیں گے"

ناگ نے آ کر مسافروں کو یہ خوش خبری سنائی کہ
ان کے سفر کا سارا انتظام ہو گیا ہے۔

اس سے وہ بڑے خوش ہوئے اور اس کا شکریہ ادا
کرنے لگے۔

ناگ نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ انہیں صرف خدا

کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اگر خدا کی مرضی نہ ہوتی تو تم بھی اس مصیبت
سے نجات حاصل نہیں کر سکتے تھے۔

سفر کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ سردار نے کشتی
میں کافی پھل وغیرہ رکھ دیے۔

پینے کا پانی بھی لکڑی کے ڈرم میں بھر کر رکھ دیا۔

اور پھر ایک روز ناگ نے سارے مسافر مردوں
عورتوں اور بچوں کو کشتی میں سوار کرایا۔

ایک وحشی رہنما کو ساتھ لیا۔ سردار سے ہاتھ ملا کر
مصافحہ کیا اور کشتی میں سوار کرایا۔ بادبان کھلتے ہی کشتی
نے ساحل کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف سفر شروع

کر دیا۔

ہوا موافق چل رہی تھی۔ سفر تیری سے ہوتا رہا۔

رات کو بھی کشتی چلتی رہی۔ یونہی تین دن گذر گئے۔ چوتھے روز سمندر میں لہریں اٹھنے لگیں۔ ہوا تیز ہو گئی۔ بارش بھی ہو گئی

بادل خوب گرجنے لگے۔ لیکن چونکہ کشتی میں سارا انتظام پہلے سے ہی کر لیا گیا تھا اس لیے کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

سارا دن ساری رات بارش ہوتی رہی۔ تیز ہوائیں چلتی رہیں۔ کشتی ڈول رہی تھی لیکن لہریں اسے آگے ہی آگے بہائے لیے جا رہی تھیں۔

چھٹے روز وہ ساحل سے ذرا دور نکل گئے۔ کیونکہ ان کے وحشی رہنما نے انہیں بتایا کہ یہاں ساحل کے ساتھ ساتھ ابھری ہوئی بے شمار چٹانیں سمندر کے نیچے چھپی ہوئی ہیں۔

کشتی ساحل سے فاصلے پر سمندر میں سفر کرتی رہی۔ شام سے کچھ دیر پہلے سمندر میں سے اچانک ایک وہیل مچھلی نے سر نکال کر زور سے سانس خارج کیا۔

اس کے سر میں سے پانی کا فوارہ نکل کر اوپر کو اچھلا۔ وحشی رہنما ڈر کر بیٹھ گیا۔

”آقا! یہ مچھلی کشتی کو الٹ دے گی۔ یہ کشتیوں کی

دشمن ہوتی ہے۔اب ہم نہیں بچ سکیں گے“۔

مسافروں میں دہشت پھیل گئی۔ بچے رونے لگے۔عورتوں کے چہروں پر مردنی چھا گئی۔ کیونکہ سچ مچ وہیل مچھلی کشتی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

اس نے بھی شاید کشتی کو دیکھ لیا تھا۔تھوڑی دیر بعد وہ بالکل کشتی کے قریب سے آ کر ابھری۔لہروں میں زبردست طوفان پیدا ہوا اور کشتی ڈولنے لگی۔

بہت سا پھل سمندر میں گر پڑا۔

وہیل مچھلی خونخوار منہ کھولے اپنی لال لال خونی آنکھوں سے دیکھتی کشتی کی طرف بڑھ رہی تھی۔

وہ کشتی کو الٹنے کا ارادہ رکھتی تھی ناگ کے لیے اب

صبر کر کے بیٹھے رہنا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔

اس نے مچھلی کو ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔اس کے ساتھ ہی اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔

سارے مسافر دم بخود ہو کر رہ گئے۔

ناگ سمندر میں اترتے ہی ایک پتلے سے انتہائی زہریلے سیاہ سمندری سانپ کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔

یہ سانپ بڑا زہریلا ہوتا ہے اور اس کا ڈسا ہوا کوئی بھی سمندری جانور سلامت نہیں رہ سکتا۔

سانپ تیزی سے تیرتا ہوا وہیل مچھلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

وھیل مچھلی اب کشتی کے بالکل قریب آ چکی تھی اور اپنی ایک ہی طوفانی ٹکر سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دینا چاہتی تھی۔

سانپ نے اسے یہ موقع نہیں دیا۔ وہ سمندر کی لہروں پر بجلی کی طرح بھاگتا ہوا وھیل مچھلی کے اوپر چڑھ گیا۔

اسے معلوم تھا کہ وھیل کا جسم اتنا موٹا ہوتا ہے کہ اس پر کسی زخم کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

وہ اس کے جسم پر رینگتا ہوا اس کے سر پر آ گیا۔ یہاں سے پھسل کر وہ اس کے کھلے منہ میں داخل ہو گیا۔

سانپ وھیل کے منہ میں جا کر اس کے حلق میں ڈسنا چاہتا تھا تاکہ وہ جلدی سے جلدی مر سکے۔ وھیل مچھلی کا منہ بہت بڑا تھا۔

اس میں آدھا پانی بھرا ہوا تھا۔ سانپ کو یوں لگا جیسے وہ کسی آبشار کے دہانے میں داخل ہو گیا۔ وھیل مچھلی کا حلق سے اوپر ایک گنبد کی چھت کی طرح نظر آ رہا تھا۔

وہ رینگتا ہوا اس کے تالو پر جا پہنچا اور پلک جھپکتے ہی اس نے تالو میں دو جگہوں پر ڈس کر اپنا جسم کا سارا مہلک زہر وھیل کے جسم میں داخل کر دیا۔

اس کے ساتھ ہی سانپ تیزی سے تیرتا ہوا وھیل

کے منہ سے نکل کر اس کے جسم پر آ گیا۔

یہاں سے ریگ کراس نے سمندر کی چھلانگ لگا دی اور لہروں پر تیرتا ہوا کشتی کی جانب بڑھنے لگا۔

دشمن کی قید میں

وھیل مچھلی کو پہلے تو کبھی نہ پتہ چل سکا۔

تھوڑی ہی دیر بعد سانپ کے خطرناک زہر نے اپنا اثر دکھانا شروع کیا۔ وھیل کا جسم سست ہو گیا اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا آ گیا۔

اس نے اپنا بند منہ کھولنے کی کوشش کی۔ مگر وہ اپنا منہ نہ کھول سکی۔

اس نے کشتی کو ٹکر مارنی چاہی لیکن وہ ایسا بھی نہ کر سکی۔ جیسے اس کے جسم میں سے کسی نے اس کی ساری طاقت چھین لی تھی۔

وھیل مچھلی کے نتھنوں سے خون نکلنا شروع ہو گیا زہر بڑا تیز اور بڑا زبردست ہلاک کرنے والا تھا۔ وھیل مچھلی کو اگر شدید زخمی بھی کر دیا جائے تو وہ مرتے مرتے بہت دیر لگا دیتی ہے

مسافروں نے ناگ کو دیکھ کر خوشی سے نعرے لگائے ناگ نے ایک بہت بڑے دشمن کو ہلاک کر دیا تھا۔

جس کے حملے سے بچنا ان کے لیے ناممکن نظر آتا

تھا۔ کشتی سمندر میں سفر کرتی رہی۔ اب وہ ساحل کے قریب قریب سفر کر رہے تھے۔

سات روز بعد انہیں دور سے بندرگاہ کا منارہ نظر آیا۔ مسافروں کے چہروں پر رونق آ گئی۔ اس خوشی کا کچھ ان لوگوں سے پوچھیے جو کسی کشتی میں بے یار و مدد گار حال سفر کریں اور پھر ان کی کشتی کنارے پہ جا کر لگ گئی۔

یہاں جہاز کے ڈوبنے کی خبر کئی روز پہلے پہنچ چکی تھی۔ جب وہاں کے حکام کو پتہ چلا کہ غرق شدہ جہاز کے بچے ہوئے مسافر آئے ہیں تو انہوں نے انہیں ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں ہر طرح کا آرام پہنچایا۔

یہاں سے چھ روز بعد ایک جہاز ملک عدن کو جا رہا تھا۔ وہاں سے اس نے ایک اور جہاز کو پکڑنا تھا جو ولایت جانے والا تھا۔

چھٹے روز سارے مسافر جہاز میں سوار ہو گئے ناگ ان دنوں یہی سوچتا رہا کہ وہ ولایت جائے یا نہ جائے۔

سوال یہ تھا کہ وہ افریقہ میں رہ کر کیا کرتا۔ کیونکہ وہاں تو عنبر اور ماریا کے ملنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ اس کا دل بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ چلو۔

ولایت چلو۔ وہاں عنبر یا ماریا سے ضرور ملاقات ہو جائے گی۔

پس وہ بھی جہاز میں سوار ہو گیا۔

ادھر ماریا جس جہاز میں سفر کر رہی تھی وہ ولایت پہنچنے ہی والا تھا کہ ناگ کا جہاز عدن کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ کا سفر خرچ سارے مسافروں نے خود ادا کیا تھا۔ وہ ناگ سے بڑی محبت کرنے لگے تھے۔ آخر ناگ نے ان کی جان بچائی تھی۔

ایک روز یہ جہاز عدن بھی پہنچ گیا یہاں دوسرا جہاز اس کے انتظار میں کھڑا تھا۔

سارے مسافر اس میں سوار ہو گئے اور وہ ولائت کی جانب روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس کی منزل

جبرالٹر تھی۔

جہاز جبرالٹر کی بندرگاہ پر رک گیا۔ ناگ شہر کی سیر کرنے اتر گیا۔ یہ شہر کافی بارونق تھا۔ ناگ سیر کرتے کرتے شہر سے باہر آ گیا۔

یہاں کچھ خانہ بدوشوں نے خیمے لگا رکھے تھے۔ ان کی عورتیں کام کر رہی تھیں۔ ایک بوڑھا خانہ بدوش اپنے خیمے کے باہر بیٹھا پٹارے میں سے ایک سبز رنگ کا سانپ نکالے دھوپ میں اس سے کھیل رہا تھا۔ اچانک سانپ کھیلتے کھیلتے رک گیا۔

اس کی اٹھی ہوئی گردن زمین پر لگ گئی اور بے حس و حرکت ہو گیا۔

''ارے اس کو کیا ہو گیا؟''۔

خانہ بدوش نے اپنے بیٹے سے کہا۔

''خانہ بدوش کا جوان بیٹا بھی جھک کر سانپ کو دیکھنے لگا اس نے سانپ کو اٹھا کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ اور ہلانے لگا۔''

زندہ ہے بابا۔

سانپ زندہ تو تھا مگر حرکت نہیں کر رہا تھا۔ اس کی وجہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس نے ناگ کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا

خانہ بدوش بوڑھا ابھی حیران ہی ہو رہا تھا کہ ناگ اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خانہ

بدوش کو سلام کیا اور کہا۔

''یہ سانپ آپ نے پال رکھا ہے بابا؟''

خانہ بدوش نے بڑے غور سے ناگ کو دیکھا اور

کہا۔

''تم کون ہو برخوردار؟''۔

ناگ بولا۔

''بابا! میں مسافر ہوں۔ جہاں سے اتر کر سیر

کرنے نکلا ہوں واپس چلا جاؤں گا؟''۔

خانہ بدوش بولا۔

''نہیں۔ نہیں ہم اپنے سے اچھا سلوک کرتے

ہیں۔ آؤ بیٹھو! کیا پیو گے؟''۔

خانہ بدوش کا بیٹا کہنے لگا۔

میاں! یہ بڑا زہریلا سانپ ہے۔ اس کا کاٹا پانی

نہیں مانگتا۔

تمہاری خوش قسمتی ہے کہ ابھی ابھی یہ بیمار ہو کر

سست ہو گیا ہے ورنہ یہ کسی اجنبی کو ہرگز معاف نہیں

کرتا۔

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ذرا دکھاؤ تو؟''۔

خانہ بدوش نے سانپ ناگ کی طرف بڑھاتے

ہوئے کہا۔

ذرا ہوشیار رہنا۔ یہ بیمار ضرور ہے لیکن غافل نہیں

ہے۔

کہیں تمہیں ڈس نہ دے۔ اس کے زہر کا توڑ
ہمارے پاس بھی نہیں ہے۔

"خدا جانے ابھی ابھی تو ٹھیک تھا بس کھیلتے کھیلتے
ایک دم سر پھینک کر خاموش ہو گیا"۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر خیمے کے دروازے
میں کھڑی خانہ بدوش کی بوڑھی مکار اور تجربہ کار ماں
کھڑی ناگ کو بڑے غور سے تک رہی تھی۔

پھر اس نے ایک بچے کو خانہ بدوش کے پاس بھیج
کر خیمے میں بلوا لیا۔ خانہ بدوش اندر آیا تو وہ بولی۔

"جانتے ہو جس شخص سے تم باتیں کر رہے ہو یہ

کون ہے؟"۔

خانہ بدوش بولا۔

"نہیں۔ لیکن وہ ایک عام مسافر ہے"۔

عورت نے کہا

"یہی تو تمہیں معلوم نہیں کہ وہ ایک عام آدمی
نہیں ہے۔ سنو! یہ شخص حقیقت میں ایک بہت عظیم
سانپ ہے جو پانچ سو برس زندہ رہنے کے بعد انسان
کے روپ میں ظاہر ہو گیا ہے"۔

خانہ بدوش پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنی ماں کو
دیکھنے لگا

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو ماں؟"۔

"ٹھیک کہہ رہی ہوں۔ سنو! اگر تم چاہتے ہو کہ
دولت میں کھیلو تو اسے قابو کرلو۔ پھر یہ تمہارے کہنے پر
زمین کے خزانوں کا راز ظاہر کر دے گا۔

"مگر ماں! اسے کیسے قابو کیا جائے"۔

عورت بولی۔

یہ کام مشکل ہے۔ کیونکہ یہ شخص جس وقت چاہے
اپنی شکل بدل سکتا ہے۔ صرف ایک صورت میں یہ بے
بس ہو سکتا ہے کہ اسے لوہے کی جالی دار پنجرے میں
بند کر دیا جائے۔

ایک ایسے پنجرے میں جہاں سے نکلنے کے لیے
چھوٹے سے چھوٹا سوراخ بھی نہ ہو۔

خانہ بدوش نے خوش ہو کر کہا۔

"ہمارے پاس سانپ رکھنے والا پنجرہ جو ہے۔
اس میں سوراخ اتنے باریک ہیں کہ چیونٹی بھی اس
میں سے باہر نہیں نکل سکتی"۔

عورت نے خوش ہو کر کہا

بالکل ٹھیک یاد آیا تمہیں فوراً اس شخص کو قابو کرنے
کی کوشش شروع کر دینی چاہیے۔

دولت حاصل کرنے کا ایسا موقع تمہیں شاید پھر
ساری زندگی نہ مل سکے گا۔ جاؤ جلدی کرو۔

اب خانہ بدوش نے ناگ کو باتوں میں لگا لیا۔
ناگ کو بالکل خبر نہ تھی کہ یہ لوگ اس کے خلاف کوئی

خطرناک سازش کر رہے ہیں۔

خانہ بدوش نے ناگ سے کہا۔

"میری ماں بہت بڑی نجومی عورت ہے۔ اگر تم چاہو تو اس سے اپنے مستقبل کے بارے میں بہت سی باتیں پوچھ سکتے ہو"۔

ناگ کو اپنے بھائی عنبر اور بہن ماریا کا خیال آ گیا۔ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ عورت اپنے علم کے ذریعے اسے عنبر اور ماریا کے بارے میں کچھ بتا دے

اس نے کہا۔

"مجھے اپنی ماں کے پاس لے چلو۔ میری بہن اور بھائی گم ہو گئے ہیں۔ میں ان کے بارے میں معلوم

کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کہاں ہیں"۔

"آؤ میرے ساتھ"

خانہ بدوش نے کہا۔

وہ ناگ کو لے کر ایک خیمے میں آ گیا جہاں اس کی ماں پہلے ہی سے سفید گول میز پر رکھے۔

آنکھیں بند کیے کوئی منتر پڑھ رہی تھی۔ ناگ خاموشی سے اس کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ عورت نے آنکھیں کھول کر ناگ کو دیکھا اور کہا۔

"تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"۔

ناگ نے کہا۔

"میری ایک بہن ماریا اور بھائی عنبر مجھ سے بچھڑ

گئے ہیں، مجھے بتاؤ کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گے؟"۔

اس عورت نے کہا۔

"اس کے لیے مجھے تم پر ایک عمل کرنا پڑے گا۔

پھر میں تمہیں اس سفید گولے میں دکھا سکوں گی کہ تمہاری بہن ماریا اور بھائی عنبر کہاں پر ہیں۔ کس ملک میں ہیں اور کیا کر رہے ہیں"۔

ناگ نے پوچھا۔

"کس قسم کا عمل ہوگا یہ؟"۔

خانہ بدوش عورت نے مکاری سے کہا۔

تمہیں خاص قسم کی جڑی بوٹیاں سنگھا کر نیم بے

ہوش کیا جائے گا۔

پھر تم پر میں منتر پڑھوں گی اور سفید گولے کی طرف اشارہ کروں گی۔ اس نیم بے ہوشی کی حالت میں تم جب اس سفید گولے کی طرف دیکھو گے تو تمہیں نظر آئے گا کہ تمہارا بھائی اور بہن چل پھر رہے ہیں۔

بولو! کیا تم تیار ہو؟۔

ناگ نے سوچا کہ نیم بے ہوش ہونے میں کیا حرج ہے؟۔

ایسی کوئی بات نہیں۔ کم از کم یہ تو معلوم ہو جائے گا کہ ماریا اور عنبر کہاں پر ہیں۔

وہ جھٹ بولا۔

"میں تیار ہوں"۔

"بہت خوب"

خانہ بدوش عورت نے خوش ہو کر کہا۔

پھر اس نے اپنے بیٹے کو حکم دیا۔

"کارلو! جڑی بوٹیوں کا دھواں شروع کرو"۔

انہوں نے ناگ کو دوسرے خیمے میں لے جا کر
ایک بستر پر لٹا دیا۔

سامنے میز پر سفید گولہ رکھ دیا۔ ایک انگیٹھی میں
کوئلے سلگا کر ان پر جڑی بوٹیاں ڈال دی گئیں۔
انہیں آگ لگی تو ایک دم سے دھواں اٹھنا شروع ہو

گیا۔

خانہ بدوش عورت نے کہا

"تم اس دھوئیں میں لمبے لمبے سانس لو۔ میں
اپنے بیٹے کے ساتھ باہر ٹھہروں گی۔ اگر ہم بھی نیم
بے ہوش ہو گئے تو تمہیں تمہارے بھائی بہن کے
بارے میں کوئی نہ بتا سکے گا"۔

"ٹھیک ہے"۔

عورت اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر باہر نکل گئی۔
انگیٹھی میں سے نیلے اور نسواری رنگ کا دھواں اٹھ
اٹھ کر ناگ کے نتھنوں میں گھسنے لگا
یہ بڑی تیز قسم کی خاص جڑی بوٹیاں تھیں۔ جن

کے دھوئیں کے اثر سے انسان ایک پل میں بے ہوش ہو جاتا تھا۔

ناگ کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ جونہی دھواں اس کے نتھنوں میں گھسا وہ بے ہوش ہو گیا۔ اسے بے ہوش دیکھ کر عورت اور اس کا بیٹا کارلو تیزی سے منہ پر گیلا کپڑا لپیٹے اندر آئے۔

انگیٹھی میں پانی ڈال کر اسے بجھا دیا گیا اور ناگ کو اٹھا کر ایک قدم آدم پنجرے میں اس کے ہاتھ پیر لوہے کی موٹی اور مضبوط زنجیروں میں جکڑ کر ڈال دیا گیا۔

مکار عورت بولی۔

”پنجرے کے اندر اوپر کونوں پر تیز نیزے اور چھریاں لگا دو۔ تاکہ اگر یہ شخص کسی بٹیر یا گینڈے کا بھی روپ دھار لے تو اس پنجرے سے باہر نہ آ سکے“۔

کارلو نے اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے مل کر پنجرے کے چاروں کونوں اور سلاخوں اور باریک ترین لوہے کی جالی کے ساتھ ساتھ بے شمار چھریاں اور نیزے اس طرح سے لگا دیئے کہ اگر ناگ ہاتھی بھی بن کر باہر نکلنے کی کوشش کرے تو اندر ہی لہولہان ہو کر مر جائے۔

انہوں نے پنجرے کو ایک خیمے میں رکھ دیا۔

پنجرے میں چھ سات روز کا پانی اور خوراک بھی ڈال دی گئی تھی۔ تاکہ ناگ بھوکا نہ رہے۔ تھوڑی دیر بعد جڑی بوٹی کا اثر ختم ہوا تو ناگ کو ہوش آ گیا۔

ہوش میں آتے ہی اس نے اپنے آپ کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑتے ہوئے ایک مضبوط ترین پنجے میں بند پایا تو بڑا حیران ہوا۔ سمجھ گیا کہ اس کے ساتھ دھوکا ہوا ہے

مگر سوال یہ تھا کہ ان لوگوں نے اسے کیوں قید کیا؟۔

اسے ہوش میں آتے دیکھ کر خانہ بدوش مرد اور مکار عورت اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔

ناگ نے پوچھا۔

''آپ لوگوں نے میرے ساتھ یہ کیا سلوک کیا۔ کیا آپ اپنے مہمانوں سے یہی برتاؤ کرتے ہیں؟''۔

مکار عورت نے مسکرا کر کہا

''تم ایک خاص مہمان ہو۔ تمہارے ساتھ ہمیں مجبوراً ایسا سلوک کرنا پڑا ہے''۔

ناگ نے کہا۔

''لیکن میں نے تمہارے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی آخر تم مجھ سے کس بات کا بدلہ لینا چاہتے ہو؟'۔

عورت بولی۔

سنو تو جوان! میری بات غور سے سنو! مجھے اپنے
علم کے ذریعے معلوم ہو گیا ہے کہ تم ایک غیر معمولی
انسان ہو یعنی تم انسان نہیں بلکہ ایک سانپ ہو جو پانچ
سو برس تک زندہ رہنے کی وجہ سے انسانی شکل میں آ
گئے ہو۔

ناگ ایکدم اچھل پڑا۔ اس مکار بوڑھیا کو یہ کیسے
معلوم ہو گیا؟

اس کا راز فاش ہو گیا تھا۔ اب وہ کچھ عذر پیش
نہیں کر سکتا تھا۔ پھر اس نے انکار کر دیا اور کہا۔

"تم لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ میں وہ سانپ
نہیں ہوں۔ میں تو ایک غریب آدمی ہوں اور ملک

ہند سے ولایت کی جانب اپنی بہن اور بھائی کو تلاش کر
رہا تھا۔ میرا کسی سانپ وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں
ہے"۔

مکار عورت ہنس پڑی۔

"سنو ناگ! تم سب کو بے وقوف بنا سکتے ہو مگر
مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔ مجھ پر تمہارا ماضی اور حال
سب کھلا ہے۔ میں تمہارے سارے رازوں سے
واقف ہوں"۔

ناگ نے سوچا کہ ان سے کم از کم یہ تو پوچھنا
چاہیے کہ یہ اس کے ساتھ اب کیا سلوک کرنا چاہتے
ہیں۔ اسے قید کرنے کی وجہ کیا ہے؟

”چلو میں ایک پل کے لیے مان لیتا ہوں کہ میں ناگ ہوں۔سوال یہ ہے کہ مجھے اس طرح قید کرنے کا مطلب کیا ہے۔ آپ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟“۔

مکار عورت بولی۔

اب آئے تم اصلی راہ پر۔اب میری بات غور سے سنو!تم جانتے ہو کہ ہم غریب خانہ بدوش ہیں۔ساری زندگی ہم مارے مارے پھرتے رہیں ہیں اور لوگوں کی خیرات پر زندہ ہیں۔

ہمارے بھی دل میں یہ حسرت ہے کہ ہم بھی دولت حاصل کریں اور شاندار محل بنا کر اس میں زندگی

بسر کریں۔

تم پر ان سارے خزانوں کا راز فاش ہے جو زمین کے اندر دفن ہیں بس تم ہمیں ان خزانوں میں سے کسی ایک خزانے کے بارے میں بتا دو کہ وہاں دفن ہے۔ ہم وہ خزانہ نکالنے کے بعد تمہیں رہا کر دیں گے۔ بولو!۔

کیا تمہیں منظور ہے۔

ناگ نے دل میں کہا کہ یہ لوگ تو دولت کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ زمین کے اندر دفن خزانے کسی کی امانت ہوتے ہیں؟اس نے مکار عورت سے کہا۔

"اگر فرض کرلیا جائے کہ مجھے ان خزانوں کا علم ہے تو تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سارے خزانے کسی کی امانت ہوتے ہیں اور کسی ناگ کو یہ اختیار نہیں کہ وہ ان خزانوں میں سے کسی کو نکال کر کسی غیر مستحق کے حوالے کردے"۔

عورت نے کہا۔

یہ بات میں بھی جانتی ہوں۔ لیکن تم اگر چاہو تو ایسا کرسکتے ہو۔ تم وہ خزانہ جس کو چاہو اپنے خاص اختیارات سے کام لے کر عطا کرسکتے ہو۔

تمہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ تم عظیم ناگ دیوتا ہو۔ ہاں گر چھوٹا ناگ ہوتا تو میں مان لیتی کہ وہ یہ

کام نہیں کرسکتا۔ اب بولو کیا کہتے ہو؟۔

ناگ نے کہا۔

"میں یہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ میں ایک انسان ہوں۔ میں ناگ وغیرہ کچھ نہیں ہوں"۔

مکار عورت نے پنجے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

ناگ! اگر تم نے ہمیں زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے کا پتہ نہ دیا تو یاد رکھو۔ تم اسی پنجرے میں بھوکے پیاسے مرجاؤ گے۔

پنجرے میں صف ایک ہفتے کی خوراک موجود ہے۔ فیصلہ کرلو۔

ہمیں خزانہ دو گے یا بھوکے پیاسے مرو گے؟۔

چلو کارلو!۔

دونوں بڑے سکون سے اٹھ کر باہر چلے گئے۔

عورت نے پلٹ کر کہا۔

ایک اور بات بھی یاد رکھنا۔ تم اگر ہاتھی یا گینڈا بھی بن جاؤ گے تو اس پنجرے سے باہر نہ نکل سکو گے۔

چھوٹے سے چھوٹا سانپ بن کر بھی آزاد نہ ہو سکو گے۔ اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے ہماری بات مان لو یا بھوکے پیاسے مر جاؤ۔

دونوں خیمے سے باہر نکل گئے۔

ان کے جانے کے بعد ناگ بڑی الجھن میں

پھنس گیا۔ وہ بری طرح زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔

اس نے غور سے پنجرے کی جالیوں کو دیکھا۔

وہ اس قدر مضبوط تھیں اور سوراخ اتنے باریک تھے کہ وہ وہاں سے چیونٹی بن کر بھی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

اس نے کونے میں لگی ہوئی چھریاں اور تیز نوک والے خنجر اور نیزے بھی لگے دیکھے۔ کم بخت، ان کی وجہ سے وہ ہاتھی یا گینڈا یا شیر بن کر بھی وہاں سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

زنجیروں میں جکڑے اس کے ہاتھ پیر درد کر رہے تھے۔ تو کیا وہ سانپ بن کر ان زنجیروں سے نکل

جائے اور پھر ناگ کی شکل میں آ کر آرام سے پنجرے میں بیٹھ جائے؟۔

پھر تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ ناگ ہے اور شکلیں بدل سکتا ہے۔ مکار عورت یہی چاہتی تھی کہ زنجیروں کی وجہ سے وہ نڈھال ہو کر اپنی جون بدل دے اور وہ کہہ سکے کہ اب تم نے خود ہی ثابت کر دیا کہ تم ناگ ہو۔

بتاؤ خزانہ کہاں کہاں دفن ہے؟۔

لیکن زنجیروں نے اسے بے حد پریشان کر دیا تھا اس کے ہاتھ پاؤں درد کر رہے تھے۔ وہ پنجے میں پڑا ہوا پانی تک ہاتھ بڑھا کر نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ساری رات وہ سوچتا رہا۔ آخر اس نے فیصلہ کر لیا کہ زنجیروں کی لعنت سے اسے چھٹکارا حاصل کرنا ہی ہوگا۔

اس نے گہرا سانس لیا اور سانپ کی شکل میں آ گیا۔ سانپ کی شکل میں آتے ہی وہ زنجیروں سے باہر نکل آیا۔

پنجرے کی دیوار کے ساتھ آ کر اس نے انسان کی شکل اختیار کر لی اور پیٹ بھر کر پانی پیا اور پھل کھایا صبح کو مکار عورت نے آ کر ناگ کو زنجیروں سے آزاد دیکھا تو ہنس کر بولی

”اب تو تم نے خود ثابت کر دیا ہے کہ تم ناگ ہو

اور جون بدل سکتے ہو۔اس لیے تمہیں بتا دینا چاہیے کہ خزانہ کہاں دفن ہے۔ اس میں ہی تمہاری بھلائی ہے“۔

ناگ نے کہا

”یہ میں تم لوگوں کو کبھی نہیں بتاؤں گا“۔

”تو پھر ایک روز ہمیں تمہاری لاش اس پنجرے میں سے اٹھانی پڑے گی“۔

”مجھے موت منظور ہے مگر خزانے کی امانت میں خیانت نہیں کروں گا“۔

”تو پھر اسی جگہ گلتے سڑتے رہو۔ چار روز کے بعد اس پنجرے میں سے پانی اور خوراک ختم ہو جائے

گی“۔

عورت چلی گئی تو ناگ نے سنجیدگی سے غور کرنا شروع کر دیا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔

کیا وہ ہتھیار ڈال دے اور ان چور اچکوں کو بتا دے کہ زمین میں خزانہ کہاں کہاں دفن ہے۔ ایک بہت بڑا خزانہ تو ٹھیک اسی جگہ میں دفن تھا۔

جہاں خانہ بدوشوں نے خیمے لگا رکھے تھے۔ یہ خزانہ بہت بڑا تھا۔ کسی بادشاہ کا لگتا تھا۔ چار بڑے بڑے صندوق تھے۔

جو ہیرے، جواہرات، سونے کے زیورات اور موتیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ناگ کسی صورت بھی

اتنا قیمتی خزانہ ان چور لٹیروں کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وقت گذرتا رہا اور وہ پنجرے میں بند رہا۔ رات کو وہ سانپ بن جاتا۔ کیونکہ سانپ بن کر وہ پاؤں کھول کر آرام سے سو سکتا تھا۔

جب کہ انسان کی شکل میں وہ اچھی طرح تنگ پنجرے میں آرام نہیں کر سکتا تھا۔

چھ روز گذر گئے۔ ساتواں روز بھی آ گیا۔ ادھر خانہ بدوش عورت اور اس کا بیٹا کارلو بھی پریشان تھے کہ یہ کم بخت راہ راست پر آتا ہی نہیں۔

اگر سچ مچ یہ اسی طرح بغیر کچھ بتائے مر گیا تو ان

کے ہاتھ سے دولت کا سب سے بڑا خزانہ نکل جائے گا اب انہوں نے ناگ کی منت سماجت شروع کر دی۔ لیکن ناگ اپنی جگہ سے ذرا ٹس سے مس نہ ہوا۔

آٹھ روز گذر گئے۔ نویں روز بھوک اور پیاس نے ناگ کو پریشان کر دیا۔ کیونکہ پنجرے میں خوراک ختم ہو چکی تھی۔

اس نے دو روز سے پانی نہیں پیا تھا۔ نہ کچھ کھایا تھا۔

اب اس نے اپنا زیادہ وقت سانپ بن کر بسر کرنا شروع کر دیا۔

کیونکہ سانپ بن کر وہ بھوکا پیاسا بھی زیادہ دیر

تک زندہ رہ سکتا تھا۔

گیارہ روز گذر گئے۔

بارھویں رات کا ذکر ہے کہ ناگ نے رات کی خاموشی میں اپنے پنجرے کے قریب ہی کسی سانپ کی پھنکار کی آواز سنی۔

وہ چوکس ہو کر بیٹھ گیا اس وقت ناگ انسان کی شکل میں تھا۔

اسے خیال آیا کہ اس جنگل کے کسی سانپ کی مدد حاصل کرنی چاہیے۔

وہ جلدی سے سانپ کی شکل میں آ گیا اس نے زبان سے لمبی سسکار نکالی۔

اس آواز کو نکلنا تھا کہ درختوں کے نیچے جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور ایک کالا سیاہ سانپ اپنا پھن پھیلائے تیزی سے بھاگتا ہوا پاس آیا۔ آتے ہی اس نے پھن جھکا کر سلامی دی اور کہا۔

''اے عظیم دیوتا! یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ آپ کو کس دشمن نے اس پنجرے میں قید کر دیا؟''۔

ناگ نے کہا۔

میرے دشمن یہ خانہ بدوش ہیں جنہوں نے زمین کے خزانے حاصل کرنے کے لالچ میں مجھے یہاں بھوکا پیاسا بند کر رکھا ہے۔

میں نے کئی دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔ پنجرے کی

جالی اس قدر باریک ہے کہ میں اگر چیونٹی بھی بن
جاؤں تو یہاں سے نہیں نکل سکتا۔
کیا تم میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟

اژدہا اور خانہ بدوش

"آپ کے لیے میری جان بھی حاضر ہے۔ اگر
میری جان آپ پر قربان ہو جائے تو میں اسے اپنی
سب سے بڑی خوش قسمتی سمجھوں گا"۔
ناگ نے کہا۔
تو پھر کوئی ایسا کام کرو کہ میں اس پنجرے سے
باہر نکل آؤں۔ یہ پنجرہ بڑا مضبوط ہے اس کی جالیاں

باریک ہیں۔

میں چیونٹی بن کر بھی نہیں نکل سکتا۔ اوپر کونوں میں چھریاں خنجر اور نیزے لگے ہیں۔ میں ہاتھی یا شیر بن کر بھی باہر نہیں آسکتا۔

پھر کیا ہو سکتا ہے کہ میں باہر نکل سکوں۔

سانپ نے کہا۔

''میں جنگل کے اژدہے کو بلاتا ہوں حضور اس کے منہ سے نکلی ہوئی آگ اس پنجرے کے ایک کونے کی جالی کو توڑ دے گی''۔

اب جو سانپ نے جا کر اسے بتایا کہ ناگ دیوتا کو خانہ بدوشوں نے ایک پنجے میں قید کر کے ڈال رکھا

ہے تو اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔

''ہاں! ہمارے ناگ دیوتا کو ان خانہ بدوشوں نے قید کر رکھا ہے؟''۔

''ان لوگوں کی یہ ہمت؟''۔

سانپ نے کہا۔

پنجرے کی جالی بہت باریک ہے اور بڑی مضبوط ہے۔ پنجرے میں انہوں نے جگہ جگہ خنجر، چھریاں اور تیر لگا رکھے ہیں۔

ہمارا ناگ دیوتا شیر بن کر بھی نکلنے کی کوشش کرے تو زخمی ہو جائے گا۔ ناگ دیوتا نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنے سانس سے نکلنے والی آگ سے پنجرے کی جالی

ایک جگہ سے پگھلا دو تا کہ وہ آزاد ہو سکے؟۔

اژدہا نے سر جھکا کر کہا۔

"میری خوش قسمتی ہے کہ میں اپنے عظیم ناگ دیوتا کی کوئی خدمت کر سکوں۔ چلو! مجھے پنجرے کے پاس لے چلو"

سانپ اژدہا کو لے کر اس جگہ آ گیا جہاں ناگ پنجرے میں قید تھا۔

اپنے دیوتا کے سامنے جاتے ہیں اژدہا نے جھک کر اپنا سر سجدے میں گرا دیا اور کہا۔

"میرے آقا! مجھے حکم دیں کہ میں ان خانہ بدوشوں کے خیموں میں آگ لگا دوں اور ان سب کو

اپنی انتقام کی آگ میں جلا کر خاک کر ڈالوں"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ بعد میں سوچیں گے۔ سب سے پہلے تم اس پنجرے کی جالی کسی کونے سے گرم کر کے پگھلا دو تا کہ میں باہر آ سکوں"۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر"۔

اژدہا نے اپنا منہ پنجرے کے ایک کونے کی جانب کیا اور زور سے سانس مارا۔ اس کے منہ سے ایسی آگ نکلنے لگی جیسے کہ ویلڈنگ کی مشین سے نکلا کرتی ہے۔

یہ آگ اس قدر خوفناک تھی کہ دیکھتے دیکھتے

جالی پگھل کر پانی کی طرح بہہ گئی۔ اور وہاں ایک چھوٹا سا دروازہ بن گیا۔ تاکہ ناگ باہر نکل آئے۔

باہر نکلتے ہی ناگ نے اژدہا کا شکریہ ادا کیا اور کہا کہ باقی رات میں تمہارے غار میں بسر کروں گا۔ صبح ان کی خبر لیں گے۔

ناگ نے وہ رات اژدہا کے پاس غار میں بسر کی۔ سانپ بھی اسی غار میں ناگ کے قدموں پر بیٹھا رہا۔

صبح ہوئی تو ٹوٹے ہوئے پنجرے کی جالی پر سب سے پہلے مکار خانہ بدوش عورت کے بیٹے کارلو کی نظر پڑی۔

اس نے بھاگ کر اپنی ماں کو بتایا۔ مکار بوڑھیا نے آکر دیکھا کہ شکار غائب ہے تو سر پیٹ کر رہ گئی۔

"دشمن بھاگ گیا۔ شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ دولت ہمارے ہاتھوں میں آتے آتے نکل گئی"۔

کارلو نے کہا۔

"مگر یہ بدبخت نکل کیسے گیا؟"۔

مکار عورت نے کہا۔

"یہ ضرور کسی ایسے اژدہا کی کارستانی ہے جسے ناگ نے حکم دے کر جنگل سے بلا لیا ہوگا اور اسے حکم دیا ہوگا کہ اپنے منہ سے نکلنے والی آگ سے جالی پگھلا دے"۔

"یہ تو بہت برا ہوا"۔

عورت پریشان ہو کر بولی۔

"برا ابھی کہاں ہوا ہے؟ برا تو ابھی ہو گا۔ ناگ اور اس کے سانپ ہم سے بدلہ لینے آ رہے ہوں گے۔ ہمیں جتنی جلدی ہو سکے اس جگہ سے بھاگ جانا چاہیے"۔

خانہ بدوش کارلو گھبرا گیا۔

"ہاں ہاں! ہمیں یہاں سے کوچ کرنا ہو گا ابھی اسی وقت"۔

اس نے حکم دے دیا کہ سامان خیمے گاڑیوں پر لا دو اور یہاں سے بھاگ چلو۔

خانہ بدوشوں نے دیکھتے دیکھتے خیمے اکھاڑ کر گاڑیوں پر لادے اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

ادھر صبح ہوئی ناگ سانپ کے ساتھ باہر آیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ سارے خانہ بدوش خیمے اکھاڑ کر رفو چکر ہو گئے ہیں۔

ناگ نے سانپ سے کہا۔

"تم میرے ساتھ آؤ"۔

"اژدہا نے کہا"۔

"تم غار میں واپس چلے جاؤ۔ اب تمہارا کام ختم ہوتا ہے باقی میں اور سانپ خود سنبھال لیں گے"۔

"عظیم دیوتا! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ آپ

کے ادنی حکم پر مر مٹنا ہم سانپ اپنی خوش قسمتی سمجھتے ہیں۔

لیکن میری ایک خواہش ہے کہ جن لوگوں نے ہمارے عظیم ناگ کو دس روز پنجرے میں بھوکا پیاسا بند رکھا۔

ہم ان سے انتقام لیں گے مجھے اجازت دی جائے کہ میں ان سے اپنے دیوتا کا بدلہ لوں۔ آپ اسی غار میں ٹھہریں۔

میں خود ان سے جا کر نپٹتا ہوں۔

سانپ نے بھی اژدہا کے اس خیال کی تائید کی ناگ کو ان کی بات ماننا پڑی چنانچہ ناگ غار میں رک

گیا۔ اژدہا نے سانپ سے کہا۔

کالے سانپ! فوراً خانہ بدوشوں کا تعاقب کرو اور جہاں کہیں بھی ہوں، انہیں روک کر ان کی مکار عورت اور کارلو کو پکڑ کر یہاں حاضر کرو۔

یہ لو نقش سلیمانی اسے اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔ یہ تمہاری مدد کرے گا۔

کالے سانپ نے نقش سلیمانی اپنے منہ میں رکھا اور خانہ بدوشوں کی تلاش میں روانہ ہو گیا۔

ابھی خانہ بدوش زیادہ دور تک نہیں گئے تھے کہ کالے سانپ نے انہیں جا لیا۔

نقش سلیمانی سانپ نے منہ سے نکال کر زمین پر

چھینک دیا۔ اب اس لعل کو منہ میں لے کر وہ خانہ
بدوشوں کے راستے میں جا کر بیٹھ گیا۔

خانہ بدوش وہاں سے گذرنے لگے تو مکار عورت
کی نظر اس پر پڑ گئی۔ اس نے جو ایک سانپ کے منہ
میں اس قدر قیمتی سرخ پتھر یعنی لعل دیکھا تو جلدی سے
گاڑی روک کر بولی۔

کارلو! خدا نے ہماری سن لی۔ اس سانپ نے
لعل کو پکڑ رکھا ہے۔ یہ ضرور کسی خفیہ خزانے پر بیٹھا ہوا
ہے۔ چلو اس کا پیچھا کرتے ہیں۔

کارلو نے لعل دیکھا تو اس کے منہ میں پانی بھر
آیا۔ اس نے خانہ بدوشوں کو حکم دیا کہ ایک جنگل میں

چھپ کر بیٹھ جائیں اور ان کی واپسی کا انتظار کریں۔

وہ سانپ کی طرف بڑھے اب کالے سانپ نے
جنگل میں ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔

مکار عورت اور کارلو نے اس کا تعاقب شروع کر
دیا۔ کالا سانپ بڑا ہوشیار نکلا۔

وہ انہیں جنگل کے مختلف حصوں سے گھما پھرا کر
دوسرے راستے سے اس غار کے آگے لے آیا۔

جس میں اژدہا اور ناگ بیٹھے ان کا انتظار کر رہے
تھے سانپ غار میں داخل ہو گیا اندر جا کر اس نے نقش
سلیمانی پھینک دیا اور کہا

''میرے آقا! آپ کے دشمن غار کے باہر

کھڑے ہیں"۔

اژدہا نے کہا۔

"وہ خود بخود لعل کی تلاش میں غار کے اندر آئیں گے"۔

اژدہا غار میں چھپ گیا۔ کالا سانپ بھی ایک بل میں گھس گیا

اب وہاں صرف ناگ باقی رہ گیا تھا۔ اس نے ایک کوے کا روپ بدلا اور غار میں سے نکل کر باہر ایک درخت پر بیٹھ کر مکار بوڑھیا اور کالو کو دیکھنے لگا۔

دونوں خانہ بدوش کچھ دیر غار کے باہر کھڑے رہے۔ پھر غار میں داخل ہو گئے۔

دولت کے لالچ میں انہیں اندھا کر رکھا تھا۔

جونہی وہ غار میں داخل ہوئے۔ ناگ نے ایک بہت بڑے ہاتھی کا روپ بدلا اور اپنی سونڈ سے ایک بہت بڑا پتھر اٹھا کر غار کے منہ پر اس طرح رکھا کہ اندر سے کوئی انسان باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ خود سانپ بن کر رینگتا ہوا اندر چلا گیا۔

غار میں داخل ہونے کے بعد جو مکار عورت اور کالو نے دیکھا کہ غار کا منہ بڑے پتھر سے بند کر دیا گیا۔

تو وہ گھبرا کر پیچھے مڑے۔ مگر اب باہر جانے کا

کوئی راستہ نہیں تھا۔ غار کے آگے پہاڑ کا پہاڑ گرا ہوا تھا۔

مکار عورت نے کہا۔

"کارلو! ہمیں کسی سازش میں پھنسا دیا گیا ہے۔ اب ہمارا یہاں سے نکلنا ناممکن ہے"۔

کارلو نے کہا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہم اس پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے"۔

اس نے غصے میں آ کر چٹان کے پتھر کو لات ماری۔ مگر اس پر سے ایک معمولی سی کرچی بھی ٹوٹ کر نہ گری۔

اتنے میں ناگ انسانی شکل میں ان کے سامنے آ گیا۔ اس کے ایک ہاتھ میں کالا سانپ تھا۔ اور دوسری طرف اژدہا اپنا بھیانک منہ کھولے کھڑا تھا۔

اس نے رعب دار آواز میں کہا۔

مکار عورت! تو نے جو میرے ساتھ سلوک کیا میں نے اس کا بدلہ لینے کے لیے تمہیں اور تمہارے بیٹے کو یہاں بلایا ہے۔

اب تو اس غار میں بند رہے گی تجھے ایک ہفتے کے لیے یہاں پانی اور پھل ملے گا۔ اس کے بعد تم دونوں تین دن بھوکے پیاسے رہو گے اور پھر تمہیں رہا کر دیا جائے گا۔

مکار عورت نے گڑگڑا کر کہا۔

''ناگ! ہم پر رحم کرو۔ ہم سے بھول ہو گئی۔ اب ہم کبھی ایسی بات نہیں کریں گے''۔

ناگ نے کہا۔

''یہ میرا ہی نہیں میرے ساتھیوں کا فیصلہ بھی ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر میرے ساتھی اجازت دیں تو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ مگر میرے ساتھی کبھی اس کی اجازت نہیں دیں گے''۔

کیونکہ تم نے ان کے مقدس دیوتا کو تکلیف پہنچائی ہے اور اس کے بے عزتی کی ہے۔

مکار بوڑھیا نے اژدہا کی طرف دیکھ کر کہا۔

''اژدہا! تم ہمیں معاف کر دو۔ ہم سے بھول ہو گئی''۔

اژدہا اپنی زبان میں سے آگ کے شعلے نکال کر گویا کہا۔

''میں تمہیں ہلاک کر دینا چاہتا ہوں۔ خبردار۔ جو ایک لفظ بھی زبان سے نکالا''۔

کالا سانپ اچھل کر کارلو کے کندھے پر جا بیٹھا اور اپنا پھن اس کے چہرے کے آگے کر کے اپنی زبان بار بار نکالنے لگے۔

کارلو کو پسینہ آ گیا۔ موت آنکھوں کے سامنے آ

کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے گھگیا کر کہا۔

"منظور ہے۔ ہمیں یہ سزا منظور ہے۔ ہم آٹھ روز تک اس غار میں بند رہیں گے"۔

ناگ نے کہا

"وہ تو تم رہو گے ہی۔ کیونکہ یہاں سے نکلنے کا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ ہاں میں جنگل کے ایک ہاتھی کو حکم دے جاؤں گا کہ وہ دس روز کے بعد اس کے منہ پر سے پتھر کو ہٹا دے اب میں جاتا ہوں۔ خدا حافظ!"۔

اتنا کہہ کر ناگ سانپ کی شکل بدلی اور رینگتا ہوا غار سے باہر نکل گیا۔ باہر آ کر اس نے دوبارہ ہاتھی کی

شکل اختیار کر لی اور جنگل کی طرف چنگھاڑا۔

اس کی چنگھاڑ سن کر جنگل سے ایک منہ زور ہتھنی بھاگتی ہوئی آئی اور اس کے سامنے آن کھڑی ہوگئی اور محبت سے سونڈ ہلانے لگی۔

ہاتھی نے کہا

اے ہتھنی! میں ایک ضروری کام سے دوسرے جنگل میں جا رہا ہوں۔ میرا ایک دشمن اس غار میں ہے۔

تم میرا ایک کام کرنا۔ آج سے ٹھیک دس روز بعد اس غار کے منہ پر جو پتھر پڑا ہوا ہے اسے اپنی سونڈ سے پرے ہٹا دینا

ہتھنی نے سونڈ اٹھا کر کہا۔

ہاتھی! تم جیسا کہتے ہو میں ویسے ہی کروں گی۔ کیا تم دس روز بعد واپس آ جاؤ گے“۔

ہتھنی بڑی خوش ہوئی اور وعدہ کرنے کے بعد واپس جنگل میں چلی گئی۔

اس کے جاتے ہی ناگ نے ہاتھی کا روپ تبدیل کیا اور پھر سے انسان کی شکل میں آ گیا۔ وہ وہاں سے سیدھا بندرگاہ پر آیا کہ معلوم کرے ان کا جہاز چلا گیا ہے یا نہیں وہاں آ کر پتہ چلا کہ جہاز کو رخصت ہوئے چار روز گذر گئے ہیں۔

ناگ کو بڑا افسوس ہوا۔ لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ پتا

چلا کہ اگلا جہاز ایک ہفتے بعد سفر پر روانہ ہو گا۔ ناگ یہ سن کر شہر کی سرائے کی تلاش میں چل پڑا کہ کسی جگہ آرام کیا جائے اور چھ روز گذارے جائیں۔

ایک سرائے میں اسے کوٹھڑی مل گئی ناگ کے کپڑے خراب ہو چکے تھے۔ اور اس کے پاس پیسے بھی ختم ہو گئے تھے۔

اسے کپڑوں اور پیسوں کی ضرورت تھی سرائے کے کمرے میں بیٹھ کر اس نے آنکھیں بند کیں اور دیکھا کہ زمین میں کہاں کہاں کوئی خزانہ دفن ہے۔

وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ساری زمین خالی پڑی تھی۔ اب اسے اس جگہ کا خیال آیا جہاں خانہ

بدروحوں نے ڈیرا لگا رکھا تھا۔

وہ جلدی سے وہاں پر آ گیا رات کا وقت تھا۔

اندھیرا چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور ایک جگہ سوراخ میں سے زمین کے اندر گھس گیا۔

خزانہ اسی جگہ زمین کے اندر موجود تھا۔

یہ ایک بہت بڑا بادشاہ کا خزانہ تھا جس نے مرنے سے پہلے اسے وہاں دفن کر دیا تھا۔

اس خزانے پر ایک سفید سانپ پہرہ دیتا تھا۔

جونہی ناگ سانپ کی شکل میں خزانے کے صندوقوں کے پاس پہنچا سفید سانپ نے چونک کر اسے دیکھا

اور اس پر خوف طاری ہو گیا۔

جلدی سے خزانے کے صندوق پر سے اترا اور زمین پر گردن رکھ دی اور کہا۔

"عظیم دیوتا! مقدس ناگ! آپ نے میرے غریب جانے پر تشریف لانے کی زحمت کیسے گوارا کی۔ مجھے حکم دیتے میں خود حاضر ہو جاتا"۔

ناگ نے کہا

ضرورت ہی ایسی اچانک پڑ گئی کہ ہمیں خود آنا پڑا۔

ہمیں خزانے میں سے کچھ دولت کی ضرورت ہے۔

سفید سانپ نے کہا۔

”یہ سارا خزانہ آپ کا ہے عظیم دیوتا! آپ حکم کریں تو میں سارے کا سارا خزانہ آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دوں“۔

ناگ نے کہا۔

نہیں۔ ہمیں سارے خزانے کی ضرورت نہیں۔ اس میں سے ہمیں سونے کے چند ٹکڑے چاہئیں۔ یہ ٹکڑے لے کر زمین سے باہر آ جاؤ۔ ہم تمہارا باہر انتظار کر رہے ہوں گے۔

سفید سانپ نے تعظیم بجا کر کہا۔

”جو حکم میرے دیوتا!“۔

ناگ رینگتا ہوا باہر زمین پر آ گیا۔ باہر آتے ہی اس نے جون بدل لی اور پھر سے انسان بن گیا۔ یہ ایک کچی سڑک تھی جس کی دونوں جانب درختوں کے جھنڈ تھے۔

ناگ ایک درخت کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا یہاں اندھیرا تھا۔ تھوڑی دیر میں چاند نکل آیا جس کی ہلکی ہلکی روشنی میں کچی سڑک صاف نظر آنے لگی۔

اتنے میں سفید سانپ زمین سے باہر آیا۔ اس نے سونے کی چھ سات ڈلیاں ناگ کے قدموں میں ڈال دیں۔

”آپ حکم کریں تو میں یاقوت اور جواہرات بھی

کر خدمت میں پیش کروں؟''۔

ناگ نے کہا۔

''نہیں ان کی ضرورت نہیں ہے۔ سونے کی یہ ڈلیاں کافی رہیں گی۔ ان کے عوض میں پونڈ وغیرہ خرید لوں گا۔ اب سفید سانپ نے گردن جھکا کر کہا۔''

''میری خوش نصیبی ہے کہ میں آپ کی کوئی خدمت کر سکوں''۔

یہ کہہ کر سفید سانپ واپس زمین کے اندر چلا گیا۔

ناگ نے سونے کی ڈلیاں اٹھا کر جیب میں رکھیں اور واپس سرائے کی طرف چل پڑا ابھی وہ کچی سڑک سے ذرا دور درختوں سے گذر رہا تھا کہ اچانک اسے تین

گھوڑ سواروں نے گھیر لیا اور تلواریں، بندوقیں نکال کر بولے۔

''کون ہو تم؟ کہاں جا رہے ہو؟''۔

یہ اس علاقے کا خطرناک ڈاکو مارکو تھا اور تین اس کے ساتھی تھے۔ ناگ نے کہا۔

''میں مسافر ہوں۔ اپنی سرائے میں واپس جا رہا ہوں''۔

مارکو بولا۔

''تم ادھر کیا کرنے آئے تھے؟''۔

اس کا جواب تسلی بخش طور پر ناگ نہ دے سکا۔

مارکو ڈاکو نے کہا۔

"اس کی تلاشی لو"۔

یہ بات خطرناک تھی۔ کیونکہ ناگ کے پاس تو سونے کی چھ ڈلیاں تھی۔

ابھی ناگ اپنی جون بدلنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ڈاکوؤں نے بندوقیں اس کے سینے پر لگا دیں اور مارکو نے اس کی تلاشی شروع کر دی۔

تلاشی لیتے ہی ناگ کی جیب سے سونے کی چھ ڈلیاں برآمد ہوئیں۔ سونے کی چھ ڈلیاں دیکھ کر ڈاکو مارکو کا چہرہ کھل اٹھا۔

"سونا۔۔۔ سونے کی ڈلیاں۔۔۔ ہا ہا ہا۔۔۔ خوب شکار ہاتھ لگا۔ ہمیں اس وقت ان کی سخت

ضرورت تھی"۔

انہوں نے ناگ کی پیٹھ پر لات مار کر کہا۔

"چلو بھاگ چلو واپس جنگل میں چلو"۔

اور گھوڑے پر بیٹھ کر وہاں سے فرار ہو گئے۔ ناگ ان کے گھوڑوں کو دیکھتا ہی رہ گیا۔ سونے کی ڈلیاں بھی گئیں اور مار بھی کھائی۔

اس کا نام کو بڑا سخت صدمہ تھا کہ مارکو نے اسے لات کیوں ماری۔ کسی نے آج تک ناگ کی یوں بے عزتی نہیں کی تھی۔

اسے بڑا سخت غصہ آیا اس نے مارکو ڈاکو سے بدلہ لینے کی قسم کھائی اور ایک سیکنڈ کے اندر اندر عقاب کا

روپ بدل کر اڑنا شروع کر دیا۔

اڑتے اڑتے وہ تینوں بھاگتے ہوئے ڈاکوؤں کے سروں کے اوپر آ گیا۔

اندھیری رات میں ڈاکو بھی بھاگے جا رہے تھے اور ان کے سروں پر عقاب بھی یعنی ناگ بھی اڑتا ہوا چلا جا رہا تھا

کافی دور بھاگنے کے بعد ڈاکو خشک بنجر پہاڑیوں کے قریب آ گئے۔

یہاں وہ ایک پہاڑی کی تریٹ میں گھوم گئے ناگ بھی عقاب کی شکل میں اڑتا اڑتا ادھر کو مڑ گیا۔

ڈاکو مارکو نے محسوس کیا کہ اندھیرے میں کوئی بڑا تیز

رفتار پرندہ شوق کر کے کبھی کبھی ان کے اوپر سے گذر جاتا ہے۔

لیکن اس نے کوئی خیال نہ کیا سوچا کہ کوئی عقاب وغیرہ ہوگا ڈاکو ایک چٹان کے پہلو میں سے ہو کر کھوہ میں داخل ہو گئے

یہ ڈاکوؤں کی قدری کمین گاہ تھی جو پتھروں ، چٹانوں اور غار میں بنی ہوئی تھی۔

عقاب باہر چٹان کے اوپر بیٹھ گیا۔ رات ختم ہو گئی۔ دن نکل آیا۔ اب ناگ نے سوچا کہ ان لوگوں سے اپنا سونا واپس لینا چاہیے۔

مگر کیسے؟۔

وہ مار کو سے بدلہ لینا چاہتا تھا اپنی بے عزتی کا۔ وہ سانپ کا روپ بدل کر رینگتا ہوا چٹان پر سے اترا اور پتھروں میں سے رینگتا غار میں گھس گیا۔

یہ غار کافی چوڑی تھی اور اس کی چھت جگہ جگہ سے پھٹی ہوئی تھی۔ جہاں سے دن کی روشنی اندر آ رہی تھی۔

اس نے دیکھا کہ بائیں جانب ڈاکوؤں کے تینوں گھوڑے بندھے ہوئے ہیں اور ذرا پرے تین ڈاکو سو رہے ہیں۔

صرف ایک ڈاکو تلوار اٹھائے پہرہ دے رہا ہے۔

ناگ رینگتا ہوا گھوڑوں کے قریب سے گذرا تو

ایک گھوڑا ہنہنانے لگا۔ اس پر پہرے دار ڈاکو نے چونک کر دیکھا اور تلوار لے کر بھاگتا ہوا گھوڑے کے پاس آیا۔

مگر وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ دائیں بائیں دیکھا اور واپس پلٹا۔ راستے میں پتھروں کے پاس ناگ سانپ کی شکل میں اس کا انتظار کر رہا تھا۔

جونہی وہ قریب سے گذرا سانپ نے اچھل کر اس کی پنڈلی پر ڈس دیا۔ ناگ کے زہر میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ یہ دشمن کا گلا پکڑ لیتا تھا اور وہ ذرا سا بھی نہیں بول سکتا تھا۔

یہی حال ڈاکو کا ہوا۔ سانپ کے زہر کے اندر

داخل ہوتے ہی اس کا گلا ایک دم سے خشک ہو گیا۔

اس نے سانپ کو بھاگتے دیکھ لیا تھا۔ اس نے چیخ ماری مگر کوئی آواز نہ نکلی

وہ تلوار لے کر سانپ کے پیچھے دوڑنے کی کوشش بھی نہ کر سکا۔ بس اس کے ایک ہی منٹ کے بعد ڈاکو زمین پر اوندھا گرا تھا اور مر چکا تھا۔

اس کے زمین پر گرنے کی آواز سن کر ایک ڈاکو کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بھاگ کر اس کی طرف آیا۔ ناگ نے اسے بھی ڈس کر ہلاک کر دیا۔

وہ گرا تو اس کے گرنے کی آواز سن کر تیسرا ڈاکو اٹھ کر آیا۔ ناگ نے اسے بھی گرا دیا اب باقی ایک

ڈاکو اور ایک ڈاکو رہ گئے۔

وہ ابھی تک سو رہے تھے۔ سانپ رینگتا ہوا ڈاکوؤں کے پاس پہنچا اس نے بڑے آرام سے ایک انسان کا روپ بدلا اور مارکو کو جگا کر کہا۔

"اٹھ بدنصیب انسان!"

مارکو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہی آدمی جس کو اس نے مار کر سونے کی ڈلیاں لوٹ لیں تھیں دونوں ہاتھوں میں دو بندوقیں تانے اس کے سامنے بیٹھا ہے اور اس کے سارے ساتھی زمین پر مرے پڑے ہیں۔

ڈاکو مارکو گھبرا گیا۔

"تم۔۔۔؟"

"ہاں میں۔۔۔"

ناگ نے کہا۔

میرا سونا کہاں ہے؟۔

کیا اب بھی تم مجھے میری امانت واپس نہ کرو گے
جبکہ تمہارے سارے ساتھی ہلاک کر دیئے گئے ہیں؟۔

"میں تمہارا سونا تمہیں واپس کیے دیتا ہوں۔
لیکن۔۔۔"

"لیکن ویکن کچھ نہیں۔ سونا واپس کرو اور یہاں
سے بھاگ جاؤ"

مارکو نے جیب سے سونے کی ڈلیاں نکال کر

ناگ کے حوالے کر دیں۔ ناگ نے ڈلیاں قمیض کے
اندر رکھیں اور مارکو کو ٹھوکر مار کر بولا۔

"اٹھ کر یہاں سے سیدھے مغرب کی طرف
بھاگ جاؤ۔ جلدی کرو"۔

مارکو اٹھا اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگنے ہی لگا تھا کہ
ناگ نے پیچھے سے بندوق چلا دی وہ گرا اور تڑپنے
لگا۔

"میں نے تمہیں اس لیے ختم کر دیا ہے کہ تم کسی
دوسرے غریب آدمی پر ہاتھ نہ اٹھا سکو"۔

اس کام سے فارغ ہو کر ناگ سیدھا اپنی سرائے
میں واپس آ گیا۔

دوسرے روز وہ شہر کے صرافہ بازار میں سونے کی ڈلیاں فروخت کرنے چلا گیا۔ اس بازار میں سونے کی خرید وفروخت ہوتی تھی۔

ایک دکان پر اس نے ایک یہودی کو سونے کے عوض پونڈ دیتے دیکھا تو رک گیا۔ یہودی بدتمیز تھا اس نے ناگ کو دیکھا تو دھتکار کر کہا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو؟ چلو چلتے پھرتے نظر آؤ"۔

ناگ نے کہا۔

"میں کچھ سونا فروخت کرنا چاہتا ہوں"۔

یہودی نفرت سے بولا۔

"شکل سے تو مجھے کوئی اٹھائی گیرے نظر آتے ہو تمہارے پاس سونا کہاں سے آ گیا"

اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا ناگ ابھی کچھ کہنے ہی والا تھا کہ یہودی نے اپنے ہٹے کٹے حبشی نوکر سے کہا۔

"ذرا اسے اٹھا کر دوسری طرف کو پھینکو"۔

حبشی پورا دیو کا دیو تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ناگ کو اٹھایا اور سامنے گھاس کے ڈھیر پر گرا دیا نہیں تو اور اس کی ہڈی پسلی ایک ہو جاتی۔

ناگ کو یہودی اور اس کمینے حبشی پر سخت طیش آیا۔

اس نے سوچا کہ ان لوگوں کو ذرا اس گستاخی کا مزا

چکھانا چاہیے۔

اس نے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑے اور یہودی سے کہا

''اگر میں تمہیں سونا دکھا دوں تو کیا تمہیں اعتبار آ جائے گا؟''۔

یہودی ہنسا۔

''ارے جا تو تو مجھے شکل سے کوئی چور اچکا نظر آتا ہے۔ بھاگتا ہے یا حبشی سے کہہ کر تمہاری ہڈی پسلی ایک کراؤں؟''۔

ناگ نے جیب سے سونے کی ڈلیاں نکال کر یہودی کے آگے رکھ دیں۔

یہ سونا بے حد خالص سونا تھا اور بہت قیمتی تھا۔

یہودی پہلی نظر ہی سے پہچان گیا کہ مال اصلی اور بہت قیمتی ہے۔

اس نے سونے کی ڈلیاں قابو میں کر لیں اور ناگ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اسے باندھ لیا اور کہا۔

ڈاکو کے بچے! سچ بتا اتنا قیمتی سونا تو نے کہاں سے چوری کیا ہے۔

جلدی بتا نہیں تو ابھی تمہیں کوتوال کے حوالے کرتا ہوں۔

ناگ پریشان ہو گیا کہ یہ بد بخت شخص خواہ مخواہ اپنی موت کو آوازیں دے رہا ہے

اس نے کہا۔

''بھائی یہ میرا اپنا سونا ہے میں نے کہیں سے چوری نہیں کیا''۔

یہودی نے ناگ کے سر پر ایک دھپڑ مار کر کہا۔

''ارے اٹھائی گیرے۔ تیرے پاس سونا کہاں سے آ گیا تیرے تو پھٹے ہوئے کپڑے اور پھٹا ہوا جوتا ہے''۔

یہودی نے حبشی سے کہا۔

''اسے پکڑ کر دکان کے اندر بند کر دو۔ ابھی کوتوال کو بلا کر اسے قانون کے حوالے کرتا ہوں''۔

حبشی نے باگ کی مشکیں کس دیں اور اندر ڈال

کر دروازہ بند کر دیا۔

یہ سب کچھ چند ہی منٹوں میں ہو گیا ناگ کا سونا بھی گیا اور وہ قید میں بھی ڈال دیا گیا۔ اب وہ بالکل پریشان نہیں تھا۔

اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس بد دیانت یہودی دکاندار کی موت اسی کے ہاتھوں لکھی ہوئی ہے۔ مگر وہ انتظار کرتا رہا کہ شاید یہ شخص اب بھی سیدھی راہ پر آ جائے اور اسے اس کا سونا واپس کر دے۔

ناگ نے آج تک سوائے چوروں، ڈاکوؤں اور ظالموں اور قاتلوں کے اور کسی کو قتل نہیں کیا تھا۔ مگر ایسے لگتا تھا کہ یہودی کا آخری وقت آن پہنچا ہے۔

وہ ضرور ظالم یا قاتل تھا۔

ناگ خاموشی سے دکان کے پیچھے کمرے میں بیٹھا رہا۔ وہ رسیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ جب بازار بند ہوگیا تو یہودی اپنے حبشی ملازم کے ساتھ اندر آ گیا۔

"اب بتا تو نے یہ خالص سونا کہاں سے چرایا ہے؟ کیا وہاں اس طرح کا اور بھی سونا ہے؟ اگر ہے تو ہمیں وہاں لے چل یا خود وہاں سے سارا سونا چوری کر کے میرے پاس لے آ"۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہودی لالچی اور بددیانت ہے اور اس سے چوری ڈاکے کا کام کروانا چاہتا ہے

اس نے کہا۔

"احمق اور لالچی یہودی! میری رسیاں کھول دے اور سونا واپس کر دے یا اس کے عوض مجھے نقدی دے دے تاکہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور تیری بھی جان بچے"۔

یہودی نے حبشی کو اشارہ کیا۔

"زمرد! ذرا اس کے ہوش ٹھکانے کرو۔ یہ اس طرح سے نہیں مانے گا"۔

"حبشی نے آگے بڑھ کر ناگ کو مارنا شروع کر دیا۔ یہ مار ناگ برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے چیخ کر کہا"

"رک جاؤ بدنصیب انسان! میں تجھے خبردار کرتا

www.urdurasala.com

ہوں پھر نہ کہنا کہ میں نے تمہارے ساتھ زیادتی کی۔ اور تو بھی سن لے اے یہودی۔ تو یہاں سے زندہ واپس نہ جا سکے گا"۔

یہودی قہقہے لگانے لگا۔ بھلا انہیں ناگ کی دھمکیوں کا کیوں کر یقین آ سکتا تھا۔ وہ تو اسے ایک مفلس بھکاری سمجھ رہے تھے۔

جس نے کسی کے ہاں سے سونا چوری کر لیا تھا۔

یہودی نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"زمرد! ذرا زوردار ہاتھ دکھاؤ اسے"۔

اور زمرد نے لاتوں سے بھی ناگ کو مارنا شروع کر دیا۔

اب ناگ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اس نے ایک گہرا سانس لیا اور دوسرے لمحے یہودی اور حبشی دیوار سے لگے تھر تھر کانپ رہے تھے۔

کیونکہ ان کے سامنے مفلس بھکاری کی جگہ ایک خوں خوار دانتوں اور بھیانک چہرے والا شیر منہ کھولے کھڑا انہیں اپنی سرخ سرخ آنکھوں سے گھور رہا تھا۔

خطرناک گھڑی

یہودی اور حبشی کی زبانیں بند ہو گئی تھیں۔

ان کے رنگ زرد تھے۔ جسم پسینے میں شرابور اور ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ ان میں اتنی بھی طاقت نہیں تھی کہ وہ زور سے چیخ ہی مار سکیں۔

شیر بڑے آرام سے اپنا زبردست سر ہلاتا ہوا یہودی اور حبشی کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

پھر اس نے اپنا ہاتھ اٹھا کر تیز ناخنوں والا پنجہ حبشی کی گردن میں پیوست کر دیا۔

حبشی کی چیخ نکل گئی۔ یہودی باہر کو بھاگنے لگا تو شیر نے دوسرا پنجہ مار کر اسے بھی گرا دیا۔

ناگ نے اب سانپ کا روپ بدل لیا۔ حبشی اور یہودی نے کپکپاتی آنکھوں سے دیکھا کہ جہاں پہلے شیر کھڑا تھا اب ایک بہت بڑا سانپ پھن پھیلائے ان کے سامنے پھنکاریں مار رہا ہے۔

حبشی نے باہر کو کھسکنے کی کوشش کی ہی تھی کہ سانپ نے لپک کر اسے ڈس دیا۔ حبشی زمین پر گرا اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا جسم نیلا پڑ گیا۔

اس کے نتھنوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ مر
گیا۔ یہودی نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''معاف کر دو معاف کر دو۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔
میرا قصور معاف کر دو۔ میں ساری زندگی تمہارا غلام
رہوں گا۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچوں پر رحم کرو۔
ترس کھاؤ''۔

ناگ کو جانے کیوں بچوں کا سن کر رحم آ گیا۔ اس
نے سانپ کی شکل چھوڑ دی اور پھر سے انسانی شکل
میں آ گیا۔ یہودی سجدے میں گر پڑا۔

''تم دیوتا ہو۔ مجھے معاف کر دو''

ناگ نے کہا۔

''اس حبشی نے مجھ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اسے اس
کے ظلم کی سزا مل چکی ہے۔ اب تم باہر دکان پر چلو اور
مجھ سے بات کرو''۔

دکان پر آ کر یہودی ادب سے بیٹھ گیا۔ اور بولا۔

''حضور! آپ اپنا سونا بھی رکھیں اور جس قدر رقم
چاہیے مجھ سے لے لیں''۔

ناگ نے کہا۔

نہیں ایسا نہیں ہو گا میں کوئی فقیر نہیں ہوں اور پھر
میں تمہارا احسان نہیں لینا چاہتا۔ میں اپنے سونے کا
معاوضہ چاہتا ہوں۔

میرے سونے کے عوض جس قدر نقدی حساب

کے ساتھ بنتی ہے۔ وہ مجھے دے دو۔

یہودی نے کہا۔

"جتنا سونا آپ نے مجھے دیا ہے۔ اس کے حساب سے آپ کے دس ہزار پونڈ بنتے ہیں"۔

دس ہزار پونڈ یعنی تین لاکھ روپے آج سے سو برس پہلے بہت بڑی رقم تھی۔

اتنی رقم کی ناگ کو ضرورت بھی نہیں تھی۔ مگر وہ یہودی کے پاس بھی اپنی دولت نہیں رکھنا چاہتا تھا۔

اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ تم مجھے ڈھائی لاکھ روپیہ یعنی دس ہزار پاؤنڈ تھیلی میں ڈال کر دے دو"۔

یہودی نے سارے رقم تھیلی میں ڈال کر ناگ کے حوالے کر دی۔ ناگ سے اتنی رقم اٹھائی نہیں جا رہی تھی۔

اس نے ایک مزدور کے سر پر تھیلی رکھوائی اور سرائے میں آ گیا۔ دوسرے روز اس نے سرائے کی کوٹھڑی کو تالا لگایا اور شہر سے باہر غریب بستی میں آ کر گھومنے پھرنے لگا۔

سارا دن وہ غریب لوگوں کے گھروں کے باہر گھومتا رہا۔ رات کو اس نے تھیلی اپنے سر پر رکھی اور غریب لوگوں کے گھروں کے دروازوں میں سے اندر پونڈ پھینکنے شروع کر دیے۔

اس نے صرف ایک ہزار پاؤنڈ اپنے پاس رکھے اور باقی نو ہزار پاؤنڈ غریبوں کے گھروں میں تقسیم کر دیئے۔

ظاہر ہے جب صبح اٹھ کر غریبوں نے اپنے مکانوں میں دولت دیکھی ہوگی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں رہا ہوگا۔

ایک ہزار پونڈ سے ناگ نے اپنے لیے بہترین انگریزی کپڑے، ہیٹ، چھڑی، سوٹ کیس اور لمبا کوٹ وغیرہ خریدا ایک ہلکا سوٹ اسی وقت پہن لیا اور جہاز پر سوار ہوگیا۔

ٹکٹ وہ پہلے ہی خرید چکا تھا۔ یہ ٹکٹ اس نے

جہاز کے فسٹ کلاس کی خریدی تھی۔ جہاز اسی روز شام کے وقت جبرالٹر کی بندرگاہ سے ولایت کی طرف روانہ ہوگیا۔

ادھر ماریا بھی ولایت جانے والے جہاز پر سوار تھی اور اس کا جہاز ولایت کی بندرگاہ پر پہنچنے ہی والا تھا۔

اس سے پہلے کہ یہ لوگ بندرگاہ ولایت پر اتریں بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ذرا عنبر کی بھی خبر لیں کہ وہ کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے۔

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں عنبر ماہی گیروں کی بستی میں آرام کر رہا تھا جب وہاں رہتے رہتے وہ تھک گیا

اور ماریا ناگ کی یاد اسے ستانے لگی تو ایک روز اس نے ماہی گیروں کو الوداع کہا اور کشتی میں سوار ہو کر کلکتہ شہر کی طرف چل پڑا۔

گھاٹ پر اتر کر عنبر سیدھا ایک قریبی سرائے میں گیا۔ یہاں باہر سے آئے ہوئے کئی مسافر ٹھہرے ہوئے تھے۔

عنبر کے پاس کچھ بھی نہیں تھا اشرفیاں کب کی ختم ہو چکی تھیں۔

روپے پیسے کے بغیر وہ اس شہر میں نہیں ٹھہر سکتا تھا۔ اس نے سوچا کہ روپیہ کہاں سے پیدا کرے وہ محنت مزدوری کر کے ہی کچھ پیسے کمانا چاہتا تھا وہ

سیدھا بندرگاہ پر آ گیا۔

یہاں ایک جہاز پر سے سامان اتارا جا رہا تھا۔ عنبر ایک آدمی سے ملا جس نے اسے جہاز سے سامان اتارنے کے کام پر لگا دیا۔

عنبر کے لیے سامان اتارنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ خواہ وہ کتنا ہی بھاری کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اس نے ایک بڑی سی گانٹھ اٹھا کر سر پر رکھی۔ اور بڑے اطمینان سے لے کر نیچے ہو گیا۔

دوسرے مزدور اسے حیرانی سے تکنے لگے اتفاق سے جہاز کا کپتان بھی اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ عنبر کے پاس آ کر بولا۔

"تم انسان ہو یا کوئی جن؟"۔

عنبر نے کہا۔

"میں انسان ہوں۔ ابھی جن نہیں بنا"

"پھر تم نے اتنا زیادہ وزن اکیلے کیسے اٹھالیا جبکہ مزدور مل کر بھی نہیں اٹھا سکتے؟"۔

عنبر نے کہا

"میں اس سے بھی زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہوں۔ آزما کر دیکھ لیں"

کپتان نے کہا

"پھر ضرور تمہارے پاس کوئی خفیہ طاقت ہے۔ چلو میرے ساتھ آؤ اور لنگر کی مشین کو ایک جگہ سے

دوسری جگہ رکھ دو"۔

عنبر کپتان کے ساتھ جہاز کے عرشے پر اس جگہ آ گیا۔ جہاں لنگر کی بھاری بھرکم مشین پڑی تھی۔ یہ بہت بڑی مشین تھی اور ناممکن بات تھی کہ دس آدمی مل کر بھی اسے اپنی جگہ سے ہلا سکتے۔

عنبر نے ایک لمحے کے لیے مشین کو دیکھا۔ پھر بڑے آرام سے ایک ہاتھ نیچے اور دوسرے ہاتھ اوپر ڈال کر اسے اٹھایا اور حیرت زدہ کپتان اور دوسرے لوگوں کی موجودگی میں اسے اٹھا کر دوسری جگہ پر رکھ دیا۔

سارے لوگ دم بخود ہو کر رہ گئے۔ کپتان سمجھ گیا

کہ یہ کوئی غیر معمولی نوجوان ہے۔ وہ اسے اپنے
ساتھ کیبن میں لے گیا۔ اسے کھانا کھلایا ٹھنڈا شربت
پلایا اور کہا۔

"اگر تم میرے جہاز پر ملازم ہو جاؤ تو میں تمہیں
مہینہ تنخواہ بھی دوں گا اور کھانا پینا وردی بھی مفت ملے
گی"۔

عنبر نے کہا

"آپ کا جہاز کہاں جا رہا ہے؟"۔

کپتان نے کہا۔

"میرا جہاز کچھ دنوں کے بعد ولایت جانے والا
ہے"۔

عنبر بولا

"میں ولایت تو نہیں جا سکتا۔ ہاں جتنے روز جہاز
یہاں کھڑا ہے میں ملازمت کر لوں گا"۔

کپتان نے عنبر کو نوکر رکھ لیا۔ عنبر کو نئے کپڑے
مل گئے۔ اسے رات کو ٹھہرنے کی جگہ بھی مل گئی تھی۔
اس نے سوچا کہ اتنے روز سکون سے شہر میں چل پھر کر
وہ ناگ اور ماریا کو تلاش کرے گا۔

وہ صبح سے شام تک جہاز پر کام کرتا اور شام کو کھانا
کھا کر شہر میں گھومنے پھرنے چلا جاتا۔ ایک روز وہ
پھرتا پھراتا ایک پرانے مندر کے قریب سے گذرا تو
کیا دیکھتا ہے کہ ایک گورا سپاہی ایک ادھیڑ عمر پجاری کو

گھونسوں اور لاتوں سے مار رہا ہے۔ پجاری ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہہ رہا ہے۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں بے قصور ہوں۔ میرا کوئی قصور نہیں قاتل میرے مندر میں نہیں ٹھہرا تھا"۔

گورا سپاہی اسے گھسیٹتا ہوا مندر کے اندر لے گیا۔

عنبر کو بیچارے بوڑھے پجاری پر بڑا ترس آیا۔ کیونکہ گورا سپاہی اسے بری طرح پیٹ رہا تھا۔

عنبر بھی مندر کے اندر آ گیا۔ یہاں مشعل جل رہی تھی جس کی روشنی میں گورے نے پجاری کو ایک ستون کے ساتھ باند دیا اور ہنٹروں سے اسے پیٹنے

لگا۔

"بتا قاتل کہاں چلا گیا؟ ہمارے سپاہی اور سارجنٹ کہاں گم ہو گئے ہیں۔ کیا تو نے انہیں قتل کر دیا ہے؟"۔

پجاری یہی کہے جا رہے تھا۔

"میں بے قصور ہوں۔ مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں بے گناہ ہوں"۔

گورے نے زور سے ہنٹر مارنے شروع کر دیئے۔ عنبر سے یہ دردناک تماشہ دیکھا نہ گیا اس نے آگے بڑھ کر گورے کے ہاتھ سے ہنٹر چھین کر پرے پھینک دیا۔

گورے کی آنکھوں میں خون اتر آیا کہ اس
نوجوان کی اتنی جرات کہ اس کے ہاتھ سے ہنٹر چھین
لے۔اس نے پستول نکالکر عنبر کی طرف تان لیا۔

''کون ہو تم بدبخت؟''۔

عنبر نے کہا

''میں اس بیچاری کو بچانے آیا ہوں۔کیا تمہیں
ایک بوڑھے آدمی پر ظلم کرتے ہوئے شرم نہیں
آتی؟''۔

اگر تم نے اسے آزاد نہ کیا تو تمہاری جان کی خیر
نہیں ہے۔

گورا سپاہی بڑا حیران ہوا کہ یہ کیسا نوجوان ہے

کہ میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر بھی خوف زدہ نہیں
ہوا۔الٹا مجھے ڈانٹ رہا ہے۔

اس نے پستول لہرا کر کہا۔

''میں ایک دو تین کہوں گا۔اگر تم مندر سے باہر نہ
نکلے تو میں گولی چلا دوں گا''۔

عنبر نے سینہ تان کر کہا۔

''بے شک گولی چلا کر بھی دیکھ لو لیکن یاد رکھو گولی
چلانے کے بعد تم میرے انتقام سے نہ بچ سکو گے''۔

مندر میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔وہاں
سوائے ان تینوں کے اور کوئی نہیں تھا۔

گورا سپاہی طنز بھری ہنسی ہنسا۔

"کالے ہندوستانی کتے! مجھے تمہیں ہلاک کرنا ہی پڑے گا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اس ملک پر گوروں کی حکومت ہے؟"۔

عنبر غصے سے سرخ ہو گیا۔ مگر وہ گورا سپاہی کو حملہ کرنے کا موقع ضرور دینا چاہتا تھا تاکہ اس کے دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے۔ اس نے صرف اتنا کیا کہ گورے سپاہی کی طرف غصے سے گھور کر کہا۔

"تم نے ثابت کر دیا ہے کہ تم اچھے خاندان کی اولاد نہیں ہو۔ چلاؤ گولی۔ اپنے دل کا ارمان پورا کر لو"۔

گورے سپاہی نے پستول کا نشانہ باندھ کر کہا۔

"ایک۔۔۔ دو۔۔۔ تین۔۔۔"

عنبر اپنی جگہ پر ڈٹا رہا۔

پجاری نے گڑگڑا کر کہا۔

"بیٹے! میری خاطر اپنی جان سے ہاتھ نہ دھوؤ۔ بھاگ جاؤ مجھے مرنے دو میں بوڑھا ہو چکا ہوں"۔

عنبر نے کہا۔

"بابا تم خاموش رہو"۔

پھر اس نے گورے سپاہی کو للکارا

"چلاؤ گولی احمق فرنگی!"۔

گورے نے پستول چلا دیا۔ دھماکا ہوا۔ بارود کا دھواں اٹھا۔

گورے کا خیال تھا بلکہ اسے یقین تھا کہ عنبر خون
میں لت پت ہو کر فرش پر تڑپ رہا تھا لیکن یہ دیکھ کر
اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ عنبر اپنی جگہ پر
اسی طرح کھڑا تھا اور پستول کی گولیاں زمین پر بکھری
ہوئی تھیں۔

گورے سپاہی نے سوچا کہ شاید نشانہ خطا گیا اس
نے دوبارہ پستول بھر کر چلا دیا۔ اس بار بھی عنبر کا بال
تک بیکا نہ ہوا اور وہ اپنی جگہ پر کھڑا مسکراتا رہا۔

اب تو گورے سپاہی کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

پجاری بھی ششدر تھا وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ گنگا میا
نے اپنا کوئی اوتار اس کی جان بچانے کے لیے بھیجا

ہے۔

اس نے جھک کر عنبر کے آگے جوڑ دیے۔

"جے گنگا میا کی جے"۔

عنبر نے گورے سپاہی کے ہاتھ سے پستول چھین
کر پرے پھینک دیا اور اس کی گردن دبوچ کر کہا۔

"اب میں تم کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تم ظالم ہو
جانے تم نے کتنے بے گناہ لوگوں کے خون سے اپنے
ہاتھ رنگے ہیں"

گورا سپاہی وحشت زدہ ہو چکا تھا۔ عنبر نے اس کی
گردن کو زور سے جھٹکا دیا۔ اس کی گردن کا منکا ٹوٹ
گیا اور وہ گر پڑا تھوڑی دیر بعد اس نے دم توڑ دیا۔

پجاری نے سجدہ کر دیا۔

"جے ہو گنگا دیوی! جے ہو گنگا میا!"۔

عنبر نے کہا۔

"بابا! میں نہ گنگا دیوی ہوں اور نہ گنگا میا ہوں۔ میں ایک انسان ہوں۔ لیکن دوسرے انسانوں سے ذرا مختلف ہوں تم ایسا کرو کہ اس گورے کی لاش کو چھپانے کا انتظام کرو نہیں تو پولیس آ کر تمہیں گرفتار کرے گی۔ کیا یہاں کوئی تہہ خانہ ہے؟"۔

پجاری نے کہا۔

"ہاں گورو دیو! ایک تہہ خانہ موجود ہے"۔

پجاری نے عنبر کو تہہ خانہ دکھایا۔ عنبر نے گورے کی

لاش تہہ خانے میں گڑھا کھود کر دبا دی۔

گڑھا کھودتے ہوئے عنبر نے دیکھا کہ وہاں پہلے ہی لاشیں دفن تھیں۔ اس نے پجاری سے ان لاشوں کے بارے میں سوال کیا اور پوچھا۔

"بابا! کیا یہاں پہلے کوئی قبرستان تھا؟"۔

پجاری ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔

گورو دیو! آپ سے کونسی چیز چھپی ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ آپ سے پہلے ایک شخص گنگا میا ہی کے روپ میں یہاں آیا تھا۔

اس نے ان ظالم سپاہیوں کے چنگل سے میرے اور اپنے ایک سرفروش دوست کی جان بچائی تھی اور

انہیں زمین میں دفن کر دیا تھا۔

عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔

"وہ کون شخص تھا؟"۔

پجاری نے کہا۔

"نوجوان تھا۔ آنکھیں سرخ تھیں اور ان میں بڑی کشش تھی"۔

عنبر اچھل پڑا۔

"اس کا نام ناگ تو نہیں تھا؟"۔

"ہاں گرو دیو! ناگ ہی اس نے اپنا نام بتایا تھا۔ کیا آپ اسے جانتے ہیں؟"۔

کیوں نہیں۔ وہ میرا بھائی ہے میں اسی کی تلاش

میں تو مارا مارا پھر رہا ہوں۔ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں چلا گیا؟۔

پجاری نے کہا۔

"گورو مہاراج! ناگ آخری بار مجھے اس مندر میں چھوڑ کر بندرگاہ کی جانب یہ کہہ کر چلا گیا تھا کہ وہ اپنے بھائی عنبر اور بہن ماریا کی تلاش میں ولایت کا سفر کر رہا ہے"۔

عنبر بیٹھ گیا۔

"میں ہی عنبر ہوں بابا! ناگ اور ماریا کا بھائی۔ ہم تینوں بہن بھائی ایک دوسرے سے بچھڑ چکے ہیں اور ایک دوسرے کی تلاش میں ہیں۔

اچھا ہوا کہ کم از کم مجھے ناگ کے بارے میں تو پتہ چلا کہ وہ کہاں ہے میں بھی اب ولائت کا سفر کروں گا اور اسے وہاں جا کر تلاش کرلوں گا۔

مجھے یقین ہے کہ ماریا بہن بھی ضرور وہیں کہیں نہ کہیں ہو گی۔

عنبر بیچاری سے رخصت ہو کر جہاز پر آ گیا وہ سیدھا کپتان کے کیبن میں گیا۔

کپتان آرام کر رہا تھا۔

عنبر کو دیکھ کر بولا۔

''کہو نوجوان! کیسے آنا ہوا؟''۔

عنبر نے کہا

''صاحب! میں آپ کے ساتھ ولایت جانے کو تیار ہوں''۔

کپتان خوش ہو کر بستر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

''یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔ اب تم نے کیسے ارادہ کر لیا؟''

عنبر نے کہا۔

''صاحب! یہاں پہ میرا دل نہیں لگتا شاید ولایت جا کر کچھ سکون ملے۔ اور پھر یہاں کاروبار بھی نہیں ہے۔ کیا آپ مجھے ولایت اپنے ساتھ لے چلیں گے ناں؟''۔

کپتان مسکرا کر کہنے لگا۔

"کیوں نہیں! مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر تم میرے ساتھ ولایت جاؤ گے"

کپتان کا ارادہ ولایت جا کر عنبر سے بڑا کام لینے کا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ولایت جا کر عنبر کی نمائش لگائے اس کا طاقت کا مظاہرہ لوگوں کو دکھائے اور دولت کمائے۔

کیونکہ اس نے اپنی ساری زندگی میں عنبر جتنا طاقتور نوجوان آج تک نہیں دیکھا تھا۔ بات طے ہو گئی۔

اب عنبر بیتابی سے جہاز کے چلنے کا انتظار کرنے لگا۔ آخر ہفتہ گذر گیا اور جہاز نے سمندر میں ولایت

کی جانب سفر شروع کر دیا۔

کسی کو خبر نہیں تھی کہ اس جہاز میں کپتان کا ایک جانی دشمن بھی اپنے ساتھی کے ہمراہ سفر کر رہا تھا۔ ان دونوں آدمیوں کا مقصد یہ تھا کہ جب جہاز کھلے سمندر میں پہنچے تو کپتان کو قتل کر کے اس کی لاش سمندر میں پھینک دی جائے۔

اس خوفناک کام پر ان دونوں کو کپتان کے ایک انگریز رشتے دار نے لگایا تھا۔ اور ان دونوں کے ساتھ ایک بھاری رقم طے کی تھی۔

کپتان کا سنگدل رشتے دار جائیداد کی خاطر کپتان کو راستے سے صاف کرنا چاہتا تھا۔

کپتان سیدھا سادا انسان تھا۔ اسے کوئی خبر نہیں تھی کہ جہاز میں اس کے قاتل بھی عام مسافروں کے بھیس میں سفر کر رہے ہیں۔

عنبر کو بھی اس خونی سازش کا کوئی علم نہیں تھا۔ جہاز کو بندرگاہ سے روانہ ہوئے دو روز گذر چکے تھے اور اب وہ کھلے سمندر میں سفر کر رہا تھا۔

شام کے وقت عنبر جہاز کے کپتان کے ساتھ عرشے کی ٹھنڈی ہوا میں بیٹھا ولایت کی باتیں سن رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد کپتان نے جمائی لے کر کہا۔

"عنبر میاں! مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ میں سونے

چلا"۔

کپتان اٹھ کر نیچے اپنے کیبن میں سونے چلا گیا۔

عنبر کچھ دیر عرشے پر بیٹھا ٹھنڈی ہواؤں کا لطف اٹھاتا رہا۔

رات کے سائے گہرے ہو گئے تھے۔ سمندر پر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جہاز آہستہ آہستہ ڈولتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

عنبر کا دل چائے کی ایک پیالی پینے کو چاہا۔ وہ عرشے سے اٹھ کر نیچے جہاز کی کینٹین میں آ گیا جہاز کی کینٹین پر زیادہ لوگ نہیں تھے۔

چند ایک مسافر یہاں وہاں بیٹھے کھانا کھا رہے

تھے۔ ایک طرف دونو جوان میز پر سر جوڑ کر بیٹھے آپس میں کھسر پسر کر رہے تھے اور چائے بھی پی رہے تھے۔ یہی وہ قاتل تھے جو جہاز کے کپتان کو قتل کرنے کا ارادہ لے کر جہاز پر سوار ہوئے تھے۔

عنبر نے ان پر کوئی توجہ نہ دی اور ان کے قریب ہی میز پر بیٹھ کر چائے پینے اور ناگ ماریا کے بارے میں سوچنے لگا۔

اسے پوری امدی تھی کہ ولایت میں وہ اپنے بہن بھائی سے ضرور مل سکے گا۔ اچانک تیز کانوں میں ان دونوں کی باتوں کی آواز پڑنا شروع ہوئی۔ ایک کہہ رہا تھا۔

"آج کی رات ٹھیک رہے گی"۔

دوسرا بولا۔

"نہیں۔ کل رات کو کام کریں گے۔ جہاز کو ابھی اور زیادہ کھلے سمندر میں جا لینے دو"۔

عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ حیران ہوا کہ یہ لوگ کھلے سمندر میں جا کر کیا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ ذرا قریب ہو گیا۔

اس دوران میں دونوں قاتل ہو گئے۔ خاموشی سے انہوں نے عنبر کو دیکھا اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ لیکن اب عنبر یہ معلوم کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا کہ یہ لوگ کس لیے سفر کر رہے ہیں اور یہ کھلے سمندر میں جا کر

کیا کرنا چاہتے ہیں۔

وہ بھی چپکے سے اٹھ کر ان قاتلوں کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔

دونوں قاتل راہداری سے گذر کر ایک کیبن میں داخل ہو گئے۔ انہوں نے دروازہ زور سے بند کر لیا۔

عنبر کچھ دیر وہاں کھڑا سوچتا رہا

پھر اس نے دیکھا کہ کیبن کے عقب میں ایک گول روشندان سا بنا ہوا تھا۔ وہ کیبن کے عقب میں آ گیا۔

ایک سٹول پر چڑھ کر اس نے گول شیشے کے ساتھ کان لگا دیئے

اندر دونوں قاتل ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک کہہ رہا تھا۔

میری بات مانو! آج کی رات سے اچھا موقع اور کبھی نہیں ملے گا۔

موسم خراب ہو رہا ہے۔ لہروں میں طوفان کے آثار ہیں۔ اس کام سے ہم جتنی جلدی فارغ ہو جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔

دوسرا کہنے لگا۔

''تمہارا کیا خیال ہے جہاز کے کپتان کا کیبن کھلا ہوگا؟''۔

پہلا قاتل بولا۔

"یہ معمولی بات ہے میں ہر قسم کے دروازے کی چٹخنی اور تالا کھول سکتا ہوں۔ تم تیار ہو جاؤ۔ ہم آج رات ہی کپتان کا کام تمام کر دیں گے"۔

عنبر چونک پڑا۔

"ہائیں! تو کیا یہ لوگ بے چارے کپتان کو قتل کرنے کی کھچڑی پکا رہے ہیں؟ کھچڑی کیا پکا رہے ہیں بلکہ وہ تو آج رات اسے قتل کرنے جا رہے ہیں"۔

دوسرے قاتل نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ میں تیار ہوں۔ خس کم جہاں پاک۔ کپتان کو آج ہی رات قتل کر دیں گے تاکہ ہم

ایک لاکھ روپے کے انعام کے حق دار ہو سکیں"۔

عنبر وہاں سے نکل کر سیدھا کپتان کے کیبن میں آ گیا۔ اس نے کپتان کو بتانا ضروری نہ سمجھا۔ کیونکہ وہ قاتلوں کو رنگے ہاتھوں پکڑنا چاہتا تھا۔

اگر وہ کپتان کو بتا دیتا کہ دو آدمی اسے قتل کرنے آ رہے ہیں تو کپتان ان لوگوں کو گرفتار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔

سنی سنائی بات پر بھلا کیونکر کسی کو گرفتار کیا جا سکتا ہے۔ کپتان بستر پر لیٹا کتاب پر رہا تھا

عنبر نے کہا۔

"آپ کو تو نیند آ رہی تھی اور ابھی آپ کتاب

پڑھ رہے ہیں؟''۔

کپتان نے کہا۔

''عنبر میاں! آیا تو سونے کے لیے تھا لیکن بستر پر لیٹتے ہی نیند غائب ہو گئی۔ سوچا کہ کچھ مطالعہ کروں۔ شاید نیند آ جائے، مگر تم کدھر پھر رہے ہو؟''۔

عنبر بولا۔

''بس یونہی میں بھی چکر لگاتا ادھر آ گیا۔ سوچا ذرا آپ سے باتیں ہی ہو جائیں''۔

''ضرور ضرور آؤ بیٹھو''۔

کپتان نے کتاب پرے رکھ دی۔

عنبر نے کہا۔

نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے بستر میں شاید کھٹمل ہیں۔ بری طرح کاٹتے ہیں۔ صبح ان کا بندوبست کروں گا۔

اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے کیبن میں ہی قالین پر سو جاؤں۔

عنبر نے کہا۔

''نہیں نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میں قالین پر سونے کا عادی ہوں بس آپ آرام کریں''۔

عنبر چپکے سے کونے میں قالین پر لیٹ گیا اور بولا۔

''لیجیے! مجھے تو نیند آنے لگی۔ اچھا شب بخیر!''۔

''شب بخیر!''۔

کپتان نے کہا اور پھر سے کتاب پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔

عنبر نے جھوٹ موٹ نیند کا بہانہ کیا تھا۔ اسے تو آج کی رات خاص طور پر جاگتے رہنا تھا۔ کیونکہ آج رات دو قاتل کپتان کو قتل کرنے آ رہے تھے جن کی سازش سے عنبر نے کپتان کو بچانا تھا اور قاتلوں کو گرفتار کرنا تھا۔

وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ اور خطرناک گھڑی کا انتظار کرنے لگا۔

نقاب پوش قاتل

عنبر قالین پر بڑے خاص انداز سے لیٹا تھا۔

اس کا منہ دروازے کی جانب تھا۔ تاکہ وقت آنے پر وہ فوراً ہوشیار ہو سکے۔

رات گزرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد کپتان نے کتاب پرے رکھ دی اور ایک لمبی سی جمائی لے کر روشنی گل کر کے سو گیا۔

کچھ دیر تک کیبن میں خاموشی رہی پھر اس کے
خراٹوں کی آواز لگی۔

عنبر نے جب دیکھا کہ کپتان گہری نیند سو گیا ہے
تو وہ قالین پر سے اٹھا اس نے دروازہ اندر سے کھول
دیا تا کہ قاتلوں کو اندر آنے میں آسانی رہے۔

موم بتی جلا کر ایک کونے میں رکھ دی۔ اس کے
آگے ایک پیالہ کر دیا کہ اس کی روشنی دروازے پر
پڑے باقی کیبن میں اندھیرا رہے۔

یہ سارا کام کر کے عنبر کپتان کے بستر کے قریب
ہی پردوں کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔

جہاز سمندر میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔ باہر ہلکے ہلکے

بادلوں کی گرج سنائی دینے لگی تھی۔

شاید بارش شروع ہو گئی تھی۔ مگر سمندر میں طوفان
بالکل نہیں تھا۔ جہاز معمولی سا ڈول رہا تھا۔ اور اپنی
منزل کی طرف چلا جا رہا تھا۔

ادھر جب آدھی رات گزر گئی اور سارے جہاز پر
گہری خاموشی چھا گئی تو دونوں قاتل اپنے اپنے
پستول جیب میں رکھ کر کیبن سے باہر راہداری میں آ
گئے۔

انہوں نے سیاہ نقاب پہن رکھے تھے۔ راہداری
میں دھیمی روشنی تھی۔ انہوں نے آگے پیچھے غور
سے دیکھا جب انہیں یقین ہو گیا کہ وہاں کوئی نہیں

ہے تو وہ کپتان کے کیبن کی طرف بڑھے۔ وہ بہت جلد کیبن کے دروازے کے قریب پہنچ گئے۔

یہاں اتفاق سے انہیں ایک پہریدار مل گیا۔ جس نے پوچھا۔

"کون ہو؟ کہاں جارہے ہو؟"۔

ایک قاتل نے نقاب اتار کر جیب میں رکھا اور کہا۔

"مسافر ہیں۔ میرے ساتھی کے سر میں درد ہے۔ میں ذرا اسے سیر کرانے عرشے پر لے جارہا ہوں"۔

پہریدار نے سر ہلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے جاؤ"۔

پہلا قاتل تیزی سے باہر نکل گیا۔ عنبر ابھی تک پردے کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

قاتل کیبن میں اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔

اس نے اپنی جیب سے چاندی کا ایک سکہ نکال کر ہاتھ پردے سے نکالا اور سکے کو کیبن کے کونے میں اچھال دیا۔

ٹن کی آواز کے ساتھ سکہ دوسری طرف گرا۔

قاتل نے چونک کر پیچھے دیکھا اور پستول تان دیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کونے کی طرف بڑھا۔

عنبر اس موقع پر انتظار میں تھا۔ جونہی قاتل کی پیٹھ اس کی طرف ہوئی۔ وہ چھلانگ مار کر پردے سے باہر آیا اور قاتل کے اوپر پہنچ کر اس زور سے اس کی گردن پر ہاتھ مارا کہ ایک سیکنڈ میں اس کی گردن کا منکا ٹوٹ گیا۔

اس کی گردن لٹک گئی اور فرش پر ساکت ہو کر گر پڑا۔

عنبر نے خاموشی سے پستول اٹھا کر جیب میں رکھا اور قاتل کی لاش کو گھسیٹ کر ایک صندوق کے پیچھے چھپا دیا۔

عنبر واپس پردوں کے عقب میں آ کر چھپ گیا

اور دوسرے قاتل کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر میں دوسرا قاتل بھی بوری لے کر اندر آ گیا۔ اس نے بوری زمین پر ڈالی اور اپنے ساتھی کو ادھر ادھر ڈھونڈنے لگا۔

وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ بڑا پریشان ہوا کہ کم بخت ابھی تو یہاں تھا پھر کہاں چلا گیا۔

کپتان گہری نیند سو رہا تھا۔ وہ اپنے ساتھی کو آواز بھی نہیں دے سکتا تھا کہ کہیں کپتان جاگ نہ پڑے۔ ابھی وہ پریشانی کے عالم میں اپنے ساتھی کو تلاش ہی کر رہا تھا کہ عنبر پردے سے باہر نکل آیا۔

اس نے پستول تان کر کہا۔

ہی والا تھا کہ پیچھے سے کپتان کی آواز سنائی دی۔

''اسے جانے دو چوکیدار! یہ گلے سڑے پیازوں کی بوری سمندر میں پھینکنے جا رہا ہے۔ اس کی بدبو سارے جہاز میں پھیلنے کا خطرہ تھا۔ جانے دو اسے''۔

''جو حکم کپتان!''۔

چوکیدار نے سلام کیا اور وہاں سے آگے چلا گیا۔

عنبر جہاز کے ڈیک یعنی عرشے پر آ گیا۔ جہاز سمندر میں تیرتا چلا جا رہا تھا۔

گہرے اندھیرے میں سمندر کی آواز آ رہی تھی لہریں دکھائی نہیں دے رہی تھیں۔ عنبر نے عرشے کے جنگلے پر جا کر بوری دھڑام سے سمندر میں پھینک دی۔

سمندر کی لہروں نے بوری کو اپنے سینے میں گم کر لیا۔

کپتان اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

''ولایت جا کر میں اپنے ظالم رشتے دار جارج کی بھی خبر لینا چاہتا ہوں وہ ایک مشہور قاتل بدمعاش ہے۔ اس نے میری بہن کو بھی زہر دے کر ہلاک کر دیا تھا''۔

عنبر کے ساتھ کپتان نیچے اپنے کیبن میں آ گیا۔

کپتان بہت زیادہ تعجب میں تھا اس نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایسا منظر دیکھا تھا جس پر اس کی آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

اس نے عنبر سے پوچھا۔

"عنبر! تم مجھے اپنے بچوں کی طرح عزیز اور پیارے ہو کیا تم مجھے اپنی خفیہ طاقت کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

کیپٹن میں بھی آپ کی اپنے ایک بزرگ کی طرح عزت کرتا ہوں۔

مگر مجھے ایک ایسی بات پر مجبور نہ کریں جو میں کسی کے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ اور پھر میں سمجھتا ہوں کہ آپ کا یہ راز جاننے کی ایسی ضرورت بھی نہیں ہے۔

کپتان خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اٹھا اور عنبر کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"عنبر بیٹا! تم نے میری جان بچائی ہے۔ میں تمہارا یہ احسان ساری زندگی نہیں بھول سکوں گا۔ میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ لندن میں ہی میرے گھر چل کر رہو مجھے تمہارے ساتھ رہ کر بے حد خوشی ہو گی"

عنبر نے کہا۔

"کیپٹن! ابھی تو میں آپ کے گھر جا کر رہ لوں گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اپنی ایک کھوئی ہوئی بہن ماریا اور گمشدہ بھائی ناگ کی تلاش میں ولایت جا رہا ہوں۔

کیونکہ مجھے ایک جگہ سے پتہ چلا ہے کہ وہ ولایت

میں ہیں جب وہ مجھے مل گئے تو ہو سکتا ہے کہ پھر میں آپ کے پاس نہ رہ سکوں گا۔

کپتان بولا۔

مجھے منظور ہے۔ مگر جب تک تمہارے بہن بھائی ہمیں نہیں ملتے۔ تم میرے پاس رہنا۔ میں تمہاری خدمت کر کے خوشی حاصل کروں گا۔

اور پھر میں ولایت کے چپے چپے سے واقف ہوں۔ ماریا کی تلاش میں، میں تمہاری کافی مدد کر سکوں گا۔

میرا گھر شہر سے باہر ایک پر فضا جگہ پر چشمے اور سیب کے باغ کے ساتھ واقع ہے۔

وہاں میری لاکھوں روپے کی جائیداد ہے۔ جس کا میرے بعد کوئی وارث نہیں ہے اگر تو چاہو تو میں آدھی جائیداد اور تمہارے نام کر سکتا ہوں۔

عنبر نے کپتان کا ہاتھ دبا کر کہا۔

اس عزت افزائی کا شکریہ کپتان صاحب! مجھے دولت کی ضرورت نہیں۔

جائیداد، دولت اور اقتدار میرے پاس بہت تھا۔ مگر میں ان سے تنگ آ کر جنگل میں آ گیا۔

اب میرے لئے ان چیزوں میں کوئی کشش نہیں ہے۔ بہرحال آپ نے جو مجھے عزت بخشی اس کے لیے میں آپ کا بہت زیادہ شکر گزار ہوں۔

دونوں باتیں کرتے رہے اور رات گذرتی چلی گئی
کچھ دیر بعد دونوں کی آنکھیں بھاری ہونے لگیں۔
انہیں نیند آ رہی تھی۔

کپتان اپنے بستر پر لیٹ گیا اور عنبر قالین پر پڑ گیا
تھوڑی دیر بعد دونوں خراٹے لے رہے تھے۔

سب جہاز بڑے سکون کے ساتھ ولایت کی
طرف سفر کر رہا تھا۔

جہاز کو ہم اسی جگہ سمندر میں چھوڑتے ہیں اور ہم
ولایت کی بندرگاہ پر چلتے ہیں یہاں ماریا اور ناگ کے
جہاز باری باری مسافروں کو اتار کر رخصت ہو چکے
ہیں۔

یعنی ماریا اور ناگ ولایت میں ہیں۔ ماریا نے
سب سے پہلے ولائت کی زمین پر قدم رکھا۔ اس ملک
میں وہ بالکل اجنبی تھی۔

جیسا کہ وہ پہلے بھی کئی ملکوں میں اجنبی کی حیثیت
سے داخل ہو چکی تھی۔ یہاں سردی زیادہ تھی برف
باری ہو رہی تھی۔

سارا شہر برف کی سفید چادر میں ڈوبا ہوا تھا۔ ماریا
نے جہاز پر سے ہی گرم سموری کھال کا ایک کوٹ اور
ٹوپی حاصل کر لی تھی۔

وہ بندرگاہ پر اتر کر کچھ دیر ایک جگہ کونے میں کھڑی
رہی۔ اور آنے جانے والوں کو تکتی رہی۔ یہاں لوگوں

گھوڑوں اور گھوڑا گاڑیوں پر سفر کر رہے تھے۔

بند بگھیاں بھی چل رہی تھیں۔ عورتیں مرد سفید رنگ کے تھے۔

ماریا کو اب اور سردی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ ایک طرف کو چل پڑی۔ سڑک پر برف میں گھوڑا گاڑیاں آ جا رہی تھیں۔

ماریا خاموشی سے فٹ پاتھ پر چلتی گئی۔ کچھ دور جانے کے بعد اس نے دکان کے شیشوں میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔

یہ ایک ہوٹل تھا جس کی گرم فضا میں لوگ کھانا وغیرہ کھا رہے تھے۔ ماریا کی بھوک چمک اٹھی۔ وہ

ہوٹل کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

فضا گرم اور پر سکون تھی۔ تازہ بھنے ہوئے گوشت کی مہک پھیلی ہوئی تھی۔ ہجوم زیادہ نہیں تھا۔ پھر بھی کافی لوگ تھے۔

سفید کپڑوں والے بیرے گاہکوں میں کھانا وغیرہ تقسیم کر رہے تھے۔

ماریا ایک کیبن میں جا کر بیٹھ گئی۔ یہاں اور کوئی نہیں تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ آرڈر کس طرح سے دے۔ وہ تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تھی۔

آخر وہ اٹھی۔ اس نے کاؤنٹر پر سے ایک پلیٹ اٹھا کر ہاتھ میں پکڑی اور باورچی خانے میں آ

"جہاں کھڑے ہو وہیں کھڑے رہنا"۔

قاتل ایکدم سے اچھل کر زمین پر جھک گیا اور اس نے عنبر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ گولی عنبر کے گھٹنے سے لگ کر گر پڑی۔

دھماکے کی آواز سن کر کپتان اٹھ بیٹھا۔

"کیا ہو رہا ہے۔ کون ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

کپتان! مشعل روشن کر کے اپنی جگہ پر بیٹھے رہو۔ بالکل نہیں ہلنا۔ میں عنبر ہوں۔ تمہارے قاتلوں کو میں نے پکڑ لیا ہے۔

میرے قاتل! کپتان نے حیرانی سے پوچھا۔

"آپ روشنی کریں"۔

کپتان نے مشعل جلا دی تو دیکھا کہ عنبر پستول تانے کھڑا ہے ایک نقاب پوش کے ہاتھ میں بھی پستول ہے۔ کپتان نے آگے بڑھ کر کہا۔

"یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے"

کیپٹن! یہ لوگ آپ کو قتل کرنے آئے تھے، عنبر نے کہا۔ یہ کہتے ہوئے عنبر نے رخ ذرا کپتان کی طرف، کیا ہی تھا کہ قاتل نے لپک کر بجلی جیسی تیزی سے عنبر کے عقب میں آ کر اس کی گردن پر پستول رکھ دیا اور کہا۔

خبردار! ذرا بھی حرکت کی تو گولی چلا کر گردن کے

پرخچے اڑا دوں گا۔

کپتان سے کہو کہ وہ تمہارے سامنے آجائے۔

یہ قاتل کی سب سے بڑی بدنصیبی تھی کہ اس نے کپتان کی بجائے عنبر کو دبوچ لیا تھا۔ اگر وہ یہی حرکت کپتان کے ساتھ کرتا۔

یعنی اگر وہ کپتان کے پیچھے جاکر پستول اس کی گردن پر رکھ دیتا تو شاید عنبر کپتان کو موت کے منہ سے نہ بچا سکتا مگر اس احمق نے عنبر کی گردن پر پستول رکھ دیا تھا۔

جہاں اگر وہ ساری دنیا کی گولیاں لاکر چلا دیتا تو عنبر کی گردن کا ایک بال بھی اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتا

تھا۔

پھر بھی عنبر خاموش رہا۔ اس نے کپتان سے کہا۔

"کیپٹن! میری طرف آجائیں۔ بالکل فکر نہ کریں"۔

کپتان عنبر کی طرف بڑھا۔

عنبر نے چیخ کر کہا۔

"زمین پر لیٹ جاؤ کیپٹن!"۔

کیپٹن ایک دم سے زمین پر لیٹ گیا۔ اس کے ساتھ ہی قاتل نے عنبر کی گردن پر رکھا ہوا پستول چلا دیا۔

دھائیں کی آواز کے ساتھ بارود کا دھواں اٹھا۔

قاتل نے دوسرا فائر بھی کر دیا۔

ایک بار پھر دھماکا ہوا۔ کپتان سمجھ گیا کہ بے چارے عنبر نے اس پر اپنی جان قربان کر دی۔ اس نے زمین پر لیٹے لیٹے چھلانگ لگائی اور قاتل کو ٹانگوں سے دبوچ کر زمین پر گرا دیا۔

قاتل اوندھے منہ زمین پر گرا۔

عنبر نے کہا۔

”اس کو پکڑے رکھنا۔ میں رسی لاتا ہوں“۔

کپتان نے تعجب سے عنبر کی طرف دیکھا اور بوکھلا کر کہا۔

”ہائیں! تم زندہ ہو؟“۔

عنبر نے کپتان کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس سوال کا جواب وہ بعد میں بھی دے سکتا ہے۔

ظاہر ہے اب کپتان تو اس قسم کے بے شمار سوال اس سے کرے گا۔

عنبر نے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی رسی اتاری اور قاتل کے دونوں ہاتھ پاؤں باندھ دیے۔

اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر عنبر نے بڑے اطمینان سے دوسرے قاتل کی لاش پلنگ کے نیچے سے نکال کر باہر رکھ دی۔

کپتان آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"یہ لاش کس کی ہے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"دوسرے قاتل کی"۔

کپتان نے سر پکڑ لیا۔

"خدا کے لیے مجھے بتاؤ کہ اصل قصہ کیا ہے؟"۔

عنبر نے کپتان کو شروع سے لے کر آخر تک ساری بات بیان کر دی۔

"تو گویا ان کرائے کے قاتلوں کو میرے رشتے داروں نے مجھے قتل کرنے کے لیے بھیجا تھا"۔

کپتان اٹھ کر کرسی پر بیٹھ گیا۔ پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر کہنے لگا۔

لیکن عنبر ابھی تمہیں میرے ایک اہم ترین سوال کا جواب دینا ہے۔

یہ بتاؤ کہ تم پر پستول کی گولیوں نے اثر کیوں نہیں کیا؟۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"اس کا نشانہ خطا گیا تھا"

"ہرگز نہیں! میں خود دیکھ رہا تھا کہ قاتل نے تمہاری گردن پر پستول رکھ کر چلایا تھا۔ نشانہ خطا ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

عنبر نے کہا۔

"کیپٹن! یہ وقت اس قسم کی غیر ضروری سوالوں کا

نہیں ہے۔ یہ بتاؤ کہ اس قاتل کے ساتھ تم کیا سلوک
کرنا چاہتے ہو؟"
کپتان نے کہا۔
اگر میں نے اسے زندہ چھوڑ دیا تو یہ دوبارہ مجھے
قتل کرنے کی کوشش کرے گا۔
اور ہو سکتا ہے کہ پھر مجھے کوئی عنبر اپنی جان بچانے
کے لیے نہ مل سکے۔
عنبر نے کہا۔
"تو گویا تم اسے ختم کر دینا چاہتے ہو؟"۔
"بالکل۔ جیسے کہ تم نے میرے دوسرے قاتل
کو ختم کیا ہے"۔

"ٹھیک ہے۔ ایسا ہی ہوگا۔ دشمن کو کبھی معاف
نہیں کرنا چاہیے۔ وہ دوبارا ابھی حملہ کر سکتا ہے"۔
عنبر نے اسی وقت بوری نکال کر اس میں زندہ اور
مردہ، دونوں قاتلوں کو ٹھونس دیا
اوپر سے بوری کا منہ سی ڈالا۔ پھر وہ بوری
کندھے پر اٹھا کر کیبن سے باہر نکلا۔
راہداری سے گذر کر اوپر عرشے پر آیا۔ وہ
سیڑھیاں چڑھنے لگا تھا کہ پہرے دار سے مٹھ بھیڑ ہو
گئی۔
"یہ کیا اوپر لے جا رہے ہو؟"۔
عنبر کے پاس کوئی جواب نہیں تھا بھانڈا پھوٹنے

گئی۔ یہاں بڑی سی لمبی میز پر مختلف قسم کے کھانے لگے تھے۔

ماریا نے بڑے اطمینان سے گوشت کے دو چار ٹکڑے کچھ سبزیاں اور دو ٹکڑے روٹی کے رکھے اور واپس کیبن میں آ گئی۔

اتفاق سے کیبن میں ایک لڑکی اور لڑکا بیٹھے تھے۔ ماریا بھی ایک طرف کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور کھانے لگی۔

لڑکی لڑکا آپس میں ہنسی ہنسی کی باتیں بھی کر رہے تھے۔ اور کھانا بھی کھا رہے تھے۔ ماریا کو پیاس لگی تو اس نے بے خیالی میں میز پر رکھا ہوا گلاس اٹھا کر منہ

کے ساتھ لگا لیا۔

اچانک لڑکی کا چہرہ سفید پڑ گیا۔ اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔ لڑکے نے پوچھا۔

''جینی! کیا بات ہوئی؟''۔

لڑکی نے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''یہاں! یہاں ابھی ایک گلاس پڑا تھا۔ وہ۔ وہ کہاں گیا؟''۔

اب لڑکے نے بھی دیکھا تو میز پر سے گلاس غائب تھی۔ وہ بھی پریشان ہو گیا۔

کیونکہ اس نے بھی ابھی گلاس میز پر پڑا دیکھا تھا۔ وہ سر کھجانے لگا۔

بولا۔

''جینی! ہوسکتا ہے یہاں گلاس کبھی نہ ہو۔ میرا مطلب ہے میرا گلاس رکھ کے ہی نہ گیا ہو''۔

جینی بولی۔

''میں نے اپنی آنکھوں کے ساتھ گلاس کو میز پر سے غائب ہوتے دیکھا ہے''۔

ماریا نے ابھی تک گلاس اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا۔ وہ ان دونوں کا مزہ لے رہی تھی۔

لڑکا بولا

''نہیں نہیں جینی! تمہیں مغالطہ ہوا ہے۔ تمہاری نظروں کو دھوکا لگا ہے۔ بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میز پر

سے گلاس غائب ہو جائے۔ گلاس بیرا ابھی رکھ کر ہی نہیں گیا''۔

لڑکی نے سر ہلا کر کہا۔

''شاید ایسا ہی ہو۔ مگر مگر گلاس غائب''۔

لڑکا قہقہہ لگا کر ہنسا۔

''تم دن میں بھی خواب دیکھنے لگی ہو۔ لو یہ گوشت کا ٹکڑا کھاؤ۔ بڑا مزیدار ہے''۔

اب ماریا نے خاموشی سے گلاس میز پر رکھ دیا۔

گلاس کو میز پر واپس آتے ہوئے لڑکی نے بھی دیکھا۔

وہ چیخ مار کر بولی۔

''آلیور! گلاس۔۔۔ گلاس میز پر واپس آ گیا''۔

لڑکے نے آہستہ آہستہ ڈرتے ڈرتے سر گھما کر میز کی طرف دیکھا۔ گلاس میز پر اسی طرح موجود تھا۔ صرف اس میں پانی نہیں تھا۔

لڑکے کو پسینہ آ گیا۔ اس نے لڑکی کا ہاتھ پکڑا اور اسے گھسیٹتا ہوا کیبن سے باہر لے گیا۔ ماریا بڑے سکون سے اکیلی بیٹھی کھانا کھاتی رہی۔

اتنے میں لڑکے نے ہوٹل کے مالک کو جا کر سارا قصہ سنا دیا کہ کیبن کے میز پر سے ایک گلاس غائب ہو کر پھر واپس آ گیا ہے۔

مالک نے لڑکے کی طرف غور سے دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

''بہت بہتر جناب! ہم اپنے گلاس کی حفاظت کرنا خوب جانتے ہیں''۔

جب لڑکا چلا گیا تو ہوٹل کے مالک نے ہنس کر بیرے سے کہا۔

''اس لڑکے نے ضرور بھنگ پی رکھی ہے بھلا کبھی میز پر سے گلاس بھی غائب ہوا ہے''۔

ہوٹل کا مالک کاؤنٹر پر آ کر بیٹھ گیا۔ اور گاہکوں سے پیسے وصول کر کے میز کی دراز میں رکھنے لگا۔ ماریا نے مالک کی آواز سن لی تھی کہ اسے یقین نہیں تھا وہ کاؤنٹر پر ہوٹل کے مالک کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

قریب ہی ایک گلاس انار کے شربت سے بھرا ہوا

پڑا تھا۔ جسے مالک پی رہا تھا۔ ماریا نے آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر گلاس اٹھا لیا۔

ہوٹل کے مالک کی نظریں کیش بک پر تھیں اور ہاتھ اپنے آپ گلاس کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جب ہاتھ نے گلاس محسوس نہ کیا تو مالک نے چونک کر دیکھا گلاس غائب تھا وہ پریشان ہو کر بولا۔

"ارے بیرا! یہ میرا گلاس تم لے گئے ہو کیا؟ کمینے! حرام خور! واپس کرو میرا انار کا شربت"۔

بیرے نے کہا۔

"جناب! میں نے تو آپ کے گلاس کو ہاتھ تک نہیں لگایا"۔

"تو پھر گلاس کہاں گیا؟"۔

بیرے نے مسکراتے ہوئے کہا

"معلوم ہوتا ہے بھنگ کا اثر آپ پر بھی ہونے لگا ہے"۔

"بکواس بند کر"۔

مالک نے بیرے کو ڈانٹ دیا۔ بیرا گاہوں کی طرف چلا گیا۔ مالک پریشان تھا کہ اس نے گلاس کاؤنٹر پر رکھا تھا پھر وہ کہاں چلا گیا۔

وہ دو تین بار سر ادھر ادھر مارنے کے بعد دوبارہ کیش بک ٹھیک کرنے لگ گیا۔ اب ماریا نے انار کے شربت والا گلاس دوبارہ کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ جونہی

مالک کی نظر گلاس پر پڑی وہ اچھل پڑا۔

"بیرا بیرا! گلاس۔۔گلاس آ گیا"۔

بیرا بھاگ کر آیا۔کاؤنٹر پر گلاس اسی طرح پڑا تھا۔اور مالک کے ماتھے پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"یہ کیا ہے؟ یہ کون کر رہا ہے؟"۔

مالک منہ ہی منہ میں بڑبڑانے لگا تھا۔ماریا نے اس کے کان کے قریب جا کر کہا۔

"یہ میں کر رہی تھی۔میں۔"

آواز کا سننا تھا کہ ہوٹل کے مالک کی چیخ نکل گئی اور وہ بے ہوش ہو کر کرسی پر سے نیچے گر پڑا۔ماریا

ہوٹل سے باہر گئی۔

اس کے جسم میں دوبارا طاقت آ گئی تھی۔وہ مختلف سڑکوں پر پھرتی رہی۔مگر اس نے محسوس کیا کہ سردی زیادہ ہے اور وہ یونہی چلتی رہی تو سردی سے بیمار ہو جائے گی۔

اسے کسی ایسے ہوٹل یا سرائے کی تلاش تھی جہاں وہ رات گذار سکے اور خوب آرام کر سکے۔اس شہر میں سراؤں کی کمی نہ تھی۔

اس نے ایک چوک میں سے گھومتے ہوئے گلی کے کونے کے "سرائے" کا لفظ دیکھا۔

سرائے یعنی INN وہاں کے چھوٹے

ہوٹلوں کو کہا جاتا تھا۔

اس سرائے کو ایک بوڑھا آدمی چلا رہا تھا جو کاؤنٹر کے پیچھے کرسی پر بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ ماریا کو کسی سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں تھی۔

چنانچہ وہ سیدھا سرائے کے اندر آ کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں آ گئی۔ یہاں آمنے سامنے پرانے لکڑی کے دروازوں والی چند ایک کوٹھڑیاں بنی تھیں۔

ماریا ایک کوٹھڑی میں آ گئی۔ اندر کونے میں بستر لگا تھا۔ میلی سی گرم رضائی پڑی تھی۔ دیوار کے ساتھ میز پر منہ دھونے کا جگ اور بالٹی رکھی تھی۔

ماریا نے اندر سے دروازہ بند کیا اور بستر پر لیٹتے ہی سو گئی۔

اس کی آنکھ کھلی تو دروازے پر کوئی زور زور سے دستک دے رہا تھا۔ ماریا نے اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ اور خود دوسری طرف ہو کر کھڑی ہو گئی۔

بوڑھا سرائے والا منہ میں پائپ لئے ایک موٹی عورت کے ساتھ بڑبڑاتا ہوا غصے سے اندر داخل ہوا۔

"کس الو کے پٹھے نے اندر سے دروازہ بند کر رکھا تھا۔ ارے اندر تو کوئی بھی نہیں ہے۔ پھر دروازہ کس نے بند کیا تھا۔ او خدا!"۔

یہاں کیا ہو رہا ہے۔

پھر وہ موٹی عورت کی طرف گھوم کر بولا۔

''مادام! یہ کوٹھڑی آپ کے لیے بڑی موزوں رہے گی۔ یہاں کی فضا کافی گرم اور خوشگوار ہے اگر آپ کہیں تو میں انگیٹھی بھی جلوادوں گی۔ مگر اس کے لیے ایک شلنگ کرایہ آپ کو زیادہ دینا ہوگا''۔

موٹی عورت نے تیوری چڑھا کر کہا۔

''میں انگیٹھی ضرور جلواؤں گی کیونکہ کمرے کی فضا سرد ہے یہاں میری قلفی جم جائے گی''۔

بوڑھے نے مسکرا کر کہا۔

''قلفی نہیں قلفہ کہو مادام!''

''کیا کہا؟''

موٹی عورت نے چیخ کر پوچھا۔

''کچھ نہیں کچھ نہیں میں کہہ رہا تھا کہ آپ کا خیال ٹھیک ہے یہاں تو میری بھی قلفی جم رہی ہے۔ بہت اچھا۔ میں ابھی نوکر سے کہہ کر انگیٹھی جلوائے دیتا ہوں''۔

بوڑھا سرائے کا مالک چلا گیا۔ موٹی عورت نے دروازہ بند کیا اور اپنا بریف کیس پلنگ پر رکھ کر اس میں سے کپڑے نکال کر رکھنے لگی۔

اسے بالکل احساس نہیں تھا کہ اس کوٹھڑی میں ماریا بھی موجود ہے جو ذرا فاصلے پر دیوار کے ساتھ کرسی پر بیٹھی اس کی ایک ایک حرکت پر غور سے دیکھ

رہی ہے۔

موٹی عورت نے سارے کپڑے نکال کر میز پر رکھے۔ کوٹ اتار کر الماری میں رکھا۔ اتنے میں نوکر نے آ کر انگیٹھی میں آگ جلا دی۔

موٹی عورت پانی کا جگ لے کر غسل خانے میں پانی لینے جانے لگی تو اس کی کہنی ماریا سے ٹکرا گئی۔ وہ اپنی جگہ پر جم کر کھڑی ہو گئی۔

یہ کون ہے یہاں؟ نہیں۔ یہ میرا وہم تھا۔ وہ ہنس کر آگے بڑھنے ہی والی تھی کہ اس دفعہ ماریا نے اس کی موٹی گردن پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

''سلام آنٹی! میں اس کوٹھڑی کی چڑیل ہوں''۔

موٹی عورت کے ہاتھ سے جگ گر کر ٹوٹ گیا۔

اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

سرائے والوں نے بڑی مشکل سے اسے اٹھا کر نیچے آ پہنچایا۔

سرائے کا مالک بڑا حیران تھا کہ اس کوٹھڑی میں چڑیل کہاں سے آ گئی۔

وہ کسی دوسرے گاہک کا انتظار کرنے لگا تا کہ کوٹھڑی کی چڑیل کی پوری طرح سے تحقیق ہو سکے۔

☆ولایت میں ناگ ماریا کی ملاقات کہاں پر ہوئی ؟۔

☆عنبر کن حالات میں ولایت پہنچا ؟

☆سرکٹی سرائے کا راز کیا تھا؟

☆یہ سب کچھ آپ 59 ویں قسط میں پڑھیے۔

اور قبر کھل گئی
(عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 59)
اے حمید

اور قبر کھل گئی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 59)

فہرست

پیارے بچو!

ناگ ولایت پہنچ گیا ہے۔ وہ شہر سے باہر ایک
تاجر کی حیثیت سے اترتا ہے ایک رات بارش میں
واپس شہر میں جا رہا ہوتا ہے کہ پرانے قلعے کے پاس
ایک سیاہ پوش کاؤنٹ اسے اپنے قلعے میں چائے کی
دعوت دیتا ہے کہ تھوڑی دیر آرام کر کے بارش رکنے
کے بعد وہ اسے اپنی گاڑی میں واپس شہر لے جائے

گا۔

یہ شیطان کاؤنٹ ایک ایسے گروہ کا سرغنہ ہے جو
ہر رات ایک بھولے بھٹکے مسافر کو پکڑ کر قلعے کے اندر
لے جاتا ہے۔

پھر اسے قتل کر کے اس کے دل کے قتلے ہڑپ
کرتا ہے۔ اور خون پیتا ہے

ناگ کو کچھ معلوم نہیں وہ کاؤنٹ کے اخلاق سے
متاثر ہو کر قلعے میں آ جاتا ہے۔ کاؤنٹ اسے ایسی
چائے پلاتا ہے جسے پی کر ناگ بے ہوش ہو جاتا ہے۔

ناگ کو ایک پتھریلے تہہ خانے میں جکڑ کر قید کر دیا
جاتا ہے۔

اتنے میں اسے ہلاک کر کے اس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھانے کی تیاریاں شروع ہو جاتی ہیں؟۔

اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟

یہ آپ خود پڑھئے۔

یہاں بھوت رہتا ہے

پادری نے کوٹ اتار کر کھونٹی پر رکھا۔ گرم پانی سے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے اور بستر کی طرف آیا۔

ماریا جلدی سے بستر سے نکل کر میز کے پاس کھڑی ہو گئی۔

پادری بستر پر لیٹ کر کتاب پڑھنے لگا۔ ماریا بڑی

پریشان ہوئی۔

پادری نے تو اس کے بستر پر قبضہ جمالیا تھا۔ اب وہ کہاں سوئے گی۔

اسے یہاں سے چلتا کرنا چاہیے۔ مایا نے پیچھے سے آ کر پادری کی کتاب پر ہاتھ مارا۔ کتاب پادری کے ہاتھ سے گر پڑی۔

پادری نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ یہ کتاب پر کس نے ہاتھ مارا؟

کیا اسے نیند آ رہی ہے؟۔

ضرور نیند کی وجہ سے کتاب خود بخود اس کے ہاتھ سے گر پڑی ہو گی۔ یہ سوچ کر پادری ذرا سا مسکرایا اور

دوبارہ کتاب پڑھنے لگا۔

ماریا نے دیکھا کہ پادری نے میز پر گرم دودھ کا ایک گلاس رکھا تھا۔

ماریا نے دودھ کا گلاس غائب کر دیا پادری نے پڑھتے پڑھتے ایک جمائی لی اور کتاب بند کر کے سرہانے کے نیچے رکھی پھر ہاتھ بڑھا کر دودھ کا گلاس پکڑنا چاہا مگر وہاں گلاس نہیں تھا۔

پادری کچھ حیران ہوا۔ اٹھ کر گلاس دیکھنے لگا کہ کہاں چلا گیا۔

پھر سر کھجاتا ہوا بستر میں آ کر لیٹنے ہی لگا تھا کہ ماریا نے گلاس واپس اس کی میز پر رکھ دیا۔

پادری کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔

وہ مسکرایا اور بولا۔

میرے بھائی! میں سمجھ گیا ہوں کہ تم کوئی بھولی بھٹکی روح ہو۔ کوئی بڑا نیک دل بھوت ہو۔ میں روحوں اور بھوت پریت کو مانتا ہوں۔

میں تمہاری عزت کرتا ہوں۔ میں تمہارا مقابلہ نہیں کروں گا۔

میری تمہارے ساتھ کوئی دشمنی نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتے ہو۔ میں ایک مذہبی انسان ہوں۔ شاید میں تمہاری کوئی مدد کرسکوں اور تم واپس آسمان پر اپنی بادشاہت میں جاسکو۔

ماریا سوچ میں پڑ گئی کہ اس شریف اور نیک دل انسان کی بات کا جواب دے یا خاموش رہے۔

اصل میں وہ کسی کو نقصان نہیں پہنچانا چاہتی تھی۔ وہ تو صرف یہ چاہتی تھی کہ مسافر ڈر کر بھاگ جائے اور اسے کمرے میں تنہا چھوڑ دیں۔

کیا اگر وہ پادری کو سمجھا سکے اور وہ وہاں سے چلا جائے گا؟

کیا خبر پادری پر اس کی باتوں کا اثر ہو جائے اور وہ شرافت سے چلا جائے۔

اس نے پادری سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

وہ بولی۔

"میں ایک بھٹکی ہوئی روح ہوں۔ میرا نام ماریا ہے۔ میں کچھ عرصے اس کمرے میں رہنا چاہتی ہوں۔ مگر مسافر لوگ یہاں آ کر مجھے پریشان کرتے ہیں۔ کیا ایسا نہیں ہوسکتا کہ آپ لوگ مجھے یہاں کچھ دیر آرام سے رہنے دیں؟"۔

پادری ایک بار تو کانپ گیا۔ روح کسی لڑکی کی تھی۔ لڑکی کی آواز اسے بالکل صاف اور قریب سنائی دے رہی تھی۔

اسے ایک بار تو پسینہ آ گیا۔ وہ روحوں کا قائل ضرور تھا۔ مگر روح کی آواز اس نے کبھی نہیں سنی تھی۔ اس نے بڑے حوصلے سے دل مضبوط کرتے ہوئے کہا

اے روح مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھ سے بات کی، یقین کرو میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا۔ صرف آج کی رات یہاں آرام کروں گا۔ صبح چلا جاؤں گا۔

ہاں جاتے ہوئے ایسا بندوبست کر دوں گا کہ یہاں دوسرا مسافر نہ آئے مگر آخر یہ سرائے ہے، کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی، مسافر یہاں ضرور آ کر تمہاری پریشانی کا باعث ہوگا۔

ماریا نے کہا۔

"پادری صاحب! آپ کا شکریہ! یہ ٹھیک ہے کہ یہاں میں زیادہ دن آرام نہ کروں گی۔ مگر کیا کروں۔

میں اس شہر میں، اس ملک میں اجنبی ہوں۔ یہاں کی جگہوں سے واقف نہیں۔ میں اور کہیں نہیں جا سکتی“۔

پادری نے کہا۔

”روح! تم کہاں سے آئی ہو؟“۔

ماریا نے یوں ہی کہہ دیا۔

میں ایک ایسے ستارے سے آئی ہوں جو یہاں سے ایک کروڑ نوری سال کے فاصلے پر ہے۔

وہاں سات سورج صبح کو نکلتے ہیں اور بارہ چاند رات کو طلوع ہوتے ہیں۔

پادری نے رومال سے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ خشک کر کے کہا۔

”کیا تم وہاں خوش نہیں تھیں؟ تم کس کی تلاش میں ہمارے ملک میں، ہمارے شہر میں آئی ہو؟“۔

ماریا نے کہا۔

”یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتی۔ یہ ایک ایسا راز ہے جسے فاش کرنے کا مجھے حکم نہیں ہے“۔

پادری نے انجیل نکال کر کچھ سطریں پڑھیں اور پھونک مار کر بولا۔

”خداوند پاک تمہارے گناہ معاف کر دے اور تمہیں نجات حاصل ہو۔ یہ میری دعا ہے“۔

ماریا نے کہا۔

”شکریہ“۔

پادری نے پوچھا۔

"کیا تم مجھے بتا سکتی ہو جو کہ آسمان کی دنیا کیسی ہے؟ وہاں روحیں کس حالت میں رہتی ہیں؟"۔

پادری زندگی میں پہلی بار عالم بالا سے آئی ہوئی کسی روح سے مخاطب ہو رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اوپر والی دنیا کی جتنی باتیں پوچھ سکتا ہے، پوچھ لے اور پھر اخباروں میں مضمون چھاپ کر ایک ہنگامہ مچا دے اور خوب شہرت حاصل کرے۔

ماریا نے سوچا کہ وہ اس کے سوال کا کیا جواب دے سکتی ہے اسے کیا معلوم کہ اوپر آسمانوں پر روحیں کس عالم میں رہتی ہیں۔

پھر بھی وہ اپنے آپ کو روح ظاہر کر چکی تھی، اس لیے کچھ نہ کچھ جواب دینا ضرور ہو گیا تھا۔

کہنے لگی۔

"نیک روحیں جنت میں رہتی ہیں اور گنہگار روحیں دوزخ کی آگ میں سزا پاتی ہیں"۔

پادری بولا

"روحیں اس دنیا میں واپس کیوں آ جاتی ہیں جیسے کہ تم آ گئی ہو؟"۔

ماریا اب پادری کے سوالوں سے تنگ آ چکی تھی۔

بہر حال ضبط کر کے بولی۔

"بعض روحیں سیر کرنے آ جاتی ہیں اور بعض اپنی

کسی ساتھی روح کی تلاش میں یہاں آتی ہیں"۔

"کیا روحیں اس دنیا میں آ کر گم بھی ہو جایا کرتی ہیں؟"۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جیسے کہ میری ایک بہن کی روح دنیا میں آ کر کہیں کھو گئی ہے۔

میں اس کی تلاش میں اس ملک میں آئی ہوں، کیونکہ مجھے آسمانوں پر پتہ چلا تھا کہ میری بہن کی روح ملک ولایت میں دیکھی گئی ہے"۔

پادری بڑی دلچسپی اور گہری توجہ سے ماریا کی باتیں سن رہا تھا۔ یہ اس کی زندگی کا پہلا تجربہ تھا۔ وہ روح سے زیادہ سے زیادہ باتیں دریافت کرنا چاہتا

تھا۔ تا کہ کافی لمبا چوڑا مضمون اخبار میں دے سکے۔

کہنے لگا۔

"کیا مرنے کے بعد روح سیدھی آسمانوں پر چلی جاتی ہے؟"۔

ماریا کو کیا خبر تھی کہ مرنے کے بعد روح کہاں جاتی ہے؟ وہ تو پادری کے سوالوں کا اوٹ پٹانگ جواب دیتے دیتے تنگ آ چکی تھی۔

کہنے لگی۔

"کچھ روحیں مرنے کے بعد سیدھی آسمانوں پر چلی جاتی ہیں، کچھ روحیں یہیں قبرستان کی طرف بلاتی ہیں۔"

نگران کی آوازیں کوئی نہیں سن سکتا۔ پھر وہ کسی
انسان کا روپ بدل کر قبرستان کے باہر کھڑی ہو جاتی
ہیں۔ جو کوئی وہاں سے گزرتا ہے، اس کا راستہ روک
کر اس کا نام لے کر بلاتی ہیں اور جب وہ ان
کے پاس آتا ہے تو اس کا کلیجہ نکال کر کھا جاتی ہیں۔

پادری کو اپنا کلیجہ کانپتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کے
گنجے سر پر پسینہ آگیا۔ وہ روح کی باتیں سے اب
ڈرنے لگا تھا۔ ماریا بھی یہی چاہتی تھی کہ اسے کسی
طرح ڈرایا جائے تاکہ وہ وہاں سے بھاگ جائے۔

پادری نے سینے پر صلیب کا نشان بنا کر کہا۔

''خداوند تمہیں نجات عطا کرے لیکن ایک بات

ضرور کہوں گا۔ اگر تم چاہتی ہو کہ کسی جگہ آرام اور سکون
سے کچھ دیر رہ سکو تو اس سرائے کو چھوڑ دو کیونکہ یہاں تو
مسافروں کا چل چلاؤ لگا ہی رہے گا''۔

ماریا نے کہا۔

میں کہاں جاؤں؟ میں یہیں رہوں گی۔ اب کوئی
آئے گا تو اس کا کلیجہ نکال کر کھا جاؤں گی۔

پادری نے سہم کر کہا۔

غضب نہ کرنا بہن! میں تمہیں یہاں کے لوگوں
کی پریشانی سے بچنے کا طریقہ بتا رہا تھا۔

یہاں سے دو میل دور شہر سے باہر، پرانے
قبرستان کے پیچھے ایک اجاڑ تاریخی قلعہ ہے۔ اس

قلعے میں سینکڑوں کمرے ہیں۔

جن میں آرام دہ بستر بھی ہیں۔ قلعے میں سوائے
ایک چوکیدار کے اور کوئی نہیں رہتا۔

اگر تم وہاں چلی جاؤ تو تم بڑے آرام سکون سے
چاہے ساری زندگی چاہو رہ سکتی ہو۔ وہاں تمہیں کوئی
تنگ نہیں کرے گا۔

پادری کی بات ماریا کے دل کو لگی۔ واقعی اگر وہ
تاریخی قلعے میں چلی جائے تو روز روز کی جھک جھک
سے بچ جائے گی۔

اس نے کہا۔

"پادری صاحب! مجھے آپ کی تجویز پسند آئی

ہے۔ میں کل ہی یہاں سے چلی جاؤں گی"۔

"کیا میں کبھی کبھی قلعے میں آ کر تم سے ملاقات کا
شرف حاصل کر سکوں گا۔ اے مقدس روح!"۔

ماریا نے کہا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں مقدس روح نہیں ہوں
بلکہ ایک گناہگار روح ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ
وہاں میں کسی سے ملاقات نہیں کرنا چاہتی۔

میں آرام اور سکون کی خاطر قلعے میں جاؤں گی۔
مجھ سے ملنے کی کوشش نہ کیجئے گا۔ اور ہاں۔ اب میں
آرام کرنا چاہتی ہوں، مجھ سے کوئی بات نہ کریں۔

پادری سر کھجا کھجا کر ادھر ادھر دیکھتا رہ گیا۔ جدھر

سے ماریا کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے سر پر ہاتھ پھیر کر کچھ کہنا چاہا مگر رک گیا۔

موم بتی بجھا کر بستر میں گھسا اور سونے کی کوشش کرنے لگا۔ حقیقت میں وہ کچھ ڈر سا گیا تھا۔ جونہی کمرے میں موم بتی بجھنے سے اندھیرا ہوا، اس پر وحشت سوار ہو گئی۔

اسے یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی روح آ کر اس کے لحاف کے اندر ہاتھ ڈال کر اس کا کلیجہ نکال لے گی۔

اسے قبرستان سے آنے والی روحوں کی ڈراؤنی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اسے ٹھنڈے پسینے آنے

لگے۔

اس کا سارا جسم کانپنے لگا۔ پھر اس نے ایک دلدوز چیخ ماری اور بستر سے نکل کر دروازہ کھول کر باہر بھاگ گیا۔

نیچے سرائے کا مالک اس کی خوفناک واپسی کا انتظار کر رہا تھا۔

پادری اس کے کمرے میں آ کر بستر پر گر پڑا۔ اس کے ہونٹ کانپ رہے تھے اور ڈری ڈری آواز میں کہہ رہا تھا۔

"بھوت۔۔۔ بھوت۔۔۔ کمرے میں۔۔۔ وہ مجھ سے بول رہا تھا۔۔۔ بھوت۔۔ بھوت۔۔۔!"۔

اس نے ایک اور چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا۔

سرائے کا مالک سر پیٹ کر رہ گیا۔ اب تو پوری طرح ثابت ہو گیا تھا کہ کمرے میں بھوت رہتا ہے۔

بھلا اب کون اس کمرے میں آ کر ٹھہرے گا۔

یہ سرائے کے مالک کا بہت بڑا نقصان تھا۔ کیوں کہ وہ مسافروں سے بہت کرایہ وصول کیا کرتا تھا۔

دوسرے روز صبح صبح وہ اپنے ایک ہمسائے کے پاس گیا۔

یہ ہمسایہ ایک جادوگر تھا جو محلے والوں کو یہ کہتا پھرتا تھا کہ وہ افریقہ سے روحوں کو مار بھگانے کا جادو سیکھ کر آیا ہے۔

سر پر کالا بڑا سا ٹوپ، لمبا کوٹ، ہاتھ میں کالا ڈنڈا پکڑے وہ مرغے کی طرح اکڑ اکڑ کر پھرا کرتا اور جہاں کہیں کسی کو بیمار دیکھتا، فوراً بو سونگھ کر کہتا۔

''یہاں بدروح کا سایہ ہے۔ میں ابھی بدروح کو بھگاتا ہوں۔ اس نے سمجھ کیا رکھا ہے۔ بس میں آ گیا ہوں، اب بدروح بھاگ جائے گی اور مریض اچھا ہو جائے گا''۔

پھر وہ مریض کی چارپائی کے گرد دھونی دیتا۔ وہ چار چکر کاٹتا۔ منہ ہی منہ میں خدا جانے کس زبان کے منتر بڑبڑاتا۔

زمین پر ڈنڈے مارتا اور کہتا۔

"بھاگ گئی، بھاگ گئی، بدروح بھاگ گئی، لاہو
میرے پانچ روپے"۔

گھر والے سمجھتے کہ شاید یہ سچ کہہ رہا ہے اور اس
نے بدروح کو بھگا دیا ہے اور ان کا مریض اچھا ہو
جائے گا۔

چنانچہ وہ مجبوراً پانچ روپے نکال کر اسے دے
دیتے۔ سرائے کے مالک نے صبح ہی صبح اس پاکھنڈی
جادوگر کا دروازہ جا کھٹکھٹایا۔ وہ بستر سے بڑبڑاتا ہوا
اٹھ کر آیا۔

"کون بدروح اس وقت مجھے تنگ کرنے آئی
ہے؟"۔

سرائے کے مالک نے گڑگڑا کر کہا
جناب آپ کو زحمت دی معافی چاہتا ہوں۔ مگر
میری مدد کیجیے۔ آپ کی مدد کے بغیر میری سرائے تباہ
ہو جائے گی۔

میری سرائے کے ایک کمرے میں بدروح نے
قبضہ جما لیا ہے۔ کئی مسافر ڈر کے مارے بھاگ گئے
ہیں۔

اب کوئی مسافر وہاں نہیں آتا اگر بدروح نے
میری سرائے کے سارے کمروں پر قبضہ کر لیا تو لٹ
جاؤں گا۔

جادو نے اچھل کر کہا۔

"بد روح آ گئی ہے؟ فکر نہ کرو، اسے ایسا سبق پڑھاؤں گا کہ نانی یاد آ جائے گی مگر میں پورا ایک سو روپیہ لوں گا"۔

سرائے والا بولا۔

"مجھے منظور ہے جناب!"

جادوگر نے اسی وقت ٹوپ سر پر رکھا، ڈنڈا ہاتھ میں لیا۔

کالا کوٹ پہنا اور بولا۔

"چلو۔ کہاں ہے بدروح؟ ذرا اس کی خبر لوں۔ اس نے سمجھ کیا رکھا ہے۔ کیا اسے پتہ نہیں کہ اس محلے میں ٹام جادوگر رہتا ہے۔ جس نے افریقہ سے جادو

سیکھا ہے؟"۔

سرائے کا مالک بہت خوش ہوا کہ جادوگر اس کے ساتھ ہے۔ اب اس کی سرائے بھوت سے پاک ہو جائے گی اور وہ پھر سے کمرے کو کرائے پر چڑھا سکے گا۔

وہ جادوگر کو لے کر سرائے میں آ گیا۔ جادوگر نے ٹوپ سر پر ٹھیک سے جماتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلے مجھے ناشتہ کراؤ۔ چھ انڈے، مکھن، جام مارملیڈ، شہد، گوشت کے ٹکڑے اور کافی، جلدی لاؤ۔ ناشتہ کیے بغیر میں بدروح کے خلاف کوئی جادو نہیں کر سکتا"۔

سرائے والا پھنس گیا تھا۔ مرتا کیا نہ کرتا۔ مجبوراً اس نے انڈے، مکھن، جام، مارملیڈ، شہد، گوشت اور کافی لا کر جادوگر کے آگے رکھ دی۔

جادوگر بڑے ٹھاٹھ سے ہڑپ کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ وہ پوچھتا بھی جاتا تھا۔

"کون سے کمرے میں بھوت رہتا ہے؟ کیا تم نے اس کی آواز سنی ہے۔ کیا وہ رات کو آوازیں دیتا ہے؟ کیا اس کی آواز چڑیلوں سے ملتی جلتی ہے؟"۔

سرائے والا کہنے لگا۔

جناب رات ایک پادری صاحب کمرے میں ٹھہرے تھے۔

آدھی رات کو کانپتے لرزتے میرے پاس آئے۔ دھم سے بستر پر گر پڑے اور بے ہوش ہو گئے۔

مجھے کیا معلوم کہ بھوت کس زبان میں بات کرتا ہے اور کس وقت بولتا ہے اور کون سی آوازیں نکالتا ہے۔

آپ ناشتہ کر رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ ہی چل کر معلوم کریں کہ یہ بھوت کون سے ملک کا ہے اور کیا چاہتا ہے؟۔

جادوگر نے بڑا سا شہد کا چمچ منہ میں ڈالتے ہوئے کہا۔

"ارے تم ہمیں کیا سمجھتے ہو افریقہ سے جادو سیکھا ہے اس بھوت کی کیا مجال ہے کہ میرے سامنے ٹھہر سکے۔

ایسی جھاڑ دوں گا کہ نانی یاد آجائے گی۔ ابھی پتہ کرتا ہوں کہ بھوس کس باغ کی ملی ہے۔

سرائے والا چاہتا تھا کہ جادوگر جلدی سے ناشتہ ختم کرے۔ مگر وہ تو دھڑا دھڑ کھائے جا رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کئی روز سے اس نے ناشتہ نہیں کیا، بولا۔

"ذرا آدھی درجن ابلے ہوئے انڈے اور لانا"۔

سرائے والے نے کہا۔

"جناب! پہلے اس بھوت کی تو خبر لیں"۔

جادوگر نے ڈانٹ کر کہا۔

"بدبخت! کیا تو یہ چاہتا ہے کہ بھوت تیری ساری سرائے پر قبضہ جمالے؟"۔

سرائے والے نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"نہیں جناب! بالکل نہیں۔ ابھی انڈے حاضر کرتا ہوں"۔

بے چارہ لپک کر باورچی خانے میں گیا اور آدھی درجن ابلے ہوئے انڈے پلیٹ میں ڈال کر چپو جادوگر کے آگے کر دیے۔

وہ بڑے مزے سے ڈکار لیے بغیر انہیں منہ میں

ڈال کر ہڑپ کر گیا۔ پھر اس نے منہ پونچھا۔
ہاتھ صاف کیے اور بولا۔

"چلو اب ذرا سا بھوت کے بچے سے دو دو ہاتھ کر لیں"۔

سرائے کا مالک خوشی خوشی اسے اوپر لے گیا اور کمرے کے باہر رک کر بولا۔

"جناب! اس کمرے میں وہ بھوت رہتا ہے"۔

"ہاہاہا۔۔۔ ابھی دیکھتے ہیں اس بھوت کے بچے کو"۔

جادوگر نے مسخروں کی طرح ہنس کر کہا اور دروازے پر ڈنڈا مار کر اسے کھول دیا۔

جادوگر اندر داخل ہونے سے رک گیا اور گردن اندر کر کے غور سے کمرے کا جائزہ لینا شروع کیا۔

ماریا کی آنکھ کھل گئی۔ پادری کے ڈر کر بھاگنے کے بعد وہ بڑے مزے سے گرم بستر میں گھسی سو رہی تھی کہ جادوگر کے ڈنڈے کی آواز سے جاگ پڑی۔

دیکھتی ہے کہ دن کی روشنی کمرے میں پھیلی ہے اور ایک لمبے ٹوپ، سیاہ لمبے کوٹ والا مسخرہ ہاتھ میں ڈنڈا لیے گردن کمرے میں ڈالے دائیں بائیں دیکھ رہا ہے۔

اس کے پیچھے سرائے کا مالک ہے۔ ماریا سمجھ گئی کہ سرائے کا مالک کسی ایسے آدمی کو لایا ہے جو بھوت

پریت کو بھگایا کرتے ہیں۔

ماریا نے وہاں سے چلے جانے کا فیصلہ کرلیا تھا۔

لیکن جانے سے پہلے وہ اس مسخرے جادوگر کو تھوڑا سا مزا چکھانا چاہتی تھی۔ آخر اس کارٹون جادوگر نے اسے سمجھ کیا رکھا تھا۔

جادوگر نے کمرے میں داخل ہو کر چاروں طرف بڑی تشویش بھری نگاہوں سے دیکھا۔

اپنے ڈنڈے کو ہوا میں یونہی لہرایا اور سرائے کے مالک کی طرف دیکھ کر بولا۔

"بھوت بہت خطرناک ہے۔ مجھے ساری رات وظیفہ کرنا پڑے گا تمہیں پچاس روپے اور دینے ہوں

گے"۔

سرائے کے مالک نے جلدی سے کہا۔

"مجھے منظور ہے جناب! آپ ابھی سے وظیفہ شروع کر دیں"۔

جادوگر نے ڈنڈا چھت کی طرف لہرا کر چیختے ہوئے کہا

"وظیفہ ابھی شروع کرنے کے پچاس روپے مزید دینے ہوں گے کیا تمہیں منظور ہے؟"۔

"منظور ہے جناب"۔

سرائے کا مالک ہر حالت میں بھوت کو اپنے سرائے سے بھگانا چاہتا تھا۔ ماریا کو اس کی حالت پر

ترس آ رہا تھا۔

ایک بار تو اس کا جی چاہا کہ سرائے کے مالک سے کہہ دے کہ یہ شخص فراڈ ہے۔

اس کی باتوں پر اعتماد نہ کرو۔ مگر وہ تو جادوگر کا دیوانہ ہو رہا تھا اس کے آگے بچھا جا رہا تھا۔

چلتا پرزہ جادوگر

جادوگر کو یقین تھا کہ کمرے میں بھوت وغیرہ بالکل نہیں ہے۔

یہ سرائے کا مالک یونہی پاگل ہو گیا ہے۔ اسے وہم ہے کہ یہاں بھوت رہتا ہے، چنانچہ اس نے کہا "تم اب جا سکتے ہو۔ میں تنہائی میں بیٹھ کر وظیفہ

کروں گا۔ ہاں سنو! یہاں ایک تھالی روپوں کی بھری ہوئی رکھ دو اس کے بغیر وظیفہ میں کوئی اثر نہیں رہے گا"۔

سرائے کا مالک اس کے پھندے میں پھنس گیا تھا۔ اس نے دل پر پتھر رکھ کر ایک تھالی میں چاندی کے روپے رکھے اور میز پر رکھ کر باہر چلا گیا۔

جادوگر نے اس کے جاتے ہی دروازہ بند کیا اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجا کر شرارت سے مسکرایا اور تھالی میں سارے روپے اٹھا کر اپنے کالے کوٹ کی جیب میں ڈال لیے اور کمرے میں اکڑ اکڑ کر ٹہلتے ہوئے بولا۔

"کیا بے وقوف بنایا اس بوڑھے کو۔ ہا ہا ہا ہا۔۔۔ ابھی تو اس کو اور بے وقوف بنانا ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت ہے"۔

مسخرہ جادوگر آرام سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اور ٹانگ پر انگلی بجا بجا کر گانے لگا۔

ماریا اس کے یہ سارے تماشے بڑی دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

جادوگر کا ہیٹ میز پر پڑا تھا۔ وہ اٹھ کر غسل خانے میں چلا گیا۔ ماریا شاید اسی موقع کا انتظار کر رہی تھی۔ اس نے جادوگر کا ہیٹ اٹھا کر پیچھے گلی میں پھینک دیا۔

جادوگر منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلا تو میز پر اپنے ہیٹ

کو نہ پا کر حیران ہوا۔ کمرے میں ادھر ادھر تلاش کرنے لگا مگر ہیٹ تو نیچے گلی میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں پڑا تھا

اس نے جو گلی میں یونہی جھانک کر دیکھا تو ہیٹ کوڑے میں پڑا تھا۔

''ہائیں! یہ کس نے پھینک دیا میرا ہیٹ؟''۔

وہ تیزی سے واپس مڑا اور واپس نیچے جانے کے لیے دروازے کی جانب بڑھا ہی تھا کہ ماریا نے آگے ٹانگ کر دی

جادوگر اس کی ٹانگ میں الجھ کر منہ کے بل آگے کو گر پڑا۔ جلدی سے اٹھا اور دیکھنے لگا کہ یہ اسے کس

نے گرا دیا۔

اسے کسی انسان کی ٹانگ اپنی ٹانگ سے لگتی محسوس ہوئی تھی۔ اب اسے کمرے کے بھوت کا خیال آ گیا۔

اب تو اس کی سیٹی گم ہو گئی۔ اس کا تو خیال تھا بھوت ووت کہاں ہوگا۔ سرائے کے مالک کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔

لیکن یہاں تو کچھ دل میں کالا کالا دکھائی دے رہا تھا۔ بہر حال کپڑے جھاڑتا ہوا اٹھا اور دروازے کی طرف بڑھا۔

ماریا دروازے کے درمیان کھڑی تھی۔ اس نے

آگے بڑھتے ہوئے جادوگر کے سر پر زور سے مرغی کا انڈا دے مارا۔

"اوہ میرے خدا"۔

جادوگر کے سر پر انڈا ابلنے لگا۔ اس نے جیب سے رومال نکال کر اپنا گنجہ سر پونچھا اور غسل خانے کی طرف بھاگا۔

اب ماریا غسل خانے کے دروازے کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ جونہی جادوگر غسل خانے میں جانے لگا، مایا نے ایک اور انڈا اٹھا کر اس کے سر پر زور سے مارا۔

"اوہ میرے خدا! کون ہے؟ کون ہے؟"۔

ماریا نے اس کی پیٹھ پر زور سے لات ماری جادوگر منہ کے بل صوفے پر گر پڑا اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ کمرے میں بھوت موجود ہے۔

جلدی سے اٹھ کر دونوں ٹانگیں اٹھا کر صوفے پر بیٹھ گیا۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"بھوت جی! مجھے معاف کر دو۔ مجھے معاف کر دو"۔

ماریا نے بھاری آواز بنا کر کہا۔

"میں تمہیں ہرگز معاف نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بہت پریشان کیا ہے۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ میں تمہیں ابھی قتل کر کے تمہاری لاش

کے ٹکڑے دریا میں بہا دوں گا“۔

جادوگر صوفے سے اچھل کر قالین پر آ گیا۔ اور سر جھکا کر بولا۔

”رحم رحم رحم! میرے پیارے میرے البیلے بھوت! مجھ پر رحم کرو۔ میں ہاتھ جوڑتا ہوں۔ اب کسی بھوت کو نہیں ستاؤں گا“۔

ماریا بولی۔

”تو پھر سرائے کے مالک سارے پیسے نکال کر میز پر رکھ دو اور یہاں سے بھاگ جاؤ“۔

پیسے نکالنے کے معاملے میں جادوگر ذرا ہچکچایا اور ماتھا پکڑ کر بولا۔

”بھوت صاحب! کیا خیال ہے، اگر میں پیسے دینے کے بجائے اس بڈھے کے سر کی مالش کر دوں تو کیا خیال ہے؟“۔

”بک بک بند کرو“۔

ماریا نے چیخ کر کہا۔

جلدی سے بوڑھے کے پیسے نکال کر میز پر رکھ دو۔

نہیں تو میں تمہارا بھیجہ نکال کر رکھ دوں گا۔

”ابھی لو بھوت صاحب! ابھی لو جناب“۔

جادوگر نے جلدی سے کہا اور جیب سے سرائے کے مالک کے سارے پیسے نکال کر میز پر رکھ دیئے۔

"اب بھاگ جاؤ اس کمرے سے۔ چلو بھاگو"۔

ماریا نے زور سے جادوگر کی پیٹھ پر لات ماری۔

وہ اچھلتا کودتا شور مچاتا دروازے سے باہر نکل گیا۔

تھوڑی دیر بعد سرائے کا بوڑھا مالک کمرے میں آ کر منہ کھولے تکنے لگا۔

"جناب! کہاں ہیں آپ؟ کہاں ہیں آپ؟"۔

اس نے شاید جادوگر کی چیخ و پکار سن لی تھی اور اب وہ اس کی خیریت دریافت کرنے آیا تھا۔ میز پر روپے پڑے دیکھے تو تعجب کرنے لگا

ماریا جانے کے لیے بالکل تیار تھی، کہنے لگی۔

"سنو بڑے میاں! میں تمہارے کمرے کا بھوت

ہوں۔ اب جا رہا ہوں۔ مگر اس جادوگر کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنی مرضی سے جا رہا ہوں"۔

میز پر یہ تمہارے وہ روپے رکھے ہیں جو تم نے جادوگر کو میرے بھگانے کے لیے دیئے تھے۔

خبردار اس مسخرے کو کبھی کسی بھوت کے لیے نہ بلانا۔

سرائے کا مالک ماریا کی آواز سن کر بھونچکا ہو کر کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ اس کی بات بڑی حیرانی سے سن رہا تھا۔

ماریا نے جاریت جاتے میز پر سے گلاس اٹھا کر بوڑھے کے سر پر رکھ دیا اور کہا۔

''یہ میرے جانے کی نشانی ہے۔ اگر سردی کا موسم نہ ہوتا تو میں اسے تمہارے سر پر انڈیل دیتی۔ خدا حافظ!''۔

ماریا سرائے سے نکل کر بازار میں آ گئی۔

وہ قلعے کی طرف چل پڑی پادری نے اسے راستہ بتا دیا تھا۔

رات کی برف باری میں سڑکیں اور مکانوں کی چھتیں سفید ہو رہی تھیں۔

ماریا چلتی چلی گئی۔ لوگ بہت کم بازاروں میں چل پھر رہے تھے، کیونکہ سردی بہت شدید تھی اور بڑی سرد ہوا چل رہی تھی۔

وہ شہر کے باہر آ گئی۔ یہاں بھی مکان تھے۔ ٹوٹے پھوٹے پرانی دیواروں والے مکان، جن میں شاید غریب لوگ رہتے تھے۔

ماریا نے دیکھا، ایک مکان کے باہر بڈھا کرسی پر بیٹھا دھوپ تاپ رہا تھا۔

ایک گندی سی بچی اس کے قریب گرم پھٹے ہوئے کوٹ میں لپٹی کرسی پر بیٹھی تھی۔

ماریا اس کے قریب جا کر بولی۔

''بڑے میاں قبرستان کو کون سا راستہ جاتا ہے؟''۔

''اس طرف جاؤ''۔

بڑے میاں نے انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ پھر وہ چونک کر اچھل پڑا، کیونکہ اسے سوال کرنے والی عورت کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

ماریا بڈھے کی بتائی ہوئی سڑک پر چل پڑی۔ بوڑھا حیرانی کے عالم میں ڈوبا کبھی چھوٹی بچی کو دیکھتا اور کبھی سر کھجانے لگتا۔

یہ سڑک جس پر ماریا چلی جا رہی تھی۔ ایک باغ میں جا کر ختم ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے لیے جو دھوپ نکلی تھی، وہ بجھ سی گئی۔

سورج بادلوں میں چھپ گیا۔ آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ اب پھر برف گرنا

شروع ہو جائے گی۔

باغ کے درخت ٹنڈ منڈ تھے۔ شاخوں پر برف جمی ہوئی تھی۔ باغ کا راستہ بھی برف میں چھپا ہوا تھا۔

ماریا کے چمڑے کے مضبوط بوٹ برف پر چلنے میں اس کی بڑی مدد کر رہے تھے۔

باغ کافی چوڑا تھا۔ گراؤنڈ میں برف ہی برف تھی۔ ماریا اس کے کنارے کنارے چلتی مشرق کی طرف آ گئی۔

دور اسے درختوں کے پیچھے پرانے قلعے کی تاریخی عمارت نظر آنے لگی تھی۔

یہی قلعہ اس کی منزل تھا۔ یہاں وہ اتنی دیر تک رہنا چاہتی تھی جتنی دیر تک اسے عنبر اور ناگ کے بارے میں پوری معلومات حاصل نہیں ہو جاتیں کہ وہ کہاں ہیں۔

ماریا نے سوچا کیا خبر قلعے میں اسے کھانے کو کچھ نہ ملے۔ اسے چاہیے کہ دو چار روز کے لیے کھانے پینے کی چیزیں اپنے ساتھ لیتی جائے۔

وہ باغ سے باہر نکلی تو اس کی نظر ایک پرانے دروازے والی دکان پر پڑی۔

دکان کے باہر ایک نیلے رنگ کا چھوٹا سا بورڈ لگا تھا جس پر ڈبل روٹی کی تصویر تھی۔

ماریا نے شیشوں میں سے جھانک کر اندر دیکھا۔ درمیان میں انگیٹھی میں آگ روشن تھی۔ اور دو چار آدمی آس پاس بیٹھے آگ تاپ رہے تھے۔ اور باتیں کر رہے تھے۔

ماریا نے دروازہ کھول دیا۔ اس کے ساتھ ہی دکان میں گھنٹی بج اٹھی۔ دکاندار نے گھوم کر دیکھا۔ وہ دیکھتا ہی رہ گیا۔

کیونکہ دروازے کی گھنٹی کی آواز سب نے سنی تھی۔ پھر دروازہ اپنے آپ کھل کر بند ہو گیا تھا۔

"کون ہے؟"۔

دکاندار نے کہا۔

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ انگیٹھی کے پاس آ
کر دونوں ہاتھ پھیلا کر آگ تاپنے لگی۔

ایک گاہک نے مسکرا کر کہا۔

"مسٹر ولیم! تمہارا وہم تھا یا شاید ہوا کی وجہ سے
دروازہ اپنے آپ کھل گیا تھا"۔

ماریا نے غور سے دکان کا جائزہ لیا۔ یہاں کھانے
پینے کی بے شمار چیزیں تھیں۔

ماریا جب ذرا گرم ہو گئی تو انگیٹھی سے ہٹ کر
کاؤنٹر کے پیچھے آ گئی۔ دکان کا مالک رجسٹر پر جھکا
حساب کتاب کر رہا تھا۔

ماریا نے ایک لفافہ اٹھا لیا۔ لفافے کی کھڑ بھڑ کی

آواز سے دکاندار نے چونک کر دیکھا۔

وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ماریا نے الماری میں سے
ڈب روٹیاں اور جام کے ڈبے نکال کر لفافے میں
ڈالے۔

"ان کے شور سے دکاندار نے پھر گھوم کر الماری
کی جانب دیکھا۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ بس دیوار
کے ساتھ لکڑی کے خانے لگے تھے"۔

ماریا نے اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر
کہا۔

"بھوت ہیں۔۔۔ اس دکان میں بھوت ہیں۔
مثلاً میں۔۔۔ کیا خیال ہے؟"۔

گاہک کے ہاتھ سے پائپ زمین پر گر پڑا تھا اور اس کی آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔ دکاندار نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔

کیا بات ہے مسٹر لیوس؟ تم کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔ تمہارا پائپ بھی زمین پر گر پڑا ہے۔

ماریا کی آواز قریب بیٹھے کچھ دوسرے لوگوں نے بھی سنی تھی۔ وہ بھی کچھ پریشان سے تھے۔

مسٹر لیوس نے کہا۔

"کوئی بات نہیں۔۔۔ یونہی ذرا ہاتھ کانپ گیا تھا"۔

اس نے جھک کر پائپ اٹھانا چاہا تھا کہ ماریا نے

اپنے ہاتھ سے پائپ اٹھا کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔

"یہ لو بڑے میاں! تم بزرگ آدمی ہو۔ تمہاری خدمت کرنا ہم بہوت اپنا فرض سمجھتے ہیں"۔

ماریا زور سے ہنس پڑی اس کے ہنسنے کی آواز دکان میں گونج اٹھی۔

وہاں بیٹھے ہوئے سارے لوگ ہکے بکے ہو کر رہ گئے۔

کسی میں اتنی ہمت نہ رہی کہ وہ اپنی جگہ سے ہل سکے یا لب ہلا کر پوچھے کہ یہ آواز کیا تھی۔

ماریا نے دروازہ کھولا اور سڑک پر آ گئی۔ اس نے قلعے کی جانب چلنا شروع کر دیا۔

قلعہ ایک پرانے قبرستان کے عقب میں تھا۔

قبرستان کے درخت بھی برف سے ڈھکے ہوئے تھے۔ یہاں قبروں کے سرہانے کتبے لگے تھے۔ جن پر مرنے والوں کے نام لکھے تھے۔

بڑے بڑے مٹی کے گلدانوں میں خشک ٹہنیاں پڑی تھیں۔ جن پر برف جمی ہوئی تھی۔

ماریا قبرستان میں سے گزرتی چلی گئی۔ برف پر چلنے سے زمین پر اس کے قدموں کے نشان پڑتے جا رہے تھے۔

اگر اس وقت کوئی دیکھتا کہ چلنے والا انسان نظر نہیں آ رہا تھا مگر برف پر اس کے پاؤں کے نشان

پڑتے چلے جا رہے ہیں تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑتا۔

اب اس قلعے کی عمارت اسے صاف دکھائی دینے لگی تھی۔ یہ قلعہ قبرستان کے پیچھے ایک اونچے ٹیلے پر تھا۔

جس کے ارد گرد بہت گہری کھائی تھی۔ کھائی میں جھاڑیاں اگی ہوئی تھیں۔ ماریا قلعے کے دروازے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

اس کا بڑا دروازہ بند تھا۔ نیچے ایک چھوٹی سی کھڑکی بنی تھی۔ ماریا نے اسے دھکا دیا تو وہ چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کھل گئی۔

ماریا قلعے کے اندر داخل ہو گئی۔ ڈیوڑھی کافی لمبی

تھی۔ چھت اونچی تھی۔

دائیں بائیں کوٹھڑیاں بنی تھیں۔ جن کے دروازے اکھڑ چکے تھے۔ دروازے کی چر چراہٹ کی آواز سن کر ایک کوٹھڑی سے چوکیدار گلے کے گرد مفلر ٹھیک کرتا، کھانستا ہوا باہر نکلا اور بولا۔

"کون ہے؟"۔

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ چھوٹا دروازہ ابھی تک کھلا تھا۔

"شاید ہوا کی وجہ سے کھل گیا ہے دروازہ"۔

چوکیدار بڑبڑایا، اس نے آگے بڑھ کر دروازہ بند کر دیا۔

اتنے میں کوٹھڑی میں سے ایک بلی شور مچاتی باہر نکلی۔

خوف کی وجہ سے اس کی دم بار بار ہل رہی تھی اور کان کھڑے تھے۔

"میاؤں۔۔۔میاؤں۔۔۔میاؤں۔۔۔"

بلی نے ماریا کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا اور وہ بار بار بول رہی تھی۔

چوکیدار نے اسے لات مار کر کہا۔

"کیا شور مچا رکھا ہے تو نے۔۔۔بھاگ اندر۔۔۔کوئی نہیں ہے یہاں"۔

بلی اور زیادہ شور مچانے لگی۔ ماریا ڈیوڑھی میں

سے گزر کر قلعے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر والی منزل میں آ گئی۔

یہاں دیواروں پر پرانے بادشاہوں اور جرنیلوں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔

ایک زرہ بکتر پڑا تھا۔ محرابوں پر پھول بوٹے بنے تھے جن کے رنگ ماند پڑ گئے تھے۔

ستون بے شمار تھے۔ ماریا ستونوں میں سے گزرتی عقبی حصے میں آ گئی۔ یہاں قطاروں میں کمرے بنے تھے۔

جن کے دروازے ٹوٹ پھوٹ چکے تھے اور کنڈوں پر زنگ لگ چکا تھا۔

اور قبر کھل گئی (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 59)

ماریا نے ایک کونے والے کمرے کے دروازے کو دیکھا۔

اس کے کیواڑ صحیح سلامت تھے۔ البتہ کنڈی اکھڑ چکی تھی۔ یہ کمرہ بڑا موزوں تھا۔ اگر کوئی چاہے بھی تو باہر سے کنڈی نہیں لگا سکتا تھا۔

اندر کی کنڈی محفوظ تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ کمرہ چھوٹا سا تھا۔ انگیٹھی میں آگ نہیں جل رہی تھی۔ سردی بہت تھی۔

دیوار کے ساتھ ایک پلنگ بچھا تھا۔ جس پر بستر لگا تھا۔ صاف لگتا تھا کہ یہاں کوئی رات کو رہا کرتا تھا۔ ماریا نے کھانے پینے کی چیزوں سے بھرا ہوا لفافہ

تنگ سے باورچی خانے کی پرانی ٹھنڈی میز پر جا کر رکھ دیا۔

اس نے کونے میں سے لکڑیاں اٹھا کر انگیٹھی میں آگ جلائی اور آرام کرسی پر کمبل لے کر بیٹھ گئی اور آگ تاپنے لگی۔

تھوڑی ہی دیر میں کمرہ گرم ہو گیا۔ ماریا نے بڑا آرام محسوس کیا۔ پھر اس نے ڈبوں سے مکھن، جام اور شہد نکال کر ڈبل روٹی پر لگا کر کھایا۔

کچھ گوشت کے ٹکڑے کھائے اور کیتلی میں پانی ڈال کر کافی بنائی۔ اور بڑے سکون سے پیالی میں ڈال کر پینے لگی۔

کافی پی کر اس نے کپ میز پر رکھا۔ باورچی خانے کا دروازہ بند کیا اور بستر میں گھس کر لیٹ گئی۔ وہ تھک گئی تھی اور کچھ وقت آرام کرنا چاہتی تھی۔

لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔

اچانک کسے کھڑاک سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

کیا دیکھتی ہے کہ چوکیدار باورچی خانے کا دروازہ کھول رہا ہے۔

ماریا بستر میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ وہ چوکیدار کی حیرانی کا مزہ لے رہی تھی۔ مگر اسے چوکیدار کا آنا برا لگا تھا۔ کم بخت لوگ یہاں بھی اسے پریشان کرنے آ گئے تھے۔

اتنی پریشانی اسے آج سے پہلے کے زمانے میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ چوکیدار نے باورچی خانے میں جا کر دیکھا کہ کھانے پینے کی چیزیں میز پر رکھی ہیں۔

کچھ ڈبے کھول کر دوبارہ بند کیے گئے ہیں۔

فرش پر ڈبل روٹی کے ٹکڑے بکھرے ہوئے ہیں۔

سب سے زیادہ حیرانی اسے اس بات پر ہوئی کہ انگیٹھی میں آگ جل رہی ہے۔ میز پر کافی کا پیالہ بھی پڑا تھا۔

ایسا لگتا تھا کہ کوئی شخص ابھی ابھی کافی پی کر باہر گیا ہے۔

''یہاں کون آیا ہے؟''۔

چوکیدار سر کھجا کر سوچنے لگا۔

اسے خیال آیا کہ قلعے میں کوئی بھوت آ گیا ہے۔

اس خیال پر وہ ہنس پڑا۔

بھلا بھوت کہاں سے آ سکتا ہے۔

ضرور کوئی چور ہے جو یہاں دن گزارنے آ گیا ہے۔ میں اس کی تاک میں رہوں گا۔ اور پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دوں گا۔

ماریا چوکیدار کو چپ چاپ بستر میں بیٹھی دیکھتی رہی۔ چوکیدار نے لفافے میں سے کیک کا ٹکڑا نکالا اور کھانے لگا۔

"ہوں! بہت مزیدار ہے۔ یہ چیزیں تو مسٹر ولیم کی دکان سے چوری کی گئی معلوم ہوتی ہے۔ کوئی بات نہیں۔

ذرا چور آ لینے دو۔ پکڑ کر اسی وقت قانون کے حوالے کر دوں گا اور مسٹر ولیم سے بھی انعام حاصل کروں گا۔

کیک کھا کر چوکیدار نے کیتلی میں رکھی ہوئی کافی پیالے میں ڈالی اور اسے ایک ہی گھونٹ میں پی کر کمرے کے باہر نکل گیا۔

ماریا نے اٹھ کر جلدی سے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی اور بستر پر لیٹ کر ناگ اور عنبر کے بارے میں

سوچنے لگی۔

اس کے بستر کے قریب ہی کھڑکی تھی جس کی محراب اوپر تک چلی گئی تھی۔

اس کھڑکی میں سلاخیں تھیں۔ اور لکڑی کے کیواڑ بند تھے۔ ایک جگہ سے کیواڑ ٹوٹا ہوا تھا۔ اس میں سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔

ماریا نے چادر لے کر اس جگہ گھسیڑ کر سوراخ بند کر دیا۔ ہوا آنا بند ہو گئی۔

ناگ اور عنبر کہاں ہو سکتے ہیں؟

وہ سوچنے لگی۔ اس نے پروگرام یہ بنایا تھا کہ ایک مہینہ اس شہر میں انہیں تلاش کرے گی اور پھر کسی

دوسرے شہر میں چلی جائے گی۔

ویسے جانے کیوں اس کا دل کہتا تھا کہ وہ اپنے بھائی عنبر اور ناگ سے اسی شہر میں ایک روز ضرور ملے گی۔

شام کا کھانا بھی ماریا نے باورچی خانے میں بیٹھ کر کھایا۔ تھوڑی دیر بعد چوکیدار بھی سراغ رسانی کرتا وہاں آگیا۔

کمرہ اور باورچی خانہ اسے بالکل خالی نظر آیا۔ انگیٹھی میں تازہ آگ جل رہی تھی۔ وہ سر ہلا کر بولا۔

"کم بخت چور آ کر دوبارہ چلا گیا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں، میں بھی اس کی ٹوہ میں ہوں۔ اسے بھی

نہیں چھوڑوں گا"۔

چوکیدار کمرے سے باہر نکل گیا۔ ماریا نے دروازہ بند کر کے کنڈی لگا دی۔

اب شام کے سائے گہرے ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد رات کا اندھیرا قلعے کے آس پاس چھا گیا۔

قبر کھل گئی

پرانے قلعے میں ماریا کی یہ پہلی رات تھی۔

رات کو آسمان پر بادل چھا گئے اور سرد ہوا چلنے لگی۔ برفباری نہیں ہو رہی تھی۔ ٹوٹی ہوئی کھڑکی میں اگرچہ چادر ٹھنسی ہوئی تھی، پھر بھی وہاں سے ٹھنڈی ہوا اندر آ رہی تھی۔

ماریا نے وہاں سے بستر اٹھایا اور باورچی خانے میں آ کر میز پر بچھا دیا۔

یہ میز کھڑکی کے ساتھ لگا تھا۔ اس کھڑکی کی کیواڑ بند تھے اور کسی جگہ کوئی سوراخ نہیں تھا۔

ویسے بھی فضا گرم تھی۔ ماریا بڑے مزے سے بستر میں لحاف اوڑھ کر لیٹ گئی اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اسے باہر ہوا کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ دروازے پر کوئی دستک دے رہا ہے۔

کم بخت چوکیدار اپنی سراغ رسانی کرنے کے

شوق میں پھر آ دھمکا تھا۔

ماریا کا ہرگز اٹھنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ مگر اسے معلوم تھا کہ چوکیدار باز نہیں آئے گا اور مسلسل دروازہ بجاتا رہے گا۔

بلکہ اگر اس نے اٹھنے میں دیر کر دی تو وہ دروازہ توڑ دے گا۔

کیونکہ اس کے خیال کے مطابق تو اندر چور گھسا ہوا تھا۔

ماریا بستر سے نکل کر دروازے کے قریب آ گئی۔

سوچنے لگی کہ کیا کرے۔

کیا چوکیدار کو آواز دے کر منع کرے کہ دروازہ نہ

کھٹکھٹائے۔ مگر اس طرح سے تو اس کا راز فاش ہو جائے گا۔

پھر کیا کرنا چاہیے؟۔

دروازہ اندر سے بند تھا۔ چوکیدار کو صاف پتہ چل رہا تھا کہ اندر کوئی موجود ہے۔ اور ظاہر ہے چور کے سوا اور کون ہو سکتا تھا۔

ماریا نے بڑے سکون سے کنڈی کھول کر دروازے کا کیواڑ الگ کر دیا۔ وہ پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

چوکیدار نے دیکھا کہ کمرے میں کوئی نہیں ہے۔

تو پھر دروازہ کس نے کھولا تھا؟ یہی بات اسے

پریشان کر رہی تھی۔

وہ اندر قدم رکھتے ہوئے ڈر رہا تھا۔

ماریا زیادہ دیر سردی میں نہیں کھڑی رہ سکتی تھی۔

اس نے زور سے چیخ ماری اور دروازہ بند کر دیا۔ چوکیدار کی اس سے بھی زیادہ خوفناک چیخ نکل گئی اور وہ سر پہ پاؤں رکھ کر نیچے بھاگ گیا۔

ماریا نے دروازہ بند کر کے کنڈی چڑھا دی اور بستر میں گھس کر لیٹ گئی۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ شاید آدھی رات کا وقت ہو گا کہ ماریا نے ایک آواز سنی۔ اس آواز نے ماریا کو جگا دیا۔

ماریا بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اور ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگی۔

ایسے لگتا تھا جیسے کوئی کھڑکی کے کیواڑوں کو اپنے پنجوں سے کھرچ رہا ہے۔ یہ کھڑکی ماریا کے بالکل پاس تھی۔

اس نے اٹھ کر کھڑکی کھول دی اور باہر دیکھا۔

وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

ماریا ہنس پڑی اور کھڑکی بند کر کے سونے کی کوشش کرنے لگی۔ یہ اس کا وہم تھا۔

اچانک وہی آواز پھر سنائی دی۔ اب یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟۔

ماریا بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئی اور کان لگا کر غور سے سننے لگی کہ یہ آواز اب کہاں سے آ رہی ہے۔

کمرے میں سارے قلعے میں گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماریا کے کان آواز پر لگے تھے۔ آواز پھر آئی۔

اب صاف لگ رہا تھا کہ کوئی جانور اپنے تیز ناخنوں سے دروازے کے کیواڑوں کو کھرچ رہا تھا۔ یا انہیں کھولنے کی کوشش کر رہا ہے۔

آواز دروازے کی طرف سے آ رہی تھی۔ ماریا بستر سے اٹھی باورچی خانے سے نکل کر دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔

کمرے میں ایک طرف موم بتی جل رہی تھی جس کی روشنی بہت مدھم سی تھی۔

ماریا نے کان دروازے کے ساتھ لگا دیئے۔

اب کوئی دروازے کو ہلا ہلا کر کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کم بخت ضرور وہی اللہ مارا چوکیدار ہو گا۔ اب نئی سراغ رسانی کرنے آ گیا ہے۔

ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے سوچا کہ اس کم بخت کو ضرور ایسا سبق سکھانا چاہیے کہ یہ پھر کبھی اس طرف کا رخ نہ کرے۔

ماریا نے کنڈی اتار کر دروازہ کھول دیا۔ جو منظر

اس نے باہر دیکھا، ایسا بھیانک منظر اس نے شاید زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

اس کے سامنے دروازے کے باہر ایک اونچا لمبا سوکھا اور سیاہ کپڑوں میں ملبوس، ڈراؤنی زرد آنکھوں اور لمبے نوکیلے دانتوں والا انسان نما بھیڑیا کھڑا کمرے میں اپنی بھیانک آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر گھور رہا تھا۔

اس کے ناخن لمبے اور نوکیلے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ اس بھیڑیا نما انسان کے ایک نوکیلے دانت سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور اس کے منہ سے ہلکے ہلکے خراٹوں کی سی آواز نکل رہی تھی۔

اس بھیانک بلا کو دیکھ کر ایک بار تو ماریا کا جسم بھی سرد پڑ گیا۔ انسانی بلا کمرے میں آ گئی۔ وہ حیران تھی کہ دروازہ جس نے کھولا ہے، وہ کہاں ہے؟ ماریا کونے میں ایک طرف لگ کر کھڑی ہو گئی اور دیکھنے لگی کہ یہ انسانی بلا کیا کرتی ہے۔

چوکیدار کی بدقسمتی کہ ٹھیک اس وقت وہ بدبخت اپنی سراغ رسانی کے شوق میں اوپر آ گیا۔ آہٹ کی آواز سن کر انسانی بلا جھٹ سے ایک ستون کے پیچھے چھپ گئی۔

چوکیدار نے دروازہ کھلا دیکھا تو بڑے جاسوسوں کی طرح قدم دبا دبا کر چلتا اندر آ گیا۔

جھٹ سے دروازہ بند کیا اور جیب سے خنجر نکال کر بولا۔

میں جانتا ہوں تم چوری کرنے آئے ہو اور اس کمرے میں موجود ہو۔

اگر جان کی سلامتی چاہتے ہو تو فوراً اپنے آپ میرے حوالے کر دو۔

نہیں تو میں اس خنجر سے تمہیں ہلاک کر کے ہی دم لوں گا۔ اس قلعے میں تمہاری آواز بھی کوئی نہیں سن سکے گا۔

ماریا خاموش کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی۔ چوکیدار کو دیکھ کر انسانی بلا ایک دم سے سامنے آ گئی۔ اس کی

زرد ڈراؤنی آنکھوں میں ایسی کشش اور جادو تھا کہ چوکیدار گویا پتھر کا بت بن کر رہ گیا۔

بلا آہستہ آہستہ غراتی ہوئی اس کی طرف بڑھی اور اپنے لمبے لمبے ناخنوں والے ہاتھ پھیلا کر چوکیدار کی گردن دبوچ لی اور اپنا تیز دانتوں والا منہ اس کی گردن پر رکھ دیا۔

جیسے اس کا خون چوسنے لگا ہو۔

اب چوکیدار نے گھگھیانا شروع کر دیا۔ ماریا یہ منظر نہ دیکھ سکی۔ اسے چوکیدار پر رحم آ گیا۔ اس نے میز پر رکھا ہوا پیالہ اٹھا کر زور سے خون چوسنے والی بلا کے سر پر دے مارا۔

بلا نے پلٹ کر دیکھا کمرہ خالی تھا۔ بلا کی آنکھوں سے شرارے نکل رہے تھے۔

اس کے دانتوں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر چوکیدار کے ہاتھ سے گرا ہوا خنجر اٹھایا اور پوری طاقت سے خون چوسنے والی بلا کی گردن میں گھسیڑ دیا۔

ایک چیخ کی آواز قلعے میں گونج کر رہ گئی۔

انسانی بلا نے اپنے دونوں ہاتھوں سے گردن پکڑ لی اور کھڑکی میں سے باہر چھلانگ لگا دی۔ ماریا نے جھک کر باہر دیکھا۔

اسے یقین تھا کہ انسانی بلا گہری کھائی کے پتھروں

میں گر کر ہلاک ہو چکی ہو گی۔ لیکن یہ دیکھ کر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا کہ خون چوسنے والی بلا سیاہ بازو پھیلائے رات کے اندھیرے میں اڑتی چلی جا رہی ہے۔

چوکیدار خوف سے کانپتا ہوا کمرے سے بھاگ گیا تھا۔

ماریا سوچنے لگی کہ یہ کس قسم کی بلا اس ملک میں رہتی ہے۔ اس نے سوچا کہ نیچے چل کر چوکیدار کو دیکھنا چاہیے۔

کہیں اسے زیادہ گہرا زخم تو نہیں آیا۔ وہ سیڑھیوں سے اتر کر چوکیدار کی کوٹھڑی میں آ گئی۔ اس

نے دیکھا کہ چوکیدار دیا جائے کھاٹ پر بیٹھا ہے اور گردن میں سے ٹپکنے والے خون کو بند کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔

خون چوسنے والی بلا نے اس کی گردن میں اپنے دونوں لمبے نوکیلے دانت گھسیڑ دیئے تھے اور خون چوسنا شروع کر دیا تھا۔

چوکیدار نے گلے کے زخم پر دوائی لگا کر پٹی باندھی اور بستر میں لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

ماریا بھی اوپر اپنے کمرے میں آ گئی اور لحاف میں گھس کر واقعات پر غور کرنے لگی۔ ادھر وہ خون چوسنے والی بلا اڑتی ہوئی قبرستان میں آ کر زمین پر اتر

گئی۔

یہاں گہرا اندھیرا اور خاموشی تھی۔ قبروں پر موت کا سناٹا طاری تھا۔ خون چوسنے والی بلا کا نام ڈریکولا تھا۔

آگے سے ہم اس کو اسی نام سے پکاریں گے۔

ڈریکولا جھاڑیوں میں ایک کھلی قبر کے پاس آ کر رک گیا۔ اس کی گردن سے خون بہہ رہا تھا۔

کھلی قبر میں پڑے ہوئے تابوت کا ڈھکنا اوپر اٹھا ہوا تھا۔

ڈریکولا قبر میں اتر کر تابوت میں لیٹ گیا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر تابوت کا ڈھکنا اوپر سے بند کر دیا۔

رات گزر گئی، ماریا سو کر اٹھی تو آسمان پر ابھی تک بادل تھے صبح کی روشنی چاروں طرف پھیل چکی تھی۔

اس نے اپنے لیے آگ جلا کر کافی بنائی۔

انڈا تل کر روٹی کے ساتھ کھایا اور گرم کوٹ مفلر وغیرہ پہن کر دروازہ بند کر کے باہر نکل آئی۔ وہ شہر میں گھوم کر عنبر اور ناگ کی سراغ رسانی کرنے کا ارادہ رکھتی تھی۔

سیڑھیاں اتر کر وہ قلعے کی ڈیوڑھی میں آئی تو دیکھا کہ چوکیدار کی کوٹھڑی کا دروازہ کھلا تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا چوکیدار اندر نہیں تھا۔

ماریا قلعے میں سے نکل کر قبرستان کی طرف چل

پڑی۔ شہر جانے کے لیے یہی راستہ سب سے آسان تھا۔

قبرستان میں کہیں کہیں درختوں پر سے برف پگھل چکی تھی۔ اور سیاہ شاخیں نظر آ رہی تھیں۔ اس نے دیکھا کہ برف پر کسی کے لمبے لمبے پاؤں کے نشان ہیں۔

ماریا ان نشانوں کے ساتھ ساتھ چلتی اس جگہ آ گئی جہاں کھلی ہوئی قبر تھی اور ڈریکولا تابوت میں سو رہا تھا۔

ماریا نے دیکھا کہ قبر کے باہر کنارے پر قلعے کا چوکیدار کھڑا ہے۔ اور اپنی گردن کے زخم پر ہاتھ

پھیرتے ہوئے قبر کے تابوت کو دیکھ رہا ہے۔

ماریا حیران ہوئی کہ یہ شخص یہاں کیا کر رہا ہے۔ پاؤں کے لمبے لمبے نشان بھی اس قدر میں اتر گئے تھے۔

وہ ایک درخت کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی اور چوکیدار کو دیکھنے لگی۔ چوکیدار نے چاروں طرف دیکھا۔

جب یقین ہو گیا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ رہا تو قبر میں اتر گیا۔ ماریا ذرا آگے آ گئی تا کہ جو کچھ ہونے والا ہے، اسے غور سے دیکھ سکے۔

چوکیدار زور لگا کر تابوت کا ڈھکنا پرے ہٹا رہا

تھا۔ بڑی مشکل سے اس نے ڈھکنا پرے کر دیا۔

ماریا کا سانس اوپر کا اوپر رہ گیا، کیونکہ تابوت میں وہی خون چوسنے والی بلا سینے پر ہاتھ رکھے سر پر لمبا سیاہ ہیٹ پہنے سو رہی تھی۔

مگر اس کی آنکھیں زرد ڈراؤنی آنکھیں کھلی تھیں۔ جیسے چوکیدار کا گھور کر دیکھ رہی تھیں۔ چوکیدار لاش پر جھک گیا۔

اس نے اپنی گردن خون چوسنے والی بلا نے نوکیلے دانتوں پر رکھ دی۔ ایکدم سے جیسے لاش میں جان پڑ گئی۔

لاش کے ہاتھ اوپر اٹھے اور چوکیدار کی گردن کو

انہوں نے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا۔ چوکیدار کی آنکھیں بند ہو گئیں اور اس کے منہ سے غراہٹ کی آواز نکلنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد لاش کے ہاتھ پرے ہٹ گئے۔ چوکیدار نے گردن اوپر اٹھائی تو وہاں دانتوں کے زخم کے نشان تھے۔

لاش کے ہونٹوں پر بھی خون بہہ رہا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پھر سے سینے پر بندھے تھے۔ چوکیدار نے تابوت کو ڈھک دیا اور گردن سہلاتا، خون بند کرنے کی کوشش کرتا قبر سے باہر نکل آیا۔

ماریا ششدر سی ہو کر رہ گئی۔ اس قسم کا ڈراؤنا

منظر اس نے زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو کیا چوکیدار نے خوش لاش کو اپنا خون پیش کیا تھا۔

بات ہی کچھ ایسی تھی۔ مگر ایسا کیوں؟۔

چوکیدار لڑکھڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ماریا دور تک اسے جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔ اس کے بعد وہ بھی شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ذرا ناگ کی خبر لی جائے۔ ناگ ولایت کے شہر لندن پہنچ چکا تھا۔ اسی شہر میں ماریا بھی رہ رہی تھی۔

دوسری طرف عنبر مال بردار جہاز میں سوار لندن کے سمندر کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ ناگ نے

جبرالٹر میں بہترین کپڑے خریدے تھے۔ جو اس نے پہن رکھے تھے۔

خوب گرم کپڑے تھے۔ اوورکوٹ مفلر، لمبے بوٹ اور سر پر ہیٹ ناگ بالکل انگریز معلوم ہو رہا تھا۔ شہر میں آئے اسے چوتھا روز گزر رہا تھا۔

وہ شہر سے باہر ایک پرانی سرائے میں رہتا تھا۔ وہ شہر کے بہترین مکانوں میں بھی رہ سکتا تھا۔ لیکن اسے گاؤں کی پرسکون فضا زیادہ پسند تھی۔

یہاں سے وہ گھوڑا گاڑی میں بیٹھ کر شہر آتا اور گھوم پھر کر بازاروں اور ہوٹلوں میں ماریا اور عنبر کو تلاش کرتا پھرتا۔

ایک روز وہ گھوڑا گاڑی کا انتظار کر رہا تھا کہ آسمان پر ایک دم سے بادل چھا گئے اور سرد ہوا چلنے لگی۔

گھوڑا گاڑی شاید کسی جگہ رک گئی تھی۔ ناگ نے سوچا کہ آج پیدل ہی شہر کو چلا جائے۔ سیر بھی ہو جائے گی۔

شہر جانے کو پیدل راستہ ایک جنگل سے ہو کر گزرتا تھا۔

ناگ نے اس جنگل میں چلنا شروع کر دیا۔ بارش نہیں ہو رہی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی کئی روز سے برف بھی نہیں گری تھی۔

درختوں کی ٹنڈ منڈ شاخیں ہوا میں جھوم رہی تھیں۔ زمین خشک پتوں سے بھری ہوئی تھی۔ ناگ چلتے چلتے جنگل سے باہر آ گیا۔

یہاں سے ایک پتلی سی کچی سڑک ایک پل پر سے ہو کر شہر کی طرف چلی گئی تھی۔ ناگ نے اس سڑک پر چلنا شروع کر دیا۔

مختلف جگہوں سے گھوم کر جب ناگ پل پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ پل ایک جگہ سے ٹوٹا ہوا ہے اور چند مزدور اس کی مرمت کر رہے ہیں۔

اس پل کے نیچے ایک تیز رفتار چشمہ بہہ رہا تھا۔ نالے کا پاٹ چوڑا تھا۔ پانی پتھروں سے اچھل اچھل

کر بہہ رہا تھا۔

سوائے پل کے اور کوئی راستہ نہیں تھا جس سے نالہ پار کیا جا سکتا۔ ناگ نے مزدوروں سے پوچھا کہ پل کب تک مرمت ہو جائے گا۔

ایک مزدور نے کہا۔

"جناب! یہ پل تو برسوں تک مکمل ہو جائے گا۔ بہتر ہے آپ واپس چلے جائیں اور جنگل کے پیچھے سے ہو کر نالہ پار کریں۔ اگر وہ راستہ لمبا ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں ہے"۔

ناگ خاموش کھڑا سوچتا رہا کہ وہ کیا کرے بادل زور سے گرجا اور ہلکی ہلکی بارش شروع ہو گئی۔

ناگ ایک درخت کے نیچے جا کر کھڑا ہو گیا۔
مزدور بارش میں بھی اسی طرح کام کر رہے تھے۔ دور ایک قلعہ نما سیاہ رنگ کی عمارت نظر آ رہی تھی۔ ایک کچی سڑک اس سیاہ قلعے کی طرف جاتی تھی۔

ناگ نے دیکھا کہ ایک بند گھوڑا گاڑی اس سڑک پر چلی آ رہی ہے۔ گھوڑا گاڑی ناگ کے پاس پل پر آ کر رک گئی۔

اس میں سے ایک سیاہ پوش لمبا، زرد چہرے والا آدمی نکلا۔ اس نے برساتی اوڑھ رکھی تھی۔ بند گاڑی کے اوپر کوچوان بھی برساتی اوڑھے خاموش بیٹھا تھا۔

سیاہ پوش نے مزدوروں سے پوچھا۔

''ابھی کتنی دیر کا کام باقی ہے؟''۔
مزدور اس آدمی کو دیکھ کر مودب ہو کر کھڑے ہو گئے تھے۔

ناگ سمجھ گیا کہ یہ اس علاقے کا کوئی امیر کبیر جاگیردار ہے۔

ایک مزدور نے ادب سے کہا۔

''جناب کاؤنٹ صاحب! ابھی دو روز کا کام باقی ہے''۔

سیاہ پوش کاؤنٹ کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس پر چمڑہ چڑھا ہوا تھا۔ اس نے اچانک ناگ کی طرف دیکھا، قریب آیا اور مسکرا کر کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آپ مسافر ہیں۔ میں نے اس سے پہلے آپ کو یہاں کبھی نہیں دیکھا"۔

ناگ نے کہا۔

جناب! آپ کا خیال بالکل صحیح ہے۔ میں اس ملک میں اجنبی ہوں۔ سیر و سیاحت کے شوق کے لیے آیا ہوں۔

یہاں قصبے میں رہتا ہوں ۔ مجھے اپنی ماں سے بڑی محبت ہے جب میں سوچتا ہوں کہ وہ بوڑھی ہوگئی ہے اور ایک نہ ایک دن انہیں مجھ سے جدا ہونا پڑے گا۔

تو سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ان کے بغیر کیسے زندگی

بسر کروں گا۔

بادل گرجا، بجلی چمکی اور بارش تیز ہوگئی۔ بند گاڑی کی چھت پر بادل کا شور پیدا ہونے لگا۔ ناگ نے کھڑکی کے پردے میں سے باہر دیکھا۔

بارش موسلا دھار ہو رہی تھی دن کی روشنی کم ہوگئی تھی۔ اور فضا میں ہلکا ہلکا اندھیرا چھا گیا تھا۔

سیاہ پوش نے کہا۔

"موسم بہت خراب ہو رہا ہے۔ شاید یہ بارش شام تک ہوتی رہے۔ بہر حال میں آپ کو اسی گاڑی میں لندن ضرور چھوڑ آؤں گا۔ بس ایک پیالی چائے پی کر روانہ ہو جائیں گے"۔

ناگ اس شخص کی ہمدردانہ باتوں سے بہت متاثر
ہوا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس ملک کے لوگوں کا اخلاق
کس قدر بلند ہے۔

گاڑی قلعے میں داخل ہو گئی۔ ناگ نے دیکھا کہ
قلعہ کی عمارت بے حد شکستہ ہو رہی تھی اس کا ایک بڑا
دروازہ زمین پر گر چکا تھا۔

سیاہ پوش کاؤنٹ نے کہا۔

میری والدہ صاحب کو سیاہ رنگ بہت پسند ہے۔
ان دیواروں اور صوفوں کے سیاہ رنگ کو دیکھ کر آ
حیران ہو رہے ہوں گے۔

والدہ کا حکم ہے کہ سیاہ رنگ کے سوا اور کوئی رنگ

نہ کیا جائے۔

بس مجبوراً مجھے ہر جگہ یہی رنگ کرنا پڑا۔ حالانکہ
میں خود اس رنگ کو پسند نہیں کرتا۔ مگر کیا کروں آپ کو
معلوم ہے کہ میں اپنی والدہ صاحبہ سے بہت محبت کرتا
ہوں۔ ان میں کسی بال کو ٹال نہیں سکتا۔

سیاہ پوش کاؤنٹ نے ناگ کو صوفے پر بٹھایا اور
جھک کر بولا۔

آپ تشریف رکھیں، میں چائے لے کر ابھی آتا
ہوں۔ میں نے آپ سے عرض کیا ناں کہ سارے
نوکر چھٹی پر ہیں۔

صرف ایک بوڑھا ملازم اس وقت باورچی خانے

میں ہوگا۔ وہ ایک منٹ میں چائے بنا کر لے آئے
گا۔

ناگ نے کہا۔

"شکریہ!"۔

سیاہ پوش کاؤنٹ چلا گیا۔

ناگ نے دو تین کتوں کے بھونکنے کی آوازیں
سنیں۔

یہ آوازیں اس نے اندھیرے ڈھلانی راستے
سے گزرتے ہوئے بھی سنی تھیں۔ آوازیں دبی دبی سی
تھیں۔

اور دور سے آتی محسوس ہو رہی تھیں۔ جیسے کسی تہہ

خانے میں بند کتے زور زور سے بھونک رہے ہوں۔
تھوڑی دیر بعد آوازیں بند ہو گئیں۔

کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ اس قسم کا پر
اسرار ماحول ناگ نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا تھا۔
فضا میں عجیب سی بو رچی ہوئی تھی۔

ایسی بو جیسے بہت سی لاشیں قریب ہی پڑی ہوں۔
ناگ کو یہ سب کچھ پر اسرار لگا۔

اتنے میں ایک دیوار میں چھوٹی سی کھڑکی کھلی۔
اس میں سے ایک بوڑھا زرد اور ویران سا چہرہ نمودار
ہوا۔

اس چہرے کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔

ناگ نے اس ڈراؤنے چہرے کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہ
گیا۔

چہرے کے خشک ہونٹ ہلے اور ناگ کو اس کی
کمزور سی آواز سنائی دی۔

"بھاگ جاؤ۔ یہاں سے بھاگ جاؤ"۔

ناگ پوچھنے ہی والا تھا کہ کیوں بھاگ جاؤں؟۔
کیا بات ہے؟

کہ وہ چہرہ غائب ہو گیا اور کھڑکی بند ہو گئی۔ ناگ
نے اٹھ کر کھڑکی کو کھولنے کی کوشش کی مگر وہ باہر سے
بڑی مضبوطی سے بند کر دی گئی تھی۔

اتنے میں سیاہ پوش کاؤنٹ اندر آ گیا۔ اس نے

کوٹ اور ہیٹ اتار رکھا تھا۔

اس کے سر کے سارے بال سفید تھے اور وہ سیاہ
سوٹ میں ملبوس تھا۔

ناگ نے سر کو زور سے جھٹکا دیا۔ سیاہ پوش کی
باتیں سنتے سنتے اس کو نیند آنے لگی تھی۔ سر بھاری ہو کر
گردن پر ادھر ادھر ڈھلکنا شروع ہو گیا تھا۔

سیاہ پوش نے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے، آپ کو نیند آ رہی ہے مسٹر
ناگ! کوئی بات نہیں، آپ کچھ دیر صوفے پر آرام
کریں۔ اتنی دیر میں میں گھوڑوں کو دانہ دنکا ڈالتا
ہوں۔ میں پھر آ جاؤں گا"۔

سیاہ پوش کاؤنٹ اٹھ کر جانے لگا تو ناگ نے کہا۔

"نہیں نہیں مسٹر کاؤنٹ! مجھے نیند نہیں آ رہی۔ میں ابھی جانا چاہتا ہوں۔ میں ابھی۔۔۔"

ناگ کی زبان لڑکھڑا گئی۔ اس کا سر ایک طرف کو ڈھلک گیا۔

"مسٹر ناگ! آپ کو سخت نیند آ رہی ہے۔ آپ سو جائیں میں تھوڑی دیر بعد آؤں گا"۔

"نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔نہیں۔۔۔"

ناگ کی آنکھیں بند ہو گئی۔ ہونٹ بند ہو گئے اور وہ صوفے پر گہری نیند سو گیا۔

ناگ کے سوتے ہی سیاہ پوش کاؤنٹ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے بڑے غور سے ایک پل ناگ کو تکتا رہا۔

پھر اس نے دستانے اتار کر جیب میں رکھے، سگار کو ایش ٹرے میں بجھایا اور زور سے تالی بجائی۔ تالی کی آواز کے ساتھ ہی دروازہ کھلا۔

دو ہٹے کٹے سیاہ فام حبشی اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے ایک سٹریچر اٹھا رکھا تھا۔ سیاہ پوش نے انگلی اٹھا کر صوفے کی طرف اشارہ کیا۔

حبشی نوکروں نے ناگ کو اٹھا کر سٹریچر پر ڈالا اور کمرے سے لے کر چلے گئے۔

سیاہ پوش بھی ان کے پیچھے کمرے سے باہر نکل گیا۔

حبشی ایک تاریک راستے سے گزر کر ایک کوٹھڑی کے دروازے پر آ کر رک گئے۔

سیاہ پوش نے جیب سے چابی نکال کر کوٹھڑی کا پرانا زنگ خوردہ تالا کھولا۔ حبشی سٹریچر اندر لے گئے۔ انہوں نے ناگ کو اٹھا کر زمین پر لٹا دیا اور باہر آ گئے۔

سیاہ پوش نے کوٹھڑی کو تالا لگایا اور چلا گیا۔ ناگ بے ہوش پڑا تھا۔ باہر قلعے کے باہر بارش زور سے ہو رہی تھی۔

بادل خوب گرج رہے تھے۔ بجلی چمک رہی تھی۔

جانے کتنی دیر تک ناگ بے ہوش پڑا رہا۔ آخر اسے کچھ ہوش آیا۔

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ کوٹھڑی میں اندھیرا تھا۔

جانے کس وقت رات ہو گئی۔ کوٹھڑی کا دروازہ کھلا اور وہی بوڑھا کمزور اور زرد رو ملازم خاموشی سے اندر آ گیا۔

اس نے جلدی سے کوٹھڑی کا دروازہ اپنے پیچھے بند کر دیا اور ناگ کے قریب آ کر بولا۔

میں نے تمہیں کہا تھا، بھاگ جاؤ۔ تم نہیں بھاگے۔ اب تم اس شیطان کے پھندے میں پھنس

گئے ہو۔

اب تمہیں دنیا کی کوئی طاقت یہاں سے باہر نہیں نکال سکتی۔ اگر تم اس کھڑکی، اس دروازے کو توڑ کر بھی باہر نکل جاؤ تو تم اس قلعے سے باہر نہیں جاسکتے۔

راستے میں جگہ جگہ پر لوہے کی سلاخوں کی دیواریں، آدم خور کتے اور وحشی حبشی تمہاری جان لینے کے لیے موجود ہوں گے"۔

ناگ نے کہا۔

"یہ تو ٹھیک ہے بابا! مگر یہ بتاؤ کہ سیاہ پوش شیطان نے مجھے یہاں کس لیے قید کیا ہے"۔

بوڑھا ملازم کہنے لگا۔

میں نے یہ راز کبھی کسی کو نہیں بتایا۔ میں جانتا ہوں، اس راز کو فاش کرنے کی سزا موت ہے۔

شیطان کو اگر پتہ چل گیا تو وہ مجھے آدم خور کتوں کے آگے ڈال دے گا۔ لیکن جانے کیوں تمہاری بھولی بھالی شکل دیکھ کر مجھے اپنا مرا ہوا بیٹا یاد آگیا۔

اس کی شکل تم سے بہت ملتی جلتی تھی۔ میں نے اس وقت فیصلہ کرلیا تھا کہ تمہاری زندگی اس شیطین کے حوالے نہیں ہونے دوں گا۔

لیکن افسوس کہ تم اس وقت نہ بھاگے۔ اب تم پھنس گئے ہو۔ اب اگر میں لاکھ کوشش کروں پھر بھی تمہیں نہیں بچا سکتا۔

اب میں تمہیں یہ بتاتا ہوں کہ اس سیاہ پوش سلطان نے تمہیں یہاں کس لیے قید کیا ہے۔

غور سے سنو! یہ کاؤنٹ ایک سنگدل ظالم جلاد ہے۔

یہ اور اس کے ساتھی دوسروں کو قتل کر کے اور قتل ہوتا دیکھ کر خوشی حاصل کرتے ہیں۔

اس کام کے لیے شیطان کاؤنٹ اور اس کے ساتھیوں نے اسی تہہ خانے میں ایک بہت بڑا ہال بنا رکھا ہے۔

جس کے ارد گرد سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں جب کسی بدنصیب کو قتل ہونا ہوتا ہے۔تو ان سیڑھیوں پر کرسیاں

سجا دی جاتی ہیں۔

شیطان کاؤنٹ کے ساتھی ان کرسیوں پر آ کر بیٹھ جاتے ہیں۔اور مہمانوں سے کہا جاتا ہے کہ وہ چاقو چھریاں لے کر آئیں۔

اور مظلوم قیدی کے جسم پر اپنی مرضی کے مطابق زخم لگائیں۔ہر آدمی باری باری چاقو مارتا ہے پھر خون سے پیالے بھر کر یہ درندے پیتے ہیں۔

مظلوم انسان جب تڑپ تڑپ کر مر جاتا ہے تو اس کی لاش کے ٹکڑے کر کے آدم خور کتوں کے آگے ڈال دیئے جاتے ہیں۔

یہ شیطان کاؤنٹ کا کھیل ہے، وہ آج رات یہی

کھیل رچانے والے ہیں مگر شکار تم نہیں ہو بلکہ ایک حبشی ہے۔

کیونکہ ایک حادثے میں اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ چکی ہیں۔ اور آدھا سر کچلا جا چکا ہے۔ وہ بچ نہیں سکتا، چنانچہ یہ لوگ آج رات اس کو قتل کر کے خوش ہوں گے۔

تمہاری باری پرسوں رات آئے گی۔

ناگ یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی کہانی سن کر بھونچکا ہو کر رہ گیا۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنا خوش اخلاق آدمی ایسا درندہ بھی ہو سکتا ہے۔ گویا کہ اسے جال میں

پھنسایا گیا تھا۔

ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ ان لوگوں کی خونی ٹولی کو ختم کر کے ہی اس قلعے سے باہر جائے گا تاکہ آئندہ سے اس قلعے میں کسی انسان کا خون نہ بہایا جائے۔

اس نے بوڑھے ملازم کو بالکل نہ بتایا کہ اس کے اندر کونسی خفیہ طاقت ہے اور یہ کہ وہ کسی بھی روپ میں رات کو یہ خوفناک کھیل جا کر دیکھ سکتا ہے۔

ناگ یہ سارا خونی ڈرامہ اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔ تاکہ اسے یقین ہو جائے کہ یہ لوگ واقعی قاتل ہیں اور ان کا زندہ رہنا کسی طرح بھی مناسب نہیں ہے۔

اس نے بوڑھے سے کہا۔

بابا! میں تمہارا شکر گذار ہوں کہ تم نے میری جان بچانے کی کوشش کی۔

میں بڑا بدنصیب ہوں کہ تمہاری نصیحت پر عمل نہ کر سکا۔

چلو جو میری قسمت میں لکھا ہے، مجھے قبول ہے بہر حال میں مرنے کے بعد بھی تمہاری نیکی یاد رکھوں گا۔

بوڑھے نے رحم بھری نظروں سے ناگ کو دیکھا اور کہا۔

''اب میں جاتا ہوں''۔

خونی ڈرامہ

ناگ نے اسے روک کر کہا۔

''بابا جان! میں بڑا شکر گزار ہوں، اگر تم ایک احسان مجھ پر اور کر دو۔ کسی طرح سے دیوار والی کھڑکی باہر سے کھول دو تا کہ مجھے تازہ ہوا اندر آتی رہے یہاں تو میرا دم گھٹ رہا ہے''۔

بوڑھے نے کہا۔

"افسوس تمہاری زندگی صرف ایک رات رہ گئی ہے۔ اب تم تازہ ہوا لے کر کیا کرو گے؟"۔

ناگ بولا۔

"میں چاہتا ہوں کہ جب موت آنی ہے تو اسی وقت مروں۔ کم از کم آج کی رات اور کل کا دن تو سکون سے گزار سکوں۔ میں تمہارا بہت شکر گزار ہوں گا"۔

بوڑھا بولا۔

"مگر ایک بات کا خیال رکھنا، اگر کسی کو آتے دیکھو تو یہ چھوٹی کھڑکی فوراً بند کر دینا"۔

"ایسا ہی ہوگا۔ فکر نہ کرو"۔

بوڑھے نوکر نے باہر جا کر چھوٹی کھڑکی تھوڑی سی کھول دی۔ ناگ کے لیے یہی بہت تھا۔ اس نے کھڑکی بند کر دی۔

وہ رات کو یہاں سے جانا چاہتا تھا۔ اس نے کھڑکی بند کر دی۔ وہ رات کو یہاں سے جانا چاہتا تھا۔

بوڑھا نوکر کوٹھڑی کا دروازہ باہر سے تالا لگا کر جا چکا تھا۔ ناگ شیطان کاؤنٹ کے کردار پر جتنا غور کرتا ہے وہ اسے اتنا ہی بھیانک اور وحشی نظر آتا۔

اس بدبخت کو کسی صورت میں زندہ نہیں چھوڑوں

گا۔ اس کے ساتھیوں کو بھی ہلاک کردوں گا۔ تاکہ آئندہ کوئی معصوم مسافران کے پھندے میں نہ پھنس سکے۔

تھوڑی دیر بعد ناگ کو بند گھوڑا گاڑیوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسے محسوس ہو رہا تھا جیسے شیطان سیاہ پوش کے وحشی ساتھی آنا شروع ہو گئے تھے۔

بگھیوں کے آگے جتے ہوئے گھوڑوں کی ٹاپوں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد یہ آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

اب چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ شاید خونی

کھیل ہونے والا تھا۔

ناگ نے وہاں سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا۔ بوڑھا نوکر تھوڑی سی کھڑکی کھلی چھوڑ گیا تھا۔ اس میں سلاخیں لگی تھیں اور کوئی انسان باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

ناگ نے اسی لمحے سانپ کا روپ بدل لیا۔ وہ سیاہ رنگ کا ایک چھوٹا سا سانپ بن گیا۔ اور کھڑکی کی سلاخوں میں سے رینگتا ہوا نکل کر کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

اس نے پلٹ کر دیکھا کھڑکی پر ٹوٹا ہوا تالا پڑا تھا۔ اب اس نے کان کھڑے کئے اور جدھر سے گھوڑا وغیرہ کے کبھی ہنہنانے اور لوگوں کی ہلکی ہلکی آوازیں آ

رہی تھیں، ادھر کو چلنا شروع ہو گیا۔

وہ سیاہ دیوار پر چھت کے قریب قریب رینگ رہا تھا۔ یہ راستہ تنگ سا تھا اور بائیں جانب گھوم گیا۔ آگے جا کر ایک چبوترہ سا آ گیا۔

جس کے آگے سیڑھیاں نیچے اترتی تھیں۔ پھر ایک ڈھلان آ گئی۔ ناگ رینگتا چلا گیا۔

اب لوگوں کے کھانسنے اور ہنسنے مذاق کرنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔

ناگ نے دیکھا۔

بائیں جانب ایک اصطبل سا ہے۔ جس میں چھ سات گھوڑا گاڑیاں کھڑی ہیں۔ گھوڑوں کے آگے

چارہ رکھا ہے۔ جو وہ مزے سے کھا رہے ہیں۔

پیچھے سے ایک راستہ اوپر شائد قلعے کے اوپر والے حصے میں جاتا تھا۔ یقیناً یہ بگھیاں اسی راستے سے آئی تھیں۔

ناگ یہاں سے گزرنے لگا تو ایک پہرے دار نوکر کی اس پر نظر پڑ گئی۔ اگرچہ یہ رات کا وقت تھا۔ لیکن یہاں مشعلیں جل رہی تھیں۔

یہ نوکر لاٹھی لے کر اس کی طرف لپکا۔ ناگ اسے کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ وہ جلدی سے رینگ کر چھت کی اندھیری کڑیوں میں غائب ہو گیا۔

نوکر اسے تلاش کرتا ہی رہ گیا۔

ناگ کو ایک روشندان نظر آیا۔ وہ اس میں سے گزر کر پرلی طرف آ گیا۔ یہاں اس نے دیکھا کہ ایک ہال کمرہ ہے جس میں چاروں طرف سیڑھیاں بنی ہیں۔

ان سیڑھیوں پر صوفے رکھے ہوئے ہیں۔ جن پر کوئی چالیس کے قریب آدمی سیاہ کپڑوں میں ملبوس بیٹھے ہیں۔

ان میں سب سے اگلے صوفے پر وہی سیاہ پوش شیطان صفت کاؤنٹ بیٹھا سگار پی رہا ہے اور اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہا ہے۔

ان سب لوگوں نے چہروں پر نقاب چڑھا رکھے

تھے۔ صرف شیطان کاؤنٹ کا چہرہ بغیر نقاب کے تھا۔

درمیان میں ان لوگوں کے سامنے ایک سنگ مر مر کی مضبوط میز بچھی تھی۔ جو خالی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ اس میز پر انسان کو وحشی درندوں کی طرح ہلاک کیا جائے گا۔

ناگ روشندان میں خاموش ہو کر سمٹ کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی چھوٹی سی گردن اٹھا کر تماشا دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد شیطان کاؤنٹ اپنے صوفے پر سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے سگار پھینک دیا۔ جیب سے سیاہ رنگ کا رومال نکال کر لہرایا اور کہا۔

معزز مہمانو! آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ ہم

یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں۔

شیطان نے ہمیں یہ خوشی کا موقع دیا ہے کہ ایک شکار آپ کی دعوت کے لیے پہلے موجود تھا اور ایک اور شکار آج ہی صبح مجھے چشمے کے پل پر مل گیا تھا جسے میں پکڑ کر قلعے میں لے آیا ہوں۔

اسے کل رات آپ کی آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا جائے گا۔

اس پر سب لوگ تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔

شیطان کاؤنٹ نے جھک کر ان کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ میرے ہاں تشریف لائے اور آپ نے مجھے مہمان داری کی عزت بخشی۔

کیا آپ لوگ تیار ہیں کہ خونی کھیل شروع کیا جائے؟۔

سب لوگوں نے بیک آواز میں کہا۔

ہم انسان کا خون پینے کے لیے بالکل تیار ہیں۔

برائے مہربانی جلدی سے کھیل شروع کیا جائے۔

ہمارے صبر کا امتحان نہ لو، کیونکہ اب ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے۔

ہمیں انسان کے خون کی خوشبو بلا رہی ہے۔

اس پر سب لوگ قہقہہ لگا کر ہنسے اور ایک آواز میں بولے۔

''انسان کا خون لاؤ۔ انسان کا خون لاؤ''۔

شیطانی کاؤنٹ نے جھک کر کہا۔

''ایسا ہی ہوگا۔ کھیل شروع ہوتا ہے''۔

اس نے رومال نکال کر ہوا میں لہرایا اور بلند آواز سے کہا۔

''کھیل شروع کیا جائے''۔

ساتھ ہی اس نے دو مرتبہ تالی بجائی۔ اب وہاں خاموشی چھا گئی۔

ناگ روشندان میں بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ وہاں کیا ہونے والا ہے۔

اتنے میں تماشہ گاہ کا مشرقی سیاہ دروازہ کھلا اور سٹریچر پر ڈال کر ایک زخمی حبشی کو لایا گیا جو درد سے کراہ رہا تھا۔

اس کی ٹانگ ٹوٹی ہوئی تھی اور سر کا ایک حصہ پچکا ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی سب لوگ تالیاں بجانے لگے۔

حبشی کو درمیان میں لا کر سنگ مرمر کے بڑے میز پر ڈال دیا گیا۔ پھر چمڑے کی مضبوط رسی اسے میز کے ساتھ باندھ دیا گیا۔

وہ ایک ہاتھ اٹھا کر بار بار نیچے پھینک رہا تھا۔

جیسے درد میں مبتلا ہو۔اس کے منہ سے سوائے غوں
غاں کے اور کچھ نہیں نکل رہا تھا۔

نوکر اسے پتھر کی میز پر باندھ کر چلے گئے۔

شیطان کاؤنٹ اپنی جگہ سے اٹھا۔اس نے اپنی
جیب سے لمبا سا خنجر نکال کر کہا۔

''میں اپنے معزز مہمان کاؤنٹ اوجن کو دعوت
دیتا ہوں کہ وہ اس خونی کھیل کا آغاز کریں''۔

مہمانوں میں سے ایک درندہ صفت شیطان
کاؤنٹ اوجن جو پورا دیو کا دیو تھا، اپنی کرسی سے اٹھا
لوگوں نے تالیاں بجائیں کاؤنٹ اوجن نے شیطان
کاؤنٹ سے خنجر لے کر اسے چوما، اسے ماتھے پر لگایا

اور اونچی آواز میں کہا۔

''شیطان ہمارا نگہبان ہو''۔

یہ کہہ کر وہ خنجر لیے پتھر پر جکڑے ہوئے حبشی کی
طرف بڑھا۔اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔

زخمی حبشی اسے رحم طلب نظروں سے تکنے لگا۔
جیسے کہہ رہا ہو۔ مجھے معاف کر دو۔

مجھے کیوں مارتے ہو؟ میرے بچے ہیں جو میری
راہ دیکھ رہے ہوں گے۔

مگر شیطان اوجن ترس کھانا جانتا ہی نہیں تھا۔ان
لوگوں میں سے کوئی بھی ترس کھانا، رحم کرنا نہیں جانتا
تھا۔

شیطان اور جن نے خنجر اوپر کیا اور پھر شیطان زندہ باد کا نعرہ لگا کر خنجر حبشی کے بازو میں گھونپ دیا۔

خون کا ایک چشمہ سا ابل پڑا۔ فوراً اس نے پیالے میں خون بھرا اور مہمانوں کو پیش کیا۔ وہ خون پینے اور شور مچاتے لگے۔

جب یہ درندہ لوگ خون پی چکے تو سیاہ رومالوں سے ہونٹ پونچھ کر اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھ گئے۔

اب شیطان کاؤنٹ باری باری مہمانوں کو خنجر پیش کرتا۔ ہر مہمان اپنی جگہ سے اٹھ کر حبشی کے پاس جاتا شیطان زندہ باد کا نعرہ لگا کر اس کے جسم میں خنجر گھونپ کر واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ جاتا۔

سنگ مرمر کی میز اور نیچے کا فرش خون سے بھر گیا تھا۔ خون کے نشان مہمانوں کے صوفوں تک چلے گئے تھے۔

حبشی درد سے کراہ رہا تھا۔ پہلے وہ زور زور سے چیخیں مارتا تھا، اب وہ ہلکے ہلکے کراہنے لگا تھا۔

ناگ روشن دان میں بیٹھا یہ دردناک منظر دیکھ رہا تھا۔

حبشی کا مر جانا ہی بہتر تھا۔ وہ پہلے ہی اس قدر زخمی تھا کہ بچ نہیں سکتا تھا۔ وگرنہ ناگ ان لوگوں کو اس ظلم کی اجازت نہ دیتا۔

اب شیطان کاؤنٹ اٹھ کر حبشی کے پاس آیا اس

نے خنجر لے کر بڑے مزے سے، بڑے آرام سے، جیسے سالگرہ کا کیک کاٹ رہا ہو، اس حبشی کا ایک بازو کاٹ کر الگ کر دیا۔

اور زمین پر پھینک دیا۔ مہمان تالیاں بجانے لگے۔ کاؤنٹ نے پھر اس کا ایک کان کاٹ کر مہمانوں کی طرف اچھال دیا۔

جس کی جھولی میں حبشی کا کٹا ہوا کان گرا، اس نے اٹھ کر تالی بجائی اور کان منہ میں ڈال کر کتے کی طرح کھانے لگا۔

شیطان کاؤنٹ نے دوسرا کان بھی کاٹ کر مہمانوں کی طرف اچھال دیا۔ اسے ایک دوسرا مہمان

منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔

اسی طرح شیطانی کاؤنٹ نے حبشی کا ایک ایک عضو کاٹ کر پھینک دیا۔

اب حبشی مرنے والا تھا۔ بلکہ بہت حد تک مر چکا تھا۔ اس کی کراہ کی آواز اب بالکل سنائی نہیں دیتی تھی۔

صرف سفید پڑ گئے ہونٹ ذرا ذرا ہل رہے تھے۔ شیطان کاؤنٹ نے چھرا مار کر اس کا پیٹ چاک کر کے پسلیوں میں ہاتھ ڈال کر اس کا دل کھینچ کر باہر نکال لیا۔

دل کے ساتھ کچھ رگیں بھی باہر آ گئیں۔ شیطان

کاؤنٹ نے وہ رگیں ایک جھٹکے سے کاٹ ڈالیں اور دل کو ایک تھالی میں ڈال کر سب سے معمر مہمان کی خدمت میں پیش کیا۔

معمر مہمان نے شکریہ ادا کیا اور جیب سے چھری نکال کر اس کا ایک قتلہ کاٹ کر منہ میں ڈالا اور مزے سے کھانا شروع کر دیا۔

اس طرح حبشی کا دل سارے مہمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پھر سارے مہمانوں نے مل کر شیطان کی تعریف میں گیت گایا۔ گیت ختم ہوا تو شیطان کاؤنٹ نے حکم دیا۔

"اس حبشی کی لاش کے ٹکڑے کتوں کے آگے

ڈال دیئے جائیں گے"۔

نوکر آگے بڑھے۔ انہوں نے بیچارے حبشی کی لاش کے ٹکڑوں کو اٹھا کر ایک ٹوکری میں ڈالا اور کتوں کی کوٹھڑی کی طرف لے گئے۔

تھوڑی دیر بعد کتوں کے بھونکنے اور پھر ایک دوسرے سے لڑنے کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر خاموشی چھا گئی۔

صاف ظاہر تھا کہ وہ بدنصیب حبشی کی لاش کے ٹکڑوں کو بھنبھوڑ بھنبھوڑ کر کھا رہے ہیں۔ شیطان کاؤنٹ نے کھڑے ہو کر کہا۔

معزز مہمانو! میں آپ کو خوش خبری سناتا ہوں کہ

آپ کل رات ایک صحت مند انسان کا خون پئیں گے۔اور اس کے جوان دل کے قتلے کاٹ کر کھائیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ آج آپ کی خدمت میں ایک زخمی انسان پیش کیا گیا جس کے قتل کا کچھ مزہ نہیں آیا۔

اس کی چیخیں صحت مند نہیں تھیں۔مگر میں وعدہ کرتا ہوں کہ کل آپ کو مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔

کل آپ کے سامنے ایک ایسے انسان کو ذبح کیا جائے گا جو نوجوان ہے۔

صحت مند ہے اور یقیناً جس کی آواز سن کر اور

جس کے دل کے ٹکڑے کھا کر اور جس کا تازہ خون پی کر آپ بہت خوش ہوں گے۔

آپ آج رات میرے قلعے میں ہی ٹھہریں گے۔تاکہ کل کا خونی کھیل بھی آپ کے سامنے پیش کیا جاسکے۔

مہمانوں نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں اور شیطان زندہ باد کے نعرے لگائے۔روشندان میں بیٹھے بیٹھے ناگ ایک بار تو کانپ گیا۔

کم بخت اس کو ذبح کرتے ، اس کے دل کے قتلے کھانے کا پروگرام بنا رہے تھے۔کوئی بات نہیں کل ان کو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ ساری زندگی یاد رکھیں۔

یاد کیا رکھیں گے ان میں سے ایک بھی زندہ بچ کر یہاں سے واپس نہیں جائے گا۔ ان لوگوں میں سے کسی ایک کو بھی پر امن مہذب دنیا میں زندہ رہنے کا حق نہیں ہے۔

اب مہمانوں نے رخصت ہونا شروع کر دیا۔

ناگ بھی روشندان سے اترا اور دیواروں دیواروں رینگتا ہوا اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ اور دوبارہ انسان کی شکل اختیار کر لی۔

کھڑکی بند کی اور کونے میں بیٹھ کر غور کرنے لگا کہ کل وہ کس طرح سے انہیں ہلاک کرے؟

کچھ دیر بعد اسے نیند آ گئی اور وہ سو گیا۔ اس کی

آنکھ کھلی تو کھڑکی میں سے وہی بوڑھا ملازم اندر روٹی کا ڈبہ پھینک رہا تھا۔

"صبح بخیر بچے! افسوس آج کا ناشتہ تمہاری زندگی کا آخری ناشتہ ہے۔ کل تم ناشتہ کرنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے"۔

ناگ نے آہ بھر کر کہا۔

"جو خدا کو منظور بڑے میاں!"۔

بوڑھا کہنے لگا۔

رات خونی ڈرامہ بہت ہولناک تھا۔ بے چارہ حبشی ہلاک کر دیا گیا۔

اس کی لاش کے ٹکڑے کتوں کے آگے ڈال

دیئے گئے تم نے رات کتوں کے وحشیانہ انداز میں
بھونکنے کی آوازیں سنی تھیں؟

ایک طرح سے اچھا ہی ہوا کہ حبشی مرگیا۔ اس کی
زندگی موت سے بدتر تھی۔ مگر جس انداز میں اسے
ٹکڑے ٹکڑے کیا گیا، مجھ سے نہیں دیکھا گیا۔ اچھا ہوا
کہ تم نہیں دیکھ سکے۔

ناگ نے کہا۔

”وہی منظر آج میرے ساتھ دہرایا جائے گا۔“

بوڑھے نے افسوس کے ساتھ کہا۔

ایسا نہ ہوتا اگر تم میرے بات پہلے روز مان لیتے
اور اس کمرے سے فرار ہو جاتے۔ اب کچھ نہیں ہو

سکتا۔ تمہاری موت اس قلعے میں لکھی جا چکی ہے۔

تمہارا حسرت ناک بھیانک انجام مجھے اپنی
آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔

کاش میں تمہاری کوئی مدد کر سکتا۔ ناشتہ پیٹ بھر کر
کھانا اس کے بعد تم کوئی ناشتہ نہ کر سکو گے۔

کاؤنٹ نے تمہارے لیے ناشتے میں خاص طور پر
بطخ کی بھنی ہوئی رانیں بھجوائی ہیں۔

ناگ نے کہا۔

”کاؤنٹ کا شکریہ بابا! مرنے کے بعد بھی میں
اس کی مہمان نوازی کو یاد رکھوں گا“۔

ناگ مزے سے ناشتہ کرنے لگا۔ ظاہر میں وہ

یوں اداکاری کر رہا تھا جیسے اسے ناشتے سے اب کوئی
دلچسپی نہیں ہے۔

لیکن اندر سے وہ خوب مزے لے لے کر کھا رہا
تھا۔ بھنی ہوئی بطخ کی ٹانگیں واقعی بڑی مزے دار
تھیں۔

ناشتہ کرنے کے بعد ناگ نے کٹورے سے پانی
پیا اور بڈھے سے پوچھا۔

''بابا! ایک بات بتاؤ۔ کیا تم نے کبھی یہاں قلعے
میں کوئی سانپ دیکھا ہے؟''۔

''سانپ؟''۔

بوڑھے نے تعجب سے کہا۔

''مگر تم سانپ کے بارے میں کیوں پوچھ رہے
ہو۔ یہ تمہاری زندگی کا آخری دن ہے۔ خدا کو یاد کرو۔
تم سانپ کو دیکھنے کی خواہش کیوں کر رہے ہو؟''۔

ناگ نے کہا۔

''بابا! میں نے یونہی پوچھ لیا تھا۔ بتاؤ تو بھلا
یہاں کبھی کوئی سانپ بھی نظر آیا ہے؟''۔

بوڑھے نے کہا۔

قلعے میں تو نہیں، البتہ قلعے کے باہر والی دیوار کے
پاس ایک ویران ٹبہ ہے۔ وہاں کہتے ہیں کہ سرخ
سانپوں کا ایک جوڑا رہتا ہے۔

اچھا اب تم نے ناشتہ کر لیا ہے، میں جاتا ہوں۔ تم

سے آخری ملاقات کرنے شام کو آؤں گا۔ کیونکہ آدھی
رات کو یہ لوگ تمہیں یہاں سے لے جائیں گے۔

بڈھا چلا گیا تو ناگ نے سرخ سانپوں کے اس
جوڑے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا۔ جو قلعے
کی دیوار کے پاس ملبے میں رہتا تھا۔

شام جب گہری ہو گئی اور ہلکا ہلکا اندھیرا اچھیل گیا
تو ناگ دوبارہ سانپ کا روپ دھار کر کوٹھڑی سے باہر
نکل آیا۔

قلعے کی اندھیری راہ داری سے نکل کر وہ قلعے کے
باہر آ گیا۔ اس نے دیوار کے ساتھ رینگتے ہوئے پرلی
طرف ایک اونچا سا ملبہ دیکھا جس پر جنگلی جھاڑیاں

اگی ہوئی تھیں۔

ناگ رینگتا ہوا اس ملبے پر آ گیا۔

سرخ سانپوں کا جوڑا اس وقت اپنے سوراخ میں
آرام کر رہا تھا۔ اچانک وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ نر اور
مادہ دونوں سانپوں کے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا۔

کوئی بہت بڑا ناگ دیوتا ان کے ملبے پر موجود
تھا۔ نر سانپ نے مادہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"لگتا ہے ناگ دیوتا ہمارے غریب گھر کے باہر
آیا ہے"۔

مادہ سانپ بولا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔ آؤ باہر چل کر

دیکھیں"۔

نر سانپ نے کہا۔

ہمیں کوئی تحفہ لے کر چلنا ہوگا۔

ناگ دیوتا کی خدمت میں خالی ہاتھ جانا برا شگون ہے۔

اسی وقت انہوں نے زمین کے اندر سے ایک ایک سفید قیمتی موتی نکالا۔

اسے منہ میں پکڑا اور باہر آ گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے جھاڑیوں میں ایک بڑا ہی خوبصورت سیاہ سانپ جس کے سر پر سنہری تاج بنا ہوا ہے، زمین پر دم ٹکائے پورا کھڑا ہے اور اپنی سرخ سرخ آنکھوں

سے دیکھ رہا ہے۔

سانپوں کا جوڑا اسی وقت سجدہ میں گر پڑا۔ پھر انہوں نے بڑے ادب سے ناگ دیوتا کی خدمت میں قیمتی موتی پیش کیے اور سر جھکا کر کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔

ناگ نے کہا۔

"سنو! مجھے اس وقت ان موتیوں کی ضرورت نہیں ہے، میں ایک کام کے لیے آیا ہوں۔ مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے"۔

سرخ سانپ نے کہا۔

"عظیم دیوتا! ہم ہر خدمت کے لیے حاضر ہیں۔

آپ حکم کریں تو ہم اپنی جان بھی آپ پر قربان کر دیں"۔

ناگ نے کہا۔

"مجھے بتاؤ کہ ٹبے پر آس پاس کتنے سانپ رہتے ہیں؟"۔

سانپ نے کہا۔

"حضور! چالیس پچاس تو ضرور ہوں گے"۔

ناگ بولا۔

"ٹھیک ہے ان سب کو جا کر میری طرف سے حکم دو کہ فوراً حاضر ہوں۔"

اسی وقت سر ادب سے جھکا کر نر اور مادہ

دونوں سانپ ٹبے کی دوسری طرف چلے گئے۔

تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو ان کے پیچھے پیچھے کوئی پچاس کے قریب انتہائی زہریلے کالے سانپ رینگتے چلے آ رہے تھے۔

انہوں نے اپنے سامنے سنہری تاج والے عظیم ناگ دیوتا کو دیکھا تو اپنی گردنیں جھکا کر سجدوں میں گر پڑے۔

ناگ نے انہیں کہا۔

سنو! میں نے تم لوگوں کو ایک خاص مقصد کے لیے یہاں بلایا ہے۔ تم سب کو میرے ساتھ قلعے میں چلنا ہوگا۔

اس قلعے میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو درندہ ہیں۔

انسان نہیں ہیں۔

وہ انسانوں کو ہلاک کر کے ان کا خون پی کر اور ان کی لاشوں کو کتوں کے آگے پھینک کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔

آج کی رات وہ مجھے ہلاک کرنے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔

سارے سانپ بیک زبان ہو کر بولے۔

"عظیم دیوتا! ان کی یہ جرات! ہم ان کو ایک پل میں اس طرح ہلاک کر دیں گے کہ ان کی لاشیں پھول کر کپا ہو جائیں گی"۔

ناگ نے کہا۔

ہاں۔ تمہیں ایسا ہی کرنا ہو گا۔ مگر جب میں اشارہ کروں گا تب۔

میں چاہتا ہوں کہ وہ سارے درندے شیطان ایک جگہ جمع ہو جائیں۔ اس وقت تم سب لوگ میرے ساتھ چلو اور قلعے میں ادھر ادھر چھپ کر میری سیٹی کا انتظار کرو۔

میں یہ سیٹی آدھی رات کے وقت بجاؤں گا۔

جب وہ لوگ مجھے ذبح کرنے کے لیے ہال کمرے میں جمع ہو چکے ہوں گے۔

تمہارا یہ کام ہو گا کہ میری سیٹی کی آواز سنتے ہی

ہال کمرے میں آ کر وہاں جتنے لوگ بیٹھے ہوں گے
ان پر ٹوٹ پڑنا۔

یاد رکھو، ان میں سے کسی کو زندہ بچ کر نہ جانے
دینا۔ وہ سارے درندے ہیں۔ انسان کے بھیس میں
بھیڑیے ہیں۔

شیطان ہیں۔ ایک ایک کو بار بار ڈسنا اور ان کے
جسموں میں اتنا مہلک زہر داخل کرنا کہ وہ ایڑیاں رگڑ
رگڑ کر مر جائیں۔

اور ان کی لاشیں پھول کر کپا بن جائیں۔ پھر ان
پر کتے چھوڑ دیے جائیں گے تاکہ وہ بھی زہریلا
گوشت کھا کر ہلاک ہو جائیں۔

ہاں ایک زرد رنگ کے چہرے والے بوڑھے
ملازم کو کچھ نہ کہنا۔

اس کے دل میں انسانیت کا درد باقی ہے۔ اس
نے پہلے روز ہی مجھے بچانے کی کوشش کی تھی، کیا تم تیار
ہو؟۔

بالکل تیار ہیں جناب! سانپ نے کہا۔

ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔ مگر قلعے میں ایک
ایک کر کے داخل ہونا اور جہاں جگہ ملے، چھپ کر
آدھی رات کو بجنے والی سیٹی کا انتظار کرنا۔

سارے سانپ قلعے کی دیوار پر رینگتے ہوئے شام
کے اندھیرے میں قلعے میں داخل ہو گئے اور جس کو

جہاں کہیں جگہ ملی وہاں جا کر چھپ گیا۔

ناگ سیدھا اپنی کوٹھڑی میں آ گیا۔ اندر آتے ہی اس نے پھر سے انسان کی شکل تبدیل کر لی اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

اتنے میں کھڑکی کا پٹ کھلا اور زرد رنگ کے بڈھے نوکر کا چہرہ نمودار ہوا۔

"افسوس! میں تمہاری مدد نہ کر سکا۔ تمہاری زندگی کا آخری کھانا لے کر آیا ہوں"۔

اس نے رسی سے بندھا ہوا ڈبہ اندر کر دیا۔ اس میں بھنا ہوا مرغ اور سینڈوچز تھے۔ ناگ نے اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

آہ! میرے محسن! کاش میں تمہاری بات اس وقت مان لیتا۔

مگر قسمت میں میری موت اسی قلعے میں لکھی تھی۔ میرے لیے اب قسمت کے لکھے کو مان لینے کے سوا کوئی راستہ نہیں۔

بوڑھا نوکر کہنے لگا۔

وہاں میں دیکھ آیا ہوں۔ ساری تیاریاں مکمل ہو گئی ہیں۔ ہال کمرے میں سنگ مرمر کی میز رکھ دی گئی ہے۔

خنجر اور چاقو چھریاں خوب تیز کر کے میز پر سجا دی گئی ہیں۔

کاؤنٹ مہمانوں کے انتظار میں قلعے کے
دروازے پر کھڑا ہے۔

"یہ مہمان کہاں سے آتے ہیں؟ کیا یہ اتنے ہی
لوگ ہیں یا اور بھی ہیں؟"۔

ناگ نے اس خیال سے پوچھا کہ اگر وہ زیادہ
تعداد میں ہوں اور دوسری جگہ رہتے ہوں تو انہیں
وہاں جا کر ختم کر دیا جائے۔

بوڑھے نوکر نے کہا۔

یہ لوگ اسی قصبے کے پرانے جاگیر دار ہیں۔
صرف یہی لوگ ہیں جو یہاں جمع ہوتے ہیں۔
دوسرے لوگ اور کہیں نہیں ہیں مگر تم کیوں پوچھ

رہے ہو؟۔

تم کو تو ابھی دو ایک گھنٹے کے بعد مر جانا ہے۔
ایک اذیت ناک موت۔

مجھے موت کا بڑا دکھ ہوگا۔ مگر میں تمہارے لیے
کچھ نہیں کر سکتا۔

ناگ نے کہا۔

میں تمہارا شکر گزار ہوں بابا! شاید میں ہی
تمہارے لیے کچھ کر سکوں۔

بوڑھا ہنسا۔

"بھلا تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو۔ تمہاری
زندگی صرف دو گھنٹے باقی رہ گئی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ

ادھر ادھر کی باتیں کرنے کی بجائے خدا کی عبادت کرو اور اپنے گناہ بخشوانے کے لیے دعا کرو"۔

"وہی کر رہا ہوں بابا! ساتھ ہی ساتھ ان ظالم درندوں کے گناہوں کی سزا کے بارے میں بھی سوچ رہا ہوں"۔

بھئی کمال ہے۔تم کیسی باتیں کرتے ہو۔ بھلا تم اس حالت میں کہاں ہو کہ ان وحشیوں کو ان کے گناہوں کی سزا دے سکو۔

ان لوگوں کو تو اب خدا ہی جہنم بھیجے گا۔ایسے ظالم درندے میں نے اپنی ساری زندگی میں کہیں نہیں دیکھے۔

ناگ نے پوچھا۔

مگر بابا! تم یہاں کس طرح پھنس گئے۔تم تو ایک شریف اور نیک دل آدمی ہو۔

بوڑھے نے آہ بھر کر کہا۔

برخوردار کیا بتاؤں۔ میں کاؤنٹ کا پرانا خادم ہوں۔

میں نے اس کے خاندان کی بڑی خدمت کی ہے۔یہ پہلے اچھا بھلا انسان ہوا کرتا تھا۔

پھر نہ جانے اسے کیا ہو گیا کہ اس نے سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو قتل کیا، پھر اپنے بچوں کو ہلاک کیا۔

اس کے بعد یہ پاگل ہو گیا۔ اور دوسرے
ساتھیوں کو اپنے ساتھ ملا کر انسانوں کو ذبح کر کے اس
خونی ڈرامے سے لذت حاصل کرنے لگا۔

یہ ہر روز شام کو قلعے سے باہر نکلتا ہے اور کسی نہ کسی
بھولے بھٹکے مسافر کو ورغلا کر، بہلا پھسلا کر قلعے میں
لے آتا ہے اور پھر اپنے شیطان ساتھیوں سے مل کر
اس کے خون کی ہولی کھیلتا ہے۔

ناگ کے منہ سے غصے میں بے اختیار نکل گیا۔

"اب یہ خونی کھیل نہ کھیل سکے گا"۔

"کیا کہا تم نے؟"۔

ناگ نے بات بدلتے ہوئے کہا۔

میرا مطلب تھا کہ شاید خدا اسے آج رات ایسی
سزا دے کہ یہ خونی کھیل اس قلعے میں پھر کبھی نہ دہرایا
جا سکے۔

کاش ایسا ہو سکے! کاش خدا ان لوگوں کو ہمیشہ
ہمیشہ کے لیے موت کی گہری نیند سلا دے۔ میرا بس
چلے تو ان سب کو قتل کر کے ان کی لاشوں کے ٹکڑے
کتوں کے آگے ڈال دوں۔

ایسا ہی ہو گا۔

ناگ نے بوڑھے کو غور سے تکتے ہوئے کہا۔

اندھیرے میں ناگ کی سرخ انگاروں کی طرح
آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں میں جوش

انتقام سے خون اتر آیا تھا۔ بوڑھے نے ان کی
آنکھوں کو دیکھا تو ڈر سا گیا۔

کہنے لگا۔

تمہیں کیا ہو گیا ہے برخوردار؟ شاید تم پر موت کا
اثر ہونے لگا ہے۔

حوصلہ رکھو برخوردار؟

بہادروں کی طرح موت کو سینے سے لگاؤ۔ تمہیں
اب مرنا ہی ہے تو بہادروں کی طرح مرو۔

تم روئے چیخے چلائے تو بھی کچھ نہ ہو سکے گا۔
تمہاری موت ٹل نہیں سکتی۔

یہ کہہ کر بوڑھا توکرڈبہ اپنی طرف کھینچنے لگا۔ ناگ

نے خوب پیٹ بھر کر بھنا ہوا مرغ کھایا تھا۔

"مجھے خوشی ہے کہ تمہاری بھوک ابھی تک
سلامت ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم بہادروں کی طرح
موت کو قبول کرو گے"۔

بوڑھے کی اس بات پر ناگ ہنس دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ موت کو اس طرح سے
قبول نہ کریں گے"۔

بوڑھا ڈر کر پرے ہٹ گیا۔

"یقیناً تم پاگل ہو گئے ہو۔ خدا تم پر رحم کرے۔
میں جاتا ہوں، اس کے بعد تم سے ملاقات نہ ہو سکے
گی۔ یہ ہماری زندگی کی آخری ملاقات ہے۔ خدا

حافظ!"۔

ناگ نے کہا۔

"بابا! ہم ایک بار پھر ملیں گے اور یقین کرو تمہیں مجھ سے مل کر بڑی خوشی ہوگی"۔

بوڑھا۔ ملازم سہم کر چلا گیا۔

اب ناگ نے بند گاڑیوں اور گھوڑوں کے قدموں کی آوازیں سنیں۔

قاتل درندے خونی ڈرامہ دیکھنے اور ناگ کا خون پینے کے لیے قلعے میں آنا شروع ہوگئے تھے۔

منحوس قلعے کی تباہی

ہال کمرے میں وحشی مہمان آکر جمع ہو چکے تھے۔

آج وہ بڑے خوش تھے کہ ایک صحت مند نوجوان کا تازہ خون اور دھڑکتے ہوئے جوان دل کے قتلے کھانے کو ملیں گے۔

چہروں پر سیاہ نقاب پہنے، سیاہ کپڑوں میں ملبوس،

وہ صوفوں پر بیٹھے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

شیطان کاؤنٹ ابھی نہیں آیا تھا وہ اپنے کمرے میں سیاہ اوورکوٹ پہن کر شیشے کے سامنے کھڑا اپنی مونچھوں کو بل دے رہا تھا۔

بوڑھا ملازم تھالی میں اس کا ہیٹ رکھے پاس کھڑا تھا۔شیطان کاؤنٹ نے ہیٹ سر پر جماتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارے شکار کا کیا حال ہے؟ شام کا کھانا اس نے کھالیا تھا کہ نہیں؟"۔

نوکر بولا۔

"اس نے بڑے شوق سے کھانا کھایا تھا جناب!

وہ تو خلاف معمول بڑا خوش ہے۔ ایسا شکار میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا"۔

کاؤنٹ خوش ہو کر کہنے لگا۔

یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ شکار جتنا خوش ہوگا، اسے ذبح کرنے میں اتنا ہی مزا آئے گا۔

وہ جتنا پیٹ بھر کر اور خوش ہو کر کھائے گا، اتنا ہی اس کا خون تر و تازہ ہو کر باہر نکلے گا۔ ہمیں اس کے خون سے بڑی صحت ملے گی۔

کاؤنٹ کمرے سے باہر نکل گیا۔ ادھر کتے صبح سے بھوکے تھے اور انسانی گوشت کے انتظار میں اپنی کوٹھڑی میں بے تابی سے شور مچا رہے تھے۔

ان کی کوٹھڑی کے قریب سے گزرتے ہوئے
کاؤنٹ نے سلاخوں پر چھڑی بجا کر کہا۔
گھبراؤ نہیں میرے بچو! بس تھوڑی دیر میں
تمہاری دعوت ہونے والی ہے۔
آج تمہیں کھانے کو بڑا عمدہ صحت مند گوشت
ملے گا۔
وہ ہال کمرے میں داخل ہو رہا تھا کہ ایک نوکر نے
آگے آ کر جھکتے ہوئے کہا۔
”حضور انور! قلعے میں دو چار عجیب رنگ کے
زہریلے سانپ دیکھے گئے ہیں“۔
”تو مجھے کیا کہنے آئے ہو۔ مار ڈالو ان سانپوں

کو“۔
”مگر سرکار وہ سانپ غائب ہو جاتے ہیں“۔
”بکواس بند کرو“۔
کاؤنٹ نے نوکر کو جھڑک دیا اور ہال کمرے میں
داخل ہو گیا۔
اسے دیکھتے ہی مہمانوں نے تالیاں بجا کر اس کا
استقبال کیا۔
کاؤنٹ اب جلدی کرو۔ ہمیں خون کی پیاس لگی
ہے۔ ہمیں تمہارے نوجوان شکار کا خون چاہیے۔ اس
کے دل کے قتلے چاہئیں۔
کاؤنٹ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔

''انتظار کی گھڑیاں ختم ہو گئی ہیں میرے دوستو!
کھیل شروع ہونے والا ہے''۔

پھر اس نے دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی اور
اعلان کیا۔

''آج کے شکار کو لایا جائے''۔

حبشی نوکر ناگ کی کوٹھڑی کی طرف بھاگے۔ اتنے
میں بوڑھا ملازم کاؤنٹ کے پاس آیا اور جھک کر اس
کے کان میں بولا۔

''حضور! ایک نوکر کو سانپ نے کاٹ دیا ہے''۔

کاؤنٹ نے غصے میں کہا۔

''تو اسے باہر کھائی میں پھینک دو۔ میں کیا

کروں، اسے مرے ہوئے کتے کی لاش کا؟''۔

بوڑھا ملازم چپکے سے واپس چلا گیا۔ ناگ اپنی
کوٹھڑی میں جلا دوں کا انتظار کر رہا تھا۔ اتنے میں
آدھی رات کا گجر بجا اور کوٹھڑی کا دروازہ کھول کر دو
چار حبشی ہاتھوں میں تلواریں اور بندوقیں لیے اندر آ
گئے۔

ناگ نے کوئی اعتراض نہ کیا۔ انہوں نے ناگ کو
رسی سے باندھا اور اٹھا کر ایک سٹریچر پر لٹا کر باندھ
دیا۔

پھر وہ سٹریچر لے کر ہال کمرے کی طرف چل
پڑے۔

ایک صحت مند نوجوان کو سٹریچر پر لیٹا دیکھ کر مہمانوں کی باچھیں کھل گئیں۔

انہوں نے خوشی سے نعرے لگائے۔

کاؤنٹ تم نے سچ مچ اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ آج ایک مدت بعد کسی نوجوان کا خون پینے کو ملے گا۔ ہم سب تمہارے شکر گزار ہیں۔

کاؤنٹ نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

''دوستو! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میری مہمان نوازی سے خوش ہو رہے ہیں۔ اب کھیل شروع کیا جاتا ہے''۔

اس نے حبشی نوکروں کو حکم دیا کہ ناگ کو پتھر کی میز

پر لے جا کر باندھ دیا جائے۔

حبشی نوکر سٹریچر لے کر آگے بڑھے۔

پتھر کی میز پر ناگ کو لٹا کر اسے چمڑے کی رسیوں سے باندھ دیا گیا۔

ناگ نے ایک حبشی سے کہا۔

''تم آج تک کتنے بدنصیب انسانوں کو اس میز پر باندھ چکے ہو؟''۔

حبشی بڑا حیران ہوا کہ موت سامنے کھڑی ہے۔ اور یہ نوجوان اس سے اس قسم کے سوال پوچھ رہا ہے۔

اس نے کہا۔

''خاموش رہو۔ میں تجھ سمیت ایک سو انسانوں کو

اس میز پر باندھ کر شرف حاصل کر چکا ہوں"۔

ناگ مسکرایا۔

"اگر کبھی تمہیں اس میز پر باندھ دیا جائے تو کیا خیال ہے؟"۔

حبشی نے ناگ کو جھڑک کر کہا۔

"بکواس بند کرو اور مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

سارے مہمان یہ دیکھ کر کچھ حیران سے ہو رہے تھے کہ مرنے والا نوجوان مسکرا کر حبشی جلاد سے باتیں کر رہا تھا۔

کاؤنٹ خوش قسمت تھا کہ آج وہ ایک ایسے

نوجوان کو ذبح کرے گا جو مرنے کے لیے تیار ہے۔

لیکن اسے یقین تھا کہ جب وہ خنجر کا پہلا وار اپنے جسم پر کھائے گا تو اس کی چیخیں بلند ہوں گی۔ اور وہ ساری ہنسی بھول جائے گا۔

اس نے تالی بجائی۔

حبشی غلام پلیٹ میں چھریاں لے کر آگے بڑھا۔

شیطان کاؤنٹ نے وہ چھریاں سارے مہمانوں میں تقسیم کر دیں۔

"دوستو! آج چونکہ شکار نوجوان تھا۔ اس لیے میں نے بالکل نئی چھریاں منگوائی ہیں شہر سے تیار ہو جائیں اپنے شکار کی دعوت اڑانے کے لیے۔"

مہمانوں نے چھریاں پکڑ لیں اور انہیں لہرانے لگے۔ دیواروں کے ساتھ مشعلیں روشن تھیں۔ جن کی روشنی میں نئی نئی چھریوں کے پھل چمک رہے تھے۔

ناگ پتھر کی میز پر لیٹا وقت کا انتظار کر رہا تھا۔

آخر وہ گھڑی آن پہنچی جب ناگ پر پہلا وار کیا جانے والا تھا۔

شیطان کاؤنٹ نے مہمانوں کی طرف دیکھا اور کہا۔

''دوستو! اجازت ہے کہ میں آگے بڑھ کر اس نوجوان شکار پر اپنے خنجر سے پہلا وار کروں؟''۔

سب مہمانوں نے کہا۔

''اجازت ہے۔ اجازت ہے''۔

''شکریہ! شکریہ!''

شیطان کاؤنٹ نے چھری ہاتھ میں پکڑی اور ناگ کی طرف قدم قدم بڑی سنجیدگی سے بڑھا۔

پھر وہ ناگ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

ناگ اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔

''آخر تمہاری زندگی کی آخری گھڑی آن پہنچی کاؤنٹ''۔

شیطان کاؤنٹ کو ایک جھٹکا سا لگا۔ یہ کیا کہہ رہا ہے۔

بدنصیب انسان! مرتو یہ خود رہا ہے اور زندگی کی

آخر گھڑی اس کی گن رہا ہے۔

پھر وہ فوراً ہی شیطانی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

مجھے خوشی ہے نوجوان کہ تم اس حالت میں بھی مذاق کر سکتے ہو۔

تم یقیناً ایک بہادر نوجوان ہو۔ میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں تمہارے سینے کو چاک کر کے اتنی زور سے جھٹکا مار کے تمہارا دل باہر کھینچ لوں گا کہ تمہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

میں بھی کوشش کروں گا کہ تمہارے سینے میں ہاتھ ڈال کر اس طرح دل نکالوں کہ تمہیں ذرا محسوس نہ

ہو۔ لیکن تمہاری گردن میں بڑے آرام آرام سے کاٹوں گا۔

کاؤنٹ کو غصہ آ گیا۔

"بک بک بند کرو اور مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

کاؤنٹ نے مہمانوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"دوستو! مرنے والا بڑا خوش مذاق نوجوان ہے۔

یہ مجھ سے بڑے عمدہ مذاق کر رہا ہے"۔

لیکن اب اس کی موت کی گھڑی آن پہنچی ہے۔

اب اسے کوئی نہیں بچا سکتا۔

شیطان زندہ باد کا نعرہ لگایئے۔

سارے شیطانوں نے مل کر شیطان زندہ باد کا نعرہ لگایا۔

اس کے ساتھ ہی کاؤنٹ نے اپنی چھری والا ہاتھ اوپر اٹھایا۔

ناگ اسی گھڑی کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر ایک گہرا سانس لیا اور ایک پل کے ہزارویں حصہ میں وہ چڑیا بن کر پھر سے اڑا اور ہال کمرے کے روشن دان میں جا کر بیٹھ گیا۔

کاؤنٹ کا اٹھا ہوا ہاتھ زور سے چھری سمیت خالی پتھر کی میز سے ٹکرایا۔ اور زخمی ہو گیا۔

اس نے چڑیا کو پھر سے اڑتے اور نوجوان کے جسم

کو غائب ہوتے اپنی آنکھوں سے دکھا۔

سارے ہال کمرے میں سناٹا چھا گیا۔

سارے مہمان دم بخود ہو کر جیسے سکتے میں آ گئے۔

کسی کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا ہو گیا ہے۔

انہوں نے بھی پتھر کی میز سے ناگ کو غائب ہوتے اور اس کی جگہ ایک چڑیا کو اڑتے دیکھا تھا۔

بوڑھا نوکر کونے میں کھڑا یہ منظر دیکھ کر کانپنے لگا۔

اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ نوجوان رات کو کوٹھڑی میں اس سے عجیب عجیب قسم کی باتیں کیوں کر رہا تھا۔

مہمان کھڑے ہو گئے۔

"یہ۔۔۔یہ کیا ہو گیا کاؤنٹ؟"۔

انہوں نے دہشت زدہ ہو کر کاؤنٹ سے پوچھا۔

کاؤنٹ زخمی ہاتھ پر مفلر لپیٹتے ہوئے اوپر روشندان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

کاؤنٹ نے چیخ کر کہا۔

"اس چڑیا کو گولی مار دو۔ یہ کوئی جادوگر معلوم ہوتا ہے"۔

ادھر قلعے میں چھپے ہوئے سانپ ناگ دیوتا کی سیٹی کا انتظار کر رہے تھے۔

حبشی غلام بندوقیں لے کر آ گئے۔ انہوں نے روشندان کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔ دھائیں

دھائیں کی آوازیں بلند ہوئیں۔

مگر ناگ وہاں سے اڑ کر دوسرے روشندان میں جا چکا تھا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور منہ سے سیٹی بجائی۔

سیٹی کی آواز سن کر قلعے میں چھپے ہوئے سارے سانپ ایک دم سے باہر نکل آئے۔

مہمان اپنی اپنی جگہ پر کھڑے حیرانی سے چڑیا کو تلاش کر رہے تھے۔ کہ ایک مہمان نے چیخ ماری۔

"سانپ!"

وہ گرا۔

دوسرے نے چیخ ماری۔

"سانپ!"

وہ گرا۔

تیسرے نے چیخ ماری۔

"سانپ!"۔

وہ بھی گرا۔

یوں ایک دوسرے پر مہمان گرتے رہے۔ کچھ بھاگے مگر سانپ انہیں بھاگنے کا موقع کب دیتے تھے۔

بھلا انہوں نے ایک منٹ کے اندر اندر سارے مہمانوں کو ڈس دیا۔ ان کے زہر اس قدر ظالم تھے کہ مہمانوں کے جسم نیلے پڑ گئے۔

ان کے منہ سے خون جاری ہو گیا۔ وہ پتھر بن گئے۔ وہ سارے کے سارے مر گئے۔

ان کے جسم نیلے ہو کر پھولنا شروع ہو گئے۔

کاؤنٹ نے یہ وحشت ناک منظر دیکھا تو سہم گیا۔ پھر چیخ کر نوکروں سے بولا۔

"پکڑو ان سانپوں کو کمینو! پکڑو، مار ڈالو"۔

مگر اب سانپوں نے حبشی غلاموں کو ڈس دیا تھا۔ وہ سارے کانپتے، لرزتے ہوئے زمین پر گرے اور پھر نہ اٹھ سکے۔

جب وہاں کاؤنٹ اور بوڑھا ملازم رہ گئے تھے۔

ناگ نے سیٹی بجا کر سانپوں کو حکم دیا کہ کاؤنٹ کو چھوڑ

دیا جائے۔

اسے ہم خود ٹھیک کریں گے۔

سانپ درندہ صفت وحشیوں کے قتل عام سے فارغ ہو کر کمرے کے درمیان ایک طرف کنڈلی مار کر بیٹھ گئے۔

اب ناگ روشن دان سے نیچے اتر آیا۔ نیچے آتے ہی اس نے شیر کی شکل اختیار کی۔ کاؤنٹ پہلے ہی اپنے مہمانوں کی موت، اپنے اردگرد بیٹھے سارے سانپوں کو دیکھ کر حیرت زدہ بلکہ دہشت زدہ ہو رہا تھا۔

چھری اس کے ہاتھ سے نیچے گر پڑی۔ اس کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔

اب جو اس نے اچانک اپنے سامنے ایک خونخوار دانتوں والے زبردست شیر کو دیکھا تو خوف کے مارے اس کی چیخ نکل گئی۔

شیر نے آگے بڑھ کر کاؤنٹ کے کندھے پر اپنا پنجہ مارا۔ کاؤنٹ زخمی ہو کر گر پڑا۔

شیر نے اسے اٹھا کر پتھر کی میز پر لٹا دیا۔ پھر اس نے انسان کی آواز میں بوڑھے ملازم کو بلا کر کہا۔

ادھر آ کر اس کو چمڑے کی رسیوں سے میز پر باندھ دو۔

بوڑھا ملازم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ شیر کو انسانی آواز میں بات کرتے سن کر اس کی جان ہی ہوا ہو گئی۔

شیر نے گرج کر کہا۔

"تم کر باندھتے ہو کہ تمہیں ہڑپ کر جاؤں۔

جلدی آؤ"۔

بوڑھا ملازم ڈرتے ڈرتے آگے بڑھا اس نے

چمڑے کی رسی سے اپنے مالک شیطان کاؤنٹ کو پتھر

کی میز پر باندھ دیا۔

جب کاؤنٹ اچھی طرح سے بندھ گیا تو شیر نے

روپ بدل لیا۔ اب پھر وہاں ناگ کھڑا تھا۔ اس نے

کاؤنٹ کو دیکھ کر کہا۔

"شیطان کے بچے کاؤنٹ! اب بتاؤ تمہارے

ساتھ کیسا سلوک کیا جائے؟"۔

کاؤنٹ خوف سے پسینے میں بھیگ رہا تھا۔

تھرتھراتی آواز میں بولا۔

"مجھے معاف کردو۔ مجھے معاف کردو"۔

ناگ نے کہا۔

تجھے معاف کرنا انسانیت کے ساتھ بہت بڑا دھوکا

کرنا ہے۔

تجھے معاف کر دینے کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے

انسانیت کے منہ پر بڑے زور سے طمانچہ مارا ہے۔

اگر میں نے تمہیں معاف کر دیا تو تاریخ مجھے کبھی

معاف نہیں کرے گی۔

میرا نام آنے والی نسلیں ہمیشہ نفرت سے

لیا کریں گی۔

تم نے نہ جانے کن کن ماؤں کے ہیرے بیٹے یہاں ذبح کر کے کتوں کو کھلا دیے ہیں۔

میں تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں گا جو تم دوسروں کے ساتھ کرتے تھے۔

تم نے جو بویا ہے، اسے کاٹنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔

ناگ نے بوڑھے ملازم سے کہا۔

"بابا! سب سے تیز چھری لاؤ"۔

بوڑھے نے ایک چھری پلیٹ میں رکھ کر ناگ کی طرف بڑھا دی۔

ناگ نے چھری لے کر اسے دکھا۔ اس کی نوک کاؤنٹ کے ماتھے پر رکھتے ہوئے کہا۔

سب سے پہلے ایک چھری کی نوک سے تمہاری آنکھ نکالوں گا۔

پھر ایک کانٹ کاٹ کر ٹوکری میں جمع کر دوں گا تاکہ بعد میں تمہاری لاش کے سارے منحوس ٹکڑے تمہارے کتوں کو کھلا دیے جائیں۔

اس کے بعد تمہارے مرے ہوئے مہماتوں کا زہریلا گوشت اور تمہیں کتوں کے آگے ڈال دیا جائے۔ تاکہ یہ زہریلا گوشت کھا کر وہ بھی ہلاک ہو جائیں۔

کاؤنٹ نے گھگھیا کر کہا۔

"رحم! رحم!"

ناگ نے چاقو کی نوک کاؤنٹ کی آنکھ پر رکھ دی۔

کاؤنٹ نے جلدی سے آنکھ بند کر لی۔

ظالم شیطان! تجھ سے کتنے بدنصیب انسانوں نے رحم کی بھیک مانگی مگر تمہارے دل پر ذرا اثر نہ ہوا۔ تم نے رحم کے بجائے اس کے سینے چاک کر کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا اور ان کے کلیجے نکال کر چبائے۔

اب تم یہ کس طرح توقع کرتے ہو کہ میں تمہیں رحم کی بھیک دوں گا۔

کاش میں ساری زندگی تیرے جسم کے ٹکڑے کرتا رہوں۔ تمہارا گناہ اس قدر گھناؤنا ہے کہ اس کی سزا اس دنیا میں کہیں نہیں ہے۔

بس میں زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ وہی سلوک کروں جو تم دوسروں کے ساتھ کرتے رہے ہو۔

لو اب تیار ہو جاؤ۔ ایک نعرہ لگاؤ۔ شیطان زندہ باد۔

کاؤنٹ کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ ناگ نے اس کے ہونٹوں پر چھری کا دستہ مارتے ہوئے کہا۔

"بولو! شیطان زندہ باد"۔

کاؤنٹ کے میں سے کمزور سی آواز نکلی۔

"شیطان زندہ باد"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے چھری کاؤنٹ کی آنکھ میں اتار دی۔

کاؤنٹ کی ایک دلدوز چیخ بلند ہوئی۔ اس کی آنکھ کا ڈیلا باہر آگیا اور بہہ نکلا۔

ناگ نے اسی طرح سے کاؤنٹ کا ایک کان کاٹ کر نیچے ٹوکری میں رکھ دیا۔

ناگ یہ کام ایک بڑے ماہر سرجن کی طرح کر رہا تھا۔ اس نے کاؤنٹ کا دوسرا کان بھی کاٹ دیا۔

پھر اس کی ناک کاٹ دی۔ پھر ایک بازو کاٹ کر

الگ کر دیا۔

ہال کمرہ شیطان کاؤنٹ کی چیخوں سے گونج رہا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کوئی بکرا ذبح ہوتے وقت ڈکرا رہا ہے۔

کاؤنٹ کے دونوں کان، ناک، دونوں بازو، دونوں پاؤں کٹ کر ٹوکری میں پڑے تھے۔ پتھر کی میز پر خون ہی خون تھا۔

اس پر نیم غشی طاری تھی مگر وہ زندہ تھا۔ اس کا دل ابھی تک دھڑک رہا تھا۔ اور ایک اکلوتی آنکھ یہ سارا آنکھ خونی ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔

ناگ نے کہا۔

"تمہارے ساتھ وہی سلوک کیا جا رہا ہے۔ جو تم دوسروں کے ساتھ کرتے تھے، تم اسی سزا کے سزاوار ہو"۔

ناگ نے چھرا پکڑ لیا اور اب اس کی ایک ٹانگ گھٹنوں سے کاٹ کر الگ کر دی۔ پھر دوسری ٹانگ بھی کاٹ کر الگ کی۔

اب صرف دل باہر نکالنا باقی رہ گیا تھا۔ ناگ نے شیطان کاؤنٹ کے کٹے ہوئے کان کے سوراخ کے قریب ہو کر کہا۔

کاش تمہارا خون پینے والے بھی زندہ ہوتے مگر تمہارا گوشت کھانے والے کتے اب بھی موجود ہیں۔

ان کو تمہارا گوشت ضرور کھلایا جائے گا۔

اچھا اب آخری سین دیکھنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ شاباش بہادر بنو۔

میں تمہارا دل نکالنے والا ہوں، فکر نہ کرو۔ میں زبردست جھٹکے سے دل نکال کر تمہاری آنکھوں کے سامنے رکھوں گا۔

کاؤنٹ کے منہ سے ہلکی ہلکی دبی چیخیں نکل رہی تھیں۔

ناگ نے سوچا، کہیں یہ مر نہ جائے۔ اس سے پہلے پہلے اس کے سینے سے دل نکال لینا چاہیے۔

چنانچہ اس نے چھری لے کر کاؤنٹ کا سینہ چاک

کر دیا۔ پھر اس کی پسلیوں میں ہاتھ ڈال کر بڑے
آرام سے کھینچ کر اس کا دل، دھڑکتا ہوا دل، باہر نکال
لیا۔

"ابھی تک دل دھڑک رہا ہے ظالم شیطان کا"۔

شیطان کاؤنٹ اب مر چکا تھا۔ یہ دنیا بڑے ہی
سنگدل ظالم آدمی کے وجود سے پاک ہو جاتی تھی۔
ناگ نے کاؤنٹ کی لاش کے ٹکڑے کوٹھڑی میں جا کر
بھوکے کتوں کے آگے ڈال دیئے۔

پچاس بھوکے کتوں کی بھوک بھلا ان ٹکڑوں سے
کہاں بجھتی تھی۔ دیکھتے دیکھتے وہ لاش کے ٹکڑوں کو
ہڑپ کر گئے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر بھونکنا

شروع کر دیا۔

ناگ نے بوڑھے سے کہا۔

"ان کتوں کو لے جا کر مہمانوں کی زہر آلود پھولی
ہوئی لاشوں پر چھوڑ دو"۔

بوڑھے نے جھک کر کہا۔

"جو حکم ناگ"۔

وہ ناگ سے بہت مرعوب ہو چکا تھا۔ وہ اسے
کوئی آسمانی دیوتا سمجھ رہا تھا۔
جو شیطان کاؤنٹ اور اس کے ساتھیوں کا قلع قمع
کرنے کے لیے آسمانوں سے زمین پر اتر آیا تھا۔
اس نے جاتے ہی کتوں کو چھوڑ دیا۔

بھوکے کتے لاشوں کی بو لیتے بھاگ کر ہال
کمرے میں آ گئے۔ اور مہمانوں کی پھولی ہوئی
لاشوں پر ٹوٹ پڑے۔

ان آدم خوروں نے یہ بھی دیکھا کہ جس گوشت کو
وہ کھانے لگے ہیں، وہ زہر آلود ہے انہوں نے دیکھتے
دیکھتے آدھی سے زیادہ لاشیں ہڑپ کر لیں۔

اس کے ساتھ ہی ان کی حالت غیر ہونا شروع ہو
گئی۔ منہ سے جھاگ چھوٹ پڑے اور وہ لرزتے
ہوئے زمین پر گرے اور تڑپ تڑپ کر مر گئے۔

ناگ نے اپنے سانپوں کو حکم دیا۔

میرے ساتھیو! تم نے اپنا قرض بڑی اچھی طرح

سے ادا کیا ہے۔

میں تم سے بہت خوش ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔

سانپوں نے جھک کر کہا۔

عظیم ناگ دیوتا! یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم
آپ کی کوئی خدمت کر سکیں۔

اب ہم جاتے ہیں۔ اگر کبھی پھر ہماری خدمت کی
ضرورت محسوس ہوتی تو ہم سر کے بل چل کر آپ کے
پاس حاضر ہوں گے۔

ناگ نے ان کا شکریہ ادا کیا، سارے سانپ
ایک ایک کر کے ہال کمرے سے نکل گئے اور قلعے
سے باہر رات کے اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا۔کوئی دم میں صبح ہونے والی تھی۔ ناگ نے منہ ہاتھ دھو کر کپڑے بدلے اور بوڑھے ملازم سے کہا۔

''میں چاہتا ہوں کہ ظلم کی اس یادگار کو بھی مٹا دیا جائے''۔

بوڑھے ملازم نے کہا۔

''جو حکم حضور''۔

ناگ بولا۔

''میں اس قلعے کو جلا کر راکھ کر دینا چاہتا ہوں تاکہ ظلم کی یہ نشانی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔کیا یہاں اتنا بارود مل جائے گا''۔

ملازم نے کہا۔

''نیچے تہہ خانے میں بارود کا بہت بڑا ذخیرہ ہے''۔

''مگر سوال یہ ہے کہ تم کہاں جاؤ گے؟''۔

ناگ نے ملازم سے پوچھا۔

کیا تم کسی اور جگہ جا کر زندگی کے دن پورے کر سکتے ہو؟ میں اتنا کر سکتا ہوں کہ تمہیں اتنے پیسے دے دوں گا کہ تمہاری ساری زندگی جو باقی رہ گئی ہے، وہ بڑے سکون و آرام سے گزرے گی۔

لیکن اس ظلم کی نشانی کو میں جلا کر ضرور راکھ کروں گا۔

بوڑھے ملازم نے خوش ہو کر کہا۔

"حضور! اس ظلم کی یادگار عمارت کو تباہ و برباد کرنا ہی مناسب ہے۔ میرا کیا ہے۔ میں گاؤں اپنی بیٹی کے پاس چلا جاؤں گا۔ آپ جو پیسے مجھے دیں گے، ان سے میں اپنی باقی زندگی بڑے آرام سے بسر کر لوں گا"۔

ناگ خوش ہو کر بولا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ آؤ نیچے چل کر بارود دیکھتے ہیں کہ کس قدر ہے"۔

ناگ بوڑھے ملازم کے ساتھ تہہ خانے میں آ گیا۔ یہاں بارود سے بھری ہوئی ان گنت بوریاں

پڑی تھیں۔ انہوں نے مل کر بارود کے چھوٹے چھوٹے بے شمار تھیلے بھرے۔

پھر ان تھیلوں کو اٹھا کر قلعے کی عمارت میں چاروں طرف ستونوں، برآمدوں، چھتوں اور دوسری منزل کے کمروں میں جگہ جگہ رکھ دیا۔

ان کے اوپر پرانے کپڑوں، پردوں اور لکڑیوں کے فرنیچر کے ڈھیر لگا دیے۔ اس کام سے فارغ ہو کر ناگ نے بوڑھے ملازم سے کہا۔

"تم اس منحوس قلعے سے جس قدر دور جا سکتے ہو، چلے جاؤ۔ میں اسے آگ لگانے لگا ہوں"۔

بوڑھا قلعے سے کافی دور چلا گیا۔ جب وہ دور ٹیلے

کی جھاڑیوں کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔ تو ناگ نے دو پتھروں کو رگڑ کر بارود کو آگ دکھا دی۔

بارود کی آگ ایک لکیر کی شکل میں قلعے کے دروازے کی طرف بڑھنے لگی۔ ناگ نے ایک خاص آواز نکال کر اس علاقے کے سانپوں کو خبردار کر دیا تھا کہ وہ اس علاقے سے نکل کر کسی دوسری جگہ جا کر اپنے آپ کو محفوظ کر لیں۔

بارود کی آگ اب قلعے کے دروازے میں داخل ہو گئی تھی۔ ناگ نے بھاگنا شروع کر دیا۔ اور وہ بھی ٹیلے کے پیچھے جھاڑیوں کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

اب کوئی دم میں وہاں دھماکا ہونے والا تھا۔ کسی

لمحے قلعے کی دیواروں اور دروازوں کو ایک دھماکے کے ساتھ اوپر اچھل کر تباہ ہوتا تھا۔

اور پھر ایک دھماکا ہوا۔ اس کے ساتھ ہی دھماکوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے قلعے کے اندر زبردست بمباری ہو رہی ہے۔

قلعے کی دیواریں گرنے لگیں۔ جگہ جگہ آگ بھڑک اٹھی تھی۔ سارا قلعہ دیکھتے دیکھتے ایک جہنم میں تبدیل ہو گیا۔ آگ کے شعلے بلند ہو کر آسمان کو چھو رہے تھے۔

ناگ نے بوڑھے کی طرف دیکھا۔

"اس منحوس قلعے کا یہی انجام ہونا تھا"۔

بوڑھے ملازم نے عرض کی۔

"اے عظیم دیوتا! تم نے ہزاروں انسانوں کو ہلاک ہونے سے بچالیا ہے اگر یہ درندے وحشی زندہ رہتے اور قلعے قائم رہتا تو نہ جانے ابھی یہ کتنے بے گناہوں کو یہاں لا کر ذبح کر کے ان کے خون سے ہولی کھیلتے"۔

ناگ نے کہا۔

"بابا! اب تم جا سکتے ہو"۔

اس کے ساتھ ہی ناگ نے جیب سے ڈھیر سارے روپے نکال کر بوڑھے ملازم کو دیئے۔ پھر ایک تھیلی سونے کی اشرفیوں سے بھری ہوئی دی

اور کہا۔

"یہ دولت تمہاری باقی زندگی کے لیے کافی ہو گی"۔

بوڑھے نے جھک کر شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا۔

"اے عظیم دیوتا! میں تمہارا یہ احسان کبھی فراموش نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے نہ صرف یہ کہ ایک شیطان سے نجات دلائی بلکہ مجھے آخری عمر میں دنیا کی مالی پریشانیوں سے بے نیاز کر دیا"۔

قلعہ ابھی تک جل رہا تھا۔ ارد گرد کی بستیوں کے لوگ دور کھڑے قلعے کے جلنے کا تماشا دیکھ رہے تھے۔

بوڑھے کو رخصت کر کے ناگ نے پل عبور کیا۔

اور لندن شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ایک مقام پر اسے گھوڑا گاڑی مل گئی جس میں سوار ہو کر وہ شام ہونے تک لندن شہر پہنچ گیا۔

ماریا بھی لندن شہر کے باہر پرانے قلعے کے ایک ویران آسیبی قلعے میں رہ رہی تھی۔ ناگ لندن شہر کے باہر ایک سرائے میں اترا ہوا تھا۔

وہ یوں تو شہر میں بھی رہ سکتا تھا۔ لیکن اسے شہر سے باہر کی فضا زیادہ پسند تھی۔ وہ ایک تاجر کی حیثیت سے سرائے میں اترا ہوا تھا۔

چونکہ اس کے پاس کافی پیسے تھے۔ اس لیے اسے جگہ جگہ بھٹکتے پھرنے کی فکر نہیں تھی۔ ادھر ماریا ایک

پرانے قلعے میں اس لیے ٹھہری ہوئی تھی کہ اس کے لیے شہر آیا دہوٹلوں میں ٹھہرنا ممکن نہیں تھا۔

کیونکہ ایک تو وہ دکھائی نہیں دیتی تھی۔ خطرہ تھا کہ لوگ اسے پریشان کریں گے یا نقصان پہنچانے کی کوشش کریں گے۔

ماریا تھوڑی بہت خرید و فروخت کے بعد واپس اپنے قلعے میں پہنچ گئی۔ اس نے چوکیدار کو قبرستان کی کھلی قبر میں جھک کر ڈریکولا کے خون آلود ہونٹوں پر اپنی گردن رکھتے اسے دیکھ لیا تھا اور وہ سمجھ نہیں سکی تھی کہ اس ڈراؤنے کھیل میں کیا راز ہے۔

ایک رات پہلے کالے کپڑوں والے ڈریکولا نے

قلعے میں آ کر چوکیدار کی گردن کا خون پیا تھا۔ اور پھر وہ کھڑکی میں سے چھلانگ لگا کر اڑتا ہوا واپس جنگل میں روپوش ہو گیا تھا۔

اسی رات کا ذکر ہے، ماریا کمرے میں آگ گرم کیے بیٹھی تھی کہ نیچے سیڑھیوں پر اسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

اس نے دروازے کی دراڑ میں سے باہر جھانک کر دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی۔ کہ چوکیدار دونوں ہاتھ پھیلائے یوں اوپر آ رہا تھا جیسے وہ نیند میں چل رہا ہو۔

اس کی گردن کے زخم سے خون کے قطرے ٹپک

رہے تھے۔ اور اس کے اگلے دونوں دانت کتے کے دانتوں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے تھے۔

ماریا نے اپنے آپ سے کہا۔

"کیا یہ شخص بھی خون پینے والا بھوت بن گیا ہے؟"۔

☆ ناگ لندن میں کہاں گیا؟

☆ چوکیدار کا خون پینے والا بھوت کیا کرنے آیا تھا؟۔

☆ عنبر نے ولایت پہنچ کر ناگ اور ماریا سے کیوں کر ملاقات کی؟۔

☆ یہ آپ 60ویں قسط میں پڑھئے:

پراسرار انسان
ماریا قسط نمبر

ڈریکولا

عورت نے ہوا میں آواز سنی اور اپنے سر پر کسی نظر نہ آنے والی روح کے ہاتھ کا دباؤ محسوس کیا تو وہ خوفزدہ ہو گئی۔

ماریا نے ایک بار پھر اسے بڑی محبت سے کہا۔

گھبراؤ نہیں بہن! میں اب جا رہی ہوں، وہ بلا قبرستان میں گئی ہے۔

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر60)

میں اسے ہلاک کر کے ہی دم لوں گی۔ بستی والوں سے کہہ دو کہ آسمان کی روح انہیں اس بلا سے ضرور نجات دلائے گی۔

عورت نیم روشنی میں آنکھیں پھاڑے ماریا کو یہاں وہاں دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ اتنے میں گھر کے دوسرے لوگ بھی بیدار ہو گئے۔

وہ عورت سے پوچھنے لگے کہ وہ کس سے باتیں کر رہی ہے؟ عورت نے انہیں ساری کہانی سنا ڈالی کہ کس طرح ایک آسمانی روح نے اس کی جان خوفناک بلا سے بچائی ہے اور وہ روح اس وقت بھی گھر میں موجود ہے۔

اتنے میں بستی کی کچھ عورتیں بھی وہاں جمع ہو گئیں۔

"یہ چیخ کیسی تھی بہن؟ کیا ہوا بہن؟ خیر تو ہے بہن!"۔

اس قسم کی آواز بلند ہونے لگیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سارا تماشا دیکھ رہی تھی۔

ماریا نے انہیں سمجھایا کہ ان کی بستی پر ایک خون پینے والی بلا نے حملہ کر دیا ہے۔

پہلی عورت کو بھی اسی بلا نے ہلاک کیا تھا۔ یا وہ اسے ہلاک کرنے آئی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو بہن؟"۔

پراسرار انسان (ننگا ماریا قسط نمبر 60)

بستی کی عورتوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ ماریا نے ساری بات کھول کر بیان کر دی اور کہا کہ ایک آسمانی روح نے اس بستی کو برباد ہونے سے بچا لیا ہے۔

"روح؟ یہ کس کی روح ہے؟ کہاں ہے روح؟ نہیں نہیں بھلا روحیں بھی کبھی مکانوں میں واپس آئی ہیں۔ ضرور تم نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے بہن"۔

عورت نے کہا۔

"نہیں بہن! میں نے خواب نہیں دیکھا۔ ایک ڈراؤنی آنکھوں اور لمبے نوکیلوں دانتوں والی بلا اپنا کالا کپڑا پھیلائے اس پر جھک گئی تھی۔

اور اس کی گردن میں دانت گاڑ کر خون پینا چاہتی

تھی کہ آسمانی روح نے بچالیا۔

ایک عورت نے پوچھا۔

"اب وہ بلا کہاں چلی گئی ہے؟"۔

عورت بولی۔

وہ یہاں سے بھاگ چکی ہے۔ آسمانی روح نے اسے شدید زخمی کر دیا ہے۔ وہ قبرستان کی جانب اڑ کر چلی گئی ہے۔

آسمانی روح نے کہا ہے کہ وہ اس کا پیچھا کرے گی اور وہ جہاں کہیں بھی ہوگی، اسے ڈھونڈھ کر موت کے گھاٹ اتار کر ہی دم لے گی۔

عورتیں ڈر گئیں۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

"بہن! اس بستی کو کسی کی نظر لگ گئی ہے۔ ہمیں گرجے میں جا کر خداوند کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہیے۔

ایک عورت جو بڑی تنگ مزاج اور شکی دل کی مالک تھی کہنے لگی۔

گرجے میں جا کر ہم ضرور دعا کریں گے مگر یہ جو کہہ رہی ہے کہ اس گھر میں آسمانی روح آئی ہوئی ہے اور یہ کہ اسے اس آسمانی روح نے بچایا ہے، یہ جھوٹ ہے۔

مجھے اس قسم کی جھوٹی کہانیاں بالکل پسند نہیں ہیں۔ اگر فرض کر لیا کہ کوئی خونی تھی جس نے حملہ کر دیا

پراسرار انسان (ظہرناگ ماریا قسط نمبر60)

تھا تو وہ ہم سے ڈر کر ہمیں آتا دیکھ کر بھاگ گئی ہوگی۔

ماریا کو اس عورت پر بڑا غصہ آیا۔ کم بخت مانتی نہیں تھی۔ وہ اس عورت کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

بے گناہ عورت نے کہا۔

میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آسمانی روح اس کمرے میں آئی تھی۔ اس نے خون پینے والی بلا پر چھری سے حملہ کر کے شدید زخمی کر دیا تھا۔

خونی بلا قبرستان کی طرف اڑ گئی ہے۔ روح نے کہا ہے کہ وہ اسے ضرور کر دے گی تاکہ بستی والوں کو اس کے ظلم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات مل جائے۔

شکی عورت نے کہا۔

”تمہیں کیسے معلوم ہو کہ روح تمہارے کمرے میں ہے“۔

عورت بولی۔

”میں نے خود روح سے باتیں کی ہیں“۔

”تمہارا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ تم ڈری ہوئی تھیں۔ ہو سکتا ہے، یہ تمہیں ایسا محسوس ہوا ہو کہ کوئی بھولی بھٹکی روح تم سے باتیں کر رہی ہے“۔

عورت نے کہا۔

میری بہنو! میری بات کا یقین کرو۔ میں تمہیں غلط نہیں کہہ رہی۔ روح نے مجھ سے باتیں کی ہیں۔ وہ

ہم بستی والوں سے پیار کرتی ہے۔

وہ ہمارا بھلا چاہتی ہے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ اس کے وجود پر یقین کریں۔

شکی عورت کے ساتھ اب دوسری عورتیں بھی شامل گئیں۔

وہ قہقہے لگا کر ہنسنے لگیں۔ ماریا کو اس شکی عورت پر بڑا غصہ آیا۔ وہ اسے ایسا سبق سکھانا چاہتی تھی جسے ساری زندگی یاد رکھ سکے۔

ماریا نے پیچھے سے آ کر شکی عورت کی بالوں کی چوٹی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر زور سے کھینچی۔

عورت دھچکا لگنے سے چیخ مار کر زمین پر گر پڑی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ماریا نے کہا۔

''کیا اب بھی تمہیں یقین نہیں آیا کہ اس کمرے میں کوئی روح موجود ہے؟''۔

شکی عورت ہاتھ باندھ کر کھڑی ہو گئی۔

''مقدس روح! مجھے معاف کر دو''۔

ماریا نے کہا۔

''میں مقدس روح نہیں ہوں۔ بلکہ ایک عام عورت ہوں، بالکل تمہاری طرح۔ مجھ میں اور تجھ میں صرف یہ فرق ہے کہ تم نظر آتی ہو اور میں کسی کو دکھائی نہیں دیتی''۔

عورتوں نے جب روح کی آواز سنی تو بھاگ کر

دیوار کے ساتھ لگ گئیں۔

وہ خوف سے کانپنے لگیں۔ ماریا نے کہا۔

میری بہنو! خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمہاری مدد کرنے کے لیے یہاں آئی ہوں۔

میری بات غور سے سنو۔ اس بستی کے قبرستان میں ایک خوفناک بلا رہتی ہے جو انسان کا خون پی کر خوش ہوتی ہے۔

اس کی خوراک انسان کا خون ہے۔ وہ اس سے پہلے بستی کی ایک عورت کا خون پی کر اسے ہلاک کر چکی ہے۔

اب وہ دوبارہ آئی تھی۔ میں نے اسے ادھوا کر

دیا۔ وہ بھاگ گئی ہے۔ میں اس کی تلاش میں ہوں۔ تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔

ساری عورتیں دم بخود ہو کر ماریا کی آواز سن رہی تھیں۔ ماریا انہیں پریشان و حیران چھوڑ کر بستی سے نکل کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئیں۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔

سرد ہوا چل رہی تھی۔ ماریا قبرستان کی دیوار سے گزر کر قبرستان میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک خوفناک سناٹا چھایا ہوا تھا۔

قدم قدم پر قبروں کے کتبے کھڑے تھے۔ کچھ کتبے

گر پڑے تھے۔ الو کی آواز نے ماریا کو بھی چونکا دیا۔
بلکہ تھوڑا سا ڈرا بھی دیا۔ الو ایک درخت کی کھوہ میں
بیٹھا نیچے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا کو دیکھا تو نہیں تھا
مگر کسی انسان کی موجودگی کا احساس اسے ضرور ہو رہا
تھا۔ ماریا سیدھی قبرستان کے درمیانی حصے کی طرف آ
گئی۔ یہاں بڑے خونی کاؤنٹ ڈریکولی کی قبر بھی
تھی۔ سوچا کہ چوکیدار زخمی ہو کر ضرور اس کی قبر پر گیا
ہو گا۔ اس نے غور سے دیکھا۔ سفید برف پر سرخ
خون کے بڑے بڑے دھبے صاف نظر آ رہے تھے۔

یہ خون کے دھبے قبرستان کے مغربی کنارے کی
طرف جا رہے تھے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر60)

قبرستان کی چیخ

ماریا خون کے دھبوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔
یہ نشان ایک درخت کے پیچھے جا کر غائب ہو
گئے۔

کیا خونی بلا یہاں سے اڑ گئی ہے؟
اس نے سوچا۔ وہ درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔
وہاں رات کا گہرا اندھیرا تھا مگر ستاروں کی دھیمی دھیمی

روشنی اور سفید برف کی وجہ سے ماریا کو ہر شے دھندلی دھندلی سی دکھائی دے رہی تھی۔

اس نے جھک کر غور کر کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خون کے نشان برف کے اندر دھنسے ہوئے ہیں۔ یہاں برف نرم تھی اور خونی بلا کے پاؤں یہاں دھنس دھنس جاتے ہوں گے۔

وہ آگے چل پڑی۔

آگے جھاڑیوں کا ایک جھنڈ تھا۔ خون کے دھبے اس جھنڈ میں چلے گئے تھے۔

ماریا نے جھاڑیوں میں آ کر گھور گھور کر ادھر ادھر دیکھا۔ پتھر کے ایک چبوترے پر قبر بنی تھی۔ ماریا

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

چبوترے پر چڑھ گئی۔ قبر کی پتھریلی چھت ایک جگہ سے ٹوٹی ہوئی تھی۔

ماریا نے دیکھا کہ چبوترے پر جگہ جگہ خون کے نشان پھیلے تھے۔ خونی بلا ضرور اسی قبر میں گھسی ہوئی ہے۔

اس نے ٹوٹی ہوئی قبر میں سے جھانک کر دیکھا۔ اندر گہری تاریکی اور شدید اندھیرا تھا۔ اس نے کان لگا کر سنا۔

اندر سے ایسی آواز آ رہی تھی۔ جیسے کسی کا نرخرہ کٹا ہوا ہے اور وہ زور زور سے بڑی تکلیف کے ساتھ سانس لے رہا ہے۔

ماریا پیچھے ہٹ گئی۔ خونی بلا دم توڑ رہی تھی۔ اس نے اندر جانے کی ضرورت محسوس نہ کی اور یہ کام اگلے دن پر ملتوی کرتے ہوئے وہ چبوترے سے اتری اور واپس قلعے کی جانب روانہ ہوگئی۔

اسنے اپنی زندگی میں بڑے بڑے دل ہلا دینے والے منظر دیکھے تھے۔ لیکن کھلی قبر کے اندر سے، رات کی تاریکی میں آنے والی خرخراہٹ کی آواز نے ایک بار اس کی بدن پر بھی کپکپی طاری کردی تھی۔

وہ بہت تھک گئی تھی۔ قلعے میں جاتے ہی وہ گہری نیند سو گئی۔

اگلے دن وہ کافی دن چڑھے اٹھی۔ اس نے ناشتہ

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

کیا۔ غسل کرنے کے بعد کپڑے تبدیل کیئے۔ آج بھی موسم ابر آلود تھا اور سرد ہوا چل رہی تھی۔

اس ملک کے موسم سے وہ بہت تنگ آ چکی تھی۔ سوائے دھند بادلوں اور سرد ہوا کے اور کچھ بھی نہیں تھا۔

سورج نے کئی روز سے اپنی شکل نہیں دکھائی تھی۔ دوپہر تک وہ سوئی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے بعد اس نے قلعے کے مختلف کمروں کی سیر شروع کردی۔

یہ ایک بہت بڑا قلعہ تھا اور اس قدر بوسیدہ ہو چکا تھا کہ اکثر کمروں کی دیواریں اور چھتیں ڈھے چکی تھیں۔ صرف درمیان والا حصہ صحیح سلامت تھا۔ اس

نے ایک کمرہ دیکھا جس کے باہر موٹا سا تالا لگا تھا۔

خدا جانے اس کمرے کے اندر کیا تھا۔۔ کچھ تھا بھی۔ کسی نے تالا ڈال دیا تھا جو اس قدر زنگ آلود ہو چکا تھا۔شاید کھلنے سے انکار کر دے۔

ماریا واپس اپنے کمرے میں آ کر آرام کرنے لگی۔ وہ شام تک پھر سوتی رہی۔شام گہری ہو گئی تو اٹھ کر قلعے سے باہر آئی اور قبرستان کی طرف روانہ ہو گئی۔

اسے معلوم تھا کہ رات ہوتے ہی خونی بلا ضرور اپنی قبر سے باہر نکلے گی۔ وہ آج اس بلا کو ہمیشہ کے لیے خاتمہ کرنے کا فیصلہ کر چکی تھی تاکہ بستی کے لوگ

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اس کے ظلم وستم سے نجات حاصل کر سکیں۔

قبرستان میں گہرا سناٹا چھا چکا تھا۔

برف درختوں سے کافی پگھل گئی تھی۔ درختوں کی ٹہنیاں اندھیرے میں سیاہ دکھائی دے رہی تھیں۔

ماریا نے قبرستان میں داخل ہونے سے پہلے بستی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا۔

بستی میں کہیں کہیں مکانوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ وہاں بھی گہری خاموشی تھی۔ کبھی کبھی دور کسی کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دے جاتی تھی۔

ماریا قبرستان کی دیوار سے گزر کر ٹوٹی پھوٹی قبروں میں سے ہوتی ان جھاڑیوں کے پاس آ گئی

جہاں کھلی قبر تھی۔

اس نے کھلی قبر میں جھانک کر دیکھا۔ اندر سے خرخراہٹ کی آواز بالکل نہیں آ رہی تھی۔ اسے برف پر نشان بھی نظر آئے۔

وہ چونک پڑی۔ تو کیا خونی بلا ایک بار پھر باہر نکل گئی تھی؟

کیا اس قدر زخمی ہونے کے باوجود وہ اپنے شکار کی تلاش میں چلی گئی ہے؟۔

اس نے پلٹ کر دیکھا بستی کو جانے والا راستہ سنسان تھا۔

ماریا برف پر قدموں کے نشان دیکھ کر آگے

بڑھنے کی کوشش کرنے لگی۔ بہت جلد نشان برف میں گڈمڈ ہو گئے۔

کیونکہ وہاں اس کے اپنے قدموں کے بھی بے شمار نشان تھے۔ آخر چلتے چلتے وہ بستی کے کنارے پہنچ گئی۔

یہاں ایک چھوٹی سی پلیا تھی۔ جس کے نیچے سے ایک نالہ گزرتا تھا۔ نالہ سوکھا ہوا تھا اور جنگلی جھاڑیوں نے اسے ڈھانپ رکھا تھا۔

وہ پلیا پر بیٹھ گئی۔

اچانک اسے کسی بچے کے ہولے ہولے رونے کی آواز سنائی دی۔

وہ ایک دم سے اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔اس نے کان لگا کر سنا۔

جدھر سے آواز آ رہی تھی ،وہ ادھر کو چل پڑی۔

کچھ ہی دور جا کر کیا دیکھتی ہے کہ جھاڑیوں میں ایک جگہ سے اسی خونی چوکیدار نے ایک بچے کو زمین پر لٹا رکھا ہے۔

اس کے اوپر لبادہ ڈالنے کی کوشش کر رہا ہے۔بچہ سات آٹھ سال کا تھا۔وہ زور زور سے ہاتھ پاؤں مار کر لبادے کو دور کر رہا ہے۔

شاید اس تیز بو کی وجہ سے جو اس لبادے میں سے آ رہی تھی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

خونی بلا نے نہ جانے کہاں سے اس بچے کو اغوا کر لیا تھا۔اور اب اس کا خون پینے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ماریا نے محسوس کیا کہ خونی بلا شدید زخمی حالت میں ہے۔

اس کا بازو ٹھیک طرح سے اوپر نہیں اٹھ رہا تھا اور اس سے ٹھیک طرح سے بیٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔ماریا کا چاقو اس قلعے میں ہی رہ گیا تھا۔

وہاں پتھر بھی نہیں تھے۔ماریا کو خیال آیا کہ وہ کس طرح سے خونی بلا کو بھگانے کی کوشش کرے گی،وہ لپک کر خون پینے والی بلا کے سر پر پہنچ گئی۔

اس نے زور سے ایک لات اس کی کمر پر ماری۔

اتفاق سے لات عین اسی جگہ پر پڑی جہاں سے بلا کی ریڑھ کی ہڈی زخمی تھی۔

خونی چوکیدار نے ایک درد بھری آواز نکالی اور پلٹ کر دیکھا وہاں لات مارنے والا اسے دکھائی نہ دیا۔

پریشان ہو کر بڑی مشکل سے اٹھا اور دونوں ہاتھ ہلانے لگا۔

ماریا نے گرجدار آواز میں کہا۔

"میں تمہیں حکم دیتی ہوں کہ واپس اپنی قبر میں چلے جاؤ۔ نہیں تو تمہیں اسی جگہ بھسم کر دوں گی"۔

خونی بلا نے کسی بھوت کی موجودگی کو اپنے قریب

پراسرار انسان (خونخوار ماریا قسط نمبر 60)

محسوس کیا تو غرا کر اپنے شدید غصے کا اظہار کیا۔ تعجب کی بات یہ تھی کہ اس قدر زخمی ہونے کی باوجود وہ اسی طرح ٹھیک ٹھاک ہو گیا تھا۔

اس کے نوکیلے دانت رات کے اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔

بچہ نیم بے ہوش گھاس پر پڑا اسسکیاں بھر رہا تھا۔

خونی بلا اس طرف بڑھی۔ جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی۔

ماریا جلدی سے ایک طرف ہٹ گئی۔ ماریا نے موقع مناسب خیال کرتے ہوئے جلدی سے آگے بڑھ کر بچے کو اٹھا کر اپنے کندھے سے لگا لیا۔

بچہ ماریا کی گود میں آتے ہی غائب ہو گیا۔ خونی بلا نے پلٹ کر بچے کو غائب پایا تو چکا چوند سا ہو کر رہ گئی۔ ماریا نے خونی چوکیدار کو وہیں چھوڑا اور بچے کو لے کر بستی کی طرف چلنا شروع کر دیا۔

بستی میں لوگ بچے کی گمشدگی پر حیران و پریشان تھے۔ اور جس گھر سے بچہ گم ہوا تھا، وہاں جمع ہو کر اظہار افسوس کر رہے تھے۔

بچے کے ماں باپ کی حالت بہت خراب تھی۔ ماں تو روتے روتے ہلکان ہو گئی تھی۔ ماریا نے کسی سے کوئی بات نہ کی۔

چپکے سے گھر میں داخل ہوئی اور بچے کو چار پائی پر

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ماں کے قریب ڈال دیا۔

بچے کو اچانک اپنے قریب نمودار ہوتے دیکھ کر خوشی سے ماں کی چیخ نکل گئی۔

اس نے بچے کو سینے سے لگا لیا اور اسے چومنے لگی۔

وہاں جتنی عورتیں اور مرد موجود تھے، سبھی حیران رہ گئے کہ یہ بچہ کہاں سے آ گیا۔

ایک بزرگ نے کہا۔

”حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ یہ اسی مقدس روح کا کرشمہ ہے جو ہماری بستی میں ہماری مدد کرنے آئی ہے ہم سب کو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے“۔

عورتیں خاموش ہو گئیں۔ انہوں نے بیک آواز ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے کہا۔

''اے مقدس روح! ہم تیرے شکر گزار ہوں کہ تو نے بستی کے بچے کو واپس کر دیا''۔

ماریا نے محسوس کیا کہ اسے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے وہ خاموشی سے نکل کر باہر آ گئی۔

رات زیادہ ہو گئی تھی۔ اسے نیند آ رہی تھی۔ وہ قلعے میں واپس جا کر آرام کرنا چاہتی تھی۔ ہوا سرد ہو گئی تھی۔

وہ قبرستان کی دیوار کے قریب سے گزر رہی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ کسی نے اس کے کان کے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

پاس آ کر اس کا نام لے کر بلایا ہے۔ وہ چونک کر رہ گئی۔

یہ کون ہو سکتا ہے؟ آواز کسی مرد کی تھی۔ اس نے اس کا نام ماریا لے کر بلایا تھا۔

آواز پھر آئی۔

''ماریا!''۔

ماریا حیران ہو کر تکنے لگی۔

''کون ہے؟''۔

آواز نے کہا۔

''میری بچی! گھبراؤ نہیں۔ میں اس قبرستان کی بوڑھی روح ہوں۔ مجھے مرے ایک سو سال گزر چکا

ہے۔''

میں نے تمہیں دیکھ لیا ہے۔تم نے ابھی ابھی ایک بڑا نیک کام کیا ہے۔اس لیے میں نے تمہیں بلایا ہے۔

ماریا نے کہا۔

آداب بڑے میاں! میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ میرا فرض تھا۔

اس قبرستان میں خون پینے والی بلاؤں نے ڈیرا جما لیا ہے۔

میں نے انہیں ہلاک کر کے بستی والوں کو اس مصیبت سے نجات دلانا چاہتی ہوں۔لیکن یہ خونی

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بلائیں بڑی سخت جان ہیں۔ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

بوڑھی روح نے کہا۔

میری بچی! میں سب کچھ دیکھتا ہوں۔مگر کچھ نہیں کر سکتا ان خونی شیطانوں کو ہلاک کرنا میرے اختیار میں نہیں۔

تم انسان ہو اور غائب ہو۔تم اگر چاہو تو ان کو جہنم میں پہنچا سکتی ہو۔

ماریا نے کہا۔

''مگر کیسے؟''۔

بوڑھی روح بولی۔

''جس طرح سے تم انہیں مارنا چاہتی ہو، یہ نہیں

www.urdurasala.com

مریں گے۔ ان پر کسی زخم، کسی حملے کا کوئی اثر نہیں ہو گا۔"

ان کو ہلاک کرنے کا طریقہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔

غور سے سنو! یہ خونی پینے والے ڈریکولا رات کو زندہ ہو کر بستی میں گھومتے پھرتے رہتے ہیں اور انسانوں کے خون سے اپنی پیاس بجھاتے ہیں۔

لیکن دن کے وقت یہ اپنی قبروں میں بے حس ہو کر سو جاتے ہیں۔

اس وقت اگر تم ایسا کرو کہ ایک لمبی میخ اور ہتھوڑی لے کر وہ میخ ان کے سینے میں دل کے درمیان ٹھونک

دو تو یہ مر جائیں گے اور پھر کبھی اپنی قبروں سے نہیں نکل سکیں گے۔

بس یہی ایک طریقہ ان کو ہلاک کرنے کا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"یہ بات ہے تو میں صبح ہی یہ کام کر ڈالوں گی اور بستی کے لوگوں کو ان خبیث روحوں سے نجات دلا دوں گی"۔

"تم یہ بڑا نیک کام کرو گی۔ اچھا اب میں جاتا ہوں"۔

روح اتنا کہہ کر وہاں سے چلی گئی۔

ماریا اس سے کچھ اور باتیں پوچھنا چاہتی تھی مگر

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر60)

روح جا چکی تھی۔

ماریا قلعے میں واپس آ گئی۔ دوسرے دن اس نے ایک لمبی میخ اور ہتھوڑی لی اور قبرستان میں آ گئی۔

جھاڑیوں میں کھلی قبر کے پاس کھڑے ہو کر اس نے جھانک کر اندر دیکھا۔

اسے گھاس میں خونی چوکیدار کی لاش دکھائی دی۔ وہ سیدھی پڑی تھی۔

آنکھیں کھلی تھیں اور دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔ ماریا قبر میں اتر گئی۔

اس نے میخ کی نوک لاش کے عین دل کے اوپر رکھی۔ ہتھوڑی اٹھائی اور پوری طاقت سے ضرب لگا دی۔

ایک بھیانک چیخ لاش کے منہ سے نکلی۔ ماریا ڈر کر پرے گر پڑی۔ مگر میخ لاش کے دل میں پوری کی پوری اتر چکی تھی۔

لاش کے سینے سے خون کا ایک قطرہ بھی نکلا تھا مگر لاش کی آنکھیں ایک دم سے بند ہو گئی تھیں اور چہرے پر سکون آ گیا تھا۔

دونوں نوکیلے دانت واپس اپنی جگہ پر چلے گئے تھے۔ اور ہونٹوں پر لگا ہوا خون بھی صاف ہو گیا تھا۔ خونی چوکیدار کا آسیب دور ہو گیا تھا۔

اب وہ ایک عام لاش تھی۔ ماریا قبر سے باہر نکل

آئی۔ اب اس نے دوسرے اور اصلی ڈریکولا کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کا ارادہ کیا اور چبوترے کے تابوت والی قبر کی طرف آ گئی۔

چبوترے پر خشک ٹہنیاں بکھری ہوئی تھیں۔ تابوت اسی طرح پڑا تھا اور اس کا ڈھکنا ایک طرف کو کھسکا ہوا تھا۔

ماریا نے جھک کر دیکھا۔ کاؤنٹ ڈریکولا کی لاش ساکت پڑی تھی۔ ہونٹوں پر خون کے دھبے تھے۔ چہرے پر شیطانی مسکراہٹ تھی۔

دونوں زرد دانت ہونٹوں سے باہر نکلے ہوئے تھے۔ آنکھیں کھلی تھیں اور آسمان کو تک رہی تھیں۔

پراسرار انسان (عبرتناک ماریا قسط نمبر60)

ایک بار تو ماریا بھی ڈر گئی لیکن وہ اپنا کام ہر حالت میں مکمل کرنا چاہتی تھی۔

اس نے لوہے کی نوکیلی اور موٹی میخ اٹھائی اور اس کا سرا ڈریکولا کے دل کے عین اوپر رکھ دیا۔ اسے محسوس ہوا جیسے ڈریکولا نے آنکھیں ٹیڑھی کر کے اسے دیکھا ہو۔

مگر ماریا نے اس شیطان کو ختم کرنے کی قسم کھا رہی تھی۔ اس نے ہتھوڑی اٹھا کر پوری طاقت سے ضرب لگائی۔

ڈریکولا کی آنکھیں پھیل گئیں اور اس کے منہ سے بھیانک چیخ نکل گئی۔ یہ چیخ اس قدر ہولناک تھی کہ

قبروں میں پڑے ہوئے مردے بھی کانپ گئے ہوں گے۔

ماریا نے دیکھا کہ ڈریکولا کی لاش کے چہرے پر بھی سکون سا آ گیا ہے۔ اس نے دونوں آنکھیں بند تھیں اور ہونٹوں پر سے خون کے نشان بھی مٹ گئے تھے۔

نوکیلے زرد دانت بھی واپس اپنی جگہ پر آ گئے تھے۔ اس کے چہرے کی شیطانی مسکراہٹ بھی چلی گئی تھی۔

ماریا نے تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا اور قبر سے باہر نکل آئی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بستی کے لوگوں نے دونوں چیخوں کی آواز سنی تھی اور مکانوں کے باہر آ کر آپس میں حیرانی سے چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

ماریا ان کے قریب آ گئی۔ وہ چاہتی تھی کہ انہیں شیطانی بلاؤں کے خاتمے کی خوشخبری سنا دے۔ چنانچہ اس نے بلند آواز میں کہا۔

سنو اے لوگو! میں آپ کو یہ خوش خبری سنانے آئی ہوں۔ کہ اس بستی کو خون پینے والے شیطانوں سے نجات مل گئی ہے۔

میں نے ان دونوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ابھی ابھی جو تم لوگوں نے چیخ کی آوازیں سنی تھیں، وہ ان ہی

شیطانوں کی تھیں۔

اب آپ لوگ اطمینان سے زندگی بسر کریں
آئندہ اس بستی میں کبھی کوئی خون پینے والی بلا داخل
نہیں ہوگی۔

عورتیں اور مرد خوشی سے نہال ہو گئے۔

''اے مقدس روح! تمہارا شکریہ ہم کس طرح
سے ادا کریں''۔

ماریا نے کہا۔

''میرا شکریہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں
نے انسانی فرض ادا کیا ہے''۔

ایک بوڑھے نے کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

''انسانی یا روحانی فرض! اے مقدس روح آپ تو
روح ہیں''۔

ماریا جھٹ بولی۔

''ہاں آپ نے ٹھیک کہا۔ یہ میرا روحانی فرض
تھا۔ بہرحال اب میں جاتی ہوں۔ خدا حافظ''۔

ماریا بستی سے نکل کر قلعے میں آ گئی۔ وہ شام تک
سوتی رہی۔

جب اٹھی تو سورج غروب ہو گیا تھا اور رات کا
اندھیرا چھانے لگا تھا۔

اس کا خیال عنبر اور ناگ کی طرف چلا گیا۔ ایک
عرصہ ہوا تھا، اپنے ان بھائیوں سے ملے۔ خدا

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر60)

جانے وہ کہاں ہوں گے؟۔

کس حال میں ہوں گے؟۔

ماریا نے تھوڑا بہت کھانا کھایا اور جب کافی پینے لگی تو دیکھا کہ کافی بالکل ختم ہوگئی ہے۔اس کا دل کافی پینے کو بہت چاہ رہا تھا۔

پھر وہ کیا کرے؟۔

اس قصبے کے قریبی کافی ہاؤس کا خیال آ گیا وہاں جا کر کافی پی جائے؟۔

وہ قلعے سے نکل کر کافی ہاؤس کی طرف چل دی۔

سردی کی وجہ سے کافی ہاؤس کے دروازے کھڑکیاں بند تھیں۔

اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گئی۔

دروازے کے کھلتے ہی اندر بیٹھے دو آدمیوں نے اور کافی ہاؤس کے مالک نے دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ کھل کر بند ہو گیا۔مگر اندر کوئی شخص داخل نہ ہوا۔وہ بڑے حیران ہوئے۔ایک گاہک نے کہا۔

”معلوم ہوتا ہے باہر تیز ہوا چل رہی ہے“۔

دوسرے گاہک نے کہا۔

”مگر ہوا تو یہ اندر بالکل نہیں آئی۔اور پھر ہوا دروازے کے باہر سے کھول تو سکتی ہے مگر اندر سے کیسے بند کر سکتی ہے“۔

پہلا گاہک ہنس دیا۔

"میرے بھائی! تو کیا اندر کوئی بھوت آ گیا ہے؟"۔

دوسرا گاہک پریشان ہو کر بولا۔

"میرا تو یہی خیال ہے کہ کافی ہاؤس میں بھوت آ گیا ہے"۔

پہلا گاہک اب قہقہہ مار کر کہنے لگا۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ میں کسی بھوت کو نہیں مانتا۔

بھوت کہیں نہیں ہوتے۔ اگر بھوت ہے تو بے شک میرے سامنے آ کر مجھ سے مقابلہ کرے۔ خدا کی قسم اسے ایسی پٹخنی دوں کہ نانی یاد آ جائے گی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ کم بخت یہ بڑی بڑی باتیں بنا رہا ہے۔ حالانکہ وہ بڑے امن و سلامتی سے اپنا صرف کافی کا ایک پیالہ پینے آئی تھی اور دل میں سوچ کر آئی تھی کہ کافی پی کر ایک روپیہ اس کی قیمت رکھ جائے گی۔

پھر بھی اس نے کوئی خیال نہ کیا اور کاؤنٹر کے کونے میں آ کر کھڑی ہو گئی۔ یہاں کافی کے کچھ پیالے اور کافی کی کیتلی رکھی ہوئی تھی۔

کافی ہاؤس کا مالک ذرا پرے کھڑا گاہکوں کی دلچسپ باتیں بڑے غور سے سن رہا تھا۔ ماریا وہاں کسی کو بھی حیران یا پریشان نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے آنکھ بچا کر بڑی خاموشی سے پیالے میں
کافی ڈالی اور پینے لگی۔ کافی کا پیالہ چونکہ اس کے
ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا تھا۔

اس لیے کسی نے محسوس نہ کیا۔ ہاں اگر مالک
پیالے گنتا تو اسے ضرور شک پڑ سکتا تھا۔ ماریا مزے
مزے سے کافی کی چسکیاں لے رہی تھی اور گاہکوں کی
باتیں بھی سن رہی تھی۔

پہلے والا گاہک ادھیڑ عمر کا تھا اور سر پر ہیٹ
جمائے انگیٹھی کے اردگرد ٹانگیں پھیلائے بیٹھا ہاتھ
گھٹنے پر مار مار کر باتیں کر رہا تھا۔

بھوت؟ ہاہاہا۔ ایک بار میرے چچا نے کہا،

گھر میں بھوت رہتا ہے۔

میں ساری رات ڈنڈا ہاتھ میں لیے کمروں کے
چکر کاٹتا اور بھوت کو للکارتا رہا۔

کم بخت میری آواز سن کر ہی بھاگ گیا تھا۔ یہ
بھوت بھی ڈنڈے کے آگے نہیں ٹھہرتے۔ ہاہاہا۔

دوسرا گاہک زیادہ عمر کا تھا اور بھوتوں پر یقین رکھتا
تھا۔

کہنے لگا۔

’’میں تو بھوتوں کو مانتا ہوں بھائی۔ میں نے
تو بزرگوں کی زبانی یہی سنا ہے کہ بھوت اس دنیا میں
کبھی کبھی سیر کرنے آ جایا کرتے ہیں۔ وہ اچھے لوگوں

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

کو کچھ نہیں کہتے"۔

پہلا گاہک کہنے لگا۔

تم کمزور عقیدے کے آدمی ہو اور ویسے بھی جب آدمی زیادہ بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس کی عقل کمزور ہو جاتی ہے۔

تمہاری عقل کمزور پڑ چکی ہے مگر میری عقل نے میرا ساتھ نہیں چھوڑا۔ میں تو بھوتوں کا باپ ہوں۔

بھوت میرے سامنے آ کر تو دکھائے۔ خدا کی قسم مار مار کر اس کا کچومر نکال دوں۔

کافی ہاؤس کا مالک کاؤنٹر پر ہاتھ مار کر بولا۔

"بالکل ٹھیک خیال ہے تمہارا مسٹر براؤن! میں بھی اس قسم کے خیالات کا آدمی ہوں۔ بھوت انسان سے زیادہ طاقتور نہیں ہوتے"۔

مسٹر براؤن نے کہا۔

"ارے میاں بھوت ہوتے ہی نہیں۔ کہیں نہیں ہوتے۔ یہ سب انسان کا اپنا وہم ہوتا ہے۔ کیا سمجھے؟"۔

ماریا خاموشی سے کافی پی رہی تھی۔ وہ ان کی باتیں بھی بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔ اس کا کوئی ارادہ نہ تھا کہ وہ ان لوگوں کو بھوتوں کا قائل کروائے۔

کافی نے اسے گرم کر دیا تھا اور اس کی طبیعت میں سکون آنے لگا تھا۔ اتفاق سے کیا ہوا کہ ماریا نے

کاؤنٹر پر پیالہ رکھا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ ذرا سا پھسل گیا اور پیالہ کاؤنٹر سے گر کر ٹوٹ گیا۔

اس کی آواز کے ساتھ ہی کمرے میں سناٹا چھا گیا، کیونکہ پیالہ اپنے آپ کاؤنٹر سے فرش پر گرا تھا جبکہ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔

بھوتوں کا قاتل گاہک ہکا بکا سا ہو گیا۔ مالک بھی چپ چاپ پھٹی پھٹی نظروں سے پیالے کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا۔

مسٹر براؤن نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"تم سمجھ رہے ہو گے کہ کوئی بھوت آ گئے یہاں؟ ہاہاہا۔ ارے بھائی! پیالہ کاؤنٹر کے کونے پر رکھا ہوا

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

تھا۔ کافی ہاؤس کے مالک مسٹر ایڈیسن کے ملتے جلتے سے پیالہ نیچے گرا پڑا اور ٹوٹ گیا۔ بس اتنی سی تو بات ہے"۔

مسٹر ایڈیسن کے چہرے پر بھی رونق واپس آ گئی۔

ہنس کر بولا۔

"مسٹر براؤن! آپ بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ میں نے اپنا بازو ہلایا تھا۔ اسی وجہ سے پیالہ نیچے گر پڑا"۔

مگر دوسرے گاہک کو یقین ہو گیا تھا کہ کمرے میں بھوت موجود ہے۔ کیونکہ وہ بھوتوں کے خلاف

باتیں کر رہے تھے۔

اس لیے بھوت ان سے بدلہ لینے وہاں آ گیا تھا۔

اس کے چہرے پر حیرانی تھی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

پراسرار انسان

ماریا کافی کا ایک ڈوبہ بھی ساتھ لے جانا چاہتی تھی۔

اس نے جیب سے دو روپے نکال لیے۔ اس کا خیال تھا کہ وہ جہاں سے ڈبہ اٹھائے گی وہاں دو روپے، اس ڈبے کی قیمت رکھ دے گی۔

ڈبہ سامنے والے خانے میں رکھا ہوا تھا۔ ماریا

اس انتظار میں تھی کہ ان لوگوں کی نظریں دوسری طرف ہوں تو وہ جلدی سے ڈبہ اٹھالے گی۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی باتوں میں مصروف ہو گئے۔

ایک اور گاہک آ گیا جسے کافی ہاؤس کے مالک نے کافی کا پیالہ بنا کر دیا۔

وہ بھی دوسرے گاہکوں کی باتوں میں شریک ہو گیا۔ موقع مناسب دیکھ کر ماریا نے ہاتھ بڑھا کر خانے میں سے کافی ڈبہ اٹھایا اور وہاں چپکے سے دو روپے رکھ دیئے۔

اتفاق سے جو نیا نوجوان گاہک آیا تھا۔ اس کی نظر پڑ گئی۔ اس نے جو خانے میں سے کافی کا ایک

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ڈبہ غائب ہوتے دیکھا تو سر کو جھٹک کر بار بار آنکھیں ملنے اور کہنے لگا۔

"کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں؟"۔

مالک نے کہا۔

"نہیں مسٹر! آپ خواب کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ تو جاگ رہے ہیں"۔

نوجوان نے خانے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

میں نے ابھی ابھی اس خانے میں سے کافی کا ایک ڈبہ گم ہوتے دیکھا ہے۔

اگر میں خواب نہیں دیکھ رہا تو یہ سب کچھ میری

آنکھوں کے سامنے ہوا ہے۔

کافی ہاؤس کا مالک اور بوڑھا گاہک پریشان ہو گئے۔ مسٹر براؤن نے ایک بار پھر قہقہہ لگاتے ہوئے ان لوگوں کا مذاق اڑایا اور کہا۔

"معلوم ہوتا ہے کہ آپ سب لوگ پاگل ہو گئے ہیں۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کافی کا ڈبہ اپنی جگہ سے غائب ہو جائے؟ آپ لوگوں نے ضرور بھنگ پی رکھی ہوگی"۔

نوجوان گاہک نے مسٹر براؤن کی طرف دیکھ کر کہا۔

آپ میری آنکھوں پر، میری عقل پر شک نہیں کر

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر60)

سکتے۔ میں ایک صحت مند نوجوان ہوں اور زندگی میں ایسا واقعہ مجھے کبھی پیش نہیں آیا۔

میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے خود خانے میں سے کافی کے ڈبے کو غائب ہوتے دیکھا ہے۔

مسٹر براؤن اٹھ کر خانے کے پاس آ گیا۔ کافی ہاؤس کا مالک بھی نوجوان کے ساتھ وہاں آ گیا۔ کیا دیکھتے ہیں کہ جہاں سے ڈبہ اٹھایا گیا تھا وہاں دو روپے پڑے ہیں۔

نوجوان نے پوچھا۔

"یہ دو روپے کس نے یہاں رکھے ہیں؟"۔

مالک نے کہا۔

''میں نے تو کبھی یہاں روپے نہیں رکھے''۔

نوجوان نے چٹکی بجا کر کہا۔

''میرا خیال بالکل صحیح نکلا۔ بھوت ایماندار ہے۔ اس نے کافی کا ڈبہ اٹھا کر اس کی قیمت وہیں پر رکھ دی ہے۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟''۔

مالک نے کہا۔

''ہاں آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کافی کے ڈبے کی قیمت دو روپے ہی ہے''۔

مسٹر براؤن نے دو روپوں کو غور سے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

پراسرار انسان (عمرو ناگ ماریا قسط نمبر 60)

''تم لوگ کمزور خیالات کے لوگ ہو۔ یہ روپے میں نے رکھے تھے۔ اب بتاؤ تم کیا کہتے ہو؟''۔

دوسرا بوڑھا گاہک کہنے لگا۔

''مسٹر براؤن! آپ جھوٹ بول کر واقعات کو نہیں جھٹلا سکتے۔ بھلا آپ کو یہاں دو روپے رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟''۔

نوجوان نے کہا۔

''مسٹر براؤن! آپ کیوں نہیں تسلیم کرتے کہ اس دنیا میں بھوت زندہ ہیں اور کبھی کبھی ہماری زندگی میں آیا کرتے ہیں''۔

مسٹر براؤن نے کہا۔

ہرگز نہیں۔ میں یہ تسلیم کرنے کے لیے ہرگز تیار نہیں ہوں۔

بھوت کہیں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر سامنے کیوں نہیں آتے۔ بھوت کہیں نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو پھر سامنے کیوں نہیں آتے۔

اگر آپ کا خیال مان لیا جائے تو پھر اس دکان میں بھوت موجود ہے۔ اگر ہے تو میں اس سے کہتا ہوں کہ وہ سامنے آ کر اپنا وجود ثابت کرے۔

ماریا کو بڑا غصہ آیا۔ یہ بڑا ہی کوڑھ مغز ضدی آدمی تھا۔

بھلا اس کو خواہ مخواہ بحث کرنے کی کیا ضرورت

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

تھی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس ضدی شخص پر یہ ضرور ثابت کرے گی کہ بھوت اس دنیا میں کبھی کبھی آیا کرتے ہیں۔

ماریا نے خاموشی سے مسٹر براؤن کے سر پر رکھی ہوئی گرم ٹوپی یعنی ہیٹ اٹھا لیا۔ ہیٹ اٹھاتے ہی غائب ہو گیا۔

سب لوگ ڈر کے مارے پیچھے ہٹ گئے۔ مسٹر براؤن سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

''ضرور تم لوگوں نے شرارت کی ہے۔ میرا ہیٹ واپس کرو۔ سب نے اپنے اپنے خالی ہاتھ دکھاتے ہوئے کہا کہ وہ تو اس کے پاس کھڑی ہیں۔ پھر وہ

ہیٹ کہاں گم کر سکتے ہیں۔''

''تو پھر میرا ہیٹ کہاں چلا گیا؟''۔

اس کے جواب میں ماریا نے بڑے سکون سے کہا۔

''مسٹر براؤن تمہارا ہیٹ میرے پاس ہے''۔

اس غیبی آواز پر سب کی گھگھی بندھ گئی۔ بوڑھا گاہک تو غش کھاتے کھاتے رہ گیا وہ کرسی پر دھڑام سے گر پڑا۔

نوجوان گاہک بھی پرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ کافی ہاؤس کے مالک کا رنگ زرد ہو گیا۔ مسٹر براؤن کے ماتھے پر بھی پسینہ آ گیا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اس نے خود بھوت کی آواز سنی تھی جو ایک عورت کی آواز تھی۔

ماریا نے کہا۔

''مسٹر براؤن! کیا اب آپ نہیں مانتے کہ اس دنیا میں بھوتوں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ روحوں کا وجود ہے اور بعض روحیں دنیا کی سیر کرتے آ جایا کرتی ہیں؟''۔

مسٹر براؤن کی زبان پر تو جیسے تالا پڑ گیا تھا۔ اس سے بولا نہیں جا رہا تھا۔ ٹک ٹک دیکھ رہا تھا۔ آخر لڑکھڑائی زبان میں بولا۔

''میں۔۔۔میں مان۔۔۔مان گیا۔۔۔کیا

آپ کوئی روح ہیں؟''۔

ماریا نے کہا۔

آپ یہی سمجھ لیں کہ میں ایک نیکدل روح ہوں۔ میں آپ لوگوں کو نقصان پہنچانے نہیں آئی۔ یہاں سے گزر رہی تھی کہ کافی پینے کو دل چاہا۔

کافی کا ڈبہ ساتھ لے جانا چاہا۔ چنانچہ اس کی رقم وہیں خانے میں رکھ دی۔ آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں مسٹر براؤن؟''۔

مسٹر براؤن نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''کوئی نہیں۔ کوئی نہیں بہن''۔

ماریا نے کافی ہاؤس کے مالک سے کہا۔

''اب میں جا رہی ہوں مسٹر ایڈیسن! آپ کی کافی بہت اچھی ہوتی ہے۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور ہاں میں نے آپ کا ایک پیالہ توڑ دیا ہے۔ یہ لیجیے اس کے پیسے''۔

اور سب نے دیکھا کہ ایک دم سے کاؤنٹر پر دو روپے کہیں سے آ کر ٹک گئے۔

دکاندار انہیں ہاتھ لگاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ ماریا نے کہا۔

''گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ پیسے اٹھا لیں۔ یہ آپ کا حق ہے۔ خدا حافظ!''۔

ماریا نے دروازہ کھولا اور دکان سے باہر نکل گئی۔

رات گہری ہونا شروع ہو گئی تھی۔ سرد ہوا چل رہی تھی۔ سڑکیں ویران ہو رہی تھیں۔

کہیں کہیں گیس کے لیمپ سرد فضا میں چمک رہے تھے جن کی ٹھٹھری ہوئی روشنی چند ایک گز سے آگے نہیں جاتی تھی۔

ماریا نے گرم اوورکوٹ پہن رکھا تھا۔ سر پر گرم ٹوپی اور گلے میں گرم مفلر تھا۔ وہ خاموشی سے سڑک کے فٹ پاتھ پر قلعے کی جانب چلی جا رہی تھی۔

وہ شہر سے باہر نکلنے والے دروازے کے پاس آئی تو دیکھا کہ ساتھ والی گلی میں سے ایک پراسرار سا

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

لمبا تڑنگا آدمی سیاہ گرم کپڑوں اور لمبے کوٹ میں ملبوس چھڑی ہاتھ میں لیے سیاہ ہیٹ کا چھجا آنکھوں پر کیے نکلا اور دروازے کی طرف تیز تیز قدم اٹھا کر چلنے لگا۔

ماریا نے کوئی خیال نہ کیا۔ مگر وہ آدمی بڑا پراسرار سا تھا۔ کیونکہ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا کہ کوئی اس کا پیچھا تو نہیں کر رہا؟۔

ماریا نے پھر بھی اس کی طرف زیادہ توجہ نہ دی اور اپنے خیالوں میں گم قلعے کو جانے والی سڑک پر چلتی رہی۔

وہ پراسرار آدمی بھی اسی سڑک پر جا رہا تھا۔ اب وہ بھی ماریا کے آگے آگے اس چھوٹی سڑک پر ہو گیا۔

جو پرانے قلعے کو جاتی تھی۔

ماریا نے سوچا یہ آدمی کہاں جا رہا ہے؟ ادھر تو سوائے پرانے قلعے کے اور کوئی عمارت نہیں ہے۔ ایک تو کیا یہ بھی پرانے قلعے میں جا رہا ہے۔

ماریا کا خیال صحیح نکلا وہ آدمی بھی قلعے کے پرانے دروازے میں داخل ہو گیا۔

قلعے میں داخل ہونے کے بعد اس آدمی نے رک کر پیچھے دیکھا کہ کہیں کوئی اس کا تعاقب تو نہیں کر رہا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ اس کے پیچھے کوئی نہیں ہے تو وہ قلعے کی بائیں جانب والی شکستہ گرد آلود

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

سیڑھیاں چڑھنے لگا۔

ماریا کو فکر ہوئی کہ یہ شخص اس قلعے میں آدھی رات کو کیا کرنے آیا ہے؟

وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ آدمی مختلف تاریک برآمدوں سے ہوتا ہوا ایک پرانے کمرے کے دروازے پر آ کر رک گیا۔

اب جو ماریا نے دیکھا تو یہ وہی کمرہ تھا جس کے باہر زنگ آلود تالا پڑا تھا اور جسے ماریا نے کل رات ہی دیکھ کر تعجب کیا تھا کہ یہاں کس نے تالا لگا رکھا ہے۔

پراسرار آدمی نے جیب سے پرانی زنگ آلود

خوردہ چابی نکال کر تالے میں گھمائی۔ تالا کھل گیا۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

ماریا جلدی سے اس کے ساتھ ہی اندر داخل ہونے لگی مگر دروازہ بند کر دیا گیا۔

پراسرار انسان نے اندر سے چٹخنی لگا دی۔ ماریا کے دل میں شوق پیدا ہو گیا تھا کہ دیکھنا چاہیے یہ شخص یہاں آ کر کیا کر رہا ہے۔

لیکن دروازہ بند ہو چکا تھا اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ شاید اندر جانے کا کوئی دوسرا راستہ ہو۔

لیکن وہاں سوائے اس دروازے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

لیکن وہاں سوائے اس دروازے کے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ دیوار کے مغربی جانب کافی بلندی پر برآمدے کی چھت کے قریب ایک روشندان تھا جس کا منہ گول اور تنگ تھا۔

یہاں تک ماریا نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پھر وہ کیوں کر اندر جائے وہ اندر جا کر پراسرار انسان کو دیکھنا چاہتی تھی کہ وہ کیا کر رہا ہے؟۔

سوائے دروازے کے اندر جانے کا کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ ماریا نے دروازے کو آہستہ سے اندر کی جانب دھکیلا۔

دروازہ مضبوطی سے بند تھا ماریا کی سمجھ میں جب

کچھ نہ آیا تو اس نے دروازے پر دستک دے دی۔
اس کا خیال تھا کہ جونہی پراسرار انسان دروازہ کھولے
گا وہ جلدی سے اندر داخل ہو جائے گی۔

پراسرار انسان نے دروازہ کھولا تو وہ جلدی سے
اندر داخل ہو گئی۔ شیشے کی نلکیاں یہاں وہاں پھیلی
ہوئی تھیں۔

جن میں سے کہیں سفید سفید بھاپ نکل رہی تھی۔
شیشے کے ایک مرتبان میں کوئی کالے رنگ کی دوا ابل
رہی تھی۔

بوتلوں پر گرد پڑی تھی۔ ایک میز کے اوپر مکڑیوں
نے جالا تن رکھا تھا۔ پراسرار انسان میز کے آگے کرسی

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر 60)

پر بیٹھا آگے کو جھک کر ایک مرتبان میں ابلتی ہوئی
دوائی کو غور سے دیکھ رہا تھا۔

ماریا دوسری طرف سے دبے پاؤں چل کر میز
کے آگے آ گئی اور جھک کر پراسرار انسان کو تکنے لگی۔

میز پر موم بتی جل رہی تھی اس کی روشنی پراسرار
انسان کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ وہ
ایک ادھیڑ عمر کا خوش شکل انسان ہے۔

رنگ سرخ و سپید ہے۔ آنکھیں چوکور ہیں۔ ہاتھ
بھی بڑے گورے اور نازک سے ہیں۔

انگلیاں کسی فنکار کی طرح لمبوتری ہیں۔ اس کے
چہرے پر کوئی شیطانی بات نہیں ہے تو پھر یہ شخص یہاں

کر رہا تھا؟ کیا وہ خاص دوائی تیار کر رہا تھا۔

دوا تو وہ ضرور تیار کر رہا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ یہ دوا وہ کس کے لیے تیار کر رہا تھا؟۔

ماریا چپکے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ اور پراسرار انسان کو دیکھتی رہی کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

دوائی مرتبان میں ابل رہی تھی۔ اب اس میں سے بھاپ کے میلے کچیلے رنگ کے مرغولے سے اٹھنے لگے تھے۔

پراسرار انسان کے چہرے پر مسکراہٹ سی آ گئی۔ پھر اس نے مرتبان کے نیچے آگ بند کر دی۔ مرتبان میں سے شیشے کی ایک نلکی کے ذریعے اس نے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

دوائی نکال کر ایک شیشے کے گلاس میں انڈیل لی۔ یہ دوائی سیاہ رنگ کی تھی۔ اور اس میں سے بھاپ نکل رہی تھی۔

پراسرار انسان دیر تک اس گلاس کو تکتا رہا۔ اس کے چہرے پر بڑی پراسرار مسکراہٹ آ گئی تھی۔ اس مسکراہٹ میں ایک شیطانی چمک بھی نمودار ہو رہی تھی۔

پراسرار انسان نے میز پر سے ایک گول چھوٹا سا آئینہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لیا اور اس میں غور سے اپنی شکل دیکھنے کے بعد دوائی کا گلاس تھام کر منہ سے لگایا اور پھر ایک ہی گھونٹ میں غٹا غٹ پی گیا۔

www.urdurasala.com

دوائی پی کر اس نے آنکھیں میچ لیں اور دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ دوائی کا ذائقہ انتہائی بدمزہ تھا۔

وہ دیر تک ہاتھوں میں پکڑے ہوئے سر کو دائیں بائیں ہلاتا رہا۔ پھر اس نے ہاتھ کھول لیے اور ٹکٹکی باندھ کر آئینے میں تکنا شروع کر دیا۔

ماریا بھی اسے غور سے تک رہی تھی کہ یہ شخص کس قسم کا تجربہ کرنے والا ہے اور اس نے جو کالے رنگ کی بدمزہ دوائی پی ہے۔

اس کا اس پر کیا اثر ہونے والا تھا۔ دوائی کا اثر اب ظاہر ہونا شروع ہو گیا دوائی کا اثر اب ظاہر ہونا

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر 60)

شروع ہو گیا۔

ماریا نے دیکھا کہ پراسرار انسان کے چہرے پر چھوٹے چھوٹے سیاہ بال ابھرنا شروع ہو گئے ہیں۔ اس کی آنکھیں دائیں بائیں کنپٹیوں کی جانب کھینچنے لگی ہیں اور دانت بھی کسی بھیڑیے کے دانتوں کی طرح ہونٹوں سے باہر نکل آئے تھے۔

ماتھا کسی بن مانس کی طرح بالوں سے بھر گیا اور چھوٹا ہو گیا تھا۔ ماریا ششدر ہو کر رہ گئی کہ یہ ایک دم دوائی پینے کے بعد انسان سے بھیڑیا کیسے بن رہا ہے۔

میرے خدا! یہ تو انسان سے بھیڑیا بن گیا ہے۔

پراسرار انسان کا جسم اسی طرح تھا مگر صاف چہرہ
اور ہاتھ کسی بھیڑیے کی طرح ہو گئے تھے۔ آنکھوں
میں زرد رنگ کی خونی چمک آ گئی تھی۔

چہرہ بالکل بھیڑیے جیسا ہو گیا تھا۔ اس نے
دانت نکال کر دو تین بار منہ سے غراہٹ کی آواز نکالی
اور ہیٹ اٹھا کر سر پر رکھ لیا۔

ہاتھوں کو دستانوں سے ڈھانپ لیا اور آنکھوں پر
سیاہ عینک لگا کر گردن کے گرد چوڑا مفلر لپیٹ لیا۔

اب اس کی تقریباً ساری شکل چھپ گئی تھی اور کوئی
دور سے دیکھنے پر معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ یہ ایک
بھیڑیے کی شکل ہے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

تاوقتیکہ وہ اس کے قریب آ کر نہ دیکھے۔ پراسرار
انسان بھیڑیا بن کر دروازے کی جانب بڑھا۔ وہ
برآمدے میں آ کر رک گیا۔

ماریا بھی باہر نکل چکی تھی۔ اس کا کمرہ وہاں سے
دور نہیں تھا۔ مگر ماریا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ بھیڑیا
انسان یہاں سے کہاں جاتا ہے؟۔

وہ اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ قلعے کے
دروازے سے نکل کر پراسرار انسان کچی سڑک پر سے
ہوتا ہوا دوسری سڑک پر آ کر رک گیا۔

ماریا نے دیکھا۔ دوسرے سے ایک چھوٹی بگھی
چلی آ رہی تھی جس کے آگے دو گھوڑے جتے ہوئے

تھے۔

پراسرار انسان نے چھری والا ہاتھ اوپر اٹھا دیا۔ اور سڑک کے درمیان میں آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ بگھی کے کوچوان نے ہو کی آواز کے ساتھ گھوڑوں کی باگیں کھینچ لیں۔

بگھی رک گئی۔ کوچوان نے دیکھا کہ ایک منہ سر ڈھانپے ہوئے پراسرار آدمی اس کی طرف بڑھا ہے۔ اس نے رعب سے کہا۔

''کون ہو تم؟ کیا چاہتے ہو؟''۔

اس کے جواب میں پراسرار انسان نے جیب سے چھری نکال کر کوچوان کے سینے میں گھونپ دی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

چھری سیدھی جا کر دل میں لگی اور بے چارہ کوچوان آہ کیے بغیر زمین پر لڑھک کر گرا اور مر گیا۔

بگھی چاروں طرف سے بند ڈبے کی طرح تھی۔ پراسرار انسان نے دروازہ کھول کر جھانکا۔ اندر کوئی مسافر نہیں تھا۔

وہ بگھی کے اوپر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے گھوڑوں کی باگیں تھام کر چابک لہرائی۔

گھوڑوں پر برسائی۔ اور گھوڑے پہلے تو سیدھے کھڑے ہو گئے پھر سڑک پر تیزی سے بھاگنے لگے۔ ماریا اس اثنا میں بگھی کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

بگھی سڑک پر بڑی تیزی سے ہچکولے کھاتی

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بھاگی جا رہی تھی۔

خدا معلوم پراسرار انسان کہاں جانا چاہتا تھا۔ یہی معلوم کرنے کے لیے ماریا بگھی میں سوار ہو گئی تھی۔

اسے افسوس تھا کہ وہ بے گناہ کوچوان کو موت کے منہ سے نہ بچا سکیں۔ اس ظالم پراسرار انسان نے پلک جھپکتے میں اس بے چارے کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ یہ بڑا ہی کوئی خونی انسان بلکہ وحشی جانور نما انسان تھا۔

بگھی اب بستی کی سڑک پر دوڑتی ہوئی بستی سے بھی آگے نکل گئی تھی۔

ماریا نے کھڑکی کے پردے ہٹا کر باہر دیکھا راستہ گہرا تاریک تھا۔ آسمان بادلوں میں چھپا ہوا تھا۔ اور آسمان پر ہلکی ہلکی بجلی چمک رہی تھی۔

یہ بارش کے آثار تھے۔ بگھی اب شہر کے مضافات میں آ گئی تھی۔ دو مکانوں میں سناٹا طاری تھا۔

کہیں بھی کوئی روشنی نہیں ہو رہی تھی۔ صرف ایک جگہ کسی مکان کے روشندان میں ہلکی سی روشنی جھلملا رہی تھی۔

بگھی ایک چکر کاٹ کر چھوٹے سے ٹیلے پر چڑھنے لگی۔ ٹیلے سے اتر کر وہ ایک پرانے اک منزلہ مکان کے سامنے پہنچ کر رک گئی۔ اس مکان کی دیواروں کو جنگلی بیلوں کی شاخوں نے چھپا رکھا تھا۔

ایک کھڑکی میں روشنی ہو رہی تھی۔

پراسرار انسان نے بگھی سے اتر کر اپنے کالے لبادے کو اچھی طرح درست کیا۔ سر پر ہیٹ جمایا۔ گلے کے گرد مفلر لپیٹا اور مکان میں داخل ہو گیا۔

ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ مکان اندر سے تنگ تنگ تھا۔ ایک ڈیوڑھی میں سے گزر کر چھوٹا سا صحن آ گیا جس میں پرانا تالاب سا بنا تھا۔

تالاب خشک تھا اور اس میں جھاڑیاں اگی تھیں۔ ایک سیڑھی اوپر کو جا رہی تھی۔ پراسرار انسان اس سیڑھی پر سے ہو کر ایک برآمدے میں آ گیا۔

پھر اس نے جیب سے چابی نکال کر کمرے کا پرانا

پراسرار انسان (عبرناک ماریا قسط نمبر 60)

دروازہ کھولا۔

چرچراہٹ کی آواز کے ساتھ کیواڑ کھل گیا۔ اندر ایک جگہ میز پر بڑی سی موم بتی جل رہی تھی۔ دیوار کے ساتھ پرانا صوفہ لگا تھا۔

ایک پلنگ بچھا تھا جس پر گرم لحاف پڑا تھا۔ اس لحاف میں ایک خوبصورت چہرے والی نازک سی عورت سو رہی تھی۔

وہ کیواڑ کھلنے کی آواز سن کر جاگ اٹھی تھی۔ اور اب اٹھ کر دہشت زدہ آنکھوں سے آنے والے بھیڑیا انسان کو تک رہی تھی۔

پراسرار انسان نے دروازہ بند کر کے دیوار کے

کیل پر ہیٹ رکھا۔ مفلر لٹکایا اور کوٹ اور لبادہ اتار کر میز پر رکھا۔

اب اس کی شکل پورے بھیڑیے کی تھی اور موم بتی کی روشنی میں بڑی ڈراؤنی نظر آ رہی تھی۔ خوبصورت عورت کا رنگ زرد پڑ گیا تھا۔

اس کے چہرے پر کمزوری اور بے بسی کے آثار تھے ایسے لگتا تھا کہ وہ اس ظالم انسان کے آگے بے بس ہے اور اسی بے بسی میں اس کا انتظار کر رہی تھی۔ پراسرار انسان قدم قدم کر کے عورت کے پاس گیا۔

عورت نے ہاتھ جوڑ دیئے۔ اس کے ہونٹ کپکپا

پراسرار انسان (عبرتناک ناول قسط نمبر 60)

رہے تھے۔ اس نے اپنی نیلی نیلی خوبصورت آنکھیں بند کر لیں۔

پراسرار انسان نے پلنگ کے نیچے ہاتھ ڈال کر ایک چابک نکالی اور اسے لہرا کر زور زور سے عورت کے جسم پر برسانا شروع کر دیا۔

عورت کی چیخیں نکل گئیں۔

کالا علم

پراسرار انسان چابک مارتے مارتے تھک گیا تو اس نے چابک پھینک دی۔

جیب سے رومال نکال کر اس نے اپنا بالوں بھرا بھیڑیے کا ماتھا صاف کیا اور پھر عورت کے بالوں کو کھینچنے لگا۔

عورت بے بسی کے عالم میں سوائے سسکیاں

بھرنے کے اور کچھ نہ کر رہی تھی۔

پراسرار انسان اس عورت کو تکلیف پہنچا کر مزہ حاصل کر رہا تھا۔ جب عورت نیم بے ہوش سی ہوگئی تو اس نے لبادہ اوڑھا۔

سر پہ ہیٹ رکھی، چھڑی تھامی، ہاتھوں پر دستانے چڑھائے اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ بالکل نہیں بول رہا تھا۔

صرف اس عرصے میں اس کے منہ سے بھیڑیے جیسی غصیلی آوازیں نکلتی رہی تھیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ سارا تماشہ دیکھتی رہی تھی۔

پراسرار انسان باہر نکلا تو ماریا بھی اس کے پیچھے

پیچھے چل دی۔

وہ مکان سے باہر آ کر بگھی پر سوار ہو گیا۔ ماریا بھی چپکے سے اندر بیٹھ گئی۔ بگھی ایک بار پھر سڑک پر بھاگنے لگی۔

ٹیلے کی سڑک پر اتر کر بگھی نے ایک اور قصبے کی جانب سفر شروع کر دیا۔ اس طرف شہر کی ایک پرانی جیل تھی۔

کہتے ہیں کبھی بادشاہوں کے زمانے میں یہاں پھانسی پانے والے مجرموں کو رکھا جاتا تھا۔ اب یہ جیل ویران ہو چکی تھی۔

بگھی اس جیل کے پیچھے جا کر ایک درخت کے

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر 60)

پاس کھڑی ہو گئی۔ یہاں بھی ہو کا عالم طاری تھا۔ جیل کی پرانی عمارت ایک طرف سے ڈھے چکی تھی۔ اس عمارت کو دیکھ کر ہی خوف آتا تھا۔ پراسرار انسان اس عمارت میں داخل ہو گیا۔

ایک تاریک زینہ نیچے اترتا تھا۔ پراسرار انسان نے موم بتی جلائی اور اسے ہاتھ میں تھامے سیڑھیاں اترنے لگا۔

ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔ نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ آ گیا جس کی چھت نیچی تھی۔ اس کمرے کے کونے میں ایک بوڑھا زنجیروں کے ساتھ بندھا پڑا تھا۔

پراسرار انسان نے موم بتی پتھر پر رکھی جیب سے بسکٹ نکال کر اس کے آگے یوں ڈالے جس طرح کتے کے آگے ڈالے جاتے ہیں۔

بوڑھا بے چارہ شاید دو تین روز سے بھوکا تھا۔ وہ ان بسکٹوں پر ٹوٹ پڑا اور جانوروں کی طرح کھانے لگا۔

اس کے بعد پراسرار انسان نے کونے میں رکھی ہوئی ایک بالٹی میں سے پانی کا ڈونگا بھر کر اسے پانی پینے کو دیا۔

پھر ڈونگا واپس رکھ دیا۔

بوڑھے نے روتے ہوئے کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھ پر رحم کرو اور مجھے میری بیٹی کے پاس پہنچا دو"۔

پراسرار انسان جو بھیڑیے کی شکل میں تھا قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔ اس کے منہ سے غصے میں غراہٹ کی آوازیں نکلتی رہیں۔

اب اس نے چابک لے کر بوڑھے کے جسم پر برسانے شروع کر دیئے۔ جب بوڑھا نیم بے ہوش ہو کر لڑھک گیا تو اس بھیڑیے نے موم بتی پکڑی اور واپس چل پڑا۔

باہر آ کر وہ اس قدر تیزی سے بگھی پر سوار ہوا کہ ماریا اس میں سوار نہ ہو سکی۔ گھوڑے بگھی کو لے کر

دیکھتے دیکھتے رات کی تاریکی میں گم ہو گئے۔

ماریا وہاں اکیلی رہ گئی۔ بڑی پریشان ہوئی کہ اب کیا کرے؟۔

کہاں جائے؟۔

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ جیل کی پرانی عمارت سے لے کر پرانے قلعے تک سارا رستہ سنسان تھا۔

کوئی سواری بھی نہیں تھی۔ خیر ماریا پیدل بھی جا سکتی تھی۔ اس نے پرانے زمانے میں بڑے بڑے لمبے رستے پیدل طے کیے تھے۔

ایکدم سے اسے بدنصیب بوڑھے کا خیال آیا کہ

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اس سے چل کر پتا کرنا چاہیے کہ یہ پراسرار انسان حقیقت میں کون ہے اور یہ راز کیا ہے؟۔

ماریا واپس جیل کی ویران عمارت میں داخل ہو گئی۔

تنگ سیڑھیاں اتر کر اس کمرے میں آئی جہاں بد قسمت بوڑھا زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ بوڑھا ہوش میں آ چکا تھا اور درد کی شدت سے کراہ رہا تھا۔

اندھیرے میں وہاں کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ ماریا پانی کی بالٹی سے ٹکرا گئی۔

آواز پر بوڑھے نے کہا۔

"کیا مجھ پر ظلم کرنے پھر آ گئے ہو ڈاکٹر؟ کیا کوئی

کسر باقی رہ گئی تھی؟''۔

ماریا خاموش رہی۔ بوڑھے نے تھوڑی دیر بعد
پھر کہا۔

نکالتے کیوں نہیں اپنی چابک ظالم درندے؟ میرا
بوڑھا جسم حاضر ہے۔ خدا جانے تم میری بیٹی پر کیا ظلم
نہیں ڈھاتے ہو گے۔

تم انسان نہیں درندہ ہو۔ بھیڑیا ہو۔ مارو مجھے
چابک کہ میں اس زندگی سے نجات پا سکوں۔

بوڑھا اپنی بیٹی کو یاد کر کے سسکیاں بھر کر رونے
لگا۔

ماریا سمجھ گئی کہ پرانے مکان میں اس کی بیٹی کو اس

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

درندے نے قید کر رکھا ہے۔

یہ ایک عجیب معمہ تھا۔ ماریا جانتی تھی جب وہ
بوڑھے سے بات کرے گی تو وہ بہت پریشان ہو گا۔
اس پر خوف بھی طاری ہو سکتا ہے۔

کیونکہ وہ اسے نظر نہیں آئے گا۔ لیکن معاملہ اتنا
نازک تھا کہ ماریا اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔ اس
سے پوچھنا چاہتی تھی کہ یہ ڈاکٹر کون ہے؟۔

یہ درندہ کیوں بن جاتا ہے؟۔

کیسے بن جاتا ہے؟

بوڑھے نے جب دیکھا کہ ظالم ڈاکٹر چابک
لے کر آگے نہیں آیا تو اس نے اندھیرے میں

آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کی۔

پھر بولا۔

''کون ہے؟''۔

ماریا نے قریب آتے ہوئے کہا۔

''بابا! میں ایک عورت ہوں۔ مگر خوفزدہ بالکل نہیں ہونا۔ میں کوئی بھوت پریت نہیں ہوں۔ مجھ میں اور تجھ میں صرف اتنا فرق ہے کہ میں تمہیں نظر نہیں آ سکتی''۔

بوڑھا پہلے تو ڈر گیا۔ مگر اس پر اتنے ظلم ہوئے تھے کہ وہ اپنی زندگی سے مایوس ہو چکا تھا۔ اس نے کہنی سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

''تم اگر بھوت بھی ہو تو خدا کے لیے مجھے کھا جاؤ تا کہ اس زندگی سے نجات ملے''۔

ماریا نے کہا۔

''میں بھوت نہیں ہوں۔ میرا نام ماریا ہے۔ لیکن ابھی ان باتوں کو چھوڑو اور مجھے بتاؤ کہ یہ درندہ کونسا ہے؟ تم کو اس نے یہاں زنجیروں میں کیوں جکڑ رکھا ہے؟''۔

''ماریا! تمہیں یہ دردناک کہانی سنانے کا کیا فائدہ جب کہ تم میری اور میری بچی کی کوئی مدد نہیں کر سکتیں''۔

ماریا بولی۔

"میں تمہاری مدد کرنے ہی یہاں آئی ہوں۔ میں تمہاری بیٹی سے بھی مل چکی ہوں"۔

بوڑھا بے تاب ہو کر بولا۔

"کیا تم ایلس سے ملی ہو۔ میری بیٹی کیسی ہے؟ اس ظالم نے اس کا بھی برا حال کر رکھا ہو گا؟ کیا وہ زندہ ہے؟ وہ مجھے یاد کرتی ہے؟"۔

ماریا نے کہا۔

"میں نے تمہاری بیٹی سے کوئی بات نہیں کی۔ صرف اسے پرانے مکان کے ایک بند کمرے میں بستر پر لیٹے دیکھا ہے"۔

بوڑھے نے کہا۔

پراسرار انسان (انزناگ ماریا قسط نمبر 60)

میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ شخص ہمارے مکان کے ساتھ آ کر رہنے لگا تھا۔ اس نے اپنے آپ کو ڈاکٹر ظاہر کیا۔

یہ اکیلا اپنے گھر میں تجربے کرتا رہتا تھا۔ اس نے میری بیٹی سے شادی کی درخواست کی۔ میں نے انکار نہ کیا۔

سوچا نوجوان آدمی ہے۔ ڈاکٹر ہے۔ میری بیٹی اسے پسند نہ کرتی تھی۔ شاید ایلس نے اسے ایک روز اپنے کمرے میں ایک خرگوش کی گردن میں شگاف کر کے اس کا خون پیتے دیکھ لیا تھا۔

ایلس اس سے نفرت کرنے لگی۔ ڈاکٹر نے اپنے

تجربے جاری رکھے۔ وہ کوئی خاص قسم کی دوائی بنا رہا
تھا جس کو پی کر وہ بھیڑیے کی شکل اختیار کر سکتا
تھا۔ چنانچہ ایک روز وہ یہ دوائی بنانے میں کامیاب ہو
گیا۔

ماریا نے کہا۔

میں نے وہ جگہ دیکھی ہے جہاں یہ خبیث ڈاکٹر
شیطانی تجربے کرتا ہے۔

اس نے میرے سامنے ایک دوائی پی جس کے
بعد اس کا چہرہ بھیڑیے کا بن گیا۔

میں رات سے اس کا تعاقب کر رہی ہوں۔ تم فکر
نہ کرو۔ میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بوڑھے نے کہا۔

”ایسا کبھی نہ سوچنا میری بچی! یہ شخص بڑا طاقتور
ہے۔ کوئی اسے ہلاک نہیں کر سکتا“۔

ماریا نے کہا۔

”تم پریشان نہ ہو بابا! یہ کام تم میرے سپرد کر دو۔
میں اس شیطان سے ضرور انتقام لوں گی“۔

اس کے بعد ماریا نے بوڑھے کی زنجیریں کھول
دیں اور اسے اٹھا کر ایک لکڑی کے تخت پوش پر لٹا دیا۔

اس پر کمبل ڈالا اسے پانی پلایا اور کہا۔

”میں واپس جا کر کسی سواری کا انتظام کر کے
آؤں گی اور تمہیں ایلس کے پاس پہنچا دوں گی“۔

بوڑھے نے کانپتے ہوئے کہا۔

نہیں نہیں بیٹی! جب تک یہ شیطان زندہ ہے۔ مجھے میری بچی کے پاس مت لے جانا۔ نہیں تو یہ ظالم شخص میری بچی کو زندہ نہ چھوڑے گا۔

ماریا نے کہا۔

"گھبراؤ نہیں بابا! میں سب سے پہلے اس شخص کا خاتمہ کروں گی۔ اب تم یہاں آرام کرو۔ میں دن میں کسی وقت آؤں گی"۔

ماریا پرانی جیل والے کھنڈر سے باہر آ گئی۔ باہر اب دن کی روشنی پھیل رہی تھی، وہ بستی کے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

باہر والے ایلس کے مکان کی طرف چل پڑی۔ ایک جگہ اسے ایک گھوڑا چرتا نظر آیا۔

ماریا اس کے قریب آئی۔ اسے پچکارا۔ گھوڑے نے سر گھما کر دیکھا۔ اسے پچکارنے والا انسان نظر نہ آیا۔

ماریا ایکدم سے گھوڑے پر سوار ہو گئی اور اسے بڑی مہارت سے جکڑ کر باگیں کھینچ لیں۔

گھوڑا کچھ دیر تک تو تھر تھر کانپتا رہا۔ پھر وہ سرپٹ بھاگ اٹھا۔

ماریا دن نکلنے سے پہلے پہلے ایلس کے مکان پر پہنچ گئی۔ اس نے گھوڑے کو چھوڑ دیا اور ایلس کے

کمرے کے باہر آ کر تالا کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔اس نے تالا ہاتھ میں پکڑ کر زور سے مروڑا۔وہ ٹوٹ کر اس کے ہاتھ میں آ گیا۔

تالا ٹوٹنے کی آواز اندر پلنگ پر نیم پردہ ایلس نے سنی تو اپنی کمزور آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا۔

دروازہ کھلا اور اپنے آپ بند ہو گیا۔وہ سہم گئی۔

یہ کون اندر آ رہا تھا۔

دکھائی نہیں دے رہا تھا۔مگر مصیبتیں اور اذیتیں سہتے سہتے اس قدر پتھر ہو گئی تھی کہ موت اگر بھوت بن کر بھی آتی تو وہ اسے ضرور قبول کر لیتی۔

کھڑکی کے شیشوں میں سے دن کی روشنی کمرے میں آنے لگی تھی۔ماریا ایلس کے پلنگ کے قریب آ کر کھڑی ہو گئی۔

پھر اس نے کرسی گھسیٹ کر پلنگ کے قریب کی اور اس پر بیٹھ گئی۔

اب ایلس کے چہرے پر خوف سے پسینہ آ گیا۔

کمرے میں کوئی بھوت آ گیا تھا۔اس کے ہونٹ کپکپانے لگے۔

ماریا اسے زیادہ خوف زدہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

اس نے آہستہ سے کہا۔

''ایلس!''۔

ایلس کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔

''کہ۔۔۔کہ۔۔۔کون ہے؟''۔

ماریا نے کہا۔

میری بات غور سے سنو! مجھ سے ڈرو نہیں۔ میں کوئی بھوت نہیں ہوں۔ میں کوئی روح بھی نہیں ہوں۔

میرا نام ماریا ہے۔ میں ایک عورت ہوں۔ ایک انسان ہوں۔ میں تمہاری مدد کے لیے یہاں آئی ہوں۔

میں تمہارے باپ سے ابھی ابھی مل کر آ رہی ہوں۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

میں نے جلدی سے پوچھا۔

''میرے بابا کا کیا حال ہے؟''

ایلس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ ماریا نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

وہ صرف تمہارے لیے پریشان ہیں۔ مگر اب تم دونوں کی پریشانی کے دن ختم ہو گئے ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا ہے۔

وحشی ڈاکٹر انسان نہیں ایک بھیڑیا ہے۔ میں تم لوگوں کو اس کے ظلم سے نجات دلانے آئی ہوں۔

ایلس نے کہا۔

''ماریا بہن! تم۔۔۔تم مجھے نظر کیوں نہیں آتیں؟

تم ضرور کوئی روح ہو!"۔

ماریا نے کہا۔

"تمہیں اس قسم کے سوال پوچھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم یہی سمجھ لو کہ میں ایک انسان ہوں۔ روح نہیں ہوں اور صرف تمہاری مدد کے لیے یہاں آئی ہوں۔ ورنہ مجھے تمہارے پاس آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی"۔

ماریا نے باورچی خانے میں جا کر کافی بنائی۔ ڈبے میں سے بسکٹ اور ڈبل روٹی نکالی اور ایلس کو لا کر ناشتہ کرایا۔

اس کا منہ ہاتھ دھلایا۔ اس کے جسم پر چابک

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

زخموں کے نشان تھے۔ ماریا نے ان زخموں پر دوائی لگائی اور ایلس کو آرام سے لٹا کر کہا۔

"تم آرام کرو۔ اب میں اسی بھیڑیے انسان کی تلاش میں جاتی ہوں۔ وہ جس قلعے میں رہتا ہے میں اس جگہ سے واقف ہوں۔ میں اب وہاں جاتی ہوں"۔

ایلس نے کہا۔

بہن ماریا! اب وہ قلعے میں نہیں گیا ہوگا۔ قلعے میں وہ صرف رات کو جاتا ہے۔ دوائی پی کر بھیڑیا بن جاتا ہے۔

دن کے وقت دوائی کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو وہ پھر

آدمی کی شکل میں آ جاتا ہے۔ اس وقت وہ لندن شہر کے مشرقی علاقے میں اپنی دکان میں مریضوں کا علاج کر رہا ہوگا۔

وہاں وہ نیک دل ڈاکٹر بن کر دن گزارتا ہے۔

ماریا بڑی حیران ہوئی کہ یہ کیسا انسان ہے جو رات کو بھیڑیا بن کر ظلم ڈھاتا ہے اور دن کو شریف ڈاکٹر بن کر مریضوں کا علاج کرتا ہے۔

اس نے ایلس سے ڈاکٹر کے مطب کا پورا پورا پتا لے لیا۔ جانے سے پہلے اس نے ایلس سے پوچھا۔

''اب وہ یہاں کس روز آئے گا ایلس!''۔

ایلس نے کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

''اب وہ پرسوں رات کو بھیڑیا بن کر آئے گا۔ وہ دو دن ضرور ناغہ کرتا ہے''۔

ماریا مکان سے نکل کر سڑک پر آ کر رک گئی۔ وہ رات بھر کی مصروفیت سے بہت تھک گئی تھی اور اب قلعے میں جا کر آرام کرنا چاہتی تھی۔

چنانچہ وہ پیدل ہی چلتی ہوئی قلعے میں آ گئی۔ کھانا کھا کر اس نے غسل کیا اور سو گئی۔

دوپہر کے بعد وہ سو کر اٹھی تو بالکل تازہ دم تھی۔ دھوپ کا رنگ سنہرا ہونے لگا تھا۔ دن ڈھلنا شروع ہو گیا تھا۔

ماریا نے گرم کپڑے پہنے اور قلعے سے نکل کر شہر

جانے والی سڑک پر آ کر کھڑی ہوگئی۔ شہر وہاں سے کافی دور تھا۔ وہ پیدل نہیں جا سکتی تھی۔

اسے کسی سواری کی ضرورت تھی۔ اس سڑک پر سے سواریاں گزرا کرتی تھیں۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ تو کسی کو دکھائی نہیں دیتی تو پھر کسی بگھی کو وہ کس طرح اشارہ کر کے کھڑی کرے؟

آخر اسے ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے دیکھا کہ ایک درخت جو زیادہ مضبوط نہیں تھا۔ سڑک کے کنارے کھڑا تھا۔

ماریا درخت کے قریب گئی۔ اس نے اپنی غیبی طاقت کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ دونوں ہاتھ درخت کے

تنے پر رکھے اور زور لگانا شروع کر دیا۔ درخت اکھڑنے لگا۔ آخر وہ ایک دم جڑ سے اکھڑ کر دھڑام سے سڑک پر گر پڑا۔

ماریا سڑک کے کنارے ایک پتھر پر بیٹھ کر بگھی کا انتظار کرنے لگی۔ اسے زیادہ دیر انتظار نہ کرنا پڑا اور دور سے ایک گھوڑا گاڑی یعنی بند بگھی آتی نظر آئی۔

کوچوان نے جو سڑک پر ایک درخت گرا دیکھا تو باگیں کھینچ لیں۔ بند بگھی رک گئی۔ اس میں سواریاں بھی بیٹھی تھیں کوچوان گالیاں دیتا نیچے اترا سواریوں کو بلاتے ہوئے کہنے لگا۔

مرد باہر نکل کر درخت اٹھانے میں میری مدد کریں

نہیں تو گاڑی آگے نہیں جا سکے گی۔

وہ آدمی بڑبڑاتے ہوئے بگھی سے باہر آ گئے۔

انہوں نے مل کر درخت کو اٹھایا اور سڑک کے باہر پھینک دیا۔

سب سواریاں دوبارہ بگھی میں سوار ہو گئیں۔ اس دوران میں ماریا بگھی کی چھت پر سامان کے بیچ میں آرام سے بیٹھ چکی تھی۔

کیونکہ بگھی کے اندر تھوڑی سی بھی جگہ نہیں تھی۔ کوچوان بھی بڑبڑاتا تھوکتا، گالیاں دیتا اوپر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔

اس نے چابک لہرائی اور گھوڑے دوڑانے لگے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ماریا جہاں بیٹھی تھی وہ جگہ کوچوان کے بالکل پیچھے تھی۔ بگھی شہر لندن کی طرف کچی سڑک پر ہچکولے کھاتی بھاگی جا رہی تھی۔

چابک کوچوان کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے سر پر جو ہیٹ پہن رکھا تھا اس کی دو ڈوریاں دائیں بائیں کانوں کے نیچے لٹک رہی تھیں۔

ماریا نے سوچا کہ کوئی شرارت کرنی چاہیے تاکہ سفر دلچسپی سے طے ہو۔ اس نے کوچوان کے ہیٹ کی ایک ڈوری پکڑ کر کھینچی۔

کوچوان نے سر کو جھٹک کر بائیں جانب دیکھا۔

پھر ہیٹ کو سر پر اچھی طرح سے جما لیا۔ ماریا نے اب

دوسری ڈوری کھینچ دی۔

اپنے آپ کو ایک موٹی سی گالی دی۔ اور غصے میں گھوڑوں پر چابک برسانے لگا۔ ایک بار پھر ماریا نے ڈوری کھینچی تو کوچوان کچھ پریشان سا ہو گیا۔

اس نے ہوا میں چابک لہرا کر ہوا کو ایک گالی دے دی۔

ماریا کو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ ساری گالیاں اسے دی جا رہی ہیں۔ اس کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے زور سے ہاتھ مار کر کوچوان کا ہیٹ اڑا دیا۔

"کون گدھا یہ شرارت کر رہا ہے؟"۔

ماریا ہنس پڑی۔ اس کی ہنسی کی آواز کوچوان نے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بھی سن لی تھی۔

وہ گھبرا گیا۔ سمجھ گیا کہ کوئی بھوت قسم کی شے اس کے سر پر سوار ہو گئی ہے۔ ماریا نے اب کوچوان کی گنجی کھوپڑی پر ایک دھپ ماری۔

اس نے بگھی روک لی۔ نیچے اتر کر سواریوں سے کہا۔

"گاڑی میں بھوت آ گیا ہے"۔

پیچھے جا کر اس نے زمین پر گرا ہوا ہیٹ اٹھایا۔

اسے جھاڑ کر سر پر جمایا اور سواریوں سے کہا۔

"تم میں ضرور کوئی بھوت ہے۔ بھوت سامنے آ جائے نہیں تو میں بگھی آگے نہیں چلاؤں گا"۔

سواریوں نے اس کی بڑی منت سماجت کی مگر کوچوان ٹس سے مس نہ ہوا۔ آخر ایک نوجوان نے آگے بڑھ کر کہا۔

"اگر تم بگھی نہیں چلاؤ گے تو میں اسے چلا لوں گا۔ میں نے دس برس تک کوچوانی کی ہے"۔

اب تو کوچوان کے ہاتھ پیر پھول گئے، بگھی ہاتھ سے جاتی نظر آ رہی تھی۔

سارے لوگ اس کے خلاف تھے اور نوجوان سے کہہ رہے تھے کہ ہاں ہاں تم بگھی چلاؤ۔

ہم دیکھیں گے یہ تمہیں کیسے روکتا ہے۔ لاچار ہو کر کوچوان اپنی اونچی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ بڑبڑاتے اور

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اپنے آپ کو گالیاں دیتے ہوئے اس نے زور سے گھوڑوں کو چابک ماری اور بگھی کو آگے بڑھایا۔

ماریا یہ سارا کھیل دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے شہر پہنچنے تک کوچوان کو کچھ نہ کہا۔ شام ہو چکی تھی۔ جب گاڑی شہر کی سرائے کے باہر جا کر رک گئی۔ وہاں کوچوان بڑھ بڑھ کر ڈینگیں مارنے لگا۔

"راستے میں ایک بھوت مل گیا۔ میں نے بھی اسے ایسی پٹخنی دی کہ فوراً سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ گیا۔ بھلا میرے سامنے کوئی بھوت ٹھہر سکتا ہے؟"۔

سرائے کے باہر کھڑے لوگ اس کی بہادری کے قائل ہو رہے تھے۔

ماریا وہاں سے چلنے ہی والی تھی۔ اس نے کوچوان کی ڈینگیں سنیں تو پلٹ کر کوچوان کی پیٹھ پر زور سے لات ماری۔

کوچوان منہ کے بل گر پڑا۔ لوگ اس کا مذاق اڑانے لگے اور کوچوان ہکا بکا ہو کر لوگوں کو تکنے لگا۔

"یہ تمہاری شرارت تھی۔ تم نے مجھے لات ماری ہے"۔

اور وہ ایک نوجوان سے لڑائی کرنے لگا۔

ماریا کو ایلس نے شیطان ڈاکٹر کا جو ایڈریس بتایا تھا، وہ سیدھی اسی محلے میں آ گئی۔ یہ ایک پرانا اور گنجان آباد محلہ تھا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

جہاں گندی گندی گلیاں تھیں۔ اور بوسیدہ مکان ایک دوسرے کے اوپر جھکے ہوئے تھے۔ بہت کم لوگ دکھائی دے رہے تھے۔

معلوم ہوتا تھا کہ یہاں بہت کم لوگ رہتے ہیں۔ اکثر مکانوں پر اندھیرا چھایا تھا۔ ایک چھپتی ہوئی گلی سے گزر کر ماریا ایک مکان کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔

مکان کے باہر ڈاکٹر پوٹوس کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔

ایلس نے اس کا نام یہی بتایا تھا مکانوں کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازہ کو ذرا سا دھکیلا۔ دروازہ اندر کو

کھل گیا۔

وہی قلعے کی رات والا اونچا لمبا اچھی خاصی شکل والا ادھیڑ عمر ڈاکٹر شیطان کرسی پر بیٹھا ایک مریض کے سینے پر ٹوٹی لگائے اسے دیکھ رہا تھا۔

اس وقت اس کے چہرے پر بڑی ملائمت اور ہمدردی تھی۔ جبکہ اس رات وہ بھیڑیے کی شکل میں انسانیت پر ظلم و ستم ڈھا رہا تھا اور غریب بے بس عورت اور مظلوم بوڑھے کو چابکوں سے مار رہا تھا۔

بہرحال یہ ایک شیطانی روح تھی جس نے نیک دل انسان کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔

دروازہ ذرا سا کھلا تو ڈاکٹر نے آنکھیں اٹھا کر

دیکھا اسے کوئی بھی دکھائی نہ دیا۔ اس نے نوکر کو آواز دی۔

"پیٹر! پیٹر! کہاں ہو تم؟"۔

ایک کبڑا بدشکل اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔

ڈاکٹر نے اس کی طرف دیکھا۔

"یہ دروازہ اپنے آپ کیوں کھل گیا ہے؟ کیا باہر ہوا چل رہی ہے؟"۔

کبڑے نے نفی میں سر ہلایا اور کہا۔

"نہیں جناب! باہر تو ذرا سی بھی ہوا نہیں چل رہی"۔

پھر یہ دروازہ کس نے کھولا؟

کیا اندر بھوت آ گیا ہے؟۔

بھوت کا نام سن کر مریض کی جان ہوا ہو گئی۔

اس نے دائیں بائیں خوف بھری نظروں سے دیکھا اور اٹھ کر باہر کو بھاگ گیا۔

ڈاکٹر نے کبڑے سے کہا۔

"بدتمیز بدشکل آدمی! تم نے کالا علم کس دن کے لیے پڑھا تھا؟ اپنے علم کے زور سے معلوم کرو کہ اندر کون آیا ہے؟"۔

کبڑے نوکر کی آنکھوں میں شیطانی چمک پیدا ہوئی۔ اس نے سر کو ایک طرف جھکا کر فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اور دروازے کے پاس آ کر اور زیادہ جھک کر سونگھنے لگا۔

ماریا جلدی سے پرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔ یہ کم بخت تو اس کے سر پر ہی چڑھا آ رہا تھا۔ اچانک کبڑے نے ناک سکیڑ کر کہا۔

"مالک! کمرے میں کوئی انسان موجود ہے"۔

ڈاکٹر چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"کیا کہا؟ انسان موجود ہے۔ یعنی ہمارے علاوہ بھی کوئی انسان موجود ہے؟"۔

"ہاں جناب! میرا علم کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔ یہاں ایک ایسا انسان موجود ہے جو ہماری طرح

سانس لے رہا ہے۔ میں اس کے سانسوں کی آواز سن رہا ہوں"۔

ماریا نے جلدی سے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ آہستہ سانس لینے لگی۔

یہ کم بخت تو سب کچھ جان گیا تھا۔ اس کے پاس تو بڑا خطرناک علم تھا۔ ماریا کچھ پریشان سی ہو گئی کہ کہیں یہ اس کے پاس آ کر اسے ایکدم سے چمٹ نہ جائے۔

آدھی رات کو آؤں گا

ڈاکٹر شیطان پریشان سا ہو گیا۔ اس نے کبڑے سے کہا۔

"یہ انسان نظر کیوں نہیں آتا؟ کیا یہ کوئی روح ہے؟ کیا اس کے پاس کوئی خفیہ جادو ہے؟"۔

کبڑا برابر فضا میں ماریا کے سانسوں کی آواز سن رہا تھا۔ کہنے لگا۔

''جناب والا! مجھے یہ کوئی عورت لگتی ہے۔ عورت جوان ہے اور بڑے سکون سے سانس لے رہی ہے، وہ اس وقت کمرے میں موجود ہے''۔

ڈاکٹر شیطان گھبرا کر کرسی کے پیچھے جا کھڑا ہو گیا۔

''کیا کہہ رہے ہو تم پیٹر! کیا تمہیں یقین ہے کہ اس کمرے میں ایک ایسی نوجوان عورت موجود ہے جو ہمیں دکھائی نہیں دے رہی''۔

کبڑے نوکر نے سر ہلا کر کہا۔

یقین ہے جناب! عورت غیبی شے ہے اور وہ اس کمرے میں اس وقت موجود ہے۔ میرا کالا علم کبھی

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

جھوٹ نہیں بولتا۔

ڈاکٹر شیطان نے ڈنڈا اٹھا کر اسے دیتے ہوئے کہا۔

''کیا تم یہ ڈنڈا اس کے سر پر مار کر اسے بے ہوش کر سکتے ہو؟''۔

کبڑے نے ڈنڈا لے کر کہا۔

''کوشش کروں گا جناب!''۔

پھر وہ ذرا ہچکچایا اور بولا۔

''جناب! کوئی پتا نہیں کہ یہ غیبی عورت کیا شے ہے ہو سکتا ہے یہ پرانے زمانے کی کوئی روح ہو جس نے غیبی انسان کا روپ بدل لیا ہے''۔

ڈاکٹر نے چلا کر کہا۔

پھر کیا ہوا۔ تم میرے حکم کی تکمیل کرو۔ اس غیبی عورت کو مار مار کر بے ہوش کر دو۔

اگر ایسا نہیں کر سکتے تو اسے پکڑ کر رسیوں سے باندھ کر میرے حوالے کر دو۔ میں اسے ایسا ٹیکہ لگاؤں گا کہ بے ہوش ہو جائے گی۔

پھر میں اس پر اپنا تجربہ کروں گا۔ اسے عورت سے بندریا یا ریچھنی بنا دوں گا۔

ماریا اچھل پڑی۔ یہ بدبخت نامراد ڈاکٹر اسے بھی اپنی طرح جانور بنانا چاہتا تھا۔ وہ مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو گئی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اس نے فیصلہ کر لیا کہ اگر کبڑے نے اس کے سانس کے اندازے سے اس کی جانب قدم بڑھایا تو وہ اسے ایسا سبق سکھائے گی کہ ساری عمر یاد رکھے گا۔

کبڑے نے ڈنڈا پکڑ لیا اور قدم قدم اس کی جانب بڑھنے لگا۔ جدھر سے اسے ماریا کے سانسوں کی ہلکی ہلکی آواز آ رہی تھی یہ آواز ڈاکٹر نہیں سن سکتا تھا۔

صرف کبڑا شیطان اپنے کالے علم کی وجہ سے محسوس کر رہا تھا۔ وہ ماریا کے بالکل قریب آ گیا۔ ماریا پرے ہٹ گئی وہ جدھر جدھر جا رہی تھی کبڑا اس کے سانسوں کی آواز سن کر ادھر کو ہی چلا آ رہا تھا۔

ایک بار تو وہ بالکل اس کے سر پر پہنچ گیا ماریا گھبرا کر پیچھے ہٹی تو ایک الماری سے ٹکرا گئی جس کے اوپر رکھا ہوا تانبے کا گلدان نیچے گر پڑا۔

جونہی کبڑا شیطان ڈنڈا لے کر ماریا کی طرف بڑھا، ماریا نے میز پر رکھا ہوا ایک پتھر کا چھوٹا سا بت اٹھایا اور کبڑے کے سر پر دے مارا۔

کبڑا ایک چیخ مار کر زمین پر گرا اور بے ہوش ہو گیا۔ شیطان ڈاکٹر اچھل کر پرے ہٹ گیا۔ ماریا نے وہی بت اٹھا کر ڈاکٹر کے قدموں پر زور سے پھینک دیا۔ بت پاش ہو گیا۔

اب رات پڑ گئی تھی۔ کمرے میں ایک موم بتی جل

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

رہی تھی۔ شیطان ڈاکٹر نے کبڑے کی لاش کو ایک تہہ خانے میں پھینک دیا اور خود لبادہ اوڑھ کر مکان سے باہر آ گیا۔

ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ایک جگہ بگھی کھڑی تھی۔ شیطان بھیڑیا اس بگھی پر سوار ہو گیا۔ اس نے گھوڑوں کو چابک ماری۔

گھوڑے گلی کی پتھریلی سڑک پر سرپٹ دوڑنے لگے۔ ماریا بگھی میں سوار ہو چکی تھی۔ یہ بگھی ایک ویران سی جگہ پر ایک اجڑی ہوئی سرائے کے باہر رک گئی۔

شیطان بھیڑیا اتر کر سرائے کے اندر آ گیا۔

اس سرائے میں کبھی کوئی مسافر نہیں ٹھہرا تھا۔ ایک
پرانی سی کوٹھڑی کے دروازے پر تالا لگا تھا۔ شیطان
بھیڑیے نے جیب سے چابی نکال کر تالا کھولا۔ اندر جا
کر موم بتی جلا کر ایک میز پر رکھی اور ایک بوسیدہ
الماری کھول کر اس میں سے کچھ چیزیں نکالنے لگا۔

ماریا نے غور سے دیکھا کہ وہ ایک بکس میں سے
وہ چمکدار چھریاں نکال کر لبادے میں چھپا رہا تھا۔
ماریا ہوشیار ہو گئی۔

یہ وحشی درندہ ضرور کسی کو قتل کرنے جا رہا تھا۔
چھریوں پر اس نے کوئی دوائی بھی لگائی تھی۔ شاید یہ
کوئی زہر تھا۔

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر 60)

سرائے سے نکل کر وہ بگھی میں سوار ہوا اور اس
مکان کی طرف چل پڑا جہاں ایلس رہتی تھی۔

ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ اس پرانی سرائے
سے نکلتے ہوئے شیطان ڈاکٹر نے ایک شیشی میں سے
کوئی سیاہ رنگ کی دوائی بھی پی لی تھی۔

یہ وہی دوائی تھی جسے پی کر وہ انسان سے بھیڑیا
بن جاتا تھا جس وقت یہ شیطان ڈاکٹر ایلس کے مکان
میں داخل ہوا تو وہ انسان سے بھیڑیا بن چکا تھا۔

اس کے ماتھے پر بال اگ آئے تھے اور دانت
باہر کو نکل پڑے تھے۔

ایلس کے کمرے میں جا کر اس نے دیکھا کہ

ایلس بڑے آرام سے بستر پر لیٹی ہے۔ اس کے اوپر کسی نے گرم لحاف ڈال رکھا ہے۔

میز پر کافی کی پیالی اور بسکٹ رکھے ہیں۔

شیطان بھیڑیا غرایا۔ ایک ہاتھ مار کر اس نے بسکٹ کی پلیٹ اور کافی کا پیالہ دور پھینک دیا۔ ایک چھناکے کی آواز کے ساتھ یہ دونوں چیزیں ٹوٹ پھوٹ گئیں۔

اب اس نے لبادے میں سے دونوں چھریاں نکال کر دونوں ہاتھوں میں پکڑ لیں اور آہستہ آہستہ ایلس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔

ایلس اس کی شکل اور اس کے ہاتھوں میں چھریاں

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

دیکھ کر رونے لگی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

"خدا کے لیے مجھے معاف کر دو۔ مجھے نہ مارو۔ میں تمہارے پاؤں پڑتی ہوں"۔

وہ سمجھ گئی تھی کہ اس کا آخری وقت آ گیا ہے اور اب اسے دنیا کی کوئی طاقت اس درندے سے نہیں بچا سکتی۔

ایلس نے ماریا کو بہت یاد کیا۔ بھیڑیا چھریاں ہاتھوں میں لیے ایلس کے سرہانے آ کر رک گیا اور اپنی شیطانی وحشی آنکھوں سے ایلس پر جھک کر دیکھنے اور غرانے لگا۔

ایلس کے منہ سے نکل گیا۔

"ماریا! تم کہاں ہو میری بہن؟"۔

ماریا کے بھی منہ سے نکل گیا۔

"میں آگئی ہوں، ایلس! گھبراؤ نہیں"۔

اس غیبی آواز پر بھیڑیا اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

ماریا قریب ہی کھڑی اس کے قریب اس کے ہاتھ سے چھریاں چھیننے کی سوچ رہی تھی۔

شیطان بھیڑیے نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ تھا اور اچانک چھریوں والے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے چاہتا تھا کہ ایک ہی وار سے ایلس کا خاتمہ کر دے کہ ماریا نے آگے سے اپنی لات اس کے سینے پر زور سے ماری۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

شیطان بھیڑیا پشت کے بل فرش پر گر پڑا۔ ماریا کی لات میں چھ آدمیوں طاقت آگئی تھی۔

چھریاں اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گریں۔ شیطان بھیڑیا ابھی بڑا طاقتور تھا۔ وہ تیزی سے اٹھا اور چھریوں کی طرف لپکا۔

مگر اس کے پہنچنے سے پہلے ہی ماریا دونوں چھریاں غائب کر چکی تھی۔ اب شیطان بھیڑیا ماریا کے رحم وکرم پر تھا۔

ایلس بستر پر اٹھ کر کانپتے ہوئے یہ خونی کھیل دیکھ رہی تھی۔

بھیڑیا انسان چاروں طرف اچھل کود کر رہا تھا

تا کہ ماریا کے حملے سے بچ سکے مگر ماریا ماریا کے حملے سے بچنا اس کے بس میں نہیں تھا۔

وہ بڑے سکون سے چھری پکڑے ایک طرف کھڑی انتظار کر رہی تھی۔ کہ وہ ذرا رکے اور چھری اس کے سینے سے پار کر دے۔

اور پھر ایسا ہی ہوا۔ جونہی بھیڑیے انسان نے ذرا سا رک کر ایلس کا گلا دبا کر اسے ہلاک کرنا چاہا اور وہ ذرا آگے بڑھا۔

ماریا نے ہاتھ اٹھا کر پوری طاقت سے چھری بھیڑیے انسان کے سینے میں اتار دی۔ کمرے کی فضا میں ایک ایسی چیخ بلند ہوئی جو ایک بھیڑیے کی چیخ

پراسرار انسان (خونناک ماریا قسط نمبر60)

تھی۔

اس میں انسانی چیخ کی بگڑی ہوئی تکلیف دہ آواز بھی شامل تھی۔

ایلس تڑپ کر بستر سے نیچے جا گری۔ بھیڑیا انسان سینے پر ہاتھ رکھے کمرے میں گردش کرنے لگا۔

ماریا نے موقع دیکھ کر ایک وار اور کر دیا۔

یہ وار بھیڑیے انسان کے گردن پر کیا گیا۔ اس کی گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔ دوسرا وار ماریا نے ایک بار پھر اس کے سینے پر کیا۔

ان چھریوں میں زہر بھی ملا ہوا تھا۔ زہر کا اثر بہت تیز تھا۔ بھیڑیا زمین پر گر پڑا۔ اس کا جسم تھرتھرانے

لگا۔

آنکھیں زہر کے اثر سے باہر کو ابل آئیں۔ وہ بھیڑیے سے انسان کی شکل میں آنا شروع ہو گیا اور جب اس کا دم نکل گیا تو وہ ڈاکٹر لوٹومس کی شکل میں واپس آ چکا تھا اور اس کے چہرے پر سکون تھا۔

ایسے لگتا تھا جیسے وہ کسی عذاب سے نجات حاصل کر گیا ہو۔ ایلس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ماریا! ماریا! بہن!"۔

ماریا نے کہا۔

"میں تمہارے پاس ہوں ایلس! میں نے اس شیطان کو ختم کر دیا ہے۔ اب یہ کبھی تمہیں پریشان نہیں

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

کرے گا اگر میں آج اسے ہلاک نہ کرتی تو یہ تمہیں قتل کر چکا ہوتا"۔

ایلس بستر پر بیٹھ گئی۔ وہ خوف زدہ تھی۔ اس کا چہرہ زرد اور ماتھے پر پسینے کے قطرے موم بتی کی روشنی میں جھلملا رہے تھے۔

اس نے کہا۔

"ماریا بہن! میں کس طرح سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔ تم نے میری زندگی بچا کر مجھ پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے اس درندے کی موت نے میری اور میرے باپ کی زندگی کے بہت سے عذاب کو ہمیشہ ختم کر دیا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

تم یہیں ٹھہرو۔ میں تمہارے باپ کو بھی لے کر ابھی آتی ہوں۔ وہ میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ تم گھبرانا نہیں۔

اب یہاں کوئی نہیں آئے گا۔

ایلس نے دروازہ اندر سے بند کر لیا۔ ماریا نے بھیڑیے انسان کی لاش کو اٹھا کر باہر باغ کے ایک گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی ڈال دی اور بگھی میں سوار ہو کر ایلس کے باپ کو لینے چل دی۔

رات کی خاموشی میں اس کی بگھی کے گھوڑوں کی آواز دور تک گونج رہی تھی۔ پرانی جیل کی عمارت

پراسرار انسان (خوفناک ماریا قسط نمبر60)

میں ایلس کا انتظار بھی کر رہا تھا۔ اتنے میں اسے باہر بگھی کے رکنے کی آواز سنائی دی۔

پھر دروازہ کسی نے کھول دیا۔ بوڑھے نے چہرہ اٹھا کر دیکھا۔

”ماریا بیٹی! کیا یہ تم ہو؟“۔

ماریا نے کہا۔

”ہاں بابا! میں تمہیں لینے آئی ہوں۔ میں نے شیطان درندے کو ہلاک کر کے تمہیں اور تمہاری بیٹی ایلس کی زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے۔ میرے ساتھ چلو۔ ایلس تمہارا انتظار کر رہی ہے“۔

ماریا نے بوڑھے کو بگھی میں بٹھایا اور ساتھ لے کر

ایلس کے پاس آ گئی۔ ایلس باپ سے لپٹ کر رونے لگی۔

باپ بیٹی دیر تک آنسو بہاتے رہے پھر انہوں نے ماریا کا بہت شکریہ ادا کیا۔

ماریا نے کہا۔

بابا! میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے۔ اب تم لوگ یہاں آرام وسکون کی زندگی بسر کرو۔

میں جاتی ہوں۔ مجھے بھی اپنے دو بھائیوں کی تلاش ہے جو مجھ سے بچھڑ گئے ہیں۔ بہر حال میں کبھی کبھی یہاں آ کر تمہاری خیریت دریافت کرتی رہوں گی۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بوڑھے نے عاجزی سے کہا۔

"بیٹی! ہم تمہارا یہ احسان زندگی بھر فراموش نہ کر سکیں گے۔ مگر میری بچی! تم نے یہ نہیں بتایا کہ تم کون ہو؟ کس کی روح ہو؟ اور کہاں سے آئی ہو؟"۔

ماریا نے ہنس کر کہا۔

بابا! میں کسی کی روح نہیں ہوں۔ میں بھی تمہاری طرح سے انسان ہوں اور تمہاری طرح سوتی جاگتی اور کھاتی پیتی ہوں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ تم لوگ نظر آتے ہیں۔ میں نظر نہیں آتی۔

اچھا خدا حافظ۔

ماریا چلی گئی۔

وہ بگھی میں سوار ہو کر واپس اپنے قلعے میں آ گئی۔

دوسرے روز وہ دیر تک سوتی رہی۔

شام کو وہ لندن شہر میں آ گئی اس نے بازاروں میں گھومتے پھرتے لوگوں کی شکلوں کو غور سے دیکھنا شروع کر دیا۔

اسے یقین تھا کہ ناگ یا عنبر اسے وہیں کہیں نہ کہیں ضرور مل جائیں گے۔

یونہی گھومتے پھرتے ماریا شہر کی بندرگاہ پر آ گئی۔

یہاں بہت سے چھوٹے بڑے بادبانی جہاز کھڑے تھے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

لوگوں کی خوب چہل پہل تھی۔ ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ ان جہازوں پر چل کر دیکھا جائے۔ شاید کہیں مسافروں میں ناگ یا عنبر دکھائی دے جائیں۔

وہ ایک جہاز کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر عرشے پر آ گئی۔ یہاں لوگ اپنا اپنا سامان ٹھیک کر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ یہ جہاز کسی شہر کو جانے والا ہے۔

ماریا مسافروں کو غور سے دیکھتی جہاز کے نیچے والے عرشے پر آ گئی۔

یہاں بھی مسافر بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اور کھا پی رہے تھے۔ ماریا نے ایک ایک کیبن میں جھانک کر دیکھنا شروع کر دیا۔

اچانک اسے ایک آدمی پر عنبر کا شبہ ہوا۔ یہ آدمی سر پر ایک گٹھڑی اٹھائے ایک راہداری کی طرف جا رہا تھا۔

جس وقت ماریا اس کے قریب پہنچی وہ ایک کوٹھڑی میں داخل ہو چکا تھا۔

ماریا بھی اس کے ساتھ ہی کوٹھڑی میں داخل ہو گئی۔ اس نے آدمی نے جب گٹھڑی سر پر سے اتار کر کونے میں پھینکی تو ماریا نے ہلکی ہلکی روشنی میں دیکھا کہ وہ کوئی دوسرا آدمی تھا۔

عنبر نہیں تھا۔

ماریا کو بڑا افسوس ہوا۔ ابھی وہ باہر نکلنے کے

بارے میں غور ہی کر رہی تھی کہ وہ آدمی کوٹھڑی سے باہر چلا گیا۔

اس نے جاتے ہوئے دروازہ باہر سے بند کر کے تالا لگا دیا۔ ماریا نے چونک کر دیکھا۔

ماریا دروازے کے پاس آ گئی یہ دیکھ کر وہ پریشان ہوئی کہ دروازہ لوہے کی بہت موٹی اور مضبوط چادر کا تھا۔

اس نے بہت زور لگایا مگر دروازہ اپنی جگہ سے ذرا سا بھی نہ ہلا۔ اب تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

اس نے زور زور سے دروازے پر ہاتھ مارنے شروع کر دیئے کہ شاید آواز سن کر کوئی آئے۔

دروازہ کھولے اور وہ جلدی سے باہر نکل آئے مگر وہ دروازہ ایسا تھا کہ اس کی آواز ہی پیدا نہیں ہوتی۔

ماریا گھبرا گئی۔ اب کیا کرے؟ اتنے میں اسے جہاز کے انجنوں کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ جہاز چل پڑا تھا۔

وہ دروازے کو اور زیادہ زور زور سے بجانے لگی۔ مگر وہ سٹور روم تھا۔ وہاں کوئی نہیں آتا تھا۔ مسافر کافی دور اپنے اپنے سامان کے پاس بیٹھے تھے یا اوپر عرشے پر کھڑے جہاز کے روانہ ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے۔

جہاز بندرگاہ سے چل کر کھلے سمندر میں داخل ہو

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

گیا اور اس نے مصر کی بندرگاہ اسکندریہ کا رخ پکڑ لیا۔ جہاز کے سٹور روم میں ماریا بے بسی کی حالت میں سامان کے پاس بیٹھ گئی۔

یہاں لکڑی کے بڑے بڑے ڈبوں میں سیب، ناشپاتیاں، خشک میوے اور سبزیاں تھیں۔ ماریا سمجھ گئی کہ جب تک جہاز کسی بندرگاہ پر نہیں رکتا وہ یہاں سے باہر نہیں نکل سکتی۔

مجبوراً اس نے ایک پیٹی کو توڑ کر سیب نکالے اور کھانے لگی۔

قارئین! آپ کو معلوم ہی ہے کہ عنبر ایک امیر بوڑھے کپتان جارج کے مال بردار جہاز پر لندن آ رہا

تھا۔

اس نے بوڑھے جارج کی جان بچائی تھی۔ کیونکہ اس کے رشتے دار جائیداد کی خاطر اسے قتل کرنا چاہتے تھے۔

بوڑھا جارج عنبر کا بہت ممنون ہو گیا تھا۔ اس نے عنبر سے کہا تھا کہ وہ اس کے ساتھ لندن والے اس کے عالی شان گھر میں جا کر رہے۔

وہ اسے آدھی جائیداد دینے اور اپنا بیٹا بنانے پر بھی راضی ہو گیا تھا۔ عنبر نے کچھ نہ کہا تھا۔ جہاں اس کا خیال تھا کہ ناگ اور ماریا کو تلاش کر سکے گا۔

چنانچہ عنبر بوڑھے کپتان جارج کے ساتھ لندن

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

پہنچ گیا ادھر ناگ بھی اسی شہر کی ایک سرائے میں سوداگر کی حیثیت سے ٹھہرا ہوا تھا۔

اس کے پاس کافی روپے تھے۔ جواب آہستہ آہستہ ختم ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ناگ روزانہ صبح کے وقت شہر میں آ کر گھومتا پھرتا۔

عنبر اور ماریا سے ملنے کی کوشش کرتا اور شام کو واپس سرائے میں جا کر سو جاتا۔ یونہی عنبر بھی اسی شہر میں آ گیا۔

دولت مند بوڑھے جارج کا عالی شان پرانا مکان شہر کے کونے پر ایک جھیل کے کنارے تھا یہ بڑا پرانا گھر اس میں کئی کمرے تھے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

بوڑھا جارج صرف ایک کمرے میں رہتا تھا۔ ایک بوڑھی عورت اس کی خادمہ تھی۔ اس نے ساتھ والا کمرہ عنبر کو دے دیا۔

عنبر نے وہاں رہنا شروع کر دیا۔ عنبر بھی روزانہ شہر میں آ کر ادھر ادھر چکر لگاتا کہ شاید کہیں ناگ وغیرہ مل جائیں۔

مگر اتفاق ایسا ہوتا کہ ان کی ملاقات نہ ہوتی۔

ایک روز شام کو عنبر تھکا ماندہ پرانے گھر میں داخل ہوا تو ایک کمرے کے قریب سے گزرتے ہوئے اسے خادمہ کی آواز سنائی دی اور اندر کسی سے باتیں کر رہی تھی۔

عنبر حیران ہوا کہ یہ خادمہ کس سے باتیں کر رہی ہے جبکہ اس گھر میں سوائے جارج اور عنبر کے تیسرا کوئی آدمی کوئی نہیں تھا۔

اس نے کان لگا کر سنا۔ اسے سنائی دیا کہ خادمہ کسی سے کہہ رہی ہے۔

نہیں نہیں آج رات نہیں۔ پھر کسی رات کو آنا ہے۔ یہ کام بڑا خطرناک ہے۔ جارج کا ایک مہمان بھی ٹھہرا ہوا ہے۔

پہلے میں اس مہمان کو یہاں سے چلتا کر لوں پھر تم آ جانا۔

ایک آدمی کی آواز آئی۔

تم خواہ مخواہ ڈر رہی ہو۔ مہمان ہمارا کیا بگاڑ لے گا۔

وہ تو اپنے کمرے میں سویا ہو گا۔ میں جارج کے کمرے میں آدھی رات کے بعد داخل ہوں گا اور بڑے آرام سے اس کا گلا کاٹ کر ہلاک کر واپس چلا جاؤں گا۔

پھر اس کی ساری جائیداد میرے قبضے میں آ جائے گی اور ہم دونوں شادی کر لیں گے۔

خادمہ نے کہا۔

"لیکن تمہارا بڑا بھائی بھی تو اس جائیداد میں حصے دار ہو گا۔ وہ کبھی تمہیں اجازت نہیں دے گا کہ تم مجھ

پراسرار انسان (عمرو ناگ ماریا قسط نمبر 60)

سے شادی کر سکو"۔

آدمی کی آواز آئی۔

"وہ کون ہوتا ہے میرے کام میں دخل دینے والا، میں اسے بھی قتل کر دوں گا۔ تم فکر نہ کرو۔ جو آدمی ایک قتل کر سکتا ہے، اس کے لیے دوسرا قتل کوئی مشکل بات نہیں ہوتی"۔

خادمہ نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

"اچھا۔ اچھا تو پھر آج رات تم آ جانا۔ تم جارج کے کمرے کی کھڑکی اندر سے کھلی رکھنا"۔

"ٹھیک ہے۔ اب تم جاؤ خدا کے لیے۔ جارج ابھی چائے کے لیے آواز دے گا۔ اس بڈھے کی

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

چائے کا وقت ہو رہا ہے"۔

"اچھا! خدا حافظ! آدھی رات کو آؤں گا۔ کھڑکی کھلی رکھنا"۔

"جلدی سے چلے بھی جاؤ اب"۔

کوئی کھڑکی میں سے باہر کود گیا۔ عنبر سمجھ گیا کہ یہ سارا منصوبہ نیک دل جارج کو قتل کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ جمانے کے لیے بنایا جا رہا ہے۔ وہ ہوشیار ہو گیا۔

جاگتے رہنا جارج!

اپنے کمرے سے بوڑھے جارج نے آواز دی۔

"گریٹا! چائے کہاں ہے میری؟"۔

خادمہ جلدی سے کمرے سے باہر نکلی۔ سامنے عنبر سے مٹھ بھیڑ ہو گئی۔ نوجوان خادمہ نے بڑی خندہ پیشانی سے جھک کر عنبر کو سلام کیا۔

"شام بخیر جناب!"۔

''شام بخیر''۔

اس کا خیال تھا کہ عنبر نے کچھ نہیں سنا۔ اسے کیا خبر کہ وہ تو ان کی پوری سازش سے باخبر ہو چکا تھا۔ اب ایک منصوبہ عنبر کے ذہن میں آ گیا تھا۔

خادمہ چائے لینے باورچی خانے کی طرف بھاگی۔ جاتے جاتے اس نے جارج کے کمرے میں منہ ڈال کر کہہ دیا۔

''ابھی لا رہی ہوں جناب''۔

عنبر بوڑھے جارج کے کمرے میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہ آرام کرسی پر کھڑکی کے قریب بیٹھا پائپ پی رہا ہے۔ اور سمندری جہاز کے ایک نمونے کو غور

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

سے دیکھ رہا تھا۔

اس نے عنبر کو دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

ادھر آؤ عنبر تمہیں ایک تاریخی جہاز کا نمونہ دکھاؤں۔ یہ دیکھو۔ اس جہاز کا نام کاسابلنکا ہے۔ یہ جہاز کبھی ہالینڈ کے بادشاہوں کے پاس ہوا کرتا تھا۔

پھر ایک بحری ڈاکو نے اس پر قبضہ جما لیا۔ کہتے ہیں اسی جہاز پر لنگڑے بحری ڈاکو کیپٹن کک نے شاہی خاندان کے ایک ایک فرد کو قتل کر کے سمندر میں پھینک دیا تھا۔

عنبر بھی میز پر رکھے ہوئے بادبانی جہاز کے نمونے کو جھک کر غور سے دیکھنے لگا۔

''اس میں کوئی شک نہیں' بڑا خوبصورت جہاز ہے''۔

بوڑھے جارج نے کہا۔

''میرے والد صاحب کہا کرتے تھے کہ وہ بحری ڈاکو کیپٹن کک سے مل چکے تھے''۔

پھر بوڑھے جارج نے سرگوشی میں کہا۔

''انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس بحری ڈاکو نے اپنا خزانہ کہاں چھپا رکھا ہے''۔

عنبر یونہی بناوٹی حیرانی سے پوچھا۔

''کیا واقعی؟''۔

بوڑھا جارج مسکرایا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

ہاں! میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میرے والد صاحب کے پاس خزانے کا نقشہ بھی تھا۔ مگر انہوں نے اسے جلا کر راکھ کر دیا۔

خدا بخشے وہ کہا کرتے تھے۔ بیٹا! آج تک جو لوگ بھی خزانوں کی تلاش میں نکلے کبھی زندہ سلامت واپس نہیں آئے اور پھر ہمارے پاس اپنے آباؤ اجداد کی طرف سے ملی ہوئی اتنی دولت اور جائیداد تھی کہ ہمیں کسی خفیہ خزانے کی خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔

عنبر! کیا تم کبھی کسی بحری ڈاکو سے ملے ہو؟۔

اب عنبر اس بوڑھے کیپٹن کو کیا بتاتا کہ وہ نہ صرف

بحری ڈاکوؤں سے ملا ہے بلکہ اس نے اتنے بحری ڈاکوؤں کو اوران کے سرداروں کو قتل کیا ہے کہ اسے یاد ہی نہیں۔ وہ تو ہزاروں برس سے ڈاکوؤں کا مقابلہ کرتا چلا آیا تھا۔ وہ بوڑھے جارج کے سوال پر ہنس پڑا۔ کہنے لگا۔

''بھلا میں کیسے کسی بحری ڈاکو سے ملا سکتا ہوں''۔

بوڑھا جارج کہنے لگا۔

ٹھیک ہے۔ تم ایک شریف انسان ہو۔ اگرچہ تمہارے پاس جادو کے زور سے زبردست طاقت آ گئی ہے اور تم کو کوئی ہلاک نہیں کر سکتا۔

مگر تم ایک امن پسند انسان ہو اور کسی کو کچھ نہیں

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

کہتے۔ پھر بھلا تمہارا واسطہ بحری ڈاکوؤں سے کیسے پڑ سکتا ہے؟۔

اتنے میں نوجوان خادمہ چائے کا طشت لے کر آ گئی۔ چاندی کے برتن چمک رہے تھے۔ تھالیوں میں، سیب، انگور اور ناشپاتیاں رکھی تھیں۔

عنبر نے اب نوجوان خادمہ کو غور سے دیکھا۔ اس کی ناک تیکھی تھی۔ آنکھوں میں بڑی مکارانہ چمک تھی۔

خادمہ نے بھی اچانک عنبر پر نگاہ ڈالی۔ جب دیکھا کہ وہ اسے گھور رہا ہے تو جلدی سے نگاہیں نیچی کر لیں۔

"گریٹا تم جاؤ۔ عنبر خود میرے لیے چائے بنائے
گا۔ یہ بھی میرا بیٹا"۔

نوجوان خادمہ معنی خیز نظروں سے عنبر کو تکتی
دروازے سے باہر نکل گئی۔

عنبر چائے بنانے لگا۔

اس نے کہا۔

"انکل جارج! آپ کی یہ خادمہ مجھے پراسرار لگتی
ہے۔ کیا یہ آپ کی پرانی ملازمہ ہے؟"۔

جارج نے مسکراتے ہوئے کہا۔

برخوردار! گریٹا نے اس گھر میں پرورش پائی ہے۔
اس کی ماں چھوٹی سی تھی جب ہمارے دادا جان اسے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

آسٹریلیا سے اپنے ساتھ لائے تھے۔

وہ بوڑھی ہو کر اسی گھر میں انتقال کر گئی۔ گریٹا اسی
گھر میں پیدا ہوئی۔ یہیں اس نے پرورش پائی اور
ایک عرصے سے میری دیکھ بھال کر رہی ہے۔

میرے ماں باپ اور بیوی کے مرنے کے بعد
گریٹا نے مجھے بڑا سہارا دیا۔

میری بڑی خدمت کی۔ میں اس بے چاری کے
لیے کچھ نہیں کر سکا۔ خیال ہے کہ اپنی وصیت میں اس
کے لیے ضرور کچھ نہ کچھ رقم چھوڑ جاؤں گا۔

عنبر دل میں ہنس دیا۔ بے چارا بوڑھا جارج تو
نوجوان خادمہ گریٹا کے لیے ہمدردی کی باتیں سوچ

www.urdurasta.com

رہا تھا اور وہ آج رات اس کے بھتیجے سے مل کر اسے قتل
کروا رہی تھی۔ وہ ہنس پڑا۔

بوڑھے جارج نے پوچھا۔

"کیا بات ہے عنبر!" "تم ہنس کیوں دیے؟"۔

عنبر نے جلدی سے کہا۔

"کچھ نہیں۔ یونہی مجھے ایک لطیفہ یاد آ گیا تھا"۔

"کونسا لطیفہ؟ مجھے بھی تو سناؤ"۔

عنبر کو تو کوئی بھی لطیفہ اس وقت یاد نہیں تھا۔ بات
بدلنے کے لیے بولا۔

"انکل! آج رات تھیٹر دیکھنے نہ چلیں؟"۔

"ضرور ضرور۔ مگر میں آرام کرنا چاہتا ہوں۔ تم

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

گریٹا کے ساتھ چلے جانا"۔

"ٹھیک ہے"۔

جارج نے گریٹا کو بلا کر کہا۔

"گریٹا! تم آج رات ہمارے معزز مہمان کے
ساتھ تھیٹر دیکھنے چلی جانا۔ مجھے آرام کی ضرورت نہ
ہوتی تو میں بھی تمہارے ساتھ جاتا"۔

خادمہ پریشان ہو گئی۔ آج رات تو اس نے
بوڑھے جارج کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا پھر وہ کیسے جا
سکتی تھی۔

مگر مالک کا حکم بھی وہ نہیں ٹال سکتی تھی۔ اس نے
انکار کرنے کی کوشش کی مگر وہ بوڑھے جارج نے

صاف صاف کہہ دیا۔

"نہیں گریٹا! یہ ہمارا حکم ہے۔ تمہیں آج عنبر کے ساتھ تھیٹر دیکھنے جانا ہوگا"۔

"بہت بہتر جناب"۔

خادمہ سر جھکا کر چلی گئی۔ اس نے سوچا کہ تھیٹر رات گیارہ بجے تک ختم ہو جائے گا۔ قتل آدھی رات کے بعد ہوگا۔

وہ واپس آ کر بھی جارج کی کھڑکی کھول سکتی ہے۔ عنبر بڑا خوش تھا کہ اس کی سکیم کامیاب ہو رہی ہے۔

وہ خادمہ کو زیادہ سے زیادہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

تھا۔ رات کا کھانا بوڑھے جارج اور عنبر نے مل کر کھایا۔

اس کے بعد عنبر نے کپڑے تبدیل کیے۔ گریٹا بھی کپڑے پہن کر تیار ہو چکی تھی۔ چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ تھی۔

حالانکہ اسے عنبر اس وقت زہر لگتا تھا۔ عنبر نے اسے اپنے ساتھ بگھی میں بٹھایا اور تھیٹر کی طرف روانہ ہو گئے۔

تھیٹر شہر کے وسط میں گنجان آباد علاقے میں تھا۔ یہاں کوئی پراسرار کھیل شروع تھا۔ ٹکٹ لے کر عنبر گریٹا کے ساتھ تھیٹر ہال میں آیا اور آگے والی کرسیوں پر بیٹھ

گیا۔

خادمہ خاموش تھی۔ ہال میں روشنی ہو رہی تھی۔ ابھی کھیل شروع نہیں ہوا تھا۔ عنبر خادمہ سے باتیں کرنے لگا۔

وہ بھی اس خیال سے کہ کہیں اس کی پریشانی سے عنبر کو شک نہ پڑ جائے۔ اس سے مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگے۔

کھیل شروع ہو گیا۔ مزیدار ڈرامہ تھا۔ عنبر شوق سے دیکھتا رہا۔ انٹرول ہوا تو وہ کافی پینے لاؤنج میں آ گئے یہاں ایک ہٹے کٹے پہلوان سے آدمی نے خادمہ کو چھیڑ دیا۔

اس نے خادمہ کے بالوں کو کھینچ کر کہا۔

”بڑے خوبصورت بال ہیں تمہارے! کاش تم مجھ سے شادی کر لو“۔

خادمہ کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔ عنبر نے اس بھینسے نما انسان کو کچھ نہ کہا۔ کیونکہ اس ملک میں عورتوں کے ساتھ مرد اس قسم کی باتیں کر لیا کرتے تھے۔

بلکہ وہ زیر لب مسکراتا رہا۔ مگر اب اس نے حد سے بڑھ کر بدمذاقی بلکہ کمینگی کا ثبوت دیا اور گریٹا کو بازو سے پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا۔

گریٹا کا ہیٹ زمین پر گر پڑا۔ اس نے چیخ مار کر

ایک تھپڑ موٹے باکسر کو مار دیا۔

موٹے باکسر کو غصہ آ گیا۔ اس نے بھی گریٹا کو تھپڑ مار دیا۔ اس کے تھپڑ سے بے چاری گریٹا زمین پر گر پڑی۔

عنبر اب زیادہ دیر برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بھینسا نما انسان کے پیٹ میں ایک ایسا مکا مارا کہ وہ دہرا ہو کر زمین پر بیٹھ گیا۔

مگر وہ پھر تیزی سے اٹھا اور عنبر پر مکوں کی بارش کر دی۔

لوگ خوف زدہ ہو کر پرے پرے ہٹ گئے لیکن عنبر پر اس کے طوفانی مکوں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

عنبر نے جواب میں ایک مکا بھینسے کے سر پر مارا تو وہاں سے خون جاری ہو گیا۔

بھینسے نما انسان نے تڑپ کر جیب سے چھرا نکال لیا اور عنبر کی طرف بڑھا۔

لوگوں کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ وہ اور زیادہ پرے پرے ہٹ گئے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ پہلوان بھینسا عنبر کو ایک منٹ میں ہلاک کر دے گا۔

گریٹا بھی گھبرا گئی مگر دل میں وہ یہ چاہتی تھی کہ عنبر قتل ہو جائے تاکہ پھر وہ بڑی آسانی سے بوڑھے جارج کو ہلاک کر کے اس کی جائیداد پر قبضہ کر سکیں۔

www.urdurasala.com

پہلوان باکسر چھرا لیے عنبر کی طرف خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

عنبر اپنی جگہ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ لوگ بڑے حیران تھے کہ یہ نوجوان اپنے بچاؤ کے لیے کچھ نہیں کر رہا اور مسکرائے جا رہا ہے۔

ایک عورت نے چیخ کر کہا۔

"نوجوان تم بھی اپنا بچاؤ کرو"۔

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا اور اسی طرح مسکراتا رہا۔ پھر اس نے گینڈے پہلوان سے کہا۔

"بدصورت گینڈے! چھرا لے کر بھاگ جاؤ"۔

پہلوان باکسر نے غرا کر کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

"میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ تمہاری لاش پر سے گزر کر یہاں سے واپس جاؤں گا۔ تم نے میری بے عزت کی ہے۔ میں اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گا"۔

عنبر نے اسے پھر کہا۔

میں ایک بار پھر سب لوگوں کے سامنے تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤ۔

میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔

گینڈے نے طیش میں آکر چھرا لہرایا۔

"میں ایک بار پھر کہہ رہا ہوں یہاں سے بھاگ جاؤ"۔

اس نے عنبر پر وار کیا لیکن عنبر کو کوئی اثر نہ ہوا۔

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"میں نے کپڑوں کے اندر لوہے کی جالی پہن رکھی ہے۔ ایسے موقعوں پر میں ہمیشہ لوہے کی جالی پہن کر گھر سے نکلا کرتا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کی جگہوں پر بدمعاشوں سے مٹھ بھیڑ ہو جایا کرتی ہے"۔

گریٹا نے سوچا کہ وہ اپنے ساتھی قاتل کو بتا دے گی کہ جارج کا مہمان رات کو لوہے کی جالی پہن کر سوتا ہے۔

کیونکہ عنبر نے اسے بتایا تھا کہ وہ رات کو بھی یہ جالی اپنے جسم سے جدا نہیں کرتا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر60)

اور اب تو میں ایک جالی جارج کو بھی پہنا رہا ہوں۔

کیونکہ تمہیں تو معلوم ہی ہے۔ اس کے رشتہ دار اس کی جان کے پیچھے پڑے ہیں۔ کوئی پتا نہیں کہ کس رات اس پر حملہ ہو جائے کیا خیال ہے تمہارا گریٹا؟ میں نے ٹھیک سوچا ہے ناں؟۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔ بالکل ٹھیک خیال ہے آپ کا"۔

گریٹا نے چونک کر کہا۔ وہ اپنے خیالوں میں گم ہو گئی تھی۔ اگر بوڑھا جارج لوہے کی جالی پہن کر سوتا تو اسے قتل کرنا مشکل ہو جاتا۔

خدا کا شکر ہے کہ ابھی اس نے لوہے کی جالی پہننی
شروع نہیں کی تھی۔ پھر بھی اس نے عنبر سے پوری
طرح تصدیق کرنی چاہی۔

اس نے کہا۔

"ہمارے عظیم مالک کو یہ لوہے کی جالی ضرور لا
دیجیے"۔

"ہاں کل پرسوں تک جالی تیار ہو جائے گی"۔

عنبر نے کہا۔

وہ خود گریٹا کو یہ تاثر دینا چاہتا تھا کہ بوڑھا جارج
آج کل لوہے کی جالی پہن کر نہیں سوتا۔ کیونکہ وہ
جارج کے دشمنوں کو اس حالت میں ختم کرنا چاہتا تھا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

جب وہ اس کی جانب پر قاتلانہ حملہ کر رہے
ہوں۔ اس طرح سے جارج کو بھی یقین آ جاتا کہ عنبر
نے اس کے قاتل کو مارا ہے اور یہ کہ اس کا بھتیجہ بے
گناہ نہیں ہے۔

گھڑیال رات کے گیارہ بجا رہا تھا۔ جب ان کی
بند بگھی بوڑھے جارج کے عالیشان مکان کے باہر آ
کر رکی۔

عنبر نے گریٹا کا ہاتھ تھام کر اسے بگھی میں سے
اتارا اور اوپر جارج کے پاس آ گیا۔ بوڑھا جارج اس
کا انتظار کر رہا تھا۔

گریٹا نے اسی وقت کھانا لا کر چن دیا۔ وہ اپنی

طرف سے بوڑھے جارج کو اس کی زندگی کا آخری
کھانا دے رہی تھی۔

"تھیٹر کیسا رہا عنبر؟"۔

عنبر نے اس گینڈے بدمعاش کا واقعہ نہ سنایا۔
اس لیے کہ جارج کہیں پریشان نہ ہو۔ ویسے بھی
تھوڑی دیر بعد وہ اسے کے اپنے قتل کی سازش کے
بارے میں بتانے والا تھا۔

گریٹا چلی گئی۔ وہ دونوں کھانے سے فارغ
ہو گئے تو عنبر نے سوچا کہ بوڑھے جارج پر اب یہ راز
فاش کر دینا چاہیے کہ آج رات اس پر قاتلانہ حملہ
ہونے والا ہے۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

جب عنبر نے بوڑھے جارج پر یہ راز ظاہر کیا تو وہ
اس کا منہ تکتا رہ گیا۔

"اوہ نہیں عنبر! مائیکل ایسا نہیں کر سکتا۔ میں نے
اس کے ساتھ ہمیشہ اپنے بچوں ایسا سلوک کیا ہے۔
میں نے تو اپنی وصیت میں اس کے لیے ایک لاکھ
پاؤنڈ کا ترکہ بھی لکھوا رکھا ہے۔"

مائیکل نام تھا بوڑھے جارج کے چھوٹے بیٹے کا
جس نے گریٹا کے ساتھ مل کر اسے قتل کر دینے کا
منصوبہ بنایا تھا اور جو رات اسے ہلاک کرنے کے لیے
آ رہا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"بہر حال آج رات فیصلہ ہو جائے گا۔ مائیکل آپ کو قتل کرنے کے لیے آ رہا ہے"۔

بوڑھے جارج نے کہا۔

"کیا گریٹا بھی اس سازش میں شریک ہے؟"۔

"کیوں نہیں۔ وہی آپ کے کمرے کی کھڑکی کھلی رکھے گی تاکہ مائیکل خنجر ہاتھ میں لیے آسانی سے آپ کی خواب گاہ میں داخل ہو سکے"۔

بوڑھے جارج کا چہرہ غصے سے لال ہو گیا۔

"میں ابھی اس بد بخت نوکرانی کو پولیس کے حوالے کرتا ہوں"۔

عنبر نے آہستہ سے کہا۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

نہیں نہیں انکل جارج! ایسا ہرگز نہیں کرنا۔ ہمارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اس طرح سے یہ لوگ صاف بچ جائیں گے اور موت کا خطرہ آپ کے سر پر ہمیشہ منڈلاتا رہے گا۔

پھر یہ لوگ کسی دوسرے طریقے سے آپ کی زندگی کو ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔

"تو پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟"۔

عنبر نے کہا۔

"جس طرح میں کہتا ہوں، آپ اسی طرح کریں تاکہ آپ اپنی آنکھوں سے اپنے اوپر قاتلانہ حملہ ہوتے دیکھ سکیں"۔

"تمہارا کیا مطلب ہے؟"۔

"مطلب یہ ہے کہ آپ کے بستر پر آج رات میں سوؤں گا۔ آپ اسی کمرے میں دوسری جگہ موجود ہوں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے کہ آپ کا بھتیجا مائیکل خنجر لیے کھڑکی میں سے اندر آئے گا اور مجھ کو جارج سمجھتے ہوئے حملہ کرے گا۔ پھر آپ کو یقین آ جائے گا"۔

"لیکن عنبر!۔۔۔"

"فکر نہ کریں۔ آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ مجھ پر کوئی ہتھیار اثر نہیں کرتا۔ یہ لوگ مجھے ہلاک نہیں کر سکتے لیکن یوں وہ رنگے ہاتھوں پکڑے جا سکتے ہیں اور

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اگر آپ کہیں تو میں مائیکل کو اسی وقت ہلاک کر سکتا ہوں"۔

بوڑھے جارج نے کہا۔

"میں تمہیں اجازت دیتا ہوں۔ اگر وہ میری جان کا دشمن ہے تو میں اسے کبھی معاف نہیں کرنا چاہتا"۔

تم بے شک اسے ختم کر دینا تاکہ یہ خطرہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ٹل جائے۔

"اور گریٹا کے بارے میں کیا حکم ہے۔ کیونکہ وہ مائیکل کے بڑے بھائی سے بھی بعد میں ساز باز کر سکتی ہے"۔

بوڑھے کپتان نے کہا۔

"میں اسے بھی زندہ نہیں چھوڑنا چاہتا"۔

تو پھر ٹھیک ہے۔ اب آپ آرام سے بستر پر لیٹ جائیں۔ تھوڑی دیر بعد گریٹا یہاں آئے گی۔ آپ یہی ظاہر کریں کہ گہری نیند سو رہے ہیں۔

وہ جھک کر آپ کو دیکھے گی۔ جب اسے یقین ہو جائے گی کہ آپ سو رہے ہیں تو وہ آپ کی کھڑکی کی چٹخنی اندر سے کھول دے گی۔ اس کے بعد میں آپ کی جگہ بستر پر آجاؤں گا۔

"ٹھیک ہے اب تم جاؤ"۔

عنبر بوڑھے انکل کو اس کی خواب گاہ میں چھوڑ کر

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

اپنے کمرے میں آگیا۔

بوڑھا جارج بستر پر لیٹ گیا اور یونہی آنکھیں بند کر کے خراٹے لینے لگا۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور خادمہ گریٹا اندر داخل ہوئی۔

موم بتی میز پر جل رہی تھی۔ گریٹا دبے پاؤں چلتی جارج کے بستر کے قریب آ کر رک گئی۔ کمرے میں جارج کے خراٹوں کی آواز گونج رہی تھی۔

اس نے جھک کر بوڑھے جارج کے چہرے کو دیکھا۔ جارج گہری نیند سو رہا تھا۔

کم از کم ماریا نے یہی محسوس کیا۔ وہ دبے پاؤں چلتی کھڑکی کی طرف گئی۔ اس نے بڑے آرام سے

کرسی پر پاؤں رکھ کر کھڑکی کی چٹخنی کھول دی۔ اور دبے پاؤں چلتی خواب گاہ سے باہر نکل گئی۔

عنبر اپنے کمرے کے دروازے کے ساتھ لگا باہر گریٹا کے قدموں کی چاپ سنتا رہا۔ جب اس نے گریٹا کے کمرے کے بند ہونے کی آواز سنی تو وہ اپنے کمرے سے نکل کر چپکے سے بوڑھے جارج کی خواب گاہ میں آگیا۔

جارج نے آہستہ سے کہا۔

”عنبر! تم آگئے؟“۔

”ہاں انکل جارج! تم جلدی سے بستر سے اٹھ کر سامنے الماری کے پاس پردے کے پیچھے چھپ جاؤ۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

قاتل آنے ہی والا ہے“۔

بوڑھا جارج اسی وقت بستر سے اٹھا اور الماری کے ساتھ والے بند دروازے کے پردے کے پیچھے جا کر چھپ گیا۔

عنبر انکل جارج کے بستر میں گھس گیا اور اس نے کمبل اپنے منہ پر کرلیا۔ خواب گاہ میں گہری خاموشی چھا گئی۔

بوڑھا جارج پردے کے پیچھے کھڑا تھا۔ اور اس کا بوڑھا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے ابھی تھوڑی دیر میں اپنے قتل کا منظر دیکھنے والا تھا۔

سارے مکان پر گہری خاموشی تھی۔ سوائے
جارج کی خواب گاہ کی دھندلی روشنی کے باقی سارے
مکان کی روشنیاں گل تھیں۔

گھڑیال نے رات کے بارہ بجائے۔ مکان سے
ذرا دور جھاڑیوں میں ایک سایہ مکان کی طرف بڑھتا
نظر آیا۔

یہ مائیکل تھا۔ وہ سیاہ کپڑوں میں تھا اور ایک لمبا
تیز خنجر اس نے اپنی جیب میں چھپا رکھا تھا۔ مکان کے
قریب آکر وہ اس کھڑکی کے نیچے ہو گیا جو بوڑھے
جارج کی خواب گاہ میں کھلتی تھی۔

رات کے اندھیرے میں اسے کھڑکی کے پردوں

میں سے موم بتی کی دھندلی دھندلی روشنی باہر نکلتے
دیکھی۔ یہ کھڑکی دوسری منزل پر تھی۔

ایک مضبوط پرانی بیل کھڑکی تک چلی گئی تھی۔

قاتل نے بیل کے مضبوط تنے کا سہارا لے کر
دیوار پر چڑھنا شروع کر دیا۔ کھڑکی کے قریب پہنچ کر
اس نے آہستہ سے کھڑکی کو دبایا۔

اس کا پٹ اندر کی طرف کھل گیا تھا۔ قاتل مائیکل
نے تھوڑا سا سر نکال کر اندر دیکھا۔ خواب گاہ کے کونے
والے میز پر چاندی کے شمع دان میں موٹی موم بتی جل
رہی تھی۔

اس کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ بوڑھا جارج

بستر پر کمبل اوڑھے سو رہا ہے۔ اس کے ہلکے ہلکے خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔

قاتل کے چہرے پر کامیابی کی مسکراہٹ آ گئی۔ اس بڑھے کو قتل کر دینے کے بعد وہ اس کی جائیداد کا مالک بن جائے گا اور پھر گریٹا اور اپنے بڑے بھائی کو قتل کر دے گا۔

یوں کروڑوں روپے کی جائیداد اس کے قبضے میں آ جائے گی۔

وہ کھڑکی میں سے خواب گاہ میں آ گیا۔ بوڑھا جارج پردے کے پیچھے دم سادھے کھڑا تھا اور یہ منظر ذرا سا پردہ ہٹا کر موم بتی کی روشنی میں صاف دیکھ رہا

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

تھا۔

اب اسے یقین آ گیا تھا کہ اس کے قتل کی بھیانک سازش کی گئی تھی۔ خنجر قاتل مائیکل کے ہاتھ میں چمک رہا تھا۔

مائیکل آہستہ آہستہ بوڑھے جارج کے بستر کی طرف آ گیا اور پلنگ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ اس نے حملہ کرنے سے پہلے خواب گاہ میں ایک نظر ڈال کر دیکھا۔

شاید وہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ وہاں کوئی نہیں ہے۔ بہ ظاہر وہاں کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا۔

ادھر خادمہ گریٹا بھی دل پر ہاتھ رکھے بوڑھے

جارج کی رات کی خاموشی میں بلند ہونے والی خوفناک چیخ کی آواز کا انتظار کر رہی تھی۔

قاتل نے پلک جھپکتے میں خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھایا اور لحاف کے اندر سوئے ہوئے بوڑھے جارج یعنی عنبر کے سینے پر پوری طاقت سے مار دیا۔

خنجر گویا کسی پتھر سے ٹکرا کر اچٹ کر نیچے گر پڑا۔ اور قاتل کا ہاتھ پھسل گیا۔

اسی لمحے عنبر نے چہرے پر سے لحاف ہٹایا اور اٹھ کر قاتل کا ہاتھ تھام لیا۔

"انکل جارج! پردے کے پیچھے سے نکل آئیں۔ اب چھپنے کی کوئی ضرورت نہیں"۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

قاتل دم بخود ہو کر رہ گیا۔ اس کی سازش بے نقاب ہو چکی تھی۔ تڑپ کر اس نے عنبر سے اپنا بازو چھڑایا اور خنجر اٹھا کر پردے کے پیچھے سے نکلتے ہوئے جارج پر حملہ کر دیا۔

اگر عنبر بستر پر سے اچھل کر قاتل مائیکل کی گردن پر نہ گرتا تو جارج کا کام تمام ہو چکا تھا۔

قاتل اور عنبر گتھم گتھا ہو گئے۔ قاتل کے ہاتھ میں خنجر تھا۔ اس نے عنبر پر پے در پے وار کرنے شروع کر دیئے مگر عنبر کا بھلا کیا بگڑ سکتا تھا؟

مائیکل یہ دیکھ کر دہشت زدہ ہو گیا کہ خنجر عنبر کے جسم میں بالکل نہیں جا رہا تھا۔

اس کا اپنا ہاتھ خنجر لگنے سے شدید زخمی ہو گیا۔

بوڑھے جارج نے اس دوران میں الماری میں سے اپنا بارود والا پستول نکال لیا تھا۔

اس کو یہ خیال آ گیا تھا کہ یہ شخص عنبر کو ہلاک کر دے گا۔ چنانچہ جارج نے پستول قاتل کے سر کے ساتھ لگا کر چلا دیا۔

"آہ۔۔۔"

ایک دھماکہ ہوا اور ہلکی سی آہ کے ساتھ مائیکل فرش پر ڈھیر ہو گیا۔

ادھر گریٹا نے جب پستول چلنے کی آواز سنی تو گھبرا گئی۔ مائیکل تو خنجر لے کر آیا تھا پھر یہ پستول کس نے

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

چلا دی۔

خنجر کا زخم ٹھیک نہ لگا ہو گا۔ اس لیے مائیکل نے پستول سے بوڑھے جارج کو ہلاک کر دیا ہے۔ وہ بڑی خوشی ہوئی لیکن ایسا منہ بنا کر جیسے پستول کی آواز سن کر بہت پریشان ہو وہ جارج کی خواب گاہ کی طرف بھاگی۔

کیونکہ اسے معلوم تھا کہ وہاں ایک مہمان یعنی عنبر بھی ٹھہرا ہوا ہے۔ اس پر یہ ظاہر نہیں ہونا چاہیے کہ گریٹا خوش ہے۔

جب وہ تیزی سے دروازہ کھول کر جارج کی خوابگاہ میں بظاہر پریشان چہرہ لیے داخل ہوئی تو وہ اور

زیادہ بلکہ صحیح معنوں میں پریشان ہوگئی۔

کیونکہ اس نے دیکھا کہ فرش پر مائیکل کی لاش پڑی تھی اور بوڑھا جارج پستول کی نالی صاف کر رہا تھا۔

اس نے نالی کا رخ خادمہ کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”آ جاؤ گریٹا! تمہارا ہی انتظار کر رہے تھے۔ کیا خیال ہے عنبر! اس آستین کی ناگن کے ساتھ ہمیں کیا سلوک کرنا ہے“۔

عنبر نے کہا۔

”وہی جو ہم نے مائیکل کے ساتھ کیا ہے“۔

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

”ہاں ہاں بالکل صحیح کہا۔ میں نے پستول میں بارود بھر لیا ہے۔ گریٹا! مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ“۔

گریٹا اب کچھ سمجھ گئی تھی۔ کہ بھانڈا پھوٹ گیا ہے۔ اور یہ بوڑھا کپتان اب اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ وہ ایکدم اس کے قدموں پر گر پڑی۔

میرے مالک! مجھے معاف کر دیں۔ مجھے مائیکل نے ورغلا دیا تھا۔ میری ماں نے آپ کے خاندان کی بڑی خدمت کی ہے۔

اس کی خاطر مجھے معاف کر دیں۔ میں نے گناہ کیا ہے۔ مجھے بخش دیں۔ میں مائیکل کی باتوں میں آ گئی تھی۔

www.urdurasala.com

میں آپ کے پاؤں پڑتی ہوں۔ مجھے میری مری ہوئی ماں کی خدمت کے عوض معاف کر دیں۔ میں یہاں سے دور چلی جاؤں گی اور کبھی آپ کو اپنا منحوس چہرہ نہ دکھاؤں گی۔

عنبر نے کہا۔

"انکل اس ناگن کو ہرگز معاف نہ کرنا۔ یہ کبھی نہ کبھی ضرور ڈسے گی"۔

لیکن بوڑھے کپتان کے دل میں گریٹا کی ماں کا خیال آ گیا جس نے جارج کے خاندان کی بڑی خدمت کی تھی۔

اس نے پستول جیب میں رکھ لی اور کرسی پر بیٹھ

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

گیا۔

"یہ کیا کر رہے ہیں انکل؟"۔

بوڑھے جارج نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا۔

"عنبر بیٹا! میں نے اس لڑکی کو معاف کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے خاندان نے ہمارے گھر کی بڑی خدمت کی ہے۔ اب میں اسے قتل نہیں کر سکتا"۔

خادم گریٹا نے ہاتھ جوڑ کر روتے ہوئے کہا۔

"میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی فراموش نہیں کروں گی۔ میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔ پھر کبھی اس گھر کا، اس شہر کا رخ نہ کروں گی"۔

بوڑھے جارج نے ڈانٹ کر کہا۔

کان کھول کر سن لو۔ تمہیں ابھی، اسی وقت اس گھر سے ہمیشہ کے لیے نکل جانا ہوگا اور پھر کبھی اپنی منحوس شکل ہمیں نہیں دکھانی ہوگی۔

یہ شخص اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے۔ یہ مجھے ہلاک کرنے آیا تھا۔ خدا نے مجھے بچا لیا اور یہ خود مارا گیا۔ لیکن اگر میں نے دوبارہ تمہیں اس شہر میں دیکھا تو یاد رکھو میں تمہیں ہرگز ہرگز زندہ نہیں چھوڑوں گا۔

خادمہ نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

''میں ابھی چلی جاتی ہوں حضور! اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہیں کروں گی''۔

عنبر اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا مگر بوڑھے جارج

پراسرار انسان (عنبر ناگ ماریا قسط نمبر 60)

کی وجہ سے مجبور ہو گیا۔

گریٹا اسی وقت وہاں سے نکل گئی۔ مکار خادمہ سیدھی وہاں سے مائیکل کے بڑے بھائی کے پاس پہنچی اسے سارا واقعہ سنا دیا۔

بڑے بھائی ہنری کا خون کھول اٹھا وہ اسی وقت جارج کو قتل کرنے کے لیے جانے لگا مگر گریٹا نے اسے سمجھایا کہ ابھی وقت نہیں ہے۔

پہلے مجھے یہاں چھپا لو اور پھر باقاعدہ ایک سازش بنا کر ان دونوں کو قتل کریں گے کہ سانپ بھی مر جائے اور ہم بھی گرفتار نہ ہو سکیں۔

☆ کیا عنبر خادمہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا؟

☆ ماریا کو جہاز لے کر کہاں پہنچ گیا تھا؟

☆ ناگ کے ساتھ اس شہر میں کیا گزری؟

☆ یہ آپ 61 ویں قسط میں پڑھئے۔